حیاتِ حکیم الاُمّت

حضرت حکیم الاُمت الحاج المفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ قادری بدایونی

مقالہ برائے

تنظیم المدارس الشہادۃ العالمیہ ایم۔اے

مقالہ نگار

حضرت مولانا مفتی عبدالحمید نعیمی

نعیمی کتب خانہ، لاہور

حیاتِ حکیم الامت

حضرت حکیم الامت الحاج المفتی احمد یار خان نعیمی قادری بدایونی رحمۃ اللہ علیہ

مقالہ برائے

تنظیم المدارس الشہادۃ العالمیہ ایم۔ اے

مقالہ نگار

حضرت مولانا مفتی عبدالحمید نعیمی

ناشر

نعیمی کتب خانہ

۵/ الحمد مارکیٹ، غزنی سٹریٹ

۴۰/ اردو بازار، لاہور

نام کتاب	حیاتِ حکیم الامت حضرت حکیم الامت الحاج المفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ قادری بدایونی مقالہ برائے تنظیم المدارس الشہادۃ العالمیہ ایم۔اے
مقالہ نگار	حضرت مولانا مفتی عبدالحمید نعیمی
ناشر	نعیمی کتب خانہ، ۵/ الحمد مارکیٹ، ۴۰/اردو بازار، لاہور
تاریخ اشاعت	۲۰۱۱ء
تعداد	۱۱۰۰
پرنٹرز	
قیمت	

ملنے کے پتے

نعیمی کتب خانہ، گجرات

فون نمبر: 0533-3609288

فہرست

باب ۳..........حکیم الامت بطور مفتی

باب ٤..........حکیم الامت بطور مفسر

باب ۵..........حکیم الامت بطور محدث

باب ٦..........حکیم الامت بطور محقق

باب ۷............حکیم الامت بطور فقیہ

باب ۸............حکیم الامت بطور مناظر

باب ۹............حکیم الامت بطور شاعر

باب ۱۰............حکیم الامت علیہ الرحمۃ بطور سیاح

باب ۱۱ .... حکیم الامت بطور پیرو مرشد

باب ۱۲ .... حکیم الامت بطور جامع المنقول والمعقول

باب ۱۳ .... حکیم الامت بطور مربی قوم و مصلح امت

باب ۱۴ .... حکیم الامت بطور ماہر نفسیات

باب ۱۵ .... حکیم الامت بطور استاذ العلماء والفضلاء

باب ۱۶ ...... حکیم الامت علیہ الرحمۃ بطور خطیب و مقرر

باب ۱۷ .... حکیم الامت بطور مجیب

باب ۱۸ .... حکیم الامت بطور بحر العلوم

باب ۱۹ .... حکیم الامت کی خدمات پر ایک نظر

باب ۲۰..........مقبولیت حکیم الامت علیہ الرحمۃ

باب ۲۱..........حکیم الامت بطور نکتہ دان

باب ۲۲..........حکیم الامت بطور مفکر اسلام

باب ۲۳ .... حکیم الامت بطور ماہر درس القرآن

باب ۲۴ .... حکیم الامت بطور مصنف

باب ۲۵ .... حکیم الامت بطور ماہر علم وجہ تسمیہ

باب ۲۶ .... حکیم الامت بطور ماہر تفسیر صوفیانہ

باب ٢٧..........حکیم الامت بطور تلخیص نگار

باب٢٨..........حکیم الامت بطور حکیم الامت

باب ٢٩..........اعتراضات سعید ملت بر حکیم الامت

خطبة الکتاب

الحمد لله، الحمد لله نحمده و نستعینه و نستغفره ونؤمن به و نتوکل علیه و نعوذ بالله من شرور انفسنا ومن سیّأت اعمالنا من یهده الله فلا مضل له ومن یضلله فلا ھادیَ له ونشهد ان لا اله الا الله وحده لا شریک له لاضدّله ولا ندّله ولا مثل له ولا مثال له لا اول له و لا اخرله و نشهد ان سیدنا و مولانا و ملجانا و مأوٰی ناوحبیبنا و طبیبنا و قرۃ عیوننا محمدا عبده و رسوله اما بعد فاعوذ بالله من الشیطان الرجیم بسم الله الرحمن الرحیم قال الله تبارک و تعالیٰ فی کلامه المجید.

١ ومن یعمل من الصلحت من ذکر اوانثی وهو مؤمن فاولئک یدخلون الجنۃ (النساء)

٢ من عمل صالحا من ذکر اوانثی وهو مؤمن فلنحیینه حیوۃ طیّبۃ (النحل)

٣ ومن عمل صالحا من ذکر اوانثی وهو مؤمن فأولئک یدخلون الجنّۃ (المؤمن)

صدق الله العظیم ان الله و ملئکته یصلون علی النبی یایها الذین امنوا صلّوا علیه وسلموا تسلیما اللهم صل علی محمد وعلی ال محمد و بارک وسلم، الصلوۃ والسلام علیک یا رسول الله وعلی الک و اصحابک یا حبیب الله الصلوۃ و السلام علیک یا رحمۃ اللعالمین وعلی الک و اصحابک یا شفیع المذنبین

وجۂ تصنیف کتاب

علوم شرعیہ وفنون عقلیہ پر مشتمل اسلامی نصاب درس نظامی کے اختتام پر ایک تحقیقی مقالہ لکھایا جاتا ہے جس کا مقصد طالب علم کی استعداد کا پرکھنا ہے، اس درس نظامی کی مکمل مدت چھیانوے ماہ ہوتی ہے باعتبار برس شمار کرنے پر آٹھ سال بنتے ہیں راقم الحروف عفی عنہ ربہ کو بھی درس نظامی کے اختتام واتمام کی سعادت نصیب ہوئی حسب دستور تنظیم المدارس نے مقالہ جات کے عنوانات ارسال کیے راقم الحروف عفی عنہ ربہ کے دل میں باری تعالیٰ کی طرف سے یہ خیال القاء کیا گیا کہ حضرت حکیم الامت علیہ الرحمہ کی حیات و خدمات پر لکھا جائے، تنظیم المدارس کی شرائط مقالہ میں سے ایک شرط یہ بھی تھی کہ جس عنوان پر آپ مقالہ لکھنا چاہتے ہیں اس پر پہلے کسی نے نہ لکھا ہو نہ تنظیم المدارس کے تابع ہو کر اور نہ ہی کسی اور ادارے کے توسط ووساطت سے، راقم الحروف عفی عنہ ربہ نے سابقہ سالوں کے مقالہ جات کے عنوانات جامعہ کی لائبریری سے نکلوائے ان کو ملاحظہ ومشاہدہ کیا۔ حیرانگی اور افسوس بھی ہوا اور خوشی ومسرت بھی، حیرت اور افسوس اس بات کا تھا کہ اتنی بڑی شخصیت پر اپنوں نے بھی توجہ نہ کی نہ ہی ان پر کچھ لکھوانے کی زحمت گوارا کی، خوشی اور مسرت اس لیے ہوئی کہ اپنوں کا تغافل و تجاہل عارفانہ راقم الحروف کے حصہ میں نفع مند ثابت ہو گیا اور یوں خصوصی تحریری اجازت کے ذریعہ مجھے اسلام اور عالم اسلام کے لیے بہت وقیع خدمات سرانجام دینے والے عظیم شخص پر کچھ لکھنے کا موقع عنایت ہو گیا۔

ایں سعادت بزور بازو نیست

احب الصالحین ولست منھم

لعل اللّٰہ یرزقنی صلاحاً

دُعا کرتا ہوں کہ ربّ تعالیٰ میری ٹوٹی پھوٹی محنت قبول فرمائے میرے گناہ معاف فرمادے اور خاتمہ بالایمان فرمائے، دینی اور دُنیاوی رسوائیوں سے بچائے اس مقالہ کا نام

حیاتِ حکیم الامت رکھتا ہوں اور اس کا انتساب علی طریقہ الاختصاص درج ذیل ہستیوں کے نام کرتا ہوں۔

1. حضرتِ اعلیٰ پیر سید مہر علی شاہ گولڑہ شریف
2. اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلی شریف
3. صدر الافاضل محمد نعیم الدین شاہ مراد آباد شریف
4. حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی گجرات شریف
5. شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد علی نقشبندی لاہور
6. حضرت مفتی محمد سرفراز نعیمی صاحب لاہور

علیہم الرحمۃ و الرضوان

خصوصیات الکتاب

راقم الحروف عفی عنہ ربہ نے اس کتاب میں درج ذیل امور کو ملحوظ رکھا ہے، یہی اس کتاب کی خصوصیات ہیں۔

1. تنظیم المدارس کے قواعد وضوابط کی مکمل پابندی کی گئی ہے۔
2. لفاظی اور سطحی انداز سے مکمل اجتناب کیا گیا ہے۔
3. حکیم الامت علیہ الرحمہ کی تعریف کے بجائے اعتراف کیا گیا ہے۔
4. اصطلاحات کا استعمال بہت کم کیا اور اگر کہیں ضرورۃً کرنا پڑا تو اس کی تعریف و توضیح لازمی درج کی گئی۔
5. اصطلاحات کو حکیم الامت علیہ الرحمہ کی تصانیف سے ثابت ومؤید کیا گیا ہے۔
6. قرآن وحدیث سے بکثرت حسب موقعہ وضرورت استدلال کیا گیا ہے۔
7. ضابطہ قرآن ولا تسبوا الذین یدعون من دون اللّٰہ فیسبوا اللّٰہ عدوا بغیر علم (الانعام) کی پابندی کی گئی ہے۔
8. ضابطہ حدیث ان لصاحب الحق مقالاً کو بھی ضرورتاً استعمال کیا گیا ہے۔

۹ جامع مانع انداز اپنایا گیا ہے۔
۱۰ کج بحثی اور خلطِ مبحث سے مکمل پرہیز کیا گیا ہے۔
۱۱ دعویٰ ذکر کرنے کی صورت میں دلائل ذکر کیے گئے ہیں۔
۱۲ مضمون پر عقلی نقلی امثلہ ذکر کی گئی ہیں۔
۱۳ دورِ حاضر کی مروّجہ زبان میں آسان کر کے لکھا گیا ہے۔
۱۴ اختلاف کرنے میں ادب واحترام اور شائستگی کا ہر مقام پر لحاظ کیا گیا ہے۔
۱۵ پیراگرافی اور جدید طرزِ تحریر وغیرہ کا اہتمام وانصرام کیا گیا ہے۔
۱۶ امثلہ کو مدّعا پر دلچسپ طریق سے منطبق کیا گیا ہے۔
۱۷ بلاغت کے اصولوں کی مکمل پابندی کی گئی ہے۔
۱۸ مبالغہ آرائی سے مکمل پرہیز کیا گیا ہے۔
۱۹ تسلسل اور تسہیل کا خیال رکھا گیا ہے۔
۲۰ ترتیب کی بہت پابندی کی گئی ہے۔

وغیرہ وغیرہ من خصوصیات الکتاب۔

مقدمۃ الکتاب

اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا فرمایا، پھر اسی کو یوں ہی آزاد نہ چھوڑا بلکہ اس کی اصلاح فرمائی اصلاح کا طریقہ یہ تھا کہ ہر دور میں اپنے برگزیدہ بندے بھیجتا رہا، جو ایک نظام اور دستور کے مطابق لوگوں کو اس کی طرف دعوت دیتے رہے ان برگزیدہ بندوں کو رسول اور نبی کہا جاتا ہے ان کے لائے ہوئے نظام کو شریعت کہتے ہیں۔ یہ بات عقلاً اور شرعاً ثابت ہے کہ وہ برگزیدہ بندے ان سے بہتر اور اعلیٰ تھے جن کی طرف ان کو بھیجا گیا تھا دینے والا لینے والے کے برابر نہیں ہوسکتا، خدا کا مقرر شدہ اور خود اپنے ذاتی اور من گھڑت اصول سے تحکم کے طریقہ پر بڑا بننے والا دونوں کبھی برابر نہیں ہوسکتے۔ انسان کی اصلاح کی ابتداء حضرت آدم علیہ السلام سے ہوئی آپ کو علم عطا فرمایا گیا اور آپ کی عظمت کی خاطر فرشتوں کو سجدہ

کرنے کا حکم فرمایا گیا یہ اس وجہ سے تھا کہ اس برگزیدہ ہستی نے آئندہ کے لوگوں کی اصلاح کرنی تھی لہٰذا پہلے ان کی عظمت اور علم کی خوبی تسلیم کرائی گئی، انسانوں کی اصلاح کا برگزیدہ اور بارگاہ الٰہی کے مختار بندوں کے ذریعے بندوبست اور اہتمام فرمایا جانا اس وقت تک جاری رہا جب انسانوں کے سب سے اعلیٰ فرد کی تشریف آوری ہوگئی۔ جب اعلیٰ اور افضل تشریف لے آئے تو ان کے ترتیب دیئے ہوئے قواعد وضوابط کے تحت انسانوں کی اصلاح کا طریقہ تبدیل ہوگیا، اس کی وجہ یہ تھی کہ رسالت اور رسول نبی اور نبوت ان پر تمام ہوگئی تھی، انہوں نے یہ کام اور طریقہء اصلاح اپنی اُمت کے اہل افراد کے حوالے کردیا جو ان کے ترتیب دیے ہوئے نظام اور قواعد وضوابط کے تابع اور پابند رہ کر رہتی دُنیا تک یہ خدمت اور ذمہ داری نبھاتے رہیں گے یہ بات بھی قابل غور ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر ہمارے پیارے نبی کریم ﷺ تک جس نے بھی اللہ کے ان برگزیدہ بندوں کی بات مانی، ان کی عزت اور عظمت کو تسلیم کرلیا اور ان کے لائے ہوئے نظام کو قبول کرتے رہے ان کو ہر قسم کی دینی اور دُنیاوی عزت ملتی رہی اُخروی نعمتوں کا اندازہ تو انشاء اللہ دیکھ کر ہی ہوگا، کہ وہ کتنے نوازے جائیں گے۔

اور جس آدمی نے حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر ہمارے نبی مقدس ﷺ کی عزت اور عظمت کا انکار کیا، ان کے مقابل سینہ تان کر کھڑے ہوگئے، ان کے لائے ہوئے نظام کو ٹھکرا دیا ان کی ذلت ورسوائی آج بھی ہے قبر وقیامت میں بھی ہوگی اور دوزخ کے ہولناک عذاب بھی ان کے لیے تیار ہیں، نبی اور نبوت کی تحقیر اور تنکیر سے ان پر وہ پھٹکار پڑی کہ ان کے لیے ہدایت کے راستے ہی بند ہوگئے شیطان کی عبادت گزاری کا یہ عالم تھا کہ زمین کے سارے حصے پر اس نے سجدے کیے تھے روئے زمین پر کوئی قطعہ اور ٹکڑا ایسا نہ تھا جہاں مقیم رہ کر اس نے اللہ کے حضور عاجزی اور عبادت نہ کی ہو۔ علم تھا فضیلت تھی سب کچھ تھا، اس کے اعزاز کا یہ حال تھا کہ فرشتوں کے ساتھ کے ساتھ اس کو رہنے کے لیے جگہ دی گئی، اس کا ذکر فرشتوں کے ساتھ ملا کر کیا جاتا تھا تو جن لیکن اس کی شان اور ٹھاٹھ باٹھ فرشتوں جیسی تھی، جب اس کو نبی کی عظمت اور تعظیم کا حکم ہوا تو اکڑ گیا اور مقابلِ خدا ہو کر کہنے لگا کہ میں کیوں اُس کے

سامنے جھکوں جو میرے سامنے پیدا کیا گیا، نہ اس نے عبادت کی، نہ میری عبادت جیسا عرصہ گزارا، نہ اس کی کوئی فضیلت ہے، یہ مٹی سے بنا میرا مادہ آگ ہے مولیٰ تعالیٰ میرے لیے یہ بڑی بے عزتی ہے کہ اس جیسے کے سامنے مجھے تو جھکائے، باری تعالیٰ نے اس کے دلائل کا جواب نہ دیا کیونکہ آئندہ کے لوگوں کے واسطے یہ ضابطہ مقرر کرنا تھا یہ تعلیم و تلقین فرمائی تھی کہ نبی کی عظمت کا انکار کرنے والے کو خبردار منہ لگاؤ بلکہ ان کو دھتکار دو، ان کے ساتھ بحث و تمحیص نہ کرو بلکہ ان سے دور ہو جاؤ۔

اس سارے مضمون پر بطور مثال و برکت چند آیات ملاحظہ کریں۔

- ما منعك ان لا تسجد اذا امرتك ؕ (الاعراف ۷ آیت ۱۲)
- ۲ یا ابلیس ما منعك ان تسجد لما خلقت بیدی ؕ (ص ۳۸ آیت ۷۵)

یعنی اے ابلیس تجھے کیوں رکاوٹ ہوئی کہ تو نے میرے پیارے کو سجدۂ تعظیم نہ کیا۔

تو کہنے لگا۔

- ۱ اسجد لمن خلقت طینا ؕ (بنی اسرائیل ۱۷ آیت ۶۱)
- ۲ لم اکن لاسجد لبشر خلقته من صلصال من حما مسنون ؕ (الحجر ۱۵ آیت ۳۳)

یعنی اس حقیر مٹی گارے کے بنے ہوئے بشر کو سجدہ کرنا میرے لیے مناسب نہیں شان گھٹتی ہے۔

ربّ نے جلال اور غضب میں آکر فرمایا، دفع ہو اس جنت سے نکل جا تو مردود ہے، ذلیل ہے، متکبر ہے، میری لعنت کا حقدار ہے کہ تو نے میرے حکم کے مقابل اپنی رائے چلائی آیات ملاحظہ ہوں۔

- فاخرج انك من الصاغرین ؕ (الاعراف ۷ آیت ۱۳)
- ۲ اخرج منها مذؤما مدحورا ؕ (الاعراف ۷ آیت ۱۸)
- ۳ فاخرج منها فانك رجیم وان علیك اللعنة الی یوم الدین ؕ (الحجر ۱۵ آیت ۳۴)

۴ فاخرج منها فانك رجيم وان عليك لعنتي الى يوم الدين○

(ص ۳۸ آیت ۷۷)

یعنی دفع ہو اس جنت سے نکل جا تو ذلیل ہے مردود ہے۔ راندۂ درگاہ ہے، تجھ پر تا قیامت میری لعنت ہے اور قیامت کے بعد دوزخ ہے، عذاب الیم ہے۔

اب چاہئے تو یہ تھا کہ یہ روتا، چلاتا، معافی مانگتا، ندامت سے ساری عمر سر نہ اُٹھاتا لیکن ہوا کیا؟ اس نے حضرت آدم علیہ السلام سے بدلہ لینے کی قسم کھائی ان کی اولاد کو بہکانے پر تل گیا اور باری تعالیٰ کو مخاطب کر کے اکڑ کر کہا کہ اے مجھے آدم کی وجہ سے ذلیل کرنے والے تیری عزت کی قسم میں اِن کو اور ان کی اولاد کو بہکاؤں گا، ان کو تیری بارگاہ سے دور کرنے میں مجھ سے جو ہو سکا پوری طاقت سے کروں گا آدم سے بدلہ نہ لیا تو میرا نام شیطان نہیں، ان کی اولاد کو جہنم کے راستے پر نہ لا کھڑا کیا تو کہنا، میں ان کے علم وعقائد، اعمال واحوال پر ڈاکہ زنی کروں گا وہ علم دین سے متنفر ہو کر اس سے دور بھاگیں گے، چوپاؤں کے کان چیریں گے، لمبی لمبی امیدیں باندھیں گے تیری خلقت وفطرت میں تبدیلیاں کریں گے، تجھے ناراض کرنے والے سارے کام کریں گے، اپنی صورت، اپنی سیرت، اپنے اعمال، اپنے اخلاق اور اپنے عقائد تک میں میرے مکمل تابعدار ہوں گے۔

اس مضمون پر چند آیات ملاحظہ فرمائیں۔

۱ فازلهما الشيطان فاخرجهما مما كان فيه○ (البقرہ۲ آیت ۳۶)

۲ الشيطٰن يعدكم الفقر ويأمركم بالفحشآء○ (البقرہ۲ آیت ۲۶۸)

۳ انّما استزلهم اليشطان○ (ال عمران۳ آیت ۱۵۵)

۴ ومن يكن الشيطان له قريناً فسآء قريناً○ (النساء۴ آیت ۳۸)

۵ ويريد الشيطان ان يضلهم ضلا لابعيدا○ (النساء۴ آیت ۶۰)

۶ يعدهم و يمنيهم وما يعدهم الشيطان الاغرورا○ (النساء۴ آیت ۱۲۰)

۷ انما الخمر و الميسر و الانصاب و الازلام رجس من عمل الشيطٰن○ (المائدہ۵ آیت ۹۰)

۸ انما یرید الشیطن ان یوقع بینکم العداوۃ والبغضآءۚ (المائدۃ ۵ آیت ۹۱)

۹ وزیّن لھم الشیطن ما کانوا یعملونۚ (الانعام ۶ آیت ۴۳)

۱۰ واذ زیّن لھم الشیطان اعمالھمۚ (الانفال ۸ آیت ۴۸)

۱۱ لاتخذن من عبادك نصیباً مفروضاً ولا ضلنھم ولا منینھم ولا مرنھم فلیبتکن اذان الانعام ولامرنھم فلیغیرن خلق اللّٰہۚ

(النساء ۴ آیت ۱۱۸، ۱۱۹)

ان آیات کا حاصل یہ ہے کہ شیطان نے کہا کہ میں آدم کی وجہ سے مقام و مراتب سے محروم ہوا، رسوائی میرا مقدر بنی اب اس کو اور اس کی اولاد کو اے خدا تیرے نزدیک نہ آنے دوں گا یہ اپنی اپنی الجھنوں میں پھنسے رہیں گے ان کے اعمال اور ان کے عقائد و نظریات ان کی نگاہ میں اچھے کر کے دکھاتا رہوں گا، شام کو ایک بات ذہن میں گھڑیں گے صبح اس کو سارے لوگوں پر مسلط کرنے کے لیے ساری عمر اور ساری قوت صرف کر دیں گے اپنے بنائے ہوئے بتوں کو اپنا خدا مان لیں گے لیکن تجھے خدا ماننے کو تیار نہ ہونگے، اپنے بتوں کے لیے تو اختیارات کے قائل ہوں گے تیری قدرتوں کے منکر ہوں گے جن سے محبت کرتے ہیں عقیدت رکھتے ہیں ان کی عزت اور تعظیم تو کریں گے لیکن تیری اور تیری طرف سے متعین و مقرر حضرات کی تحقیر کریں گے ان کے فضائل پر نظر نہ ہوگی ان کی اغلاط ڈھونڈیں گے اغلاط ہوں نہ ہوں لیکن یہ اپنے پیمانے سے ان کو اپنے جیسا کرنے کی خاطر علم و عقل صرف کر دیں گے ماتحتوں کو بھی یہی تلقین کرتے رہیں گے۔

اب اس بات کی ضرورت تھی کہ بندے کیا کریں جب اس مردود نے تو سینہ تان کر ہماری بربادی کا دعویٰ کر دیا؟ کوئی اصول اور ضابطہ ہونا چاہیے کوئی تدبیر ہونی چاہیے تاکہ ہم اس مردود سے بچ جائیں اور مولیٰ تعالیٰ کے قریبی ہی رہیں اس کے محبوب ہی ٹھہریں، تو باری تعالیٰ نے صرف دو فلسفے بیان فرمائے ایک یہ کہ نبی کی تعظیم کرنا دوسرا یہ کہ شیطان اور شیطانیات کو اپنا دشمن جاننا، بہ تقاضائے بشریت تم سے گناہ ہوں گے لیکن ان پر اڑنا مت بلکہ استغفار کرنا رونا اور آئندہ ایسی حرکت نہ کرنا، میرے قریبی ہی رہو گے اس مضمون سے متعلق

چند آیات ملاحظہ فرمایئے۔

١ وتعزروہ و توقروہ (فتح آیت ٩)
نبی کی تعظیم وتوقیر کرو۔

٢ لاترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی (حجرات آیت ٢)
نبی کی آواز سے آواز بلند نہ کرو۔

٣ لاتقدموا بین یدی اللّٰہ و رسولہ (حجرات آیت ١)
اللہ رسول سے آگے مت بڑھو۔

٤ لاتجعلوا دعاء الرسول کدعاء بعضکم بعضا۔ (نور آیت ٦٣)
نبی کو عامیانہ انداز میں مت بلانا۔

٥ لاتقولوا راعنا وقولوا انظرنا (البقرہ آیت ١٠٤)
نبی کی بات غور سے سنو راعنا نہ کہو انظرنا کہو۔

٦ امنتم برسلی وعزرتموھم (مائدہ آیت ١٢)
انبیاء پر ایمان لانا اور ان کی عزت کرنا۔

ان آیات میں ادب رسول سکھایا گیا ہے جو ایمان کی جان ہے۔
شیطان اور شیطانیات کو دشمن سمجھ کر ان سے سلوک کرنے کا حکم جن آیات میں ہے
چند ملاحظہ ہوں۔

١ ولا تتبعوا خطوات الشیطان انہ لکم عدو مبین (بقرہ آیت ١٦٨)
شیطان کی تابعداری نہ کرنا وہ تمہارا دشمن ہے۔

٢ ان الشیطان لکما عدو مبین (الاعراف آیت ٢٢)
بے شک شیطان تمہارا دشمن ہے۔

٣ ان الشیطان للانسان عدو مبین (یوسف آیت ٥)
بے شک شیطان تمام انسانوں کا کھلا دشمن ہے۔

٤ انہ لکم عدو مبین (یٰسٓ آیت ٦٠)

بے شک شیطان کھلا دشمن ہے۔

۵ انه عدو مضل مبین (القصص آیت ۱۵)

بے شک شیطان تمہیں گمراہ کرنے والا دشمن ہے۔

۶ ان الشیطان لکم عدو مبین فاتخذوه عدوا (فاطر آیت ۶)

شیطان کو اپنا دشمن جانو کیونکہ وہ واقعی تمہارا دشمن ہے۔

ان آیات سے معلوم ہوا کہ شیطان واقعی ہم سے عداوت رکھتا ہے۔

جن لوگوں نے شیطان کو دشمن جان کر دشمنوں والا سلوک رکھا وہ اہل حق کہلائے ان پر بے شمار انعام ہوئے اور جنہوں نے شیطان کو اپنا دوست بنائے رکھا اس کی تابعداری کرتے رہے رسوائی اور عذاب ان کا مقدر ٹھہرا وہ حزب الشیطان کہلائے گویا دو گروہ ہو گئے حزب اللہ اور حزب الشیطان دونوں کا مقام و انجام قرآن سے معلوم کیا جا سکتا ہے چند آیات ملاحظہ ہوں۔

۱ فان امنوا بمثل ما امنتم به فقد اهتدوا (بقرہ آیت ۱۳۷)

صحابہ کرام کا ایمان ہدایت کی کسوٹی ہے۔

۲ و کلا وعد اللہ الحسنی (حدید آیت ۱۰)

تمام صحابہ کرام سے حسنیٰ کا وعدہ ہے۔

۳ اولئك هم المومنون حقا (انفال آیت ۴)

صحابہ کرام پکے مؤمن ہیں۔

۴ لهم مغفرة و اجر عظیم (حجرات آیت ۳)

صحابہ کرام کے لیے مغفرت اور اجر عظیم ہے۔

۵ لهم مغفرة و رزق کریم (سبا آیت ۴)

صحابہ کرام کے لیے مغفرت اور رزق کریم ہے۔

۶ رضی اللہ تعالی عنهم و رضوا عنه (البینہ آیت ۸)

صحابہ کرام اللہ سے راضی اللہ صحابہ سے راضی ہے۔

۷ و اعدلهم جنت تجری (التوبہ آیت ۱۰۰)

صحابہ کرام کے لیے جنت مع تمام تر انعام کے تیار ہے۔

حزب الشیطن کا انجام ان آیات سے معلوم کیا جاسکتا ہے۔

(۱) ومن یضلل اللّٰہ فما لہ من ولی (شوریٰ آیت ۴۴)
ظالموں کے لیے کوئی حمایتی نہیں۔

(۲) وما للظلمین من نصیر (حج آیت ۷۱)
ظالموں کا کوئی مددگار نہیں۔

(۳) ما للظالمین من حمیم ولا شفیع (مومن آیت ۱۸)
ظالموں کا کوئی حمایتی اور سفارشی نہیں۔

(۴) وما کان لھم من اللّٰہ واق (مومن آیت ۲۱)
ظالموں کو کوئی غضب الٰہی سے بچانے والا نہیں۔

(۵) لیس لھم من دونہ ولی ولا شفیع (انعام آیت ۵۱)
ظالموں کے لیے کوئی شفیع وحمایتی نہیں۔

ان آیات سے معلوم ہوا کہ بے ایمانوں کا کوئی بھی سفارشی و والی نہ ہوگا لہٰذا وہ جہنم میں جائیں گے اور ہمیشہ ہمیشہ اسی میں رہیں گے۔ رب فرماتا ہے ومن یعص اللّٰہ و رسولہ و یتعد حدودہٗ یدخلہ نارا خالدا فیھا ولہ عذاب مھین۔

الغرض شیاطین کے کہنے پر ان لوگوں نے رسول اکرم ﷺ سے منہ موڑا نتیجہ یہ ہوا کہ ان کے لیے ہدایت کے راستے بند ہوگئے رب فرماتا ہے ختم اللّٰہ علی قلوبھم وعلی سمعھم وعلی ابصارھم غشاوۃ ۔ دنیا و آخرت میں ذلت واہانت والا عظیم عذاب ان کا مقدر بن گیا رب فرماتا ہے ولھم عذاب عظیم ۔ رب تعالیٰ نے ایسے لوگوں کو یوں ہی سفہاء نہ قرار دیا وہ واقعی سفاہت کے اعلیٰ ترین درجے پر فائز تھے دیکھو انہوں نے بتوں کے سامنے سر جھکا دیا مگر حقیقی مالک کے انکاری تھے قرآن نے ان پر واضح بھی کیا کہ شیطان قیامت کے دن تم سے ظاہر کر دے گا لہٰذا تم دنیا ہی میں اس سے الگ ہو جاؤ مگر یہ لوگ ابھی تک اڑے ہوئے ہیں ایمان نہیں لاتے رب فرماتا ہے۔

وقال الشطين لما قضی الامر ان اللّٰہ وعدکم وعد الحق ووعدتکم فاخلفت کم وما کان لی علیکم من سلطان الا ان دعوتکم فاستجبتم لی فلا تلوموني ولوموا انفسکم ما انا بمصرخکم وما انتم بمصرخي انی کفرت بما اشرکتمونی من قبل ان الظلمین لھم عذاب الیم○ (ابراہیم ۱۴ آیت ۲۲)

یعنی جب بروز قیامت فیصلہ سنا دیا جائے گا اہل جنت اور اہل دوزخ ظاہر کر دیے جائیں گے تو شیطان ان لوگوں کے ساتھ ہوگا جن کے ساتھ دُنیا میں اس کی یاری تھی وہ اس کو ملامت کریں گے کہ تو نے ہمیں دوزخ کا مستحق کر دیا ورنہ ہم کبھی اس میں نہ ڈالے جاتے تو جواب وہ کہے گا کہ مجھے ملامت نہ کرو اللہ تعالیٰ نے تم سے سچے وعدے فرمائے وہ تم نے نہ مانے مگر میں نے تم سے جھوٹے وعدے کیے بغیر دلیل کے لیے تم نے مان لیے میں نے تم کو محض دعوت دی تم نے اختیار کر لی میرے پاس تو اپنے دعویٰ کے ثبوت کے لیے کوئی دلیل بھی نہ تھی میں نے کہا تم نے مان لیا اب میرا کیا قصور ہے میں نے تم پر جبر تھوڑا کیا لہٰذا خبردار مجھے ملامت نہ کرنا آج میں تمہارا مددگار نہیں نہ تم میرے مددگار ہو میں تم سب سے بری الذمہ ہوں تمہارے اعمال سے انکاری ہوں اس قصور پر ہم سب ظالم ہیں اور ظالموں کو آج کوئی پناہ نہیں دوزخ تیار ہے سزا ملے گی۔ جو ہم سب نے بھگتنا ہوگی اور وہ بھی دائماً ابداً لہٰذا مجھے الزام نہ دو اپنے آپ کو قصوروار جانو پس شیطان مع اپنے مریدوں کے جہنم رسید ہو جائے گا جبکہ اہل حق کے لیے جنت تیار ہوگی منتظر ہوگی جس میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے جنت کے بعض مناظر قرآن نے یوں بتائے۔

ان الابرار لفی نعیم○ علی الارائك ینظرون○ تعرف فی وجوھھم نضرة النعیم○ یسقون من رحیق مختوم○ ختامه مسك وفی ذلك فلیتنافس المتنافسون○ وجوہ یومئذ مسفرة ضاحکة مستبشرة○ فیھا عین جاریة○ فیھا سرر مرفوعة○ واکواب موضوعة○ ونمارق مصفوفة○ وزرابی مبثوثة○ جنت عدن تجری من تحتھا الانھر خالدین فیھا ابدا○ (پارہ نمبر ۳۰)

”نیک جنت میں ہوں گے تخت نشین ہیں، نظارہ کرتے ہوئے، تم ان کے چہروں

سے نعمت کی تازگی محسوس کرو گے بہترین مشروبات پلائے جائیں گے جن پر مہر لگی ہوگی جو مشک کی ہے اس میں تسنیم کی آمیزش ہے ایسی شراب کہ للچانے والے للچا جائیں۔ کچھ جنتی چہرے اس دن روشن ہوں گے ہنستے مسکراتے خوشیاں مناتے ہوئے، بلند باغوں میں، جن میں کوئی بے ہودہ بات بھی نہ سنیں گے، اس جنت میں رواں چشمہ ہے اس میں بلند تخت ہیں ترتیب سے پینے کے برتن رکھے ہوئے ہیں برابر قالین بچھے ہوئے ہیں چاندنیاں پھیلی ہوئی ہیں جنت میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔"

ان نعمتوں کے حصول کے لیے ہر دور میں لوگوں نے کوشش کی اس طریقہ کے تابع رہ کر جو اللہ تعالیٰ نے سکھایا تھا کہ نبی کی تعظیم کرو، اور شیطان کو اپنا دشمن جاننا، اسی اصول کے تحت سعیٔ مقبول کرنے والے حضرات میں سے ایک وہ ہستی بھی شامل تھی جس نے اپنی ستتر (77) سالہ حیات میں مختلف انداز میں کئی کارنامے سرانجام دیئے جن سے غرض یہ تھی کہ ہمارا نام اہل وفا میں آئے ان تھک کوشش کرتی رہی، تفاسیر لکھیں، حدیث کی شروح کیں، تراجم قرآن وحدیث فرمائے دین مصطفےٰ سیکھا لوگوں کو سکھایا تحقیقات کیں، مسائل بتائے تصانیف فرمائیں درس وتدریس کرتے رہے تحفظ ناموس رسالت کے نڈر سپاہی ہونے کا کردار ادا کیا مناظرے کیے شان رسول ومحبان ومقربان رسول کا اظہار وتحفظ کرتے رہے اسلام کی تبلیغ کی خاطر آبائی وطن تک ترک کر دیا فقط اس لیے کہ ہمارا نام ان کے ثناء خوانوں میں آئے اہل مدح ہو کر گنے جائیں اہل قدح ہو کر نہیں اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس ہستی کی کاوشیں قبول فرمائیں دُنیا میں عزت وشہرت دی اپنی اور اپنے محبوب کی معرفت عطا فرمائی لوگوں کے قلوب میں ان کے لیے مودت پیدا فرمائی خلق خدا نے ان کا احترام فرمایا یہی وجہ ہے کہ آج ان کے نام سے قبل عزت والے القاب بولے لکھے جاتے ہیں مثلاً حضرت، حکیم الامت، مفتی، الحاج، فاضل وغیرہ اور آخر میں دُعا دی جاتی ہے مثلاً رحمۃ علیہ، رحمہ اللہ تعالیٰ، علیہ الرحمہ، قدس سرہٗ، رضی اللہ تعالیٰ عنہ وغیرہ۔ اس ہستی سے میری مراد ہے حضرت حکیم الامت الحاج مولانا مفتی احمد یار خان نعیمی قدس سرہٗ العزیز۔

زیر نظر کتاب میں راقم الحروف عفی عنہ ربہ نے ان کے حالات زندگی اور علمی

کارنامے بیان کرنے کی کوشش کی ہے ان کی دینی خدمات پر اپنی بساط کے مطابق تبصرہ کیا ہے

غرض صرف اور صرف اتنی ہے کہ

احبّ الصالحین ولست منھم

لعلّ اللّٰہ یرزقنی صلاحًا

راقم الحروف عفی عنہ ربہ کو علمی اور اسلامی فوائد فیوض حکیم الامت علیہ الرحمہ سے

وابستگی کے بعد ہوئے لہٰذا ان کو اپنا محسن اعظم جانتا ہوں اللہ تعالیٰ سے دُعا گو ہوں کہ جنت میں

ان کی معیت نصیب ہو کیونکہ

1. المرء مع من احب (مشکوٰۃ)
2. وکونوا مع الصادقین (قرآن)
3. ومن عمل صالحا من ذکر او انثی وھو مؤمن فاولئک یدخلون الجنۃ (قرآن)

اور فقیر راقم الحروف عفی عنہ ربہ کی یہ ٹوٹی پھوٹی سعی قبول ہو میرے لیے صدقۂ جاریہ

بنے پڑھنے والوں کو لطف و سرور ہو۔

احوج الناس الی حبیب الرحمن صلی اللہ علیہ وسلم

عبد الحمید نعیمی عفی عنہ ربہ

الساکن حطار فتح جنگ

المتوطن جامعہ اسلامیہ رحمانیہ

ھری پور ھزارہ صوبہ سرحد

پاکستان

المقیم مدنی غوثیہ مسجد موضع بگڑہ

باب ۱

حکیم الامت علیہ الرحمۃ کی ولادت شریف

۱	آباء واجداد	۸	حج وزیارات
۲	وطن	۹	افتاء
۳	تعلیم	۱۰	اخلاق
۴	تدریس	۱۱	بیعت
۵	شادی	۱۲	وصال شریف
۶	اولاد	۱۳	مزار پر انوار
۷	اولاد کی تربیت	۱۴	عرس مبارک

باب

(1) حکیم الامت علیہ الرحمۃ کی ولادت شریف (2) آباء و اجداد (3) وطن (4) تعلیم (5) تدریس (6) شادی (7) اولاد (8) اولاد کی تربیت (9) حج و زیارات (10) افتاء (11) اخلاق (12) بیعت (13) وصال شریف (14) مزار پر انوار (15) عرس مبارک

ولادت شریف:

حکیم الامت الرحمۃ 1894ء اٹھارہ سو چورانوے میں پیدا ہوئے، مارچ کا مہینہ تھا، پہلی تاریخ تھی، جمعرات کا مبارک دن تھا، نماز فجر کا پرنور وقت تھا، اسلامی اعتبار سے 1314 ہجری تیرہ سو چودہ ہجری تھی اور جمادی الاول شریف کی چار تاریخ تھی۔ ہندوستان کے علاقے بدایوں ہیں ولادت ہوئی گاؤں کا نام اوجھیانی تھا۔ یہ اتر پردیش میں ہے منظور خاں نام رکھا گیا مگر اس نام سے شہرت نہ ملی احمد یار خان کے نام سے مشہور ہوئے۔ آپ اپنے والد کے اکلوتے فرزند تھے۔ آپ کے والد گرامی نے نذر مانی تھی کہ اگر میرا بیٹا پیدا ہوا تو اس کو اللہ کے راستے میں وقف کروں گا۔ پس جب آپ پیدا ہوئے تو آپ سے دنیاوی کام نہ لیا بلکہ آپ کو اسلامی مکمل تعلیم دلوائی، آپ نے ساری عمر اللہ رسول کے دین کی خدمت کی اور اپنے والد ماجد کی ایمان افروز چاہت پوری کردی۔

آباؤ اجداد:

آپ کے والد ماجد کا نام محمد یار خان تھا اور دادا جی کا نام منور خان تھا، آپ حضرت یعقوب علیہ السلام کی اولاد میں سے تھے، یوسف زئی پٹھان تھے مکمل شجرہ درج ذیل ہے۔

محمد شہریار خان محمد عبدالقادر نعیمی کے بیٹے ہیں وہ خود مفتی اقتدار خان نعیمی کے فرزند ہیں وہ حکیم الامت علیہ الرحمۃ کے فرزند ہیں آپ خود مولانا محمد یار خان علیہ الرحمۃ کے صاحبزادے ہیں محمد یار خان کے والد گرامی کا نام محمد منور خان ہے، ان کے والد ماجد کا نام کالے خان ہے عرف میں منظور علی کے نام سے جانے جاتے ہیں کالے خان کے والد کا نام نجابت خان ہے جو امام علی خان کے صاحبزادے ہیں امام علی خان کے والد کا نام احمد علی خان ہے جو محمود علی خان کے فرزند تھے، محمود علی خان کے والد کا نام قاسم علی خان تھا، قاسم علی خان کے والد کا نام اشرف علی خان تھا، جو عمدہ علی خان کے صاحبزادے تھے، عمدہ علی خان صاحب کے والد کا نام باز خان تھا جو غیرت خان غزنی کے بیٹے تھے۔ غیرت خان غزنی کے والد کا نام مراد علی خان تھا، جو موسیٰ خان کے فرزند تھے، موسیٰ خان کے والد گرامی کا نام یوسف خان ہے

یوسف خان یوسف زئی قبیلہ کے جدِ اعلیٰ ہیں ان کے والد کا نام مندے خان تھا، جو تخی خان کے بیٹے تھے، تخی خان کا والد گرامی قندار تھا اور خود قندار خیر الدین کے فرزند ہیں خیر الدین کو خرشبون بھی کہا جاتا ہے ان کے والد کا نام سراین ہے سراین قیس عبدالرشید کے بیٹے ہیں عبدالرشید کی وفات دوسو تئیس 223 ہجری میں ہوئی، انگریزی اعتبار سے آٹھ سو اکتالیس 841ء تھا انکے والد کا نام عبداللہ تھا، جو عبدالعزیز کے بیٹے تھے اور عبدالعزیز کے والد کا نام عبدالرحمان ہے جو عدین کے بیٹے تھے عدین کے والد خالد ہین جو قیس فطان کے فرزند ہیں قیس فطان کے والد کا نام عیص ہے جو ملول کے فرزند تھے سلول کے والدہ کا نام عتبہ تھا، جو نعیم کے فرزند تھے، جو نعیم کے والد کا نام مارع ہے جو ابو جندر کے صاحبزادے ہیں ابو جند کے والد گرامی کا نام سکندر ذوالقرنین ہے جو رجمان کے صاحبزادے ہیں رجمان کے والد کا نام ایمن تھا جو مالول کے بیٹے ہیں مالول کے والد کا نام شلم ہے جو صلاح کے بیٹے ہیں صلاح کے ولد کا نام قارو تھا جو عظیم کے بیٹے تھے عظیم کے ابا جی خذیفہ کے بیٹے ہیں خذیفہ منھاس کے صاحبزادے تھے، منھاس کے والد کا نام عیص تھا اس کو قیس بھی پڑھا جاتا ہے عیص کے والد کا نام علیم تھا اس کو فاعل کے وزن پر عالم بھی پڑھا گیا ہے عالم شموئیل کے بیٹے ہیں شموئیل کے والد کا نام ہارون ہے جو قمرور کے بیٹے ہیں قمرور کے والد کا نام لاہی تھا جو ابن صلیب کے فرزند تھے، صلیب کے ابا جی کا نام طلال تھا اس لفظ کو طال بھی پڑھا گیا طال کے والد گرامی کا نام لوئی تھا جو عاصیل کے صاحبزادے ہیں عامیل کے والد کا نام تارج ہے تارج ارشند کے بیٹے تھے اور ارشند کے والد کا نام ابومندول ہے جو سالم کے بیٹے ہیں سالم کے ابا جی کا نام افغانہ ہے اور دادا جی کا نام جاہ ہے جاہ کے والد کا نام ارمیاہ ہے اس لفظ کو یرمیاہ بھی پڑھا گیا ہے یہ ساول کے صاحبزادے تھے ساول کے والد کا نام قیس تھا اور دادا کا نام ہالل تھا جو عالم کے فرزند تھے اغضوع بھی انہی کو کہا جاتا ہے ان کے والد کا نام سروع تھا سروع حضرت بنیامین رضی اللہ عنہ کے بیٹے ہیں ان کو میواہ بھی کہا جاتا ہے ان کے والد گرامی حضرت یعقوب علیہ السلام ہیں، حضرت یعقوب علیہ السلام کے والد گرامی حضرت اسحاق علیہ السلام ہیں حضرت اسحاق علیہ السلام کے والد ماجد حضرت ابراہیم علیہ السلام تھے، حضرت ابراہیم علیہ اسلام کے والد کا نام تارخ تھا جو ناخور کے بیٹے تھے

ان کے والد کا نام سروج تھا سروج کے والد کا نام راعو تھا راعو فالح کے بیٹے ہیں فالح کے والد کا نام عابر ہے جو حضرت ھود علیہ السلام کے بیٹے ہیں حضرت ھود علیہ السلام کے والد کا نام عابر ہے اور عابر کے والد کا نام شالح ہے جو ابواز کے بیٹے ہیں ابواز کے والد کا نام فحشاد ہے اور دادا کا نام ابوسام ہے ابوسام حضرت نوح علیہ السلام کے فرزند ہیں۔

(سوانح عمری حکیم الامت ص 23+22، مطبوعہ نعیمی کتب خانہ گجرات پاکستان)

حکیم الامت علیہ الرحمۃ کے والد گرامی مولانا محمد یار خان نہایت متقی آدمی تھے اور عالم دین بھی تھے، انھوں نے اپنے گھر میں بچوں کی تعلیم کا سلسلہ شروع کیا ہوا تھا۔ آپ فارسی زبان کے بہت ماہر تھے۔ بچوں کو بھی فارسی سکھاتے تھے۔ اس محلہ میں ملی جلی آبادی تھی ہندوؤں کے بھی بچے فارسی سیکھنے آتے تھے۔ بچوں کے سربراہاں انکی مالی معاونت کرتے تھے۔

مولانا محمد یار خان نے پینتالیس (۴۵) سال تک امامت کی، مسجد میں سارے انتظامات بھی آپ خود کرتے تھے یہ سارا کچھ فی سبیل اللہ تھا۔ آپ کو مسجد سے بہت لگن تھی آخری عمر میں آپ کی نظر کمزور ہوگئی تھی لیکن مسجد میں آنا پھر بھی جاری رہا، اکثر راستہ میں گر جاتے، آپ کو غسل دینے والوں کا بیان ہے کہ اکثر بدن پر چوٹ کے نشان پڑے ہوئے تھے۔ آپ اپنے علاقہ کی مقبول اور ہر دل عزیز شخصیت تھے۔ جب آپ فوت ہوئے تو تمام لوگوں کو دکھ اور دلی صدمہ ہوا حتی کہ ہندو بھی روئے۔ آپ کے جنازہ میں کثیر لوگوں نے شرکت کی حتیٰ کہ ہندو بھی شامل ہوئے آپ کو تین دفعہ بیداری میں دیدار نبی ہوا۔

آپ کا مزار مبارک اجھیانی کے قبرستان میں ہے۔ اللہ تعالیٰ ان پر ان گنت رحمتیں اور برکتیں نازل فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الکریم ﷺ۔

وطن:

حکیم الامت علیہ الرحمۃ کے پانچویں دادا افغانستان کے رہنے والے تھے، ان کا نام حضرت امام علی خان تھا علیہ الرحمۃ۔ پھر انہوں نے افغانستان سے ہجرت کی ہندوستان آئے۔ اتر پردیش کے مشہور شہر بدایوں میں رہائش رکھی شہر سے تقریباً تیرہ کلومیٹر دور ایک بستی تھی وہاں پر آ گئے اور ساری عمر وہاں ہی رہے اس بستی کا نام اجھیانی ہے وہاں انہوں نے اعلیٰ زندگی

گزاری علاقہ بھر کے لوگ آپ کا احترام کرتے تھے جناب مولانا منور خان علیہ الرحمۃ بھی فارسی زبان کے زبردست عالم تھے مولانا منور خان علیہ الرحمۃ کی مقبولیت تمام علاقہ میں تھی۔ انھوں نے وہاں ایک مسجد تعمیر کی اور پینتالیس سال تک امامت خطابت فرمائی اور یہ سارا کام فی سبیل اللہ کرتے تھے۔ (سوانح عمری حکیم الامت ص 9 ملخصا مطبوعہ نعیمی کتب خانہ گجرات)

شہر بدایوں کو بھی دہلی کی طرح ایک نمایاں مقام حاصل ہے بڑے بڑے حضرات کا وہاں خصوصی تعلق تھا وہاں بڑے بڑے علماء و اولیاء کا فیض موجود تھا جو حکیم الامت علیہ الرحمۃ اور انکے خاندان نے بھی بقدر حصہ حاصل کیا تھا۔ جیسے حضرت سلطان اولیاء خواجہ نظام الدین بدایوانی دہلوی علیہ الرحمۃ مولانا علاؤ الدین اصولی بدایوانی علیہ الرحمۃ قاضی جمال الدین بدایونی ملتانی، حضرت رکن الدین بدایونی علیہ الرحمۃ اور خواجہ بخش علیہ الرحمۃ، خیال رہے کہ حضرت مولانا علاؤ الدین اصولی بدایونی علیہ الرحمۃ حضرت خواجہ نظام الدین بدایونی دہلوی علیہ الرحمۃ کے استاد گرامی ہیں۔ (حالات زندگی حکیم الامت ص 178 ملخصا مطبوعہ نعیمی کتب خانہ گجرات)

تعلیم:

حکیم الامت علیہ الرحمۃ نے قرآن مجید اپنے والد گرامی سے پڑھا پانچ سال کی عمر میں آپ نے ناظرہ مکمل کیا، اس دور کے رواج کے مطابق آپ کے قرآن سیکھنے کی رسم افتتاح بھی ہوئی اس کو بسم اللہ کرنا بھی کہا جاتا ہے۔ اس موقع پر بدایوں کے ایک بزرگ نے افتتاح کیا تھا، ان کا نام عبدالقدیر میاں تھا۔

آپ نے ابتدائی عربی کتب بھی والد صاحب کے پاس پڑھیں اور فارسی زبان کا مکمل کورس بھی ان کے پاس ہی مکمل کیا، اٹھارہ سو ننانوے 1899ء میں آپکی یہ ساری تعلیم مکمل ہوگئی اس دن جمعرات تھی۔

پھر آپ اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے لیے بدایوں شہر چلے گئے، وہاں آپ نے تین سال تک پڑھا، مدرسے کا نام شمس العلوم تھا، سب سے زیادہ جس استاذ گرامی نے وہاں متاثر کیا وہ حضرت مولانا عبدالقدیر بخش علیہ الرحمۃ تھے وہ بھی آپ پر بہت خوش تھے آپ بھی ان سے بہت مطمئن تھے، ابتدائی دور میں آپ کو تکرار اور اسباق کی تیاری میں کچھ پریشانی ہوئی

لیکن پھر آپ کو انفرادی کمرہ دے دیا گیا۔ جس سے پریشانی رفع ہوگئی، حضرت مفتی عزیز احمد بدایوانی علیہ الرحمۃ سے بھی آپ نے کچھ استفادہ کیا تھا، تین سال آپ نے شمس العلوم میں پڑھا پھر وہاں سے مینڈھو چلے گئے یہ ہندوستان کی ریاست تھی۔ وہاں آپ نے تین چار سال تک تعلیم حاصل کی، یہ مدرسہ دیو بندی خیال کا ترجمان تھا۔ آپ بھی تھوڑے سے متاثر ہوئے تھے۔ جیسا کہ دیوان سالک میں آپ نے خود اشارہ دیا ہے۔

تین چار سال کے بعد آپ نے وہاں سے بھی رخصتی اختیار کی اس کی وجہ یہ تھی کہ سالانہ تعطیلات کے موقع پر آپ کو اپنے والد گرامی کی طبیعت اور مرضی معلوم ہوئی کہ وہ یہ سخت ناپسند کرتے تھے کہ میرا بیٹا ایسے لوگوں کے پاس پڑھے، جو ادب وعشق سے دور ہیں، والد گرامی کی مرضی معلوم ہوتے ہی آپ نے مدرسہ چھوڑ دیا آپ کے ایک رشتہ دار کی صدر الافاضل علیہ الرحمۃ سے واقفیت تھی وہ ان کو مراد آباد لے گئے، آپ جب مراد آباد میں صدر الافاضل علیہ الرحمۃ کے پاس آئے اس وقت وہ طلباء کو سبق پڑھا رہے تھے۔ آپ نے دوران سبق اجازت لیکر کتاب کے ایک مضمون پر اعتراض کیا اور کہا کہ یہ مصنف کی لغزش ہے۔ اعتراض کی تقریر بہت جاندار تھی اور انداز واسلوب بھی متاثر کن تھے ہم سبق ساتھی حیران ہوئے، پھر صدر الافاضل علیہ الرحمۃ نے آپ کے اعتراض کا بہترین اور مدلل جواب دیا تو آپ بہت متاثر ہوئے، آپ کے رشتہ دار نے آپ کو اسی مدرسہ میں داخلہ دلوادیا۔ مراد آباد شریف میں آپ نے دو تین سال پڑھا۔ مراد آباد کے مشہور اساتذہ میں سے چند کے نام یہ ہیں۔

- حضرت مولانا عاشق الٰہی صاحب علیہ الرحمۃ۔
- حضرت مولانا مشتاق احمد میرٹھی صاحب علیہ الرحمۃ۔
- اور تاجدار مراد آباد جناب حضرت سید محمد نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمۃ حضرت

مراد آبادی علیہ الرحمۃ کی خدمات اور مصروفیات زیادہ ہونے کے باعث اسباق میں تسلسل نہ رہتا تھا۔ تو آپ علیہ الرحمۃ وہاں سے چلے گئے جب حضرت صدر الافاضل مراد آبادی علیہ الرحمۃ کو معلوم ہوا تو انھوں نے آپ کو واپس بلوایا اور آپ کے لئے اس وقت کے مشہور و ماہر عالم جناب حضرت مولانا مشتاق احمد میرٹھی صاحب کو بلوالیا۔ وہ جن طلباء کو پڑھاتے تھے ان

کے ہمراہ مراد آباد تشریف لے آئے ان کا اور انکے طلباء کا تمام خرچہ حضرت صدر الافاضل علیہ الرحمۃ نے اپنے ذمہ کرم پر لے لیا۔اس وقت کے حساب سے ان کی بڑی معقول تنخواہ مقرر کی گئی تھی ۔ کچھ عرصہ تک اسی طرح نظام چلتا رہا۔ پھر کسی مجبوری کی بناء پر میرٹھ والوں نے حضرت مولانا مشتاق میرٹھی علیہ الرحمۃ کو واپس بلا لیا۔ وہ واپس چلے گئے لیکن صدر الافاضل علیہ الرحمۃ کی اجازت سے حکیم الامت علیہ الرحمۃ کو بھی ساتھ لے گئے ۔ میرٹھ اور مراد آباد کا مجموعی عرصہ تین سال کے لگ بھگ بنتا ہے۔

آپ کی عمر اس وقت انیس (19) سال تھی ۔ بدھ کا دن تھا اور سن انیس سو تیرہ 1913ء تھا کہ آپ نے درس نظامی اور علوم متداولہ مکمل کر لیئے ۔ آپ کی دستار فضیلت کر دی گئی اور آپ کو اسناد بھی مل گئیں۔

خیال رہے کہ آپ کی پیدائش اٹھارہ سو چورانوے 1894ء ہے اور علوم متداولہ کی تکمیل کا سن انیس سو تیرہ 1913ء ہے کل انیس (19) سال کا عرصہ بنتا ہے، لہٰذا مولانا نذیر صاحب کا سن فراغت 1914ء انیس سو چودہ کو قرار دینا غلطی ہے۔

تدریس:

آپ نے فراغت از علوم متداولہ کے فوراً بعد ہی تدریس کی خدمات شروع کر دیں۔ انیس سو چودہ ۱۹۱۴ء سے لیکر انیس سو اکہتر 1971ء تک آپ نے تدریس کی یہ ستاون (57) سال کا عرصہ بنتا ہے۔

آپ نے تدریس کی ابتداء جامعہ نعیمیہ مراد آباد سے کی۔ پھر ہندوستان کے ایک اور علاقے دھوراجی کاٹھیاوار میں چلے گئے وہاں پڑھاتے رہے۔

اس کے بعد کچھوچھہ شریف تشریف لے گئے وہاں پڑھاتے رہے۔ کچھوچھہ شریف بھی ہندوستان میں ہی ہے۔

اس کے بعد پاکستان تشریف لے آئے۔

پاکستان میں کچھ عرصہ بھکھی شریف میں تدریس کی۔

اس کے بعد انجمن خدام الصوفیہ گجرات میں تدریس کرتے رہے پھر آپ نے اپنا

مدرسہ قائم کیا اس میں تدریس کرتے رہے آپ نے انیس سو اکہتر میں وفات پائی جہاں آپ درس وتدریس کرتے تھے وہاں ہی آپ کا مزار پر انوار ہے راقم الحروف عفی عنہ ربہ نے بارہا زیارت کا شرف حاصل کیا ہے۔

شادی:

حکیم الامت علیہ الرحمۃ نے دو شادیاں کیں، پہلی شادی کے وقت آپ کی عمر پچیس (25) سال تھی۔ آپ کا خطبہ نکاح حضرت مولانا عبدالقدیر میاں بدایوانی علیہ الرحمۃ نے پڑھا تھا۔ یہ شادی انیس سو انیس 1919ء میں ہوئی۔

آپ کی زوجہ بہت نیک اور پارسا خاتون تھیں۔ وفا شعاری ان کی فطرت ثانیہ تھی۔ ایک قابل رشک بیوی کے لیے جو کچھ لازم ہے باری تعالیٰ کی مہربانی سے ان کو حاصل تھا۔ یہی وجہ ہے کہ انکی وفات سے حکیم الامت کو بہت صدمہ ہوا تھا۔ اس نیک اور پارسا خاتون کی وفات انیس سو باون میں ہوئی۔ ان کے وصال کے بعد تین سال حکیم الامت علیہ الرحمۃ نے دوسری شادی نہ کی۔ تین سال کے بعد آپ نے دوسری شادی کی یہ بھی بہت نیک خاتون تھیں ۔اور مجاہدہ اور ریاضت کرنا ان کی خاص خوبی تھی۔ اس نیک خاتون کو مکاشفہ کی نعمت بھی حاصل تھی۔ اس پارساء خاتون کا روحانی سلسلہ خاندان عالیہ گولڑہ شریف سے تھا۔ یہ شادی انیس سو پچپن 1955ء میں ہوئی اس نیک عورت کی وفات انیس سو اکہتر میں ہوئی تھی۔

اس اعلیٰ اور نیک خاتون کی اولاد نہ تھی، اور یہ بیوہ تھیں جب ان کا نکاح حکیم الامت علیہ الرحمۃ سے ہوا تھا۔ تقسیم ہند کے موقع پر ان کا خاوند شہید ہوا تھا۔ اس بیوی کا آبائی وطن کشمیر تھا اور حکیم الامت علیہ الرحمۃ کی پہلی بیوی کا آبائی وطن بدایوں تھا بدایوں کے معروف ومشہور افغان شخصیت جناب عبداللطیف خان کی بیٹی تھیں۔

خیال رہے کہ حکیم الامت علیہ الرحمۃ کے حالات زندگی مجھ سے قبل تین افراد نے لکھے ہیں انکے نام یہ ہیں۔

حضرت مولانا عبدالنبی کوکب صاحب علیہ الرحمۃ

حضرت مولانا نذیر احمد نعیمی علیہ الرحمۃ

اور حضرت شیخ بلال احمد صدیقی مدظلہٗ

مولانا نذیر احمد صاحب نے لکھا ہے کہ پہلی شادی انیس سو چودہ میں ہوئی اس شادی کے وقت حکیم الامت کی عمر بیس سال 20 تھی۔ اور شیخ بلال صاحب مدظلہٗ نے لکھا ہے کہ پچیس (25) سال تھی۔

مولانا نذیر احمد صاحب کہتے ہیں کہ سن چودہ تھا اور بلال احمد صاحب نے لکھا کہ سن (19) انیس تھا۔ اسی طرح بلال صاحب نے لکھا ہے کہ پہلی شادی میں خطبہ نکاح مولانا عبد القدیر بدایونی صاحب نے پڑھا، لیکن عبد النبی کوکب لکھتے ہیں کہ خطبہ نکاح جناب صدر الافاضل علیہ الرحمۃ نے پڑھا، کس کی بات زیادہ معتبر ہے اللہ ہی بہتر جانے۔

اولاد:

حکیم الامت علیہ الرحمۃ کے دو بیٹے اور پانچ بیٹیاں تھیں۔ ایک بیٹی بچپن ہی میں فوت ہو گئیں باقی تمام اولاد جوان ہوئی۔

آپ کے بڑے بیٹے کا نام مصطفیٰ میاں تھا اور چھوٹے بیٹے کا نام محمد میاں تھا۔ لیکن ان کی شہرت ان ناموں سے نہ ہوئی۔ مصطفیٰ میاں کو مفتی مختار احمد نعیمی کے نام سے شہرت ملی اور محمد میاں کو مفتی اقتدار احمد نعیمی کے نام سے جانا گیا۔ دونوں فوت ہو گئے باری تعالیٰ ان پر ان گنت نعمتیں اور برکتیں نازل فرمائے (آمین)۔

حضرت مفتی مختار احمد خان نعیمی علیہ الرحمۃ کی نرینہ اولاد نہ تھی۔ صرف بیٹیاں تھیں حضرت مفتی اقتدار احمد خان نعیمی علیہ الرحمۃ کی نرینہ اولاد ہے۔ دو بیٹے ہیں بڑے بیٹے کا نام عبد القادر نعیمی ہے اور چھوٹے بیٹے کا نام محمد عبد الرزاق نعیمی ہے بڑے صاحبزادے جناب حضرت مولانا عبد القادر صاحب نعیمی مدظلہٗ نے تمام علوم متداولہ اپنے والد گرامی سے سیکھے ہیں نہایت اچھے اخلاق کے مالک ہیں صاحب علم بھی ہیں صاحب عقل بھی اور صاحب اخلاق بھی، کیوں نہ ہوں حکیم الامت علیہ الرحمۃ کی نسل سے جو ہیں اچھے درخت کا پھل بھی اچھا ہوتا ہے۔

دونوں بھائی صاحب اولاد ہیں حضرت مولانا عبد القادر نعیمی مدظلہ کے دو بیٹے ہیں ایک کا نام محمد شہریار خان نعیمی ہے اور دوسرے کا نام مسعود الحسن خان نعیمی ہے حفظھما اللہ تعالیٰ۔

اور حضرت مولانا عبدالرزاق نعیمی کے بھی دو بیٹے ہیں ایک کا نام حیدر علی خان نعیمی ہے اور دوسرے کا نام طیب علی خان نعیمی ہے حفظھما اللہ تعالیٰ۔

خیال رہے کہ محمد عبدالرزاق نعیمی صاحب مدظلہ نے بھی اپنے والد ماجد سے ہی کچھ علوم متداولہ سیکھے ہیں۔

دلی دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ حضرت مولانا عبدالقادر صاحب نعیمی مدظلہٗ کو ہمت عطا فرمائے کہ وہ تفسیر نعیمی مکمل کرسکیں، اپنے عظیم المرتبت دادا جان کی روح کو خوش کرسکیں، اپنے والدگرامی کی آرزو کو پورا کرسکیں آمین بجاہ النبی الامین ﷺ و اتباعہ اجمعین الی یوم الدین۔

اولاد کی تربیت:

آپ نے اپنی اولاد کی تربیت بہت اعلیٰ طریقے سے کی، آپ کے دو بیٹے تھے دونوں کو خود درس نظامی کرایا، فتویٰ نویسی سکھلائی، بڑے صاحبزادے بیک وقت عالم دین تھے مفتی تھے، مدرس تھے مصنف تھے، اور اعلیٰ قسم کے خطیب تھے، یہ سب حکیم الامت علیہ الرحمۃ کی تربیت کا نتیجہ تھا کہ اللہ نے ان پر انعام واکرام کیے چھوٹے صاحبزادے بھی بیک وقت مدرس تھے، مفتی تھے، محدث تھے، مصنف تھے اور بہترین قسم کے مفسر تھے، فقید المثال مقرر تھے۔

حکیم الامت علیہ الرحمۃ کے پیش نظر صرف یہ فرمان عالی شان تھا کہ نبی پاک ﷺ نے فرمایا۔ لان یُؤدِّبَ الرَّجُلُ وَلَدَہٗ خَیْرٌ لَّہٗ من اَنْ یتصدَّقَ بصَاعٍ کہ کوئی آدمی اپنے بچوں کو ادب کی تعلیم دے یہ ایک صاع صدقہ کرنے سے بہتر ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ کھانے کا فائدہ تو کچھ دیر ہوگا پھر وہ کھانا اور اسکا فائدہ ختم ہو جائیں گے، لیکن نیک بات، ادب وتربیت اور علم سکھانے کا فائدہ اور ثمرہ ہمیشہ جاری رہے گا، لہٰذا مال اعمال سے ہرگز بہتر نہیں بلکہ اعمال مال سے افضل ہیں ایک اور حدیث مبارک ہے سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں ما نحل والدٌ وَلَدَہٗ من نحل افضل من ادب حسن ٥ کہ کسی باپ نے اپنے بچے کو ایسا عطیہ، تحفہ نہ دیا جو اچھے ادب سے بہتر ہو، خلاصہ یہ کہ بچوں کو دیندار، متقی اور صاحب علم بنانا بہت اچھا ہے دین و دنیا میں نفع مند ہے مال و دولت وغیرہ تو دنیا میں ہی کام آئیں گے لیکن یہ چیزیں قبر

قیامت میں بھی سودمند ہوں گی۔

حکیم الامت علیہ الرحمۃ نے بیٹیوں پر ہی توجہ نہ دی بلکہ ساتھ ساتھ باقی اہل خانہ کی بھی اعلیٰ تربیت کی، آپ نے اپنی بیٹی اور اپنی بہو کو بخاری شریف اور مشکوۃ شریف خود پڑھائی اور مکمل کتاب کی تعلیم دی، صرف اور نحو کے قوانین بھی سکھائے، اور عربی بول چال بھی سکھائی، وعظ اور تقریر کا طریقہ بھی خود سکھایا، بخاری اور مشکوۃ کی تعلیم میں چار سال کا عرصہ لگا، مولانا کوکب علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں اب تک تقریباً چار سو بچیاں ان سے علم حاصل کر چکی ہیں اور بخاری و مشکوۃ شریف پڑھ چکی ہیں اور بقدر ضرورت عربی صرف ونحو اور بول چال کا کورس کر چکی ہیں، خیال رہے کہ مولانا کوکب علیہ الرحمۃ نے یہ بات انہیں سو اکہتر میں فرمائی تھی دیکھو انکی کتاب حیات سالک ص 91 ص 92۔

حج وزیارات:

زیارات کے بارے میں آئندہ کسی مستقل عنوان کے تحت تفصیل عرض کروں گا حج کے بارے میں بقدر ضرورت مضمون درج ذیل ہے ملاحظہ فرمائیے۔

آپ نے سات حج کیے تھے۔

پہلا حج انیس سو بیس 1920ء میں ادا کیا تھا۔ اس زمانے میں حکومت ترکیہ کی عملداری تھی۔ آپ نے بذریعہ بحری جہاز کے یہ سفر طے کیا تھا اور کچھ مسافت اونٹوں کی سواری سے طے کی۔

دوسرا حج انیس سو تینتالیس 1943ء میں کیا، اس حج میں والدہ ماجدہ بھی ساتھ تھیں تیسرا حج انیس سو چودہ 1914 میں ادا کیا اگست کی سترہ تاریخ تھی، آپ نے یہ حج نبی پاک ﷺ کی طرف سے کیا تھا جیسا کہ سفرنامہ ص 73 پر خود فرماتے ہیں۔

آپ نے چوتھا حج انیس چھپن میں ادا کیا، یہ سفر بذریعہ ہوائی جہاز کے طے کیا تھا۔ اس حج کی ادائیگی کے بعد آپ مدینہ شریف میں ہی مقیم ہو گئے اور ایک سال کا عرصہ دیار محبوب ﷺ میں گزارنے کی سعادت نصیب ہوئی دوسرے سال پھر حج ادا کیا اور واپس آئے۔

آپ نے چھٹا حج اپنے والد صاحب کی طرف سے کیا، یہ حج انیس سو ساٹھ

1960ء میں ادا کیا تھا۔

ساتواں اور آخری حج ادا کرنے کی سعادت آپ کو انیس سو چونسٹھ 1964ء میں ہوئی، اس حج کے دوران آپ نے متعدد مقامات مقدسہ اور مقامات تاریخیہ کی زیارت دیر بھی فرمائی تھی، اس حج میں آپ کی دوسری زوجہ بھی ہمراہ تھیں۔

آپ نے پچیس عمرے بھی ادا کیے تھے، جو انہی حج کے تابع تھے ان کے لیے علیحدہ اور خصوصی سفر نہ تھا، آپ نے سات حج اور پچیس عمرے کیے اور نبی پاک ﷺ کی اس خوش خبری میں آپ کو بھی یہ اعزاز حاصل ہے کہ جس نے عمرہ اور حج ملا کر کیے اس کے گناہ اس طرح ختم ہوں گے جس طرح بھٹی کی آگ سونے چاندی کا میل ختم کرتی ہے، اور ایسے خوش نصیب کے لیے جنت ہے از روئے علم وبرکت حدیث ملاحظہ کریں۔

وعن ابن مسعود رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تابعوا بین الحج والعمرۃ فانھما ینفیان الفقر والذنوب کما ینفی الکیر خبث الحدید والذھب والفضۃ ولیس للحجۃ المبرورۃ ثواب الا الجنۃ

(ترمذی بحوالہ مراۃ ج4 صہ 117 مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ، لاہور)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ حج اور عمرہ ملا کر کرو دونوں غربت اور گناہ کو یوں مٹا دیتے ہیں جیسے بھٹی لوہے، سونے اور چاندی کا کھوٹ ومیل مٹاتی ہے حج مقبول کا بدلہ جنت ہے۔

اِفتاء:

افتاء کے معنی ہیں فتویٰ نویسی کرنا، فتویٰ دینا، حضرت حکیم الامت علیہ الرحمۃ نے پہلا فتویٰ انیس سو تیرہ عیسویں میں دیا، اس دن ماہ ربیع الاول شریف کی پہلی تاریخ تھی اور آپ کی عمر مبارک انیس سال تھی، اس فتویٰ کو پڑھ کر حضرت صدر الافاضل علیہ الرحمۃ بہت خوش ہوئے، انھوں نے قابلیت دیکھ لی لہٰذا جامعہ نعیمیہ مراد آباد کا مفتی مقرر کر دیا، آپ نے انیس سو تیرہ 1913ء سے لیکر انیس سو ستاون 1957ء تک فتویٰ کی خدمات سرانجام دیں، یہ چوالیس 44 سال کی مدت بنتی ہے، جامعہ نعیمیہ مراد آباد میں تقریباً ایک سال فتویٰ نویسی کی خدمات

سرانجام دیں پھر ہندوستان کے علاقے دھوراجی میں انیس سو چودہ 1914ء سے لیکر انیس سو تیس 1930ء تک یہ خدمت سرانجام دی، دوبارہ پھر جامعہ نعیمیہ آباد میں واپس آئے اور ایک سال یہ خدمت سرانجام دی انیس سو تیئس 1923ء سے لے کر انیس سو چوبیس 1924ء کا زمانہ تھا، پھر آپ کچھوچھہ شریف چلے گئے تین سال وہاں یہ خدمات سرانجام دیں پھر آپ نے انہیں سو ستائیس سے لیکر انیس سو ستاون تک پاکستان میں فتویٰ نویسی کی خدمات سرانجام دیں۔ اس طرح یہ چوالیس سال کی مدت مکمل ہوتی ہے۔ افسوس ناک امر یہ ہے کہ آپ کے دیے گئے فتاویٰ کو کسی نے جمع نہ کیا ورنہ فتاویٰ رضویہ کی طرح ایک اور وقیع وعظیم انسائیکلوپیڈیا آج موجود ہوتا اور لوگوں کی علمی سیرابی کا سامان کرتا، ہاں آپ کے کچھ فتاویٰ پر مشتمل ایک کتاب بعنوان فتاویٰ نعیمیہ آج کل عام دستیاب ہے، اس میں تقریباً ایک سو ستائیس کے لگ بھگ فتاویٰ موجود ہیں۔ مکتبہ اسلامیہ لاہور کی مطبوعہ ہے۔ اس کتاب کے مرتب جناب محمد عارف صاحب ہیں وہ فرماتے ہیں ایک دفعہ کافی تعداد میں فتاویٰ اکٹھے ہوگئے ایک صاحب کو وہ اتنے پسند آئے کہ وہ لیکر گئے کہ شائع کروں گا لیکن غائب ہوگئے یہ صاحب بنگال کے علاقہ چاٹگام کے رہنے والے تھے، کچھ مدت بعد پھر ایک ذخیرہ جمع ہوگیا، ایک صاحب حیلے بہانے سے لے گئے ان کا پتہ بھی چلا کہ کہاں گئے، (فتاویٰ نعیمیہ ص3 مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ لاہور) اللہ تعالیٰ جناب محمد عارف پر انعام اکرام کی کثرت فرمائے انہوں نے حکیم الامت علیہ الرحمۃ کے کچھ فتاویٰ بھی شائع کرادیئے۔ اور ان کے کچھ مواعظ بھی شائع کرادیے رب انکو انکی اس محنت کا صلہ عطا فرمائے۔ فتاویٰ نعیمیہ جو حکیم الامت علیہ الرحمۃ کا اپنا ہے وہ صرف مکتبہ اسلامیہ لاہور نے ہی شائع کیا ہے اس میں ایک سو ستائیس (127) فتوے ہیں اور کل صفحات دو سو چوبیس (224) ہیں اور جو فتاوی نعیمیہ پانچ جلدوں میں ہے وہ حضرت حکیم الامت علیہ الرحمۃ کے صاحبزادے کی محنت وتصنیف ہے، یہ فتاویٰ چار جلدوں میں ہے مطبوعہ از ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور ہے، جبکہ پانچویں جلد نعیمی کتب خانہ گجرات کی شائع کردہ ہے۔

حضرت حکیم الامت علیہ الرحمۃ نے انیس سو ستاون 1957ء میں فتویٰ نویسی کی خدمات اپنے بڑے بیٹے مفتی مختار احمد خان نعیمی علیہ الرحمۃ کو سپرد کیں مگر ان کی دوسری خدمات د

مصروفیات زیادہ ہونے کی بناء پر کام میں تسلسل واتصال نہ تھا۔ لہٰذا یہ خدمت اور ذمہ داری انکے چھوٹے بیٹے مفتی اقتدار احمد خان نعیمی علیہ الرحمۃ پر آگئی انھوں نے اس کو اچھی طرح نبھایا، بطور تحدیث نعمت فرماتے ہیں کہ مجھ پر حکیم الامت علیہ الرحمۃ نے بہت محنت فرمائی میں نے اٹھارہ سال کی عمر میں پہلا فتویٰ لکھا، مجھ کو بطور انعام وحوصلہ فزائی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کا جبہ مبارک ملا اور عطا کرتے وقت حکیم الامت علیہ الرحمۃ نے مجھے فرمایا کہ اعلیٰ حضرت نے یہ جبہ بطور انعام صدر الافاضل کو عطا فرمایا تھا صدر الافاضل نے مجھے عطا فرمایا اور میں تمہیں عطا کر رہا ہوں یہ سب قابلیت کی بناء پر ہے، تم اس جبے کے برکات اور فیوض عنقریب دیکھو گے، تمہاری محتاجی دور ہوگی، لوگوں میں وقار ہوگا، جب تمہیں کوئی عملی یا علمی مشکل آئے اس جبہ شریف کے توسل سے باری تعالیٰ سے اسکے حل کی دعا کرنا، بفضل الٰہی وہ مشکل حل ہوگی، صاحبزادہ اقتدار احمد نعیمی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ بحمدہ تعالیٰ اب تک ہزار فتوے لکھ چکا ہوں۔

(فتاویٰ نعیمیہ ج ۲ ص ۸۔۷، مطبوعہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور)

خیال رہے کہ ہزار کی تعداد انیس سو پچاسی تک ہے، اس سے آگے کے عرصہ کے فتاویٰ جات کو شمار کریں تو یہ تعداد دو ہزار سے بھی زیادہ ہو جائے۔

بہر حال حاصل یہ کہ حکیم الامت علیہ الرحمۃ نے افتاء کے میدان میں بہت خدمات سرانجام دیں، خیال رہے کہ پاکستان میں افتاء کی خدمات حکیم الامت علیہ الرحمۃ نے انیس سو ستائیس 1927ء سے لیکر انیس سو ستاون 1957ء تک سرانجام دیں، یہ کل تیس (30) سال کا عرصہ بنتا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ حکیم الامت علیہ الرحمۃ انیس سو ستائیس 1927ء میں پاکستان آئے تھے، یہی صحیح ہے لہٰذا مولانا نذیر احمد صاحب کا یہ لکھنا غلط ہوا کہ وہ انیس سو تینتیس 1933ء میں آئے۔

یہاں یہ بتاتا چلوں کہ حکیم الامت علیہ الرحمۃ کی سوانح عمری کے مرتب کرنے والے حضرات نے کافی مقامات پر غلطیاں کیں بطور مثال چند مقامات درج کرتا ہوں۔

مولانا نذیر صاحب لکھتے ہیں کہ حکیم الامت علیہ الرحمۃ نے علوم متداولہ کی تکمیل انیس سو چودہ 1914ء میں کی۔ (حکیم الامت کی سوانح ص 13 مطبوعہ نعیمی کتب خانہ گجرات)

حالانکہ یہ غلط ہے اس پر دلیل یہ ہے کہ حکیم الامت علیہ الرحمۃ اٹھارہ سو چورانوے 1894ء میں پیدا ہوئے۔ اور انیس سال کی عمر میں تمام علوم متداولہ حاصل کر لیے انیس سال کا عرصہ تب درست ہوگا جب انیس سو تیرہ 1913ء کا سن مانیں، مولانا نذیر صاحب کا خیال ہے کہ حکیم الامت علیہ الرحمۃ انیس سو تینتیس 1933ء میں پاکستان آئے، (ص 13 کتاب مذکور)

لیکن صاحبزادہ مفتی اقتدار نعیمی علیہ الرحمۃ کے بیان کے مطابق انیس سو ستائیس 1927ء کا سال ہے یہی درست ہے کیونکہ صاحب البیت ادریٰ بمافیہ۔

مولانا نذیر صاحب نے لکھا کہ حکیم الامت علیہ الرحمۃ درس قرآن دیا کرتے تھے چالیس سال کی مدت میں ایک دفعہ مکمل ہوا۔ (ص 24 کتاب مذکور)

حالانکہ یہ غلط ہے اس پر دلیل یہ ہے کہ خود حکیم الامت علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں انیس سال کی مدت میں ایک دفعہ قرآن کا درس مکمل ہوا۔

(دیکھو تفسیر نعیمی ج 1 ص 5 مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ گجرات پاکستان)

مولانا نذیر صاحب نے حکیم الامت کی پہلی تصنیف حاشیہ صدرا کو قرار دیا (ص 13 کتاب مذکور) لیکن شیخ بلال صدیقی صاحب پہلی تصنیف علم المیراث کو قرار دیتے ہیں۔

(دیکھو انکی کتاب حالات زندگی حکیم الامت ص 189 مطبوعہ نعیمی کتب خانہ گجرات)

مولانا عبدالنبی کوکب نے لکھا ہے کہ حکیم الامت علیہ الرحمۃ کو حضرت اشرفی میاں علیہ الرحمۃ نے دعا کرنے کے بعد بشارت دی کہ تیرا بیٹا پیدا ہوگا اس کا نام ذوالفقار رکھنا دیکھو۔

(حیات سالک ص 86 مطبوعہ نعیمی کتب خانہ گجرات)

لیکن ساتھ ہی اہل خانہ نے اس بات سے اختلاف کیا اور اس بات کو کوکب صاحب کی خطا قرار دیا، نیز فتاویٰ نعیمیہ ج 1 ص 336 مطبوعہ ضیاء القرآن لاہور کا ایک اقتباس بھی اہل خانہ کے موقف کا موید ہے، دیکھو حیات سالک ص [illegible] کا حاشیہ، جو حکیم الامت علیہ الرحمۃ کے گھر والوں کی طرف سے درج ہے۔

فتاویٰ نعیمیہ کے جس اقتباس کا میں نے ذکر کیا اس کا حاصل یہ ہے کہ حکیم الامت علیہ الرحمۃ کی اولاد نرینہ نہ تھی آپ اپنی زوجہ علیہا الرحمۃ کے ہمراہ حضرت قبلہ اشرفی میاں علیہ

الرحمۃ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے، اور اولاد نرینہ نہ ہونے کی کمی اور دکھ کا ذکر ان سے کیا، انھوں نے آپ کو خلوت میں بلایا اور فرمایا اپنی پشت میری پشت سے جوڑو کچھ دیر تک انھوں نے پشت جوڑی، پھر حضرت اشرفی میاں نے فرمایا کہ تمہیں اللہ تعالیٰ دو بیٹے عطا کرے گا ان کے نام میرے بیٹوں کے ہم نام رکھنا، اسی طرح ہوا کہ اللہ نے حکیم الامت کو دو صاحبزادے عطا فرمائے ایک کا نام مصطفیٰ میاں رکھا دوسرے کا نام محمد میاں رکھا، حضرت مفتی اقتدار احمد نعیمی علیہ الرحمۃ بطور تحدیث نعمت فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہم دونوں بھائیوں کو اپنے دین کی خدمت کے لئے چن لیا ہے اور اپنے محبوب ﷺ کی غلامی میں قبول فرمالیا ہے ایک بھائی تقریری میدان میں خدمت کررہا ہے گستاخوں کی تردید کرتا ہے دوسرا بھائی تحریری میدان میں خدمت دین کررہا ہے گستاخوں کو جواب دیتا ہے۔ (فتاوی نعیمیہ ج1 ص336 مطبوعہ ضیاء القرآن لاہور)

اس جگہ ایک حیران کن بات عرض کروں میرا گمان ہے کہ یہ بات عوام تو عوام علمائے کرام تک کو بھی معلوم نہ ہوگی الا ماشاء اللہ، وہ یہ کہ حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی کا اصل نام منظور خان ہے۔ (دیکھو فتاوی نعیمیہ ج1 ص348 مطبوعہ ضیاء القرآن لاہور)

ان چند مقامات کی نشاندہی کرنے سے فقط یہ بتانا مقصود ہے کہ سوانح نگاروں نے تدبر اور تفکر کئی مقامات پر چھوڑ دیا اور بھی کچھ اغلاط ہیں لیکن گنواؤں گا نہیں کیونکہ تقریب فہم کے لیے مذکورہ امثلہ کافی وافی ہیں۔

اخلاق:

اخلاق خلق کی جمع ہے جس کا معنی ہے عادت، اس عادت کو بھی اخلاق ہی کہا جائے گا جو دنیا میں آکر پڑے، اگر پیدائشی عادت ہو تو اس کو شمائل کہا جائے گا جس کی جمع شمائل ہے، طبیعت اور جبلت بھی اسی کا نام ہے مراۃ شرح مشکوۃ ج8 ص77 حکیم الامت علیہ الرحمۃ کا اخلاق بیان کرنے سے قبل انسب یہ ہے کہ اخلاق کے بارے میں حضور ﷺ کی کچھ احادیث نقل کروں تاکہ اخلاق کی اہمیت بھی پتہ لگے اور معیار بھی معلوم ہو جائے حدیث مبارک ہے سرکار ﷺ فرماتے ہیں کہ لوگوں میں مجھے سب سے اچھا اور پیارا وہ لگتا ہے جو اچھے اخلاق والا ہے یہی آدمی قیامت کے دن میرے سب سے زیادہ قریب ہوگا، اور سب سے برا اور ناپسندیدہ

وہ شخص ہے جس کا اخلاق برا ہو یہ شخص مجھ سے بہت دور ہوگا، منہ پھٹ ہونا، اور تکبر کرنا بداخلاقی ہے برکت کے لئے مکمل حدیث شریف ملاحظہ کریں۔

عن ابی ثعلبہ الخشنی رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ ﷺ قال ان احبکم الی و اقربکم منی یوم القیامۃ احاسنکم اخلاقاوان ابغضکم الیّ وابعدکم منی مساویکم اخلاقا الثرثارون المتشدقون المتفیھقون ٥ (مراۃ شرح مشکوۃ 6 ص 331)

حضرت ابوثعلبہ خشنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سے سب مجھے سے پیارا اور قیامت کے دن مجھ سے بہت قریب تم میں سے سب سے اچھے اخلاق والا ہے۔ اور تم میں سے مجھ کو ناپسندترین اور مجھ سے بہت دور برے اخلاق والے ہیں، جو زے باتونی منہ پھٹ اور فراخ گو متکبر ہیں۔

ایک اور حدیث مبارک ہے کہ سرکار ﷺ نے فرمایا کہ خاموش اور اچھی عادت بہت اجر وثواب والے کام ہیں ان جیسی نیکی کس مخلوق نے نہ کی مکمل حدیث مبارک درج ذیل ہے۔

عن انس رضی اللہ ان رسول اللہ ﷺ قال یا اباذر الا ادلك علی خصلتین ھما اخف علی الظھر والثقل فی المیزان قال قلت بلی قال طول الصمت وحسن الخلق والذی نفسی بیدہ ما عمل الخلائق بمثلھا . (مراۃ شرح مشکوۃ ج 6 ص 363)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول پاک ﷺ نے فرمایا کہ اے ابوذر کیا میں تمہیں دو ایسی خصلتوں پر راہ نمائی نہ کروں جو پشت پر ہلکی اور ترازو میں بھاری ہیں؟ میں نے عرض کیا ضرور راہ نمائی کریں فرمایا ایک لمبی خاموشی دوسرا اچھا اخلاق، خدا کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے مخلوقات نے ان جیسے دو کام نہ کیے ہوں گے۔

ایک حدیث میں ہے کہ سرکار علیہ الصلاۃ والسلام نے ارشاد فرمایا۔

عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ ان اللہ قسم

حضرت ابن مسعود رضی اللہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ بے شک اللہ

بنیکم اخلاقکم کما قسم بینکم ارزاقکم ان اللہ تعالیٰ یعطی الدنیا من یحب ومن لایحب ولایعطی الدین الامن احب فمن اعطاہ اللہ الدین فقداصبہ والذی نفسہ بیدہ لا یسلم عبد حتی یسلم قلبہ ولسانہٗ ولا یومن حتی یامن جارہ بوائقہٗ

تعالیٰ نے تم میں اخلاق تقسیم کر دیے جیسے کہ تمہارے درمیان رزق بانٹ دیا۔ اور اللہ دنیا تو اسے بھی دیتا ہے جس سے پیار فرماتا ہے اور اسے بھی دیتا ہے جس کو ناپسند کرتا ہے مگر دین صرف اور صرف اس کو دیتا ہے جس سے پیار کرتا ہے۔

(مراۃ شرح مشکوۃ ج6 ص429)

اس کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے جب تک آدمی کا دل اور زبان سلامت نہ رہے تب تک وہ مسلمان نہ ہوگا اور جب آدمی کا پڑوسی اس آدمی کے شر سے محفوظ نہ ہو تب تک وہ آدمی تو مومن بھی نہیں۔

ان احادیث کا حاصل یہ ہے کہ اچھے اخلاق والے کامیاب ہیں اور برے اخلاق والے ناکام ہیں دین اور دنیا میں ان کا کوئی مقام نہیں ہے۔

اب حکیم الامت علیہ الرحمۃ کی اخلاقی خوبصورتیوں پر، اچھی خوبیوں پر بقدر ضرورت تبصرہ کرتا ہوں ملاحظہ فرمائیں۔

صبر واستقلال:

حکیم الامت علیہ الرحمۃ کی ساری زندگی صبر استقلال کے ساتھ بسر ہوئی۔ آپ نہایت مستقل مزاج تھے، جو عمل بھی کرتے اس میں استقلال بھی ہوتا اور مداومت بھی ہوتی، اگرچہ عمل قلیل ہی ہو، مولانا نذیر احمد صاحب کے بیان کے مطابق آپ کی مستقل مزاجی کا یہ عالم تھا کہ کبھی آپ کی تکبیر تحریمہ بھی قضاء نہ ہوئی، بلکہ آپ نے امام صاحب پر یہ بات واضح کی ہوئی تھی کہ جب جماعت کا وقت ہو جائے کسی کی وجہ سے لمحہ بھر بھی تاخیر نہ کرنا آپ نے سفر اور حضر میں بھی نماز باجماعت نہ چھوڑی، دو طالب لیکر سفر کرتے تھے اس کی حکمت یہ بتاتے تھے کہ اس طرح جماعت کا قیام آسان ہے، کوئی پریشانی لاحق نہیں ہوتی، نماز فجر کے بعد قرآن

وحدیث کا درس دیتے تھے آدھا گھنٹہ قرآن کا درس ہوتا اور پندرہ منٹ حدیث شریف کا درس دیتے، دیکھنے والوں کا کہنا ہے کہ کبھی بھی اس مقرر شدہ دورانیئے میں کمی بیشی نہ ہوئی۔

(سوانح حکیم الامت ص 11 تا ص 24، ملخصاً، مطبوعہ نعیمی کتب خانہ گجرات)

عصر کے بعد آپ سیر کرنے کے لئے جاتے تھے کبھی اس وقت میں کمی بیشی نہ ہوئی جو وقت جانے کا ہوتا اسی وقت پر روانگی ہوتی اور عین مغرب کے وقت واپس ہوتے تھے بلکہ دلچسپ بات یہ ہے کہ ایک دفعہ آپ بنگال چلے گئے مدرسے کا روزنامچہ وغیرہ لکھنے میں طلباء کو شک وتردد ہوا، تو ایک کسان نے ان کو بتایا کہ پچیس دن ہوئے ہیں کیونکہ میں نے ان کو اتنے دنوں سے اس راستہ پر آتے جاتے نہیں دیکھا۔

ایک دفعہ آپ مغرب کے قریب کا وقت تھا ایک زمیندار کے ڈیرے کے پاس سے گزرے اس نے آپ کو دیکھا، اور اپنے بیٹے سے کہا اومنڈیا جلدی کٹے نوں چھوڑ مفتی صاحب لنگ گئے نیں۔

یعنی بیٹا جلدی کر وبھینس کا دودھ نکالو وقت ہو گیا ہے کیونکہ مفتی صاحب گزر گئے۔

مستقل مزاجی اور صبر پر ایک مثال یہ بھی ہے کہ

تفسیر نعیمی تین پارے تک جب مکمل ہوئی اس کے بعد تیرہ سال رکی رہی، تیرہ سال بعد آپ نے چوتھا پارہ تصنیف فرمایا، خود آپ نے تفسیر نعیمی کے گیارویں پارے میں یہ ذکر کیا ہے کہ ایک ناخوشگوار واقعہ کی وجہ سے ایسا ہوا تھا۔

(دیکھو تفسیر نعیمی ج 11 ص 160 مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ گجرات پاکستان)

ان باتوں سے اندازہ ہوا کہ حکیم الامت علیہ الرحمۃ کا صبر اور استقلال بہت اعلیٰ درجہ کا تھا جس کام کو شروع فرماتے وہ وقت معینہ پر مسلسل جاری رہتا تھا، تب ہی تو آپ نے پانچ سو کتابیں تصنیف کر دیں یہ علیحدہ امر ہے کہ تمام شائع نہ ہو سکیں، اور کچھ ابھی بھی مسودے کی شکل میں شائع ہونے کی منتظر ہیں۔

(حیات سالک ص 115+116 ملخصاً، مطبوعہ نعیمی کتب خانہ گجرات پاکستان)

تقویٰ:

تقویٰ وقایۃ سے ہے بمعنی بچنا یا ڈرنا، مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی حکم عدولی یا شرع شریف کی نافرمانی سے بچنا، اللہ تعالیٰ کا خوف کرنا، ہر وقت دل میں اس کا ڈر رکھنا وغیرہ۔

تقویٰ کی چار اقسام ہیں

1. شرک وکفر سے بچنا۔
2. حرام کاموں سے بچنا۔
3. گناہ صغیرہ سے بچنا۔
4. غیر خدا سے بچنا۔

پہلی قسم کا تقویٰ ہر مومن کو حاصل ہے۔ دوسری قسم کا تقویٰ صرف پرہیزگار اور متقی مسلمان کو حاصل ہے، تیسری قسم کا تقویٰ صرف اولیائے کرام کو حاصل ہے، چوتھی قسم کا تقویٰ صرف انبیاء کرام کو حاصل ہے ہاں انکے فیض سے کچھ خاص الخاص اولیاء اللہ کو بھی حاصل ہے۔

(ماخوذ از معلم تقریر ص 69+70، مطبوعہ مکتبہ قادریہ لاہور)

حضرت حکیم الامت علیہ الرحمۃ کو باری تعالیٰ نے نعمت تقوی بھی عطاء فرمائی تھی، آپ ہمیشہ تہجد ادا کرتے تھے، جو بارہ رکعت پر مشتمل ہوتی، سفر اور حالت قیام میں کبھی بھی کوئی وقت نہ آیا کہ آپ کی تکبیر اولیٰ قضاء ہوئی ہو، آپ نے دو طالب علم سفر میں ساتھ لے کر جانا معمول بنایا ہوا تھا اس کی وجہ یہ بتاتے تھے کہ جماعت کی نعمت فوت نہ ہوگی، تلاوت بہت زیادہ کرتے تھے، تلاوت کے بعد سب سے زیادہ درود شریف مرغوب تھا، آپ نے سات دفعہ حج کیا، متعدد مقامات کی زیارت کی، اولیاء وانبیاء کرام کی قبور پر حاضری دی، مدینہ شریف میں اعتکاف کیا، اشراق کی نماز آپ کا معمول ومزاج تھی، چاشت کی نماز بھی ادا فرماتے تھے غرض یہ کہ فرض اور نفل کا مکمل اہتمام فرماتے، اکثر عمامہ شریف باندھتے تھے کہ فضائل وترغیب احادیث سے ثابت ہے، کبھی کبھار ٹوپی بھی پہنتے تھے کہ اس کا جواز واستعمال بھی منقول ہے، مسواک کرتے، خوشبو لگاتے تھے وظائف میں سے آپ کو دلائل الخیرات بہت مرغوب تھی کثرت سے وظیفہ پڑھتے کشف المحجوب بھی زیر مطالعہ رہتی۔ اور توکل شاہ انبالوی علیہ الرحمۃ کی

ذات بابرکات سے بہت لگاؤ تھا، ذکر خیر جوان کا تذکرہ ہے اس سے بھی بہت چاہت تھی۔ مدرسہ کا چندہ درقم کبھی ذات پر نہ خرچ کی، کسی سے قرضہ نہ لیتے تھے، قیلولہ کرنا بھی آپ کی پکی عادت اور معمول تھا آپ کے کثرت سے مسواک کرنے کی وجہ سے دانت بہت خوبصورت تھے اور چمکدار ہوگئے تھے حتی کہ عکس اشیاء بھی نظر آتا تھا، قرآن وحدیث کا درس دیتے تھے، ہمیشہ خوشبو لگاتے، سفید کپڑے پہنتے تھے، درود شریف کی کثرت کرتے اور مخاطب سے باتوں کے دوران بھی جب وقفہ میسر ہوتا تو درود شریف پڑھ لیتے تھے، اعلیٰ حضرت اور صدر الافاضل علیہ الرحمۃ سے خصوصی محبت والفت تھی، تمام علمائے کرام سے عقیدت رکھتے تھے۔

(ماخوذ از سوانح عمری + حیات سالک + حالات زندگی، ص 13 تا ص 182 مطبوعہ نعیمی کتب خانہ گجرات)

والدین کا ادب:

حکیم الامت علیہ الرحمۃ والدین کا بہت ادب کرتے تھے، آپ اپنے والد کے صرف بیٹے ہی نہ تھے بلکہ شاگرد بھی تھے ابتدائی کتب اور فارسی گرائمر اور قرآن مجید کی تعلیم ان ہی سے حاصل کی تھی۔

آپ کے والد نے نذر مانی تھی کہ اگر باری تعالیٰ مجھے بیٹا عطا فرمایا تو اسکو دین کی خدمت کے لیے وقف کردوں گا، جب حکیم الامت علیہ الرحمۃ کی ولادت شریف ہوئی تو آپ کے والد بہت خوش ہوئے، جب آپ نے کچھ ہوش سنبھالا تو انھوں نے اپنے بیٹے کو اپنی خواہش اور نذر کے بارے میں مطلع فرمایا آپ نے نہایت محنت سے دینی تعلیم حاصل کی اور ہر شعبہ علمیہ میں خدمات سرانجام دیں، آپ بہترین مفسر تھے، اعلیٰ محدث تھے، افضل فقیہ تھے، عمدہ قسم کے مفکر ومفتی تھے، تفسیر لکھی، فتاویٰ نویسی کی، ہمیشہ امت مسلمہ کی اصلاح کے متعلق فکر کرتے رہے ان کو تقریراً اور تحریراً سمجھاتے رہے۔

ہندوستان اور پاکستان میں درس وتدریس کرتے رہے، اپنا آبائی علاقہ بدایوں بھی ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ترک کردیا اور پاکستان کے شہر گجرات میں علمی فیوض وبرکات فرماتے رہے، عرب وعجم میں درس قرآن اور تبلیغ احکام فرمائی، یہ سارا کچھ اس لئے تھا کہ والد ماجد کی منت ونذر کو نظر میں رکھا تھا صلہ اور اجر یہ ملا کہ ہر ایک کے مقبول نظر ہوگئے یہ منظور نظر ہونا اس

وجہ سے تھا کہ خدمات دینی کے وقف پر مشتمل ہونے جیسی نذر کو آپ نے مد نظر رکھا نظر انداز نہ کیا تھا، ورنہ یہ منظر و منزل نہ ملتی جو مل گئی، یہ رتبہ و وقعت نہ ہوتی جو آج ہے اور رہتی دنیا تک ہوگی، قیامت و جنت کے حالات و اعزازات سے اگر صرف نظر بھی کر لیا جائے تو کیا یہ تھوڑا ہے کہ آج ہر کسی کے نزدیک آپ مقبول ہیں خدا اور رسول کے ہاں آپ کی خدمات دینی کا قبول ہونا انی الا اضیع عمل عامل کے قانون کے تحت ہر کوئی اندازہ کر سکتا ہے ان الذین امنوا وعملوا الصالحات سیجعل لھم الرحمن ودا کا ضابطہ کلیہ قرآنیہ لگا کر پرکھ سکتا ہے۔

حکیم الامت علیہ الرحمۃ ساری عمر خدا کا ذکر کرتے رہے رسول پاک ﷺ کی فرماں برداری اور احترام کرتے رہے باری تعالیٰ نے ان کی محبت لوگوں کے دل میں ڈال دی آج لوگ ان کا نام بعد میں لیتے ہیں حضرت مفتی، حکیم الامت، جناب، علامہ، الشاہ، عالم جلیل اور محدث جیسے احترامیہ الفاظ و القاب پہلے ذکر کرتے ہیں اور آخر میں دعا دیتے ہیں کہ رحمہ اللہ، علیہ الرحمۃ، رضی اللہ عنہ، قدس سرہ، وغیرہ وغیرہ، اتنے تزک و احتشام سے کوئی اپنے والدین اور عزیز اقارب کا نام بھی نہیں ذکر کرتا جتنا حکیم الامت علیہ الرحمۃ کا نام ذکر کرتے وقت اہتمام ہوتا ہے اس کی یہی وجہ ہے کہ فاذ کرونی اذکر کم کہ تم میرا ذکر کرو گے تو میں مخلوق سے تمہارا ذکر اور چرچا کراؤں گا۔

بہر حال خلاصہ کلام یہ ہے کہ حکیم الامت اپنے والدین کے بہت فرماں بردار تھے ان کا ادب و احترام کرنے والے تھے اچھی اولاد ہر کسی کو اچھی لگتی ہے، اس کے لئے والدین دل سے دعا کرتے ہیں حکیم الامت علیہ الرحمۃ کو بھی والدین نے دعا دی جو حرف بہ حرف پوری ہوئی خود آپ علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ مجھے میرے والد نے دعا دی کہ لوگ میرے بیٹے کو بڑا عالم سمجھیں، تو دیکھ لو میں کیا ہوں مگر انکی دعا کی بدولت لوگوں کے منہ سے نکلتا ہے کہ مفتی صاحب بڑے عالم ہیں حتیٰ کہ نظریاتی مخالفین بھی اس بات کے قائل ہیں کہ مفتی صاحب ہیں تو بڑے عالم، عقائد و نظریات کا اختلاف اپنی جگہ ہے۔ ایک شیعہ نے کچھ مسائل کے تشفی بخش جوابات پانے کے بعد کہا تھا کہ اگر مفتی احمد یار نعیمی ہماری جماعت میں ہوتے تو آیت اللہ کا مقام پاتے۔ (فتاویٰ نعیمیہ، ملخص از حیات سالک ص 156)

ایک دعا آپ کو آپ کی والدہ نے دی تھی یہ دعا انھوں نے نبی ﷺ کے روضہ مقدسہ کے پاس بیٹھ کر دی اور بوقت دعا مزار اقدس کی طرف توجہ اور اشارہ بھی کیا تھا کہ مولا میرے بیٹے کا بھائی کوئی نہیں اے اللہ تو ہی اس کی لاج رکھنا اس کو رزق کی تنگی نہ ہو حکیم الامت فرماتے ہیں کہ کبھی بھی مجھے رزق کی تنگی نہ ہوئی، جہاں ہوتا ہوں خود بہ خود منجانب الٰہی اسباب رزق مہیا ہو جاتے ہیں۔ (ماخوذ از حیات سالک)

آپ کے والد کی دعا پر ایک مثال ذکر کرنا مناسب ہے، جس سے مضمون کی مزید توثیق و تائید ہو جائے گی۔

دور حاضر کے مشہور مفسر جناب مولانا عبدالرزاق چشتی بھترالوی مدظلہ اپنی تفسیر بخوم الفرقان میں فرماتے ہیں کہ

"تفسیر نعیمی حضرت علامہ مفتی احمد یار خان رحمۃ اللہ کی علمی اور تحقیقی تفسیر ہے مجھے بولنے کا کچھ سلیقہ ہی تفسیر نعیمی سے آیا، اس تفسیر کے ہوتے ہوئے میرا تفسیر لکھنا کس مقصد کے پیش نظر ہوگا۔" (بخوم الفرقان فی تفسیر القرآن ص 11 ج 1 مطبوعہ ضیاء العلوم پبلی کیشنز راولپنڈی)

اور دور حاضر کے معروف و مشہور مفسر جناب حضرت علامہ غلام رسول سعیدی مدظلہ فرماتے ہیں کہ

"مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ اہل سنت کے بہت عظیم عالم دین تھے، انکی بہت خدمات ہیں میرے دل میں انکی بہت محبت ہے۔"

(تفسیر تبیان القرآن ج 12 ص 254 مطبوعہ فرید بک سٹال اردو بازار لاہور)

نوٹ:

اس تفسیر میں مذکورہ صفحہ پر حضرت علامہ سعیدی صاحب مدظلہ نے کچھ اعتراضات ▪ اختلاف ذکر کیے ہیں اور نتیجہ یہ نکالا ہے کہ ان مسائل میں حکیم الامت علیہ الرحمۃ سے غلطی ہوئی حق دوسری طرف ہے، لہٰذا اس مقالہ کے آخر میں انشاء اللہ ایک باب صرف ان اعتراضات ▪ اختلاف کے ذکر میں قائم کروں گا اور بحمدہ تعالیٰ ثابت و ظاہر کروں گا کہ حکیم الامت علیہ الرحمۃ سے غلطی نہیں ہوئی، وہ حق بہ جانب ہیں فانتظر و سیاتی تفصیلہ ○

نوٹ:

حضرت مولانا عبدالرزاق صاحب بھترالوی چشتی مدظلہ نے تفسیر کے مذکورہ صفحہ پر لکھا ہے کہ حکیم الامت علیہ الرحمۃ نے آٹھویں پارہ تک تفسیر نعیمی لکھی تھی اس سے آگے صاجزادہ مفتی اقتدار احمد خان نعیمی علیہ الرحمۃ نے لکھی، انکی یہ بات انکا تسامح ہے کیونکہ حکیم الامت علیہ الرحمۃ نے الا ان اولیاء اللّٰہ والی آیت مبارکہ تک لکھی تھی یہ آیت گیارھویں پارے میں ہے دیکھو حالات زندگی ص 190 صاجزادہ صاحب علیہ الرحمۃ نے الا ان سے لیکر بیسویں پارے کے آخر پاؤ (ثلث) تک لکھی ہے۔

اتباع سنت:

حضرت حکیم الامت علیہ الرحمۃ سنت کے بہت زیادہ پابند تھے، کیونکہ ان پر اتباع سنت کے فوائد وفضائل واضح تھے، اطاعت واتباع رسول کی اہمیت کا احساس تھا، اور اتباع کا خلاف کرنے کی مذمت پر مشتمل احادیث پر ان کی نظر تھی آیات قرآنیہ ان کے مدنظر تھیں، لہٰذا انھوں نے ساری عمر اتباع سنت کا دامن اپنائے رکھا، نہایت اختصار سے کچھ امثلہ درج ذیل ہیں۔

تہجد کے عادی تھے، اشراق وچاشت وغیرہ تمام نفلی نمازیں پڑھنا آپ کا معمول تھا، تلاوت بہت ہی زیادہ کرتے تھے، اکثر اوقات عمامہ شریف پہنتے تھے، اکثر سفید لباس استعمال کرتے تھے، مسواک کی کثرت فرماتے تھے، ہر وقت خوشبو لگاتے تھے، آپ کی تکبر اولیٰ قضاء نہ ہوئی، ساری عمر صفائی پسندی سے بسر کی۔

(سوانح عمری ص 12 حالات زندگی ص 179 تا ص 186 حیات سالک ص 15 ملخصا، مطبوعہ نعیمی کتب خانہ گجرات)

ادب سادات کرام:

حکیم الامت علیہ الرحمۃ کو سید حضرات سے بہت الفت تھی، ان کا بہت ادب کرتے تھے، اس کی وجہ لا اسئلکم علیه اجرا الا المودة فی القربیٰ ٥ کا ایمان افروز قانون قرآنی تھا، ادب سادات پر چند مثلہ درج ذیل ہیں۔

1. آپ سادات طلبائے کرام کو مدرسہ کا لنگر نہ کھلاتے بلکہ کوئی متبادل بندوبست

کر دیتے تھے۔

۲ سادات طلباء کرام کو امام، مدرس، اور مؤذن وغیرہ مقرر کر دیتے تا کہ لوگ انکی خدمت کریں اور خود سادات نماز کے پابند ہوں ہر بات میں سادات کو ترجیح دیتے تھے۔

۳ تحفہ تحائف میں سادات کا حصہ باقیوں کی نسبت ڈبل ہوتا تھا۔

۴ سادات کی تربیت کا خصوصی خیال کرتے تھے،

۵ ان کو مدرسہ کے معین وقت کے علاوہ بھی پڑھاتے تھے۔

۶ ان سے کبھی ذاتی خدمت نہ لی،

۷ سادات کو غلطی پر کڑی سزا دیتے فرماتے انہوں نے کل کو پیر و مرشد بننا ہے آپ نے سیدزادوں کی طرف کبھی پشت نہ کی ہمیشہ سامنے جگہ دیتے۔

اگر کوئی سیدزادہ آپ کے لئے وضو کا پانی لاتا تو اس کو سختی سے منع کرتے کہ آئندہ ایسا نہ کرنا ورنہ سختی کروں گا وجہ یہی تھی کہ یہ چمنستان زھرا کے پھول ہیں ان کا ادب کرو وہ حضرات خوش ہوں گے اور ان کے بڑوں کی نگاہ و فیض حاصل ہوگا۔

ایک دفعہ ایک سید صاحب نے خواہش کی کہ حضرت داتا گنج بخش علیہ الرحمۃ کی خواب میں زیارت کرنا چاہتا ہوں، تو آپ نے اس کو بلوایا اور فرمایا کہ جو کچھ کہوں انکار نہ کرنا، پھر آپ نے اس کو بلند جگہ پر بٹھایا اور خود اپنے ہاتھوں سے اس کو وضو کرایا اعضاء وضو خود دھوئے سید صاحب کو ہاتھ بھی نہ لگانے دیا، پھر کچھ وظائف بتائے اور ان کا طریقہ بھی ارشاد فرمایا، ساتھ یہ ہدایت بھی کر دی کہ جب تمہیں زیارت ہو جائے اسی وقت میرے پاس آجانا، اس شاہ جی کو اسی رات زیارت ہوگئی وہ آپ کے پاس آگیا آپ نے پھر اس کو اسی طریق سے وضو کرایا، جس طرح پہلی مرتبہ کیا تھا۔ (فتاوی نعیمیہ ج 5 ص 78 ملخصا، مطبوعہ نعیمی کتب خانہ گجرات پاکستان)

وقت کی پابندی:

آپ علیہ الرحمۃ کا معمول ذکر کرتا ہوں جس سے خود بخود عنوان کی تائید و مناسبت ظاہر ہو جائیگی۔

آپ کی روزانہ کی زندگی کا آغاز تہجد کی نماز سے ہوتا تھا، رات کے آخری حصہ میں بارہ رکعت ادا فرماتے تھے، وتر بھی اسی وقت ادا کرتے، تہجد کی نماز کے بعد دوبارہ نیند نہ کرتے بلکہ بیدار ہی رہتے تھے حتیٰ کہ نماز فجر کا وقت ہو جاتا، سنت گھر ادا کرتے پھر اپنے دونوں بیٹوں کو لیکر مسجد میں آتے، فجر کی نماز با جماعت ادا کرنے کے بعد آدھا گھنٹہ قرآن مجید کا درس دیتے تھے، پھر پندرہ منٹ حدیث پاک کا درس دیتے تھے، اشراق کا وقت ہو جاتا تھا، پھر نماز اشراق ادا کرتے، اشراق کی نماز چھ رکعت ادا کرتے تھے، پھر گھر آتے اور ناشتہ کرتے تھے، ناشتہ کرنے کے بعد مدرسہ میں آتے اور طلباء کو پڑھانے میں مصروف ہو جاتے، پڑھائی ختم ہونے کے بعد دو گھنٹے تصنیف و تفسیر کرتے تھے، اس کے بعد دن کا کھانا کھاتے، کھانے کے بعد قیلولہ کرتے، قیلولہ قلیل سے آرام کرنے کو کہا جاتا ہے قیلولہ کے بعد ظہر کی نماز ادا کرتے، پھر قرآن مجید کی تلاوت کرتے تھے، ہر روز ایک پارہ پڑھتے تھے، تلاوت کے بعد پھر تصانیف کرتے۔ فتویٰ نویسی فرماتے اور خطوط کے جواب تحریر کرتے تھے، حتیٰ کہ نماز عصر کا وقت ہو جاتا نماز عصر کی ادائیگی کے بعد ایک بزرگ کی قبر شریف پر حاضری ہوتی، یہ مزار شریف تین میل کے فاصلے پر ہے، جاتے ہوئے درود تاج پڑھتے تھے، اور واپسی پر دلائل الخیرات شریف پڑھتے، عین مغرب کے وقت مسجد میں واپسی ہوتی دیکھنے والوں کا کہنا ہے کہ آپ جب بایاں قدم باہر اور دایاں قدم اندر داخل کرنے کی حالت میں ہوتے آذان شروع ہو جاتی تھی کبھی ایسا نہ ہوتا کہ آپ باہر ہوں تو اذان شروع ہو جائے یا آپ اندر آجائیں تو اذان شروع ہو، اس کی وجہ یہ تھی کہ آپ کا علم توقیت پر اتنا عبور تھا کہ آپ نے غروب آفتاب کا روزمرہ کا حساب لگا رکھا تھا، یہ وجہ نہ تھی کہ موذن آپ کے احترام کے لئے آپ کو دیکھ کر اذان شروع کرتا ہو، لوگ آپ کے چلنے پھرنے سے اپنی گھڑیوں کا وقت ملاتے۔

نماز مغرب کے بعد کھانا تناول کرتے تھے، اس کے بعد اسباق کا مطالعہ کرتے، عشاء تک یہی معمول و مصروفیت ہوتی نماز عشاء کے بعد طلباء کرام سے گیارہ منٹ گفتگو کرتے تھے، گفتگو کا عنوان ہر روز فقہی مسائل ہوتا، پھر گھر واپس آتے اور سو جاتے تھے، دو بجے تک نیند کرتے پھر تہجد کی نماز کے لئے اٹھتے، آپ کے دیکھنے والوں کا کہنا ہے کہ پچاس سال کا عرصہ

آپ کی یہی روٹین و ترتیب رہی۔

(حیات سالک ص 24 ص 25 ملخصا، سوانح عمری ص 24 ص 25 ملخصا، مطبوعہ نعیمی کتب خانہ گجرات پاکستان)

دور اندیشی:

آپ علیہ الرحمۃ بہت دور اندیش تھے، زمانے کے اسلوب و تقاضوں کا پورا خیال کرتے تھے لوگوں کے عرف و رواج و مزاج سے پوری واقفیت تھی، آپ نے دیکھا کہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ نے علماء کرام کے لیے فتاویٰ رضویہ شریف کی صورت میں کافی وشافی تحقیقات فرمادیں، مگر عوام ان سے استفادہ نہیں کرسکتے کیونکہ رموز سر دل بے دل چہ داند، تو آپ نے عوام وخواص کے لئے ان کے مزاج کے مطابق تحقیقات وتشریحات فرمائیں تفسیر نعیمی سے ہر کوئی استفادہ کرسکتا ہے علماء، طلباء، عوام، حکماء، دانشور اور عقل کے موافق استدلات سے دل چسپی رکھنے والے غرضیکہ ہر طبقہ فکر کے لوگوں کی تسکین کا سامان موجود ہے۔ یہ سارے امور آپ کی دور اندیشی اور مفکر اسلام ہونے پر دلالت کرتے ہیں۔

تفسیر نعیمی میں آپ نے ہر آیت کے تحت گیارہ گیارہ چیزیں درج کیں وجہ یہی ہے کہ دور اندیش تھے، جانتے تھے کہ تمام لوگوں کی چاہت یکساں نہیں ہوتی، کوئی نحو، کا خوگر و عادی ہے، کسی کو صرف و بلاغت سے عشق کی حد تک لگاؤ ہے کسی پر منطق واصول کا غلبہ ہے، کوئی ان علوم متداولہ سے نابلد ہے سادی سادی گفتگو کا متمنی ہے کسی پر دلائل کے مقابلہ میں فضائل کا غلبہ ہے، کسی پر فوائد و استنباط قرآنیہ کا ذوق وشوق غالب ہے تو آپ نے تفسیر کو وسعت دی تقریباً ہر ایک کے ذوق اور مطلب کا سامان ومواد موجود ہے کوئی بھی تفسیر نعیمی سے ہمارے اس کہے کا، لکھے ہوئے کا ادراک وصدق کرسکتا ہے۔

جاء الحق میں تو آپ نے دور اندیشی کی انتہاء کردی کہ تقریباً ہر اعلیٰ سے اعلیٰ طریقہ پر سارے مسائل اختلافیہ کا حل موجود ہے، یہ کتاب انسائیکلو پیڈیا کی حیثیت رکھتی ہے، آپ نے قرآن سے لیکر عقل وفکر تک نئے ذریعے استدلال کر کے مسئلہ کو ثابت ■ واضح کیا، پھر اعتراضات کے جواب بھی دیے تاکہ کسی طرح کوئی پہلو تشنہ نہ ہو، نور العرفان تفسیر اور جاء الحق جس کے پاس موجود ہوں خواہ وہ عالم وطالب علم نہ بھی ہو کبھی بھی مار نہ کھائے گا، ہر مسئلہ میں

مخالف سے کھل کر گفتگو کرنے اور کر سکنے کا عادی و ماہر ہوگا۔

حضرت حکیم الامت خود مفتی تھے اپنے دو بیٹوں کو مفتی بنایا، اپنی بہو اور صاحبزادی کو مشکوۃ و بخاری شریف مکمل سکھلائی، صرف ونحو اور عربی بول چال کی بقدر ضرورت تعلیم فرمائی وجہ یہی تھی کہ عورتوں کی اصلاح عورت بہتر کر سکتی ہے اور مرد حضرات مرد کی فلاح بہتر طور پر سرانجام دے سکتے ہیں لہٰذا آنے والے دور میں کسی قسم کی کوئی کمی اور حرج نہ ہو دین کی خدمات ہمارا خاندان کرتا رہے یہ سوچ وفکر تھی کہ کسی نہ کسی طرح اسلام و صاحب اسلام کا پرچم بلند کرنے والوں میں ہمارا حصہ و نام ہو، بند کرنے والوں کے خلاف ہمارا جہاد ہو، ثواب ملے، خوشنودی کا حصول ہو۔

ان باتوں سے اندازہ ہوا کہ آپ بہت دور اندیش اور زیرک آدمی تھے۔

سادگی اور عجز وانکساری:

حضرت حکیم الامت علیہ الرحمۃ نہایت سادہ طبیعت اور عاجز ومنکسر المزاج تھے۔ آپ کا طرز بود و باش امیرانہ اور شاہانہ ٹھاٹھ باٹھ سے کوسوں دور تھا اس پر بقدر ضرورت چند مثالیں درج ذیل ہیں۔

حافظ فضل حسین صاحب تحصیل کھاریاں کے گاؤں پنڈی بھٹیاں کے ایک سکول ماسٹر ہیں، انیس سو چوالیس 1944ء کے لگ بھگ ان کا حفظ قرآن پورا ہوا ان کی خواہش تھی کہ علوم دینیہ حاصل کروں، انہوں نے حکیم الامت علیہ الرحمۃ کے بارے میں سنا ہوا تھا لہٰذا آپ کے پاس آئے تاکہ ان کی زیارت کروں اور علوم شرعیہ بھی سیکھوں وہ فرماتے ہیں کہ میں جب گجرات میں آپ علیہ الرحمۃ کے پاس حاضر ہوا تو حیران رہ گیا کیونکہ تصور میں یہ تھا کہ آپ بھی تمام علماء کرام وخطباء کی طرح امیرانہ ٹھاٹھ باٹھ سے ہوں گے طرز بود و باش امیرانہ او شاہانہ ہوگا، جبہ و دستار اعلیٰ ہوگی، قیمتی لباس میں زرق برق ہوں گے، لیکن اس کے تصور کے خلاف منظر دیکھا آپ ایک معمولی سی چٹائی پر تشریف فرما تھے سادہ لباس وطبیعت تھے، میں دیکھ کر حیران رہ گیا کہ جس کا اتنا شہرہ ہے وہ کس قدر سادگی سے زندگی بسر کر رہے ہیں، حالانکہ معمولی سے سجادہ نشین بھی قالین کے علاوہ نہیں بیٹھتے۔

مجھے آپ کے تقویٰ نے اور پابندی وقت اور معاملہ فہمی نے بہت متاثر کیا، آپ لین دین کے بہت کھرے تھے، باجماعت نماز کی ادائیگی کا حد درجہ شوق تھا۔

(ماخوذ از سوانح عمری ص 26 ملخصا)

آپ علیہ الرحمۃ نے کبھی اپنے آپ کو نمایاں کر کے پیش کرنے، دکھلانے کی خواہش نہ کی، ہمیشہ تواضع اور انکساری میں رہے اللہ نے آپ کو بلند فرما دیا، مولانا عبدالنبی کوکب علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ حکیم الامت علیہ الرحمۃ تیس (30) سال سے کئی طرح کی دینی خدمات سرانجام دے رہے تھے لیکن عاجزی اور سادگی کی بلندیوں پر تھے ایک دفعہ آپ بیمار ہو گئے عرض کیا گیا کہ بیماری کی اطلاع اخبار میں شائع کرائی جائے؟ اور دعائے صحت کی اپیل کی جائے، تو آپ علیہ الرحمۃ نے اس کی پسندیدگی اور اجازت بھی نہ دی آپ ظاہری سج دھج سے دور رہتے تھے صفائی پسند تھے، شہر کی نسبت گاؤں کی زندگی زیادہ پسند تھی، عام جلسہ جلوس میں شرکت ترک کر دی تھی اور مناظروں سے تقریباً بالکل کنارہ کشی اختیار کر لی تھی، کبھی آپ نے کسی پر عملی و علمی رعب نہ مسلط کیا نہ ہی کسی سے جبراً اپنی رائے منوانے کی کوشش کی، آپ فرماتے تھے کہ

علم شئ بہتر بود از جہل شئ

ایک دفعہ آپ یوم رضا کانفرنس میں شامل ہوئے، یہ کانفرنس لاہور میں برکت علی اسلامیہ حال میں منعقد ہوئی، آپ دوران جلسہ تشریف لائے تھے سٹیج سیکریٹری نے آپ کی آمد کا اعلان کیا لوگ حیران رہ گئے کہ اتنی بڑی ہستی اور اتنی سادگی؟ محض لباس فقر اس کو زیب و زینت دے رہا ہے، جو ساتھی ہمراہ تھے انھوں نے بتایا کہ حضرت حکیم الامت علیہ الرحمۃ کے کپڑے چونکہ صاف اور پاک تھے لہٰذا انھوں نے بدلنے کی ضرورت نہ محسوس کی، جن کپڑوں میں نماز فجر ادا کی ان ہی میں ملبوس آپ لاہور کانفرنس میں تشریف فرما ہوئے۔

(حیات سالک ص 126 ملخصا، مطبوعہ نعیمی کتب خانہ گجرات پاکستان)

محنت کشی:

آپ بہت محنت کش تھے خواہ وہ محنت کسی نوع کی ہو علمی ہو عملی ہو آپ نے کبھی محنت

سے جی نہ چرایا، حصول علم میں آپ نے بہت محنت کی راتوں کو دیر تک اسباق کا مطالعہ کرتے، صبح کو تکرار و دہرائی فرماتے تھے حضرت مولانا مفتی عزیز احمد بدایونی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ حکیم الامت علیہ الرحمۃ مدرسہ شمس العلوم میں محنت کشی میں سب سے آگے تھے رات گئے تک مطالعہ کرتے، اسباق کا تکرار انکی پختہ عادت تھی، آپ کو مدرسہ والوں نے علیحدہ کمرہ دے دیا تھا تاکہ انکے معمول و مطالعہ میں کوئی حرج اور خلل نہ آئے۔

حضرت مولانا عبدالنبی کوکب علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ حکیم الامت علیہ الرحمۃ آدھی رات سے زیادہ تک مطالعہ و محنت فرماتے، مدرسہ کا اصول و ضابطہ و معمول یہ تھا کہ وہ آدھی رات تک لالٹین سے استفادہ و روشنی کی سہولت فراہم کرتے؛ بعد کا وقت سونے کے لئے ہوتا لالٹین یا تو خود بخود تیل کے ختم ہونے کی وجہ سے بجھ جاتی یا انتظامیہ قانون پر عمل داری کے لئے بند کرتی، یہ وقت آپ علیہ الرحمۃ مدرسہ سے کچھ فاصلہ پر ایک جگہ گزارتے تھے وہاں روشنی اس طرح سے تھی کہ گلی میں لائیٹ کا انتظام تھا کہ مسافروں کو ٹھوکریں نہ لگیں تو آپ علیہ الرحمۃ وہاں کتب لے جاتے اور مطالعہ کرتے۔

(ملخص از حیات سالک ص 71 تا ص 82، مطبوعہ نعیمی کتب خانہ گجرات)

آپ نے تقریباً پانچ سو کتابیں تصنیف کیں، کچھ مطبوعہ ہیں کچھ ضائع ہو گئیں کچھ ابھی بھی آپ کے کتب خانہ میں موجود ہیں اور اشاعت کی راہ دیکھ رہی ہیں۔

آپ نے متعدد طلباء کو مکمل عالم و فاضل بنایا۔

متعدد لوگوں کو اپنا مرید کر کے راہ ہدایت و سلوک دکھائی آپ نے خطابت و امامت کی صورت میں متعدد لوگوں پر محنت کی انکے عقائد و اعمال کی درستگی فرمائی۔

اپنے گھر والوں پر محنت کی بچوں اور بچیوں کو مکمل علوم دینیہ سکھائے۔

نہایت محنت سے پچیس عمرے اور سات حج ادا کیے، متعدد مقامات مقدسہ کی زیارت کی، فتاویٰ نویسی کی اور تیس سال یہ خدمت و محنت کرتے رہے، ہر جگہ اسلام اور بانی اسلام ﷺ کی عظمت کو روشن و واضح فرمایا، مناظرے کیے، ان سارے امور سے یہ بات واضح ہوئی کہ آپ بہت محنت کش تھے۔

اسی طرح یہ بھی قابل توجہ امر ہے کہ آپ کی خدمات اور محنت ہر علمی شعبہ میں کسی نہ کسی طور پر بہر حال موجود ہے اور عملی دنیا میں بھی آپکی محنت اور خدمت کا وجود متحقق ہے۔

علمی میدان میں محنت وخدمت پر بقدر ضرورت امثلہ درج ذیل ہیں۔

آپ نے دو تفسیریں لکھیں ایک مکمل تفصیل کے ساتھ ہے دوسری خلاصہ اور نچوڑ کے انداز میں ہے تفسیر نعیمی گیارہ پاروں تک ہے اور بڑی بڑی گیارہ جلدوں میں ہے۔

آپ نے جامع انداز میں مشہور کتاب مشکوۃ شریف کی شرح لکھی یہ آٹھ جلدوں میں ہے۔

آپ نے عربی زبان میں مشہور ترین کتاب بخاری شریف کی شرح لکھی یہ چار جلدوں میں تھی صد افسوس کہ شائع نہ ہو سکی۔

اسماء الرجال کی کتاب اکمال فی اسماء الرجال کا ترجمہ کیا،

صدرا اور حمد اللہ پر حواشی تحریر کیے یہ دونوں منطق وفلسفہ کی مشہور ومشکل کتابیں ہیں۔

علم عملیات ووظائف میں رسالہ تصوف نامی کتاب تحریر کی۔

نظمیات وعلم توقیت کے متعلق دیوان سالک اور نقشہ اوقات نامی کتب واشتہار تصنیف وترتیب فرمائے۔

میراث کے فن میں علم المیراث نامی خوبصورت کتاب تحریر کی منفی ذہن رکھنے والوں کے رد میں جاء الحق کتاب تصنیف کی، کئی رسالوں پر تقاریظ تحریر فرمائیں، رد شیعہ نامی کتاب تصنیف کی، مدرسہ قائم کیا، لوگوں کی اخلاقی واعتقادی تربیت فرمائی وغیرہ وغیرہ۔ یہ سارے امور آپ کی محنت پر منہ بولتا ثبوت ودلیل ہیں۔

عملی دنیا میں آپ نے تہجد سمیت نفلی واضافی نمازیں کبھی بھی ترک نہ کیں اوابین و اشراق ہو یا چاشت وصلوٰۃ اللیل سب پر آپ کا دوام تھا، کسی تہجد گزار سے پوچھو کہ یہ کام کتنا مشکل ہے۔

ان امثلہ سے اندازہ کرنا نہایت آسان ہے کہ وہ محنت کش تھے اور قانون الٰہی یہ ہے کہ انّی لا اضیع عمل عامل منکم کہ کسی کی محنت ضائع نہیں ہوتی۔

باری تعالیٰ اس عظیم ہستی کے صدقے ہم جیسوں کو بھی خدمت دین کی توفیق عطا فرمائے۔آمین

سنجیدگی اور حلم و بر باری:

آپ نہایت سنجیدہ شخص تھے کبھی کسی سے فضول کلام تک نہ کرتے تھے نہ ہی کسی سے کوئی مذاق کیا کیونکہ جانتے تھے کہ یہ عادتیں عزت گھٹانے کا باعث ہیں، جب عزت نہ رہے تو آدمی دین کی خدمت نہیں کرسکتا کہ اس کی ذات کی طرح اس کی بات بھی بے وقعت ہو جاتی ہے۔

آپ نے نہ کبھی کسی سے جھگڑا کیا نہ کسی سے کوئی شان پر حرف آنے والے امور پر بحث کی، بس ساری کی ساری عمر اللہ و رسول ﷺ کے فرمان لوگوں کو سمجھانے پہچانے میں بسر کردی، خدا نے اپنے رسول مقبول کے صدقے مقبولیت عطا فرمائی۔

مولانا عبد النبی کوکب علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ جب آپ ہندوستان کے مدرسہ میں زیر تعلیم تھے تو آپ نے کبھی بھی طعام کے معاملہ میں بے صبری نہ دکھائی تھی گویا کم سنی کی یہ اعلیٰ سنجیدگی اور متانت و حلم و بردباری آخر تک آپکے ساتھ رہی، جب کھانا کھانے کا وقت ہوتا سارے طلباء کرام جلدی جلدی اپنے برتن لے کر جاتے اور کھانا حاصل کر لیتے قطار بنانا یا نظم و نسق قائم رکھنا بھی بھول جاتے، لیکن حضرت حکیم الامت علیہ الرحمۃ ایسا نہ کرتے بلکہ سب سے آخر جاتے اور کھانا حاصل کرتے، عمدہ کھانا تو ختم ہو جاتا، روکھی سوکھی نصیب ہوتی اسی پر گزر اوقات کرتے تھے یہ معمول اکثری تھا، کبھی آدھ دن لانگری از روئے شفقت و محبت یہ کہا کرتا کہ احمد یار کھانے پر جھپٹ پڑنے والے یوں ہیں رہ جائیں گے اور تم علم کے آسمان پر آفتاب بن کر چمکو گے۔ (حیات سالک ص 82 ملخصاً مع اضافہ)

جرأت و شجاعت:

اللہ تعالیٰ نے آپ کو شجاعت و جرأت بھی عطا فرمائی، آپ کبھی بھی کسی سے مرعوب نہ ہوئے، حق گوئی آپ کا وصف خاص تھا، باطل قوتوں کے کسی بھی ظاہری حال و اکثریت سے آپ کو چنداں خوف نہ ہوا اس کی وجہ یہ تھی کہ عالم دین کے لیے خاص طور پر اور غیروں کے لئے

عام طور پر بزدلی، رعب میں آجانا، ڈرنا، اور پیٹھ پھیرنا عیب ہے، اللہ تعالیٰ کو منظور نہ ہوا کہ جس آدمی سے دینی خدمت لینی ہے، اپنے اور اپنے رسول ﷺ کے کلمہ کا پرچار کرانا ہے وہ بزدل ہو، باری تعالیٰ نے جہاں اور انعام و کرام فرمائے وہاں آپ پر یہ مہربانی بھی فرمائی کہ آپ شجاع و بہادر، دلیر اور جرأت مند تھے، رب تعالیٰ کی عطا ہے۔

حضرت مولانا نذیر احمد صاحب فرماتے ہیں کہ آپ کے زمانہ میں کشمیر پر کچھ حصوں میں ہندوؤں کا ظلم جب حد سے بڑھا، تو کچھ مجاہدین نے کشمیر کی آزادی کے لئے جدو جہد کی آپ نے ان کی مہمان نوازی کی اور ان کے ساتھ شانہ بشانہ ہو کر جہاد کشمیر میں شمول کا عزم صمیم کیا، آپ نے اس زمانہ کے اعتبار سے ایک نہایت قیمتی بندوق بھی خریدی، لوگوں کو جہاد کی ترغیب دی، مفہوم جہاد بتلایا، جہاد اور دہشت گردی میں فرق سمجھایا، آپکے صاجزادے حضرت مفتی مختار احمد خان نعیمی علیہ الرحمۃ اکثر جلسوں میں یہ شعر پڑھتے۔

کشمیر میں جنت بکتی ہے وہ جان کے بدلے سستی ہے
اس جان کا کیا ہے؟ جانی ہے، جان کی وقعت پیدا کر

بہر حال خواہ علمی میدان ہو یا عملی آپ کبھی بھی نہ ڈرے نہ مرعوب ہوئے۔

آپ بالکل نوجوان تھے کہ صدر الافاضل علیہ الرحمۃ کی مرضی پر ہندوستان کے شہر پیلی بھیت میں آپ نے بوڑھے ہندو پنڈت سے مناظرہ کیا کبھی آپ کو خوف و رعب نہ ہوا ہندو نے آپ کے بارے میں طنزاً کہا کہ مسلمانوں میں کوئی بڑا اور صاحب تجربہ و علم نہیں کہ اس ''بچے'' کو میرے مقابل لا کھڑا کیا، تو آپ نے فرمایا تھا کہ باری تعالیٰ ابابیل سے فیل مرواتا ہے آپ نے قریباً ایک گھنٹہ میں اس کو شکست دے دی۔

(سوانح عمری ص 18 ص 19 ملخصاً، مطبوعہ نعیمی کتب خانہ گجرات)

اس ساری بحث کا خلاصہ اور حاصل یہ ہے کہ صاحب انک لعلی خلق عظیم نبی کے صدقے آپ کو بھی اچھا اخلاق خلاق العلیم جل جلالہ نے عطا فرمایا تھا۔

اے اللہ ہمارے اخلاق بھی انکے صدقے اچھے فرمادے (آمین)

بیعت وارادت:

حضرت حکیم الامت علیہ الرحمۃ نے حضرت صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمۃ کی بیعت کی، اور حضرت صدر الافاضل علیہ الرحمۃ خود جناب حضرت شیخ الکل مولانا سید محمد گل علیہ الرحمۃ کے مرید تھے، حضرت حکیم الامت کا سلسلہ قادریہ تھا، یہ سلسلہ خاندان عالیہ اشرفیہ سے ہوتا ہوا حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ تک پہنچ جاتا ہے حضرت حکیم الامت علیہ الرحمۃ قادری تھے۔

وصال شریف:

علم وتقویٰ یہ سورج اس دنیا سے جس دن غروب ہوا اتوار تھا، رمضان المبارک شریف کی تین تاریخ تھی، ظہر کی نماز ادا ہو چکی تھی، اسلامی اعتبار سے تیرہ سو اکانوے ہجری 1391ھ تھی۔ اور انگریزی اعتبار سے اکتوبر کا مہینہ تھا چوبیس تاریخ تھی سن انیس سو اکہتر 1971ء تھی۔

آپ کی عمر مبارک 77 سال تھی۔

خیال رہے کہ آپ کی ولادت شریف اٹھارہ سو چورانوے 1894ء ہے شرح مسلم اردو کی فہرست کے مرتب نے انیس سو چھ 1906ء لکھی ہے وہ غلط ہے کیونکہ وہ حیات سالک سے لی گئی ہے جس کی تردید خود حکیم الامت کے اہل خانہ سے موجود ہے۔ یہی تاریخ یعنی 1894ء بدایوں کے سرکاری ریکارڈ میں بھی درج ہے۔

(سوانح حکیم الامت + حالات زندگی حکیم الامت، مطبوعہ نعیمی کتب خانہ)

ستتر 77 سال کی عمر میں آپ نے وہ کچھ خدمت کی جو بہت کم لوگوں کو حاصل ہوتی ہے۔

ستاون 57 سال تدریس کی چوالیس 44 سال فتویٰ نویسی کی مدت بھی اس کے ضمن میں شامل ہے انیس سال تک علوم متداولہ سیکھنے میں گزری، پانچ سال کی عمر سے لیکر انیس سال کی عمر تک کامل عالم دین بننے میں صرف کیے انیس سو اکہتر 1971ء تک ان علوم کے

ذریعہ خدمات سرانجام دیتے رہے۔

مزار پر انوار:

آپ کا مزار پرانوار پاکستان کے علاقہ پنجاب میں ہے پنجاب پاکستان کا سب سے بڑا صوبہ ہے، جس کے مشہور و معروف شہر گجرات میں آپ کی قبر شریف ہے۔

خیال رہے آپ ہندوستان کے علاقہ بدایوں میں پیدا ہوئے تھے انیس سو ستائیس 1927ء کے لگ بھگ پاکستان تشریف لائے اور اب قیامت تک پاکستان میں ہی تشریف فرماہیں بروز قیامت وہاں ہی سے بزبان حال گواہی دیتے ہوئے اٹھیں گے کہ مولیٰ تیرے اور تیرے پیارے کی شان اور تبلیغ احکام کے لئے وطن اصلی تک ترک کیا لہٰذا قیامت کی ہولنا کیوں سے بچانا، خصوصی رحم فرمانا۔

آپ کا مزار شریف گجرات کے تقریباً وسط میں ہے جگہ کا نام چوک پاکستان ہے یہ بھی واضح رہے کہ جہاں آپ نے سال ہا سال سے درس و تدریس کی تصانیف فرمائیں، تفاسیر تحریر کیں اسی کمرے میں آپ کا مزار شریف بنایا گیا ہے۔ بہت شاندار عمارت ہے۔

عرس مبارک:

آپ کا عرس مبارک چوبیس اکتوبر کو ہوتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ رمضان شریف میں روزہ دار کو آنے جانے، سفر کرنے وغیرہ میں کافی وقت و مصیبت ہوتی ہے، لہٰذا شمسی تاریخ کو معین کیا گیا ہے ملک اور بیرون ملک سے ہر طرح کے لوگ تشریف لاتے ہیں قرآن خوانی ہوتی ہے محافل نعت و تقاریر کا انعقاد ہوتا ہے علمائے کرام آپ علیہ الرحمۃ کی شخصیت کے جملہ پہلو بیان کرتے ہیں آپ کی خدمت کا اعادہ کیا جاتا ہے آپ کی تعلیمات لوگوں تک پہنچائی جاتی ہیں۔

آج کل جانشین حضرت مولانا عبدالقادر نعیمی مدظلہٗ ہیں جو آپ کے پوتے ہیں سلسلہ بیعت بھی ان ہی کو حاصل واذن شدہ ہے، آپ حضرت مفتی اقتدار احمد خان نعیمی علیہ الرحمۃ کے صاحبزادے ہیں۔ راقم الحروف عفی عنہ سے بڑی شفقت فرماتے ہیں۔

باب ۲

حکیم الامت علیہ الرحمۃ بطور مدرس

1. مدرس کا معنی و مفہوم
2. فضائل تدریس
3. حکیم الامت علیہ الرحمۃ کی تدریس پر ایک نظر
4. نتیجہ بحث

باب ۲

حکیم الامت علیہ الرحمۃ بطور مدرس

(1) مدرس کا معنی و مفہوم:

(2) فضائل تدریس:

(3) حکیم الامت علیہ الرحمۃ کی تدریس پر ایک نظر:

(4) نتیجہ بحث:

مدرس کا معنی ومفہوم:

مدرس اسم فاعل کا صیغہ ہے تدریس سے بنا ہے، تدریس کا مادہ ہے (د،ر،س) درسؔ یادراسۃؔ کا معنی ہے تکرار کرنا، بار بار دہرانا، کسی چیز کے مٹ جانے اور فنا ہونے پر بھی اندراس کا لفظ اسی لئے بولا جاتا ہے کہ بار باراس پر گزر کر گویا وہ فنا کردی گئی، مٹادی گئی، اور سبق بھی چونکہ بار بار پڑھا جاتا ہے، دھرایا جاتا ہے، لہٰذا اس کو درس کہتے ہیں۔

(تفسیر نعیمی ج3 ص361 مطبوعہ انجمن خدام الصوفیہ گجرات)

معنی کا حاصل یہ ہے کہ وہ صاحب علم جو درس نظامی کے اسباق طلباء کو سکھائے، اس کو مدرس کہا جاتا ہے، عالم کامل بننے کے لئے قریبا ستائیس (27) علوم میں مہارت ضروری ہے ان علوم کی کتابوں پر مشتمل ایک مخصوص نصاب ہے اس کو نظام علوم شرعیہ یا درس نظامی کا نصاب کہا جاتا ہے، اس پر مکمل دسترس ضروری ہے ورنہ وہ عالم نہیں ہوسکتا، ان علوم کے بناء جو عالم کہلانے یا ہونے کا خواہش مند ہو یا دعویدار ہو اسکی مثال اس کی سی ہے جو تزویج کے بغیر والدین بننے کے خواہش مند ہوں۔

فضائل تدریس:

فضائل تدریس وتعلیم بہت ہیں، چونکہ تدریس وتعلیم سے دوسروں کا نفع وابستہ ہے لہٰذا اسکا اجر بھی زیادہ ہوا، بلکہ دوسروں کی عبادت اور اعمال کی صحت ہی مدرس کی تدریس یا عالم کی تعلیم پر منحصر ہے۔ وہ نہ بتائیں سکھائیں تو کس کو پتہ ہو کہ کس عبادت اور عمل کی صحت کی کیا شرائط ہیں، کیا آداب ہیں، کن کاموں سے بچنا ہے، کن پر عمل پیرا ہونا ہے؟ وغیرہ وغیرہ، جو لوگ ایسے محسن سے دور رہتے ہیں ان کی کم عقلی، جہالت اور بے بسی کا اندازہ درج ذیل دو تین واقعات سے کرلیں، ایک صاحب کا وضو ٹوٹ گیا، تھے وہ دس سورتی امام، سجدہ سہو کردیا، کچھ دنوں بعد اپنے ساتھیوں پر انکشاف کیا کہ دیکھو میں نے اس طرح نماز ٹوٹنے سے بچائی اسی طرح ایک اور صاحب تھے محلہ کے عالم دین سے قرآن مترجم اور بخاری مترجم مانگ کر لے گئے، مسجد میں آنا چھوڑ دیا، وجہ معلوم یہ ہوئی کہ ان صاحب نے قرآن کی آیت لا تقربوا الصلوٰۃ

ترجمہ سمیت پڑھی آیت اور ترجمہ کا بعض حصہ مس پرنٹنگ،(Mis - Printing) کی وجہ سے صاف نہ تھا انھوں نے آدھی آیت پر عمل کیا اور محلّہ کی جامع مسجد کو خیر باد کہہ دیا، اور بخاری شریف پر یوں عمل کیا کہ جب کبھی گھر نماز پڑھتے تو سامنے بڑا سا کتا باندھتے تھے اور دلیل میں بڑے فخر سے کہتے دیکھو جی حدیث ہے کہ کلب حاضر نہ ہو تو نماز نہیں ہوتی لا صلوۃ الا بحضور القلب)اب قلب کو کاتب کی غلطی سے بشکل کلب لکھ دیا گیا تھا تو انھوں نے کتے کو سامنے باندھنا اور حدیث پر اس طرح عمل کیا اور متعلقین پر اپنی فقاہت ظاہر کی۔

ایک صاحب استنجاء کرنے پر وتر پڑھتے اور یہ حدیث لوگوں کو اپنے عمل کی تائید میں سناتے، کہ من یستنجی فلیوتر حالانکہ اس کا معنی ہے استنجاء کے لئے طاق پتھر استعمال کرنا، ان مثالوں سے اندازہ کرنا آسان ہے کہ معلم و مدرس کی تعلیم وتدریس سے چونکہ دوسروں کی اصلاح وصحت اعمال وابستہ ہے لہٰذا اس کے فضائل بھی زیادہ ہیں بطور نمونہ چند درج ذیل ہیں۔

آیات مبارکہ	مفہوم
① قل ھل یستوی الذین یعلمون والذین لا یعلمون انما یتذکر اولوا الالباب ط (زمر۔39 آیت)	اے نبی آپ فرمادیں کہ کیا صاحب علم اور جاہل برابر ہیں؟ نصیحت تو صاحب عقل ہی مانتے ہیں۔
② انما یخشی اللّٰہ من عبادہ العلموا ، ان اللّٰہ عزیز غفور ○ (فاطر۔آیت28)	بات صرف یہی ہے کہ اللہ کے تمام بندوں میں سے صرف عالم ہی اس کا خوف رکھتے ہیں۔
③ فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون (الانبیاء)	اگر تم خود نہیں جانتے تو صاحب علم سے پوچھو۔

تشریح:

ان آیات کریمہ کا حاصل یہ ہے کہ
عبادت گزار سے صاحب علم افضل ہے دیکھو عبادت گزار فرشتوں سے صاحب علم

آدم علیہ السلام کو سجدہ تعظیمی کروایا گیا، عالم غیر عالم سے بہتر ہے غیر عالم یعنی جاہل خواہ عابد ہو یا کسی بھی عملی بلندی پر ہو، اس کو عالم کے سامنے جھکنا پڑتا ہے، ظاہر بات ہے جس کے آگے جھکنا پڑے وہ بڑا ہے جھکنے والا اس سے بڑا تو ہرگز نہیں ہوسکتا لیکن یہ بات ذہن میں رہے کہ جو علم وعقل حضور علیہ السلام کے قدموں میں نہ جھکائے اور شیطان کی طرح اکڑا دے وہ علم وعقل جہالت ہے، سفاہت ہے، ''العلماء'' سے مراد ہر عالم اور ہر مدرس نہ ہوگا بلکہ وہ ہوگا جس کے عقائد واعمال درست ہوں، اگر ہر کوئی مراد لو تو اس سوال کیا جواب ہے کہ باری تعالٰی نے اپنی خشیت اور خوف کو صرف علماء ہی میں کیوں منحصر فرمایا حالانکہ علم مطلق تو ابلیس کو بھی ہے؟ جبکہ ابلیس جیسا خناس ومردود تو روئے زمین پر کوئی نہیں ہے۔ اس وجہ سے ماننا پڑے گا کہ الف لام عہدی ہے۔

احادیث شریف

۱ عن ابن مسعود رضی اللّٰہ عنہ قال قال رسول اللّٰہ ﷺ لا حسد الا فی اثنین رجل اتاہ اللّٰہ مالا ، فسلطہ علی ھلکتہ فی الحق ورجل اتاہ اللّٰہ الحکمۃ فھو یقض بھا یعلمھا۔ متفق علیہ (مراۃ ج ۱ ص 178)

مفہوم

عبداللہ ابن مسعود سے مروی ہے کہ دو آدمیوں کے سوا کسی پر رشک کرنا جائز نہیں ایک وہ شخص جس کو اللہ مال دے تو وہ اسے اچھی جگہ خرچ کرے، دوسرا وہ جس کو اللہ علم دے وہ اس کی مدد سے فیصلے بھی کرے اور سکھائے بھی۔

۲ وعن ابی ھریرہ رضی اللّٰہ عنہ قال قال رسول اللّٰہ ﷺ اذا مات الانسان انقطع عنہ عملہ الامن ثلاثۃ من صدقۃ جاریۃ اوعلم ینتفع بہ اوولد صالح یدعوالہ ۔

(رواہ مسلم، مراۃ شرح مشکوۃ ج ص 178)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا جب آدمی مرجاتا ہے تو اس کے عمل بھی ختم ہوجاتے ہیں، سوائے تین اعمال کے ایک صدقہ جاریہ، دوسرا وہ علم جس سے نفع اٹھایا جاتا رہے، تیسرے وہ نیک اولاد جو اس کے حق میں دعا کرتی ہے۔

تشریح:

ان احادیث کا حاصل یہ ہے کہ عالم دین اور مدرس پر ریس ورشک کرنا جائز ہے تب تو ترغیب دلائی گئی، نیز عالم کو علم کا مدرس کو تدریس کا نفع قبر و قیامت تک ہے، موت بھی اس کو ختم نہیں کرسکتی۔

نوٹ:

ان احادیث کی شرح کے لیے شرح مشکوٰۃ ملاحظہ کریں۔

حکیم الامت کی تدریس پر ایک نظر:

تدریس کے لئے بنیادی امور جو ضروری ہوتے ہیں ان میں سرفہرست عالم کامل ہونا ہے اور پھر کامل اور پختہ عقل والا ہونا بھی لازم ہے، ماہر نفسیات ہونا بھی ضروری ہے ان امور ثلاثہ پر منعم حقیقی نے حکیم الامت علیہ الرحمۃ کو خوب مہارت عطا فرمائی تھی، اس نعمت کا بقدر ضرورت مشاہدہ اور معائنہ کرنا ہر اس کے لیے آسان ہے جس کی انکی تصانیف پر نظر ہو۔

حکیم الامت علیہ الرحمۃ انیس سال کی عمر میں درس نظامی کے علوم سے فارغ ہوئے تھے تکمیل وفراغت کے فوراً بعد اسی جامعہ میں آپ کو مدرس مقرر کردیا گیا تھا، ساتھ ہی فتویٰ نویسی بھی سپرد کردی گئی، اور یہ کام کس عام مہتمم یا کمیٹی کے رکن نے سپرد نہ کیا بلکہ خود حضرت صدر الافاضل محمد نعیم الدین صاحب مراد آبادی علیہ الرحمۃ نے دیا، فقید المثال استاد کے نادر المثال شاگرد نے ثابت کردیا کہ مجھ پر اپنے استاد کا اعتماد بالکل سولہ آنے صحیح ہے حضرت حکیم الامت علیہ الرحمۃ نے انیس سو چودہ (1914) سے لیکر تادم زندگی تدریسی خدمات سرانجام دیں آپ کا وصال پر از ملال انیس سو اکتہر کو ہوا 1971ء تک اندازہ کرنے والے اندازہ کرلیں کہ اس حکمت بھری تدریسی زندگی میں کتنے لوگوں کی علمی زندگی سنوری، کتنے کامل علماء فضلاء تیار ہوئے، خود حکیم الامت علیہ الرحمۃ کے دو صاحبزادے بھی مفتی پوسٹ تک ان کے فیضان سے مستفید اور مستفیض ہوتے رہے۔ شاگرد کی قابلیت سے استاد کی مہارت کا پتہ چلتا ہے اسی قاعدہ پر حضرت حکیم الامت کی مہارت علمی اور خدمت تدریس کا اندازہ کرلیں۔

حکیم الامت علیہ الرحمۃ کے شاگردوں میں بعض تو نہایت ہی اعلیٰ اور کامل ہوئے ایسی خدمات کیں کہ رہتی دنیا تک ان کا علمی دنیا میں نام روشن رہے گا جیسے وہ خود اپنی ظاہری حیاتی میں روشن رہے۔ میں کسی کا نام بطور مثال اس لئے ذکر نہیں کرتا کہ صاحب علم پر یہ بات میرے ذکر کرنے کے بغیر بھی روشن ہے اور قاعدہ ہے کہ عیاں راچہ بیان۔

عطر کی خوشبو پر عطار کو کچھ کہنے کی ضرورت نہیں ہوتی۔

حکیم الامت علیہ الرحمۃ کی تدریسی تفصیل صرف دو حوالوں سے بقدر ضرورت درج ذیل ہے۔ ملاحظہ کریں۔

1. آپ علیہ الرحمۃ کی تدریس میں بہت خوبیاں تھیں، بعض درج ذیل ہیں۔
2. آپ مشکل مضمون کو آسان طریقہ سے بیان فرماتے تھے۔
3. مخاطب کی علمی حیثیت کے مطابق بات کرتے تھے۔
4. لمبی لمبی تعلیلات صرفیہ سے اجتناب کرتے تھے۔
5. لمبی نحوی ترکیبوں سے پرہیز فرماتے تھے۔
6. صرف اور نحو کی ابتدائی گردانیں اچھی طرح ذہن نشین کراتے تھے۔
7. ابتدائی اصول نہایت توجہ سے حفظ کرواتے تھے۔
8. جب تک یہ امور ذہن نشین نہ ہوتے، اگلا سبق نہ پڑھاتے۔
9. ہر سبق کی مشق ضروری ہوتی تھی۔
10. بڑی کتابوں میں علم وفنون اور تحقیق کی بلندیوں پر ہوتے، بڑی کتابوں کی کچھ مثالیں یہ ہیں۔

ہدایہ، حمد اللہ، علم معانی کی جملہ کتب، منطق اور فلسفہ کی جملہ کتب، اور ادب عربی کی جملہ کتب وغیرہ وغیرہ۔

11. بڑی کتابوں کے ماہر اور مدرس عموماً مشکل الفاظ کے عادی ہو جاتے ہیں چھوٹی کتابوں کی تدریس میں بھی وہی بولتے ہیں، لیکن آپ علیہ الرحمۃ کا طریقہ اس طرح نہ تھا۔

- آپ کے لہجہ میں بے تکلفی ہوتی تھی۔
- الفاظ میں سادگی ہوتی تھی۔
- انداز ایسا ہوتا کہ طالب علم کو جلد سبق ذہن نشین ہو جاتا۔

(ماخوذ وملخص از تحصیل الصرف، ص3+4 مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ لاہور)

نوٹ:

اگر ان امور کی تقریر وتثبیت پر امثلہ ذکر کروں تو آسان ہے لیکن حکیم الامت علیہ الرحمۃ کی کتب کے مطالعہ کرنے والے حضرات پر اچھی طرح روشن ہے۔ لہٰذا قلم کو اس طرف متوجہ ہونے سے روکتا ہوں، نصیحت اور خیر خواہی کے طور پر عرض کر رہا ہوں کہ اے میرے عزیز ہم شعبہ طلباء کرام برائے مہربانی اپنے اسلاف کے علمی ذخیرے کی طرف متوجہ ہو جائیں، وہ کون سا علم وفن ہے جس پر ہمارے علماء کرام کی تصانیف موجود ومقبول نہیں؟ برائے مہربانی ہوش کرو اسلاف کی روح تم سے اسوقت خوش ہوگی جب انکی تصانیف سے فائدہ اٹھاؤ گے نہ کہ اس فعل پر کہ وہ الماریوں کی زینت بنی رہیں اور ان کو دیمک اپنی خوراک بناتی رہے خود فقیر کو نحوی تراکیب کا مکمل فہم تفسیر نعیمی سے ہوا۔

یہ مختصر تبصرہ فنی مہارت کے متعلق عرض کیا ہے۔

حکیم الامت علیہ الرحمۃ نے انیس سو چودہ سے لیکر انیس اکہتر تک تدریس فرمائی۔

ابتداء جامعہ نعیمیہ مراد آباد میں کی، یہ مدرسہ ہندوستان میں ہے۔

اسکے بعد دھوراجی کاٹھیاوار ہندوستان میں تشریف لے گئے۔

اس کے بعد کچھ چھ شریف (ہندوستان) میں پڑھاتے ہیں۔

اس کے بعد تادم زندگی گجرات (پاکستان) میں پڑھاتے رہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اس عظیم ہستی کی عظمت والی خدمات کو قبول فرمائے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا قانون ہے کہ۔

1. انا لا نضیع اجر المصلحین O (الاعراف 7 آیت 170)
2. نصیب برحمتنا من نشاء ولانضیع اجرا المحسنین O (یوسف 12۔ آیت 51)

۳ انا لانضیع اجر من احسن عملًا O (الکہف 18۔آیت 30)

۴ ومان کان اللہ لیضیع ایمانکم O (البقرہ 2۔آیت 143)

۵ یستبشرون بنعمۃ من اللہ وفضل وان اللہ لا یضیع اجر المؤمنین O

(آل عمران 3۔آیت 171)

۶ ان اللہ لایضیع اجر المحسنین O (توبہ 9۔آیت 120)

۷ واصبر فان اللہ لایضیع اجر المحسنین O (ھود 11۔آیت 115)

۸ انہ من یتق ویصبر فان اللہ لایضیع اجر المحسنین O (یوسف 12۔آیت 90)

۹ فاستجاب لھم ربھم انی لا اضیع عمل عامل منکم O (آل عمران 3۔آیت 195)

نتیجۂ بحث:

۱ حکیم الامت بہت ماہر مدرس تھے۔
۲ فنِ تدریس میں جن شرائط وقواعد کی ضرورت ہوتی ہے ان میں موجود تھے۔
۳ آپ نے علماء وفضلاء کی بہت بڑی جماعت تیار کی۔
۴ آپ نے نصف صدی سے زائد علمی اور تدریسی خدمات سرانجام دیں۔
۵ آپ نے علم وتدریس کی خاطر وطن تک چھوڑا۔
۶ آپ کو تدریس میں خلوص کی وجہ سے پردیس بھی دیس جیسا عطا ہوا۔
۷ تدریس وتعلیم کے فضائل آپ کو بھی بدرجہ کمال حاصل ہیں۔

نوٹ:

یہ ساری بحث درس نظامی کی تدریس سے متعلق ہے۔ درس قرآن کے حوالے سے جو بحث ہے اسکی تفصیل ذکر کرنے سے مقالہ کے طویل سے طویل تر ہونے کا خوف ہے لہذا ترک کرتا ہوں۔ جو شائقین ان کے درس قرآن کا طریقہ اور اور مضمون جاننا چاہیں وہ درس القرآن نامی رسالہ کا مطالعہ کریں، اس رسالے میں انکے کچھ درس اکھٹے کیے گئے ہیں یہ رسالہ ضیاء القرآن سے مطبوعہ ہے اور رسائل نعیمیہ میں شامل ہے۔

باب ۳

حکیم الامت بطور مفتی

۱ مفتی کا معنی و مفہوم

۲ مفتی کے لیے شرائط

۳ مفتی کی فضیلت

۴ حکیم الامت کے مفتی ہونے پر ایک نظر

۵ نتیجہ بحث

باب ۴

حکیم الامت بطور مفتی

(1) مفتی کا معنی ومفہوم

۲ مفتی کے لیے شرائط

(3) مفتی کی فضیلت

(4) حکیم الامت کے مفتی ہونے پر ایک نظر

(5) مجموعی بحث

معنی ومفہوم:

لفظ مفتی افتاء سے بنا بمعنی فتوی دینے والا اور افتاء فتوؐ یافتیٌ سے ہے بمعنی مضبوطی، قوت، طاقت وغیرہ اسی سے ہے فتی بمعنی جوان کیونکہ وہ بھی مضبوط اور طاقت والا ہوتا ہے کبھی خواب کی تعبیر بتانے پر بھی یہ لفظ بولا جاتا ہے جیسے افتنا فی سمبع بقرات (یوسف)

(تفسیر نعیمی ج 5 ص 4 ملخصاً مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ گجرات)

اصطلاح میں اس شخص کو مفتی کہا جاتا ہے جو علوم متداولہ کا ماہر ہو اور شرعی احکام ومسائل بتانے پر قادر ہو۔

شرائط:

مفتی ہونے کے لئے بہت سی شرائط درکار ہوتی ہیں ان میں سے کچھ یہ ہیں۔

١. اٹھارہ علوم کا مکمل ماہر ہو جیسے صرف ونحو اصول وغیرہ۔
٢. اعلیٰ خاندان والا ہوتا کہ اس کی لوگوں میں عزت ہو، علم کا وقار نمایاں ہو۔
٣. اعلیٰ اخلاق والا ہو۔
٤. فتوی واضح کر کے دینے والا ہو اگر مگر سے کام نہ چلائے۔
٥. دو فریقوں کے درمیان دائر شدہ فتوی میں حلف وشہادت وغیرہ کا اہتمام کرے۔

(فتاوی نعیمیہ ج 2 ص 476، مطبوعہ ضیاء القرآن لاہور)

٦. اپنے زیر فتوی علاقے کے رسم ورواج کا جاننے والا ہو۔
٧. ضرب الامثال اور محاورے بھی جانتا ہو۔
٨. صاحب عقل وفراست ہو۔
٩. ہمت والا ہو، بہادر وجرأت مند ہو، بزدل نہ ہو۔
١٠. حق گو اور نیک ہو، جھوٹا اور فاسق نہ ہو۔
١١. کسی کے دباؤ میں آکر فتوی دینے والا نہ ہو۔
١٢. فتوی میں نادر کتب کے حوالے نہ دے کہ یہ کتابیں ہر کسی کو میسر نہیں۔

١٣ مضبوط دلائل کی مدد سے فتویٰ دے، ذاتی رائے نہ ٹھونسے۔
١٤ فتویٰ میں ترتیب کا خیال رکھے جس کا سوال پہلے آئے اس کو پہلے جواب دے۔
١٥ علماء کرام کی خاطر اد باترتیب میں ردوبدل کرنا صحیح ہے۔
١٦ بلاضرورت شدیدہ امیروں کے دروازے پر نہ جائے۔
١٧ فروعی مسائل حل کرنے کا ملکہ اور مہارت رکھنے والا ہو۔ وغیرہ وغیرہ۔

(مقدمہ فتاوی صدر الافاضل ص 41 تا ص 43، ملخصاً موضحاً، مطبوعہ شبیر برادرز لاہور)

فضیلت:

شریعت ساری عربی زبان میں ہے جب تک کوئی بتانے سکھانے والا نہ ہو تو آدمی کو شرع کا علم ہی نہیں ہوسکتا، نہ ہی کوئی عبادت کرسکتا ہے نہ ہی کوئی گناہوں سے بچ سکتا ہے کیونکہ مطلق علم کے بغیر عبادت کرنا اور گناہوں سے بچنا ناممکن ہے علم اصل ہے عمل فرع ہے اصل کے بناء فرع پر کیونکر عمل ہو؟ آدمی کو نیکی بدی اچھائی برائی، ثواب عذاب کے کاموں کی خبر نہ ہو تو کبھی ان پر عمل نہیں کرسکتا لہٰذا عمل وعبادات کے بناء کبھی اللہ رسول کی معرفت حاصل نہ ہوگی۔

لہٰذا مفتی کی اہمیت کا اندازہ ہوگیا کہ اس نے فتویٰ کے ذریعے بتایا فلاں کام حرام ہے فلاں حلال فلاں عمل نیکی ہے فلاں بدی ہے، ایمان یہ ہے کفر وہ ہے وغیرہ وغیرہ، یہی وجہ ہے کہ عالم وجاہل کبھی برابر نہیں ہوسکتے **قل ھل یستوی الذین یعلمون والذین لایعلمون** ٥ اور اصل خوف خدا اور خشیت الٰہی جاہل کو نہیں نصیب ہوسکتی۔ **انما یخشی اللّٰہ من عبادہ العلماء** ٥ مفتی اور عالم کو اپنے علم وفتویٰ کا ثمرہ ونفع قبر میں بھی ملتا ہے **اوعلم ینتفع بہ** (الحدیث)

خیال رہے کہ یہ ساری فضیلت لائق اور اہل مفتی کے لئے ہے نالائق اور نااہل مفتی ان فضائل سے محروم وخالی ہے کیونکہ وہ نالائق اور نااہل ہونے کی وجہ سے گمراہی پھیلائے گا، اگر اس کا کوئی ایک آدھ فتویٰ صحیح بھی نکل آیا تو بھی شرعاً وہ مجرم ہے کیونکہ اپنی رائے سے دیا حدیث مبارک ہے **من قال فی القرآن برایہ فاصاب فقد اخطا** (مشکوۃ) جس نے اپنی رائے سے کچھ کہا صحیح نکل آیا تب بھی اس نے خطا کی۔

اب حکیم الامت علیہ الرحمۃ کے چند فتوے نقل کرتا ہوں ان سے آپ خود ان کی مہارت کا اندازہ کرلیں کہ وہ قدرت کی طرف سے اس علم کی کتنی مہارت عطا فرمائے گئے تھے۔

حکیم الامت علیہ الرحمہ کے فتاویٰ میں درج ذیل امور ہوتے تھے۔

١ جدید مسائل ہوں یا قدیم ہر مسئلے کا صاف اور جامع مانع جواب دیتے تھے۔

٢ عقلی اور منقولی دلائل پر آپ کی مکمل نظر و مہارت تھی۔

٣ عبارت صاف اور مضمون مختصر ہوتا تھا لیکن معانی کی وسعت ہوتی۔

٤ کسی مقام پر بھی شک والا انداز اختیار نہ کرتے تھے۔

٥ کم علموں اور نالائق لوگوں کے فتاویٰ کا رد کرتے اور مسائل کی تہہ میں جانے والے تھے۔

٦ غیر مسلموں تک کو خاموش کردینے کی صلاحیت تھی۔

٧ قرآن وحدیث اقوال علماء وفقہاء ومحدثین اور عقلی دلائل غرضیکہ ہر طریقہ سے مسئلہ سمجھانے کی طاقت ومہارت رکھتے تھے۔

٨ ان کے فتاویٰ میں وسعت فکری تھی۔

٩ ہر فتویٰ حق کو ظاہر کرتا اور باطل کو مٹانے بجھانے والا ہوتا تھا۔

١٠ شان خداوندی، فضیلت مصطفیٰ اور انکے پیاروں کی شان کا پہلو نمایاں ہوتا تھا۔ وغیرہ

حکیم الامت کے مفتی ہونے پر ایک نظر

فتوی نمبر ١

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ زید کے ہاں ایک اپاہج لڑکا پیدا ہوا، نابینا بھی ہے اور بھی کئی تکالیف میں مبتلا ہے اس سے کون سی نافرمانی ہوئی جس کی اس کو سزا ملی آریہ ہندو کہتا ہے کہ اس لڑکے نے پہلے جنم میں کچھ قصور کیے تھے اس کی سزا مل رہی ہے اس پر مسئلہ تقدیر پیش کیا گیا مگر وہ نہیں مانتا۔ اس کا کیا جواب ہے؟ بینوا توجروا۔

جواب:

آریہ جس کا دعویٰ ہے کہ ہر جان دار موجودہ زندگی سے قبل دوسری میں تھا۔ اس پر

اس دعویٰ کی دلیل لازم ہے جب تک وہ اس لڑکے کے لئے پچھلی جون (جنم) نہ ثابت کرے موجودہ تکالیف کو انکی سزا کیسے کہہ سکتا ہے؟۔آریہ کے پاس اس کی کوئی دلیل نہیں لہٰذا اس کا دعویٰ باطل ہے، آریہ کا دعوی تناسخ، قدمِ عالم پر موقوف ہے جبکہ خود قدمِ عالم ہی کا کوئی ثبوت نہیں تو تناسخ کا قدم کس طرح جمے گا، اگر حسب عقیدہ آریہ عالم کو قدیم فرض کرلیا جائے اور ارواح و مادہ کو قدیم مان لیا جائے تو صانع کے وجود (ایشور کی ہستی) پر کیا دلیل ہوگی بلکہ ایشور کا وجود محض وہمی ہو جائے گا، نیز جب روح اور مادہ بھی قدیم ہوئے تو ایشور کی ان پر حکومت کیسی؟ کیونکہ روح، مادہ اور ایشور میں قدم کے اعتبار سے مساوات لازم آتی ہے، ایشور ان کا حاکم کیوں بن بیٹھا؟ اپنی مرضی کے خلاف کرنے پر روح اور مادہ کو مجرم کیوں قرار دیتا ہے حالانکہ وہ دونوں تو اس سے مستغنی ہیں، اگر بے وجہ حکومت کرتا ہے تو ظالم ہے، نیز آواگون ماننے کی تقدیر پر انقلاب حقیقت لازم آئے حالانکہ وہ تو محال ہے یعنی ایک روح جو انسانی جسم میں تھی تو ناطقہ تھی، بعد میں وہی روح جب جسم حمار (گدھے کے جسم) میں آگئی تو ناہقہ بن گئی وھو محال یہ ناممکن ہے، نیز روح کو اجسام مل جانا اعمال پر موقوف ہے اور اعمال جسم کے بغیر نہیں ہو سکتے، لہٰذا دور لازم آئے گا، نیز اس تقدیر پر خدائے پاک مجبور محض ہوگا نہ کہ فاعل مختار، کیونکہ مطلب یہ ہوا کہ روح اور مادہ جب خالی ہوں اور مادہ روح کے اعمال کے مطابق ہو تو اس میں خلط کرے ورنہ نہ کرے حالانکہ ہم اپنی مملوکات میں ہر طرح اختیار رکھتے ہیں۔

دوم یہ کہ تکلیف و مشقت کے سزا میں منحصر ہونے پر کون سی دلیل ہے؟ کیا ضروری ہے کہ ہر تکلیف سزا ہی ہو، محنت کے اسباب کبھی وجوہ سابقہ ہوتے ہیں اور کبھی مصالح لاحقہ، ایک بچے کو مکتب بھیجتے ہیں اور دن بھر پابند کرکے پڑھنے کی مشقت ڈالتے ہیں اس کو آزادی اور دنیا کی لذات سے محروم کرتے ہیں تمام باتیں مہربان ماں باپ کی طرف سے ہوتی ہیں تو کون عاقل کہے گا کہ یہ اس کے گزشتہ گناہوں کا بدلہ ہیں؟ حقیقت میں وہ آنے والی زندگی کی راحت کا پیش خیمہ ہیں، اسی طرح کسان دن بھر دھوپ میں جلتا ہے قیدیوں کی طرح بلکہ ان سے بھی سخت مشقت کرتا ہے یہ کس جرم کی سزا ہے؟ علاوہ ازیں ''وید'' میں دعاؤں کی تعلیم دی گئی ہے اگر وید خدائی کتاب ہے تو تناسخ باطل ہو گیا، کیونکہ راحت و تکلیف کا مدار اعمال پر ہوا تو پرارتھنا

(دعا) ایک لاحاصل چیز ہو کر رہ گئی اور اگر پرارتھنا کام کی چیز ہے تو تناسخ باطل ہوا، نیز تمہارے سب سے اچھے لوگ جن پر ''وید'' آیا ان کو دنیا میں ایسی جزاء ملنی چاہیے تھی کہ اس میں کوئی تکلیف نہ ہوتی حالانکہ ایسی زندگی دنیا میں کسی کی نہیں جو خالص عیش کی ہو۔ واللہ اعلم۔ احمد یار خان عفی عنہ (فتاویٰ نعیمیہ ص 18 مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ گجرات)

فتویٰ نمبر ۲

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ عورت سرخی، پوڈر، کلپ وغیرہ لگا کر نماز پڑھے تو اسکو جائز ہے یا نہیں اور شریعت نے اس فعل کو حلال کیا ہے یا حرام؟

جواب:

اگر مذکورہ چیزیں ناپاک ہیں تو ان کا جسم پر لگانا ہی ناجائز ہے چہ جائے کہ نماز میں لگاؤ، جس کے لئے جسم تو کیا کپڑے اور جگہ کا پاک ہونا بھی ضروری ہے۔ اگرچہ چیزیں پاک ہوں تو چہرے کی ہیئت بدلنے کا اعتبار ہوگا اگر چہرے کی ہیئت کو بدلتی ہیں تو استعمال مکروہ ہوگا، کیونکہ یہ مثلہ ہے جسکی کی ممانعت موجود ہے، حتیٰ کہ تیمم کرنے والے کو حکم ہے کہ وہ اس طرح مٹی چہرے پر نہ لگائے جس سے ہیئت بدل جائے درمختار میں ہے لیکن **لاینبغی التیمم به قبل خوف وقت لئلا یصیر مثله بلا ضرورة** ۔ ردالمحتار میں ہے۔ **لا یتلطخ بوجه فیصیر مثلة** ، اور اگر ان چیزوں سے چہرے کی رنگت و حالت نہیں بدلتی تو کوئی ہرج نہیں بشرطیکہ ان کی خوشبو اجنبی مردوں کو محسوس نہ ہو، واللہ اعلم۔ احمد یار خان عفی عنہ

(فتاویٰ نعیمیہ ص 21) مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ گجرات)

فتویٰ نمبر ۳

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسائل ذیل کے بارے میں،

۱. نماز جنازہ کے صحیح ہونے کی کیا شرائط ہیں؟
۲. تلویث کا احتمال نہ ہو تو مسجد کے برامدے میں نماز پڑھنا جائز ہے؟
۳. عام راستہ جہاں لوگوں کی ہر وقت آمد و رفت رہتی ہو اور نجس ہونے کی صورت میں

جوتے پہن کر نماز جنازہ پڑھنا از روئے شریعت کیسا ہے؟ (بینوا توجروا) از رنگون (برما)

الجواب:

❶ صحت جنازہ کی چھ شرطیں ہیں، میت کا اسلام، میت کی طہارت، میت کا نمازی کے سامنے رکھے ہوئے ہونا کندھوں یا سواری پر نہ ہونا، جنازہ کا موجود ہونا، امام کا بالغ ہونا، درمختار میں ہے۔

وشرائطها ستة اسلام الميت، وطهارته و بلوغ الامام و شرطها ايضاً حضوره ووضعه وكونه امام المصلي ٥

❷ نمازِ جنازہ مسجد میں مطلقاً مکروہ ہے خواہ تلویث کا احتمال ہو یا نہ ہو، حتی کہ اگر میت خارج مسجد اور نمازی مسجد میں ہوں جب بھی مکروہ ہے درمختار میں ہے۔

وكرهت تحريما في مسجد جماعة هو اى الميت فيه و اختلف في الخارجية والمختار الكراهة مطلقاً بناء على ان المسجد بنيت للمكتوبة و توابعهما

❸ عام راستہ پر نماز جنازہ مکروہ ہے ردالمحتار میں ہے **و تكره في الشارع و ارض الناس** اور اگر نجس زمین پر جوتا پہن کر نماز جنازہ مکروہ ہے **و تكره في الشارع وارض الناس** اور اگر نجس زمین پر جوتا پہن کر نماز پڑھو تو نہ ہوگی اور اگر جوتا اتارو اور اس پر کھڑے ہو کر پڑھی تو ہوگئی پہلی صورت میں جوتا لباس نمازی کے حکم میں داخل ہے ردالمحتار میں لباس کی یہ تعریف کی گئی ہے **مالا ليس البدن فدخل القلنسوة والخف والنعل** ،اور لباس بدن نجاست اور مصلی یعنی نمازی کے درمیان آڑ نہیں بن سکتا کیونکہ بدن کے تابع ہے اور جب اتار دیا تو علیحدہ چیز ہوگئی اور علیحدہ چیز نجاست سے آڑ ہو سکتی ہے، ردالمحتار میں ہے کہ **علمت ما قدمناه عن الفتح عدم اعتبار هم الحائل المتصل حائلا لتبعية المصلي ولذا لو قام على النجاسة وهو لابس خفا لم تصح صلوته ٥**، ہندیہ

میں ہے کہ ولو خلع نعلیه وقام علیها جاز سواء کان مایلی الارض منه نجسا او طاهراً اذا کان ما یلی القدمین طاهراً

واللہ اعلم وعلمہ عز اسمہ اتم واحکم۔ احمد یار خان عفی عنہ

(فتاویٰ نعیمیہ ص 25 مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ گجرات پاکستان)

فتویٰ نمبر ۴

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں

۱. عورت کو صحت کی خرابی یا کثرت اولاد کے خوف سے مانع حمل ادویات یا تراکیب کا استعمال جائز ہے یا ناجائز؟

۲. مرد یا عورت کی طرف سے ضبط تولید کی کوشش کرنا شرعاً کیسا ہے؟

۳. مسلمان دوا فروشوں کو اس قسم کی ادویہ وغیرہ فروخت کرنا جائز ہے یا ناجائز ہے۔ اس امر کا غالب گمان ہے کہ پچھتر فی صد خریداران ادویہ کو ناجائز کاموں کے لئے استعمال کریں گے؟ از مراد آباد۔

الجواب:

۱. کثرت اولاد خدائے قدوس کی نعمت ہے جب تک کہ اس سے کوئی ضرر ناقابل برداشت متصور نہ ہو اس وقت تک اس کو روکنا ناشکری ہے البتہ اگر صحت حمل کے قابل نہ ہو تو ایسی دواؤں سے استقرر روک سکتے ہیں جن سے قابلیت حمل بالکل جاتی نہ رہے، اس لئے کہ اس صورت میں یہ عزل کی طرح حمل کو روکنے کی ایک تدبیر ہے اور عزل بہ اجازت زوج جائز لہٰذا یہ بھی جائز ابن ماجہ نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ نهی رسول اللہ ﷺ عن عزل المرأة الا باذنها، اور درمختار میں ہے کہ لا یعزل عن المرأة لکن فی الخانیة انه یباح فی زماننا لفساد الزمان، عزل کے معنی ہیں خارج میں انزال کرنا،

۲. ضرورت شدیدہ کی صورت میں حمل کا اسقاط جائز ہے جبکہ حمل چار ماہ سے کم ہو بلا

ضرورت سخت جرم ہے چار ماہ میں بچہ میں جان پڑ جاتی ہے اس لئے اس کو ساقط کرنے میں اضاعت روح کا جرم ہوگا، بجز اسکے یہ عورت کی جان خطرہ میں ہو اور کوئی صورت اسکی جان بری کی نہ ہو درمختار میں ہے کہ قالو ایباح اسقاط الولد قبل اربعة اشھر ولو بلا اذن الزوج ۔ شامی میں ہے کہ قال ابن و ھبان فاباحة الاسقاط محمولة علی حالة العذر ۔ ردالمختار میں ہے ومن الاعذار ان ینقطع لبنھا و لیس لاب الصبی مایستا جربه الظئر و تخاف ھلاك الولد، درمختار کتاب کراھیہ میں ہے کہ و جاز لعذر حین لایتصور ۔

(۳) ضبط تولید اگر رحم کو خارج کر کے یا بالکل بے کار کر کے ہو تو ناجائز ہے کہ عضو کو معطل کرنا ہے اسی وجہ سے مرد کو خصی کرنا یا ہونا حرام ہے، سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے اجازت چاہی تو فرمایا گیا، یا ابا ھریرہ جف القلم بما انت لاق فاختص علی ذلك او ذر ، اس کے تحت مرقات میں ہے، لیس ھذا اذنا فی الاختصاص بل تو بیخ ولوم علی الاستیذان فی قطع عضو بلا فائدہ ۔ درمختار میں ہے کہ اما اخصاء الادمی فحرام، اور اگر ضبط تولید اس طرح نہیں بلکہ صرف رحم کا منہ بند کر کے عارضی طور پر حمل روک دیا جائے یا کسی خاص تدبیر سے نطفہ کو قائم نہ ہونے دیا جاتا ہو تو ضرورۃ جائز ہے۔ صرف اولاد سے بچنے کے لئے ایسا کرنا ناشکری ہے اور بے کار بھی ہے کہ جو روح آنے والی ہے آ کر رہے گی، کما فی الحدیث ۔ ردالمحتار میں ہے کہ یجوز لھا سد فم رحمھا کما تفعله النساء ۔

اس قسم کی دعاؤں کا فروخت کرنا جائز ہے کیونکہ انکے لئے مصرف حلال موجود ہے اب جو مصرف حرام پر استعمال کرے خود وہ گناہ گار ہے، نیز ان دواؤں سے معصیت قائم نہیں جن سے خود معصیت قائم ہو انکی بیع ممنوع ہے، درمختار ہے، کہ یجوز بیع عصیر غیب ممن یعلم انه یتخذہ خمراً لان المعصية لاتقومه بعينه ، بحر میں ہے کہ و جاز

بیع العصیر من خمار لان المعصیۃ لاتقوم بعینۃ ۔ خلاصہ یہ کہ جس سے بلاواسطہ گناہ کیا جاتا ہو اسکی بیع حرام ہے جیسے شراب کی تجارت، اور جس سے بالواسطہ گناہ کیا جائے اسکی بیع جائز ہے جیسے شیرہ انگور کی بیع اگر چہ اس سے شراب بن سکتی ہے مگر اسکی تجارت حلال ہے اسی وجہ سے رنڈی کو کرایہ پر مکان دینا جائز ہے۔ احمد یار خان غفی عنہ

(فتاوی نعیمیہ ص35 مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ گجرات)

فتویٰ نمبر ۵

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زندگی کا بیمہ کرانا کیسا ہے؟ اس میں یہ ہوتا ہے کہ کچھ لوگ مل کر ایک انجمن قائم کرتے ہیں، ہر شخص اپنی حیثیت کے مطابق کچھ رقم جمع کراتا ہے اور یہ طے ہوتا ہے کہ اتنے زمانہ تک یہ رقم جمع کراتا رہے گا اور اس کے بعد انجمن سے اتنا پیسہ لگے گا، اب اگر ایک ہی قسط ادا کرنے کے بعد اس کی وفات ہو جائے تو بھی انجمن کو اتنی رقم ادا کرنا لازم ہے، جتنی طے ہو چکی تھی مثال کے طور پر اگر 10 ہزار طے ہوئی ایک مہینہ میں بیس روپے ادا کرنے کے حساب سے قسط مقرر ہوئی تو بیس روپے دینے کے بعد وفات ہو یا سو سال بند وفات ہو دس ہزار اس کو ملے گا، اس بیمہ کے بہت سے دوسرے فائدے بھی ہیں ایک یہ کہ رقم تھوڑی تھوڑی کر کے جمع کراؤ لیکن لو اکٹھی یکشت، دوسرے یہ کہ روپیہ محفوظ رہتا ہے اولاد کی طرف سے بے فکری رہتی ہے وغیرہ وغیرہ۔

ایسا بیمہ کرانا جائز ہے یا نہیں اگر جائز ہے تو یہ شرکت ہے یا امانت اور ایسا بیمہ اگر ناجائز ہے تو کیوں؟ (از اجمیر شریف)

الجواب:

اگر یہ بیمہ کمپنی خالص کفار (حربی) کی ہے اور یہ لوگ بعد بیمہ کے اس شخص کو حج یا دیگر احکام شرعہ کی ادائیگی سے روکتے نہیں، یا مسلمان کے نقصان کا قوی اندیشہ بھی نہیں تو ایسا بیمہ کرانا جائز ہے اور اس بیمہ کرانے والے کو جو فائدہ ہو وہ حلال ہے، یہ عقد یا تو ربا ہے یا عقد قمار، ربا اس لیے کہ جو رقم اس بیمہ کرانے والے سے کمپنی لیتی ہے وہ یا تو بطور قرض لیتی ہے یا

بطور بیع، اور دونوں صورتوں میں بیمہ کرانے والا رقم بھی واپس لیتا ہے اور منافع بھی حاصل کرتا ہے جیسا کہ سائل نے بیان کیا، لہٰذا یہ ربا ہوا، اور بصورت بیع تو اس لئے کہ یہ منافع خالی عن العوض ہے لہٰذا ربا ہے۔ بحر میں ہے کہ فضل مال بلا عوض فی معاوضة مال بمال، درمختار میں ہے کہ هو فضل خال عن العوض مشروط لاحدهما فی المعاوضة، اور ایک مقام پر ہے کہ فدخل ربو النسیة والبیوع فکلها من الربوٰ۔

قمار اس لئے ہے کہ قمار میں ایجاب مال علی شرط الغلبہ ہوتا ہے (قاموس) اسی میں ہے کہ اگر صاحب بیمہ کی زندگی دراز ہوئی تو کمپنی کا غلبہ ہوا کہ اس کو زیادہ رقم حاصل ہوئی، اگر صاحب بیمہ کی زندگی کم ہوئی تو اسکو نفع ملا کہ رقم کم دی اور لی زیادہ، تمامی عقود فاسدہ ہیں خواہ بیع بالشرط ہو یا ربو، یا قمار، ان کے ذریعہ اگر حربی کفار سے مسلمانوں کو نفع ہو تو جائز ہے لیکن اس کا عکس ناجائز یعنی کفار کو نفع ہو یہ ناجائز ہے۔ بحر میں ہے کہ، ای لا ربوا بینهما فی دار الحرب عندهما خلافا لابی یوسف وفی البنایة و کذا اذا باع خمراً او خنزیراً میتةً و قامرهم و اخذ المال کل ذلك یحل له اسی میں ہے کہ لایخفی انه انما اقتضیٰ حل مباشرة العقد اذا کان الزیادة ینا لها المسلم، درمختار میں ہے کہ ولا بین حربی و مسلم لان ماله ثمه مباح فیحل برضائه مطلقا بلا عذر، ردالمختار میں ہے کہ حتی لو باع هم درهما بدرهمین اوباعهم میتة بدراهم او اخذ مالا منهم بطریق القمار مااذا حصلت الزیادة للمسلم۔ اور شرعاً یہ عقد، عقد شرکت نہیں کہ شرکت میں مال شرکت معلوم و متعین ہونا چاہیے اور مال ادا غیر معلوم اور غیر متعین ہو، شرکت میں خبر نہیں ہوتی کہ نفع ہوگا کہ نقصان؟ اور نفع ہو تو کتنا ہوگا؟ اور نقصان کی صورت میں کتنا نقصان ہوگا؟ مگر اس مذکورہ بیمہ میں معاملہ برعکس ہے کہ جو رقم بیمہ والے کو ملے گی وہ معلوم ہے مگر جو رقم کمپنی کو ملے گی وہ مجہول ہے کہ وقت شرکت کسی کو خبر نہیں کہ اس شخص سے کتنا روپیہ وصول ہوگا، اگر موت جلد واقع ہوتی تو روپیہ کم وصول ہوا، بصورت دیگر زیادہ، اگر اس شخص نے بغرض شرکت بھی روپیہ دیا ہو تب بھی شرکت فاسدہ ہے کیونکہ مقرر کر دیا گیا ہے کہ اتنا روپیہ واپس لوں گا، شرکت فاسدہ قرض بن جاتی ہے، درمختار میں ہے کہ تفسیر

بـاشـراط دراهم مسماة من الربح لاحد هما لقطع الشركة ، اورردالمحتار میں ہے
کہ وذلك يقطعها فتخرج الى القرض او للبضاعة ، واللّٰہ اعلم احمد یار خان عفی عنہ
(فتاویٰ نعیمیہ ص 48 مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ گجرات پاکستان)

فتویٰ نمبر ۶

ردمولوی کفایت اللہ صاحب

بسم اللّٰه الرحمن الرحيم. نحمده ونصلي على رسوله الكريم

مدرسہ امینیہ دہلی کا فتویٰ جو مفتی کفایت اللہ کی تصحیح سے طرق ایصال ثواب، تیجہ، دسواں، بیسواں، چالیسواں، سہ ماہی اور برسی وغیرہ کے متعلق تحریر کیا گیا ہے بالکل غلط وباطل ہے۔

اس میں مفتی نے لکھا ہے کہ ان میں سے کوئی فعل بھی رسول اللہ ﷺ صحابہ کرام، تابعین، تبع تابعین اور آئمہ مجتہدین سے ثابت نہیں، اس سے مفتی کی کیا مراد ہے؟ آیا یہ کہ ان امور کی اصل ثابت نہیں یا ہیت کذائیہ ثابت نہیں، برتقدیر اول غلط ہے کیونکہ ان تمام امور کی اصل طاعات سے ایصال ثواب کرنا ہے جو بالیقین قولاً وفعلاً رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے اور عقائد اہل سنت میں سے ہے چنانچہ شرح عقائد میں ہے کہ وفي دعاء الاحياء الاموات اى صدقة الاحياء عنهم اى عن الاموات نفع لهم اى لاموات .

اور احادیث کثیرہ سے بھی ایصال ثواب کا ثبوت ہے اس کو یہ کہنا کہ یہ نہ رسول اللہ ﷺ سے ثابت، نہ صحابہ کرام سے، نہ تابعین سے نہ تبع تابعین سے اور نہ آئمہ مجتہدین سے، کذب محض اور افتراء خالص، اور بہتان ہے۔ دنیا میں ایسا مفتی بھی موجود ہے جسکو یہ خبر بھی نہیں کہ ایصال ثواب خود حضور علیہ السلام سے ثابت ہے اور حضور ﷺ کے اصحاب واتباع کا معمول ہے۔ یہ علم اور فتویٰ نویسی؟ اگر یہ مراد ہے کہ ھیات ثابت نہیں تو اس پر شرعی دلیل قائم کرنی ہوگی، کہ کسی چیز کی مشروعیت کے لئے اس کے جملہ خصوصیات وھیات کا اثبات بھی ضروری ہے۔ ایسا ہو تو قرآن کے اعراب، اس کے پارے بنانا، منزلیں اور رکوع مقرر کرنا، اور کتب احادیث جمع کرنا، اور ضبط احوال روات وغیرہ سب ہی بدعت ہوں گے، تدوین علوم دینیہ وتفاسیر قرآن وقیام مدارس اسلامیہ سب ممنوع ہو جائیں گے، کہ یہ امور مع اپنی خصوصیات

وھیات کے زمانہ اقدس میں ثابت نہیں، لہٰذا کسی شق پر بھی مفتی کا کلام صحیح نہیں۔

اس کے بعد مفتی نے لکھا ہے کہ جو چیز خود یا اپنی مثال اور نظیر کے ساتھ خیر القرون میں نہ پائے جائے، اس کو حکم شرعی سمجھا جائے تو وہ بدعت ہے قابل ترک ہے۔ اس کا مرتکب گناہ گار ہے۔ مفتی صاحب مثل ونظیر سے کیا مراد لیتے ہیں؟ یہ ہی کہ اس شئی کی ہو بہو نقل خیر القرون میں نہ ہو، تب تو انکی اپنی فتویٰ نویسی بھی بدعت ہے کیونکہ اس طرح فتویٰ دینا، اور اس پر مہریں لگانا خیر القرون میں کہاں تھا؟ اور اگر یہ خصوصیات وھیات ملحوظ نہیں تو ایصال ثواب بے شک پایا گیا، ہندوستان میں سبیل لگائی جاتی ہے، شربت پلایا جاتا ہے، زمانہ نبوی میں کنواں بنا کر ایصال ثواب کیا گیا، اس صورت میں امور مذکورہ کو بدعت قرار دینا جہل اور باطل ہے۔ پھر بدعت میں خیر القرون کی قید کس طرح صحیح ہو سکتی ہے؟ اور اگر اس کے معنی یہ ہیں کہ خیر القرون میں اگر کوئی امر حادث ہو خواہ کیسا ہی ہو بدعت نہیں ہو سکتا؟ تو کہیے کہ رفض وخروج میں سے کچھ بھی بدعت نہیں نہ ہی اھل رفض وخوارج اھل بدعت ہوں گے، کہ یہ چیزیں زمانہ تابعین میں پیدا ہو چکی تھیں۔ مفتی صاحب کا یہ فرمانا کہ اس کو حکم شریعت سمجھا جائے، اس سے ان کی مراد کیا ہے؟ آیا یہ کہ اسکو مباح سمجھا جائے؟ رخصت سمجھا جائے؟ جب بھی حکم شرعی کا صدق اس پر ہو گیا، یا یہ کہ اس کو ان خصوصیات وھیات کے ساتھ مطلوب ومامور سمجھا جائے؟ یہ معنی کبھی مفتی صاحب کے تصور میں بھی نہ آئے ہوں گے لفظ لکھتے ہیں اور معنی نہیں سمجھتے۔ اسکی تو مفتی صاحب کو تکلیف دیجیے کہ وہ حکم شرعی سمجھنے کا مقصد بیان کرے مگر اس کا یہ حکم اس کے سارے فتوے کو باطل کرتا ہے کیونکہ مفتی نے اس سے اوپر لکھا ہے کہ تمام رسومات لوگوں کے اختراعات ہیں تو جو چیز بقول مفتی رسوم میں داخل ہے وہ حکم شرعی تو نہ سمجھی گئی لہٰذا مفتی کے نزدیک بھی بدعت نہ ٹھہری اور مفتی کا اس شئی کو قابل ترک اور بدعت کہنا اور اس کے مرتکب کو گناہ گار بتانا غلط ہوا اور باطل ٹھہرا، اور ایسے باطل حکم کو جو کہ دل سے گھڑا ہے بصورت فتویٰ لکھ کر یہ ظاہر کرنا کہ یہ شرعی حکم ہے بذات خود بدعت سیئہ ہے۔ جس پر مفتی کی تعریف صادق آرہی ہے۔ آخر میں مفتی نے لکھا کہ یہ تمام رسوم بدعت ہیں ان کا ترک کرنا اور انکے ترک کرانے میں شامل مسلمان کی مدد کرنا ہر مسلمان پر لازم ہے۔ بحمدہ تعالیٰ خوب واضح ہو چکا کہ

امور مذکورہ ثابت الاصل ہیں ان کے بدعت ہونے کا حکم باطل ہے پھر ان کے ترک کرنے کرانے کی کوشش کرنا منع خیر ہے۔ مفتی نے آگے جو حدیثیں لکھی ہیں، من احدث ۔۔۔۔۔ الخ و کل بدعة ضلالة ۔۔۔۔۔۔ اور ومن رای منکم منکراً ۔۔۔۔۔ الخ ان کے معانی مفتی نے سمجھے یا نہ سمجھے مگر کانگرس کا اتباع اور اسکی ہر امر میں موافقت، اور اپنی زندگی کو کانگرسی طواغیت کے اشارہ ابرو پر نثار کر ڈالنا، وغیرہ جیسی تمام چیزیں مفتی صاحب کی نظر میں ان احادیث میں سے کسی حدیث کا مصداق نہیں بنتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ حق کہنے، حق بولنے اور حق ماننے کی توفیق عطا فرمائے۔ وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہٖ سیدنا محمد و اٰلہ واصحابہ اجمعین برحمة و ھو ارحم الراحمین ٥ احمد یار خان عفی عنہ

(فتاوی نعیمیہ ص 52 مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ گجرات)

فتوی نمبر ۷

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ

صحیح تاریخ ولادت باسعادت کیا ہے؟ آیا یکم ربیع الاول یا نو یا بارہ ربیع الاول؟ علامہ شبلی مرحوم نے بارہ ربیع الاول کا انکار کیا ہے مولانا محمد منظور نعمانی نے نو ربیع الاول کو ترجیح دی ہے۔ اس میں ترجیح کس تاریخ کو ہے اور کس تاریخ پر اتفاق ہے؟

الجواب:

تمام اہل سیر و تاریخ اس بات پر متفق ہیں کہ روز ولادت باسعادت دوشنبہ مبارکہ ہے (سوموار) ہاں اختلاف تین چیزوں میں ہے اولاً سال کون سا تھا؟ دوم مہینہ کون سا تھا؟ سوم یہ کہ تاریخ کون سی تھی؟ سال کے بارے میں اصح یہ ہے کہ وہ سال فیل تھا، ہلاکت اصحاب الفیل سے پچپن دن بعد ولادت مبارکہ ہوئی لہذا اپریل پانچ سو ستر 570 تھی۔ مہینہ کے بارے میں چند قول ہیں۔ محرم، ربیع الاول، ربیع الثانی صفر، رجب، رمضان، لیکن صحیح قول ربیع الاول ہے تاریخ کی بابت سات قول ہیں دو ربیع الاول، آٹھ، بارہ، سترہ، اٹھارہ، انیس، بائیس، ان اقوال میں سے صحیح تر اور معمول یہ قول بارہ ربیع الاول کا ہے لہذا قابل قبول و قابل عمل قول

یہ ہے کہ ولادت مبارکہ بارہ ربیع الاول دوشنبہ مطابق اپریل پانچ سو ستر 570 بوقت صبح کو ہوئی، اسی پر اہل عرب وعجم کا اتفاق ہے اور اہل تاریخ اسی کو اختیار کرتے ہیں، چنانچہ حرمین شریفین میں اسی تاریخ کو محفل میلاد شریف کا انعقاد ہوتا ہے، اسی تاریخ کو اہل مکہ مکرمہ مولد پاک جناب ﷺ کی زیارت سے مشرف ہوتے ہیں۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ اپنی کتاب مدارج النبوۃ میں فرماتے ہیں کہ، مشہور آں است کہ در ربیع الاول بود، ودر، دوازدھم ربیع الاول بود، بعضے گفتہ اند، کہ بدو شبے کہ گزشتہ بعض ہشت، شبے کہ گزشتہ، ونزد بعضے دہ آمدہ، وقول اول اشہر واکثر است، وعمل اہل مکہ بریں است، وزیارات کردن ایشاں، موضع ولادت دریں شب وخواندن مولود۔

مواہب اورزرقانی میں ہے کہ

فقيل ولد ليلتين خلتا منه وقيل لثمان خلت منه وقيل اثنا عشر من ربيع الاول، وعليه عمل اهل مكة قديماً و حديثاً، فى زيارتهم موضع ولده فى هذا الوقت اى ثانى عشر ربيع الاول، وقيل سبع عشرة، وقيل ثمان عشرة والمشهور انه ﷺ ولد فى يوم الاثنين ثانى عشر ربيع الاول و هو قول محمد بن اسحاق وغيره، وقال ابن كثير و هو المشهور عند الجمهور و بالغ ابن الجوزى و ابن الجزار فنقلا فيه الاجماع و هو الذى عليه العمل.

۔تاریخ ابن خلدون ص 7 ج سوم میں ہے کہ جمہور مورخین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ وہ حضرت عبداللہ ابن عبدالمطلب (رضی اللہ عنہ) کے انتقال کے چند ماہ بعد بارہویں ربیع الاول کو عام الفیل کے پہلے برس بچپن روز کے بعد حضور علیہ السلام پیدا ہوئے۔اس کے حاشیہ میں لکھا ہے کہ عام الفیل پانچ سو ستر 570 کے مطابق ہے۔

غرض یہ کہ قابل اعتماد اور مشہور ترین روایت یہ ہے کہ بارہ ربیع الاول دوشنبہ بوقت صبح صادق ولادت مبارکہ ہوئی، نو ربیع الاول کا تو کسی نے قول بھی نہ کیا، جیسا کہ اوپر درج شدہ روایات سے ثابت ہے لہٰذا مولوی منظور کا نو کو ترجیح دینا جہالت ہے کیونکہ جب قول ہی نہ ہو تو ترجیح کیسی؟

زیادہ تحقیق منظور ہو تو اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کے رسالہ مبارکہ نطق الہلال میں دیکھو، واللہ اعلم۔ احمد یار خان عفی عنہ (فتاویٰ نعیمیہ ص 59 مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ گجرات)

فتویٰ نمبر ۸

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مجھ کو 31 روپیہ حکومت سے پنشن ملتی ہے۔ اب میری خواہش یہ ہے کہ میں اپنی اس پنشن میں سے دس روپیہ حکومت کے ہاتھ فروخت کروں، اس کی قیمت کے ساتھ اپنے لڑکے کی شادی پر خرچ کروں، از روئے شرع جائز ہے یا ناجائز؟

الجواب:

پنشن گورنمنٹ کی طرف سے ایک انعام ہے جو کارگزاروں، ملازموں کو دیا جاتا ہے کل پنشن یا بعض کے بدلہ میں نقد روپیہ لینا حقیقت میں انعام کے عوض دوسرا انعام لینا ہے، گویا تبدیل الانعام بالانعام ہے، لہٰذا نہ بیع ہے نہ ہی رشوت، لہٰذا کوئی قباحت نہ ہوگی، کما فی العریة فانها مبادلة بهبته، یا زیادہ سے زیادہ ایک حق یعنی پنشن بعوض چھوڑنا ہے، اور حقوق نافع بعوض مال چھوڑنا جائز ہیں، للعرف بخلاف حقوق دافع ضرر کے، درمختار میں ہے کہ فیفتی بجواز النزول عن الوظائف بمال، شامی میں لکھا ہے کہ یجوز اخذ العوض علیے وجه الإسقاط للحق، اس میں یہ بھی ہے کہ هذا حق حیاه لمدفع الضرر و ذالك حق فیه عملة فلا جامع بینهما فافترقا، اور الاشباہ والنظائر میں ہے کہ قد تعارف الفقهاء بقاعدة النزول عن الوظائف بمال یعطی لصاحبها وتعارفوا ذلك فینبغی الجواز۔ بہر حال یہ عمل جائز ہے۔ واللہ اعلم۔ احمد یار خان عفی عنہ (فتاویٰ نعیمیہ ص [illegible] مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ گجرات پاکستان)

فتویٰ نمبر ۹

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ
جدید طریقہ فوٹو گرافی سے جاندار کی تصویر کھینچنا یا کھچوانا جائز ہے تو کھینچے اور

کھچوانے والے کا شرعی حکم کیا ہے؟ اور ضرورت شدیدہ میں جیسے پاسپورٹ وغیرہ بنوانے کے موقعہ پر فوٹو کھچوانا کیسا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب:

جاندار کی تصویر کھینچنا، یا کھچوانا مطلقاً ناجائز ہے، خواہ قلم سے کھینچی جائے یا فوٹو کی طرح بنائی جاتے، خواہ مٹی سے بناؤ یا لوہے سے بنائی جائے، مسلم اور بخاری شریف میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ان اصحاب ھذا الصور یعذبون یوما القیامة یقال لھم احیوا ما خلقتم، ایک اور روایت ہے کہ اشد الناس عذاباً یوم القیامة الذین یضاھؤن بخلق اللہ، ایک اور روایت بخاری ہے کہ من صور صورة عذب به، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ فان کنت لابد فاعلا فاصنع الشجر و مالا روح فیه، درمختار میں ہے کہ ھذا کله فی افشاء الصورة اما فعل التصویر فھو غیر جائز لانه ھاة بخلق اللہ۔

ان احادیث وعبارت فقیہہ سے معلوم ہوا کہ جاندار کی تصویر بنانا مطلقاً ناجائز ہے اور بنانے والا سخت گناہ گار ہے اور مستحق عذاب بھی، فوٹو کو آئینہ پر اس لئے قیاس کرنا دونوں میں صورت خود بخود چھپ جاتی ہیں فوٹو گرافر کا کوئی عمل نہیں ہوتا، غلطی ہے اس لئے کہ دونوں باتوں میں چند طرح فرق ہے اولاً تو یہ کہ آئینے میں صورت لینے سے وہ تصویر مقصود نہیں بلکہ نہیں بلکہ اپنے چہرے کے عیب ونقص یا خوبیاں معلوم کرنا ہے اور نقائص کو دور کرنا ہے لہٰذا اس کو تصویر سازی کہنا ہی بے جا ہے، بخلاف فوٹو کے کہ اس میں صورت ہی مقصود ہے۔

دوم یہ کہ آئینہ والی صورت کو بقاء نہیں، جہاں مقابل سے اسے ہٹایا تصویر غائب لیکن فوٹو والی صورت باقی ہے اور باقی رہنے والی صورت کشی حرام ہے۔

سوم یہ کہ اگر چہ فوٹو میں صورت خود بخود آ جاتی ہے لیکن اسکو باقی رکھنے کے لیے عمل کیا جاتا ہے مثلاً صاف کیا جاتا ہے یہ ہمارے فعل ہی تو ہیں۔

چہارم یہ کہ فوٹو یا تصویر کے حرام ہونے کی حکمت یہ ہے کہ مشرکین اس کی پرستش کرتے ہیں لہٰذا ان کا بنانا ہی شریعت نے منع کر دیا اور چونکہ غیر جاندار کی پرستش نہیں ہوتی لہٰذا

اس کی اجازت اپنے حال پر رہی پرستش میں فوٹو یا قلمی تصویر یکساں ہیں کہ دونوں کی پوجا ہوتی ہے بلکہ فی زمانہ تو مشرکین اکثر فوٹو کو ہی پوجتے ہیں مگر آئینہ کی صورت یا دھوپ اور چاندی والا سایہ نہیں پوجا جاتا لہٰذا فوٹو حرام کیونکہ حکمت ممانعت پائی گئی ہے۔ اور آئینہ میں صورت دیکھنا جائز بلکہ منصوص کہ اس میں حرمت کی علت مفقود ہے اسی وجہ سے پیپل کے درخت، سورج، یا چاند اور آگ کی تصویر بنانا جائز ہے حرام نہیں کیونکہ یہ چیزیں اگرچہ پوجی تو جاتی ہے مگر ان کی اپنی پوجا کی جاتی ہے نہ کہ ان کی تصویروں کی، اگر جاندار تصویر کا سر غائب کر دیا جائے تو اس تصویر کا رکھنا مضر نہیں اور اگر جاندار کے صرف جسم کی تصویر قلم سے بنائی جائے سر نہ بناؤ تو بھی جائز ہے، لیکن صرف سر اور چہرہ کی تصویر بناؤ باقی جسم کی نہ بناؤ تو منع ہے کیونکہ صرف سر، اور چہرہ کی پوجا کی جاتی ہے لیکن صرف جسم کی پوجا نہیں ہوتی، ردالمختار میں مقطوعۃ الراس کے تحت ہے کہ لانها لاتعبد بدون الراس عادةً، وقيد بالرأس لانه الا اعتبار بازالة الحاجبين او العينين لانه تعبد بدونهما، اسی جگہ یہ بھی ہے کہ فان قيل عبد الشمس والقمر والكواكب والشجرة الخضراء قلنا عبينه لاتمثاله .

پنجم یہ کہ حضور علیہ السلام کا آئینہ میں چہرہ مبارکہ کو ملاحظہ فرمانا نص سے ثابت ہے اور تصویر کی ممانعت بھی نص سے ثابت ہے کمافی الحدیث لہٰذا پانی اور آئینہ کی شکل کا جواز تو نص میں آ گیا فوٹو کے جواز کے لئے کون سی نص ہے؟ لہٰذا وہ تصویر کے حکم میں ہی رہے گا۔

تصویر کھینچنے والے کے احکام مذکورہ بالا احادیث سے معلوم ہو گئے کہ وہ بڑے مجرم ہیں ان کے لئے سخت عذاب ہے ان سے بروز قیامت کہا جائے گا کہ ان تصاویر میں جان ڈالو، یہ لوگ حرام کے مرتکب ہیں تاوقتیکہ تائب نہ ہوں، ان کو امام نہ بنایا جائے، نیز تصویر کھچوانا بھی اسی جرم میں داخل ہے لانه اعانة على المعصية ورضاء به، اور

ضرورت شرعیہ کے ہر موقع پر مستثنٰی موجود رہتے ہیں کیونکہ الضرورات تبيح المحظورات ...... واللہ اعلم

(یعنی ناگزیر ضرورت کے وقت تصویر کی رخصت ہے کیونکہ شرع میں تنگی نہیں) احمد یار خان عفی عنہ (فتاویٰ نعیمیہ ص 61 مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ گجرات)

نوٹ:

اس زمانے میں تصویر کے جائز اور ناجائز سمجھنے میں علماء کرام کی اپنی اپنی تحقیقات ہیں صحیح اور احوط یہ ہے کہ تصویر حرام ہے، اس مسئلہ کو اچھی طرح جاننے کے لئے درج ذیل کتب کا مطالعہ کریں۔

١. فتاویٰ رضویہ از اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ۔
٢. فتاویٰ نعیمیہ از حضرت مفتی اقتدار خان نعیمی علیہ الرحمۃ۔
٣. شرح مسلم شریف از حضرت مولانا غلام رسول سعیدی مدظلہ العالی۔
٤. اسوء التعزیر از حضرت مفتی محمد فیض احمد اویسی مدظلہ العالی۔
٥. تنقیدات علی مطبوعات از حضرت مفتی اقتدار خان نعیمی علیہ الرحمہ۔

فتویٰ نمبر ١٠

علمائے دین کی خدمت میں عرض ہے کہ ایک عیسائی نے 26 محرم تیرہ سو انسٹھ ہجری، بمطابق سولہ مارچ انیس سو چالیس 1940ء کے الفضل اخبار میں ایک مضمون دیا جس میں اس نے قرآن پاک سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ابن اللہ ہونا اور افضل الرسل ہونا ثابت کیا ہے اور دعویٰ کیا کہ ان دلائل کا کوئی عالم جواب نہیں دے سکتا۔ آپ مہربانی کرکے ان کے جوابات رقم فرمائیں۔

الجواب:

اشتہار مذکورہ فقیر کی نگاہ سے گزرا، اس میں محض دھوکہ بازی سے کام لیا گیا ہے اس کے دلائل تارِ عنکبوت سے بھی زیادہ کمزور ہیں۔ ملاحظہ ہوں۔

پہلی دلیل:

پادری عیسائی نے لکھا ہے کہ و مبشرا برسول یأتی من بعد اسمہ احمد، میں حضرت عیسیٰ فرماتے ہیں کہ میں ایک رسول کی خوش خبری دیتا ہوں جو میرے بعد آئے گا اس کا نام احمد ہوگا۔ غور طلب بات یہ ہے کہ اگر احمد رسول نے آکر دین مسیح کو جھٹلانا تھا اور اس کے

خلاف چلنا تھا تو کیا حضرت مسیح ایسے رسول کی آمد کو بشارت کہہ سکتے ہیں؟ نہیں کہہ سکتے تھے۔ لہٰذا اس آیت سے صاف معلوم ہوا کہ احمد رسول نے آکر مسیح کے لئے راستہ صاف کرنا تھا اور بتانا تھا کہ نجات مسیح کے ساتھ ہے۔

جواب:

پادری جی! اسلام نے دین مسیح کو کب جھٹلایا اور اسکی مخالفت کہاں کی؟ اگر اسلام کہتا کہ دین مسیحی جھوٹا تھا؟ یا حضرت مسیح علیہ السلام نبی نہیں تو جھٹلانا ثابت ہوتا اسلام نے دین مسیح تو کیا تمام آسمانی دینوں کی تصدیق کی اور ان کے لانے والے نبیوں کو برحق فرمایا۔ تمام آسمانی دینوں کی تصدیق کی اور انکے لانے والے نبیوں کو برحق فرمایا، ہاں ان تمام دینوں کی ایک ایک میعاد تھی، جس پر پہنچ کر وہ ختم ہو گئے، دین موسوی جس طرح حضرت مسیح علیہ السلام کی تشریف آوری سے ختم ہو گیا اسی طرح دین عیسوی اسلام کی آمد سے، تو کیا کہا جا سکتا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام نے دین موسوی و ابراہیمی کو جھٹلایا؟ قاعدہ ہے کہ جب بچہ سکول جاتا ہے تو چھوٹی کلاسوں اور مدرسوں میں تعلیم پاتا ہے، جس قدر اس کی علمی ترقی ہوتی جاتی ہے اسی قدر بڑی کلاسوں اور بڑے مدرسوں میں جاتا ہے بڑے استاد اور بڑے مدرس کے پاس پڑھتا ہے تو کیا بڑے مدرس چھوٹے مدرسین کو جھٹلاتے ہیں؟ نہیں نہیں بلکہ ان کے غیر مکمل کام کو مکمل کر دیتے ہیں، یہاں تک کہ لڑکا بی اے۔ ایم اے۔ بی ایس سی وغیرہ پاس کر کے راحت حاصل کر لیتا ہے، اسی طرح سمجھو کہ انبیاء کرام دنیا کو حسب ضرورت تعلیم دیتے رہے یہاں تک کہ دنیا کے آخری معلم کامل ﷺ ایک مکمل دین لیکر تشریف لائے اور مکمل سبق دنیا کو دے گئے ایسا مکمل کہ اب دنیا کو کسی اور استاد کی ضرورت نہ رہی، رب نے فرمایا، الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی۔ رہا یہ کہنا کہ حضرت مسیح علیہ السلام نے حضور علیہ السلام کی تشریف آوری کی خوش خبری کیوں دی؟ تو اسکی چند وجوہ ہیں، اول یہ کہ دنیا نے حضرت مسیح علیہ السلام کو جھٹلایا مگر تاجدار دنیا ﷺ نے انکی تصدیق فرمائی جس سے دنیا کے گوشہ گوشہ میں ان کی تصدیق ہو گئی دنیا نے ان کو اور ان کی کنواری، طیبہ، طاہرہ والدہ ماجدہ کو عیب لگایا مگر اس رحمت عالم ﷺ نے ان کے دامن عفت سے یہ دھبہ ایسا دور فرمایا کہ جو قرآن پڑھے ان کی

طہارت کے گیت گائے، جس درس توحید کو حضرت مسیح لائے تھے رحمت عالم ﷺ نے اس کو پایہ تکمیل تک پہنچایا، غرض یہ کہ حضور علیہ السلام کی بدولت انکی تصدیق، اور انکی والدہ ماجدہ کی پاکدامنی کی تائید ہوئی نیز انکی کتاب انجیل کی تصدیق ہوئی انکے کام کی تکمیل ہوئی تو پھر خوش ہو کر وہ کیوں نہ فرماتے کہ لوگو مبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد، اگر قرآن نے اس طرح انکا چرچا نہ کیا ہوتا تو آج دنیا ان کے نام تک سے ناآشنا ہوتی آج دنیا میں ان کتابوں اور نبیوں کا نام روشن ہے جن کو آفتاب رسالت ﷺ نے ظاہر فرمایا، جن کا ذکر اسلام نے نہ فرمایا ان کے تو نام تک بھولے بھلائے جاچکے ہیں۔

پاداری جی! مسیح کا نام اسلام سے زندہ ہے نہ کہ آپ سے، پادری جی آپ نے شاید سوتے میں کہہ دیا کہ احمد رسول نے آکر مسیح کے لئے راستہ صاف کرنا تھا، جناب! ہوش سنبھالو! بادشاہ کے آنے سے پہلے راستہ صاف ہوتا ہے یا گزر جانے کے بعد؟ بادشاہ کے آنے کی خبر تو اسکے ماتحت لوگ دیتے ہیں نہ کہ ماتحت کی خبر بادشاہ۔ اس سے یہ معلوم ہوا کہ حضرت مسیح علیہ السلام نے ایک بادشاہ کی آمد کی خبر دی اور ان کے آنے کا راستہ صاف کیا، تمام انبیاء نے ان بادشاہ کی تشریف آوری کی خبریں اپنی امت کو دیں اور ان کی آمد کی دعائیں مانگیں جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعا فرمائی ربنا وابعث فیھم رسولا منھم انہی مکہ والوں میں رسول مبعوث فرما انہی میں پیدا فرمانا۔

گن گائیں جن کے انبیاء مانگیں رسل جن کی دُعا
وہ دوجہاں کے مدعا صلی علے یہی تو ہیں

دوسری دلیل:

آپ فرماتے ہیں کہ کیف تھلك امة انا اولھا و عیسی بن مریم آخرھا (الحدیث) یعنی امت کے شروع میں میں ہوں اور آخر میں عیسی ابن مریم ہیں وہ تباہ نہیں ہوسکتی۔ دیکھیے کس صفائی سے فرمایا کہ اگرچہ امت کی نجات شروع میں تو مجھ سے وابستہ ہے مگر آخری زمانہ میں مسیح ابن مریم ہی نجات کا ذریعہ ہونگے۔

جواب:

پادری جی! یہ الٹی گنگا کس طرح بہہ رہی ہے؟ حضرت مسیح علیہ السلام تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے سینکڑوں برس پہلے گزر چکے ہیں پھر وہ حضور علیہ السلام سے بعد میں کیوں کر ہو گئے؟ افسوس! تم نے آنکھ پر پٹی باندھ کر حدیث لکھی، سنیئے پہلے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نبی کی حیثیت سے دنیا میں تشریف لائے تھے اب دوبارہ امتیِ نبیِ آخر الزمان کی حیثیت سے آئیں گے، جیسے ایک جج کسی بڑے جج کی کچہری میں کسی مقدمہ کی گواہی دینے جائے تو اگرچہ وہ اپنی کچہری میں تو جج ہے مگر یہاں اس بڑے جج کا گواہ اور ماتحت ہے سبحان اللہ اس امت مرحومہ کا کیا مرتبہ ہے؟ کہ ایک نبی معظم اس امت کا فرد ہے۔ اس حدیث میں یہی ہے۔

تیسری دلیل:

چنانچہ آپ دیکھتے ہیں کہ مسلمان گوناگوں مصائب میں گرفتار ہیں اور دنیا میں ہر لحاظ سے گر رہے ہیں اس کا سبب یہی ہے کہ جناب مسیح کو قبول کر کے دین مسیحی میں داخل نہیں ہوتے۔

جواب:

مسلمانوں کی پستی اور کمزوری صرف اس لئے ہے کہ وہ اسلام پر پوری طرح قائم نہ رہے ورنہ جب تک وہ پختہ مسلمان تھے، تب تک انھوں نے یہودی، عیسائی، مشرکین وغیرہ کو اپنا غلام بنائے رکھا، پادری صاحب پچھلی لڑائیاں بھول گئے، کیا قادسیہ اور یرموک کے میدان آپ کو یاد نہیں رہے کہ جہاں عیسائی سات لاکھ اور مسلمان صرف چالیس ہزار تھے مگر عیسائیوں کو وہ مار پڑی کہ تمہیں بھی پتہ ہے۔ تمہارا اسراب تک درد کرتا ہوگا، مسلمانوں نے روم اور ایران بلکہ تمام دنیا پر صدہا برس تک نہایت شان و شوکت سے حکومت کی، اب ذرا سو رہے ہیں، مگر سمجھ لو کہ یہ سوئے ہوئے شیر ہیں (کسی وقت بھی جاگ سکتے ہیں) اچھا اگر ہم مان لیں کہ عیسائیت سے عزت ملتی ہے تو کیا وجہ ہے کہ اینگلو انڈین کی انگریز کے سامنے موچی جتنی عزت بھی نہیں، امریکہ والے اپنی تنخواہ سے ان کو پندرہ بیس روپے ماہانہ تنخواہ دیتے ہیں، جس سے ان کی بمشکل گزران ہوتی ہے۔ کہ نہ پاؤں میں جوتا ہے سر پر ٹوپی نہ بدن پر عمدہ کپڑے، ان کا

گرجا بھی علیحدہ ان کا قبرستان بھی علیحدہ، کیوں صاحب؟ یہ بھی تو مسیحی ہیں ان کی عزت کیوں نہیں ملی؟ آؤ اسلام کی آغوش میں، تو عزت بھی پاؤ گے اور ہدایت بھی۔

چوتھی دلیل:

جب کوئی نبی زندہ، آسمان پر نہ گیا، اور خدا نے اس قابل نہ سمجھا کہ دوبارہ امت محمدیہ کی اصلاح کرے، اس عظیم الشان کام کو کرنے کے لئے صرف مسیح کو ہی منتخب فرمایا گیا، بتایئے مسیح کی فضیلت میں کیا کمی رہ گئی؟

جواب:

میں ایک مثال بیان کرتا ہوں،

بادشاہ نے دشمن کے مقابلہ میں ایک سپہ سالار کمانڈر کو سردار بنا کر بھیجا مگر دشمن اس سے نہ دبا، بلکہ اس کے قتل کی تیاری کی گئی، لہذا بادشاہ نے اسے واپس بلالیا، دوسرا سپہ سالار بھیجا، جس نے تمام دشمنوں کو مغلوب کرلیا بادشاہ نے خوش ہو کر حکم دیا کہ چونکہ تم دشمن پر غالب آگئے خوب حکمرانی کرو پہلے کو دوسرے کا ماتحت بنا کر بھیجا بتاؤ ان دونوں میں سے کون بڑے رتبے والا ہے؟ ہر عقل مند کہے گا کہ دوسرا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے یہودی اس طرح دشمن ہوئے کہ انھوں نے آپ کو قتل کرنے کے ارادہ سے قید کردیا، اس وقت مدد الٰہی نے ان کی دستگیری کی، اور آسمان پر بلالیا، برخلاف اس کے کہ حضور علیہ السلام کو ساری دنیا کی ہدایت کے لئے بھیجا، انھوں نے بغیر دنیاوی سامان اور شان وشوکت کے ساری دنیا کا مقابلہ کیا، صرف تیئس (۲۳) سال کی قلیل مدت میں دنیا کی حالت بدل دی، پیغام الٰہی پہنچتا رہا کہ یاایھا النبی جاھد الکفار والمنافقین واغلظ علیھم کہ کافروں اور منافقوں پر جہاد کرو اور خوب سختی فرمانا، بولو! جو کفار سے تنگ آکر تارک الدنیا ہو جائے، اور جو دنیا میں رہ کر دنیا والوں کی اصلاح کرتا رہے، دونوں میں کون بڑے رتبہ والا ہے؟ باقی رہا آسمان پر جانا اس میں تو کوئی ایسی خاص فضیلت نہیں کہ تم صرف اس وجہ سے حضرت مسیح کو افضل الرسل مان لو، حضرت ادریس علیہ السلام تو حضرت مسیح علیہ السلام سے بھی اوپر ہیں وہ ساتویں آسمان بلکہ اس سے اوپر

یعنی جنت میں ہیں، اور چاند، تارے، ملائکہ، اور سورج بھی تو آسمان پر ہیں کیا تم انکو بھی حضرت مسیح علیہ السلام سے افضل مانو گے؟ ہاں آسمان پر بلایا جانا، وہاں کی سیر کرنا کہ خداوند قدوس کی میزبانی ہو جانے والی کی مہمانی ہو، ملائکہ لینے آئیں، جنت دوزخ، عرش، کرسی وغیرہ کی سیر ونظارہ کرایا جائے، راز و نیاز کی باتیں ہوں، اس جانے میں اور اس جانے میں بڑا فرق ہے۔ ہمارے حضور علیہ السلام "اس" طرح گئے اور آپ کے مسیح علیہ السلام "اُس" طرح گئے۔

پانچویں دلیل:

ہم مسیح علیہ السلام کو خدا کا بیٹا کیوں نہ مانیں جب قرآن کہتا ہے کہ خدا ہی حیی وقیوم ہے، یعنی زندہ اور غیر متغیر ہے، مگر مسیح دو ہزار سال سے زندہ اور غیر متغیر آسمان پر بیٹھا ہے، لہذا وہ بھی خدا یا خدا کا بیٹا ہے۔

جواب:

پادری جی! یہ تو خوب کہا، کہ جس کی عمر بڑی ہو، اور جو آسمان پر بیٹھا ہو تو وہ خدا یا خدا کا بیٹا ہے، پھر تو سارے فرشتے خدا کے بیٹے ہوئے، چاند، سورج، اور ادریس علیہ السلام بھی خدا کے بیٹے ہونے چاہیں، بتاؤ خدا کے کتنے بیٹے ہیں؟ اور کس کس بیوی سے پیدا ہیں؟ تمہارے خدا کا کتنی جگہ نکاح ہوا؟ وما قدروا الله حق قدره (القرآن) اگر اوپر رہنے میں فضیلت ہوا کرے تو دریا میں حباب (بلبلے) اوپر ہیں اور موتی نیچے، تو کیا بلبلہ (حباب) موتی سے افضل ہوتا ہے؟

حباب بر سر آب و گہر تہ دریا است

حضرت مسیح علیہ السلام صرف ڈیڑھ دن آسمان پر قیام فرمائیں گے جو اس دنیا کے اعتبار سے صدھا سال ہیں، اور جس زمانہ میں وہ دنیا میں قیام فرما ہوئے وہ زمانہ ان کی عمر میں شمار نہ ہوا، اگر چلو مان بھی لو، تو کیا بڑی عمر والا ہر چھوٹی عمر والے سے ہر طرح افضل ہوگا؟ اگر باپ کی عمر پچاس سال اور بیٹے کی عمر سو سال ہو تو کیا بیٹا باپ سے افضل ہے؟ حضرت مسیح علیہ السلام نے تینتیس 33 سال دنیا میں قیام فرمایا، لیکن حضرت نوح علیہ السلام نے ساڑھے

پندرہ سو سال تو کیا تم حضرت نوح علیہ السلام کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے مطلقاً افضل مانو گے؟ سانپ، گدھ، اور بعض درختوں کی عمریں انسان سے بہت لمبی ہوتی ہیں لیکن یہ چیزیں انسان سے افضل ہرگز نہیں۔

چھٹی دلیل:

خدا کے سوا کسی انسان کی کیا مجال ہے کہ وہ مردے زندہ کرے، آدم سے لیکر اب تک کسی نے ایسا نہ کیا، لیکن ایک ہستی ایسی پائی جاتی ہے، جس نے مردے زندہ کیے، وہ ہمارے منجی (نجات دینے والے) خدا جناب حضرت مسیح ہیں اب آپ کے لئے دو ہی راستے ہیں یا تو یہ تسلیم کریں کہ قرآن کی یہ آیت درست نہیں کہ خدا ہی مردے زندہ کرتا ہے، یا پھر یہ مانیں کہ مسیح خدا کا بیٹا ہے کیونکہ بیٹا باپ سے جدا نہیں۔

جواب:

پادری جی! معجزوں کا منکر کون ہوسکتا ہے، بے شک حضرت مسیح علیہ السلام نے مردے زندہ کیے لیکن معجزے کی حقیقت یہ ہے کہ وہ کام خدا کی طرف سے نبی کے ہاتھ پر ظاہر ہوتا ہے قرآن میں ہے کہ انھوں نے فرمایا تھا واحی الموتی باذن اللہ ، کہ میں تو اللہ کے اذن سے مردے زندہ کرتا ہو،، ان معجزات کی وجہ سے اور تو کوئی خدا کو بیٹا نہ بنا (آپ کے مسیح علیہ السلام بن گئے) نیز آپ کا یہ دعویٰ بھی غلط ہے کہ آدم علیہ السلام سے لیکر اب تک کسی نبی ولی نے مردے زندہ نہ کیے، دیکھو، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کے ایک مردہ شخص کو گائے کے گوشت کا کچھ حصہ مار کر زندہ کیا ان کا یہ معجزہ بھی مشہور ہے کہ اپنی لاٹھی کو زندہ سانپ بنا دیتے تے، (القرآن) حضرت ابراہیم علیہ السلام نے چار پرندوں کو ذبح فرمایا جس کو قرآن مجید نے ذکر فرمایا کہ ثم ادعھن یاتینک سعیاً، خود ہمارے حضور علیہ السلام نے حجۃ الوداع کے موقع پر اپنے والدین ماجدین کو زندہ فرما کر اسلام و صحابیت بخشی (پہلے وہ دین ابراہیمی پر تھے اب دونوں نعمتیں حاصل ہیں) حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے بچوں کو زندہ فرمایا، ایک دوسرے کے ہاتھوں ذبح ہوا تھا دوسرا چھت سے گر کر فوت ہوا تھا ہمارے نبی کے صحابہ

نے ان کے نام برکت سے مردے زندہ کیے ایک نابینا انصاری بوڑھی عورت نے حضور علیہ السلام کا نام شریف لیکر اپنے بیٹے کو زندہ کیا۔

دیکھو شرح قصیدہ بردہ شریف از خرپوتی علیہ الرحمۃ، اس شعر کے تحت

ناسبت قدرة ایاة عظما

احی اسمه حین یدعی دارس الرمم

امام ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ:

وسالت ربك فی ابن جابر بعد ما

ان مات احیاه قدار ضاك

انکی امت کے اولیا نے بھی مردے زندہ کیے مثلاً حضرت غوث پاک قدس سرہ نے کیے۔

پادری صاحب!

اگرچہ تم ان باتوں کو نہ مانو مگر چونکہ تم نے ہم کو ہمارے مذہب سے الزام دیا اس لیے (بقاعدہ فن مناظرہ) یہ جواب دیا گیا۔ اور سنیئے۔

حضرت اسرافیل علیہ السلام صور پھونک کر تمام مردوں کو زندہ کریں گے

حضرت عزیر علیہ السلام نے سو سال بعد ایک مردہ گدھا زندہ فرمایا

تو کیا آپ ان کو خدا کا بیٹا مانیں گے؟ العیاذ باللہ

پادری جی یہ بھی خوب کہہ گئے کہ باپ سے بیٹا جدا نہیں۔

تو جو حال بیٹے کا ہو وہ خدا کا اور جو خدا کا وہ بیٹے کا کیوں کہ جدائی جو نہیں مانتے ہو، تمہارے مذہب کے تحت تو لازم آتا ہے کہ خدا کو بھی یہودیوں نے سولی دے دی ہو، اگر کہو ہاں ایسا ہے تو تمہارے ایسے خدا کو جو مجبور اور مظلوم و کمزور ہو ہمارا دور سے ہی سلام ہے کہ جو یہودیوں سے بھی کمزور ہے۔

ساتویں دلیل:

آدم سے لیکر رسول عربی تک کسی نے کچھ بھی نہ پیدا کیا، لیکن مسیح کی امتیازی شان یہاں بھی موجود ہے سورۃ آل عمران میں ہے کہ انی اخلق لکم من الطین کھیئۃ الطیر

فانفخ فیہ فیکون طیراً ٥ اب یا تو یہ کہو کہ قرآن کی یہ آیت صحیح نہیں یا تسلیم کرو مسیح خدا کا بیٹا ہے اور باقی نبیوں سے افضل بھی۔

جواب:

پادری جی تم نے دھوکہ دینے کی خاطر مکمل آیت نہ لکھی اور ترجمہ بھی غلط کیا، پوری آیت اس طرح ہے۔

انی قد جئتکم بایۃ من ربکم انی اخلق لکم من الطین کھیئۃ الطیر فانفخ فیہ فیکون طیراً باذن اللہ، وابری الاکمہ والا برص واحی الموتیٰ باذن اللہ

یعنی میں تمہارے رب کی طرف سے ایک نشانی لایا ہوں کہ میں تمہارے لئے پرندے کی شکل مٹی سے بناتا ہوں، اور اس میں پھونک مارتا ہوں تو وہ خدا کے حکم سے فوراً پرندہ ہو کر زندہ ہو جاتا ہے اور میں مادرزاد اندھے کو شفاء دیتا ہوں، اور کوڑھ والے کو بھی، اور میں خدا کے حکم سے مردے زندہ کرتا ہوں۔ (القرآن سورہ آل عمران)

اس آیت سے معلوم ہوا کہ مردے زندہ کرنا، بیماروں کو شفاء دینا، وغیرہ خدا کے حکم سے تھا، اخلق کے اس جگہ معنی بنانے کے ہیں نہ کہ پیدا کرنے کے، ورنہ **کھیئۃ الطیر** کا لفظ بے کار ہوگا (وھو محال) قرآن نے لفظ خلق کو بنانے کے لئے بھی استعمال کیا ہے جیسے **وتخلقون افکا** (عنکبوت) (سنو پادری جی)

حضرت ابراہیم نے بھی پکارا اور پرندے زندہ ہوئے۔

ماں کے پیٹ میں فرشتہ بھی پھونک مارتا ہے جب روح پھونکتا ہے۔

حضرت جبریل علیہ السلام نے حضرت مریم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بطن مبارک میں پھونک دی تھی اور درجہ مسیحیت ظاہر کیا۔

حضرت آدم علیہ السلام کے جسم مبارک کو فرشتوں نے بنایا تھا۔ تو کیا!

آپ ان سب کو خدا کا بیٹا تسلیم کریں گے؟ سبحان اللہ اتنی سی قابلیت اور علم میں الجھ بیٹھے مسلمانوں سے۔

آٹھویں دلیل:

قرآن مسیح کو روح اللہ اور کلمۃ اللہ کہتا ہے، زمین پر ان کا کوئی باپ نہ تھا نہ ہی وہ انسانی نطفہ سے پیدا ہوئے، یہی وجہ ہے کہ موت بھی ان پر قبضہ نہ کر سکی۔

جواب:

پادری جی!

اور بھی تعجب کی بات سنو،

آپ خود بھی روح اللہ ہیں بمعنی خدا کی پیدا کی ہوئی روح کیونکہ ہر چیز خدا نے بنائی ہے، حضرت عیسیٰ علیہ السلام چونکہ خلاف عادت اور بغیر والد کے پیدا ہوئے اس وجہ سے ان کو روح اللہ کہا گیا اور کلمۃ اللہ فرمایا گیا، یعنی بغیر باپ کے واسطہ کے، صرف اللہ کی قدرت سے پیدا شدہ روح، جیسے تم لوگ گرجے کو بیت اللہ کہتے ہو تو کیا خدا اس میں رہتا ہے؟ نہیں بلکہ یہ ہی معنی ہے کہ انسانی ملکیت سے وہ خارج ہے، اگر باپ کے بغیر پیدا ہونا خدا کا بیٹا ہونے کی دلیل ہو تو حضرت آدم علیہ السلام بھی اللہ کے بیٹے ہوں گے اور حضرت حوا علیہا السلام بیٹی ہوں گی، اور تمام فرشتے بھی خدا کی اولاد ہونے چاہئیں کیونکہ یہ سب والدین کے بغیر پیدا ہوئے ہیں غرض یہ کہ تمہاری تمام باتیں لغو اور بے بنیاد ہیں۔ واللہ اعلم الصواب

(احمد یار خان غفی عنہ، فتاویٰ نعیمیہ ص 105 مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ گجرات)

فتویٰ نمبر ۱۱

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ

۱. عشرہ محرم میں تعزیہ داری جو کہ ہندوستان میں رائج ہے جس میں، علم و ماتم اور نوحہ وغیرہ ہوتا ہے اہل سنت کے نزدیک جائز ہے یا ناجائز؟
۲. شریعت مطہرہ نے عشرۂ محرم کس طرح گزارنے کا حکم دیا ہے؟
۳. کیا اسلام کی شان و شوکت کے لئے تعزیہ داری جائز ہے؟
۴. اسکی اصلیت کیا ہے اور اس ملک میں ابتداء کیونکر ہوئی؟

الجواب:

فی زمانہ مروجہ تعزیہ داری بہت سے محرمات ومخرفات پر مشتمل ہے اس لئے یہ مروجہ تعزیہ داری ناجائز ہے۔

1. اکثر تعزیوں میں جاندار براق اور پری غیرہ کی تصاویر ہوتی ہیں۔ تصویر بنانا بنوانا اور اسکو عزت واحترام سے رکھنا دونوں ناجائز ہیں بخاری ومسلم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی کہ۔

سمعت النبی ﷺ یقول کل مصور فی النار یجعل له بکل صورة صورها نفساً فیعذبه فی جهنم ٥ انہی بخاری ومسلم نے حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ **فان کنت لابد فاعلاً فاصنع الشجر ومالا روح فیه** اور حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ **اشد الناس عذاباً عندالله المصورون** ٥ ان احادیث سے معلوم ہوا کہ جاندار کی تصویر سازی سخت حرام اور باعث عذاب الٰہی ہے۔ بخاری اور مسلم میں بروایت سیدنا ابوطلحہ رضی اللہ عنہ موجود ہے کہ **قال النبی ﷺ لاتدخل الملائكة بیتاً فیه کلب و لاتصاویر** ، اور بروایت سیدتنا عائشہ رضی اللہ عنہا موجود ہے کہ **ان النبی ﷺ لم یکن یترك فی بیته شیاً فیه تصاویر الانقضه** ، ان حدیثوں سے معلوم ہوا کہ بعزت (شوقیہ طور پر یا احترام کے طور پر) گھر میں تصاویر رکھنا منع ہے۔

2. تعزیہ کافی رقم خرچ کر کے بنایا جاتا ہے پھر توڑ پھوڑ کر دفن کر دیا جاتا ہے یہ اسراف ہے مال کا ضائع کرنا ہے یہ تو حرام ہے قرآن مجید میں ہے کہ **ان الله لایحب المسرفین** ٥ اور یہ ہے کہ **ان المبذرین کانوا اخوان الشیطان وکان الشیاطین لربه کفورا** ٥ اور حدیث میں ہے کہ **وقال نهی النبی ﷺ عن قیل وقال ، و کثرة السوال و اضاعة المال** ٥

3. بہت جگہ تعزیہ کے ساتھ نوحہ اور سینہ کوبی کی جاتی ہے۔ جو غضب الٰہی کا باعث اور سخت جرم ہے حضرت ابوسعیدی خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کہ **لعن رسول الله ﷺ النائحة و المستمعة** یعنی نوحہ کرنے اور خوشی سے سننے والے پر

حضور علیہ السلام نے لعنت کی ہے ایک اور روایت ہے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ لیس منا من ضرب الخدود وشق الجیوب و دعا بدعوی الجاھلیۃ، ایک اور روایت جو ابن ماجہ نے کی اس میں ہے کہ نھی رسول اللہ ﷺ ان تبیع جنازۃ معھارانۃ، نیز نوحہ اور دیگر طریقوں سے اظہار بے صبری کرنا کیسے صحیح ہو قرآن میں ہے کہ یایھا الذین آمنوا استعینوا بالصبر والصلوۃ ان اللہ مع الصابرین ۝ نیز یہ بھی ہے کہ بشر الصابرین الذین اذا اصابتھم مصیبۃ قالوا انا للہ وانا الیہ راجعون ۝ قرآن مصیبت کے وقت صبر کا حکم فرمائے صلوۃ کا امر کرے اور ہم بے صبری کا اظہار کریں؟

۴ تعزیہ کے ساتھ گانے باجے ہوتے ہیں اور باجہ بجانا سوائے چند موقعوں کے ہر جگہ حرام ہے حدیث شریف میں ہے کہ مع کل مزمار شیطان، درمختار میں ہے کہ استماع صوت الملاھی کضرب القصب ونحوہ حرام لقولہ علیہ السلام استماع الملاھی معصیۃ والجلوس علیھا فسق وتلذذ و بھا کفر ای کفر النعمۃ اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ صوت اللھو والغناء ینبت النفاق فی القلب کما ینبت الماء النبات، یعنی گانے باجے کی آواز دل میں نفاق پیدا کرتی ہے۔

نوٹ:

اگر غور کیا جائے تو مروجہ تعزیہ یزیدیوں کے فعل کی نقل ہے اور ایک طرح بے اظہار خوشی ہے وہ اس طرح کہ یزیدیوں نے شہداء کربلا کے مبارک سروں کو نیزوں پر چڑھا کر شہر بہ شہر پھرایا تھا اب اس کی نقل یہ ہوئی کہ علم بنا کر اس کی گشت قریہ بہ قریہ کی جائے جو کی جاتی ہے، یزیدیوں نے اس ظاہری فتح کی خوشی میں کھیل کود اور دیگر خرافات کیے، ان جہلاء نے، ان بے دینوں نے ماتم کے نام سے اچھل کود کر انکی نقل اتاری، غرض یہ کہ یہ طریقہ اظہار غم عقلاً ونقلاً کسی طرح درست نہیں، حقیقت میں اگر یہ واقعی طریقہ اظہار غم ہوتا تو حضرت زین العابدین رضی اللہ عنہ سے یہ طریقہ ضرور منقول ہوتا کیونکہ ان

کو ہم سے کہیں زیادہ صدمہ ہوا تھا، حالانکہ کہیں بھی ثابت نہیں ہے کہ انھوں نے کبھی اس طرح کے کھیل کو دیکھے ہوں، یا باجے بجا کر شہروں میں گشت کیا ہو، تو یہ فعل یزید کی نقل ہے کہ کہ سنت حسین رضی اللہ عنہ ہے، روافض جو کہ قاتلین حسین ہیں رضی اللہ عنہ، اگرچہ وہ تقیہ کر کے اپنے آپ کو محب اہل بیت کہتے ہوں، وہ یزید کی فتح کی خوشی میں ان افعال کا مرتکب ہوں تو ہوں ایک سنی غلام اہل بیت وغلام صحابہ کس طرح ان افعال کا مرتکب ہو کر یزیدیوں میں شامل ہو سکتا ہے؟

عشرہ میں محرم میں عبادات کی کثرت کریں، خدا توفیق دے تو پورے دس دن نہیں تو کم از کم نویں اور دسویں کو روزہ رکھیں، اس زمانہ میں ذکر شہادت سید الشہداء کی مجالس منعقد کریں، صحیح روایات کی روشنی میں واقعہ کربلا پڑھیں کیونکہ صالحین کے ذکر سے رحمت نازل ہوتی ہے، بکثرت سبیلیں لگائیں، کھچڑا وغیرہ بنا کر ان کو ایصال ثواب کریں، کثرت سے صدقہ وخیرات کریں تا کہ ان کی روح پر فتوح خوش ہو۔

دور حاضر میں مصلحت یہ ہے کہ تعزیہ داری سے مذکورہ بالا محرمات وافعال شنیعہ کو نکال دیا جائے، اصل جلوس باقی رکھا جائے، کیونکہ اجتماع سے خصوصاً نبوٹ (گدکا) وغیرہ جیسے ہنر سے کفار کے دل پر ہیبت مسلم چھا جاتی ہے اسلام کی شوکت ظاہر ہوتی ہے، تعزیہ داری میں موجود اوپر مذکورہ امور نکال دیے جائیں صرف روضہ پاک کا نقشہ بنایا جائے تو کسی قسم کی کوئی قباحت نہیں، جیسا کہ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے فرمان سے ثابت ہے۔ بلکہ اس نقشہ پاک کا رکھنا باعث برکت ہے۔

یہ ایک تاریخی سوال ہے جس کا تعلق فتویٰ سے نہیں ہے مشہور یہ ہے کہ تیمور لنگ کے زمانے سے اس کی ابتداء ہوئی۔ (فتاویٰ نعیمیہ ص 73 مطبوعہ مطبوعہ اسلامیہ)

فتویٰ نمبر ۱۲

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

زید کہتا ہے کہ خدا فرما چکا قرآن کے اندر، میرے محتاج ہیں پیر و پیغمبر، بکر نے اس کو روک دیا کہ یہ تو کفریہ کلمہ ہے عام مجلس میں سنانا گمراہ بنانا ہے۔ قرآن پاک میں محتاج کا لفظ پیر

اور پیغمبر کے واسطے خصوصاً نہیں آیا، ان کو خطاب کے ساتھ یاد فرمایا گیا ہے محتاج کا لفظ انکے حق میں گستاخانہ ہے، ہر مخلوق خدائی حاجت مند ہے۔ (از ردلی شریف ضلع بارہ بنکی)

1. کیا زید اپنے عقیدہ وقول مذکور میں سچا ہے؟ قرآن کی کوئی آیت ہے جس کا واقعی یہ معنی ہو کہ میرے محتاج ہیں پیرو، پیغمبر۔
2. کیا بکر اپنے قول وعقیدہ میں سچا ہے اور محتاج کا لفظ واقعی انکے حق میں گستاخی ہے اور قرآن کے اندر کس آیت میں محتاج کا لفظ ہے مدلل جواب عطا فرمائیں، اللہ اجر عظیم عطا فرمائے۔

الجواب:

زید بے قید اپنے قول میں کاذب محض ہے قرآن کریم میں بہتان باندھا ہے۔ حدیث پاک میں ہے کہ من کذب علی متعمدا فلیتبوا مقعده من النار o جو کوئی کسی ایسی بات کو حضور علیہ السلام کی طرف منسوب کرے جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نہ فرمائی ہو وہ جہنمی ہے۔ معلوم ہوا حدیث گھڑنا گناہ ہے، زید ایک غلط بات گھڑ کر خدا کی طرف منسوب کرتا ہے اور اس پر بہتان باندھتا ہے نہ تو قرآن کریم کے یہ الفاظ ہیں جو زید نے کہے کیونکہ خاص پیر و پیغمبرؐ کے حق میں ان کے ذکر کے ساتھ یہ الفاظ مذکور نہیں اور نہ وہ مقصد قرآن سے حاصل ہے جس کے لیے زید یہ لفظ کہتا ہے اس لئے کہ یہ تو ہر مسلمان جانتا ہے کہ تمام مخلوق خدا کی نیاز مند ہے کیونکہ اس کی ملکیت ومخلوق جو ہے، کوئی اس سے بے نیاز نہیں ہے، اس مقصد کا ثبوت آیت انتم فقرآء الی اللّٰہ واللّٰہ هو الغنی الحمید میں بیان کیا گیا ہے کہ تم شان بندگی میں خدا کے نیاز مند ہو، مگر زید اس مقصد سے نہیں کہتا، اس کا مقصد تو یہ ہے کہ انبیاء اور اولیاء کرام کی خداداد قدرت، ملکیت، اور حاجت رُوائی مخلوق وغیرہ جیسی صفات کی نفی کرے، ان کو اپنی طرح کا محتاج اور مجبور محض بندہ ہونا بتائے، اور ان سے مرادیں مانگنے کو رد کرے جیسے اگلے شعر میں اس طرح کہا ہے۔

وہ کیا شئی ہے نہیں ملتی خدا سے
جسے تم مانگتے ہو ولیاء سے

اور جسے اس کے پیشوا اسماعیل نے تقویۃ الایمان میں کہا، کہ جس کا نام محمد یا علی ہے وہ ایک چیز کا بھی مالک و مختار نہیں، اس کا مقصد تو یہ ہے کہ انبیاء کی اپنے بھائی کی سی عزت کرے یہ مضمون نہ قرآن میں ہے نہ ہو سکتا ہے۔ کیونکہ قرآن مجید تو انبیاء کرام کی عظمت کے خطبے فرما رہا ہے، اور ہم کو بتا رہا ہے کہ تم سب انبیاء کے محتاج ہو، قرآن ان کی عظمت اور ان کو (اپنا بھائی) یا اپنا ہم مثل نہ سمجھنے کو داخل فی الدین قرار دے رہا ہے، اگر وہ ہماری طرح محتاج ہیں تو آیات قرآنیہ میں تعارض لازم آئے گا، کہ ہم اور وہ انبیاء مرتبہ کے اعتبار سے برابر ہو جائیں گے، (وھو محال) قرآن مجید موسیٰ علیہ السلام کے لئے ارشاد فرماتا ہے کہ وکان عند اللہ وجیھاO حضور علیہ السلام کی شان میں فرماتا ہے کہ اغناھم اللہ ورسولہ من فضلہO اللہ ورسول نے اپنے فضل سے انکو مالدار کر دیا معلوم ہوا کہ رسول ایسے غنی ہیں کہ اشارہ چشم میں لوگوں کو غنی فرما دیتے ہیں قرآن فرماتا ہے کہ ولو انھم اذظلموا جآؤک فاستغفروا اللہ و استغفرلھم الرسول لوجدوا اللہ توابا رحیماO معلوم ہوا کہ مجرم و گناہ گار اپنی مغفرت میں حضور علیہ السلام کے محتاج ہیں کہ وہ شفاعت فرمائیں تو گناہ معاف ہوں، غرض یہ کہ ہر طرح ثابت ہوتا ہے کہ تمام دنیا انبیاء کی محتاج ہے اور انبیاء کرام تمام مخلوق کے محتاج الیہ اور حاجت روا، قرآن فرماتا ہے کہ ولسوف یعطیک ربک فترضیٰ، اور فرماتا ہے قد نری تقلب وجھک فی السمآء فلنولینک قبلۃ ترضھاO کہ آپ کا چہرہ مبارک آسمان کی طرف کرنا ہم دیکھ رہے ہیں لہٰذا ہم آپ کو اس قبلہ کی طرف پھیرتے ہیں جس کو آپ چاہتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ جو محبوب کی مرضی وہی الٰہی ہے، لہٰذا زید کا قول محض باطل ہے توہین انبیاء پر مشتمل ہے، اس پر بکر کا اعتراض حق ہے صحیح ہے۔ واللہ اعلم الصواب

(فتاویٰ نعیمیہ ص 77 مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ لاہور)

فتویٰ نمبر ۱۳

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ اللہ تعالیٰ کو اللہ میاں کہہ سکتے ہیں یا نہیں ایک آدمی کہتا ہے کہ کوئی ہرج نہیں ہر طرح جائز ہے؟ بینوا توجروا

الجواب:

اردو زبان میں اللہ تعالیٰ کو میاں نہیں کہنا چاہیے، کیونکہ اردو میں میاں مالک کو بھی کہا جاتا ہے اور شوہر کو بھی، شوہر والے معنی تو اسکی شان کے خلاف ہیں وہ نہ میاں ہے نہ بیوی، جس لفظ میں اچھے برے دونوں طرح کے معانی ہوں اس لفظ کا استعمال حق تعالیٰ کے لئے منع ہے رب فرماتا ہے ایاما تدعوا فله الاسماء الحسنى ○ جس سے معلوم ہوا کہ خدائے پاک کے نام خالص اچھے ہونے چاہیں، قبیح معنی والے نام اس کے لئے نہ استعمال کرو، رب کی شان ارفع ہے، حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں بھی ''راعنا'' کہنے سے روکا گیا تھا، کیونکہ اس کے دو معنی ہیں ایک اچھا ایک برا، باری تعالیٰ نے فرمایا یایها الذین امنو لاتقولوا راعنا وقولوا انظرنا ○ جب بارگاہ نبوی میں ایسے الفاظ کا استعمال درست وجائز نہ ہوا باری تعالیٰ کی تو شان ہی ارفع و اعلیٰ ہے۔ واللہ اعلم۔ (احمد یار خان غفی عنہ، فتاوی نعیمیہ ص 151 مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ لاہور)

نتیجہ بحث:

1. حکیم الامت علیہ الرحمۃ بہت اچھے اور لائق مفتی تھے۔
2. آپ کے فتاویٰ ہر لحاظ سے جامع مانع ہیں۔
3. آپ علیہ الرحمۃ کو منقولات و معقولات پر خوب مہارت تھی۔
4. آپ مفتی اعظم تھے۔

باب ۴

حکیم الامت بطور مفسر

1. مفسر کا معنی
2. مفسر کی شرائط
3. حکیم الامت کی تفسیر پر ایک نظر
4. تفسیر کی خوبیاں مع امثلہ
5. نتیجہ بحث

باب ۴

حکیم الامت بطور مفسر

(1) مفسر کا معنی

(2) مفسر کی شرائط

(3) حکیم الامت کی تفسیر پر ایک نظر

(4) تفسیر کی خوبیاں مع امثلہ

(5) نتیجہ بحث

حکیم الامت علیہ الرحمۃ بطور مفسر قرآن:

آپ علیہ الرحمۃ مفسر قرآن بھی تھے۔آپ کی اس وصف وخوبی پر کچھ روشنی ڈالنے سے قبل بتانا چاہتا ہوں کہ مفسر کا معنی کیا ہے، اسکی شرائط کون کون سی ہیں؟ اس کے بعد آپ علیہ الرحمۃ کی تفسیر اوراس میں موجود خوبیاں ذکر کروں گا باری تعالیٰ قبول فرمائے۔

مفسر کا معنی:

لفظ مفسر تفسیر سے ہے۔

تفسیر کا لفظ فسرٌ سے بنا، جس کے معنی ہیں کھولنا محاورۂ تفسیر سے مراد یہ ہے کہ کلام کرنے والے کا مقصد اس طرح بیان کردیں کہ اس مقصد میں کوئی شک نہ رہے اور مفسرین کی اصطلاح میں تفسیر سے مراد ہے قرآن پاک کے وہ احوال و امور بیان کرنا جن میں عقل کا دخل نہ ہو، بلکہ نقل کی ضرورت ہو، جیسے کہ آیات کا شان نزول کہ کب اور کہاں نازل ہوئیں یا آیات کا ناسخ ومنسوخ ہونا یعنی عارضی حکم پر مشتمل کون سی آیت تھی پھر کس آیت کے نزول کے بعد عارضی کی جگہ حکم مستقل آیا، وغیرہ وغیرہ۔ (تفسیر نعیمی ج اول ص 28 موضحاً ملخصاً مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ گجرات پاکستان)

مفسر کا معنی ہوا تفسیر کرنے والا ، اور تفسیر کا معنی ہے مقصد کو واضح طور پر بیان کرنا جس میں شک وشبہ کی گنجائش نہ رہے۔ ہر شخص مفسر نہیں ہوسکتا بلکہ مفسر وہ شخص ہوگا جو شرائط پر پورا اترے۔

مفسر کی شرائط:

1. مفسر وہ شخص ہوسکتا ہے جو قرآن کے مقصد کو پہچان سکے۔
2. ناسخ منسوخ کی پوری پوری خبر رکھتا ہو۔
3. آیات واحادیث میں مطابقت پیدا کرنے پر قادر ہو۔ یعنی جن آیات واحادیث کا آپس میں تقابل وتعارض معلوم ہوتا ہو، یا جن آیات کا احادیث کے خلاف ہونا محسوس ہوتا ہو یا جن احادیث کا قرآن کے خلاف ہونا محسوس ہوتا ہو ان میں توجیہہ

کرے اس طرح کہ وہ تقابل وخلاف ختم کردے۔

- آیات کے شانِ نزول سے بھی واقف ہو۔

آیات کی توجیہہ کر سکے یعنی جو آیات عقلاً محال و ناممکن محسوس ہوں ان کو حل کر سکے، جیسے قرآن نے فرمایا کہ حضرت مریم رضی اللہ عنہا نے لوگوں سے کہا تھا کہ یا اخت ھارون اے ہارون کی بہن حالانکہ ہارون تو موسیٰ علیہ السلام کے بھائی تھے ان میں اور حضرت مریم میں کئی سو سال کی مدت کا فاصلہ ہے۔ وہ ہارون کی بہن کس طرح ہو سکتی ہیں؟ دوسری مثال یہ کہ قرآن میں ہے کہ سکندر ذوالقرنین نے سورج کو کیچڑ میں ڈوبتا ہوا محسوس کیا، دھنستا ہوا پایا، حالانکہ سورج تو ڈوبتے وقت زمین آتا ہی نہیں چہ جائے کہ وہ ڈوبے یا دھنسے تو مفسر ان جیسی آیات کی صحیح توجیہہ پر قادر ہو۔

آیات میں محذوفات نکالنے پر قدرت رکھتا ہو۔ یعنی بعض آیات میں پوری عبارت پوشیدہ ہوتی ہے اس عبارت کا اعتبار کیے بنا آیات کا صحیح معنی نہیں بنتا لہٰذا مفسر کا محذوفات نکالنے پر قادر ہونا ضروری ہے۔

عرب کے محاورے پر پورے طور پر واقف ہو قرآن نے بہت سے مقامات پر ان کے محاورے بیان فرمائے ہیں مثلاً تَبَّتْ یَدَآ اَبِیْ لَهَبٍ وَّتَبَّ ○ ابولہب کے دونوں ہاتھ ٹوٹ جائیں، دوسری مثال فَمَا بَكَتْ عَلَيْهِمُ السَّمَآءُ وَالْاَرْضُ۔ تیسری مثال ذُقْ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْكَرِيْمُ ○ دوسری مثال کا معنی ہے کافروں پر آسمان زمین نہ روئے تیسری مثال کا معنی ہے کافر کو کہا جائے گا جناب تم بڑے عزت اور کرم والے ہو ذرا عذاب چکھو۔ مفسر پر لازم ہے کہ ان جیسے محاورات و آیات کا مقصود بیان کر سکے۔ اور واضح کرنے کی طاقت رکھے کہ کس جگہ کونسی قسم کا محاورہ آیا اور کیوں؟

محکم اور متشابہ آیات کو پہچانتا ہو۔

مکی اور مدنی آیات کو جانتا ہو۔

قرأتوں کے اختلاف سے باخبر ہو وغیرہ وغیرہ۔ زیادہ تفصیل کے لیے تفسیر فتح

البیان کا مطالعہ کرو۔ جب اتنی صفات ہوں تب تفسیر کرنے کا حق رکھتا ہے افسوس
، آج اس پر از فتن زمانہ میں قرآن کی تفسیر کو جتنا آسان سمجھا گیا اتنا آسان کسی کام
نہ سمجھا گیا حق تعالیٰ اس زمانے کے فتنوں سے بچائے (آمین)
(تفسیر نعیمی ج اول ص 26 ص 27 موضحا، مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ گجرات پاکستان)

حکیم الامت علیہ الرحمت کی تفسیر پر ایک نظر:

حکیم الامت علیہ الرحمۃ نے بھی قرآن مجید کی تفسیر لکھی ہے۔ اس تفسیر کا مکمل نام اشرف التفاسیر ہے۔ عرف عام میں تفسیر نعیمی کے نام سے مشہور ہے۔ آپ نے گیارہ پارے کے آخری پاؤ تک لکھی تھی پھر آپ کا وصال ہو گیا تھا۔ آخری آیت مبارکہ الا ان اولیاء اللّٰہ .... ذلك هو الفوز العظيم تھی۔ اس کے بعد بیسویں پارے تک آپ کے صاحبزادے حضرت مفتی اقتدار احمد خان نعیمی علیہ الرحمۃ نے لکھی۔ پھر ان کا بھی وصال ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ انکے صاحبزادہ جناب حضرت مولانا عبد القادر نعیمی مدظلہ کو ہمت دے کہ وہ اس تفسیر کو مکمل کر سکیں۔ (آمین)

خیال رہے کہ حکیم الامت علیہ الرحمت نے تفسیر نعیمی کے علاوہ تفسیر نور العرفان علی ترجمہ کنز الایمان بھی لکھی ہے۔ یہ حاشیہ کے انداز میں ہے مگر معانی اور مفاہیم کی آگاہی کا خزانہ ہے۔ بلکہ اس کی تصنیف پر آپ کو اس وقت کے اولیاء و علماء نے حکیم الامت کا لقب دیا تھا۔

تفسیر نعیمی پر میں اپنے علم اور استطاعت کے مطابق کچھ عرض کرتا ہوں مقصد یہ ہے کہ اس جیسی جامع الصفات تفسیر آج تک تو کسی نے نہ لکھی مگر اس تفسیر سے لوگوں کی آگاہی نہیں جتنی ہونی چاہیے تھی یہ لوگوں کی سستی اور بے حسی ہے کہ اس عظیم خزانہ سے وہ فائدہ پوری طرح نہیں اٹھا رہے۔

تفسیر کی خوبیاں مع امثلہ:

اس تفسیر میں متعدد خوبیاں ہیں، بطور نمونہ کچھ عرض کرتا ہوں ملاحظہ ہوں۔

(1) تفسیر نعیمی معروف اور مستند تفاسیر کا نچوڑ ہے جیسے تفسیر کبیر تفسیر روح البیان و مدارک وغیرہ کا لب لباب ہے۔

۲ اردو تفسیر خزائن العرفان شریف کی تفصیل ہے۔

۳ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کے اعلیٰ ترجمہ کنز الایمان پر کی گئی ہے۔

۴ اس تفسیر میں ہر آیت کا اگلی آیت اور پچھلی آیت سے تعلق اور ربط بتایا گیا ہے کہ یہاں کیوں آئی اور جگہ بھی تو آسکتی تھی وغیرہ وغیرہ آیات کا شان نزول بیان کیا گیا ہے کہ کس وقت کس کے لیے یہ آیت اتریں۔

۵ تفسیر نعیمی میں ہر آیت کی مکمل علوم متداولہ کی مدد سے تفسیر کی گئی ہے جیسے صرف نحو، منطق بلاغت وغیرہ۔

۶ ہر آیت کی مفصل تفسیر کی گئی ہے، پھر اس مفصل تفسیر کا خلاصہ بیان کیا گیا ہے۔

۷ ہر آیات پر غور و تدبر سے جو نکات و فوائد حاصل ہوتے ہیں ان کو نمایاں کر کے بیان کیا گیا ہے۔

۸ ہر فقہی آیت کے تحت فقہی مسائل بیان کیے گئے ہیں۔

۹ تفسیر صوفیانہ بھی ذکر کی گئی ہے۔

۱۰ غیر مسلم اور بد مذہب فرقوں کے اعتراضات کے مسکت جواب دیے گئے ہیں۔

۱۱ جہاں بھی کوئی اہم مسئلہ آیا اس کی مکمل تحقیق کی گئی ہے۔

۱۲ ہر آیت کے دو دو ترجمے کیے گئے ہیں اول ترجمہ لفظی دوسرا با محاورہ ہے۔

۱۳ لفظی ترجمہ اپنا ہے اور با محاورہ ترجمہ کنز الایمان ہے، نہایت سادہ اور سلیس زبان میں تفسیر کی گئی ہے۔

۱۴ جگہ جگہ شان رسول اور ان کے پیاروں کی شان کا ذکر کیا گیا ہے۔

۱۵ نہایت حکیمانہ امثلہ ذکر کی گئی ہیں۔

۱۶ اعلیٰ الزامی جواب دیے گئے ہیں۔

۱۷ موقع محل کے مطابق حکایات درج کی گئی ہیں۔

۱۸ مسلک اہل سنت اور فقہ حنفی کو ترجیح دی گئی ہے۔

۱۹ نہایت گہرائی سے وسعت مفہوم بھی اس تفسیر میں بیان کیا گیا ہے۔

⑳ قرآنی معمہ جات بھی حسب موقعہ بیان کیے گئے۔

㉑ بعض جگہ شوافع اور موالکیہ کے فقہ کی تردید بھی کی گئی ہے۔

㉒ مشکل تر اعتراض کی اعلیٰ تاویل کر کے اس کو آسان تر کر دیا گیا ہے وغیرہ وغیرہ۔

امثلہ ملاحظہ ہوں۔

امثلہ:

بعض امور کی امثلہ ذکر کروں گا کیونکہ مضمون طویل ہونے کا اندیشہ ہے۔ بلکہ میں اس طرح کرتا ہوں کہ ایک آیت کی مکمل تفسیر تفسیر نعیمی سے من وعن نقل کر دیتا ہوں۔ اکثر امثلہ اس سے اخذ کر لیں، سو گیارویں پارے کی وہ آیت جس کی تفسیر کرنے کے بعد حکیم الامت علیہ الرحمۃ کا وصال ہو گیا تھا ملاحظہ ہو۔

آیت:

الا ان اولیآء اللہ لاخوف علیھم ولاھم یحزنون ○ الذین امنو وکانوا یتقون ○ لھم البشری فی الحیوۃ الدنیا وفی الاخرۃ لاتبدیل لکلمات اللّٰہ ذلک ھو الفوز العظیم ○

لفظی ترجمہ:

خبردار، اللہ کے ولی، نہیں ہے ڈر ان پر، اور نہ وہ غمگین ہوں گے وہ جو ایمان لائے، اور ہیں وہ پرہیزگاری کرتے، واسطے ان کے بشارت ہے، زندگانی دنیا میں، اور آخرت میں، نہیں ہے تبدیلی اللہ کی باتوں میں وہی کامیابی ہے، بڑی۔

بامحاورۃ ترجمہ:

سن لو اللہ کے ولیوں پر نہ کچھ خوف ہے نہ غم۔ وہ جو ایمان لائے پرہیزگاری کرتے ہیں۔ انھیں خوش خبری ہے دنیا کی زندگی میں، اور آخرت میں اللہ کی باتیں بدل نہیں سکتیں، یہی بڑی کامیابی ہے۔

تعلق:

ان آیات کریمہ کا پچھلی آیات کریمہ سے چند طرح تعلق ہے۔

پہلا تعلق:

ابھی پچھلی آیت میں ارشاد ہوا کہ زمین و آسمان کی ہر چھوٹی بڑی چیز ایک ایسی کتاب میں لکھی ہے جو ظاہر اور ظاہر گر ہے۔ اب ارشاد ہے کہ وہ کتاب مبین کسی پر ظاہر ہے۔ اولیاء اللہ پر، گویا اسی غیبی کتاب کے بعد اس کے پڑھنے والوں کا تذکرہ ہے۔

دوسرا تعلق:

پچھلی آیت میں ارشاد ہوا کہ اے لوگو ہم تمہارے ہر کام کا مشاہدہ فرما رہے ہیں۔ اس فرمان عالی سے اطاعت والوں کو دلی قوت میسر ہوئی۔ اور بدکاروں کی ہمت ٹوٹی۔ اب اس آیت کریمہ میں پہلی جماعت یعنی مطیعین کا ذکر ہے۔ جنہیں اس فرمان عالی سے دلی قوت نصیب ہوئی۔ یعنی حضرات اولیاء اللہ۔ (تفسیر کبیر)

تیسرا تعلق:

گزشتہ آیات میں کتاب اللہ قرآن مجید اور حضور ﷺ سید الانبیاء کا ذکر ہوا گویا سایہ دار کے بعد سایہ کا، فیض بخش کے بعد فیض یاب جماعت کا تذکرہ ہے۔

تفسیر...... الا ان اولیاء اللّٰہ:

جس مضمون کے منکرین موجود ہوں یا آئندہ زمانہ میں ہونے والے ہوں اسے قرآن مجید میں تاکیدی حروف سے شروع کیا جاتا ہے۔ تاکیدی حرف جیسے قد، لقد، الا، ان وغیرہ، پھر جس درجہ کا انکار ہو، اسی درجہ کی تاکید کی جاتی ہے۔ چونکہ مشرکین اور کفار مکہ سرے سے ولایت کے قائل ہی نہ تھے۔ وہ تو حضور انور کی نبوت کے ہی منکر تھے ولایت کیا مانتے، نیز آئندہ خود کلمہ گو مسلمانوں میں بھی اولیاء اللہ کے منکرین پیدا ہونے والے تھے، جو نہایت سختی سے مختلف قسم کے انکار کرنے والے تھے، کوئی فرقہ اولیاء کی ذات کا انکاری، کوئی ان کی صفات

عالیہ کا، کوئی انکی کرامات کا، کوئی ان کے فیوض وبرکات کا، کوئی ان کے علوم کا انکاری، اس لیے مضمون کو ڈبل تاکید انَّ اور اَلَا سے شروع فرمایا گیا۔

اولیاء:

جمع ہے ولیٌ کی، یہ صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ بروزن فعیلٌ ، جیسے کرم سے کریم حسن سے حسین ولیٌ سے بنا بمعنی قرب، حمایت، مدد، لہذا ولی کے معنی ہوئے، قرب والا، مددوالا، حمایت ومحبت والا، یا بمعنی مفعول ہے لفظ ولی اور یا بمعنی فاعل، مفعول کے معنی میں ہو تو مطلب ہے کہ وہ شخص جس کو اللہ نے قرب بخشا، محبت عطا کی، اس کی مدد کی، اس کا احترام فرمایا (تفسیر صاوی شریف) خیال رہے کہ بعض مردود بندے اولیاء الشیطان ہیں۔ جن کو کفار و مشرکین اپنا ولی اور مددگار مانتے ہیں ان کو قرآن کی اصطلاح میں ولی من دون اللہ کہا جاتا ہے۔ اس لیے اس آیت اولیاء اللہ فرمایا گیا، صرف اولیاء نہ کہا، ولی اللہ مقبول بندے ہیں اور ولی شیطان مردودین، رب فرماتا ہے اولیاء ھم الطاغوت، اور فرماتا ہے افحسب الذین کفروا ان یتخذو اعبادی من دونی اولیاء لہذا ولی اللہ اور من دون اللہ کا فرق یاد رہے۔ ولی اللہ کی تعریف، انکی ضرورت، انکی پہچان اور انکی اقسام واختیارات انشاء اللہ خلاصہ تفسیر میں عرض کیے جائیں گے۔

الا ان ....الخ معنی ہوا کہ خبردار رہو بے شک اللہ کے دوست، اس سے قرب رکھنے والے، اس کے دین کے مددگار، یا وہ بندے جنکو اللہ نے اپنے سے قریب کرلیا، انھیں اپنا دوست بنالیا، یا براہ راست رب ہی ان کا دوست ہوا ان کی شان یہ ہے کہ لاخوف علیھم ولا ھم یحزنون ۝ ان پر کوئی خوف وحزن نہیں ہے۔ یہ فرمان عالی انَّ کی خبر ہے اس میں حضرات اولیاء اللہ سے خوف وغم کی نفی کی گئی ہے مگر طرز بیان جدا ہے خوف کے متعلق ارشاد ہوا لاخوف علیھم، جس سے معلوم ہوا کہ انھیں کبھی دنیا میں خوف اکبر ہوگا تو ان پر غلبہ نہ کرے گا اور نہ ہی دائمی ہوگا، اس لیے علیھم فرمایا لھم نہ فرمایا یا رہا دنیا نہ ہونے کا غم ورنج وہ انھیں کبھی کبھار ہوتا ہے اس لیے لاحزن نہیں فرمایا۔ بلکہ ولا ھم یحزنون فرمایا۔ (روح المعانی) یہ فرق خیال میں رہے موسیٰ علیہ السلام کو اولاً فرعون سے خوف ہوا کہ انھوں نے فرمایا تھا

ہم فرعون کی سرکشی اور ظلم وزیادتی سے خوف کرتے ہیں۔ انـنـا نـخـاف ان یفرط علینا او ان یطغیٰ۔ مگر یہ خوف ان پر غالب نہ آیا اور نہ ہی دائمی تھا۔

لاخوفٌ:

خوف آئندہ تکلیف دہ چیز کے اندیشہ کو کہتے ہیں اس کا مقابل ہے امن اور حزن گزشتہ تکلیف دہ چیز پر رنج وملال کو کہتے ہیں اس کا مقابل ہے فرح (روح المعانی) حضرات اولیاء اللہ ان دونوں سے محفوظ ہیں۔ خیال ہے کہ لا خــوف الــخ اس جملہ کی چند طرح کی تفسیریں ہیں۔

1. اولیاء اللہ کو دنیا میں دنیادار سے کوئی خوف نہیں نہ غم۔
2. اولیاء اللہ قیامت کے دن غم وخوف سے آزاد ہوگے۔ عام مسلمانوں کو تو اپنا خوف ہوگا جب کہ انبیاء کرام کو اپنی امتوں کے پکڑے جانے کا خوف ہوگا۔ اور جو پکڑے گئے ان کے جہنم میں جانے کا رنج ہوگا، اولیاء کرام کو نہ تو اپنا خوف ہوگا نہ کسی دوسرے کا، غم ورنج رب فرماتا ہے کہ انکو بڑا خوف پریشان نہ کرے گا اور ان سے فرشتے ملاقات کریں گے۔ لَا یَحْزُنُھُمُ الْفَزَعُ الاَکْبَرُ وَتَتَلَقّٰھُمُ الْمَلٰئِکَۃُ۔ (تفسیر روح البیان وکبیر)
3. اولیاء اللہ دنیا میں اور آخرت میں بھی خوف وغم سے آزاد کیے گئے ہیں۔
4. حضرات اولیاء اللہ پر دنیا میں کبھی ایسا وقت آتا ہے جبکہ وہ خوف وغم سے آزاد ہوتے ہیں جیسا کہ حضرت ابراہیم خواص علیہ الرحمۃ پر ایک وقت یہ حالت طاری ہوئی کہ آپ جنگل میں تھے اور آپ کے اردگرد خون خوار درندوں کا ہجوم جمع ہوگیا آپ کا مرید تو ڈر کی وجہ سے درخت پر چڑھ گیا مگر آپ بے خوف بے غم وہاں ہی کھڑے رہے دوسری رات مچھر نے آپ کو کاٹا تو تڑپ اٹھے، مریدوں نے ان دونوں واقعات کی وجہ پوچھی تو آپ نے فرمایا کل تو ہم نے اپنی قوت کے بجائے واردات ربانیہ کی قوت سے تحمل وصبر کیا تھا جب وہ واردات وسلسلہ بند ہوا ہماری اپنی قوت سامنے آئی تو تکلیف وتڑپاہٹ ہوئی اور میں انسان ہوں جو کہ کمزور مخلوق ہے۔ (تفسیر کبیر)

۵ اولیاء اللہ کو نقصان دہ خوف اور غم نہیں ہوتا کہ وہ کسی بندے کے ڈر سے اپنا دین بدل لیں، یا عبادات الٰہیہ چھوڑ دیں۔ نہ ہی ان سے کوئی کوتاہی عملاً سرزد ہوتی ہے کہ اس پر غم ہو پس وہ رب کی طرف سے محفوظ ہو جاتے ہیں رہا خوف خداوہ تو ہر وقت ہوتا ہے کیونکہ مفید و مطلوب ہے۔

۶ اولیاء اللہ کو ذات باری میں اتنا استغراق ہو جاتا ہے انھیں خوف و غم کا احساس نہیں رہتا (تفسیر کبیر) خود میں نے گجرات میں ایک مجذوب فقیر کو اس حال میں دیکھا کہ اس کے پاؤں سے ٹریکٹر گزر گیا، پنڈلی کے ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے مگر اسے ہوا کچھ بھی نہیں پولیس نے تفتیش کرتے ہوئے پوچھا تو کبھی یہ کہتا کہ مجھے کچھ بھی نہیں ہوا کبھی کہتا چیونٹی نے کاٹا جب دنیاوی ٹیکہ لگ جانے سے درد محسوس نہیں ہوتا تو جسے خوف الٰہی کا ٹیکہ لگ جائے اس کو کیا محسوس ہو؟ بہر حال فرمان عالی برحق ہے۔ رہا یہ کہ ولی اللہ ہے کون؟ تو اس کے متعلق ارشاد ہوا الذین آمنوا و کانوا یتقون ٥ کہ وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے یہ فرمان یا تو نیا جملہ ہے یا پوشیدہ ھم ضمیر کی خبر یا اولیاء اللہ کا بیان یا اس کی صفت، چونکہ موصوف صفت میں اجنبی سے فاصلہ ہونا منع ہے۔ اور لا خوف الخ اولیاء اللّٰہ کی خبر ہے اجنبی نہیں لہٰذا یہ جائز ہے (روح المعانی) الذین سے مراد سارے اولیاء اللہ ہیں، غوث ہوں یا قطب، جن ہوں یا انسان، کیونکہ اولیاء اللہ جنات میں بھی ہیں، ایمان تین طرح کا ہے علم الیقین والا، عین الیقین والا، اور حق الیقین والا، اس آیت میں آخری دو قسم کے ایمان مراد ہیں، کیونکہ علم الیقین والا ایمان تو ہر مؤمن کو حاصل ہوتا ہے اس کی تحقیق ہم تیسرے پارے میں کر چکے ہیں ابراہیم علیہ السلام کے قول رب ارنی کیف تحی الموتی ٥ کے تحت دیکھو، تقویٰ کے دو معنی ہیں بچنا اور ڈرنا اگر یہاں بمعنی ڈرنا ہے تو اللہ تعالیٰ کی ہیبت مراد ہے کیونکہ جس قدر ایمان قوی اور قرب الٰہی زیادہ، اسی قدر رب تعالیٰ کی ہیبت دل میں زیادہ ہوتی ہے۔ اور اگر تقویٰ بمعنی بچنا ہے تو اس کی بہت سی اقسام ہیں کفر و شرک سے بچنا، بدعقیدگیوں

سے بچنا، حرام چیزوں سے بچنا، جس چیز میں ناجائز ہونے کا شبہ ہو اس سے بچنا، جو چیز اللہ سے غافل کرے اس سے بچنا، اگرچہ اپنا مال و اولاد بلکہ نفس ہی کیوں نہ ہو۔ ہر ماسوی اللہ سے بچنا۔

رہ عقل جز پیچ در پیچ نیست
رہ عاشقاں جز خدا ہیچ نیست

یعنی ہر آڑ کو پھاڑ کر یار تک پہنچنا، جس درجہ کا ولی ہو اس درجہ کا ایمان ہوگا، اور تقویٰ بھی، اور یہ فرمان عالی بہت جامع ہے۔ چونکہ ایمان ایک دائمی صفت ہے کہ ایک بار حاصل ہو کر مرتے دم تک بلکہ بعد تک بھی قائم رہتا ہے، اور تقوی یعنی پرہیز گاری ہمیشہ اختیار کی جاتی ہے، ہر وقت کا تقویٰ نیا ہوتا ہے اس وجہ سے آیت میں آمنوا ماضی مطلق اور کانو یتقون ماضی استمراری لایا گیا، ولی اللہ کی علامت یہ ہے کہ لَهُمُ الْبُشْرٰى فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِى الْاٰخِرَةِ ۝ یہ فرمان عالی نیا جملہ ہے جس میں ان حضرات کے بے خوف و بے غم ہونے کی وجہ ارشاد ہوئی کہ وہ خوف و غم سے اس لیے آزاد ہیں کہ ان کو رب کی طرف سے بشارتیں پہنچتی رہتی ہیں جس سے وہ ہر وقت خوش و خرم رہتے ہیں۔ اس فرمان میں اولیاء پر دوسرے کرم کا ذکر ہے بشارت کا معنی اور اقسام ہم دوسرے پارے میں عرض کر چکے ہیں وَبَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ الَّذِيْنَ کے تحت ملاحظہ کرلو۔ اس آیت میں دنیاوی و اخروی بشارت سے کیا مراد ہے؟ اس میں چند قول ہیں۔

1. لوگوں کے منہ سے نکلنا کہ فلاں ولی ہے یہ موجودہ بشارت ہے رب فرماتا ہے لِتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ اور حضور ﷺ نے فرمایا انتم شهداء الله فی الارض
2. دلوں کا ان کی طرف کھچا جانا کہ لوگ خواہ مخواہ ان سے محبت کریں نبی پاک ﷺ فرماتے ہیں کہ جب رب تعالیٰ کسی بندے سے محبت کرتا ہے تو حضرت جبریل سے فرماتا ہے کہ فرشتوں میں اعلان کردو کہ وہ میرا پیارا ہے فرشتے بھی اس سے محبت کرنے لگتے ہیں پھر زمین والوں کے دلوں میں اسکی قبولیت ڈال دی جاتی ہے۔

(روح البیان وغیرہ)

3. خود یہ خود ان کے دلوں میں اچھے کاموں، اچھے بندوں کی طرف میلان ہونا فرمایا

نبی کریم ﷺ نے کہ روح کے مختلف طبقے ہیں ہر روح اپنی جنس کی طرف مائل ہے۔

نوریاں نوریاں را طالب اند

ناریاں راہ مرناریاں راجا ذب اند

۴ مرتے وقت فرشتوں کا ان کو کہنا کہ اے مطمئن نفس لوٹ اپنے رب کی طرف رب سے تو اور تجھ سے رب راضی میرے خاص بندوں میں داخل ہو جا یایتھا النفس المطمئنۃ ارجعی الی ربک راضیۃ مرضیۃ فادخلی فی عبادی وادخلی جنتی۔

۵ دنیا میں انھیں اچھی خوابوں، اچھے الہامات کے ذریعے بتا دیا جاتا ہے کہ تو اللہ کا مقبول ہے فرمایا نبی پاک ﷺ نے کہ اچھی خوابیں نبوت کا چھیالیسواں حصہ ہیں اس حدیث کی شرح ہماری کتاب مرآت شرح مشکوۃ میں دیکھو۔

۶ قیامت میں خود رب تعالیٰ کا انہیں اپنے فضل و کرم کی بشارت دینا، رب فرماتا ہے و یبشرھم ربھم برحمۃ منہ۔

۷ حضور ﷺ کا انہیں مغفرت و بخشش اور رب کے فضل و کرم کی بشارتیں دینا جو مدینہ مدینہ منورہ سے ان کے دلوں میں پہنچتی رہتی ہیں رب فرماتا ہے وبشر المومنین بان لھم من اللہ فضلاً کبیرا ○

۸ جنت میں داخلہ کے وقت فرشتوں کا انہیں بشارتیں دینا رب فرماتا ہے۔وقال لھم خزنتھا سلام علیکم طبتم فادخلوھا خالدین ○

۹ رب تعالیٰ ولی کی وفات کے وقت فرماتا ہے کہ اللہ نے تجھے بھی بخشا اور جس نے تیری میت کو کندھا دیا اسے بھی بخشا اس آیت میں وہی بشارت مراد ہے اس بشارت کی اور بھی بہت سی تفسیریں کی گئی ہیں غرض یہ کہ فرمان عالی نہایت جامع ہے۔

لاتبدیل لکلمات اللہ:

اس فرمان عالی میں گویا سارے وعدوں کی گویا رجسٹری فرمادی گئی۔ یہاں کلمات اللہ سے مراد رب تعالیٰ کے وہ وعدے ہیں جو اس نے اولیاء اللہ سے کیے یا تو قرآن میں اور یا

صاحب قرآن ﷺ کی مبارک زبان میں، کہ فرمایا ان وعدوں میں تبدیلی نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ وعدہ خلافی ہے جس سے رب تعالیٰ پاک ہے۔

ذلک ھوالفوز العظیمo

یہ فرمان عالی ساری آیت کا خلاصہ ہے یعنی اے مسلمانوں بڑی کامیابی یہ ہی ہے جو کہ تمہاری عقل ودرایت سے دور ہے دنیا کی عزت، دولت، حکومت اس کے مقابل ہیچ ہے کہ وہ فانی یہ باقی ہے اللہ کا ولی تو وفات کے بعد بھی دنیا پر راج کرتا ہے۔

ہر کہ دیوانہ بود در ذکر حق
زیر پائش عرش و کرسی نہ طبق

خلاصہ تفسیر:

ابھی تفسیر سے معلوم ہوا کہ اس آیت کریمہ میں اس گروہ کا ذکر ہے جو حضور انور علیہ السلام کا فیض امت تک پہنچائے یعنی اولیاء اللہ اور اس آیت کی بہت تفسیریں ہیں ہم ان میں سے ایک کا خلاصہ عرض کرتے ہیں اے لوگو کان کھول کر سن لو آگاہ رہو خبر دار رہو اس میں شک نہیں کہ اللہ کے دوست، اس سے قرب رکھنے والوں کی شان یہ ہے کہ دنیا میں ان پر کسی مخلوق کا خوف، رعب، ڈر نہیں چھاتا، کیونکہ ان کے دل رب کے خوف سے بھرے ہیں۔ دوسرے کے خوف کی وہاں جگہ ہی نہیں۔ نہ وہ کوئی ایسی حرکت کریں جس سے ان کو بعد میں رنج وغم ہو۔ انھیں اللہ تعالیٰ دونوں تکلیفوں سے محفوظ رکھتا ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو سچے پکے مومن ہوتے ہیں۔ اور ہر وقت ہر طرح متقی، پرہیز گار رہتے ہیں کہ نہ کوئی شرعی فرض واجب سنت چھوڑتے ہیں نہ کوئی ناجائز کام کرتے ہیں ان کے لیے دنیا و آخرت میں خوش خبریاں ہیں۔ کہ خواہ مخواہ بندوں کے منہ سے نکلتا ہے کہ وہ تو ولی اللہ ہیں دل ان کی طرف جھکتے ہیں۔ مرتے وقت فرشتے انکو جنتی ہونے کی بشارت دیتے ہیں قیامت میں اور جنت میں داخلے کے وقت انھیں خوش خبریاں دیتے ہیں اور دیں گے یہ اللہ کے وعدے ہیں کلمات الٰہیہ میں تبدیلی نہیں ہو سکتی اے لوگو! یہ بہت ہی بڑے کامیابی ہے، اس کی طرف رغبت تو کرو۔

اولیآءاللہ:

اللہ تعالیٰ نے حضور انور پر نبوت ختم فرمادی، مگر ولایت ختم نہ فرمائی، اب کوئی نبی نہیں بن سکتا، مگر ولی بنتے رہے ہیں بنتے رہیں گے اولیاء اللہ کے متعلق چند چیزیں قابل تحقیق ہیں کہ ولی اللہ کون ہیں؟ انکی پہچان کیا ہے؟ انکی اقسام کتنی ہیں؟ انکی ضرورت کیا ہے؟ انکی کرامات وحالات کی تحقیق؟

اولیاء کرام کون؟

صوفیاء فرماتے ہیں کہ ولی اللہ وہ ہے جو شرعی فرائض سے اللہ کے قرب اور اس کی اطاعت سے اللہ کا نور حاصل کرے، اس کا دل معرفت الٰہی میں ڈوبا رہے کہ جب دیکھے تو دلائل قدرت دیکھے جب سنے تو آیات الٰہیہ سنے جب بولے تو رب کی حمد وثناء سے شروع کرے۔ جب حرکت کرے تو اطاعت الٰہی میں حرکت کرے۔ جب بندہ اس حال پر پہنچتا ہے تو رب اس کا مددگار ہو جاتا ہے متکلمین کہتے ہیں کہ رب کا ولی وہ ہے جس کے عقائد درست ہوں اور قوی دلائل پر مبنی ہوں اعمال شریعت کے موافق ہوں، بعض عارفین نے فرمایا کہ ولایت نام ہے قرب الٰہی کا اور ہمیشہ رب کی طرف متوجہ رہنے کا، تو جب بندہ اس مقام پر پہنچتا ہے تو اس کو کسی کا ڈر نہیں رہتا اور نہ کسی چیز کے فوت ہونے کا غم۔

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ولی وہ ہے کہ اس کو دیکھ کر خدا یاد آئے (طبری) ابن زید نے کہا کہ ولی وہ ہے جس میں یہ صفات ہوں جو اس نے آیت میں آئیں یعنی ایمان تقویٰ اور بشارت بعض علماء کرام نے فرمایا کہ ولی وہ ہیں جو کسی سے محبت یا نفرت کریں تو محض اللہ کے لیے ہی کریں حتیٰ کہ خود جو کام بھی کریں وہ اللہ کی رضا کے لیے ہی کریں۔ (خزائن العرفان)

بعض فرمایا کہ ولی وہ ہیں جن کی طبیعت شریعت سے آراستہ ہو نفس طریقت سے، دل معرفت سے، اور روح سر الٰہی سے، اور ماسوا اللہ سے بھی بچے رب تعالیٰ تک اس کی اور عطا سے پہنچے، خدا رسی تک مبداء ومنتہا کا محتاج بھی نہ ہو مولانا فرماتے ہیں۔

این دراز و کوتہی مرجسم راست
چہ درازو کوتہ کہ آنجا خداست
جو خدا مرجسم راتبدیل کرد
رفتنش بے فرسخ وبے میل کرد

یعنی دوری، درازیٔ سفر جسمانی سفر کے لئے جہاں خدا ملتا ہے وہ دور نہیں، جب خدا جسمانیت کو روحانیت میں تبدیل کر دیتا ہے تو اس کا سفر بغیر کوس، بغیر میل بغیر منزل ہوتا ہے۔ (روح البیان)

اولیاء اللہ کی پہچان:

صوفیاء فرماتے ہیں کہ خدا کی پہچان آسان ہے مگر ولی کی پہچان مشکل ہے کہ ہر ذرہ، ہر قطرہ جمال رب کا آئینہ ہے۔

برگ درختاں سبز در نظر ہشیار
ہر ورقے دفترے است معرفت کردگار

مگر ولی تو ہم میں رہیں، ہماری طرح کھائیں، لیکن ان کے دل قندیل نورانی ہوں، ظاہر میں شریعت سے موصوف ہوں، باطن فقر کے انوار سے روشن ہو اب بتاؤ، انھیں کیسے پہچانیں، وہ ان دلہنوں کی طرح ہیں جن تک سوائے انکے محبوب کے کوئی نہیں پہنچتا، یہ بایزید بسطامی علیہ الرحمۃ کا قول ہے۔

حضرت سہیل فرماتے ہیں کہ حق یہ ہے کہ اس کے دل میں ایمان اور ظاہر میں تقویٰ ہو، عام مخلوق اسے ولی کہے۔ دل اس کی طرف کھچیں، انھیں دیکھ کر خدا یاد آئے دیکھو تفسیر لھم البشریٰ فی الحیوۃ الدنیا ۝

ولایت کی اقسام:

ولایت کسبی، ولایت فطری، ولایت عطائی۔

ولایت کسبی:

جو کہ تقویٰ، عبادات، مجاہدات اور مراقبات سے حاصل ہو۔

ولایت فطری:

یعنی مادر زاد ولی ہونا، جیسے حضرت مریم رضی اللہ عنہا مادر زاد ولیہ تھیں، آپ سے بچپن میں کرامات ظاہر ہوتی تھیں، وجد عندھا رزقا ٥ اسی طرح غوث اعظم علیہ الرحمۃ جنہوں نے ماہ رمضان میں دن کو ماں کا دودھ نہ پیا۔

غوث اعظم متقی ہر آن میں
چھوڑا ماں کا دودھ بھی رمضان میں

یا پھر آدم علیہ السلام پیدا ہوتے ہی مسجود ملائکہ بنے

ولایت عطائی:

جو کسی نبی یا ولی کی نظر کرم سے آنا فانا مل جائے جیسے فرعونی جادوگر نگاہ موسوی سے اور حبیب نجار نگاہ عیسوی سے یکدم ولی ہو گئے۔ یا حضرت سید کبیر الدین دریائی دولہا علیہ الرحمۃ جن کا مزار شریف ہمارے گجرات پنجاب میں ہے وہ کہ انکو مع انکی بارات کے ڈوبی ہوئی کشتی سمیت 12 برس کے بعد نکالا اور ایک نگاہ ڈالی، ان کی عمر پونے چھ سو سال ہوئی۔

غوث اعظم کی نگاہ لطف سے
نکلے بارہ برس کے ڈوبے ہوئے

یہاں روح البیان نے فرمایا کہ حضرت غوث اعظم علیہ الرحمۃ کی ولایت میں کرامت قلبیہ اور کرامات کونیہ جمع ہیں، شیخ ابومدین علیہ الرحمۃ مغرب میں اور شیخ عبدالقادر یعنی غوث پاک علیہ الرحمۃ مشرق میں ایسے صاحب کرامات ہیں کہ ان کے مثل کی کوئی سوچ بھی نہیں سکتا۔

اولیاء اللہ کی اقسام:

ولی اللہ دو قسم کے ہیں، تشریعی ولی، تکوینی ولی، تشریعی ولی وہ ہے جو متقی مسلمان ہے

اس کو اسکے تقوی کی وجہ سے اللہ کا قرب نصیب ہو جائے ان اولیاءُ الا المتقون ٥ ہر عالم دین باعمل اللہ کا ولی۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ عُلَمَآءِ امتی کاَ نبیاء بنی اسرائیل ٥ کہ میری امت کے علماء بنی اسرائیل کے انبیاء کی طرح ہیں رب فرماتا ہے اِنَّمَا یَخشَی اللّٰہَ مِنْ عِبَادِہِ الْعُلَمَآءُ (میرے بندوں میں علماء کو ہی تو میرا خوف ہے، نیز جہاں چالیس مومن جمع ہوں وہاں کوئی ایک لازماً ولی اللہ ہوگا جیسا کہ حدیث ابن عباس میں ہے کہ انھوں نے اسی وجہ سے اپنے بچہ کی نماز جنازہ میں دیر کی تا کہ چالیس کا عدد پورا ہو جائے۔

تکوینی ولی وہ ہیں جنہیں عالم میں تصرف کرنے کا اختیار دیا گیا حضور انور فرماتے ہیں بِھِمْ یُمطَرُوْنَ وَبِھِمْ یرزَقُوْنَ ٥ کہ ان کی برکت کی وجہ سے ہی تو بارشیں ہوتی ہیں لوگوں کو رزق ملتے ہیں ولی تکوینی کی بہت سی جماعتیں ہیں، اوران کے ذمہ دنیا کے سیاہ وسفید کے اختیار ہیں، جیسا کہ حضرت ابوعثمان مغربی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ دنیا میں ہمیشہ چالس ابدال، سات اُمناء، تین خلفاء اور ایک قطب عالم رہیں گے۔اور قطب عالم سے دنیا اس طرح قائم ہے جیسے میخ کی چوب سے خیمہ، جیسے عالم ارواح میں فرشتے دنیا کا انتظام کرتے ہیں یعنی مدبرات امر تو اسی طرح عالم اجسام میں اولیاء تکوینی دنیا کا انتظام سنبھالے ہوئے ہیں حتی کہ حکومت، سلطنت بھی ان بزرگوں کے ہاں سے تقسیم ہوئی ہے۔

ڈاکٹر اقبال شاعر مرحوم نے بوعلی قلندر ربانی پتی علیہ الرحمۃ کا ایک مکتوب اپنے اشعار میں ذکر فرمایا، جو انھوں نے بادشاہ علاوالدین خلجی کو لکھا تھا، اس میں ایک شعر اس طرح ہے۔

خامہ رابرداشت فرمانے نوشت　　از فقیرے سوئے سلطانے نوشت
بازگیر ایں عالمے بدگوہرے　　ورنہ بخشم ملک تو باد یگرے

اولیاء اللہ کی ضرورت:

دنیا خصوصاً مسلمان، ہر آن اولیاء اللہ کے ایسے محتاج ہیں جیسے روزی پانی، یا تاروں کی روشنی کے، اسی پر چند باتیں ہم عرض کرتے ہیں۔

اولیاء اللہ دین حق وصراط مستقیم کی دلیل ہیں، جس دین میں ولی ہوں وہ حق ہے اور جو ملت ولایت سے خالی ہو وہ باطل ہے۔

ہمیشہ ولیوں والا دین اختیار کرو۔ رب فرماتا ہے۔ وَكُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ O کہ سچوں کے ساتھ رہو سورۃ فاتحہ میں صراط مستقیم کی علامت یہ بیان فرمائی صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ O دیکھو کفار مشرکین میں کوئی ولی نہیں کیونکہ وہ باطل ہیں گزشتہ نبیوں کے دینوں میں اولیا اللہ ہوئے جیسے آصف بن برخیاء، اصحاب کہف، حضرت مریم رضی اللہ عنہا۔ اور حضرت جریج رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ان کے قصے اور کرامات قرآن وحدیث میں مذکور ہیں، مگر جب سے دین عیسوی اور موسوی منسوخ ہوگئے تو ولایت بھی ختم ہوگئی۔ جب جڑ سوکھ جائے، تو درخت میں پھل پھول کیسے لگیں؟ اسلام میں سوائے مذہب حقہ اہل سنت وجماعت اور کسی فرقہ میں ولی اللہ نہیں، معلوم ہوتا ہے کہ اسلام کی جڑ تو ہری ہے مگر فیض صرف ایک ہی شاخ یعنی اہل سنت میں آرہا ہے باقی میں نہیں۔ اہل سنت میں ہی ولایت کا سبزہ ہے، پھل پھول ہیں، یہی شاخ جنتی ہے۔ باقی سب باطل ولایت، حقانیت اسلام اور مذہب اہل سنت کی حقانیت کی جیتی جاگتی دلیل ہے۔

ولایت اور اولیاء اللہ اور ان کی کرامات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا زندہ جاوید معجزہ ہیں کیونکہ ا کے کمالات سے کمالات مصطفوی کا پتہ چلتا ہے کہ جب اس شہنشاہ کونین کے غلاموں میں ہر قسم کے کمالات ہیں تو خود حضور الصلوٰۃ والسلام کے کمالات کا کیا پوچھنا؟ کیا کہنا O

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو دو قسم کے فیض دیے، ظاہری اور باطنی، ظاہری فیوض علماء دین سے امت کو پہنچ رہے ہیں اور باطنی فیوض اولیاء اللہ کے ذریعے، جیسے دل کا فیض اعضاء بدن تک رگوں کے ذریعے پہنچتا ہے، کہ اگر رگیں کٹ جائیں تو موت واقع ہو جاتی ہے۔ ایسے ہی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا فیض ساری امت کو بذریعہ اولیاء اللہ پہنچتا ہے اگر ولایت درمیان میں نہ ہو تو ساری امت کی روحانی موت ہو جائے بجلی کا پاور بنتا تو پاور س ہاؤس میں ہے استعمال ہوتا ہے گھروں، دکانوں اور کارخانوں میں، مگر پہنچتا ہے درمیانی کھمبوں اور تار کے ذریعے، اسی طرح ایمان بنتا ہے مدینہ منورہ کے پاور ہاؤس میں، ملتا ہے ہم گناہ گاروں کو مگر درمیان میں علماء کے کھمبے اور اولیاء کے تار ذریعے ہیں۔

بجلی کا نور قمقموں سے ملتا ہے۔ حضرات اولیاء کرام فیضان نبوت کے بلب ہیں، جو

حضور ﷺ سے چمکتے ہیں اور ہم گناہ گاروں کو روشنی دیتے ہیں پھر جس بلب کی جیسی طاقت ویسی اسکی روشنی، جیسا بلب کا رنگ ویسی اسکی روشنی، قادری، چشتی نقشبندی، سہروردی اسی مرکز کے رنگ برنگے مختلف طاقتوں والے بلب ہیں۔

حرم و طیبہ و بغداد جدھر کیجئے نگاہ
جوت پڑتی ہے تیری نور ہے چھنتا تیرا

جیسے بجلی کے تار کاٹنے والا حکومت کا مجرم ہے ایسے ہی اولیاء اللہ سے دشمنی رکھنے والا حکومت ربانیہ کا مجرم ہے۔

زمین کا قرار پہاڑوں سے ہے۔ جنگل میں ہلکے پتے کا قرار کسی مضبوط آڑ سے ہے ورنہ ہوائیں اسے اڑاتی پھریں۔ ایسے ہی ہمارے دلوں کا قرار حضرات اولیاء کرام سے ہے۔

دل عبث خوف سے پتہ اڑا جاتا ہے
پلہ ہلکا سہی بھاری ہے بھروسہ تیرا

قیامت کے دن لوگوں کو انکے امام، پیشواء، مشائخ کے ذریعہ بلایا جائے گا یوم ندعوا کل اناس بامامھم ٥ کہ ہم اس دن ہر ایک کو اس کے امام کے ساتھ پکاریں گے، دنیا میں جس کا کوئی شیخ نہ ہو اس کا شیخ شیطان ہے اس کی تحقیق ہماری کتاب شان حبیب الرحمٰن کے ضمیمہ میں ملاحظہ کریں۔

کرامات اولیاء:

جو کام عجیب و غریب ہو، عقل سے ماورآء ہو اور مدعی نبوت کے حق میں اس کے ہاتھ پر ظاہر ہو اس کو معجزہ کہتے ہیں اور جو کام (اسی طرح کا) کسی نبی کے متبع کے ہاتھ پر ظاہر ہو وہ کرامت ہے۔ جو کافر و فاسق معلن کے ہاتھ پر ظاہر ہو وہ استدراج کہلاتا ہے۔ جیسے دجال بھی بڑے بڑے کرشمے دکھائے گا، جیسے نبی کے معجزے برحق ہیں ان کا انکار کفر ہے۔ اور جس طرح کفار کے استدراج کو برحق ماننا کفر ہے ایسے ہی اولیاء اللہ کی کرامات برحق ہیں ان کا انکار کفر ہے قرآن کریم فرماتا ہے کہ آصف بن برخیا پلک جھپکنے سے پہلے تخت بلقیس ملک یمن سے فلسطین میں حضرت سلیمان علیہ السلام کی خدمت میں لے آئے۔ حضرت مریم لڑکپن میں بے

موسم غیبی پھل کھاتی تھیں اور فرماتی ہیں کہ قَالَتْ هُوَ مِنْ عِندِ اللّٰهِ یہ اللہ کی طرف سے ہیں۔ اصحاب کہف صدہا سال سے زندہ ہی سو رہے ہیں۔ ان کے ساتھ ان کا کتا بھی زندہ ہے۔ یہ تمام حضرات اولیاء بنی اسرائیل ہیں۔ صحابہ کرام کی کرامت سے احادیث کی کتب پر ہیں۔ اب بھی اولیاء کرام کی کرامات دیکھی جاتی ہیں۔ خود فقیر نے اپنے آپ پر دیکھی ہیں۔ ان کا انکار گویا چمکتے سورج کا انکار ہے۔ ہاں جو کرامتیں بناوٹی مشہور کر دی گئی ہیں مثلاً غوث پاک علیہ الرحمۃ کا روحیں چھیننا وغیرہ وغیرہ انکو تسلیم کرنا گناہ ہے کیونکہ شریعت کے خلاف ہے کرامت کی پہچان یہ ہے کہ وہ کسی طرح بھی شریعت کے خلاف نہ ہو۔ نہ کسی دوسرے بزرگ کی گستاخی (پر مشتمل ہو)۔

حالات اولیاء:

حضرت انبیاء کرام صفات الٰہیہ کے مظہر ہیں اس لیے انکے حالات مختلف ہیں، کوئی نبی جلالی ہے کوئی جمالی۔ کوئی نبی بادشاہ ہیں کوئی تارک الدنیا اول کی مثال حضرت سلیمان اور ثانی کی مثال حضرت عیسیٰ حضرت یحییٰ علیہم السلام۔ یوں ہی اولیاء اللہ بھی کسی نہ کسی نبی کے نقش قدم پر ہیں۔ انھیں کے مظہر ہیں ولایت موسوی کا اور رنگ ہے۔ ولایت ابراہیمی کا اور نقشہ، اور ولائت مصطفوی سب سے اعلیٰ۔ لہٰذا حضرات اولیاء کرام کے حالات مختلف۔ حضور غوث پاک علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔

وکل ولی لہٗ قدم وانی
علی قدم النبی بدر الکمال

کہ ہر ولی کسی نہ کسی نبی کے نقش قدم پر ہوتا ہے مگر میں حضور محمد ﷺ کے قدم پر ہوں۔ چنانچہ بعض اولیاء بادشاہ و امیر ہوئے اور بعض تارک الدنیا حضور غوث پاک علیہ الرحمۃ بڑے غنی، حضرت ابراہیم بن ادھم علیہ الرحمۃ تارک السلطنت ہو کر گدڑی پوش یوں ہی بعض اولیاء اللہ ہمیشہ اور بعض اولیاء اللہ کبھی کبھی حالت جذب میں۔ عقل و ہوش کھو بیٹھتے ہیں، اس وقت ان پر شرعی احکام جاری نہیں ہوتے رب فرماتا ہے۔ لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْتُمْ سُكٰرٰى کہ نشہ کی حالت میں نماز کے قریب بھی مت جاؤ اور فرماتا ہے فخر موسی صعقاO کہ موسیٰ علیہ السلام بے ہوش ہو کر گر پڑے تو یہ ہی موسوی بے ہوشی اولیاء کرام کو میراث میں ملتی ہے۔ بلکہ

موسیٰ علیہ السلام کا قوم کی بت پرستی کو دیکھ کر تورات کی تختیاں گرا دینا، حضرت ہارون علیہ السلام کی داڑھی مبارک اور سر شریف بال کے پکڑ لینا، زنان مصر کا حسن یوسفی کو دیکھ کر اپنے ہی ہاتھ کاٹ لینا، بے خودی کی حالت میں ہوا، حضور انور ﷺ فرماتے ہیں رفع القلم عن ثلاثة الصبی والنائم والمجنون۔ کہ تین شخص مرفوع القلم ہیں کہ ان پر شرعی احکام جاری نہیں ہوتے۔ بچہ، سوتا ہوا شخص اور دیوانہ آدمی۔ یہ لوگ مجذوب یا مجنون ہوتے ہیں اس جذب کی حالت میں ان کے منہ سے أنا الحق، انا اللہ یاسبحانی ما اعظم شانی نکلتا ہے۔ اس وقت وہ اپنی انانیت تو فنا کر چکے ہوتے ہیں۔ اس کے متعلق مولانا فرماتے ہیں۔

چوں روا باشد انا اللہ از درخت
کے روا نہ نبود گوید نیک بخت

جب وادی طویٰ کا بیری والا درخت کہے آن یا موسی انی انا اللہ کہ اے موسیٰ میں اللہ ہوں تو یہ بندہ اگر اس درخت کی طرح (مظہر ہو کر) انا الحق کہے تو مجرم نہیں، اور بعض اولیاء کرام بڑے عالی ظرف ہیں۔ اپنے کو سنبھالے رکھتے ہیں کسی وقت ہوش و خرد سے الگ نہیں ہوتے۔

موسیٰ ز ہوش رفت بیک پر تو صفات
تو عین ذات می نگری در تبسمی

ایسے اولیاء کو سالک کہا جاتا ہے۔ غرض یہ کہ ہر ولی کا نہ تو حال ایک ہے نہ قال۔

گہے برطارم اعلےٰ نشینم
گہے بر پشت پائے خود نہ بینم

فقیر کی یہ چند معروضات اگر غور سے پڑھی گئیں تو انشاء اللہ فائدہ ہوگا۔ رب تعالیٰ ہم بھی خاک دردی نصیب کرے۔ ان کے در کی خاک چشم دل کا سرمہ ہے۔ مولانا فرماتے ہیں۔

سرمہ کن درچشم خاک اولیاء
تا بہ نہ بینی زاہ ابتداء تا انتہا

ہر کہ خواہد ہم نشینی باخدا
او نشیند در حضور اولیاء
چوں شدی دوراز از حضور اولیاء
آں چناں واں دور گشتی از خدا

فائدے:

اس آیت کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے

پہلا فائدہ:

ولایت برحق ہے اور تاقیامت اولیاء اللہ دنیا میں رہیں گے، حضور انور ﷺ پر نبوت ختم ہوئی، ولایت تو ختم نہ ہوئی پر فائدہ الا ان اولیاء اللّٰہ ۔۔۔ الخ سے حاصل ہوا۔

دوسرا فائدہ:

ہر زمانہ میں ایک دو نہیں بہت سے اولیاء رہیں گے، یہ فائدہ لفظ اولیاء کو جمع فرمانے سے حاصل ہوا۔

تیسرا فائدہ:

اولیاء اللہ ایک قسم کے، یا ایک ہی طرح کے نہیں ان کے کام جداگانہ ہیں یہ فائدہ بھی اشارہ اولیاء اللّٰہ جمع فرمانے سے حاصل ہوا۔

چوتھا فائدہ:

اولیاء اللہ اور حضرات ہیں اور اولیاء من دون اللہ دوسرے لوگ ہیں یہ فائدہ اولیاء اللّٰہ میں اولیاء کو لفظ اللہ (اسم جلالت) کی طرف مضاف فرمانے سے حاصل ہوا دیکھو تفسیر۔

پانچوں فائدہ:

حضرات اولیاء اللہ کو دنیا میں کسی مخلوق کا خوف نہیں چھاتا۔ اگرچہ عارضی طور پر ہو بھی جائے، یہ فائدہ لاخوف علیھم میں ''علی'' فرمانے سے ہوا۔ دیکھو موسیٰ علیہ السلام

اور ہارون علیہ السلام کو ایک وقت فرعون سے خوف ہوا مگر وہ خوف نہ تو ان کے دلوں پر چھایا نہ ہی باقی رہا۔

چھٹا فائدہ:

حضرات اولیاء کرام کبھی بھی عمداً برا کام نہیں کرتے کہ جس سے آگے چل کر انکو غم ہو یہ فائدہ ولاھم یحزنون سے حاصل ہوا، یہ سب فائدے تو لاخوف کی ایک تفسیر سے حاصل ہوئے جب اس سے مراد دنیا کا خوف وغم ہو۔

ساتواں فائدہ:

قیامت کے دن حضرات انبیاء کرام کو اپنی اپنی امت پر خوف غم ہوگا، اور ہم لوگوں کو اپنا غم وخوف، مگر اولیاء اللہ کو ان میں سے کوئی خوف وغم نہیں یہ فائدہ لاخوف علیھم میں "ھم" ضمیر سے حاصل ہوا جب کہ اس غم وخوف سے قیامت کا خوف وغم مراد ہو وہ جو حدیث شریف میں ہے کہ حضرات انبیاء کرام اولیاء کرام پر بروز قیامت ورشک کریں گے اس کا یہ مطلب ہے کہ ان کی بے خوفی وبے غمی پر رشک کریں گے، ورنہ تمام انبیاء کرام تمام اولیاء کرام کے آقا ہیں اور سب غوث وقطب حضرات انبیاء کے غلام درگاہ ہیں۔ اگرچہ حضور غوث پاک علیہ الرحمۃ ہی ہوں۔

نائب مصطفیٰ دریں کشور
رشک پیغمبران معین الدین

آٹھواں فائدہ:

کوئی مشرک کافر، بدمذہب، ولی اللہ نہیں بن سکتا، لہٰذا ہندو، عیسائی یہودی، یوں ہی قادیانی، چکڑالوی، ولی اللہ نہیں ہوسکتا یہ فائدہ الذین آمنوا سے ہوا ان جماعتوں سے آج تک کوئی ولی نہ پیدا ہوا نہ ہوگا۔

نواں فائدہ:

کوئی شخص کسی درجہ پر بھی پہنچ کر حضور انور ﷺ کی غلامی سے بے نیاز نہیں ہوسکتا جب ہر وقت سورج کی دھوپ، ہوا اور غذا کی ضرورت ہر فقیر کو ہے تو جناب شریعت مصطفیٰ کی

بھی ہر وقت ضرورت ہے بعض شیاطین کا حال یہ ہے۔

کار شیطان می کند نامش ولی
گر ولی انیست لعنت بر ولی

مجنون ومجذوب کے احکام ہم پہلے عرض کر چکے ہیں، بلکہ ہم مرنے کے بعد سورج سے بے نیاز ہو جاتے ہیں لیکن حضور انور ﷺ کے وہاں بھی محتاج رہتے ہیں، جو کہے کہ میں تو خدا تک پہنچ گیا اب مجھے شریعت کی کوئی ضرورت نہیں رہی اسے چاہیے کہ وہ کھانے، دھوپ یا ہوا بھی استعمال نہ کرے اور جی کر دکھلائے۔

دسواں فائدہ:

کسی مومن کے متعلق عام خلقت کہے کہ وہ ولی ہے تو یہ اسکے ولی ہونے کی علامت ہے عالم خلقت سے مراد مومنین صالحین اور عوام سب ہی ہیں یہ فائدہ لھم البشری فی الحیوۃ الدنیا۔ کی ایک تفسیر سے حاصل ہوا رب فرماتا ہے۔لتکونو شھدآء علے الناس اور حضور انور ﷺ نے فرمایا اَنْتُمْ شُھَدَآءُ اللّٰہِ فی الارض ٥

اعتراضات

پہلا اعتراض:

اس کی کیا وجہ ہے حضور انور ﷺ پر نبوت تو ختم ہوگئی مگر ولایت ختم نہ ہوئی حضور انور ﷺ خاتم الانبیاء ہیں مگر خاتم الاولیاء نہیں؟

جواب:

حضور انور علیہ السلام آسمان نبوت پر چمکنے والے دائمی سورج ہیں دوسرے انبیاء کرام چاند یا تارے یا روشن چراغ ہیں اور اولیاء کرام اس سورج کے ذرے ہیں سورج چاند تاروں کو اپنے نور میں چھپا لیتا ہے چراغوں کو بجھا دیتا ہے مگر ذروں کو چمکا دیتا ہے اولیاء کرام اسلام کی حقانیت اور اسکے غیر منسوخ ہونے کی دلیل ہیں لہذا ان کا بقاء ضروری ہوا۔

دوسرا اعتراض:

یہاں ارشاد ہوا کہ ولیوں پر خوف وغم نہیں مگر دیکھا جاتا ہے کہ اولیاء اللہ کو خوف خدا اور قیامت بہت زیادہ ہے بلکہ موسیٰ علیہ السلام کو فرعون کا خوف بھی ہوا، اور جب ان کا عصا پہلی بار سانپ بنا تو اس سے بھی خوف ہوا۔

جواب:

اس اعتراض کا جواب ابھی تفسیر میں گزر گیا کہ اگر خوف سے مراد دنیا میں خوف ہو تو اس سے دل میں غیر اللہ کے خوف کا چھا جانا مراد ہے انہیں غیر اللہ سے کبھی عارضی خوف ہوتا ہے جو جاتا رہتا ہے پھر ان ہی کلیم اللہ علیہ السلام نے فرعون کا ایسا ڈٹ کر مقابلہ کیا کہ سبحان اللہ، اور اگر خوف سے خوف آخرت مراد ہو تو دوزخ اور عذاب امت یا تختی وغیرہ کا خوف مراد ہوگا۔

تیسرا اعتراض:

اس آیت میں ارشاد ہوا کہ ولی وہ جو متقی پرہیز گار ہو مومن ہو مگر حضرت مریم تو بچپن ہی میں ولیہ تھیں اس وقت ان کو تقویٰ کا موقعہ ہی نہ ملا تھا ایسے ہی رابعہ بصری اور غوث پاک علیہم الرحمہ کا حال ہے پھر یہ فرمان عالی کیونکہ درست ہوا۔؟

جواب:

اس آیت مبارکہ میں ولایت کسبی کا ذکر اور ان حضرات کی ولایت ولایت فطری ہے، یوں سمجھو کہ ولایت کسبی تقویٰ سے حاصل ہوتی ہے اور ولایت فطری سے خود تقوی نصیب ہوتا ہے۔ وہ ولی ہو کر متقی بنتا ہے۔

چوتھا اعتراض:

بعض فاسق وفاجر فقیر ولی ہوتے ہیں ان سے کرامات بھی سرزد ہوتی ہیں پھر ولایت تقویٰ پر کیسے موقوف؟

جواب:

وہ ولی نہیں بلکہ ابلیس کی ذریت ہیں انکے عجائبات کرامات نہیں استدراج ہیں دجال بڑی عجیب باتیں دکھائے گا مگر وہ ولی کیا مومن بھی نہ ہوگا، جس قدر حضور ﷺ کی غلامی قوی تر، اسی قدر رب تعالیٰ سے قرب زیادہ۔

پانچواں اعتراض:

یہاں خوف کے لیے لاخوف اور غم کے لیے ولا ھم یحزنون ارشاد ہوا، نیز ایمان کے لئے اٰمنوا اور تقوی کے لیے وکانوا یتقون ارشاد فرمایا اس فرق بیان میں کونسی حکمت ہے؟

جواب:

اس کے نکات ابھی تفسیر میں عرض ہوئے۔ کہ اولیاء اللہ کو اگرچہ عارضی خوف ہوسکتا ہے مگر وہ خوف نہ تو ان پر غالب ہوتا ہے اور نہ ہی دائما۔ باقی رہا غم؟ تو وہ تو انکے قریب تک نہیں ہوتا، یونہی ایمان دائمی حیثیت ہے کہ ایک ہی بار حاصل ہوگیا تو مرتے دم تک حاصل ہو رہا مگر تقویٰ اعمال سے تعلق رکھتا ہے اور اعمال تو ہر وقت ہوتے رہتے ہیں۔

تفسیر صوفیانہ:

ولایت، خوف، غم، ایمان اور ولی پرہیزگاری کا تعلق دل سے ہے ولایت دل کا نور ہے اور خوف وغم ایک طرح کی تاریکی، نور آیا اندھیرا گیا، ولایت عشق رسول وخوف خدا کے ایک درجے کا نام ہے۔

عشق آمد عقل خود آوارہ شد
شمس آمد شمع خود بے چارہ شد

دینوی خوف وغم عقل پروردہ ہوتے ہیں جس کا تعلق دلیل سے ہے۔ ولایت دل کی گہرائیوں میں اتر جاتی ہے۔ دل کے مقابل دلیل کمزور ہے۔ عالم دین جسم پر شریعت کے نقش ونگار کرتا ہے۔ ولی اللہ دل کو گھوٹ کر صاف کرکے مصفیٰ بناتا ہے۔ بیچ میں سانس کا پردہ ہے

جب یہ پردہ ہٹا تو انشاء اللہ یہ تمام نقش ونگار دل میں جلوہ گر ہوں گے۔

لطیفہ (لطف والی بات):

گروہ اولیاء میں حضور غوث الثقلین عبد القادر جیلانی علیہ الرحمۃ قطب عالم ہیں اور تمام اولیاء کے سردار ہیں آپ کا قدم تمام اولیاء کی گردنوں پر ہے بغیر تشبیہ یوں سمجھ لو کہ حضور ﷺ کے مظہر اتم ہیں حضور ﷺ سید الانبیاء ہیں اور سرکار بغداد علیہ الرحمۃ سید الاولیاء۔ کسی بزرگ کا قول ہے۔

غوث اعظم درمیان اولیاء
چوں جناب مصطفیٰ در انبیاء

تمام اولیاء مظہر انبیاء، حضور غوث علیہ الرحمۃ مظہر مصطفیٰ اور حضور علیہ السلام مظہر ذات الٰہی ہیں، عرب وعجم میں حضور غوث پاک علیہ الرحمۃ کی فاتحہ کو گیارھویں کہا جاتا ہے، کیونکہ حضور غوث پاک علیہ الرحمۃ ماں کی طرف سے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گیارھویں پوتے ہیں اور والد کی کی طرف سے حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گیارھویں پوتے، اور ولادت گیارہ ربیع الاخر کو ہے، رب کی شان کہ یہ آیت دسویں سورت ہے گیارھویں پارہ میں آئی، رب تعالیٰ نے گیارہ کا عدد پہلے ہی منتخب فرمالیا ہے۔

(تفسیر نعیمی ج گیارہ ص 288 تا ص 401 مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ گجرات پاکستان)

یہ صرف ایک آیت کی مکمل تفسیر تھی جس کو من وعن میں نے ذکر کر دیا تفسیر کی خوبیوں کی جو امثلہ میں نے گنوائی تھیں اکثر کا ذکر آگیا باقی کی تفصیل ملاحظہ ہو۔

گہرائی سے وسعت مفہوم بیان کرنے کی مثال یہ ہے کہ ہندو پنڈت نے اپنی بدنام زمانہ متعصبانہ کتاب ''ستیارتھ پرکاش'' میں باری تعالیٰ کی پاکی اور بے عیب ہونے پر کچھ اعتراض کیے اور کہا کہ خدا بے عیب نہیں وہ مذاق کرتا ہے دل لگی کرتا ہے مکر بھی اس میں ہے وغیرہ وغیرہ تو اس ہندو کا آپ علیہ الرحمۃ نے نہایت اعلیٰ رد فرمایا اور اس کے تمام اعتراضات کو پاش پاش کر دیا آئیں اس جواب اور اسکی مضبوطی کا نظارہ ان ہی کے الفاظ سے کرتے ہیں۔

''ایسے اعتراضات کے چند جواب ہیں ایک یہ کہ فعل کے معنی فاعل کے لحاظ سے

ہوتے ہیں کہ جیسا فاعل ویسے فعل کا معنی، دیکھو اردو میں بولتے ہیں "میں بیٹھ گیا" یعنی کھڑا ہونے سے بیٹھ گیا۔

فلاں سیٹھ بیٹھ گیا	یعنی اس کا دیوالیہ ہو گیا
فلاں دیوار بیٹھ گئی	یعنی زمین میں دھنس گئی
فلاں کا دل بیٹھ گیا	یعنی اس کی حرکت بند ہو گئی
فلاں کی دکان بیٹھ گئی	یعنی اب نہیں چلتی
فلاں کی آنکھ بیٹھ گئی	یعنی دماغ میں گھس گئی
فلاں مشین کا پرزہ ٹھیک بیٹھ گیا	یعنی اپنی جگہ میں ٹھیک فٹ ہو گیا
تمہاری بات میرے دل میں بیٹھ گئی	یعنی دل نے اسے قبول کر لیا
شکر نیچے بیٹھ گئی	یعنی تہہ میں جم گئی
نشانہ صحیح بیٹھ گیا	یعنی تیر نشانہ پر صحیح لگا۔ وغیرہ وغیرہ

خیال تو کرو کہ ان مثالوں میں بیٹھنا ایک ہی لفظ تھے مگر فاعلوں کے لحاظ سے اس کے کتنے معنی بن گئے، اسی طرح قرآن میں جب ایک لفظ بندوں کے لیے آئے گا تو اس لفظ کے معنی کچھ اور ہوں گے اور جب رب کے لیے بولا جائے تو کچھ اور، بندوں کے لیے استہزاء کے معنی ہیں مذاق کرنا، مگر رب تعالیٰ کے لیے اس کے معنی ہوں گے ذلیل کرنا (لیستھزی لھم) کا معنی ہوا اللہ ان کافروں کو ذلیل کرتا ہے۔

دوسرے یہ کہ بہت دفعہ جرم اور اس کی سزا کو ایک ہی لفظ سے بیان کر دیتے ہیں جیسے کہا جاتا ہے۔ کہ جتنا تم پر کوئی ظلم کرے تم بھی اتنا ہی اس پر ظلم کرو، عربی زبان میں بولتے ہیں جَزَآءُ سَیِّئَۃٍ سَیِّئَۃٌ یعنی برائی کا بدلہ بھی برائی ہے۔ دیکھو ظلم کی سزا دینا ظلم نہیں عین انصاف ہے لیکن اس کو ظلم کہہ دیا گیا، اسی طرح اس آیت میں بھی مذاق کی سزا کو استہزاء یعنی مذاق کہہ دیا گیا۔ تیسرے یہ کہ کسی سے ابتداً مذاق کرنا جہالت ہے لیکن مذاق کے بدلہ میں مذاق کرنا عین حکمت ہے اور کمال کا انصاف ہے خاص کر جب کوئی اپنے محبوبوں سے دل لگی کرے تو محب کا بدلہ میں استہزاء فرمانا دنیائے محبت میں ضروری ہے (تفسیر عزیزی) جونکہ اللہ کے پیاروں کا

منافقین نے ابتدا مذاق اڑایا، یہ عین جہالت تھی رب تعالیٰ کا ان سے بدلہ لینا عین حکمت ہے، کسی کو مار ڈالنا ظلم ہے مگر قاتل کو پھانسی دینا عین انصاف ہے۔

چوتھے یہ کہ اس مذاق کا مطلب ہے کہ حق تعالیٰ انکے ساتھ استہزاء کرنے والوں کی طرح دنیاو آخرت میں معاملہ فرمائے گا جس کو یہاں استہزاء فرمایا گیا، ان معاملات کی تفصیل ہم پہلے کر چکے ہیں۔

نکتہ۔ چونکہ منافقین اور باری تعالیٰ کے استہزاء کی نوعیت میں چند طرح فرق تھا اس لئے ان دونوں استہزاؤں کو نہ تو ایک ہی جملہ میں بیان کیا گیا نہ ہی ایک جملہ کا عطف دوسرے جملہ پر کیا گیا بلکہ دونوں جملوں کو مستقل طور پر علیحدہ علیحدہ بیان کیا گیا تا کہ معلوم ہو جائے کہ یہ دونوں استہزاء علیحدہ علیحدہ نوعیت اور حقیقت رکھتے ہیں تمہ۔ آریاؤں نے لفظ استہزاء سے ایسے ہی دھوکہ دیا جیسے دیوبندی وغیرہ لفظ بشر سے دھوکا دیتے ہیں فافہم۔

(تفسیر نعیمی ج اول ص 175 ص 176 مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ گجرات پاکستان)

وسعت مفہوم کو گہرائی میں جا کر تعبیر کرنے کی ایک اور مثال یہ ہے کہ کچھ نام نہاد تعلیم یافتہ لوگوں نے اعتراض کیا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تین مرتبہ ھذا ربی مخلوق کے لیے کہا لہٰذا وہ مشرک ہو گئے نعوذ باللہ۔ حضرت حکیم الامت علیہ الرحمۃ نے نہایت جاندار جواب دیا آؤ ان کے انداز والفاظ میں ملاحظہ کریں فرماتے ہیں۔

''ھذا ربی جملہ خبریہ نہیں ہے بلکہ یہ جملہ انکاری سوال ہے ایک ہی عبارت میں لہجہ اور طریقہ ادا بدلنے سے سوال، تعجب، امر اور استہزاء کے معنی پیدا ہو جاتے ہیں یہاں یہ فرمان عالی (ھذا ربی) یا تو سوال انکاری کے لئے ہے یا اظہار حیرت کے لئے، اس کی چند وجہیں ہیں اول یہ کہ اگر آپ علیہ السلام نے چاند تاروں سورج کو رب مان لیا ہوتا تو بعد میں آپ توبہ کرتے کلمہ پڑھ کر مسلمان ہوتے مگر ایسا نہ کیا بلکہ فوراً فرمایا انی بری مما تشرکون ٥ کہ میں تو تمہارے شرک سے ہی بیزار ہوں یعنی مشرک تو تم ہی ہو میں نہ تو مشرک تھا نہ ہی ہوں اور نہ ہی ہوں گا۔

دوسرے یہ کہ یہ فرمان ھذا ربی اگر شرک ہوتا تو باری تعالیٰ اسے ''حجتنا'' نہ

فرماتا کہ یہ تو ہماری سکھلائی ہوئی دلیل ہے جو ہم نے انکو بتائی۔

تیسرے یہ کہ خود حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی اس کی ہوئی گفتگو کو ہدایت قرار دیا کہ فرمایا ''وَقَدْ هَدَانِ'' جس نے پتہ لگا کر یہ کلام عین ہدایت ہے نیز آپ علیہ السلام کا ھذا ربی فرمانا اور ھذا ربکم نہ فرمانا تبلیغ کا شاندار طریقہ بھی ہے ایک نمازی پرہیزگار عالم بے نمازیوں کو فاسقوں کو کہے ہم نماز نہیں پڑھتے ہم فسق کرتے ہیں پر نرمی سے تبلیغ کرنے کا ایک طریقہ ہے اپنے بے نمازی یا فاسق ہونے کا اعلان نہیں ایسے ہی یہاں بھی ہے اور لَئِنْ لَّمْ يَهْدِنِي کے معنی بھی بالکل ظاہر ہیں کہ اگر رب نے مجھ کو ہدایت یافتہ نہ پیدا کیا ہوتا تو میں بھی تمہاری طرح گمراہوں میں سے ہوتا، چونکہ اس نے مجھے فطری ہدایت بخشی ہے اس لیے میں گندے ماحول میں رہتے ہوئے بھی ستھرا ہوں پاک ہوں یا معنی یہ ہیں کہ اگر آئندہ رب مجھے پاک نہ رکھے یعنی ہدایت پر نہ رکھے تو میں گمراہوں میں سے ہو جاؤں یا معنی یہ ہیں کہ یہاں بھی ذکر تو اپنا فرمایا اور مراد قوم لی یعنی اگر تم کو رب ہدایت نہ دے تو تم گمراہ رہو ہدایت تو اس کے کرم ہی سے ملتی ہے۔ (تفسیر نعیمی ج 7 ص 621 ص 622 مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ گجرات پاکستان)

اعتراض کو آسان بنا کر پیش کرنے اور سمجھانے کی مثال یہ ہے کہ قرآن مجید میں آیا ہے فَالِقُ الْاِصْبَاحِ o اس کا معنی اور تفسیر کرنے کو مفسرین نے بڑی پریشانی قرار دیا اور ہر تفسیر پر کچھ نہ کچھ اعتراض وارد ہوتے ہیں ان کے جواب میں بھی بڑی کوفت محسوس کی حکیم الامت علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ

''نوٹ ضروری'' اس اعتراض کو مفسرین نے مشکل ترین سمجھا ہے''

اعتراض اور جواب کو خود حکیم الامت علیہ الرحمۃ نے بڑی مہارت کے ساتھ ذکر فرمایا آؤ ان کے الفاظ میں جانتے ہیں کہ وہ مشکل اعتراض جواب کیا ہے؟

اعتراض:

صبح صادق سے تو رات کا اندھیرا چرتا ہے رات کے اندھیرے سے صبح صادق تو نہیں چرتی تو خالق الاصباح فرمانا کیونکہ درست ہوا؟

جواب:

اس اعتراض کے بہت سے جواب ہیں جو ابھی تفسیر میں عرض کر دیے گئے ہیں کہ اس آیت کے معنی یہ نہیں ہیں کہ صبح کو رات کے اندھیرے سے چیرتا ہے بلکہ اس کے معنی یہ ہیں کہ صبح کے تڑکے کو سورج کی روشنی سے چیرتا ہے یا معنی ہے کہ صبح کاذب کو صبح صادق سے چیرتا ہے اور یا معنی فالق کا خالق ہے پھر تو کوئی اعتراض ہی نہ رہا کیونکہ اللہ تعالیٰ صبح کا بھی تو خالق ہے۔ (تفسیر نعیمی ج 7 ص 734 ص 735، مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ گجرات پاکستان)

فقہی معمہ جات کی مثال ذکر کر کے اس عنوان کو مکمل کرتا ہوں۔

آپ علیہ الرحمۃ تفسیر نعیمی ج 7 ص 78 میں فرماتے ہیں کہ

''ہم ذہن کی تیزی کے لیے چند فقہی معمے عرض کرتے ہیں۔

معمہ: وہ کون سا مسلمان ہے جس کا ذبیحہ حرام ہے؟

حل: وہ احرام والا یا حرم والا مسلمان ہے جس کا ذبیحہ شکار حرام ہے حتی کہ بعض اماموں کے ہاں یہ تو مردار سے بھی زیادہ حرام ہے جیسا کہ خلاصہ تفسیر میں ذکر کیا گیا۔

معمہ: وہ کونسا مسلمان ہے جس پر اس کی بیوی حرام ہے؟

حل: یہ وہ حاجی ہے جو حج کر کے طواف زیارت کیے بغیر واپس آئے جب تک پھر مکہ معظمہ جا کر طوائف زیارت نہ کرے گا تب تک اس پر بیوی حرام ہی ہے۔

معمہ: وہ کون سا مسلمان ہے جو نماز پڑھے تو ہو جائے مگر بعد میں وہ نماز خود بہ خود باطل ہو جائے؟

حل: یہ وہ شہری مسلمان ہے جو جمعہ کے دن نماز ظہر اپنے گھر میں پڑھ لے پھر نماز جمعہ کے لیے مسجد آوے اور وہاں جمعہ کی نماز تیار پائے اس کی ظہر اگرچہ پہلے ادا شدہ اور درست تھی مگر جمعہ پالینے کی وجہ سے باطل ہوگئی۔

معمہ: وہ کون سا مسافر ہے جو اپنے گھر میں نماز ادا پڑھے مگر پڑھے قصر؟

حل: یہ وہ شخص ہے جس کا گھر شہر کے کنارے پر ہو اپنے گھر سے سفر کے ارادہ سے نکلے کچھ دور جا کر نماز قصر شروع کر دے دوران نماز وضو ٹوٹ جائے وہ گھر آ کر وضو

کرے تو س نماز کو قصر ہی پڑھے گا۔

معمہ: وہ کون سا مسلمان ہے جب وہ نماز پڑھے تو نہ ہو مگر کچھ عرصہ بعد وہ باطل نماز بغیر اعادہ کیے خود بہ خود ہو جائے؟

حل: یہ وہ صاحب ترتیب مسلمان ہے جسکی ایک نماز رہ جائے وہ بغیر قضا کیے اگلی نماز پڑھے چونکہ اس پر تیب تو فرض تھی اس لئے اس کی کوئی نماز نہ ہوئی مگر جب یہ نمازیں پانچ سے زیادہ ہو جائیں تو سب نمازیں درست ہو جائیں گی کیونکہ اب اس پر ترتیب ہی فرض نہ رہی۔ (تفسیر نعیمی ج 7 ص 78، مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ گجرات پاکستان)

نوٹ:

خیال رہے کہ جہاں پر میں نے تفسیر نعیمی کی خوبیاں گنوائیں وہاں ذکر کیا تھا کہ بعض خوبیوں کی امثلہ ذکر کروں گا سو بقدر ضرورت ذکر کردیں باری تعالیٰ سے ثواب و فضل قارئین سے عدل وانصاف اور مصنف علیہ الرحمۃ سے اضافہ فیض و برکت علمی کی امید ہے۔ باری تعالیٰ فرمائے آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ علیہ وسلم۔

نوٹ:

یہ خیال نہ کیا جائے کہ تفسیر میں بس اسی قدر خوبیاں تھیں جو گنوائی گئی ہیں وہ تو محض مضمون کے اتمام واکمال کی خاطر تھیں ورنہ مکمل خوبیوں کو گنوانا مشکل ہے اور بھی کئی خوبیاں ہیں مگر ان کا ذکر اختصار کی خاطر نہ کیا گیا، جیسے وظائف وعملیات کا اس تفسیر میں ہونا، سورت و آیت کی روحانی تاثیر کا بیان کیا جانا، علم ہندسہ کی رو سے آیت وسورت کا تعویذ ذکر کیا جانا، اور آیت وسورت کے فضائل کا درج کیا جانا وغیرہ وغیرہ۔

باب ۵

حکیم الامت بطور محدث

۱. محدث کا مفہوم و معنی
۲. محدث کی شرائط
۳. محدث اور خدمت حدیث کے فضائل
۴. حکیم الامت کے محدث ہونے پر ایک نظر
۵. نتیجہ بحث

باب ۵
حکیم الامت بطور محدث

(1) محدث کا مفہوم و معنیٰ
(2) محدث کی شرائط
(3) محدث اور خدمت حدیث کے فضائل
(4) حکیم الامت کے محدث ہونے پر ایک نظر
(5) نتیجہ بحث

محدث کا مفہوم:

یہ لفظ حدیث سے بنا ہے جس کا مادہ ح، د ث ہے حدیث کا لغوی معنی ہے بات کرنا، کلام کرنا، خبر دینا، اور شرعی یا عرفی اصطلاح میں اس سے مراد نبی کریم ﷺ کے اقوال واعمال اور صفات پر مشتمل خبر یا کلام لیا جاتا ہے، مجازاً صحابہ کرام کے اقوال اور اعمال پر مشتمل کلام کو بھی حدیث ہی کہا جاتا ہے محدث کا معنی ہوا حدیث شریف کو علوم متداولہ کی مدد سے سمجھنے والا اور لوگوں کو سمجھانے سکھانے والا، حدیث کے علوم کی تعلیم وتربیت کرنے والا وغیرہ وغیرہ شیخ الحدیث کا بھی قریب قریب یہ ہی معنی ہے۔

(تفسیر نعیمی ج1 ص451 مع اضافہ جاء الحق ص688 مع اضافہ)

محدث کی شرائط:

محدث کی چند شرائط ہیں۔

سلیم العقل ہو، صحیح الفہم ہو، علوم متداولہ کا ماہر ہو، علوم متداولہ جیسے صرف، نحو، بلاغت منطق اور علم اصول تفسیر واصول حدیث وغیرہ۔

یہ شرائط اس وجہ سے ہیں کہ بے وقوف اور بے علم تفسیر بالرائے اور غلط تشریح کا مرتکب ہوگا خود بھی گمراہ ہوگا دوسروں کو بھی گمراہ کرے گا۔

محدث اور خدمت حدیث کے فضائل:

محدث کے کئی فضائل ہیں جو مختلف طرق سے ثابت ہیں یعنی عبارۃ النص، اشارۃ النص، دلالت النص اور اقتضاء النص سے سمجھے جاتے ہیں محدث حضور ﷺ کی حدیث سکھاتا ہے سکھانے کا ثواب پاتا ہے لوگوں کی احادیث کے ذریعے اصلاح کرتا ہے مصلح کا ثواب پاتا ہے لوگوں کو نفع دیتا ہے نفع رسائی کا ثواب حاصل کرتا ہے محدث کے بھی لوگوں پر علمی احسان ہوتے ہیں لہٰذا وہ دیگر محسنین کی طرح اجر وثواب کا حقدار ہے۔ وغیرہ وغیرہ چند آیات و احادیث ملاحظہ ہوں۔

آیات مبارکہ	مفہوم
① للذین احسنوا منهم واتقوا اجر عظیم ○	بھلائی کرنے والا اجر عظیم کا حقدار ہے۔
② ثم اتقوا و احسنوا والله یحب المحسنین ○	بھلائی کرنے والے سے رب محبت کرتا ہے۔
③ للذین احسنوا فی هذه الدنیا حسنة ○	بھلائی کرنے والے سے وعدہ ہے کہ اسکی دنیا اچھی ہوگی
④ وما کان ربك لیهلك القری واهلها مصلحون ○	جب تک مصلح ہونگے عذاب نہ آئے گا
⑤ انا لانضیع اجرا المصلحین ○	اصلاح کرنے والے کا اجر ضائع نہ ہوگا

احادیث شریفہ	مفہوم
① کل معروف صدقه	ہر نیکی صدقہ ہے
② لاتحقرن من المعروف شیئاً	کسی نیکی سے منہ نہ موڑنا چاہیے
③ الدین النیصحة.	دین خیر خواہی ہے۔
④ ان الله تعالیٰ لایعذب العامة بعمل الخاصة	خاصوں کے صدقے عام بھی عذاب سے محفوظ ہیں
⑤ خیر کم من تعلم القرآن و علمه	قرآن وحدیث کی خدمت کرنا بہتر ہونے کی دلیل ہے۔
⑥ ونصرك الرجل الردی البصر لك صدقه	عام نیکیاں مثلاً نابینا کی مدد کرنا کسی کو
⑦ وافراغك من دلوك فی دلو اخیك لك صدقه	تھوڑا سا پانی دے دینا بھی صدقہ ہے اور رب کو محبوب ہے۔

(مراۃ شرح مشکوۃ)

ان آیات واحادیث سے معلوم ہوا کہ ہر قسم کے احسان واصلاح کرنے والے اور نیکی کرنے والے باری تعالیٰ کو محبوب وپیارے ہیں تبھی تو انکی دنیا اور آخرت اچھی ہے جس کا ان سے وعدہ فرمایا گیا ہے، تو سوچو عام نیکی اور اصلاح واحسان کا یہ حال ہے تو محدث اور مفسر کا کیا مقام ہوگا؟ کیونکہ وہ قرآن وحدیث کے ذریعے احسان واصلاح کرتا رہتا ہے۔ شریعت تو ساری کی ساری عربی میں ہے ترجمہ وتشریح وتفہیم کے ذریعے محدث ومفسر ہی لوگوں کو سکھاتا ہے سمجھاتا ہے۔ لوگوں کو ایسے مصلح ومحسن کی قدر کرنی چاہیے ان کا مذاق اڑانا ان سے مقابلہ کرنا کفار کا طریقہ وشیوہ ہے جیسا کہ وما نرید ان تکون من المصلحین ٥ سے ثابت ہے ان کا انجام بھی وہی ہوتا ہے جو گزشتہ قوموں کا ہوا تھا، باری تعالیٰ عقل وفہم عطا فرمائے۔

حکیم الامت کے محدث ہونے پر ایک نظر:

ایک محدث کے لئے جو خوبیاں اور شرائط ہونی چاہیں بفضلہٖ تعالیٰ حکیم الامت علیہ الرحمۃ کے اندر بدرجہ اتم موجود تھیں، استاد کی قابلیت کا کمال وعلم اس کے تربیت یافتہ حضرات تلامذہ سے معلوم کیا جاتا ہے کہ جب تجلی کا یہ حال ہے تو مرکز کی کیا شان ہوگی، حکیم الامت علیہ الرحمۃ کے شاگرد بھی اعلیٰ درجہ کے محدث تھے حافظ الحدیث حضرت پیر سید جلال الدین شاہ، حضرت مفتی محمد حسین نعیمی حضرت پیر محمد افضل قادری مدظلہ، اور حضرت پیر محمد اسلم قادری علیھم الرحمۃ کے ماہر حدیث ہونے میں کون تامل کرسکتا ہے؟ اسی طرح حضرت مفتی محمد حبیب اللہ سنبھلی حضرت مولانا غلام علی اکاڑوی، حضرت مفتی مختار احمد نعیمی، اور حضرت مفتی اقتدار احمد خان نعیمی علیھم الرحمۃ کے محدث ہونے پر کس کو تردد ہوسکتا ہے؟ یہ سارے حضرات حکیم الامت الرحمۃ کے فیض وتربیت یافتہ شاگرد تھے، یہ امثلہ تو بطور تقریب فہم تھیں ورنہ آپ کے سارے کے سارے شاگرد قابل رشک وفخر ہیں۔

حکیم الامت علیہ الرحمۃ نے بخاری شریف کی شرح لکھی تھی جس کا نام انشراح بخاری المعروف نعیم الباری تھا بدقسمتی سے وہ شائع نہ ہوسکی۔ یہ کتاب چار جلدوں میں تھی اور عربی میں تھی، آپ نے ایک شرح اور بھی لکھی جس کا نام مراۃ شرح مشکوٰۃ ہے یہ اردو میں ہے اسکی آٹھ جلدیں ہیں اس کتاب سے پرچند امثلہ ذکر کرتا ہوں غور فرمایئے۔

عن ابی ھریرۃ رضی اللّٰہ تعالی عنہ قال و کلّنی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وآلہٖ وسلم بحفظ زکوٰۃ رمضان فاتانی اٰت فجعل یحثوا۔

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ مجھے حضور علیہ السلام نے فطرانے کے مال کی حفاظت کے لیے مقرر فرمایا ایک شخص آیا اور غلے کے لپ بھرنے لگا۔''

حدیث مبارک ملاحظہ فرمائیے۔

عن ابی ھرۃ رضی اللہ عنہ قال و کلنی رسول اللہ ﷺ بحفظ زکوۃ رمضان فاتانی ات فجعل یحثوا من الطعامہ فاخذتہ وقلت لارفعنك الی رسلو اللہ ﷺ قال انی محتاج وعلی عیال ولی ھاجۃ شدیدۃ قال فخلیت عنہ فاصحبت فقال انبی ﷺ یا باھرۃ وعیالا فرحمۃ فخلیت سبیلہ قال اما انہ قدر کذبك و سیعود معرفت انہ سعیود القول رسول اللہ انہ سیعود فرصدتہ فجاء یحثوا من الطعام فاخذتہ فقلت الارفعنك الی رسول اللہ قال دعنی فانی محتاج و علی عیال الاعود فرحمتہ فخلیت سبلیہ فاصبحت فقال لی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلم یا ابا ھریرۃ ما فعل اسیرك قلت یارسول اللّٰہ شکا حاجۃً شدیدۃً وعیالًا فرحمتہٗ فخلیت سبیلہٗ فقال اما انہ قد کذبك و سیعود فعرفت.انہ سیعود لقول رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلم انّہٗ سیعود فرصدتہٗ فجآء یحثوا من الطعام فاخذتہٗ فقلت لا رفعنّك الی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلم وھذا اخر ثلث مرّات انك تزعم لاتعود ثم تعود قال دعنی اعلمك کلمات ینفعك اللہ بھا اذا اویت الی فراشك فقرأ آیۃ الکرسی اللہ لاالہ الاھو الحیی القیوم حتی تختم الا یۃ فانك لن یزال علیك من اللہ حافظ ولایقربك شیطان حتی تصبح فخلیت سبیلہ فاصبحت فقال لی رسول اللہ ﷺ مافعل اسیرك قلت زعم انہ یعلمنی کلمات ینفعنی اللہ بھا قال اما انہ صدقك وھو کذوب و تعلم من تخاطب منذ ثلث لیال قلت لا قال ذاك شیطان○(بخاری،مراۃ شرح مشکوۃ ج ۳)

حضرت ابوہرۃ سے مروی ہے فرماتے ہیں مجھے حضور نے رمضان کے فطرانے کے مال کی حفاظت کے لیے مقرر کیا ایک شخص آیا اور غلے سے لب بھرے لگا میں نے اسے پکڑ لیا اور کہا تجھے حضور کی بارگاہ میں لے چلوں گا وہ بولا میں محتاج ہوں میرے بال بچے ہیں مجھے سخت حاجت ہے فرماتے ہیں میں نے چھوڑ دیا صبح ہوئی حضور نے فرمایا ابوہریرہ تیرے قیدی کا کیا بنا عرض کی یارسول اللہ ﷺ اس نے سخت حاجت اور بچوں کا عذر کیا میں نے رحم کھا کر اسکو چھوڑ دیا فرمایا وہ تم سے جھوٹ بول گیا وہ پھر لوٹے گا فرمایا مجھے حضور کے فرمان کی بناء پر یقین ہو گیا کہ وہ پھر لوٹے گا میں تاک میں رہا وہ آیا غلے کے لپ بھرنے لگا میں نے پکڑ لیا اور کہا اب کے تجھے حضور ﷺ کی بارگاہ میں نے چلوں گا وہ بولا مجھے چھوڑ دو محتاج ہوں بچوں کا بوجھ ہے اب نہ آؤں گا فرماتے ہیں مجھے رحم آیا میں نے اسے رہا کر دیا۔ فرمایا وہ تجھ سے جھوٹ بول گیا وہ پھر آئے گا مجھے حضور ﷺ کے اس فرمان سے کہ وہ پھر آئے گا یقین ہو گیا کہ وہ پھر آئے ضرور آئے گا، میں گھات میں رہا وہ آیا اور غلے سے لپ بھرنے لگا میں نے اسے پکڑ لیا تو کہا کہ اب تجھے حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں ضرور لے چلوں گا یہ آخری تیسری بار ہے کہ تو کہہ جاتا ہے نہ آئے گا پھر آجاتا ہے وہ بولا مجھے چھوڑ دیجئے میں آپ کو چند کلمات سکھائے دیتا ہوں کہ اللہ انکی برکت سے آپ کو نفع دے گا۔

آپ بستر میں جائیں تو آیت الکرسی **اللّٰہ لا الہ الا ھوا الحی القیوم** آخر آیت تک پڑھ لیں تو اللہ کی طرف سے حافظ رہے گا اور صبح تک شیطان آپ کے قریب نہ بھٹکے گا، میں نے اسے چھوڑ دیا جب صبح ہوئی تو مجھے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کیا بنا تمہارے قیدی کا؟ میں نے عرض کیا اس نے کہا کہ مجھے ایسے کلمات سکھائے گا جن سے اللہ مجھے نفع دے گا حضور علیہ السلام نے فرمایا وہ تھا تو جھوٹا مگر تم سے سچ بول گیا، کیا جانتے ہو کہ تم تین دن سے کس سے گفتگو کر رہے ہو میں نے کہا نہیں فرمایا یہ شیطان ہے۔ (بخاری، مشکوۃ)

اس حدیث کی ایمان افروز شرح تو حکیم الامت علیہ الرحمۃ کے اپنے الفاظ میں ملاحظہ کریں میں نے تو ان کی محدثانہ مہارت کی مثال دینی ہے اس مثال کی طرف متوجہ ہوتا ہوں غور فرمایئے۔

حکیم الامت علیہ الرحمۃ نے اس حدیث پر جو فنی اور عقلی اعتراضات اٹھا کر انکے نفیس جواب دیے ان کا جامع خلاصہ میرے اپنے الفاظ میں درج ہے۔

سوال:

صحابہ کرام اپنے ہاتھ سے فطرہ کا مال کیوں نہ دیتے تھے؟

جواب:

اس لئے کہ حضور علیہ السلام کی برکت سے قبولیت یقینی تھی لہذا وہ حضور علیہ السلام کی خدمت میں حاضر کردیتے۔

سوال:

کیا شیطان یا اسکی اولاد کھانے کی محتاج ہے؟ اگر ہے تو دلیل پیش کرو؟

جواب:

ابلیس مع اپنی اولاد کے کھانے پینے کا محتاج ہے، غذائیں، دانے، پھل اور مٹھائیاں وغیرہ کھاتے ہیں حتی کہ کوئلہ تک کھا جاتے ہیں اس پر دلیل وہ حدیث ہے جس میں فرمایا گیا ہے کہ کوئی بسم اللہ پڑھے بغیر کھانا کھائے تو اس کے ساتھ شیطان بھی کھانا کھاتا ہے۔

سوال:

کیا شیطان چوری بھی کرتا ہے اگر آپ کا جواب ہاں میں ہے تو بتاؤ ثبوت کدھر ہے۔

جواب:

جی ہاں چوری کرتا ہے ثبوت یہی حدیث ہے کہ تین دفعہ محتاج کا روپ دھار کر چوری کی تو ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے پکڑ لیا۔

سوال:

کیا شیطان جھوٹ بھی بولتا ہے؟ مع دلیل بیان کرو۔

جواب:

جی ہاں بولتا ہے دلیل یہی ہے کہ اس نے تین دن حضرت ابو ہریرہ سے جھوٹ بولا کہ میں محتاج ہوں بال بچے مجھ پر بوجھ ہیں حالانکہ دونوں باتیں غلط ہیں جھوٹ ہیں نیز حضور علیہ السلام نے بھی فرمایا کہ اے ابو ہریرہ تھا تو وہ جھوٹا مگر تجھ سے سچ بول گیا صدقك و هو كذوب ۔

سوال:

شیطان تو آگ کا بنا ہوا ہے جس کو پکڑنا ناممکن ہے تو آگ سے بنے ہوئے شیطان کو پکڑنا بھی ناممکن ہے؟ پھر ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کیسے پکڑلیا؟

جواب:

جب وہ انسانی صورت یا کسی مجسم و معروف ہیئت میں ہو تو اس کو پکڑنا ممکن ہے بلکہ واقع بھی، دیکھو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے اس کو تین دن پکڑا ایک حدیث میں ہے کہ سرکار علیہ السلام نے اس کو پکڑ کر باندھنا چاہا پھر مصلحتاً ایسا نہ فرمایا ورنہ مدینہ شریف کے بچے تک اس سے کھیلتے۔ حضور علیہ السلام کے ہاتھ مبارک میں ہاتھ دینے والے نورانی لوگ ہیں انکی طاقت ناریوں سے کہیں زیادہ ہے کیونکہ نور کی قوت نار سے زیادہ ہے۔

سوال:

آیت مبارکہ اور حدیث مبارکہ میں تعارض ہے آیت میں ہے کہ شیطان اور اسکی اولاد ہم کو دیکھتے ہیں تم ان کو نہیں دیکھ سکتے انه یرىكم هو وقبیله من حیث لاترونهم اور حدیث ہے کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے تین دن اس کو دیکھا بھی باتیں بھی کیں۔ پکڑا بھی۔ یہ کیونکر ممکن ہے؟

جواب:

آیت اور حدیث میں کوئی تعارض نہیں آیت کا معنی اور ہے حدیث میں اور صورت ذکر کی گئی ہے اگر آیت و حدیث میں ایک ہی صورت ہوتی تو آپ کا اعتراض صحیح ہوتا آیت کے

دو معنی ہیں اول یہ کہ جنات وشیطان جب اصلی حالت میں ہوں تو تم ان کو نہیں دیکھ سکتے مگر وہ تمہیں دیکھتے ہیں دوسرے یہ کہ آیت میں عام انسانوں کا ذکر ہے کہ عام انسان جن اور شیطان کو نہیں دیکھ سکتے مگر شیطان عام خاص سب کو دیکھتا ہے اب ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ عام تو نہیں ہیں عاشق رسول صحابی ہیں اصحاب صفہ ہیں وغیرہ وغیرہ نیز شیطان اس وقت اصلی حالت میں نہیں تھا بلکہ محتاج کا روپ دھار کر آیا، تب پکڑا بھی دیکھا بھی باتیں بھی کیں۔

سوال:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے خود اپنی مرضی کیوں کی کہ اس قیدی کو چھوڑ دیا وہ تو حضور علیہ السلام کی طرف سے مقرر تھے انکی طرف سے حکم وہدایت کا آنا ضروری تھا؟

جواب:

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے یا تو اس وجہ سے چھوڑ دیا کہ قیدی نے ابھی بالفعل چوری نہ کی تھی یا اگر کی تھی تو وہ حاکم وبادشاہ تک نہ پہنچی لہذا احکام میں فرق آ گیا چوری جب حاکم تک نہ جائے بندے کا حق ہے جب وہاں پیش ہو جائے اللہ کا حق بن جاتی ہے جب بندے کا حق ہو تو بندہ اپنا مال چور سے چھین کر اس چور کو آزاد کرنے کا حقدار ہے لیکن دوسری صورت میں بندے کو معاف کرنے کا حق نہیں چور کے ہاتھ کاٹنا شرعی حکم وتقاضا ہے۔ یا اس وجہ سے قیدی کو چھوڑا کہ صدقات وزکوٰۃ کے مال کو فقیر چرائے تو فقیر کے ہاتھ نہ کٹیں گے کیونکہ یہ مال فقیروں ہی کا تو ہوتا ہے جیسے بخیل خاوند کا مال اسکی بیوی بقدر ضرورت چرائے تو مجرم نہ ہوگی کیونکہ اس کا بھی تو مال میں حق تھا، ان باریکیوں کی وجہ سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے اپنی مرضی کی اور قیدی کو چھوڑا۔

سوال:

دوسری مرتبہ آنے کا حضور نے فرمایا تھا اور ابو ہریرہ نے بھی یقین کر لیا کہ وہ آئے گا پھر تو چاہیے تھا کہ قیدی کو حضور کی بارگاہ میں پیش کرتے شیطان کے بہانے کو کیوں معتبر مانا اور حضور علیہ السلام کے فرمان کو کیوں نا قابل اعتبار خیال کیا؟

جواب:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے نہ تو شیطان کے بہانے کو معتبر مانا اور نہ ہی سرکار ﷺ کے فرمان شریف کو جھوٹا خیال کیا بات یہ تھی کہ شیطان نے کہا تھا کہ میں اب نہ آؤں گا دعنی لا اعود اسکے اس قول کو حضرت ابو ہریرہ نے اسکی توبہ سمجھا کہ یہ اپنی توبہ کی خبر دے رہا ہے کہ بس جی جو ہونا تھا ہو گیا توبہ ہے اب نہ آؤں گا حضور انور ﷺ نے اس کے پچھلے جھوٹ کی خبر دی تھی آئندہ چھوڑنے کے متعلق حکم و ہدایت تو نہ فرمائی تھی لہٰذا ان باریکیوں کی بنا پر حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ نے اسکو چھوڑ دیا تھا۔

سوال:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تو ہر دفعہ کہتا ہے کہ نہ آؤں گا پھر آجاتا ہے حالانکہ اس نے تو ایک ہی مرتبہ کہا انك تزعم لا تعود ثمّ تعود۔ یہ تو کذب و بہتان ہے؟

جواب:

کذب و بہتان نہیں ہے کیوں تزعم مضارع تو ہے مگر معنی ماضی کا دے رہا ہے مطلب یہ ہوگا تو یہ کہہ تو گیا تھا کہ نہ آؤں گا مگر پھر آگیا یا یہ مفہوم ہے کہ کہنا عام ہے حقیقی ہو یا حکمی گویا یہ فرمایا کہ اے قیدی تو پہلی بار حکماً اور دوسری مرتبہ حقیقتاً کہہ گیا کہ اب نہ آؤں گا۔ ان باریکیوں کی وجہ سے جھوٹ اور بہتان ثابت نہ ہوگا۔

تو کیا شیطان قرآنی علوم اور تاثیر قرآنی سے واقف ہے؟

شیطان نے کہا کہ میں تجھے نفع والے کلمات بتاتا ہوں آپ بستر پر جا کر پڑھ لیا کریں امام رازی علیہ الرحمۃ نے بھی تفسیر کبیر رازی میں اسی طرح فرمایا ہے کہ ان صفات پر اس کی قدرت ثابت مانیں گے تو اس کا ضال و مضل ہونا ثابت ہوگا۔

سوال:

پھر تو بد مذھبوں کا عقیدہ ثابت ہو گیا کہ شیطان کا علم حضور علیہ السلام کے علم سے

زیادہ ہے کہ انہ، یہ کم والی نص سے ثابت ہے فخر عالم کے علم کے لیے تو کوئی نص ہی نہیں بلکہ وسعت علم تو نصوص کورد کرنے والا شرکیہ قول ہے؟

جواب:

نہیں یہ بات نہیں لوگوں کو اپنے متعلقہ افراد واشخاص سے محبت ہوتی ہے تب ہی انکی فضیلت تلاش کرتے ہیں جیسے ہم اللہ رسول اور انکے پیاروں کے فضائل وعلم میں غور کرتے ہیں، شیطان بیماری ہے اور حضور علیہ السلام معالج وھادی الناس ہیں دوا بیماری سے قوی ہو تب نافع ہے۔ اگر شیطان کا علم رسول اللہ ﷺ کے علم سے زیادہ مانو تو باری تعالیٰ پر اعتراض لازم آتا ہے کہ مرض قوی جب کہ دوا کمزور پیدا کی۔ رہا حضور علیہ السلام کا علم تو یہ آیات بطور نمونہ ذھن نشین کرلو۔

الرحمن علم القرآن　　　وعلمك مالم تكن تعلم

ولكن الله يجتبي من رسله من يشاء

فلا يظهر على غيبه احدا الامن ارتضى من رسول .

حضرات محترم!

یہ تو تھے اعتراضات وجوابات جن کی طرف حضرت حکیم الامت علیہ الرحمۃ کی توجہ ہوئی اب اس حدیث شریف سے جو نکات وفوائد انھوں نے اخذ فرمائے انکی ایک جھلک ملاحظہ ہو۔ خیال ہے کہ ان فوائد کو بھی سہولت کی خاطر میں اپنے انداز والفاظ واسلوب میں ذکر کروں گا۔ ملاحظہ کریں۔

1. ابلیس اور اسکی اولاد بھی پھل مٹھائی وغیرہ کھاتے ہیں دیکھو ابلیس نے قیدی بن کر غلہ چرایا۔
2. شیطان چوری بھی کرتا ہے جھوٹ بھی بولتا ہے دیکھو شیطان نے دونوں کام کیے۔
3. آیت الکرسی وغیرہ پڑھ کر مال پر دم کردو تو شیطان وجن وانس کے چرانے سے بچ جائے گا دیکھو شیطان نے آیت الکرسی کی تاثیر یہ بتائی کہ بستر پر جانے والے کے قریب بھی نہ آئے گا۔
4. حضور علیہ الصلوۃ والسلام اور صحابہ کرام اور اولیاء اللہ شیطان کو دیکھ سکتے ہیں کیونکہ

حضور علیہ السلام کے فیض کی برکت سے ان پر حجاب اٹھ جاتے ہیں دیکھو ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے شیطان کو دیکھا بھی پکڑا بھی اور باتیں بھی کیں۔

۵ انبیاء اور اولیاء کی گرفت سے شیطان از خود کبھی نہیں چھوٹ سکتا جب تک وہ نہ چھوڑیں دیکھو ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے خود رحم فرما کر اسے چھوڑا۔

۶ نور کی طاقت نار سے زیادہ ہے کیونکہ وہ حضور علیہ السلام کے فیض یافتہ ہیں۔

۷ شیطان حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں حضوری سے گھبراتا ہے تب ہی وہاں حاضر ہونیکی کی ہمت نہیں رکھتا۔

۸ جنات و شیاطین کو انکی اصلی حالت میں دیکھنا ناممکن ہے۔

۹ انکی بدلی ہوئی صورت میں انکو دیکھا جا سکتا ہے۔

۱۰ حضور ﷺ کی نگاہ پاک ہر ظاہر و غیب پر ہے دیکھو ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے پوچھے بغیر رات کا واقعہ بیان فرمایا کہ تیرے قیدی کا کیا بنا؟

۱۱ حضور ﷺ آنے والے حالات و امور کو بھی جانتے ہیں دیکھو آپ علیہ السلام نے خبر دی کہ وہ جھوٹا تھا پھر آئے گا۔

۱۲ حضور علیہ السلام دلوں کا حال اور وسوسے سے بھی باخبر ہیں دیکھو آپ علیہ السلام نے فرمایا وہ پھر آئے گا حالانکہ یہ تو دلی بات و ارادہ ہے۔

۱۳ جس کے دل میں حضور ﷺ کی ہیبت و محبت نہ ہو وہ شیطان سے بھی بدتر ہے دیکھو شیطان کو تین دفعہ حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں لے جانے کا کہا گیا تو ہر دفعہ اس نے انکار و اعتذار کیا۔

۱۴ شیطان اللہ تعالیٰ سے بھی ڈرتا ہے انی اخاف اللّٰہ رب العالمین ○ اور مصطفیٰ کریم علیہ السلام سے بھی ڈرتا ہے لہذا مسلمان کے دل میں حضور علیہ السلام کی محبت و ہیبت ہونی چاہیے۔

۱۵ شیطان قرآن مجید سے بھی واقف ہے اور اس کے بیان کردہ اسرار و رموز سے بھی، اشارات سے بھی اور ہر آدمی کے ارادے اور سوچ سے بھی ورنہ وہ گمراہ نہیں کر سکتا۔

١٦ شیطان کے علم وتصرف سے حضور علیہ السلام کے علم شریف وتصرف کی کہیں زیادہ وسعت ہے دیکھو شیطان بیماری ہے حضور علیہ السلام دوا۔ دوا مرض سے قوی ہو تب نافع ہے۔

١٧ شیطان حاضر ناظر ہے انہ یرا کم ھو و قبیلہ جب خلق کو گمراہ کرنے والے کی یہ صفت ہے تو خلق کے ہادی وراہ بر جناب مصطفیٰ ﷺ کی یہ صفت تو بڑھ کر ہونا ثابت ہوئی۔

١٨ کافر وشیطان بھی کبھی کبھی سچ بول دیتے ہیں دیکھو شیطان نے آخری بات کہ کلمات نافع بتاتا ہوں سچی کہی۔

١٩ کافر کی بات پر اعتماد نہ کرو دیکھو حضور علیہ السلام کی تائید وتوثیق کے بغیر ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے اعتبار نہ فرمایا۔

٢٠ مومن کو علم وحکمت جہاں سے ملے لے لے دیکھو ابو ھریرہ رضی اللہ عنہ نے کلمات قبول فرمائے اور تصدیق نبوی کروالی۔

٢١ بے دین کو استاد نہ بناؤ دیکھو ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کلمات تو لیے مگر اس قیدی کو استاد کا درجہ نہ دیا۔

٢٢ آیت الکرسی دفع شیطان کے لیے اکسیر ہے دیکھو شیطان نے خود ابو ھریرہ رضی اللہ عنہ کو بتایا نیز رسول اکرم ﷺ نے بھی تائید فرمائی۔

٢٣ مسلمان کافر کی سچی بات کی تصدیق کرسکتا ہے دیکھو حضور علیہ السلام نے فرمایا تھا تو وہ جھوٹا مگر تجھ سے سچ بول گیا۔

جنات کی تسخیر کرنے کی اصل یہ حدیث ہے لہٰذا مسئلہ تسخیر حق ہے۔

(ماخوذ از مراۃ المناجیح ص 250 ج3 ملخصا موضحا، مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ گجرات پاکستان)

نوٹ:

اس حدیث شریف کے تحت میں نے صرف دو امور کا ذکر کیا اعتراضات اٹھا کر جواب دینا، اور فوائد نکات حدیث، اور بھی کئی امور ہیں جیسے ترجمہ میں فصاحت اور بلاغت کا

خیال رکھنا عبارت میں حسن اور ترادف کے قوانین کی پابندی کرنا وغیرہ وغیرہ۔ جن پر تبصرہ کرنا چاہتا تھا لیکن مضمون طویل ہو جائے گا لہٰذا انکی طرف جانے سے قلم کو روک رہا ہوں۔ وما علینا الا البلاغ المبین O

حکیم الامت علیہ الرحمۃ کی محدثانہ مہارت پر دوسری مثال یہ ہے۔

حدیث شریف	ترجمہ
وعن انس رضی الله عنه قال قال رسول الله ﷺ ان عظیم الجزآء مع عظیم البلآء وان الله عزوجل اذا احب قوما ابتلاهم فمن رضی فله الرضا ومن سخط فلهٗ السخط O (رواه الترمذی)	حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ بڑا ثواب بڑی بلا کے ساتھ ملتا ہے، اللہ تعالیٰ جب کسی قوم کے ساتھ محبت کرتا ہے تو انھیں مبتلا کر دیتا ہے، جو راضی ہوتا ہے اس کے لئے رضا ہے، جو ناراض ہوتا ہے اس کے لئے ناراضی ہے۔ (ترمذی)

تشریح:

بڑا ثواب بڑی بلا کے ساتھ ملتا ہے.................. الخ

- مقصد یہ ہے کہ کسی مومن صالح کو بلاؤں میں گرفتار دیکھ کر یہ نہ سمجھ لو کہ یہ بڑا آدمی ہے نیکیوں پر بڑی مصیبتیں بڑے درجات ملنے کا ذریعہ ہیں، حدیث کا یہ مطلب نہیں کہ اگر کافر و بدکار پر بڑی مصیبت آجائے تو اس کا درجہ بڑا ہو گیا، یہ سب کچھ مومن کے لئے ہے مردے کو بہترین دوائیں دینا بھی بے کار ہے، جڑ کٹے درخت کی شاخوں کو پانی دینا بے سود، اگر کافر عمر بھر مصیبت میں رہے تب بھی وہ دوزخی ہے۔ اگر مومن صالح عمر بھر آرام میں رہے جب بھی جنتی، ہاں تکلیف والے مومن کے درجے زیادہ ہوں گے بشرطیکہ صابر و شاکر رہے۔

اللہ تعالیٰ جب کسی قوم سے محبت کرتا ہے تو انھیں مبتلا کر دیتا ہے...... الخ

- خیال رہے کہ رضا یا ناراضی دل کا کام ہے، لہٰذا تکلیف میں ہائے وائے کرنا اس

کے دفع کی کوشش کرنا، مریض ومظلوم کا حکم وحاکم کے پاس جانا ناراضی کی علامت نہیں۔ ناراضی یہ ہے کہ دل سے سمجھے کہ رب نے مجھ پر ظلم کیا۔ میں اس بلاء کا مستحق نہ تھا۔ یہاں صوفیاء فرماتے ہیں کہ بندے کی رضا رب کی رضا کے بعد ہے۔ پہلے اللہ بندے سے راضی ہوتا ہے تو بندہ رب سے راضی ہو کر اچھے اعمال کی توفیق پاتا ہے پہلے وہ ہمیں یاد کرتا ہے تو پھر ہم اسے یاد کرتے ہیں۔ ہماری یاد کے بعد رب ہمیں یاد کرتا ہے۔ فاذکرونی اذکرکم بہت باریک نکتہ ہے۔ مولانا فرماتے ہیں۔

گفت اللہ گفتنت لبیک ماست
ایں گداز و سوز و درد از پیک ماست

(مراۃ ج ۲۔ ص ۷۰، مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ گجرات پاکستان)

محدثانہ مہارت پر ایک مثال اور ذکر کرتا ہوں تا کہ اس عنوان کی تکمیل ہو جائے ملاحظہ فرمائیں کہ کتنی جامعیت کے ساتھ آپ نے حدیث شریف کی تشریح فرمائی۔

حدیث شریف	ترجمہ
وعن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنھما ان رسول اللہ ﷺ قال ان اللہ یبغض البلیغ من الرجال الذی یتخلل بلسانہ کما یتخلل الباقرۃ بلسانھا (ترمذی)	روایت ہے عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، کہ اللہ تعالیٰ لوگوں میں سے اس بلیغ آدمی کو ناپسند کرتا ہے، جو اپنی زبان کو پھیرتا ہے جیسے گائے اپنی زبان کو پھراتی ہے۔ (ترمذی)

تشریح:

بلیغ یا بلاغت سے ہے یا مبالغہ سے، اگر بلاغت سے ہو تو مطلب یہ ہوگا کہ جو کوئی صرف کلام کی خوبیوں میں کوشش کرے سچ جھوٹ کی پرواہ نہ کرے، اگر مبالغہ سے ہے تو مطلب صاف ظاہر ہے کہ وہ شخص لوگوں کی تعریف یا ہجو میں مبالغہ کرے جھوٹی سچی بات کی پرواہ نہ کرے۔

یتخلل بنا ہے خلل سے بمعنی درمیان یا بیچ اسی سے ہے خلال یعنی وہ تنکا جو دانتوں کے

بیچ میں جائے، تخلل کے معنی ہوئے اپنی زبان کو منہ کے بیچ گھمائے یعنی بہت بولے، بے احتیاطی سے بولے، اس کے ذریعہ روزی کمائے، بے احتیاطی سے کھائے، جیسے گائے باہر زبان نکال کر گھما کر چارہ پکڑتی ہے اور منہ میں لے جاتی ہے اچھی بری چیزوں میں فرق نہیں کرتی۔ (مرقات اشعہ)

بقرٌ، بقرةٌ، باقرٌ، باقرةٌ، سب کے معنی ہیں بیل، گائے بقر کے لغوی معنی ہیں چیرنا ۔ چونکہ گائے بیل کے ذریعہ زمین ہل چلا کر چیری جاتی ہے اس لیے اسے باقرہ کہتے ہیں یعنی زمین کو چیرنے والے، بڑے عالم کو باقر العلوم کہتے ہیں۔ گویا اس نے علم کو چیر کر اس پر قبضہ کرلیا ہے اسی لیے ایک امام کا نام باقر ہے۔

(اس حدیث کے عموم) میں وہ واعظین بھی داخل ہیں جو محض پیشہ ور واعظ ہیں صرف روزی کمانے کے لئے تقریریں کرتے ہیں سو الوگوں کے خوش کرنے کے اور کوئی غرض نہیں رکھتے۔

یہاں مرقات نے بروایت حاکم حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعا یہ حدیث نقل فرمائی کہ اللہ تعالیٰ دنیا کے عالم اور آخرت کے جاہل کو ناپسند کرتا ہے وعظ تو تبلیغ دین کے لیے چاہیے۔ (مراۃ المناجیح ص 332 ص 333 ج 6 مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ گجرات پاکستان)

آپ حضرات نے اندازہ کرلیا ہوگا کہ حکیم الامت علیہ الرحمۃ نے کس جامعیت کے ساتھ تشریح فرمائی کہ گرامر کی سیر بھی کرادی، علم معانی کا نظارہ بھی کروایا، علم اشتقاق کی جھلک بھی دکھلائی اور وجہ تسمیہ بھی ساتھ مشاہدہ کرواتے رہے ساتھ ساتھ پیشہ ور ''علماء'' بلکہ ''اُلماء'' کی المناکیوں بداخلاقیوں کو بھی واضح کیا اور معاشرے کے ناسوروں کی اصلاح کا طریقہ بھی بتایا کہ تعلیم رسولی کے مطابق تو یہ لوگ غیر معیاری ہیں کہ آخرت کے جاہل اور دنیا کے عالم ہیں دینی تبلیغ کی خاطر نہیں بلکہ اپنے ''شکم مبارک'' کی خاطر انکی تقریر اور وعظ ہوتا ہے، یہ لوگ ذہنی عیاش ہوتے ہیں اور اسی طرح کا حال ان کے ''تربیت یافتہ'' حضرات کا ہے۔

نتیجہ بحث:

1. حکیم الامت میں محدثانہ مہارت و شرائط موجود تھیں۔
2. آپ پر خدا رسول کی خصوصی مہربانی و کرم تھا کہ اس نعمت سے نوازے گئے تھے
3. خدمت حدیث اور محدث ہونے کے فضائل و اجر کے آپ بھی مستحق تھے۔

باب ٦

حکیم الامت بطور محقق

١. محقق کا معنی ومفہوم
٢. تحقیق کے فضائل
٣. حکیم الامت کی ایک تحقیق پر ایک نظر
٤. نتیجہ بحث

باب ۶

حکیم الامت بطور محقق

(1) محقق کا معنی و مفہوم

(2) تحقیق کے فضائل

(3) حکیم الامت کی ایک تحقیق پر ایک نظر

(4) نتیجہ بحث

محقق کا معنی ومفہوم:

محقق تحقیق سے ہے، جس کا مادہ ہے ح، ق، ق، حــق کے کئی معانی ہیں ثابت، واجب، صحیح۔ (تفسیر نعیمی ج1 ص223 مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ گجرات پاکستان)

معنی کا حاصل یہ ہے کہ محقق اس صاحب عقل وعلم کو کہا جاتا ہے جو کسی مسئلہ کو اس طرح ثابت کرے کہ اس میں کوئی ابہام واخفاء تک نہ رہے، مسئلہ صحیح طور سامنے آجائے اور عقل وعلم کا معیار اس مسئلہ پر اعتقاد وعمل کو گویا واجب خیال کرے وغیرہ وغیرہ۔

تحقیق کے فضائل:

تحقیق کے لیے چونکہ غور وتدبر اور تفکر کرنا پڑتا ہے اس لیے اس کا اجر وثواب بھی ہے اور اسکی فضیلت بھی ہے غور وتدبر اور تفکر چونکہ معرفت وعبادات کا ذریعہ ہے لہٰذا قرآن نے کئی مقامات پر اسکی طرف دعوت دی اور توجہ دلائی، تفکر اور تدبر کے فضائل کے ضمن میں ہی تحقیق کے فضائل بھی شامل ہیں تفکر وتدبر پر چند آیات بابرکات یہ ہیں۔

آیات	حاصل آیات
افلا یتدبرون القرآن ٥ (النسآء 4 آیت 82)	تدبر نہ کرنے پر باری تعالیٰ نے ناراضی ظاہر فرمائی تدبر کرنے کی ترغیب اور عدم تدبر پر ڈانٹ فرمائی گئی۔
کتاب انزلناه الیک مبارک لیتدبروا ایاته ولیتذکروا اولوالباب (ص 38 آیت 29)	تدبر فی الدین اور تدبر فی الکتاب کرنے پر ترغیب ودعوت دی گئی۔
ان تقوموا للہ مثنی وفرادی ثم تتفکروا (سبا 34 آیت 46)	تفکر فی الخلوق کی دعوت دی گئی۔
کذلک یبین اللہ لکم الایت لعلکم تتفکرون ٥ (البقرہ 2 آیت 219)	آیات کے بیان کے بعد تفکر کو علت قرار دیا گیا جس سے تفکر فی الایات کی اہمیت پتہ لگی

كذلك يبين الله لكم الا يات لعلكم تتفكرون (البقرہ 2آیت 366)	تفکر کی دعوت دی گئی اور ترغیب بھی دلائی گئی ہے۔
قل هل يستوى الاعمٰى والبصير افلا تتفكرون (الانعام 6آیت 50)	تفکر کی دعوت دی گئی۔
اولم يتفكروا فى انفسهم (الروم 30آیت 8)	تفکر نہ کرنے پر ناراضی فرمائی گئی۔
الذين يذكرون الله قياما وقعوداً وعلى جنوبهم و يتفكرون فى خلق السماوات والارض (ال عمران 4آیت 191)	عبادت کرنے والے اور تفکر وتدبر کرنے کی تعریف کی گئی۔
فاقصص القصص لعلهم يتفكرون (اعراف 80آیت 76)	تفکر وتدبر کی دعوت دی گئی۔
وجعل بينكم مودة ورحمة ان فى ذلك لايات لقوم يتفكرون ۝ (الروم 30آیت آیت 21)	ایک نعمت ذکر کر کے اس میں تفکر وتدبر کرنے کی دعوت دی گئی۔
فيه شفاء للناس ان فى ذلك لاية لقوم يتفكرون ۝ (النحل 16آیت 69)	تفکر اور تدبر کرنے کی دعوت بھی دی اور ترغیب بھی دلائی گئی۔

ان آیات سے واضح ہے کہ تفکر اور تدبر کرنا باری تعالیٰ کو پسند ہے تبھی اس کی ترغیب بھی دی اور متدبر اور متفکر کی تعریف بھی فرمائی، اور لوگوں کو تفکر وتدبر کی دعوت دی۔

حکیم الامت علیہ الرحمۃ کی ایک تحقیق پر ایک نظر:

تحقیق اس مسئلہ میں ہے کہ حضور ﷺ ہماری طرح بشر ہیں یا نہیں، نیز ان کو بشر کہہ کر پکارنا صحیح ہے یا بے ادبی اور جرم؟ ہمارا نظریہ یہ ہے کہ حضور ﷺ کی مثل کوئی بھی نہیں خواہ نبی

ہوں یا ملائکہ، عوام الناس کی تو بات ہی الگ رہی، نہ ہی کوئی حضور ﷺ کی مثل پیدا کیا جا سکتا ہے۔

اس مسئلہ پر حکیم الامت کی یہی تحقیق ہے اور آپ نے گیارہ طریقوں سے استدلال کیا ہے کہ کوئی بھی کسی طرح مصطفیٰ کا مثل نہیں، نہ ہو سکتا ہے۔

تحقیق کے گیارہ طریقے:

وہ گیارہ طریقے درج ذیل ہیں۔

1. قرآن مجید سے استدلال۔
2. حدیث مبارک سے استدلال۔
3. اقوال مفسرین سے استدلال۔
4. اقوال شارحین سے استدلال۔
5. تعامل صحابہ و اہل بیت سے استدلال۔
6. عرف سے استدلال۔
7. عقل سے استدلال۔
8. صوفیاء کرام کے کلام سے استدلال۔
9. ظاہری مفہوم سے استدلال۔
10. منطقی قاعدے سے استدلال۔
11. تصوف سے استدلال۔

ان تمام طریقوں پر بقدر ضرورت تفصیل ملاحظہ فرمائیں۔

① قرآن مجید سے استدلال:

قرآن نے نبی کے ادب کا حکم دیا ہے، اگر انکو اپنے برابر یا بشر کہہ کر پکاریں تو ادب نہیں رہتا باری تعالیٰ نے فرمایا۔

لاتجعلوا دعآء الرسول بنیکم کدعاء بعضکم بعضاً ○

دوسرے مقام پر فرمایا:

ولا تجھروا لہ بالقول کجھر بعضکم لبعض ان تحبط اعمالکم وانتم لاتشعرون ٥

یعنی جس طرح تم آپس میں ایک دوسرے کو عامیانہ انداز سے بلاتے ہو پکارتے ہو ان کو اس طرح نہ بلانا اور نہ پکارنا ورنہ تمہارے سارے عمل ضائع ہو جائیں گے۔ ان آیات میں ضبطیٔ اعمال کی وعید سنائی گئی یہ تو کفر میں ہوتی ہے ماننا پڑے گا کہ نبی کی بے ادبی کفر ہے، لہٰذا حضور ﷺ کا ادب ہر ادا میں کرنا لازم نداء میں، کلام میں، اور ہر اداء میں، ان کو اعلیٰ القاب سے اور عزت والے الفاظ سے پکارنا لازم ہے جیسے یارسول اللہ، یا حبیب اللہ، اور یا شفیع المذنبین وغیرہ، باری تعالیٰ نے انکو عام انداز سے نہ پکارا بلکہ عزت والے انداز سے پکارا جیسے **یایھا النبی، یایھا الرسول، یایھا المزمل اور یایھا المدثر** وغیرہ۔ جسے ربّ عام انداز سے نہ پکارے ہم کون ہوتے ہیں ان کو بشر کہہ کر پکارنے والے، ان کو بھائی کہہ کر بلانے والے؟ (ماخوذ از جاء الحق ص 178، ص 177 مطبوعہ نعیمی کتب خانہ گجرات)

۲ حدیث مبارک سے استدلال:

حضور علیہ السلام نے متعدد موقعوں پر فرمایا کہ **ایکم مثلی** کہ تم میں ہماری مثل کون ہے یعنی کوئی نہیں ہے، صوم وصال کے موقع پر فرمایا **ایکم مثلی**، بیٹھ کر نفل پڑھے پھر فرمایا **لکنی لستُ کاحدمن کم** کہ میں تمہارے کسی ایک کی مثل بھی نہیں ہوں یہی وجہ تھی کہ صحابہ کرام بھی کہا کرتے تھے کہ **اینا مثلہ** ہم میں کون حضور علیہ السلام کی مثل ہو سکتا ہے؟ یعنی کوئی بھی ان کی مثل نہ ہے نہ ہو سکتا ہے۔ (ماخوذ از جاء الحق ص 177)

۳ اقوال مفسرین سے استدلال:

روح البیان کی عبارت درج کر کے نتیجہ یہ ذکر فرمایا کہ حضور کو عامیانہ انداز یا بشر کہہ کر پکارنے میں ادب نہیں رہتا لہٰذا اس طرح کا پکارنا منع ہے کیونکہ ادب کی آیتوں کا خلاف لازم آئے گا، روح البیان شریف کی عبارت درج ذیل ہے۔

لاتجعلوا ا ندآئکم ایاہ و تسمیتکم لہ کنداء بعضکم بعضاً لاسمہ مثل یا محمدویاابن عبداللہ ولکن بلقبہ المعظم مثل یا نبی اللہ یارسول اللہ کما قال اللہ تعالیٰ یایھا النبی و یایھا الرسولo

یعنی حضور کو بلانا یا پکارنا اس طرح نہ کرنا جس طرح لوگ ایک دوسرے کو پکارتے ہیں یا محمد اور یا ابن عبداللہ نہ کہا بلکہ یا عزت القاب سے پکارنا جیسے خود اللہ تعالیٰ نے پکارا یا ایھا النبی یایھا الرسولo

ثابت ہوا حضور علیہ السلام کا ادب ہر حال میں لازم ہے نداء ہو یا کلام یا کوئی اور ادا ہو۔ (ماخوذ از جاء الحق ص 174،175)

۴ عبارات شارحین سے استدلال:

شیخ عبدالحق دہلوی علیہ الرحمۃ کی عبارت نقل فرمائی اس سے یہ اخذ فرمایا کہ جب ان کا رب ان کو عامیانہ انداز میں نہیں پکارتا باعزت انداز میں مخاطب فرماتا ہے تو ہم کو کیا حق ہے کہ انکو عامیانہ انداز میں یا بشر بشر کہہ کر پکاریں۔ مدارج النبوۃ شریف کی عبارت درج ذیل ہے۔

مخوانید او را بنام او ، چناں کہ می خوایند بعضے از شمامر بعضے را ، بلکہ بہوید یارسول اللہ ، یانبی اللہ ، باتو قیر و توضیح۔

یعنی ان کو ادب کے ساتھ پکارو جیسے یارسول اللہ کہہ کر یا نبی اللہ کہہ کر۔

(از جاء الحق ص 174+175)

۵ تعامل صحابہ و تعامل اہل بیت سے استدلال:

تعامل سے مراد ہے برتاؤ کرنا، معاملہ کرنا، وغیرہ، مراد یہ ہوئی کہ صحابہ کرام اور نبی کے گھر والے پکارنے اور ادب کرنے کے معاملہ میں کیا رویہ اور برتاؤ کرتے تھے۔

صحابہ کرام کا اور اہل بیت کا روزہ مرہ کا محاورہ اور تعامل یہ تھا کہ وہ جب بھی روایت کرتے تو عرض کرتے قال رسول اللہ، قال نبی اللہ یعنی رسول پاک فرماتے ہیں نبی پاک فرماتے ہیں دیکھو حضور علیہ السلام حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے زوج مبارک ہیں روایت

ایں نہ دانستند ایشاں از عمیٰ
ہست فرقے درمیاں بے انتہاء
ہر دو یک گل خورد ، زنبور و نحل
زاں یکے شد نیش زاں دیگر عسل
ہر دو گوں آہوگیا ہ خورند و آب
زیں یکے سرگین وزاں مشک ناب
ایں خورد گردو پلیدی زیں جدا
واں خورد گرد و ہمہ نور خدا

(جاء الحق ص 181)

اشعار کا حاصل یہ ہے کہ کافروں کی یہ سوچ غلط ہے کہ ہم اور نبی ایک جیسے ہیں کیونکہ کھانا پینا، سونا، وغیرہ ایک ہے، اس سوچ کے غلط ہونے کی وجہ یہ ہے کہ ظاہر اور حقیقت میں فرق عظیم ہے۔ دیکھو شہد کی مکھی اور بھڑ ایک جیسی نظر آتی ہیں ایک طرح کی خوراک کھاتی ہیں ایک پھل کا رس چوستی ہیں لیکن ایک کے رس سے زہر بنتا ہے دوسری کے رس سے شہد بنتا ہے، دو ہرن ہیں ایک سے کستوری و نافہ مشک حاصل ہوتا ہے دوسرے سے نہیں حالانکہ جسامت ایک ہے خوراک ایک ہے تو سمجھ جاؤ کہ نبی اور امتی ایک نہیں نبی کھائیں تو نور خدا بنے امتی کھائے تو پلیدی بنتی ہے۔ تو پھر نبی اور امتی ایک طرح کے کیسے ہوئے؟

۹ ظاہری معنیٰ سے استدلال:

قل انما انا بشر مثلکم ایک چیلنج ہے، ایک بہت بڑا دعویٰ ہے وہ اس طرح کہ بشریت ذات نہیں بلکہ صفت ہے (ب، ش، ر) مادے سے ہے بمعنی ظاہری کھال، بشری صفات تو بے شمار ہیں تو یہ معنی بھی ممکن ہے کہ میں ہی تم سب کی مثل ہوں کس میں؟ صفات بشریہ میں، یعنی میرے علاوہ اور کوئی ہے ہی نہیں نہ ہوگا جو تم سب میں موجود صفات بشریہ کا احاطہ کرے، ایک آدمی ایک ہی وقت میں مختلف اعلیٰ صفات کا حامل ہو تو سنو لو وہ صرف اور صرف میں ہی ہوں نہ اور کوئی ہے نہ ہوگا نہ ہوسکتا ہے۔ اس کی مثال یوں سمجھو کہ کوئی بشر کوئی

آدمی، عالم بھی ہو، پہلوان بھی ہو، سائنس دان بھی ہو، منطقی بھی ہو ڈاکٹر بھی ہو، فلسفی بھی ہو، ولی بھی ہو، متقی بھی ہو، اور جامع الاخلاق بھی ہو تو وہ صرف اور صرف میں ہی ہو سکتا ہوں ظاہر بات ہے کہ ایک آدمی یا صرف ڈاکٹر ہو گا یا عالم ہو گا یا صرف پہلوان ہو گا وغیرہ وغیرہ یہ تو ہو ہی نہیں سکتا کہ ایک آدمی میں ساری خوبیاں جمع ہوں بیک وقت وہ سب کچھ ہو زیادہ سے زیادہ پانچ دس خوبیوں کا مالک ہو گا تو حاصل یہ ہوا کہ جو صفات بشریہ کا محیط ہے وہ حضور علیہ السلام ہی کی ذات ہے اس معنی کی رو سے یہ آیت بطور دعویٰ ہے، بطور چیلنج ہے، قرآن نے دعویٰ لوگوں کو بتایا، رب نے دعوی کروایا اور مصطفیٰ کریم ﷺ نے دعویٰ فرمایا، تینوں سچے لہٰذا دعویٰ سچا، حدیث پاک بھی اس معنی کی تائید کرتی ہے فرمایا ایکم مثلی ، مثل بمعنی برابر ہے کہ تم میں سے کوئی بھی میرے برابر نہیں نہ ہو سکتا ہے میں تم سب کی مثل ہوں اس طرح کہ تمہاری ساری صفات میرے اندر موجود ہیں جیسے طاقت، قوت، علم، تقویٰ وغیرہ لیکن میری صفات تم میں نہیں ہیں جیسا علم قوت طاقت و معیار علم و تقویٰ میرا ہے تمہارا نہیں۔

(حالات زندگی، ص185 ص186 ملخصاً، وموضحاً، مطبوعہ نعیمی کتب خانہ گجرات)

اس استدلال پر ایک نظیر نفع مند رہے گی سوال جواب کے انداز میں ہے توجہ فرمائیں حکیم الامت علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں کہ

اعتراض:

درود ابراہیمی میں مشبہ بہ ہے كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى ابراهيمَ ۝ حالانکہ قانون یہ ہے کہ مشبہ بہ مشبہ سے بڑھ کر ہوتا ہے، جیسے کہا جائے کہ زید شیر کی طرح ہے اب شیر کی طاقت تو یقیناً زید سے زیادہ ہے۔

جواب:

بے شک ایک چیز میں حضرت ابراہیم علیہ السلام واقعی سب سے بلند ہیں بڑھ کر ہیں کہ انکو محمد رسول اللہ ﷺ جیسا فرزند ملا جس کی بدولت انکی شہرت کو چار چاند لگ گئے، انکی عزت مزید سے مزید تر ہو گئی کما صلیت سے یہی رحمت مراد ہے، اب کہو کہ ابراہیم علیہ

السلام سب سے بڑھ کر ہیں یا نہیں؟ بے شک ہیں اور حضور علیہ السلام کے طفیل ہیں۔

(تفسیر نعیمی ج 1 ص 709 ملخصاً، مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ گجرات پاکستان)

۱۰ منطقی قاعدے سے استدلال:

قل انما انا بشر مثلکم میں آیت مثلکم پر ختم نہیں ہوئی بلکہ آگے لفظ یوحی الی بھی آ رہا ہے، یوحی الی قید ہے جیسے ہم کہیں کہ زید دوسرے حیوانات کی طرح حیوان ہے مگر حیوان ناطق ہے، جس طرح ناطق کی قید سے انسان اور حیوان میں فرق عظیم پیدا ہو گیا کہ انسان اشرف المخلوقات ہو گیا۔ تو اسی طرح یوحی الی کی قید نے بھی نبی اور امتی میں فرق عظیم پیدا کر دیا بلکہ انسان اور حیوان کے درمیان تو صرف ایک قید ہے نطق: مگر نبی اور امتی کے درمیان ستائیس قیدیں ہیں۔ انکی تفصیل یہ ہے۔

پہلا درجہ بشر ہے پھر مؤمن اس پر صالح پر شہید، پھر متقی ہے پھر مجتہد ہے اس سے اوپر اوتار ہے پھر ابدال، پھر قطب، پھر قطب الاقطاب، اس سے اوپر غوث ہے اس سے اوپر غوث الاعظم ہے، پھر تابعی پھر صحابی، پھر انصاری، اس سے اوپر مہاجر، پھر صدیق ہے، پھر نبی، اس کے اوپر رسول پھر اولوالعزم، ان پر خلیل اس سے اُوپر خاتم النبیین، پھر رحمۃ للعالمین کا درجہ ہے اس سے اوپر حبیب اور اس سے اوپر مصطفیٰ کا درجہ ہے عام بشر کس طرح کہہ سکتا ہے کہ میں نبی کے برابر ہوں یا وہ میری مثل ہیں حضرت پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری علیہ الرحمۃ فرماتے تھے کہ انسان اور جوہر کے مابین پانچ درجوں کا فرق ہے وہ یہ کہ انسان کے اوپر والا درجہ حیوان، اس سے اوپر کا جسم نامی اس سے اوپر جسم مطلق، اس سے اوپر کا درجہ جوہر ہے، عام آدمی عالم انوار اور ملائکہ کی مثل بھی نہیں حالانکہ جوہر ہونے میں مساوات ہے تو عام آدمی مصطفیٰ ﷺ کی طرح کس طرح ہو سکتا ہے، عام بشر اور مصطفیٰ ﷺ کی بشریت اور شان ہی جدا ہے، جو کوئی ان دونوں کی شان ایک جانے وہ کم عقل ہے، شرکت و یکسانیت ہو بھی کیسے؟ یہ شرکت تو ایسی بھی نہیں جیسی جنس عالی یا کسی عرض عام کے افراد کو انسان سے ہے۔

یہ تو ایسا ہے کہ جیسے کوئی یہ کہہ دے کہ اللہ ہماری طرح موجود ہے ہماری طرح سمیع ہے ہماری طرح بصیر ہے کیونکہ موجود، سمیع، اور بصیر کے الفاظ ہر ایک کے لئے بولے جاتے

ہیں تو ایسا کہنے والا پاگل ہے ہماری اور رب کی موجودیت میں کوئی نسبت ہی نہیں، اسی طرح ہماری اور حضور کی بشریت میں بھی کوئی نسبت نہیں ہے انکی بشریت تو جبریل کی حیثیت سے بھی اعلیٰ وافضل ہے، کیا خوب فرمایا مولانا روم علیہ الرحمۃ نے۔

اے ہزاراں جبریل اندر بشر
بہر حق سوئے غریباں یک نظر

ثابت ہوا کہ حضور ہم جیسے بشر نہیں ہیں۔ (جاء الحق ص 177 موضحا، مطبوعہ نعیمی کتب خانہ شان حبیب الرحمان من آیات القرآن ص 144+145، مطبوعہ نعیمی کتب خانہ گجرات پاکستان)

منطقی قائدے سے استدلال کی ایک اور مثال یہ ہے

فرماتے ہیں کہ

یہ سب کو معلوم ہے کہ نقیضین کا اجتماع محال ہے، حضور کا مثل ممکن ہی نہیں، اگر ممکن جانو تو اجتماع ضدین لازم آئے گا، وہ اس طرح کہ حضور آخری نبی قرآن آخری کتاب اور اسلام آخری دین ہے کسی کو مثل مصطفیٰ مانو تو اسکو صاحب قرآن، بانی اسلام اور آخری نبی ماننا پڑے گا وہ ہو تو حضور آخر نہ رہے حضور آخر ہوں تو وہ آخر نہ رہا۔ حضور سب سے پہلے شفاعت فرمانے والے ہیں۔ رب سے کلام کرنے والے، ہیں سب سے پہلے قبر شریف سے باہر آنے والے ہیں سب سے اول پل صراط سے گزرنے والے ہیں سب سے پہلے جنت میں جانے والے ہیں سب سے پہلے آپ کا نور پیدا ہوا، میثاق کے موقع پر سب سے پہلے قالوا فرمانے والے ہیں، جس کو حضور کی مثل مانو اس کے لئے بھی یہ خوبیاں ماننا پڑیں گی وہ ان خوبیوں میں اول ہوا تو حضور اول نہ رہے حضور کو اول مانو تو وہ اول نہ رہا۔ اگر دونوں کو اول مانو تب بھی اجتماع نقیضین لازم آیا دونوں کو آخر مانو تب بھی اجتماع ضدین ہوا دونوں ضدوں کا اجتماع محال بالذات ہے حضور تمام مخلوق کے سردار ہیں ساری مخلوق بروز قیامت آپ کے جھنڈے تلے جمع ہوگی، حضور گرتوں کو تھامیں گے، جلتوں کو بجھائیں گے، لوگوں کی وکالت کریں گے، سب کی بگڑی بنائیں گے، آنکھیں ان کی راہ تکیں گی، ہاتھ ان کے دامن تھامیں گے، مقام محمود ان کے ملکیت ہے جس کی آذان کے بعد دعا کی جاتی ہے آپ ہی ساری خدائی کے مالک ومختار رسول

ہیں انی رسول اللّٰہ الیکم جمیعاً ٥(القرآن)اور آنا سید ولد ادم (الحدیث) کسی کو مثل تصور کرو تو اس کو یہ شانیں دینا پڑیں گی ان شانوں کو اس میں مانو تو حضور کی یہ شان نہ رہی حضور کی یہ شان مانو تو دوسرا ان سے خالی ہوگیا، دونوں کی مانو تو اجتماع ضدین لازم آیا، جوکہ باطل ہے تو مثل مصطفیٰ ممکن ماننا بھی باطل ہے۔

ہمارا ایک شعر یاد کرلو۔

کوئی مثل ان کا ہو کس طرح ؟ وہ ہیں سب کے مبداء منتہی
نہیں دوسرے کی یہاں جگہ کہ یہ وصف دو کو ملا نہیں

(تفسیر نعیمی ج 1 ص 198 ملخصا، مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ گجرات پاکستان)

ثابت ہوا کہ کوئی بھی حضور علیہ السلام کی طرح نہیں نہ ہوگا نہ ہوسکتا ہے انا بشر مثلکم کی مراد کچھ اور ہے، جو عبارت سے ظاہر ہے وہ مراد نہیں اور جو مراد ہے وہ عبارت میں موجود نہیں۔

۱۱ تصوف سے استدلال:

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تین صورتیں ہیں۔

- ۱ صورت بشری
- ۲ صورت حقیقی / حقی
- ۳ صورت ملکی

قل انما انا بشر مثلکم (القرآن) میں پہلی صورت کا ذکر ہے۔

من رانی فقد رأی الحق (حدیث) میں دوسری صورت کا بیان ہے۔

لی مع اللّٰہ وقت لایسعنی فیه ملك مقرب و لا نبی مرسل۔ (حدیث) میں تیسری صورت ذکر ہوئی معراج شریف کے موقع پر سدرہ کے مقام پر جبریلی طاقت کی انتہاء ہوگئی مگر آپ علیہ السلام کی بشری طاقت کا ابھی آغاز بھی نہ ہوا تھا، کوئی کسی طرح کہہ سکتا ہے کہ حضور ہم جیسے بشر ہیں۔ (جاء الحق ص 179 ملخصا، مطبوعہ نعیمی کتب خانہ گجرات پاکستان)

اب اس آیت کریمہ قل انما انا بشر مثلکم کی تفسیر ملاحظہ کریں۔

قل: آپ فرمادیں:-

قل واحد کا صیغہ ہے معنی ہوگا کہ صرف آپ ہی فرمائیں کہ انا بشر مثلکم کہ میں تمہاری مثل بشر ہوں، باقیوں کو قل کے بعد والی بات کی اجازت نہیں، بطور انکساری و عاجزی صرف آپ ہی فرماسکتے ہیں قل قل هو الله احد میں بھی ہے وہاں بھی یہ ہی مراد ہے کہ آپ ہی فرمائیں کہ هوا الله احد اللہ ایک ہے پھر دوسری آیات میں مسلمانوں کو عام اجازت مل گئی وہ بھی کہہ سکتے ہیں لیکن انما انا بشر مثلکم کی اجازت کسی کو بھی نہ ملی نہ مل سکتی ہے لہذا یہ صرف حضور ہی فرماسکتے ہیں، کسی مسلمان نے آپ کو بشر کہہ کر پکارا تو وہ مجرم ہے کیوں کہ اس کا یہ فعل احترام نبوت کے سراسر منافی ہے، خیال رہے کہ نبی کو بشر مثلکم سمجھنا اور پکارنا کافروں کا طریقہ ہے بطور نمونہ کچھ آیات ملاحظہ ہوں۔

آیات	حاصل: آھاتحاصل آیات
قالوا بشر یهدو ننا فکفر وا (تغابن 46 آیت 6)	کافروں نے نبی کو بشر کہہ کر مذاق اڑایا
وما انتم الا بشر مثلناo (یسین 36 آیت 15)	کافروں نے نبی اپنی مثل بشر کہہ کر حقیر جانا۔
ولئن اطعتم بشرا مثلکم انکم اذا لخاسرون (مومنون 23 آیت 24)	کافروں نے بشر کہہ کر نبی کی اطاعت کا انکار کیا۔
قالوا ان انتم الا بشرo (ابراھیم 4 آیت 10)	کافروں نے نبی کو بشر کہہ کر حقیر جانا
لم اکن لاسجد لبشر o (الحجر 15 آیت 33)	شیطان نے نبی کو بشر کہہ کر کر بات نہ مانی
هل هذا الّا بشر مثلکم o (الانبیاء 21 آیت 3)	کافروں نے نبی کو بشر کہا۔
وما انت الا بشر مثلنا o (الشعراء 26 آیت 186)	کافروں نے نبی کو بشر کہا۔

ماھذا الا بشر مثلکم یرید ان یتفضل منکم o (المومنون 23 آیت 24)	کافروں نے نبی کو بشر کہہ کر حقیر جانا
ماھذا الا بشر مثلکم یا کل مما تاکلون و تشرب مما تشربون o (المومنون 23 آیت 33)	کافروں نے نبی کو بشر کہہ کر ٹھکرا دیا اور دلیل یہ دی کہ ہماری طرح کھاتا ہے ہماری طرح پیتا ہے۔
ما نراك الا بشرا مثلنا o (ہود 11 آیت 26)	کافروں نے کو بشر کہہ کر ماننے سے منہ موڑا۔
قالو أبعث الله بشرا رسولًا (بنی اسرائیل 18 آیت 94)	کافروں نے نبی کو بشر کہا بات بھی نہ مانی،
فقالو ا ابشرا منا واحدًا نتبعه (القمر 54 آیت 24)	کافروں نے دو نبی بشر کہہ کر حقیر جانے
فقالوا أنومن لبشرين مثلنا (المومنون 22 آیت 47)	کافروں نے موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کو بشر کہہ کر مذاق اُڑایا۔
ماانت الا بشر مثلنا فات بایةo (الشعرآء 36 آیت 154)	کافروں نے بشر کہہ کر ایمان لانے سے انکار کیا۔
ماانت الا بشر مثلنا وان نظنك لمن الکذبین o (الشعرآء 26 آیت 186)	کافروں نے نبی کو اپنے جیسا جانا بے ایمان ہی رہے۔
ان ھذا لا قول البشر (المدثر 74 آیت 25)	کافروں نے نبی کو بشر کہا اور قرآن کو من گھڑت سمجھا۔

ان آیات سے چند باتیں صاف معلوم ہوتی ہیں۔

1. ایک نبی کو اپنی مثل سمجھنا یا کہنا تمام کفروں کی جڑ ہے باقی کفر اس جڑ کی شاخیں ہیں۔
2. نبی کے فضائل کی طرف توجہ نہ کرنا اور انکو اپنے جیسا سمجھنا اور کہنا ہر دور کے کافروں کا طریقہ رہا۔

(۳) جس کی نظر نبی کے نور پڑی وہ صدیق و عمر ہو گئے جس کی نگاہ بشریت پر رکی رہی وہ ابولہب اور ابو جہل ہی رہا۔

ابو بکر نے بشریت کے غلاف میں نور کو دیکھا با کمال ہو گئے ابو جہل وغیرہ انکے ظاہری کھانے پینے سے ان کو بشر ہی سمجھتے رہے بے حال اور قابل زوال ہی رہے۔ لعنت و ذلت کے جال میں رہے۔

برابر کا خیال کر کے اپنے کو نبی جیسا یا نبی کو اپنے جیسا کہنا کفر ہے۔

(نور العرفان ص 387 ص ▇▇ ص 448 ص 318، مطبوعہ نعیمی کتب خانہ گجرات پاکستان)

باری تعالیٰ نے قل فرمایا جس کا مفاد یہ ہے کہ صرف آپ ہی اپنے کو بشر کہہ سکتے ہیں دوسروں کو یہ حق نہیں کہ وہ بشر کہیں یہ تو کافروں کا طریقہ ہے کہ وہ ہر دور میں نبی کو اپنی مثل کہتے رہے سمجھتے رہے۔

قل کے کئی مقاصد ہوتے ہیں کبھی قل فرما کر بعد والی بات سے روکنا مقصود ہوتا ہے جیسے یہاں ہے کہ قل آپ تو فرمادیں کہ **انا بشر مثلکم** لیکن دوسروں کو اجازت نہیں اور کبھی قل سے کہلوانا مقصود ہوتا ہے جیسے فرمایا **قل ھو اللّٰہ احد** کہ آپ فرمائیں اللہ ایک ہے آپ کی تعلیم سے دوسرے کہیں کہ ہاں اللہ ایک ہے۔

کبھی قل اس لئے فرمایا جاتا ہے کہ لوگوں پر یہ واضح ہو جائے کہ بات تو میری ہو جب دو نعمتوں کا اجتماع ہو تو تاثیر یقینی ہو جائے، گولی بندوق کے ذریعے چلاؤ تو اثر کرے گی، ہاتھ سے مارو تو چڑیا کو بھی زخمی نہ کرے۔

بہر حال خلاصہ یہ ہوا کہ **قل انما انا بشر مثلکم** لیکن دوسروں کو اجازت نہیں

بہر حال خلاصہ یہ ہوا کہ **قل انما انا بشر مثلکم** میں قل کے بعد والا مضمون صرف حضور علیہ السلام ہی فرما سکتے ہیں کسی اور کو اجازت نہیں۔

(درس القرآن 509+510 ملخصاً، مطبوعہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور)

انما : جز ایں نیست:

انما عربی میں حصر کے لیے آتا ہے پہلے کو دوسرے پر منحصر کر دیتا ہے نہ کہ دوسرے

کو پہلے پر، اس آیت میں یہ معنی ہوگا کہ میں بشر ہی ہوں رب یا اسکی جز نہیں ہوں جیسے انما الھکم الہ واحد میں معنی یہ ہے کہ اللہ ایک ہی ہے اس میں کوئی دوئی نہیں کوئی ثانویت نہیں نہ ذاتاً نہ صفاتاً، انما پہلے کو دوسرے میں منحصر کرتا ہے نہ کہ دوسرے کو پہلے میں، کیونکہ دوسرے کو پہلے میں منحصر کرے تو معنی فاسد ہو جائے گا مثلاً انما انا بشر کا معنی ہو جائے گا کہ صرف اور صرف میں ہی بشر ہوں میرے علاوہ اور کوئی بھی بشر نہیں اور انما الھکم الہ واحد کا یہ مطلب بنے گا کہ صرف اور صرف اللہ ہی ایک اس کے سوا کوئی چیز بھی ایک نہیں ہے۔

انما کلمہ حصر ہے اس کا ترجمہ ہے، جز ایں نیست، سوائے اس کے نہیں، محض، صرف، ایک ہی، وغیرہ، حصر کی کئی اقسام ہیں، انما انا بشر مثلکم میں قصر موصوف علے الصفۃ ہے اور قصر اضافی ہے حقیقی نہیں معنی یہ ہے کہ میں تمہاری طرح صرف بشر ہی ہوں، خدا نہیں ہوں نہ ہی خدا کی جزء ہوں، اگر حصر حقیقی کے لحاظ سے معنی کریں گے تو یہ مطلب بنے گا کہ میں صرف بشر ہی ہوں اس بشریت کے علاوہ مجھ میں اور کوئی صفت نہیں نہ قائم نہ لا قائم نہ قاعد اور نہ لا قاعد، ہر معنی عقلاً نقلاً غلط ہے کیونکہ آپ کے تو بہت سے اوصاف ہیں، نیز حصر حقیقی ماننے سے ارتفاع نقیضین لازم آتا ہے جو کہ محال ہے۔ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ نے کیا خوب فرمایا ہے۔

حق ہے، کہ ہیں عبد الہ کے، اور عالم مکان کے شاہ
برزخ ہیں وہ، سِرّ خدا یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں

(درس القرآن ص 499 ملخصاً مطبوعہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور، مواعظ نعیمیہ ص 117 ملخصاً مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ گجرات پاکستان)

اَنَا بَشَرٌ میں بشر ہوں:

بشر بشرۃ سے ہے بمعنی ظاہری کھال، سامنے نظر آنے والی جلد، انسان کو اس وجہ سے بشر کہتے ہیں کہ وہ ظاہری جلد والا ہے اس کی کھال سامنے نظر آتی ہے باقی کسی مخلوق کا یہ حال نہیں کسی کی جلد پروں سے ڈھکی ہوتی ہے۔ کسی کی بالوں میں چھپی ہوتی ہے۔ سانپ کی صرف پشت ظاہر ہوتی ہے پیٹ زمین سے متصل ہوتا ہے بشر کا حضور علیہ السلام کے حق میں صرف اس قدر مفہوم ہے کہ ظاہری چہرے چہرے میں وہ باقی انسانوں کی طرح بظاہر یکساں معلوم ہوتے

ہیں، لیکن حقیقت میں بہت فرق ہے وہ صاحب معراج ہیں، صاحب وحی، ہیں، صاحب درود ہیں ان جیسا کون ہے؟ خود فرماتے ہیں ایکم مثلی یطعمنی ربی ویسقینی کہ تم میں کون میرے مثل ہے؟ مجھے تو رب خود کھلاتا پلاتا ہے، جیسے ناطق ہونے کے سبب انسان تمام ماعداء سے ممتاز ہوگیا اس طرح یوحی الی کی قید نے بتادیا کہ تمہارے اور حضور کے درمیان بے شمار فرق ہے، تمہاری حقیقت اور ہے انکی اور ہے، جیسے قرآن اور دوسری کتب ایک جگہ پڑی ہوں بظاہر یکساں نظر آتی ہیں حالانکہ ہوتی نہیں اسی طرح تمہارا اور حضور کا معاملہ ہے۔ (جاء الحق ص 177 ملخصا مطبوعہ نعیمی کتب خانہ، اسرار الاحکام ص 345 ملخصا مطبوعہ ضیاء القرآن، مواعظ نعیمیہ ص 116 ملخصا مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ)

مِثْلُکُمْ تمہاری مثل، تمہاری طرح:

مِثْلٌ اور مَثَلٌ تقریبا ہم معنی ہیں کہاوت، مانند، اور مثال ان کا معنی ہے کم ضمیر میں کفار اور مشرکین سے خطاب ہے معنی ہوگا اے کفار اے مشرکو اَنَا بَشَرٌ میں بشر ہوں مِثْلُکُمْ تمہاری مثل، تمہاری طرح کا، اس خطاب سے صرف کفار و مشرکین کو اپنی طرف متوجہ کرنا مقصود ہے، اس کے علاوہ کچھ نہیں فطری بات ہے کہ جنس کو ہم جنس سے رغبت ہوتی ہے اور غیر جنس سے نہیں ہوتی، شکاری شکار کو اپنی طرف متوجہ کرنے کے لئے شکار کی سی آواز نکالتا ہے، طوطے کو سکھانے کے وقت اس کے سامنے آئینہ رکھا جاتا ہے، اس کے پیچھے ہو کر طوطے جیسی آواز نکالتے ہیں تا کہ وہ اپنی ہم جنس کی آواز سمجھے اور اپنا عکس دیکھے، انبیاء کرام رب کا آئینہ ہیں آواز اور زبان تو انکی ہوتی ہے مگر کلام رب کا ہوتا ہے، جیسے کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ نور خدا اور چراغ کی روشنی اس وجہ سے ایک چیز ہے، ایک جیسی ہے کہ خود رب نے کہا ہے مَثَلُ نُورِہٖ ٥ کمشکوٰۃ فیھا مصباح ٥ اسی طرح یہ بھی نہیں کہہ سکتا کہ ہم اور حضور ایک جیسے ہیں۔

نیز قرآن مجید میں ہے کہ وما من دابۃ فی الارض ولا طائر یطیر بجناحیہ الا امم امثالکم ٥ یہاں بھی امثال کا کلمہ ہے جو مثل کی جمع ہے کیا اس آیت کی بناء پر یہ کہا جاسکتا ہے کہ ہر انسان الّو اور گدھے کی مثل ہے؟ ہرگز نہیں پس ماننا پڑے گا کہ نبی اور امتی بھی ہم مثل نہیں نہ ہو سکتے ہیں۔ آیت مثلکم پر مکمل نہیں ہوئی بلکہ اِلٰہٌ وَّاحِدٌ پر ہوئی مثلکم کے بعد یوحی الی فصل ہے خود بشر جنس ہے، جس کا حاصل یہ نکلا کہ نبی اور امتی میں فرق عظیم ہے

وہ دونوں کسی صورت برابر نہیں اس فرق سے آنکھیں بند کرنا ایسا ہے جیسے **لا تقربو الصلوۃ** پڑھو اور **وانتم سکاری** چھوڑ دو اور کہو کہ نماز کے قریب بھی نہ جانا۔

(جاء الحق ص174 تا ص183 ملخصاً، تفسیر نعیمی ج1 ص179 ملخصاً، مواعظ نعیمیہ ص112 تا ص119 ملخصاً)

خیال رہے کہ نبی کو بشر یا تو رب نے فرمایا، یا شیطان نے کہا، یا خود نبی نے اپنے لئے یہ لفظ کہا، اب جو کوئی ان کو بشر کہہ کر پکارے وہ رب تو ہے نہیں نہ ہی نبی ہے سوچ لے کون ہے؟ یہ لفظ کافر کے منہ سے ادا ہو تو کفر ہے نبی کے منہ مبارک سے ادا ہو تو عین ایمان ہے **ان نحن الا بشر مثلکم**o رب فرماتا ہے **فقالو أ بشر یهدوننا فکفروا**o

سب سے پہلے شیطان نے نبی کو بشر کہا، اس نے آدم علیہ السلام کا جسم دیکھا لیکن نور کی طرف توجہ نہ کی روح کی لطافت نہ دیکھی، اب برابر کے طریقے پر نبی کو بشر کہنے والا سوچ لے کہ کس کی پیروی کر رہا ہے؟ جس کی نگاہ نبی کی بشریت پر رک گئی اسکا انجام بھی شیطان کا سا ہوگا، **لم اکن لا سجد بشر** o (تفسیر نور العرفان ص317+788)

کفر کی جڑ نبی کو اپنی مثل جاننا ہے شیطان بھی اس وجہ سے کافر ہوا تھا، جب تک دل میں نبی کی عظمت نہ ہو انکے دین کا وقار ہرگز قائم نہ ہوگا، **قالوا ان انتم الا بشر** o

انبیاء کرام نے اپنے کو ظالم، خطاوار، یا ضال فرمایا یہ ان کی مرضی اور عاجزی ہے اگر یہ الفاظ ہم ان کے بارے میں بولیں تو کافر ہو جائیں، ہم کو ہرگز یہ حق نہیں کہ ان کو بشر کہہ کر پکاریں، حضور ﷺ کی بشریت اور ہے ہماری اور ہے مثلیت صرف ظاہری یکسانیت میں ہے، جیسے جبریل علیہ السلام شکل انسانی میں آتے تو ان کے بال کالے ہوتے اور کپڑے سفید ہوتے تھے، حضور علیہ السلام لباس بشری میں تشریف لائے حقیقت نور ہے **قد جاء کم من اللّٰہ نور** میں ایک جانب کا ذکر ہے اور **انما انا بشر مثلکم** میں دوسری جانب کا تذکرہ ہے، آپ جمال کبریاء کا آئینہ ہیں، عکس تب ہی نظر آتا ہے جب ایک جانب صاف ہو دوسری پر مسالہ لگا ہو، بشریت تو محض غلاف ہے، انھوں نے اگر عاجزی سے اپنے کو بشر کہہ دیا تو ہمارے لئے اجازت کہاں سے نکل آئی ہم کو تو یہ حکم ہے کہ ان کو عامیانہ انداز میں نہ پکارنا، **لا تجعلو دعاء الرسول بینکم کدعاء بعضکم بعضاً**o بادشاہ اپنی رعایا سے کہے کہ میں تمہارا خادم

تمہارا نوکر تو یہ اس کی عاجزی ہے کوئی دوسرا اس کو خادم و نوکر کہے تو سزا پائے گا۔

(تفسیر نور العرفان ص 788+318+802+798)

جو کچھ آیت کی عبارت سے ظاہر ہے وہ رب کی مراد نہیں اور جو مراد ہے وہ عبارت میں موجود نہیں حضور علیہ السلام کسی طرح بھی ہمارے برابر نہیں نہ ہم ان کے برابر ہیں، کیونکہ ایمانیات میں بھی فرق ہے، اعمال و احکام میں بھی فرق ہے اور اختیارات میں بھی فرق ہے۔ ایمانیات کے فرق کی چند مثالیں یہ ہیں ان کا کلمہ ہے **لا الٰہ الا اللّٰہ انی رسول اللّٰہ**، ہمارا ہے **لا الٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ** ، ان کا ایمان بالشہادۃ ہے رب کو دیکھا جنت دوزخ دیکھی فرشتے دیکھے انبیاء کرام کو دیکھا بلکہ مقتدی بنایا، ہمارا ایمان بالغیب ہے ان کو اپنی نبوت کا علم حضوری ہے ہم کو سمعی ہے لہٰذا وہ مرکز ایمان ہیں اور ہم ایمان لانے والے، ان کو ماننے والے تو برابری کیسی؟ نیز حشر نشر ان کے قدموں میں ہوگا، ہم پر یہ اعتقاد ہی لازم ہے ہمارے ایمانیات علم الیقین کے درجہ پر ان کے ایمانیات حق الیقین کے درجہ پر ہیں۔ (تفسیر نعیمی ج 3 ص 138 مطبوعہ انجمن خدام الصوفیہ گجرات پاکستان، مواعظ نعیمیہ ص 106 تا ص 115 ملخصاً مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ گجرات پاکستان)

اعمال میں فرق کی امثلہ یہ ہیں۔

ہم پر چار چیزیں فرض ہیں نماز، روزہ، حج، زکوۃ،

ان پر زکوۃ فرض نہیں کیونکہ اس کا مصرف یعنی خرچ کرنے کا محل نہیں ساری امت ان کی حکمی غلام و لونڈی ہے یہی وجہ ہے کہ کوئی ان کے فیصلہ کو چیلنج نہیں کر سکتا، جیسا کہ حضرت زید اور حضرت زینب رضی اللہ عنہما کا نکاح کرا دیا تو ان کا ذاتی اختیار ختم ہو گیا، نیز وہ فنافی اللہ ہیں ان کا مال براہ راست حق تعالیٰ کی ملکیت ہے رب کی ملکیت میں زکوۃ نہیں ہوتی جیسے مسجد و مدرسہ کے مال میں نہیں ہوتی کیونکہ وہ براہ راست حق تعالیٰ کی ملکیت ہیں، نہ ہی نبی کی میراث ہوتی ہے کیونکہ ان کا تمام مال وقف ہوتا ہے۔

حضور علیہ السلام پر تہجد پڑھنا لازم تھا و من الیل فتھجد بہ نافلۃ لک ٥ (قرآن) ہم پر فرض نہیں تو ان پر چھے نمازیں فرض ہوئیں، جبکہ ہم پر پانچ ہیں، وہ زکوۃ کا مال نہیں کھا سکتے کہ یہ تو میل کچیل ہے، ہم کو اجازت ہے وہ معصوم ہیں گناہ نہیں کر سکتے، ہم ہیں کہ ہر

وقت ہی گناہ میں رہتے ہیں۔

احکام میں فرق پر امثلہ یہ ہیں۔

ان کے لئے چار سے زیادہ شادیاں کرنا جائز ہے(وتووی الیك من تشاء)

ہم پر نہیں(فانکحوا اماطاب)

ہماری بیویاں کسی سے بھی ہماری وفات کے بعد شادی کرنا چاہیں تو کرسکتی ہیں لیکن انکی بیویوں پر پابندی ہے۔(واز و اجه امهاتهم)

اختیارات میں فرق پر یہ امثلہ ہیں۔

ان کے منہ کا تھوک مبارک بدذائقہ کنویں کو ذائقہ دار کردے • حدیبیہ کے خشک کنویں میں پانی جاری کردے، حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی ہانڈی میں پڑے تو بوٹیاں، شوربا اور مصالے زیادہ کردے، حضرت ابوبکر کی ایڑی پر لگے تو زہر دفع کرے حضرت عبداللہ بن عتیک رضی اللہ عنہ کی ٹوٹی پنڈلی پر لگے تو اسے درست کردے، حضرت علی رضی اللہ عنہ کی دکھی آنکھ صحیح کردے۔

نتیجہ بحث:

١ حکیم الامت علیہ الرحمۃ نہایت عمدہ محقق تھے۔

٢ کوئی نبی کی طرح نہ ہے نہ ہوسکتا ہے۔

٣ نبی کو عام بشر کہنا سمجھنا گمراہی ہے۔

باب ۷

حکیم الامت بطور فقیہ

1. فقیہ کا معنی و مفہوم
2. فقیہ کی شرائط
3. فقیہ کے فضائل
4. حکیم الامت کی فقاہت پر ایک نظر
5. نتیجہ بحث

باب ۷

حکیم الامت بطور فقیہ

(1) فقیہ کا معنی و مفہوم

(2) فقیہ کی شرائط:

x فقیہ کے فضائل:

(4) حکیم الامت کی فقاہت پر ایک نظر:

(5) نتیجہ بحث:

فقیہ کا معنی و مفہوم:

فقیہ فعیل کے وزن پر صفت مشبہ کا صیغہ ہے جس کا مادہ ف، ق، ہ، فقہ کا معنی ہے، مسائل کو سمجھنا، ان کو سمجھ کر یاد کرنا، قرآن نے اس پر حکمت کا لفظ بھی بولا ہے، جیسے ارشاد ہے، ومن یوت الحکمۃ فقداوتی خیراً کثیراO یعنی جس کو حکمت ودانائی ملی اسے بہت بڑی بھلائی مل گئی۔

اجتہاد کرنے اور مسائل اخذ کرنے کو بھی فقہ کہا جاتا ہے، اس معنی کی رو سے عالم دین اور مجتہدین دونوں پر فقیہ کا لفظ بولا جاسکتا ہے۔

(تفسیر نعیمی ج 11 ص 128 ملخصا، مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ گجرات)

معنی کا حاصل یہ نکلا کہ فقیہ وہ عالم دین ہے جو قرآن وحدیث سے طرح طرح کے مسائل اخذ کرے، اپنے حسن تدبر کے ذریعے مسائل کو سمجھے، ان کو یاد رکھے۔

فقیہ کی شرائط:

فقیہ کی شرائط کا خلاصہ درج ذیل مضمون سے اندازہ کرلیں۔

عالم دین اور فقیہ وہ شخص ہے جو فیضان اور فرمان مصطفیٰ کا جامع ہو، جس طرح پاور کے بغیر ظاہری فٹنگ کا کوئی فائدہ نہیں اسی طرح فیضان کے بغیر فرمان بے فائدہ ہے گویا فرمان بجلی کی ظاہری فٹنگ ہے اور فیضان اس کی پاور ہے ریل کی طرح ہے اور فیضان انجن کی طرح ہے بغیر انجن کے ریل بے کار ہے دل میں مصطفیٰ کی محبت نہ ہو، ان کے دبدبہ اور رعب کا لحاظ نہ ہو، محض منہ سے طوطے کی طرح ان کے فرمان کا رٹ لگاتا پھرے تو کچھ فائدہ نہ ہوگا منافق بھی اسی طرح کرتے تھے جیسا کہ نَشْهَدُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ سے ظاہر ہے اور ایک دوسرے مقام پر رب نے فرمایا ومن الناس من یقول امنا باللّٰہ والیوم الاخر و ما ھم بمومنینO کہ منہ کے مسلمان ہیں دل کے مسلمان نہیں ہیں، ثابت ہوا کہ فیضان مصطفیٰ ہوگا تو فرمان مصطفیٰ سے نفع کامل ہوگا، مطلق علم اور فن کا اعتبار نہ ہوگا، ابولہب اور ابوجہل بلکہ سارے کفار ترجمہ قرآن جانتے تھے کیونکہ انکی مادری زبان ہی عربی تھی، بلکہ شیطان کو ہر مسئلہ کا علم ہے کہ

فلاں امر نیکی ہے فلاں بدی ہے، فلاں عمل سے درجات بلند ہوتے ہیں فلاں سے ولایت سلب ہوتی ہے وغیرہ وغیرہ، تب ہی تو وہ نیکی سے روکتا ہے، اور بدی کی ترغیب دیتا ہے، اگر اس کی یہ قدرت نہ مانی جائے تو وہ مضل نہ ہوگا جبکہ اس کا مضل ہونا قرآن وحدیث میں واضح بتایا گیا ہے مضل کا معنی ہے گمراہ کرنے والا، کفار اور شیطان علم کے اعتبار سے ہرگز عالم دین اور فقیہ نہیں کہلا سکتے کیونکہ فیضان مصطفیٰ سے خالی ہیں، ثابت ہوا کہ محض علم جیسے صرف نحو، منطق و بلاغت وغیرہ سے آدمی فقیہ اور عالم نہ ہوگا کہ یہ تو بے ایمانوں کو بھی آتے ہیں، فقاہت اور علم کے لئے فیضان مصطفیٰ اور فرمان مصطفیٰ کا جامع ہونا شرط ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی تین خوبیاں ذکر فرمائیں۔

١. یتلو اعلیھم ایاتہ
٢. ویعلمھم الکتاب والحکمۃ
٣. ویزکیھم

پہلی دو خوبیاں فرمان کی اہمیت بتا رہی ہیں اور آخری خوبی سے فیضان کی اہمیت عیاں ہو رہی ہے۔

فقیہ کے فضائل:

آیات	حاصل آیات
١. واوالعلم قائماً بالقسط (ال عمران 18)	فقیہ کا مقام مدح میں ذکر کیا گیا۔
٢. قل ھل یستوی الذین یعملون ٥ (الزمر 9)	فقیہ کے برابر کوئی نہیں
٣. فلولا نفر من کل فرقۃ منھم ٥ (التوبہ 122)	فقیہ نہ بننے پر ڈانٹ فرمائی گئی
٤. وعلمنہ من لدنا علما٥ (الکہف 65)	فقاہت کو نعمت واحسان فرمایا گیا۔
٥. انما یخشی اللہ من عبادہ العلموا ٥ (فاطر 28)	فقیہ ، عالم پر خوف و خشیت منحصر فرمائی گئی۔

۶ من یؤت الحکمة فقد اؤ تی خیراً کثیراً O (البقرة 269)	فقاہت خیر کثیر ہے۔
۷ ان یعلمه علموا بنی اسرائیل O (الشوری 197)	فقاہت کی اہمیت بتائی گئی۔
۸ فاسئلو اهل الذکر ان کنتم لاتعلمون O (انبیاء 7)	سب فقیہ کے محتاج ہیں لہٰذا وہ مرجع خلق ہے۔
۹ الرحمن علم القرآن O (الرحمن 1 تا 2)	فقاہت صفت رسول ہے۔
۱۰ هل اتبعك علی ان تعلمن O (الکھف 66)	فقاہت قابل فخر ہنر و نعمت ہے باعث مرجع خلائق ہے۔

احادیث	اخذ شدہ مفہوم
۱ قال رسول اللہ ﷺ فقیه واحد اشد علی الشیطان من الف عابد	عالم دفقیہ کا مرتبہ اور علمی رعب و دبدبہ عبادت گزار سے زیادہ ہے۔
۲ من یرد اللہ به خیرا یفقهه فی الدین	علم و فقاہت باری تعالیٰ کی نہایت ہی خاص نعمت ہے۔

(مراۃ شرح مشکوۃ ج 1 ص 187+201 مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ لاہور)

حاصل کلام یہ ہے کہ فقیہ کے بہت فضائل ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ دنیا کی رونق و بقاء دین کے دم سے ہے اور دین کی رونق اور وجود و بقاء علماء و فقہاء کرام کے وجود سے ہے۔

حکیم الامت کی فقاہت پر ایک نظر:

قرآن مجید کی آیت مبارکہ ہے۔

مادلهم علی موته الا دآبه الارض تاکل منساته (سبا 14)

یعنی جنات کو حضرت سلیمان علیہ السلام کی وفات اس وقت پتہ لگی جب ان کی لاٹھی کو دیمک کھا گئی۔

اس آیت سے حکیم الامت علیہ الرحمۃ نے درج ذیل مسائل اخذ کیے، جو آپ کی فقاہت کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔

١. انبیاء کرام کا جسم وفات کے بعد بھی گلتا سڑتا نہیں اور نہ ہی بگڑتا ہے دیکھو سلیمان علیہ السلام وفات کے بعد چھ ماہ کھڑے رہے کچھ نہ ہوا۔

٢. انبیاء کرام کے جسم کیڑا لگنے سے محفوظ ہیں، دیکھو دیمک نے لاٹھی تو کھائی مگر ان کے پاؤں مبارک کو نہ کھایا۔

٣. پیغمبر کا کفن بھی نہیں گلتا سڑتا، اور نہ ہی میلا ہوتا ہے، دیکھو حضرت سلمان کے کفن کو کچھ نہ ہوا، اگر فرق پڑتا تو جنات ان کی وفات معلوم کر لیتے۔

٤. حضرت یعقوب علیہ السلام کو یقین تھا کہ میرے بیٹے غلط کہہ رہے ہیں کہ یوسف علیہ السلام کو بھیڑیا کھا گیا، انبیاء کرام کو تو کوئی شئی نہیں کھاتی۔

٥. انبیاء کرام وفات کے بعد بھی دینی اور دیناوی حاجات پوری کر سکتے ہیں دیکھو حضرت سلیمان نے وفات کے بعد بھی بیت المقدس مکمل کروا دیا۔

٦. اگر دینی ضرورت ہو تو نبی کے کفن دفن میں دیر کرنا سنت الٰہیہ ہے دیکھو مسجد کی تکمیل کی خاطر اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو چھ ماہ کفن دفن بغیر رکھا۔

٧. اسی وجہ سے صحابہ کرام کا یہ عمل درست تھا کہ انھوں نے پہلے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ مقرر کیا پھر کچھ دیر بعد حضور علیہ السلام کا کفن دفن کیا۔

٨. تکمیل مسجد سے تکمیل خلافت کہیں زیادہ اہم ہے یہ جائز لہٰذا وہ بھی جائز ہے۔

٩. اچانک موت اللہ کے نیک بندوں کے لئے کوئی عیب و عقاب نہیں بلکہ رحمت ہے دیکھو حضرت سلمان علیہ السلام کی وفات شریف بالکل اچانک ہوئی۔

١٠. اچانک موت غافل و گناہ گار کے حق میں عذاب ہے کیونکہ اس کو توبہ کا موقع نہیں ملتا۔

(ماخوذ و ملخص از جاء الحق ص [illegible] مطبوعہ نعیمی کتب خانہ گجرات پاکستان)

قرآن مجید کی دو آیات ہیں

اذا جآء نصر اللّٰہ والفتح ٥ ورایت الناس ید خلون فی دین اللّٰہ

افواجاً

ان سے حکیم الامت علیہ الرحمۃ نے درج ذیل فقہی مسائل اخذ فرمائے۔

1. صحابہ کرام کی تعداد دو چار یا بیس تیس نہیں بلکہ ہزاروں تک ہے دیکھو رب نے انکو فوجیں کہا دو چار یا دس بیس سے تو فوجیں نہیں بنتیں۔
2. صحابہ کرام کی تعداد انبیاء کرام کی طرح کم وبیش ایک لاکھ چوبیس ہزار ہے رسولوں کی تعداد تین سو تیرہ ہے اور مرسل چار ہیں، صحابہ میں بدر والے تین سو تیرہ ہیں اور خلفاء راشدین چار ہیں۔
3. جو یہ کہے کہ مومن صحابہ چار پانچ تھے وہ اس آیت کا منکر ہے کہ رب نے افواج فرمایا ہے۔
4. جو لوگ فتح مکہ کے موقع پر ایمان لائے وہ بھی صحابی ہیں ان کا ایمان قبول ہے کیونکہ رب نے فرمایا یدخلون فی دین اللّٰہ کہ وہ اللہ کے دین میں داخل ہو گئے۔
5. حضرت ابوسفیان، حضرت ہندہ، اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہم صحابی ہیں اور مخلص اور پکے مومن ہیں، ان کا ایمان قابل قبول ہے کہ یہ اس دن ایمان لائے تھے۔
6. جو ان حضرات کے مومن اور صحابی ہونے کا منکر ہے وہ اس آیت کا منکر ہے۔
7. جو لوگ فتح مکہ کے موقع پر مسلمان ہوئے وہ آخر دم تک مسلمان تھے ان میں سے کوئی بھی مرتد نہ ہوا، کیونکہ ان کے ایمان میں داخل ہونے پر یہ نص صریح ہے، مگر انکے ایمان سے خارج ہونے پر صریح تو کیا مطلق نص بھی نہیں۔

اللہ تعالیٰ نے ان کے ایمان کا ذکر نعمت کے طور پر کیا، اگر یہ لوگ آئندہ کو ایمان سے نکل جانے والے ہوتے تو رب ان کی تعریف نہ کرتا، بلکہ فرمایا کہ اے پیارے رسول آپ ان کے ایمان کا اعتبار نہ کرنا، یہ تو ایمان سے پھر جائیں گے لیکن باری تعالیٰ نے ایسا نہ فرمایا بلکہ انکی تعریف کی۔

جو تاریخی واقعہ ان حضرات کا کفر ظاہر کرے یا ایمان سے پھر جانے پر خبر دے وہ خود کذب وجھوٹ ہے کہ تاریخ کا قرآن کے مقابلہ میں کوئی اعتبار نہیں ہے۔ (ماخوذ ملخص از جاء الحق ص 286)

ایک حدیث مبارک ہے۔

احد جبل یحبّنا و نحبّہٗ (مشکوۃ)

کہ اُحد ہم سے محبت کرتا ہے ہم اس سے پیار کرتے ہیں

اِس سے حکیم الامت علیہ الرحمۃ نے درج مسائل اخذ کیے ہیں

١ حضور علیہ السلام صرف انسانوں کے محبوب نہیں بلکہ جانور، پتھر، اور لکڑیاں وغیرہ بھی آپ سے محبت رکھتی ہیں دیکھو احد، پہاڑ ہے مگر چاہت رکھتا ہے۔

٢ حضور علیہ السلام اور باقی انبیاء کرام کے حسن میں فرق ہے، حسن یوسف لاکھوں نے دیکھا مگر عاشق صرف زلیخا، حسن مصطفیٰ آج کسی نے نہ دیکھا مگر آج بھی عاشق کروڑوں۔

٣ حضور علیہ السلام ساری مخلوق کے محبوب ہیں کیوں نہ ہوں کہ ربّ کے جو محبوب ہیں۔

٤ جو انسان حضور علیہ السلام سے محبت نہ رکھے پتھر سے زیادہ سخت ہے، جانوروں سے بھی گیا گزرا ہے۔

٥ حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں دلی کیفیت ذکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے وہ تو دل کی گہرائی سے بھی واقف ہیں دیکھو پتھر نے پہاڑ نے منہ سے کچھ عرض نہ کیا مگر اس کے دل کا حال حضور پر روشن تھا۔

٦ حضور علیہ السلام انسانوں کے راز تک سے واقف ہیں ان سے کوئی غیب چھپا ہوا نہیں ہے دیکھو احد پہاڑ کے بتائے بغیر آپ نے خبر دی کہ احد ہم سے محبت رکھتا ہے۔

٧ حضور علیہ السلام انسانوں کے دلی راز و حالات سے باخبر ہیں تب ہی تو شفاعت کریں گے، اگر واقف نہ ہوں تو شفاعت کرنا ناممکن ہے کہ پتہ نہ چلے گا یہ کون ہے؟ کافر ہے، مومن ہے وغیرہ وغیرہ۔

٨ یہ کہنا غلط ہے کہ حضور علیہ السلام قیامت کے دن لوگوں کو انکے وضو والی جگہ کے چمکنے سے پہچانیں گے، اس لئے غلط ہے کہ بعض لوگ تو وضو کیے بناء ہی فوت ہوئے ان کے آثار وضوء پر چمک نہ ہوگی، شفاعت تو انکی بھی کریں گے۔

٩ تمام عبادات کا صلہ و بدلہ جنت ہے لیکن حضور سے محبت کا بدلہ محبت ہے دیکھو احد

پہاڑ نے محبت کی جواباً اس کو محبت ہی ملی۔

١٠ عشق رسول اعلیٰ عبادت ہے کہ اس کا بدلہ جنت والا محبوب ہے۔

(ماخوذ از جاء الحق ص683)

مشکوۃ شریف میں ایک حدیث مبارک ہے۔

حدیث مبارک:

مرّ النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بقبرین فقال انھما لیعذبان وما یعذبان فی کبیر امّا احدھما فکان لا یستتر من البول واما الاخر فکان یمشی بالنمیمۃ ثم اخذ جریدۃ رطبۃ فشقھا نصفین ثم غرز فی کل قبر واحدۃ وقال لعلہٗ ان یخفف عنھما مالم ییبسا۔ (مشکوۃ)

''حضور علیہ السلام دو قبروں پر سے گزرے جن میں عذاب ہو رہا تھا تو فرمایا کہ ان دونوں شخصوں کو عذاب دیا جا رہا ہے اور کسی دشوار بات میں عذاب نہیں ہو رہا ان میں ایک تو پیشاب سے نہ بچتا تھا اور دوسرا چغلی کیا کرتا تھا پھر ایک تر شاخ لے کر اس کو آدھا آدھا چیرا پھر ہر قبر میں ایک ایک کو گاڑ دیا اور فرمایا کہ جب تک یہ ٹکڑے خشک نہ ہوں گے ان دونوں شخصوں سے عذاب میں کمی کی جائے گی۔''

اس سے حکیم الامت علیہ الرحمۃ نے درج ذیل مسائل اخذ کیے،

١ حضور علیہ السلام کی آنکھ مبارک کے سامنے کوئی شی آڑ ور کاوٹ نہیں، آپ پس پردہ بھی دیکھتے ہیں دیکھو عذاب مٹی کے نیچے ہو رہا تھا مگر آپ نے اوپر سے دیکھا۔

٢ جس جانور پر آپ تشریف فرما ہوں اس کی آنکھوں سے پردے اٹھ جاتے ہیں، دیکھو آپ کی سواری نے عذاب قبر دیکھا اور بدک اٹھا، ہمارے خچر اس طرح کے نہیں، دن رات قبرستان سے گزرتے ہیں مگر نہیں بدکتے، حضور علیہ السلام اگر کسی ولی پر نگاہ کر دیں تو اسکی آنکھوں سے بھی پردے اٹھ جاتے ہیں۔

حضور علیہ السلام ہر ایک کے ہر طرح کے اعمال جانتے ہیں، اگلے پچھلے خفیہ اور اعلانیہ سارے کام ان کے علم میں ہیں، دیکھو ان دونوں نے آپ کے سامنے تو گناہ

نہ کیے تھے مگر خبر دی کہ ایک کو چغل خوری کا عذاب ہو رہا ہے۔ دوسرے کو پیشاب کی چھینٹوں سے نہ بچنے کی سزا مل رہی ہے۔ اگر ہم یہ نظریہ رکھیں کہ وہ ہمارے تمام اعمال سے خبردار ہیں تو کیا حرج ہے؟

۳ حضور علیہ السلام عذاب دور کرنا بھی جانتے ہیں، اور اس میں کمی کرنا بھی آپ کو معلوم ہے، دیکھو آپ نے دو شاخیں گاڑھیں اور فرمایا ان کے خشک ہونے تک عذاب میں کمی ہوگی، گویا آپ روحانی امراض کے علاج سے واقف ہیں۔

۴ جب تر شاخ کی تسبیح سے مردے کو نفع ہوتا ہے تو مؤمن کی تسبیح وحمد سے اور تلاوت و ذکر سے بھی ہوگا، مومن کی حمد وثناء اور تسبیح وتہلیل تو سبزے کی حمد وتسبیح سے اعلیٰ ہے۔

۵ اگرچہ خشک اشیاء بھی تسبیح کرتی ہیں جیسا کہ قرآن نے فرمایا وان من شیء الایسبح بحمدہ ٥ لیکن ان کی تسبیح سے عذاب قبر دور نہیں ہوتا۔

۶ ذکر کی تاثیر کے لئے زبان بھی اثر والی چاہیے لہذا بے اثر وہابیہ کی تلاوت بے کار ہے کہ دل میں مصطفیٰ کی محبت اور انکے ادب واحترام کی تری موجود نہیں ہے، مومن کے دل میں ہے لہٰذا اس کا ذکر وتلاوت تاثیر والا ہے۔

۸ مؤمن کی قبر پر سبزہ اور پھول ڈالنا جرم نہیں درست عمل ہے۔ دیکھو حضور علیہ السلام نے تر شاخ لگائی اور اس کا فائدہ بھی بتایا کہ اس کے خشک ہونے تک مردے کو فائدہ ہوگا، اس کا عذاب ہلکا ہوگا۔

۹ حلال جانور کی ہر شئی حلال نہیں بلکہ بعض حرام ہیں دیکھو اونٹ خود تو حلال ہے مگر اس کا پیشاب ممنوع ہے، نجس ہے، اس سے نہ بچنا عذاب قبر کا باعث ہے۔

(ماخوذ وملخص از جاء الحق ص [illegible] مطبوعہ نعیمی کتب خانہ گجرات پاکستان)

نتیجہ بحث:

۱ حکیم الامت علیہ الرحمۃ فقیہ تھے۔

۲ علم وفقاہت سے نوازے گئے تھے۔

۳ فقاہت کے فضائل کے مستحق تھے۔

باب ۸
حکیم الامت بطور مناظر
۱ مناظرہ کا معنی و مفہوم
۲ مناظرہ کا مقصد
۳ مناظرہ اور مناظر کی شرائط
۴ حکیم الامت کے مناظروں اور مباحثوں پر ایک نظر
۵ نتیجہ بحث

باب ۸
حکیم الامت بطور مناظر

(1) مناظرہ کا معنی ومفہوم
(2) مناظرہ کا مقصد
(3) مناظرہ اور مناظر کی شرائط
(4) حکیم الامت علیہ الرحمۃ کے مناظروں اور مباحثوں پر ایک نظر
(5) نتیجہ بحث۔

مناظرہ کا مفہوم و معنیٰ:

مناظرہ نظر سے ہے جس کے کئی معانی ہیں، ایک معنی ہے غور کرنا، اور اصطلاحی معنی ہے، دو صاحب علم حضرات اظہار حق کے لئے مناظرہ کے قواعد کے تابع رہ کر کوئی بحث کریں دونوں کی نیت حق کو ظاہر کرنا ہو نہ کہ ایک دوسرے نیچا دکھانا، یا گالیاں دینا۔

مناظر اور مناظرہ کی شرائط:

مناظر اور مناظرہ کے لئے بہت سے قواعد ہیں جو اس فن کی کتابوں میں درج ہیں حکیم الامت علیہ الرحمۃ کی کچھ عبارات درج کرتا ہوں جن سے کچھ قواعد وضوابط آپ کے سامنے آجائیں گے، ملاحظہ فرمایئے۔

1. کفار کے ساتھ صحیح نیت سے مناظرہ کرنا سنت اور کار ثواب ہے، لیکن جھگڑے کے ارادے سے مناظرہ کرنا یا ان کو ہرانے کی نیت سے مناظرہ کرنا ممنوع ہے، کیونکہ یہود و نصاریٰ کا طریقہ ہے دیکھو اہل کتاب نے کہا کہ **لن یدخل الجنۃ الا من کان ھوداً او نصاریٰ** یعنی ہمارے سوا کوئی جنتی نہیں، تو رب تعالیٰ نے فرمایا کہ مسلمانو یہ تو انکی جذباتی خواہش ہے اور بلا دلیل دعوئی ہے **تلک امانیتھم قل ھاتوا برھانکم ان کنتم صادقین○**

2. اس زمانہ میں مناظرہ کا انجام اکثر ضد اور ہٹ دھرمی کے سوا کچھ نہیں لہذا حتی الامکان پرہیز کرنا چاہیے۔

3. مناظر کبھی ایسی بات کہہ دیتا ہے جو خود اسکے اپنے خلاف ہوتی ہے لہذا مناظر کو بہت سوچ سمجھ کر بولنا چاہیے دیکھو یہودیوں کے بارے میں رب تعالیٰ نے فرمایا کہ **وقالت الیھود لیست النصاریٰ علےٰ شی○** کہ یہودیوں نے عیسائیوں کے بارے میں کہا **وَقَالَتِ النَّصارىٰ لَيْسَتِ اليھود علےٰ شیءٍ** کہ جواباً عیسائیوں نے یہود کو جھٹلا دیا کہ ہم کو جھوٹا کہتے ہو تم خود جھوٹے ہو رب نے دونوں کو جھوٹا قرار دیا اور رب تعالیٰ نے عیسائیوں نے یہود کو جھٹلایا، حالانکہ دونوں اہل کتاب تھے رافضی اور

دوسرے بدمذہب اگر ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کو جھٹلائیں تو تم ان کے جھٹلانے کے مقابلہ میں اہل بیت کو خبردار جھوٹا کہنا۔

۴ مناظرہ میں جج لازمی مقرر کرنا چاہیے، دیکھو اللہ تعالیٰ نے یہود و نصاریٰ کی بات بتانے کے بعد اپنی حکومت اور فیصلہ کا ذکر فرمایا۔

۵ مناظر کے لئے مخالف کی کتب پر نظر رکھنا لازم ہے دیکھو رب تعالیٰ نے مسلمانوں کو اہل کتاب کی تفصیل بتائی۔

۶ مناظر پر لازم ہے کہ وہ مخالف کے دین و عقائد سے پوری طرح باخبر ہو دیکھو رب تعالیٰ نے مسلمانوں کو یہود و نصاریٰ کے مناظرانہ مضمون کی خبر دی اس طرح یہ تعلیم فرمائی کہ یہ باتیں تمہیں ان سے مناظرہ ہونے کی صورت میں کام دیں گی۔

۷ عقائد کے معاملہ میں کشف اور الہام معتبر نہ ہونگے، بلکہ پختہ دلیل ضروری ہے، تقلید بھی اس معاملہ میں غیر معتبر ہے۔

۸ ہر دعویدار پر دلیل لازم ہے، خواہ وہ نفی کا مدعی ہو، خواہ ثبوت کا دعویدار ہو، دیکھو یہود و نصاریٰ نے نفی کا دعویٰ کیا کہ ہمارے علاوہ کوئی جنتی نہیں اِلَّا مَنْ کَانَ ھُوْدًا اَوْ نَصٰرٰی o تو باری تعالیٰ نے فرمایا تم سچے ہو تو دلیل دو قُلْ ھَاتُوْا بُرْھَانَکُمْ اِنْ کُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ o (تفسیر نعیمی ج 1 ص 608 تا 615 ملخصاً)

۹ مناظرہ میں ترک دلیل کرنے سے پرہیز چاہیے کہ یہ مغلوبیت کی دلیل ہے۔

۱۰ بے دینوں سے مناظرہ کرنا سنت انبیاء کرام ہے، دیکھو حضور علیہ السلام نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عبدیت پر کیسے دلائل قائم فرمائے۔

۱۱ بے دینوں سے مناظرہ کرنا کارِ ثواب ہے دیکھو حضور علیہ السلام نے نجران کے عیسائیوں سے جو مناظرہ کیا تھا سورۃ العمران کا اکثر حصہ اس کے بارے میں ہے۔ مناظر کو مذاق اور گال بازی سے پرہیز کرنا لازم ہے

۱۲ حتی الامکان مخالف سے اچھا سلوک کرنا، اعلیٰ اخلاق برتنا چاہیے بالخصوص اگر مخالف کافر ہوں اور انکے ایمان کی امید بھی ہو تو ان سے اچھی طرح پیش آؤ دیکھو

حضور علیہ السلام نے نجرانی عیسائیوں کو مہمان ٹھہرانا، مسجد میں جگہ دی، انکی سخت کلامی معاف فرمادی۔

۱۴ مناظرے کے قوانین قرآن سے ماخوذ ہیں دلیل تخلف اسی آیت سے ثابت ہے وہ اس طرح کہ رب نے فرمایا اللّٰہ لا الہ الا ہو الحی القیوم○

اب اس طرح ہم کہیں کہ اے عیسائیو! تم عیسیٰ علیہ السلام کے خدا ہونے کے دعویدار ہو یا انکے نبی ہونے کے مدعی ہو؟ اگر خدائی کے دعویدار ہو تو یہ غلط ہے کیونکہ وہ صرف اللہ ہے ھو الحیی القیوم○ حضرت عیسی علیہ السلام نہیں، اور اگر ان کی نبوت کے دعویدار ہو، تو جن دلائل سے تم نبوت عیسی ثابت کرتے ہو ان ہی دلائل سے ہمارے حضور ﷺ کی نبوت بھی ثابت ہوتی ہے مثلاً حضرت عیسی پر انجیل اتری ہمارے حضور پر قرآن اترا، حضرت عیسی کے ہاتھوں بہت سے معجزے ظاہر ہوئے تو ہمارے حضور کے ہاتھوں بھی بے شمار معجزات کا ظہور ہوا، غرض یہ کہ جن وجوہ سے تم ان کو نبی مانتے ہو ہمارے حضور کو بھی ماننا پڑے گا، یہ تو نہیں ہو سکتا کہ دعویٰ خاص کرو اور دلیل عام دو، اب اس تقریر کو آیت مذکورہ پر منطبق کر دو اس طرح کہو کہ حضرت عیسی علیہ السلام کی خدائی کی نفی کرنے کے لئے رب نے فرمایا اللّٰہ لا الہ الا ھو الحیی القیوم ○ اور حضور علیہ السلام کی نبوت کے اثبات کے لئے رب نے فرمایا نزل علیك الكتاب ○ اور حضرت عیسی کی نبوت کے اثبات کے لئے فرمایا و انزل التوراة والانجیل ○ یعنی کتاب کا نزول دونوں حضرات پر ہوا، لہٰذا نبی دونوں ہوں گے، کیونکہ کتاب کے نزول میں دونوں کا اشتراک ہے تو نبوت میں بھی دونوں کا مشترک ہونا لازم، یہ تو نہیں کہ اے عیسائیو تم حضرت عیسی کو نبی مانو اور حضور کی نبوت کا انکار کر دو، حضرت عیسی نبی اللہ ہیں، روح اللہ ہیں اور حضور نبی اللہ ہیں، حبیب اللہ ہیں انکی کتاب باقی کتابوں کی مصدق ہے قرآن بڑی کتاب ہے تو قرآن والا بھی بڑا پیغمبر ہے بڑی کتاب بڑے معلم ہی پڑھاتے ہیں۔

(تفسیر نعیمی ج 3 مطبوعہ انجمن خدام الصوفیہ گجرات، ص 155 تا ص 157 ملخصاً موضحاً)

مناظرہ کا مقصد:

اوپر جو مذکور ہوا اس سے مقصد مناظرہ ظاہر ہو گیا، کہ اظہار حق کے لیے ہو نہ کہ ایک دوسرے سے جھگڑنے، ہرانے اور گالیاں دینے کے لیے۔

حکیم الامت کے مناظروں اور مباحثوں پر ایک نظر:

نوٹ:

آپ علیہ الرحمہ نے باضابطہ و باقاعدہ سات مناظرے کیے ان کی تفصیل یہ ہے۔
پہلا مناظرہ ایک ہندو سے ہوا، پیلی بھیت (ہندوستان) کے علاقہ میں ہندو پنڈت نے مسلمانوں کو مناظرے کا چیلنج دیا، اہل شہر نے مراد آباد جا کر حضرت صدر الافاضل علیہ الرحمۃ سے سارا معاملہ عرض کیا انھوں حکیم الامت کو منتخب فرمایا جو اس وقت بالکل نوجوان تھے، لوگوں نے تردد و تعجب کیا کہ معاملہ کفر و اسلام کا ہے پنڈت بوڑھا اور تجربہ کار ہے اس نوجوان کو ہم کیونکر لے جائیں؟ صدر الافاضل علیہ الرحمۃ نے فرمایا یہ جوان میرا انتخاب ہے تمہیں ہرگز شرمندہ نہ کرے گا، چنانچہ حکیم الامت علیہ الرحمۃ پیلی بھیت (ہندوستان) آئے اور مناظرہ کیا پنڈت نے از روئے مذاق کہا۔

پنڈت:

تم مسلمان لوگوں میں کوئی صاحب تجربہ کوئی صاحب عقل و علم نہیں اس بچہ کو میرے مقابل لے آئے ہو۔ یہ تو تم کو سوائے شکست و رسوائی کے کوئی "تحفہ" نہ دے گا۔
حکیم الامت: باری تعالیٰ کی قدرت ہے کہ وہ ابابیل سے فیل مرواتا ہے۔
ایک گھنٹہ تک گفتگو ہوئی پھر وہ ہندو بھاگنے لگا مسلمانوں نے پکڑ لیا اور اس سے یہ تحریر لی کہ لکھو کہ میں شکست تسلیم کرتا ہوں، اس نے لکھی تب چھوڑا، یہ تحریر آج بھی مراد آباد شریف میں موجود ہے، اس مناظرے کے دو اثرات ■ نتیجے سامنے آئے ایک یہ کہ مسلمانوں کو بہت خوشی ہوئی شہرت پھیلی اور ہندو شرمندہ ہوئے، تیرہ ہندو مسلمان ہو گئے دوسرے یہ کہ

دیوبندی لوگوں نے شہرت دیکھ کر یہ مشہور کر دیا کہ یہ نوجوان ہمارے مدرسے کا طالب علم ہے، ہمارا ہے۔

دوسرا مناظرہ ایک غیر مقلد سے ہوا۔ یہ غیر مقلد ثناء اللہ امرت سری صاحب تھے یہ مناظرہ امرت سر میں ہوا، اس کی بھی تحریر شکست لی گئی، اس مناظرہ میں صدر مناظرہ حضرت شیخ القرآن مولانا عبدالغفور ہزاروی صاحب علیہ الرحمۃ تھے۔ اس مناظرہ کی تفصیل کہیں نہیں ملتی البتہ جاء الحق میں ایک جگہ تھوڑا سا اشارہ ملتا ہے اس کو ذکر کرتا ہوں تاکہ کچھ نہ کچھ اندازہ ہو جائے۔

حکیم الامت فرماتے ہیں دینا نگر (پنجاب) میں ہمارا مولوی ثناء اللہ امرت سری سے اسی مسئلہ نداء یا رسول اللہ پر مناظرہ ہوا............ الخ

(جاء الحق ص 186 مطبوعہ نعیمی کتب خانہ گجرات)

باقی حال سوال جواب ملاحظہ ہو الفاظ و انداز میرا ہے مضمون حکیم الامت علیہ الرحمۃ کا ہے۔

مولوی ثناء اللہ امرت سری صاحب: تم لوگ اٹھتے بیٹھتے غیر خدا کا نام جپتے رہتے ہو یہ تو شرک ہے صرف خدا کا ذکر کرنا چاہیے رب فرماتا ہے **فاذکروا اللّٰہ قیاما و قعودًا وعلی جنوبکم** اس سے معلوم ہوا کہ غیر خدا کا نام جپنا شرک ہے صرف خدا ہی کا ذکر کرنا چاہیے۔ (جاء الحق ص 188 ملخصاً موضحاً)

حکیم الامت علیہ الرحمۃ: اس آیت سے ذکر رسول اللہ کو حرام یا شرک سمجھنا نادانی ہے آیت تو یہ فرما رہی ہے کہ جب تم نماز سے فارغ ہو جاؤ تو ہر حال میں ہر طرح خدا کا ذکر کر سکتے ہو۔ نماز میں تو کئی قسم کی پابندیاں تھیں مثلاً تم بے وضو نہ ہونا سجدہ یا رکوع میں تلاوت نہ کرنا، بلا عذر بیٹھنا اور لیٹنا منع وغیرہ وغیرہ لیکن اب تمہاری نماز پوری ہو چکی ہے، جس طرح چاہو خدا کو یاد کر سکتے ہو (**قیامًا**) کھڑے ہو کر بھی یاد کرو تو بھی صحیح ہے (**وقعودًا**) بیٹھ کر بھی یاد کرنے میں کوئی ہرج نہیں (**وعلی جنوبکم**) اپنی کروٹ پر ہو کر بھی بے شک یاد کرنے کی اجازت ہے مولوی صاحب یہ ہے آیت کا معنی اور تم اس سے شرک و حرمت تلاش کر رہے ہو۔ بتاؤ قرآن میں امر کتنے معانی میں استعمال ہوا، اور تمہاری پیش کردہ آیت میں ان معانی سے کون سا معنی مراد لیا گیا ہے؟ مولوی ثناء اللہ صاحب یہ بھی بتانا ہوگا کہ ایک نقیض کے واجب ہونے

سے دوسری نقیض حرام ہوگی یا نہیں؟ یہ بھی بتاؤ کہ ذکر اللہ کی نقیض کیا ہے ذکر غیر اللہ یا عدم ذکر اللہ؟ میرے سوالوں کا جواب دو تا کہ بات آگے بڑھے مولوی ثناء اللہ صاحب: مفتی صاحب تم نے ان سوالوں میں اصول فقہ اور منطق داخل کر دی میرے نزدیک تو دونوں علم ہی بدعت ہیں۔

حکیم الامت علیہ الرحمۃ: تو گویا جاہل رہنا سنت سمجھتے ہو؟

مولوی ثناء اللہ صاحب:۔۔۔۔۔۔۔۔(خاموش)

حکیم الامت علیہ الرحمۃ: بدعت کی صحیح تعریف کرو جس سے محفل میلاد حرام رہے اور تمہارا اخبار اہل حدیث رسالہ شائع کرنا سنت ثابت نہ ہو؟

مولوی ثناء اللہ صاحب:۔۔۔۔۔۔۔(خاموش)

حکیم الامت علیہ الرحمۃ: مولوی صاحب! چار چیزوں کی جامع مانع اور ناقابل اعتراض تعریف کرو اور مجھ سے انعام لے لو۔ بدعت، شرک، دین، عبادت، سنو، مولوی صاحب تم تو کیا؟ کوئی دیوبندی، غیر مقلد اور کوئی بھی شرک و بدعت کی رٹ لگانے والا، ان چاروں چیزوں کی ایسی تعریف نہیں کر سکتا جس سے اس کا اپنا مذہب و نظریہ بچ جائے انکی ایسی تعریف کریں جس سے محفل میلاد حرام ہو اور رسالہ ''القاسم'' نکالنا اور پرچہ ''اہل حدیث'' نکالنا حلال رہے؟ اولیاء اللہ سے مدد مانگنا تو حرام ہو مگر المدد اے پولیس حلال ہو عین اسلام قرار پائے۔ مولوی صاحب! اپنے بے اصولے نظریے سے توبہ کرو تا کہ شرمندگی نہ ہو۔

مولوی ثناء اللہ صاحب:۔۔۔۔۔۔۔۔(خاموش)

(جاء الحق ص188 ص189 ص220 تا ص222، ملخصا وموضحا مطبوعہ نعیمی کتب خانہ گجرات)

تیسرا مناظرہ:

ایک مرزائی سے ہوا اس میں مرزے کو شکست دی اس مناظرہ کی تحریر لے لی گئی۔ یہ مناظرہ گجرات میں ہوا تھا، اس مناظرے کا اچھا اثر ہوا متعدد مرزائی مسلمان ہوئے اور آپ علیہ الرحمۃ کے مرید بھی بن گئے۔ اس مناظرے کی تفصیل کہیں مذکور نہیں کیونکہ اس دور کے وسائل کے اعتبار سے مشکل کام تھا لہذا باقاعدہ اندراج و انتظام نہ ہوا۔ صرف تحریری شکست لکھوانے پر اکتفاء کیا جاتا تھا، مضمون کی دل چسپی کی خاطر تفسیر نعیمی سے کچھ باتیں ذکر کرتا ہوں

تاکہ مرزے کا رد ہو اور پڑھنے والوں کو لطف ملے مجھے ثواب ہو۔

مرزائی: نبوت رحمت ہے یہ رحمت مرزا قادیانی کو بھی مل سکتی ہے اور ملی بھی، جو لوگ اس کی نبوت کے منکر ہیں یہودی ذہن کے ہیں وہ بھی تو حضور علیہ السلام کی نبوت کے اس لیے منکر ہیں کہ نبوت تو بنی اسماعیل کا حق نہ تھی۔

حکیم الامت علیہ الرحمۃ: تمہارے سوال کا جواب تو خود آیت میں موجود ہے کہ فرمایا یختص برحمتہ من یشاء جس سے معلوم ہوا کہ خدا کی رحمت عام تو ہے مگر وہ خود کسی قوم کے ساتھ خاص کر دے تو اس کو کوئی روکنے پوچھنے والا نہیں۔ نبوت امامت اور قضا مردوں کے ساتھ خاص کر دی عورتوں کو محروم رکھا یہ اسکی اپنی مرضی اور حکمت ہے۔ ایسے ہی سمجھو کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بعد کے سارے نبی انکی دعا کی وجہ سے انکی اولاد سے ہیں ومن ذریتی ۔۔۔الخ یہود کا نبوت کو بنی اسرائیل سے مختص ماننا انکی کتاب تورات کے خلاف ہے ہمارا نبوت کو بنی ابراہیم واسماعیل کے لیے ثابت ومختص ماننا ہماری کتاب قرآن کے مطابق ہے رب کی رحمت خود رب کے حکم سے مختص ہوتی ہے نہ کہ دوسرے کے حکم سے۔

مرزائی: تم مسلمان لوگ ہمارے مرزا کو نبی کیوں نہیں تسلیم کرتے؟ قرآن سے ثابت ہے کہ اللہ فضل والا ہے، اسکا فضل ہمیشہ جاری رہے گا نبوت بھی تو فضل ہے اس کو ختم ہونا، سمجھنا تو یہودی ذہن ہے اور نعمتیں ختم نہ ہوں مگر نبوت ختم ہو جائے؟ یہودی حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نبوت کو ختم اور مکمل ہونا سمجھتے تھے تب ہی حضرت عیسیٰ اور حضور علیہ السلام کے نبی ہونے کے منکر تھے؟

حکیم الامت علیہ الرحمۃ: نبوت ختم نہ ہوئی بلکہ نئے نبی کا آنا ختم ومحال ہوا، ہمارے حضور علیہ السلام کی نبوت تا قیام قیامت ہے، تب ہی تو آپ ﷺ کی موجودگی میں ہم کسی نئے نبی کے آنے کو غلط وناممکن مانتے ہیں قرآن فرماتا ہے آج تمہارا دین مکمل ہو گیا الیوم اکملت لکم دینکم۔ یہود کا موسیٰ علیہ السلام کو خاتم النبیین ماننا توریت کے خلاف ہے، تورات نے تو حضور علیہ السلام نے تشریف لانے کی خبر دی تھی۔ مسلمانوں کا حضور پر نبوت کا اختتام ماننا قرآن سے ثابت ہے کہ وخاتم النبیین فرمایا گیا، اور کسی نبی کی یہ صفت ولقب کہیں سے ثابت نہیں نہ ہی موجود ہے۔ (تفسیر نعیمی ج 3 ص 344 ص 345 ملخصا، مطبوعہ انجمن خدام الصوفیہ گجرات پاکستان)

حکیم الامت علیہ الرحمۃ کا چوتھا مناظرہ:

ایک دیو بندی سے ہوا تھا، اس کا نام عبدالرحمٰن تھا اس کو شکست ہوئی تھی، اس نے دیوبندیت سے توبہ کرلی تھی۔ اور لکھ کر دیا تھا کہ سنی عقائد اختیار کرتا ہوں، تین سال تک اس تحریر پر قائم رہے، پھر منحرف ہو گئے لیکن تاعمر شرمندگی رہی۔

یہاں یہ بتا تا چلوں کہ دیو کا لفظی معنی ہے شیطان اور بند بمعنی بندھا ہوا یہ اضافۃ مقلوبی ہے یعنی مضاف الیہ پہلے اور مضاف بعد میں ذکر ہے جیسے لفظ ہے دین محمد اس کو اضافت مقلوبی کے طور پر پڑھتے ہیں محمد دین، اور عرف واصطلاح میں دیو بند ہندوستان کے ایک شہر کا نام بھی ہے اور مدرسے کا نام بھی اس مدرسے میں پڑھنے والوں، اس مدرسے کی تعلیم ونظریات ماننے والوں اور ان سے محبت رکھنے والوں کو دیوبندی کہا جاتا ہے جیسے بریلوی کا مفہوم ہے کہ بریلی کے امام احمد رضا علیہ الرحمۃ سے محبت، نسبت، اور عقیدت رکھنے والا مسلمان ان کی تعلیمات سے اتفاق رکھنے والا شخص وغیرہ وغیرہ، دیوبندی تعلیم کیا ہے؟ اس کی تفصیل درج ذیل کتب میں ملاحظہ کریں، یہ کتب بازار سے باآسانی مل جاتی ہیں۔

1. تقویت الایمان از اسماعیل دھلوی۔
2. اطیب البیان از صدرالافاضل علیہ الرحمۃ
3. حسام الحرمین الشریفین از اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ
4. جاء الحق از حکیم الامت علیہ الرحمۃ۔
5. زلزلہ از حضرت مولانا ارشد القادری علیہ الرحمۃ
6. الحق المبین از غزالی زمان علیہ الرحمۃ
7. راہ جنت از مفتی اقتدار احمد خان نعیمی علیہ الرحمۃ وغیرہ وغیرہ

حکیم الامت علیہ الرحمۃ کا پانچواں مناظرہ:

مولوی عنایت اللہ بخاری صاحب سے ہوا۔ یہ مولوی صاحب کالری دروازہ گجرات میں خطیب تھے، صوفی عبدالرحمٰن جن کا اوپر ذکر ہوا ان کے شاگرد تھے، اس مناظرہ

میں بھی حکیم الامت علیہ الرحمۃ کو باری تعالیٰ نے فتح عطا فرمائی مولوی عنایت اللہ بخاری صاحب نے تحریرا توبہ کی، پندرہ سال تک تو اس پر قائم رہے پھر توڑ دی۔ اس مناظرہ کے بعد ایک اشتہار بھی شائع کیا گیا تھا جس میں مولوی عنایت اللہ بخاری صاحب کو انکی رضا سے سنی عالم کے لفظ سے یاد کیا گیا یہ مولوی صاحب پندرہ سال کے بعد جب اس توبہ سے ہٹ گئے تو لوگوں کے پوچھنے پر جواب دیتے تھے کہ میں اس وقت کم علم تھا تب مناظرہ ہار گیا۔

(سوانح عمری حکیم الامت ص 20، مطبوعہ نعیمی کتب خانہ گجرات)

حکیم الامت علیہ الرحمۃ کا چھٹا مناظرہ:

چکوال کے علاقہ میں ہوا مخالف مناظر مولوی غلام خان صاحب تھے۔ اس مناظرہ کی تفصیل کہیں موجود و مذکور نہیں۔ ہاں حکیم الامت علیہ الرحمۃ نے اپنی وفات شریف کے آخری ایام میں ایک دفعہ ضمناً ایک بات ذکر فرمائی تھی، وہ یہ ہے۔

فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ گھوڑ (پنڈی گھیپ) میں میرا اور مولوی غلام خان صاحب کا مباحثہ ہوا، فریقین نے اپنے اپنے وقت میں تقریریں کیں، جن میں، اپنے اپنے دلائل پیش کئے گئے۔ (حیات سالک ص 135 مطبوعہ نعیمی کتب خانہ گجرات)

اس مباحثہ کے بعد باقاعدہ مناظرہ بھی ہوا، یہ مناظرہ کھاریاں کے ایک علاقے میں ہوا، جسکا نام گلیانہ ہے، اس مناظرہ کی سوالاً جواباً ایک جھلک ملاحظہ کریں۔

حکیم الامت علیہ الرحمۃ: نماز جنازہ کے ادا کرنے کے بعد دعا کرنا جائز ہے اور حدیث سے ثابت ہے، حدیث یہ ہے کہ جب تم میت پر نماز جنازہ ادا کر چکو تو اس کے لئے خالص ہو کر دعا کرو اذا صلیتم علی المیّت فاخلصوا له الدعاء۔ (مشکوۃ)۔

مولوی غلام خان: تمہاری پیش کردہ حدیث میں ہے فاخلصوا، اور مغنی اللبیب میں یہ قاعدہ موجود ہے کہ جب "فا" کا ماقبل افعال جوارح میں سے ہو، تو وہ "فا" تعقیب کے لئے نہیں ہوگی، بلکہ اس کے مابعد کا حکم ماقبل میں داخل ہوگا، لہذا حدیث کا معنی یہ ہوگا کہ تم نماز کی حالت میں اسکے لیے دعا کرو، تمہارا مدعا ثابت نہ ہوا۔

حکیم الامت علیہ الرحمۃ: مولوی صاحب مجھے تو تمہارا قانون منظور لیکن قرآن تو اسکو تسلیم

نہیں کرتا فرماتا ہے، جب تم کھانا کھا چکو تو رخصت ہو جاؤ فاذا طعمتم فانتشروا دیکھو یہاں ''فا'' کا ماقبل افعال جوارح میں سے ہے اگر آپ کا قاعدہ لگا کر معنی کریں تو یہ ہوگا کہ جب تم کھانا کھا رہے ہو تو اس حالت میں بھاگ نکلو، ایک ہاتھ میں لقمہ ہو دوسرے میں سالن کی پلیٹ پکڑی ہوئی ہو اور تم بھاگ رہے ہو، یہ معنی تو تمہیں بھی گوارا نہ ہوگا۔

مولوی غلام خان: ....(خاموش)

(حیات سالک ص135 ص136، مطبوعہ نعیمی کتب خانہ گجرات پاکستان)

حکیم الامت علیہ الرحمۃ کا ساتواں مناظرہ:

سیالکوٹ میں ہوا تھا، اس میں مخالف مناظر ایک شیعہ تھا، فتاح العلیم اللہ نے اس میں بھی آپ علیہ الرحمۃ کو فتح نصیب فرمائی، اس وقت کے رواج کے مطابق ہارنے والے سے اسکی ہار کا رقعہ لکھوایا گیا تھا۔ (سوانح عمری حکیم الامت ص20 مطبوعہ نعیمی کتب خانہ گجرات)

یہاں یہ ذکر کرنا مناسب ہوگا کہ شیعہ اور شیعیت کیا ہے؟

شیعہ کی کئی اقسام ہیں بعض پر انکے خلاف شرع عقیدہ کی وجہ سے کفر کا فتوی ہے، اور بعض پر گمراہی کا فتوی ہے اسکی مکمل تفصیل کے لیے مکمل و مدلل بے مثال کتب کی نشاندہی کر دیتا ہوں بازار سے خود خرید کر اطمینان سے مطالعہ کر لیں۔

1. تحفہ جعفریہ۔ از حضرت مولانا محمد علی نقشبندی لاہوری علیہ الرحمۃ
2. عقائد جعفریہ۔ از حضرت علامہ محمد علی نقشبندی لاہوری علیہ الرحمۃ
3. از حضرت علامہ مولانا محمد علی نقشبندی لاہوری علیہ الرحمہ
4. دشمنان امیر معاویہ کا علمی محاسبہ۔ از حضرت علامہ محمد علی نقشبندی لاہوری علیہ الرحمہ

مختصراً یہ سمجھ لو کہ وہ لوگ جو وحی کا حقدار حضور علیہ السلام کے بجائے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو قرار دیتے ہیں وہ کافر شیعہ ہیں اور جو شیعہ حضرات شیخین پر آخری دو خلفاء کو فضیلت دیتے ہیں یا اور اس قسم کی خلاف شرع سوچ رکھتے ہیں وہ گمراہ ہیں مزید تفصیل اوپر درج کردہ کتب میں ملاحظہ کریں ان جیسی کتب آج تک نہ تصنیف کی گئیں ہیں یہ کل سولہ کتابیں اور ہر کتاب تقریباً پانچ سو سے لے کر ساڑھے سات سو صفحات پر مشتمل ہے۔

حضرات محترم!

یہاں تک تو ان مناظروں کا حال بیان ہوا جو باضابطہ منعقد ہوئے تھے، اب ان مناظروں مباحثوں کا حال ذکر کروں گا جو مطلقاً پیش آئے ملاحظہ فرمائیں۔ نماز کے بعد مصافحہ کرنا کیسا ہے؟

حکیم الامت علیہ الرحمۃ کے ہاں جائز ہے مخالف کے ہاں جرم تھا۔

مخالف: مصافحہ یا معانقہ اول ملاقات کے وقت ہوتا ہے نماز کے بعد تو لوگ رخصت ہو رہے ہوتے ہیں اس وقت یہ فعل کرنا تو جرم ہے، بدعت ہے۔

حکیم الامت علیہ الرحمۃ: یہ فعل جائز ہے جرم نہیں کیونکہ حضور علیہ السلام سے اس کی اجازت ثابت ہے۔

مخالف: وہ کیسے؟

حکیم الامت علیہ الرحمۃ: مشکوۃ شریف میں ایک مکمل باب اسی مسئلہ میں موجود ہے، اس باب میں ایک حدیث ہے جس میں یہ ہے کہ حضور علیہ السلام نے اپنے صحابی حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ سے معانقہ فرمایا معلوم ہوتا ہے کہ یہ معانقہ خوشی کے لئے فرمایا تھا۔ عید میں بھی تو خوشی ہی ہے لہذا یہ جرم کیسے ہوا؟ نیز درمختار جلد 5 میں یہ مسئلہ لکھا ہے کہ مصافحہ جائز ہے خواہ وہ عصر کی نماز ادا کرنے کے بعد ہو یا کسی بھی وقت ہو اور فقہاء اس کو بدعت اس لئے کہا کہ وہ بدعت حسنہ ہونا معلوم ہو جائے۔ جیسا کہ امام نووی علیہ الرحمۃ کے رسالہ اذکار میں بھی ہے کہ یہ فعل جائز ہے۔ عبارت ملاحظہ ہو اى **كمـا تجوز المصافحة و لو بعد العصر و قولهم انه بدعة اى مباحة حسنة كما افاده النووى فى اذكاره** اس عبارت کی تشریح میں علامہ شامی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ ہر وقت ملاقات پر مصافحہ کرنا جائز ہے اور فجر کے بعد کے مروجہ مصافحہ کی اگرچہ کوئی صریح نقل نہیں لیکن اس میں حرج بھی تو نہیں کیونکہ صبح کی قید تو لوگوں کے عرف و عادت کے تحت ہے ورنہ ہر وقت کے مصافحہ کا یہی حکم ہے انکی عبارت ملاحظہ ہو۔ **اعلم ان المصافحه مستحبة عند كل لقاء واما ماعتاده الناس من المصافحه بعد صلوة الصبح فلااصل له فى الشرع على هذا الوجه ولكن لابأس به وتقييدهٗ، بمابعد الصبح و العصر على عادة كانت فى زمنه والا**

فعقب الصلوۃ کلہا علی کذالک o معلوم ہوا کہ مصافحہ کرنا جرم نہیں بلکہ جائز ہے۔

مخالف: لیکن میری تسلی نہ ہوئی کیونکہ مصافحہ اوّل ملاقات کے وقت ہوتا ہے۔

حکیم الامت علیہ الرحمۃ: اچھا بتاؤ اول وقت ہے کیا؟

مخالف: جب غائب ہونے کے بعد دوبارہ پھر ملیں وہ۔

حکیم الامت علیہ الرحمۃ: غائب ہونے کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ جسماً غائب ہوں دوسرے یہ کہ قلباً غائب ہوں، نماز کی حالت میں بظاہر امام اور مقتدی ہیں تو ایک ہی جگہ مگر دلی طور پر یا حکمی طور پر ایک دوسرے سے غائب تھے کیونکہ نہ سلام نہ کلام نہ ایک دوسرے کی طرف توجہ نہ اس کی مدد کرنا، نہ کھانا نہ پینا، نہ اور کوئی دنیاوی کام وغیرہ وغیرہ گویا دنیا سے تعلق ہی منقطع ہے صرف اور صرف خدا سے تعلق ہے گویا الصلوۃ معراج المومنین کا نقشہ نظر آ رہا ہے۔ لیکن جوں ہی سلام پھیرا اب دنیا میں آ گئے سارے منع شدہ کام حلال ہو گئے کہ کھاؤ، پیو سلام کرو بولو وغیرہ وغیرہ، آپ کا بیان کردہ معنی تو اس صورت پر بھی لاگو ہو گیا لہٰذا یہ بھی اوّل وقت ہی ہے کیونکہ غائب ہونے کے بعد دوبارہ مل رہے ہیں۔

مخالف: واہ جی واہ تم نے تو منطق سے سمجھا دیا مگر شرع نے تو اس صورت کو ملاقات کا وقت نہ مانا۔

حکیم الامت: مانا ہے بتاؤ اس وقت کس کو سلام کرتے ہیں؟ امام کو چاہیے کہ وہ اپنے سلام میں اپنے مقتدیوں اور فرشتوں کو بھی شامل کرنے کی نیت کرے اور مقتدی امام اور ملائکہ کو شامل کرنے کی نیت رکھیں، اور اکیلا نمازی اپنے سلام میں ملائکہ پر سلام کی نیت رکھے، سلام ملاقات کے وقت ہوتا ہے یا رخصت کے وقت، بتاؤ یہ سلام کیسا ہے؟ کیا یہ لوگ کہیں سے آ رہے ہیں یا جا رہے ہیں، جا تو نہیں رہے کیونکہ ابھی دعا مانگیں گے، وظائف پڑھیں گے، بعض لوگ اشراق کی نماز ادا کریں گے معلوم ہوا کہ عالم بالا کی سیر کر کے پر آ رہے ہیں اور سلام کر رہے ہیں۔ لہٰذا مصافحہ کر لیں تو کیا جرم ہے؟

مخالف: پھر تو ہر نماز کے بعد کرنا چاہیے۔ کیا اس کے قائل ہو۔

حکیم الامت علیہ الرحمۃ: ہاں، کوئی ہرج نہیں۔

(جاءالحق ص315 ص316 حصہ اول مصنفہ مفتی احمد یار خان نعیمی کتب خانہ گجرات پاکستان)

مسئلہ یہ ہے کہ ولایت وعرس میں مرنے کا اعتبار ہے یا زندہ ہونے کے اعتبار سے ولایت وعرس کے صحیح ہونے کا اعتقاد رکھا جائے حکیم الامت علیہ الرحمۃ اس مسئلے میں حیات کا اعتبار فرماتے ہیں مخالف جو کہ نجدی تھا اور تھا بھی امام کعبہ وہ موت کا اعتبار کرتا تھا۔

باقی گفتگو مکالمہ کے انداز میں یہ ہے۔

امام کعبہ: تم جس کو ولی سمجھتے ہو اور عرس کرتے ہو، تم کو کیا معلوم کہ یہ ولی ہے یا کہ نہیں کسی کے خاتمہ پر یقین نہیں کیا جاسکتا کہ وہ مسلمان ہی مرا یا بے دین ہو کر موت پائی، مردے کی ولایت کیونکر معلوم ہو، بعض بڑے بڑے صالح بھی کافر ہو کر مرے۔

حکیم الامت علیہ الرحمۃ: زندگی کے ظاہر احکام بعد موت جاری ہوتے ہیں، جو آدمی زندگی میں مسلمان تھا، بعد موت بھی اسکو مسلمان سمجھ کر اسکی نماز جنازہ، کفن دفن، اور میراث کی تقسیم کی جائے گی، اور جو زندگی میں کافر تھا بعد موت تو اسکی نماز جنازہ ہوگی نہ گور و کفن اور نہ ہی میراث کی تقسیم ہے، شریعت کا حکم ظاہر پر ہوتا ہے، فقط اندیشہ و احتمال معتبر نہیں ہے، اس طرح جو زندگی میں ولی ہو وہ بعد موت بھی ولی ہے، اگر محض احتمال پر احکام جاری ہوں، تو کفار کی نماز جنازہ پڑھ لیا کرو، شائد مسلمان ہو کر مرا ہو اور مسلمان کو جنازہ پڑھے بغیر آگ میں جلا دیا کرو کہ شائد کافر ہو کر مرا ہو۔

مشکوٰۃ شریف میں ہے کہ حضور علیہ السلام کے پاس سے ایک جنازہ گزرا لوگوں نے میت کی تعریف کی آپ علیہ السلام نے فرمایا وجبت جنت واجب ہوگئی۔ ایک اور جنازہ گزرا لوگوں نے میت کی برائی بیان کی آپ علیہ السلام نے فرمایا وجبت دوزخ واجب ہوگئی۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پوچھنے پر حضور علیہ السلام نے فرمایا پہلے کے لیے جنت اور دوسرے کے لیے دوزخ واجب ہوگئی۔ اس کے بعد سرکار علیہ السلام نے فرمایا، تم زمین میں اللہ کے گواہ ہو انتم شھداء اللّٰہ فی الارض اس حدیث سے ثابت ہوا کہ عام مسلمان اکثریت جنکی ولایت پر متفق ہو وہ واقعی ولی اللہ ہے کہ ان کے منہ سے اکثر وہی بات نکلتی ہے جو واقعی اللہ کے ہاں اسی طرح ہوتی ہے۔ اسی طرح جو شئی عام مسلمان حلال جانیں وہ حلال اور باعث ثواب ہے کیونکہ حدیث میں ہے کہ جو شئی مسلمان اچھا جانیں وہ اللہ کے ہاں بھی اچھی ہے

ماراٰہ المؤمنون حسنا فھو عند اللّٰہ حسن ۔اور قرآن میں ہے کہ ہم نے مسلمانوں کو امت عادلہ بنایا تا کہ تم لوگ گواہ رہو کذلک جعلنٰکم امۃ وسطا لتکونوا شھداء علی الناس مسلمان قیامت اور دنیا دونوں میں بطور گواہ ہیں رب تعالیٰ نے قرآن اور صاحب قرآن علیہ السلام کے سچا ہونے پر حضرت عبداللہ ابن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دیگر بزرگوں کی گواہی پیش فرمائی، وشھد شاھد من بنی اسرائیل علی مثلہ جب صالح مومنین کی گواہی سے نبوت ثابت ہو سکتی ہے تو ولایت تو بدرجہ اولیٰ ثابت ہوئی جب صالح مومنین کی گواہی سے قرآن کی حقانیت کا ثبوت ہو سکتا ہے تو شرعی مسئلہ کا ثبوت تو بدرجہ اولیٰ ہوا۔

امام کعبہ: تمہاری پیش کردہ حدیث میں انتم آیا ہے جو صرف صحابہ کے لئے تھا، وہ جو گواہی دیتے ویسے ہی ہو جاتا، اس وقت ہم لوگ تھے ہی نہیں لہٰذا انتم کے مخاطب نہیں۔

حکیم الامت علیہ الرحمۃ: ایک حدیث میں انتم کی بجائے المومنون کا لفظ بھی آیا ہے، جس کا معنی یہ ہوا کہ مومن اللہ کے گواہ ہیں، المومنون شھدآء اللّٰہ فی الارض، نیز قرآن میں سارے احکام خطاب کے صیغہ سے آئے ہیں جیسے واقیموا الصلوۃ، واتوا الزکوٰۃ وغیرہ کہ تم نماز پڑھو، تم زکوۃ دو، کیا یہاں بھی یہ کہو گے کہ ہم قرآن نازل ہوتے وقت موجود نہ تھے لہٰذا ان احکام سے بری ہیں، یہ تو صرف صحابہ کرام کے لئے تھے، یاد رکھو کہ قرآن وحدیث کے تمام احکام، تمام خطابات قیامت تک کے مسلمانوں کے لئے ہیں۔

امام کعبہ: .... (خاموش)

(جاء الحق ص 319 ص 320 ص 321 موضحا، مطبوعہ نعیمی کتب خانہ گجرات پاکستان)

مسئلہ یہ تھا کہ اولیاء کرام میں قوت وطاقت بعد از وفات ہے یا نہیں آپ علیہ الرحمۃ کا نظریہ یہ تھا کہ طاقت ہے، مخالف، منکر تھا تفصیل ملاحظہ ہو۔

مخالف: اگر اولیاء اللہ اور صحابہ میں کچھ طاقت ہوتی تو، نجدی وہابیوں سے اپنی قبریں گرنے سے کیوں نہ بچا سکے؟ معلوم ہوا یہ محض مردے ہیں، ان کی تعظیم وتوقیر کیسی؟

حکیم الامت علیہ الرحمۃ: حضور علیہ السلام سے پہلے کعبہ شریف میں تین سو ساٹھ بت تھے حدیث میں ہے کہ کعبہ شریف کو قیامت کے قریب ایک آدمی گرا دے گا۔ لاہور میں مسجد

گنج شہید سکھوں نے چھین کر اپنا مذہبی مقام بنالیا، ان مثالوں کو سامنے رکھو اور سوچو کہ اگر کوئی ہندو کہے کہ مسلمانوں کے خدا ہیں اگر طاقت تھی تو اس نے اپنا گھر ہمارے ہاتھوں سے کیوں نہ بچایا؟ باقی رہا اولیاء کی تعظیم کرنا، تو سن لو، تعظیم ان کی قدرت کی وجہ سے نہیں بلکہ ان کی محبوبیت کی وجہ سے ہے، جیسے کعبہ اور مساجد وغیرہ کی تعظیم محبوبیت کی وجہ سے ہے نہ کہ قوت و قدرت کی بناء پر، ابن سعود نے تو بہت سی مساجد بھی گرادیں جیسے کوہ صفا پر بنی ہوئی مسجد بلال وغیرہ، تو تم وہاں کیا کہو گے؟ (جاء الحق ص 291 موضحا مطبوعہ نعیمی کتب خانہ گجرات)

بدعت کیا ہے؟ مولوی ثناء اللہ امرتسری ہر جدید شئی کو بدعت جانتے تھے جب حکیم الامت علیہ الرحمۃ کے نزدیک اس طرح نہ تھا، تفصیل ملاحظہ ہو۔

مولوی ثناء اللہ صاحب: بدعت صرف دینی کام کو کہا جاتا ہے جو حضور علیہ السلام کے بعد ایجاد ہوا میلاد شریف وغیرہ بدعت ہے، ٹیلی فون، ریل گاڑی وغیرہ بدعت نہیں کیونکہ حدیث میں ہے کہ جو ہمارے دین میں نئی بات نکالے وہ بدعت ہے حدیث ملاحظہ ہو من احدث فی امرنا ھذا مالیس منہ فھورد، امرنا سے معلوم ہوا کہ دنیاوی ایجادات مراد نہیں ہیں، دینی بدعت سب مردود ہیں حسنہ کوئی بھی نہیں ہے۔ لہٰذا میلاد شریف حرام۔

حکیم الامت علیہ الرحمۃ: دینی کام کی قید لگانا اپنی طرف سے ہے، جو کہ احادیث، اقوال، علماء و فقہاء و محدثین کے خلاف ہے، حدیث کے الفاظ ہیں کل محدث بدعۃ، ہر نیا کام بدعت ہے ادھر دینی کام کی قید کہاں ہے دکھاؤ؟ اقوال فقہاء محدثین سے نمونۃً ایک دو کلام یہ ہیں "مراد چیزے است کہ مخالف و مغیر آں باشد (اشعۃ اللمعات) اور مرقات میں ہے البدعۃ اما واجبۃ کتعلم النحو و تدوین اصول الفقہ و اما محرمۃ کمذھب الجبریۃ و اما مندوبۃ کاحداث الربط و المدارس و کل احسان لم یعھد فی الصدر الاول و کالتراویح ای بالجماعۃ العامۃ و اما مکروھۃ کزخرفۃ المساجد و اما مباحۃ کالمصافحۃ عقیب الصبح و لتوسع فی لذائذ الماکل و المشارب (مرقات) مطلب یہ ہوا کہ بدعت کی ہر قسم مردود نہیں کئی اقسام واجب ہیں جیسے علم نحو سیکھنا کئی حرام ہیں جیسے جبریہ کے عقائد کئی مستحب ہیں جیسے مسافر خانے اور مدارس بنانا کئی مکروہ ہیں جیسے

مسجد کی ڈیکوریشن کرنا، کئی مباح ہیں جیسے جدید دور کے جدید کھانے اور مشروب وغیرہ وغیرہ۔

مولوی صاحب اگر ہر بدعت کو مردود کہو گے تو ان احادیث وعبارات کا کیا جواب ہے؟ چلو ایک منٹ کے لئے مان لیں کہ واقعی دینی کام کی قید ہے تو دینی کام تو وہی ہے جس پر ثواب ہو اور اب بتاؤ وہ کون سا دینی کام ہے جس پر ثواب نہیں ملتا، ہر ایک پر ملتا ہے بشرطیکہ کار خیر نیت خیر سے کرو، مسلمان کا دوسرے مسلمان کو ملنا، اس سے اچھی بات کرنا اس کو دیکھ کر مسکرانا ،اپنے بچوں کی پرورش کرنا، وغیرہ وغیرہ سارے دینی کام ہی تو ہیں، لہذا مسلمان کا نیت خیر سے کیا ہوا ہر دنیاوی کام دینی ہے، بتاؤ پلاؤ کھلانے پر ثواب ہوگا یا نہیں؟ ایک طرف تو تم دینی کام کی قید لگاتے ہو دوسری طرف خود اپنے من مانے کام کرتے ہو، اور دینی کام کی قید بھول جاتے ہو مثالیں سن لو، مدرسہ دیوبند کا قیام، وہاں کا نصاب، وہاں دورہ حدیث کرانا، مدرسین کا تنخواہ لیکر پڑھانا سکھانا، امتحان لینا، اس کا وقت مقرر کرنا، پاس فیل کرنا، چھٹیاں دینا، پندرہ روپے لیکر ختم بخاری پڑھنا، وغیرہ وغیرہ کونسی آیت میں ہے، کس حدیث میں آیا ہے؟ یا تو حدیث پیش کر دیا یہ مان لو کہ ہر قسم کی بدعت کا حکم ایک جیسا نہیں ہر ایک کو مردود کہو گے تو اپنے ان من مانے کاموں کو بھی مردود ماننا لازم آئے گا اگر مردود نہ مانو گے تو ان کو سنت ثابت کرو، جو تم کر نہیں سکتے ،تو کیا بدعت سمجھ کر یہ سارے اعمال وافعال کرتے ہو؟ مولوی صاحب! کچھ ہوش کرو بے چارے میلاد شریف کا جرم کیا ہے کہ یہ حرام اور تمہارے کام حلال؟ چار چیزوں کی مکمل جامع مانع تعریف کرو اور ہم سے انعام لے لو۔

دین، عبادت، شرک، بدعت،

اور ہاں خیال رکھنا کہ تمہارے نظریے اور مسلک کی بقاء رہے ایسی تعریف کرنا کہ محفل میلاد حرام قرار پائے اور تمہارا ماہنامہ رسالہ قاسم جاری وشائع ہونا عین اسلام ہو، اولیائے کرام سے مدد مانگنا کفر وشرک رہے اور پولیس وفوج سے مدد مانگنا جائز وسنت قرار پائے، مولوی صاحب! یا تو ان سوالوں کا جواب دو یا اپنے بے اصولے مذہب ونظریہ سے توبہ کرو، باقی رہی تمہاری ذکر کردہ حدیث تو اس کے بارے میں سن لو، حدیث پاک میں لفظ ہے ''ما'' اس سے مراد یا تو عقائد باطلہ ہیں یا اعمالِ مردودہ خلاف شرع ہیں یہ مطلب نہیں ہے کہ ہر

نئی شئی بدعت ہے۔

مولوی ثناء اللہ صاحب:۔۔۔۔۔۔۔۔(خاموش) (جاء الحق ص 222 ص 224 ملخصاً موضحاً)

ہندوستان کے علاقے دھوراجی کاٹھیاوار میں عاشقان رسول نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بال مبارک کی زیارت کی، ایک صاحب ایک کونے میں منہ بنائے بیٹھے تھے اس سے حکیم الامت علیہ الرحمۃ نے اس حالت کی وجہ پوچھی تو اس نے کہا یہ شرک ہے۔۔۔۔۔ باقی گفتگو سوالاً جواباً درج ذیل ہے ملاحظہ کریں۔

حکیم الامت علیہ الرحمۃ: جناب آپ کیوں غصہ میں ایک طرف تشریف فرما ہیں؟

مخالف: اس لئے کہ مساجد میں شرک ہو رہا ہے؟

حکیم الامت: وہ کیسے؟

مخالف: وہ ایسے کہ اس کا کیا ثبوت ہے کہ یہ بال واقعی حضور علیہ السلام کا ہے، اگر بالفرض ثابت ہو بھی جائے تو اس کا کیا ثبوت ہوگا کہ اس کی اس طرح تعظیم کی جائے؟

حکیم الامت: جناب آپ کا نام کیا ہے؟

مخالف: عبدالرحمٰن۔

حکیم الامت: جناب آپ کے والد گرامی کا نام کیا ہے؟

مخالف: عبدالرحیم۔

حکیم الامت: آپ کے پاس کیا ثبوت ہے کہ آپ واقعی عبدالرحیم صاحب کے فرزند ہیں، پہلی بات تو یہ کہ اس نکاح کے گواہ موجود نہیں اگر ہوں بھی تو وہ صرف نکاح ہونے کی گواہی دیں گے نہ کہ اس بات کی کہ آپ واقعی عبدالرحیم کے نطفہ سے ہیں، اور آپ کی ولادت شریف ان ہی کے قطرہ سے ہوئی؟

مخالف: جناب، مسلمان کہتے ہیں کہ میں ان کا بیٹا ہوں اور مسلمانوں کی گواہی معتبر اور مقبول ہے۔

حکیم الامت: جناب مسلمان کہتے ہیں کہ یہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا بال شریف ہے اور مسلمانوں کی گواہی معتبر اور مقبول ہے۔

مخالف: یہ اور بات ہے۔

حکیم الامت: یہ بھی اور بات ہے۔
حکیم الامت: جناب آپ کس کے شاگرد ہیں؟ کہاں سے تعلیم حاصل کی؟
مخالف: دیوبند سے تعلیم حاصل کی۔
حکیم الامت: کیا کہنے، اب تو رجسٹری ہی ہوگئی، آپ رجسٹر شدہ ہیں۔

(جاء الحق ص 372 ص 373 موضحا مطبوعہ نعیمی کتب خانہ گجرات پاکستان)

حکیم الامت علیہ الرحمۃ نے سینے پر ہاتھ باندھنے والوں سے دلیل مانگی کہ بتاؤ تم کس دلیل کی بناء پر یہ عمل کرتے ہو، پھر کیا دلیل دی گئی سوالاً جواباً ملاحظہ ہو۔

حکیم الامت علیہ الرحمۃ: عنایت اللہ صاحب آپ کو فخر گجرات اور فخر اہل حدیث کے القاب والفاظ سے ذکر کیا جاتا ہے ہمارا آپ سے یہ سوال ہے کہ سینہ پر ہاتھ باندھنے کی حدیث مع حوالہ لکھ کر ہمیں ارسال فرمائیے۔

مولوی عنایت اللہ صاحب: لیں جی حاضر ہے۔

عن وائل ابن حجر انہٗ قال صلیت مع النبی ﷺ فوضع یدہ الیمنی علی یدہ الیسریٰ علی صدرہ (حوالہ بلوغ المرام ص 21)

وائل بن حجر سے مروی ہے کہ انھوں نے فرمایا میں نے نبی ﷺ کے پیچھے نماز پڑھی پس آپ نے اپنا دایاں ہاتھ اپنے بائیں ہاتھ پر رکھا اپنے سینہ پر۔

نیز تفسیر قاری اردو میں لکھا ہے کہ فصل لربک وانحر کا معنی یہ ہے کہ اے نبی آپ اپنے رب کیلئے نماز پڑھیں اور نحر کریں یعنی اپنے سینے پر ہاتھ باندھیں۔

حکیم الامت: ہماری حیرت کی انتہا نہ رہی یہ لوگ ہم سے بخاری و مسلم کی حدیث کا مطالبہ کرتے ہیں اور صحاح ستہ سے باہر نہیں نکلنے دیتے اور جب اپنی باری آئے تو ایسا ثبوت کہ جس کا کسی معتبر و مستند کتاب میں حوالہ بھی نہیں اس پر قناعت کرتے ہیں، اگر ہم کسی رسالے سے کوئی حدیث نقل کرتے تو قیامت آجاتی اس حوالے سے یہ تو پتہ نہ چلا کہ یہ حدیث کی کون سی قسم ہے صحیح ہے، ضعیف ہے موضوع ہے کیسی ہے؟ چلو مان لیا کہ صحیح ہے تو بھی اس حدیث میں یہ کہاں ہے کہ نماز کی حالت میں حضور علیہ السلام نے سینے پر ہاتھ رکھا بلکہ لفظ ہیں فَوَضَعَ اس کی ''فا'' ہے ظاہراً

معلوم ہو رہا ہے کہ نماز کے بعد آپ نے کسی حاجت کی وجہ سے سینے پر ہاتھ رکھے کیونکہ "فا" عاطفہ تعقیبیہ ہے۔ جیسے قرآن میں اس کی مثال فاذا طعمتم فانتشروا ہے اس کا یہ مطلب تو نہیں ہوگا کہ کھانے کے دوران ہی روٹی اور سالن لیکر بھاگ جاؤ۔ پھر اس حدیث سے بھی معلوم نہیں ہوتا کہ آیا عورتوں کی طرح سینے پر ہاتھ باندھتا ہوں گے یا پہلوانوں کی طرح، جیسے تم لوگ باندھتے ہو۔

لہٰذا حدیث بقاعدہ اصول فقہ مجمل ٹھہری، باقی رہی آپ کی پیش کردہ آیت شریف، تو اسکے بارے میں گزارش یہ ہے کہ ایک تو حوالہ معتبر نہیں دوسرا یہ کہ لفظ وانحر کے یہ معنی اور کسی نے بیان نہ فرمائے، لہٰذا جمہور کے خلاف و معارض ہونے کی وجہ سے ساقط الاعتبار ٹھہرے، مولوی صاحب! نحر سینے کے بجائے گلہ کے اس مقام کو کہا جاتا ہے جہاں سے ذبح کرتے ہیں یا نحر کرتے ہیں، یہ گلے کا آخری حصہ ہے جو سینے سے جڑا ہوا ہوتا ہے بلکہ قربانی کو نحر بھی اسی وجہ سے کہا جاتا ہے کہ اس حصہ کو نیزہ سے اہل عرب چھیدا کرتے تھے، چیرا لگاتے تھے، تمہارا مطلب و معنی اس آیت میں بیان کرو تو معنی غلط ہو جائے گا کیونکہ سینہ کو تو نحر نہیں کہا جاتا، اب تم تھوڑی ترقی کر کے سینے کے بجائے گلہ پکڑ لیا کرو کیونکہ "نحر" کا مفہوم تو تب ہی صادق آئے گا۔ (جاء الحق ص 482 ص 483 ملخصاً موضحاً مطبوعہ نعیمی کتب خانہ گجرات، پاکستان)

ساتویں مثال انکے اپنے الفاظ میں ملاحظہ کریں۔ آپ علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔

اعتراض:

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب سورۃ کوثر نازل ہوئی، تو حضور علیہ السلام نے جبریل علیہ السلام سے پوچھا، اے جبرائیل یہ "نحر" کیا چیز ہے جس کا مجھے نماز کے ساتھ حکم دیا گیا، حضرت جبریل علیہ السلام نے فرمایا اس نحر سے قربانی مراد نہیں بلکہ۔

اذا تحرمت للصلوٰۃ ان ترفع یدیک اذا کبرت واذا رکعت، واذا رفعت راسک من الرکوع فانھا صلوتنا و وصلوۃ الملائکہ الذین فی السماوات السبع۔

جب آپ نماز کے لئے تکبیر تحریمہ کہیں تو اپنے ہاتھ اٹھائیں اور جب رکوع کریں تو بھی اور جب سر اٹھائیں تو بھی کیونکہ یہ ہماری اور ان فرشتوں کی نماز ہے جو ساتوں آسمانوں میں ہیں۔

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ قرآن کریم نے جیسے نماز کا حکم فرمایا ویسے ہی رفع یدین کا حکم بھی دیا لہٰذا رفع یدین کرنا ایسے ہی ضروری ہے جیسے نماز ضروری ہے۔ ربّ نے فرمایا فصل لربك وانحر، یہ بھی معلوم ہوا فرشتے بھی رفع یدین کرتے ہیں تو جو لوگ رفع یدین نہ کریں وہ حضور علیہ السلام کے بھی مخالف ہیں، فرشتوں کے بھی، صحابہ کرام کے بھی، فرش وعرش پر رفع یدین ہوتا ہے تو حنفی لوگ ایک امام ابو حنیفہ کی پیروی میں ان تمام مقدس ہستیوں کی مخالفت کرو۔

نوٹ:

ڈیرہ غازی خان کے وہابی غیر مقلدوں کی طرف سے رفع یدین کے متعلق ایک ٹریکٹ (Trect) مفت تقسیم ہوا، مجھے بھی ملا، اس میں یہ اعتراض بہت جوش کے لب ولہجہ میں مذکور ہے اب تک کے پرانے وہابیوں کو نہ سوجھا تھا۔

جواب:

وہابی جی! تم نے یا تمہارے کسی ہم نوا نے جھوٹی حدیث گھڑ تو لی، مگر گھڑنا نہ آئی، جھوٹ بولنے کے لئے بھی سلیقہ درکار ہے تمہاری اس گھڑی ہوئی حدیث نے تو تمہارا مذہب ہی ختم کر دیا، تم نے اس حدیث کی اسناد ذکر نہ کی لہٰذا اس پر بحث کرنا تو ممکن نہیں کہ گھڑنے والا کون ہے ہاں ''متن موضوعہ'' پر چند طرح گفتگو ہے۔

ایک یہ کہ تم نے نحر کے معنی کیے رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد ہاتھ اٹھانا، یہ معنی لغت کی کس کتاب میں ہے؟ نحر کے معنی رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد؟ ایک لفظ نحر میں اتنے معنی کی پوٹلی کس نے بھر دی؟ کیا حضرت جبریل علیہ السلام کو لغت عرب کی خبر نہ تھی جو نحر کے یہ معنی بتلا گئے؟ پھر اہل بیت سمیت نبی پاک ﷺ نے بھی نہ پوچھا کہ اے جبریل یہ انوکھے معنی کس طرح اور کہاں سے لئے گئے لغت کا حوالہ پیش کرو۔ اگر قرآن وحدیث کے ایسے معانی ہونا شروع ہو گئے تو دین کا رب ہی حافظ ہے، صلوۃ کے معنی، روٹی کھانا، زکوۃ کے معنی پانی پینا، حج کے معنی کپڑے پہننا، صوم کے معنی چارپائی پر سونا جہاد کے معنی دکانداری کرنا کر لو، چلو اسلام

کے پانچوں ارکان ختم، ذرا تو شرم کرو اپنے نامہذب مذہب کو بچانے کے لئے کیوں ایسی حدیثیں گھڑتے ہو۔

دوسرے یہ کہ یہاں نحر صلوۃ پر معطوف ہے اور معطوف ہمیشہ معطوف علیہ کا غیر ہوتا ہے تو چاہیے کہ نحر سے مراد رفع یدین نہ ہو کہ یہ تو نماز کا جز ہے نہ کہ اس کا غیر۔

تیسرے یہ کہ وانحر کے معنی ہوئے رفع یدین کرو یہ امر قرآن کریم میں نماز کے ساتھ مذکور ہوا تو چاہیے کہ جس طرح نماز فرض قطعی ہے کہ اس کی فرضیت کا منکر دین سے خارج ہو جاتا ہے ایسے ہی رفع یدین بھی فرض قطعی ہو کہ اسکے سارے منکر کافر ہوں تو تمہاری ساری جماعت رفع یدین کو فرض کے بجائے سنت کیوں مانتی ہے اور جب تم لوگ حنفیوں میں پھنس کر رفع یدین کرنا چھوڑ دیتے ہو اور یہ کہتے ہو کہ یہ تو سنت ہے کرنا بھی سنت اور چھوڑنا بھی سنت لہٰذا جس پر چاہا عمل کر لیا، بتاؤ اس وقت فرضیت کے منکر ہو کر تمام وہابی کون ہوئے؟

چوتھے یہ کہ کسی محدث نے رفع یدین کو فرض قطعی نہ کہا امام ترمذی علیہ الرحمۃ نے رفع یدین نہ کرنے کی حدیث ذکر کر کے فرمایا کہ اس پر علماء وصحابہ کرام کا عمل ہے۔ بتاؤ امام ترمذی علیہ الرحمۃ فرضیت رفع یدین کا انکار کر کے تمہارے نزدیک دائرہ اسلام میں رہے یا نہ رہے تو کیوں؟ نہیں رہے تو ان کی کتابوں سے حدیث لینا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

پانچویں یہ کہ ہم پہلی فصل میں دلائل سے ثابت کر چکے ہیں کہ حضرات صحابہ کرام نہ تو رفع یدین کرتے نہ کرنے دیتے بلکہ منع فرمانے میں سختی فرماتے جیسے حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر، حضرت علی، حضرت عبداللہ ابن عباس، حضرت عبداللہ ابن مسعود، حضرت عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ عنھم اجمعین، بتاؤ اتنا بڑا فریضہ قرآنی جو نماز کی طرح فرض ہو ان صحابہ پر تو مخفی رہے اور آج چودہ سو سال بعد کے ڈیرہ غازی خان کے ایک مولوی کو معلوم ہو جائے۔ حیرت در حیرت ہے۔

چھٹے یہ کہ تم نے یہ گھڑی ہوئی حدیث حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف منسوب کی حیرت یہ ہے کہ وہ خود اس روایت کو بیان کر کے اس پر عمل نہیں کرتے آخر خود عمل کرنا کیوں چھوڑا؟

ساتویں یہ کہ حضور علیہ السلام نے حضرت جبریل علیہ السلام سے وانحر کے معنی

پوچھے اور عمل نہ فرمایا جیسا کہ ہم پہلی فصل میں ذکر کر چکے ہیں، چاہیے تھا کہ رفع یدین کی ایسی تبلیغ فرمائی جاتی جیسے خود نماز کی ہوتی ہے اور رفع یدین کے منکروں پر ایسے جہاد ہوتا جیسے زکوۃ کے منکروں پر حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کیا تھا۔

ملاجی! حدیث گھڑنے سے پہلے تمام اونچ نیچ سوچ سمجھ لینی چاہیے۔

(جاء الحق ص 526 تا ص 528، مطبوعہ نعیمی کتب خانہ گجرات پاکستان)

ایک سکول ماسٹر نے اپنی ذاتی رائے لوگوں پر مسلط کرنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا کہ جس کو ترجمہ قرآن نہ آتا ہو وہ نماز ہی نہ پڑھے، کیونکہ جس کو پتہ ہی نہیں کہ درخواست میں لکھا ہوا کیا ہے اس کا درخواست پیش کرنا بے کار ہے نماز بھی تو ایک درخواست ہی ہے۔

حکیم الامت علیہ الرحمۃ: پھر تو نماز کا عربی زبان میں پڑھنا بھی غیر ضروری ہوا باری تعالیٰ اردو جانتا ہے اور نماز اردو میں پڑھ لو یا قرآن کے اردو ترجمے اور خلاصے بنالو جیسا کہ آج کل موجودہ انجیل کے خلاصے بنے ملتے ہیں۔ (علم القرآن ص ۷)

کانپور کے علاقے میں حسرت شاہ نامی ایک گستاخ نے دعویٰ کیا کہ سارے نبی مشرک تھے پھر توبہ کر کے اچھے بنے اس کے دلائل یہ تھے، کہ باری تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کے بارے میں فرمایا کہ ہم نے آپ کو گمراہ پایا تو ہدایت دی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں فرمایا کہ انھوں نے چاند تارے اور سورج کو کہا کہ یہ میرے رب ہیں حضرت آدم اور حوا علیہما السلام کے بارے میں فرمایا کہ ان دونوں نے اپنے بچے کے معاملے میں شرک کیا حضرت یوسف علیہ السلام کے بارے میں فرمایا کہ انھوں نے زلیخا کا اور اس نے یوسف کا قصد وارادہ کیا اگر برہان نہ دیکھتے تو زنا کر ڈالتے، دوسرے کی عورت کو دیکھا یہ بھی برائی تھی جو یوسف علیہ السلام نے کی تھی، ابلیس و آدم سے ایک ہی طرح کا جرم ہوا ایک ہی طرح کی دونوں کو سزا ملی کہ ابلیس کو کہا گیا جنت سے دفع ہو جا اور آدم سے کہا گیا کہ تم سب زمین پر اترو۔ فرق یہ تھا کہ آدم نے توبہ کی بخشا گیا ابلیس نے نہ کی نہ بخشا گیا۔

حکیم الامت علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں میں نے اس کو بہت سمجھایا کہ نبی معصوم ہوتے ہیں ان سے گناہ نہیں ہوسکتا ورنہ وہ معصوم نہ رہیں گے لیکن وہ نہ مانا پھر اس کے طریقہ پر میں

بنے اس سے بات کی میں نے پوچھا بتاؤ رب کو بے عیب مانتے ہو؟ کہاہاں میں نے کہا کہ تمہارے طریقہ استدلال کے تحت ان آیات کا کیا جواب ہوگا، باری تعالیٰ نے فرمایا۔

آیات	مفہوم
ومکروا و مکر اللّٰہ واللّٰہ خیر الماکرین ■	کافروں نے فریب دیا اللہ نے بھی دیا اللہ کا فریب بہتر ہے۔
یخدعو■ اللّٰہ و ھو خادعھم o	کافراس کو دھوکا دیتے ہیں وہ کافروں کو دیتا ہے۔
تعالیٰ جد ربنا o	ہمارے رب کا دادا بڑا خاندانی ہے۔
فتبارك اللّٰہ احسن الخالقین o	اللہ برکت والا ہے تمام خالقوں سے اچھا ہے۔

تو جب بات محض ظاہری ترجمہ سے ہے تو ان آیات سے تو اس ذات بے عیب کا چند ہونا اور باعیب ہونا ثابت ہوتا ہے اس پر وہ گستاخ خاموش ہوگیا۔

(علم القرآن ترجمہ الفرقان ص8+9 ملخصا، مطبوعہ قادری پبلشرز لاہور)

نوٹ:

یہ ساری بحث مع دلائل واعتراضات کے حکیم الامت علیہ الرحمہ کی کتاب قہر کبریاء برمنکرین عصمت انبیاء میں ملاحظہ فرمائیں، یہ کتاب جاء الحق میں بطور ضمیہ شامل کردی گئی ہے آسانی سے دستیاب ہے۔

ایک شخص نے کہا کہ ابراہیم علیہ السلام نے چاند تاروں کو ھذا ربی کہا ھذا ربی کہنا شرک ہے کیونکہ معنی یہ ہے کہ یہ تو میرے رب ہیں حکیم الامت نے فرمایا کہ انبیاء شرک سے معصوم ہوتے ہیں۔

وہ شخص بولا کہ پھر کیوں فرمایا؟ ھذا ربی

آپ علیہ الرحمۃ نے بتایا کہ ہم کو یہ جملہ لکھا ہوا ملا اس وجہ سے ہم حضرت ابراہیم علیہ السلام کی مراد سمجھنے میں غلطی کرسکتے ہیں ممکن ہے انھوں نے اس طرح بولا ہو جس سے انکار یا سوال کے معنی پیدا ہوگئے ہوں اور حقیقت یہ ہے کہ یہ چاند ستارے تو رب ہونے کے لائق نہیں کیونکہ خود پیدا شدہ ہیں لکھنے اور بولنے میں بہت فرق ہے یہ جملہ بولا ہوا ہمارے پاس نہ آیا لکھا

ہوا آیا لکھی ہوئی صورت کا ایک ہی معنی بنتا ہے مگر بولی ہوئی عبارت لہجہ بدلنے سے کئی معانی دیتی ہے اس کی مثال یوں سمجھو کہ ایک عبارت ہمیں لکھی ہوئی ملے مثلاً تم دہلی جاؤ گے، اس سے ایک معنی سمجھا جائے گا لیکن اس عبارت کو بولو تو لب ولہجہ کی تبدیلی سے معنی بدل جائے گا جیسے۔

لفظ ''تم'' پر زور دے کر کہو کہ ''تم'' دہلی جاؤ گے یہ حکم ہوا۔

لفظ ''دہلی'' پر زور دیکر کہو کہ تم ''دہلی'' جاؤ گے یہ تعین ہوا۔

لفظ ''جاؤ گے'' خاص ادا سے کہو کہ تم دہلی جاؤ گے؟'' تو سوال ہوا۔

لفظ ''تم'' کو ایک خاص انداز سے ادا کر کے کہو'' تم دہلی جاؤ گے تو تعجب اور تمسخر ہوا

اب ھذا ربی کو بھی اس طرح سمجھ لو۔ (تفسیر نعیمی ج 1 ص 8 ملخصا وموضحا، مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ گجرات پاکستان)

حکیم الامت علیہ الرحمۃ نے علم مصطفیٰ کے عنوان پر چکوال میں تقریر فرمائی ایک وہابی نے بعد میں آپ سے کہا کہ۔

رب فرماتا ہے سوائے خدا کے متشابہ آیات کا معنی کوئی نہیں جانتا وما یعلم تأویلہٗ الّا اللّٰہ اس آیت میں ''ما'' اور ''الا'' سے اللہ کے علاوہ تمام کی نفی ہے خواہ رسول ہو یا کوئی اور۔

حکیم الامت علیہ الرحمۃ: اللہ نے فرمایا کہ رحمٰن نے اپنے محبوب کو قرآن سکھلایا الرحمن علم القرآن o بتاؤ سارا سکھایا یا آدھا؟

وہابی صاحب: سارا سکھایا۔

حکیم الامت علیہ الرحمۃ: سارے قرآن میں متشابہ آیات بھی آگئیں کیونکہ وہ بھی قرآن ہیں تمہاری پیش کردہ آیت میں علم کا ذکر ہے اور اس آیت میں تعلیم کا مطلب یہ ہوا کہ متشابہ کا علم تو خدا کو ہے مگر تعلیم مصطفیٰ علیہ السلام کو دی گئی۔

(معلم تقریر (نئی تقریریں) ص 96، مطبوعہ قادری پبلشرز لاہور)

بارہویں مثال یہ ہے کہ ایک شخص نے حکیم الامت سے کہا کہ مولویوں سے روپے دیکر جو مسئلہ چاہو لکھوا لو حکیم الامت علیہ نے فرمایا کہ یہ دین عیسوی یا موسوی نہیں یہ دین محمدی ہے، کوئی مولوی تو کیا؟ بادشاہ بھی مسئلہ نہیں بدل سکتا، اچھا تم مجھ سے سو روپے لو اور کسی عالم سے لکھوا لاؤ کہ ماں سے شادی کرنا جائز ہے۔ (مواعظ نعیمیہ ص 251 مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ گجرات)

ایک مولوی صاحب نے ایک حدیث سنائی اور اس سے مسئلہ اخذ کیا حدیث یہ تھی کہ ایک دفعہ حضور علیہ السلام نے نماز پڑھانے کے دوران اپنے جوتے مبارک اتارے صحابہ نے بھی اتار دیے نماز کے بعد سرکار ﷺ نے پوچھا کہ تم نے کیوں اتارے؟ انھوں نے عرض کی اس لئے کہ آپ نے اتارے فرمایا مجھے تو جبریل نے کہا کہ آپ کے جوتے کے تلووں میں کوئی گھنونی شئی لگی ہوئی ہے اس حدیث سے مولوی صاحب نے یہ مسئلہ نکالا کہ دیکھو حضور کو اپنے جوتوں کی ناپاکی کا بھی پتہ نہ تھا جو لوگ انکے لیے پورے جہاں پر نظر ہونے کا خیال رکھتے ہیں وہ باطل ہے اگر انکو خبر ہوتی تو ناپاک جوتوں سمیت مسجد میں کیوں آتے حکیم الامت نے جواب میں فرمایا کہ اس حدیث میں لفظ قَذَرٌ ہے جس کا معنی گندگی نہیں بلکہ معنی ہے کوئی گھنی سی چیز مثل ریشہ و بلغم کے، لہٰذا قذر کا معنی ناپاکی یا نجاست کرنا غلط ہے، دوسری بات یہ ہے کہ سرکار علیہ السلام کا مقصد اس مسئلہ کی تعلیم دینا تھا کہ تھوک وغیرہ جیسی شئی جوتوں پر لگ جانے سے نماز نہیں ٹوٹتی، دیکھو اگر ٹوٹتی تو ربّ تعالیٰ کے حکم و مرضی سے ایک رکعت ادا کرنے کے بعد کیوں جبریل کو بتلا کر بھیجا گیا یہ کیوں؟ نیز وہ نماز اگر گندگی سے ملوث جوتوں میں ادا کی گئی تھی تو اس کو لوٹانا لازم تھا کیونکہ طہارۃ نماز کے لیے ضروری ہے جبریل علیہ السلام نے اس وجہ سے خبر دی کہ رب تعالیٰ کو منظور نہ تھا کہ وہ شئی جوتوں سے چپکی رہے نیز چند مسائل اور بھی معلوم ہوئے وہ یہ ہیں۔

صحابہ کرام نے حضور علیہ السلام کو عقل سے نہ مانا بلکہ عشق سے مانتے تھے، دیکھو انھوں نے حضور علیہ السلام کو جوتے اتارنا دیکھا تو اپنے جوتے اتارنے لگ گئے، وجہ تک نہ دریافت کی۔

اس سے ان کا فنا فی الرسول ہونا ثابت ہوا دیکھو عرض کیا کہ اس وجہ سے اتارے کہ آپ نے اتارے ہیں ایک دفعہ صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور علیہ السلام کو بیمار دیکھ کر واقعی بیمار پڑ گئے اور جب حضور علیہ السلام کو تندرستی ہوئی تو آپ کو بھی صحت ہو گئی۔

نماز کی حالت میں نگاہ سجدہ گاہ کی طرف ہونی چاہیے مگر صحابہ کرام کا عشق یہ تھا کہ حضور ﷺ کو ہی دیکھتے رہتے، جیسے حرم شریف میں نماز پڑھنے والا کعبہ شریف کو ہی دیکھتا ہے۔ اگر صحابہ کرام حضور علیہ السلام کو نہ دیکھتے ہوتے تو ان کو آپ کے نعلین اتارنے کا پتہ کس طرح

چلتا؟ حضور علیہ السلام ہر وقت اللہ کی توجہ اور نگاہ میں رہتے ہیں ان کی ہر حرکت کی نگرانی خود خدا فرماتا ہے، خواہ جوتے پہننا ہو یا اتارنا، رب فرماتا ہے فانك باعيننا (القرآن) یعنی اے محبوب آپ ہماری نگاہ میں ہیں۔

حالت نماز میں جبریل سے کلام کرنا، پیغام وصول کرنا، اور ان کے مشورہ پر عمل کرنا حضور کی نماز کو نہیں توڑتا۔ (درس القرآن ص 491 تا ص 496 ملخصاً وموضحاً مطبوعہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور)

حکیم الامت علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ

ایک گستاخ نے ہم سے کہا کہ حضور علیہ السلام نے بیر معونہ والے کفار کے لئے بددعا کی تو رب نے فرمایا ليس لك من الامر شئى کہ اس بددعا کا آپ کو بالکل حق نہیں دیکھو یہ بددعا گناہ تھی جو آپ سے صادر ہوا۔

ہم نے جواب دیا۔

اگر کفار کے لیے بددعا کرنا گناہ ہے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون بلکہ سارے قبطیوں کے لئے بددعا کی، اور حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی بددعا سے سارے جہاں کے کافروں کو غرق کروایا، دیکھو آیت، رب لا تذر على الارض من الكافرين ديارا تو بتاؤ کیا وہ حضرات گناہ گار ہوئے؟ تمہاری پیش کردہ آیت کے معنی یہ ہیں کہ کفار پر بددعا کرنا آپ کے شان کریمی کے شایان شان نہیں کہ آپ تو رحمۃ للعالمین ہیں وہ جلال والے نبی تھے، جو بددعائیں فرما گئے، اس پر وہ خاموش ہو گیا۔ (تفسیر نعیمی ج 7 ص 470 مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ گجرات)

حکیم الامت علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ

ایک شخص نے پوچھا کہ موسیٰ علیہ السلام نے اس چرواہے کو بات تو اچھی بتائی تھی جو کہہ رہا تھا کہ خدایا مجھے اپنا گھر دکھادے میں تجھے دودھ پلایا کروں گا، تیسرے پھٹے کپڑے دیا کروں گا، اور تو بیمار ہو جائے تو دوا کیا کروں گا۔

گر نہ بندی زیں سخن تو حلق
آتش آید بسوز د خلق را

مگر رب نے ان پر عتاب فرمایا، کہ تم نے ہمارے بندے کو جدا کر دیا۔

وحی آمد سوئے موسیٰ از خدا
بندہ مارا ز ما کردی جدا

تعجب ہے کہ آپ اپنا مذہبی فرض ادا کریں اور اللہ عتاب کرے؟

ہم نے کہا

عتاب اس بات پر تھا کہ اسے یہ نہ بتایا کہ اللہ کی شان کیا ہے؟ نفی بتائی اثبات نہ بتایا تبلیغ مکمل نہ فرمائی، وہ رب کا ذکر چھوڑ بیٹھا، آج بعض لوگ ہمیشہ حضور انور علیہ السلام کے متعلق نفی ہی بیان کرتے ہیں، کبھی یہ نہیں کہتے کہ حضور تھے کیسے، ان کی شان کیا تھی؟ یہ لوگ دوسروں کو گمراہ کرتے ہیں۔ (تفسیر نعیمی ج 7 ص 625 مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ)

حکیم الامت علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ

ایک دفعہ ایک وہابی غیر مقلد سے قرأت خلف الامام پر ہماری معمولی گفتگو ہوئی ہم نے یہ حدیث پیش کی، قراۃ الامام لہ قرأۃ امام کی قرأت مقتدی کی قرأت ہے وہابی جی تڑپ کر بولے، یہ حدیث ضعیف ہے کیونکہ اس کی سند میں جابر جعفی ہے جو کہ ضعیف ہے ہم نے پوچھا جابر کب پیدا ہوا؟ تڑپ کے بولے تین سو پینتیس 335 ہجری میں، ہم نے کہا کہ

جب امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے اس حدیث سے استدلال فرمایا تھا اس وقت جابر تو اپنے باپ کی پشت میں بھی نہ آئے تھے، کیونکہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی سن ولادت اسی 80 ہجری ہے اور وفات ایک سو پچاس ہجری 150 ہجری میں لہٰذا اس وقت یہ حدیث بالکل صحیح تھی، بعد کے محدثین کو ضعیف ہو کر ملی بعد والوں کا ضعف پہلوں کے لیے کیونکر مضر ہو؟ وہابی صاحب سے اسکا جواب نہ بن پڑا، بغیر جواب دیے فوت ہو گئے، لہٰذا حنفی علماء کو خیال رکھنا چاہیے کہ وہ وہابی کو ضعیف کہنے سے روکیں، وجہ ضعف پوچھیں، پھر تحقیق کریں کہ یہ ضعیف امام اعظم سے پہلے کا ہے یا بعد کا؟ انشاء اللہ وہابی جی پانی مان جائیں گے اور ضعیف ضعیف کا سبق بھول جائیں گے، حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا زمانہ حضور ﷺ سے بہت ہی قریب ہے، اس وقت بہت تھوڑی حدیثیں ضعیف تھیں، امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ تابعی ہیں۔

(جاء الحق ص 471 مطبوعہ نعیمی کتب خانہ)

حکیم الامت علیہ الرحمۃ مدینہ شریف میں قیام فرما تھے، ایک آدمی نے آپ سے کہا کہ
"میں نے کل ایک مولوی صاحب کا وعظ سنا، اس نے کہا جو لوگ یہاں سے خاک
شفاء لے کر جاتے ہیں، انھیں خاک ہی ملتی ہے شفاء نہیں ہوتی" تو آپ نے فرمایا۔

"شاہ صاحب! بڑے خزانہ پر چور بھی بڑے ہوتے ہیں، جیسے مسجد کا شیطان بازار کے شیطان سے بڑا ہوتا ہے، جیسے ولہان کہتے ہیں، اگر تم ایمان بچانا چاہتے ہو تو انکی کسی مجلس وعظ میں نہ جانا، ہم یہاں کی مٹی ہی تو لینے آئے ہیں ورنہ سونا، چاندی، اور کپڑا وغیرہ ہمارے ہاں بھی تو ہوتے ہیں یہ مٹی وہاں نہیں ہے، ہم کھجوریں اور تسبیح وغیرہ لے جانے سے مشرک نہیں ہوتے تو خاک شریف لے جانے کی وجہ سے کیسے ہوں گے؟ یہاں کی خاک خاک شفاء ہے جیسے آب زم زم، وہ پانی جناب حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے پاؤں کا دھوون ہے یہ مٹی جناب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم چوم چکی ہے۔

یہ مولوی، حضور علیہ السلام کی تعظیم سے روکتے ہیں، سلام کو شرک گنتے ہیں، دن رات یہی کام کرتے ہیں، مگر لوگ جالی مبارک کے سامنے جا کر انکے سارے وعظ بھول جاتے ہیں دیوانہ وار سلام پیش کرتے ہیں، زار زار روتے ہیں، ابو جہل کی ساری کوششیں حضور علیہ السلام کے مبارک چہرہ کی ایک جھلک سے ختم ہو جاتی، یہاں بھی اسی طرح کا نقشہ ہے۔

(سفرنامہ ص 225 ص 226 ملخصاً مطبوعہ نعیمی کتب خانہ گجرات)

حکیم الامت علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں ہماری ملاقات حرم شریف میں جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ شریف کے دو طالب علموں، عبدالکریم نجدی اور زہیر طائفی سے ہوئی، ان کے پاس ایک کتاب تھی سبل السلام شرح بلوغ المرام جامعہ والوں کا خیال تھا کہ قرآن وحدیث ان کی طرح کوئی نہیں جانتا ہم نے پوچھا، آپ حضرات حدیث پڑھتے ہیں؟ بولے، ہاں، ہم نے کہا، کیا ایک بات پوچھ سکتا ہوں، بولے ہاں، ہم نے کہا، حدیث اور سنت میں کیا فرق ہے؟ بہت سوچ کر بولے کہ حدیث کا معنی ہے بات، کلام، اور سنت کا معنی طریقہ ہے، میں نے کہا میں ان کے لفظی معنی نہیں پوچھ رہا بلکہ انکے مصداق پوچھتا ہوں کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ علیکم بسنتی یہ نہ فرمایا کہ علیکم بحدیثی، بتاؤ انکی نگاہ مبارک میں اس میں کیا فرق

حکمت ہے؟ انھوں نے بہت اینچ پیچ کی مگر بتا نہ سکے، ہم نے کہا چلوکل اسی جگہ اپنے استادوں سے پوچھ کر بتادیں، ایک بولا کہ آپ حدیث قدسی اور قرآن میں فرق بتائیں، ہم نے کہا قرآن کے الفاظ اور مضمون دونوں رب کے ہیں لیکن حدیث قدسی میں صرف مضمون رب کا ہے الفاظ شریف حضور علیہ السلام کے اپنے ہیں تب ہی انکی تلاوت نہیں ہوتی، ہاں احکام شریعت کا اثبات ہوتا ہے۔ (سفرنامہ ص 239 ص 240 ملخصا مطبوعہ نعیمی کتب خانہ گجرات)

انیسویں مثال یہ ہے کہ آپ فرماتے ہیں ہم اپنی باجماعت نماز حرم شریف میں علیحدہ ادا کرتے ہیں، اسکی اجازت بعد از مناظرہ لاجواب ہو کر گورنر مدینہ منورہ نے دی ہمارے دلائل کا خلاصہ یہ تھا کہ ہم چونکہ حنفی ہیں لہٰذا ہمارے اوقات بعد میں شروع ہوتے ہیں تمہارے مقرر کردہ امام کی داڑھی حد شرح سے کم ہے وغیرہ وغیرہ، خیال رہے کہ یہ اجازت کہ جماعت کرلیا کرو زبانی یا تحریری نہ تھی بلکہ گورنر کی لاجوابی اور خاموشی سے سمجھی گئی۔

(سفرنامہ ص 366 ملخصا مطبوعہ نعیمی کتب خانہ گجرات پاکستان)

حکیم الامت علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ

ہم سے کسی نے پوچھا کہ حضور علیہ السلام کے آستانے پر ہم اللہ سے مانگیں یا حضور سے؟ ہم نے کہا کہ حضور کے لیے اللہ سے مانگو اور اپنے لئے حضور سے مانگو، کیونکہ بھکاری کا یہی طریقہ ہوتا ہے کہ وہ سخی کے در پر کھڑا ہو کر پہلے اس کو دعا دیتا ہے، پھر کچھ مانگتا ہے رب نے فرمایا

صلوا علیہ وسلموا تسلیما ο

اس آیت میں پہلی بات کی تعلیم کا ذکر ہے کہ حضور کو دعائیں دو رب فرماتا ہے۔

واما السائل فلا تنھر ο

کہ اے محبوب کسی سوالی کو نہ جھڑکنا

اس میں دوسری بات کی تعلیم ہے کہ حضور کے در کے بھکاری بنو گے تو نہ دھتکارے جاؤ گے۔ (سفرنامہ ص 352 ص 369 ملخصا مطبوعہ نعیمی کتب خانہ گجرات پاکستان)

نتیجہ بحث:

1. مناظر ہونا ہر کسی کے بس کا روگ نہیں کہ اس کے لیے علوم و عقل درکار ہے۔

۲ حکیم الامت علیہ الرحمۃ اچھے عالم وعاقل تھے۔
۳ آپ اعلیٰ مناظر تھے۔
۴ آپ نے اظہار حق کے لئے مناظرے کیے۔
۵ بوقت ضرورت مناظرہ کرنا انبیاء کی سنت ہے۔

نوٹ ضروری:

آج بروز جمعۃ المبارک بمطابق 18 جمادی الثانی 2009ء باعتبار ہجری 1430 حضرت مولانا مفتی محمد سرفراز نعیمی علیہ الرحمۃ شہید ہو گئے نماز جمعہ کی ادائیگی کے فوراً بعد جامعہ نعیمیہ لاہور خودکش حملہ ہوا جس میں آپ اور آپ کے چار شاگردوں کی شہادت واقع ہوئی۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے، اور آپ کے متعلقین، متوسلین، متوصلین اور محبین کو صبر واستقامت نصیب کرے آمین خیال رہے کہ

آپ علیہ الرحمۃ حضرت مفتی محمد حسین نعیمی علیہ الرحمہ کے صاحبزادے تھے، اور حضرت مفتی محمد حسین نعیمی علیہ الرحمۃ حکیم الامت علیہ الرحمۃ کے شاگرد رشید تھے، حضرت مفتی محمد سرفراز نعیمی علیہ الرحمۃ دینی اور دنیاوی علوم کے ماہر تھے، آپ کی ہر شعبہ میں قابل قدر اور ناقابل فراموش خدمات تھیں۔ آپ علیہ الرحمۃ تنظیم المدارس پاکستان کے ناظم اعلیٰ تھے۔ آپ کی عمر 61 سال تھی جامعہ نعیمیہ لاہور میں اپنے والد مفتی محمد حسین نعیمی علیہ الرحمہ کے مزار کے پہلو میں دفن کیے گئے آپ حافظ تھے شیخ الحدیث تھے اور جامعہ الازہر یونیورسٹی سے پڑھے ہوئے تھے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی رسولہ المقبول ﷺ
وعلی اتباعہ اجمعین الی یوم الدین○

باب ۹

حکیم الامت بطور شاعر

1. شاعر اور شعر کا مفہوم
2. شاعری کی شرعی حیثیت
3. شاعر اور شاعری کی شرائط
4. حکیم الامت کی شاعری پر ایک نظر
5. نتیجہ بحث

باب ۹
حکیم الامت بطور شاعر

(1) شاعر اور شعر کا مفہوم
(2) شاعری کی شرعی حیثیت
(3) شاعر اور شاعری کی شرائط
(4) حکیم الامت کی شاعری پر ایک نظر
(5) نتیجۂ بحث

شعر اور شاعر کا معنی و مفہوم:

لفظ شاعر شعر سے ہے اور اسم فاعل کا صیغہ ہے معنی ہے شعر کہنے والا، لکھنے والا، شعر کا مادہ ش، ع، ر، ہے لغوی معنی ہے دانائی، عقل مندی، اس سے ہے شعور، اصطلاح میں وزن اور قافیہ والے کلام کو شعر کہتے ہیں، خیال رہے کہ جھوٹے کلام اور ناول گوئی پر بھی شعر کا لفظ بولا گیا ہے شعر کو اس لیے شعر کہا جاتا ہے کہ وہ بھی شاعر کی دانائی پر دلالت کرتا ہے، حاصل معنی یہ کہ وزن و قافیہ اور قواعد و فنون کے موافق اچھا یا فضول کلام کرنے والا شاعر کہلاتا ہے۔

(مراۃ مع اضافہ ج6 ص324)

شاعری کی شرعی حیثیت:

اچھے مضمون والے اشعار جائز ہیں برے مضمون والے برے اور ناجائز جن اشعار میں اللہ رسول کی ثناء گوئی ہو، قصائد و مناقب ہوں، مقبولوں کی مدح کی گئی ہو، مسلمانوں کو پند و نصائح کی گئی ہوں، حضور اور ان کے پیاروں کی پرکی ہوئی ہجو کا جواب دیا گیا ہو وہ اچھے اشعار ہیں اور جائز و مستحسن بھی، اور جن اشعار میں فضولیات بکے گئے ہوں خدا رسول کی بے ادبی کی گئی ہو، قواعد و تعلیم اسلامیہ کا خلاف کیا گیا ہو ان کا مذاق اڑایا گیا ہو، عورتوں کی اور شراب وغیرہ کی تعلیم و ترغیب دی گئی ہو، نسب پر فخر کرنے پر مشتمل ہوں، تکبر اور گالی گلوچ بھری ہوئی ہو وغیرہ وغیرہ وہ تمام شاعری گناہ و حرام ہے اور شاعر لعنتی ہے۔

(از تفسیر نور العرفان مع اضافہ ص456 مراۃ مع اضافہ ج6 ص335)

شاعری اور شاعری کی شرائط:

مذکورہ بالا مضمون سے چند شرائط صاف معلوم ہوئیں کہ شاعر قواعد شرع سے واقف ہو شاعری سے اس کا مقصد خدمت اسلام ہو، شاعر تکبر و غرور اور جہالت و سفاہت سے پاک صاف ہو لوگوں کی دل آزاری سے بچے۔ شاعری کو آخرت میں آسانیوں کا سہارا سمجھ کر کرے لوگوں کو علمی نفع دینے کی نیت کرے وغیرہ وغیرہ کیونکہ باری تعالیٰ نے جہاں شعراء کی تعریف

فرمائی وہاں مذمت بھی بیان فرمائی کہ یہ لوگ خود بھی گمراہ ہوتے ہیں اور اپنے مرید و تربیت یافتہ حضرات کو بھی گمراہ کرتے ہیں ان کے قول و فعل میں تضاد ہوتا ہے لوگوں کی خوشنودی کی خاطر حقیقت سے آنکھیں بند کر دیتے ہیں، غیر ضروری باتوں کی طرف رغبت رکھتے بھی ہیں دیتے بھی ہیں چند آیات احادیث ملاحظہ ہوں باری تعالیٰ فرماتا ہے۔

والشعراء یتبعهم الغاون ٥الم تر انهم فی کل واد یهیمون ٥وانهم یقولون مالا یفعلون ٥

شاعروں کی پیروی گمراہ کرتے ہیں۔ کیا تم نے نہ دیکھا کہ وہ ہر نالے میں سرگرداں پھرتے ہیں اور جو کہتے ہیں خود نہیں کرتے۔

(الشعراء سورۃ 26 آیت 224 تا 226)

اور نیک شاعر کے بارے میں فرمایا کہ وہ نیک ہیں ایمان دار ہیں اللہ کا ذکر کرتے ہیں رب فرماتا ہے۔

الا الذین امنوا وعملو الصالحات و ذکروا اللّٰه کثیر ا٥

(الشعراء 26۔ آیت 227)

مگر وہ لوگ جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے اور بکثرت اللہ کی یاد کی۔

احادیث مبارکہ بطور نمونہ یہ ہیں پہلے خلاصہ ملاحظہ ہو۔

سرکار علیہ السلام کے سامنے ایک شاعر گنگناتا ہوا آیا آپ نے اس کو شیطان قرار دیا اور خاموش کرا دیا اور ناراضگی ظاہر فرمائی کہ آدمی کا پیٹ گندگی اور پیپ سے بھرا ہوا ہو تو بہتر ہے مگر شعروں سے بھرا ہوا ہو تو بدتر ہے۔

1. وعن ابی هریرة رضی الله عنه قال قال رسول الله ﷺ لا ن یمتلی جوف رجل قیحاً یریه خیرٌ من ان یمتلی شعراً

(مراۃ شرح مشکوۃ ص 329 ص 330، ج 6 مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ گجرات)

2. وعن ابی سعید الخدری رضی الله عنه قال بینا نخن نسیر مع رسول الله ﷺ بالعرج اذ عرض شاعر ینشد فقال رسول الله ﷺ خذوا الشیطان او امسکوا الیشطان لان یمتلی جوف رجل قیحا

خیر من آن یمتلی شعراً. (مراۃ شرح مشکوۃ ج 6 ص ، مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ گجرات)

اچھے شاعر و شعری سے متعلق یہ احادیث ہیں پہلے ان کا خلاصہ ملاحظہ ہو سرکار ﷺ سے ایک شعر کی بابت مسئلہ پوچھا گیا تو آپ علیہ السلام نے اچھے مضمون والے کو اچھا اور برے والے کو برا فرمایا۔ اور بعض اشعار کو حکمت قرار دیا۔ اور حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شاعری سنی، پسند بھی کی، اور ان کو دعا بھی دی، اور کفار کے شعروں کا شعروں میں جواب دینے کا حکم بھی فرمایا۔

١ عن عائشه رضی اللّٰہ عنها ان رسول اللّٰه ﷺ قال اهجوا قریشاً فانه اشد علیهم من رشق النبل (مراۃ ص 328 ج 6 مکتبہ اسلامیہ)

٢ وعن البراء بن عاذب رضی اللّٰه عنه قال قال النبی ﷺ یوم قریظة لحسان بن ثابت اهج المشرکین فان جبریل معك و کان رسول ﷺ یقول لحسان اجب عنّی اللّهمّ ایّدهٗ بروح القدس.

(مراۃ شرح مشکوۃ ص 327 مکتبہ اسلامیہ)

٣ وعن صخر بن عبد اللّٰه بن بریده عن ابیه عن جده رضی اللّٰه عنه قال سمعت رسول اللّٰه ﷺ یقول ان من البیان سحراً. ان من العلم جهلاً، وان من الشعر حکما، وان من القول عیالاً ٥

(مراۃ شرح مشکوۃ ج 6 ص 334، مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ گجرات)

ان احادیث سے اچھے شاعر و شعر کی تعریف و فضیلت معلوم ہوئی ان احادیث کی شاندار شرح مراۃ شرح مشکوۃ میں دیکھو۔

اب حکیم الامت علیہ الرحمۃ کی شاعری پر بقدر ضرورت تبصرہ کرتا ہوں اللہ تعالیٰ سے کرم و رحمت کی امید ہے، قارئین سے انصاف کی توقع ہے اور حکیم الامت علیہ الرحمۃ سے اضافہ فیض کا حسن ظن ہے۔

حکیم الامت علیہ الرحمۃ کی شاعری پر ایک نظر:

حکیم الامت علیہ الرحمت نے شاعری میں جو چیز مدنظر رکھی ہے وہ درج ذیل ہے

عشق رسول، عشق صحابہ کرام، قوم کو بیدار کرنا اور دعوت فکر و ہوش دینا، اللہ رسول اور انکے پیاروں کی شان کو نمایاں کر کے دکھانا، سمجھانا، معمولات اہل سنت کی تائید و توثیق کرنا، بری رسومات کے خلاف قلمی و علمی جہاد کرنا وغیرہ وغیرہ۔

حکیم الامت علیہ الرحمۃ کی شاعری میں بیان شدہ مذکورہ امور کی امثلہ ذکر کروں گا تا کہ انکی شعر و شاعری کی غرض و غایت اور مقصد کا ثبوت بھی حاصل ہو جائے اور یہ بھی پتہ چل جائے کہ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے فیضان سے وہ بھی دعاء رسول کے حقدار ہیں اور کیوں نہ ہوں ساری عمر محبت رسول کرتے رہے اور محبت رسول کا درس دیتے رہے ان سے اور انکے پیاروں سے اعتراض دفع کرتے رہے ان کی مدح سرائی کرتے رہے، ان کے پیاروں سے پیار اور انکے مخالفین سے مخالفت فرماتے رہے اللہ تعالیٰ کسی کا اجر ضائع نہیں کرتا، کہ اس نے وعدہ فرمایا ہے کہ

١ انّی لا اضیع عمل عامل منکم من ذکر او انثی (آل عمران 3-195)

٢ انا لا نضیع اجر من احسن عملاً ٥ (الکہف 18-30)

٣ وان تطیعوا اللّٰہ و رسولہ لا یلتکم من اعمالکم شیئاً ٥ (الحجرات 49-14)

٤ نعم اجر العاملین ٥ (ال عمران 3-136)

٥ تجری من تحتھا الانھر خالدین فیھا نعم اجر العاملین ٥ (الزمر 39-74)

ان آیات سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کسی کا نیک عمل ضائع بھی نہیں کرتا، اس کے ثواب میں کمی بھی نہیں فرماتا اور اچھے اعمال کے بدلے جنت عطا فرماتا ہے۔ اللہ رسول سے اور انکے پیاروں سے محبت تو بہت ہی اعلیٰ عمل ہے دل سے ہو زبان سے ہو نثر سے ہو شاعری سے ہو، تصانیف سے ہو سب اقسام آیات مذکورہ بالا کے عموم میں داخل ہونگی۔

عشق رسول ﷺ کے متعلق آپ علیہ الرحمۃ کے چند فن، پارے مع وضاحت درج ذیل ہیں غور سے ملاحظہ کریں۔

نوٹ:

ان امثلہ کے بیان میں میرا طریقہ یہ ہوگا کہ پہلے خلاصہ مفہوم ذکر کروں گا پھر اس پر

استشہاداً حکیم الامت علیہ الرحمۃ کے اشعار درج کروں گا۔ عاشقِ ومحبت کرنے والے اپنے محبوب ومعشوق کے درودیوار سے محبت وعشق رکھتے ہیں، محبوب کے وطن کی خاک ہونا، خاک چھاننا ان کے کمال عشق کی انکے نزدیک شرط وعلامت سمجھا جاتا ہے، محبوب کی یاد میں غرق ذ مشغول رہتے ہیں انکی طرف سے بلاوے کا انتظار رہتا ہے، ان کی ٹھوکروں میں رہنے کو وہ ذلت نہیں بلکہ عزت وکمال محبت تصور کرتے ہیں، ان کے قریب بسنے کی تمنا کرتے ہیں، یہ چاہتے ہیں کہ قبر بھی محبوب کے وطن میں ہو گویا ان کا اوڑھنا بچھونا محبوب اور اسکی اردگرد کی چیزیں ہوتی ہیں، ان کے عشق کی کیفیت تو دیکھو کہ جینا مرنا ہی محبوب کے سایہ میں چاہتے ہیں کہ قبر وہاں ہوتا کہ قیامت تک محبوب کے دیار باقرار سے لگے رہیں کبھی نہ اٹھیں، اور محبوب کے ہو کر بھی ڈرتے ہیں کہ کہیں محبوب یہ نہ کہہ دے کہ تو تو ہمارا نہیں۔

اس تمام مضمون وکیفیت پر حکیم الامت علیہ الرحمۃ کے چند اشعار یہ ہیں۔

۱ خاک مدینہ ہوتی میں خاکسار ہوتا
ہوتی راہ مدینہ میرا غبار ہوتا

۲ آقا اگر کرم سے طیبہ مجھے بلاتے
روضہ پہ صدقے ہوتا ان پر نثار ہوتا

۳ وہ بے کسوں کے آقا بے کس کو گر بلاتے
کیوں سب کی ٹھوکروں پہ پڑ کر میں خوار ہوتا

۴ مرمٹ کے خوب لگتی مٹی میری ٹھکانے
گر انکی راہ گزر پہ میرا مزار ہوتا

۵ یہ آرزو ہے دل کی کہ ہوتا سبز گنبد
اور میں غبار بن کر اس پر نثار ہوتا

۶ بے چین دل کو اب تک سمجھا بجھا کے رکھا
مگر اب تو اس سے آقا، نہیں انتظار ہوتا

٧ سالک ہوئے ہم ان کے وہ بھی ہوئے ہمارے
دل مضطرب کو لیکن نہیں اعتبار ہوتا

(دیوان سالک ص 6 ص 7 مطبوعہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور)

عاشق کو اپنے معشوق سے محبت کو اپنے محبوب سے بہت ہی زیادہ عشق و محبت ہوتی ہے، وہ عاشق اپنے محبوب کو دل کا چین اور روح کا قرار سمجھتا ہے۔ اپنے محبوب کی نگاہ کی آس و امید ہر وقت اس کے دل میں رہتی ہے۔ محبوب سے ملنا اس کی محبت کی معراج ہوتی ہے وہ اس آس و انتظار میں رہتا ہے کہ محبوب کی جھلک دیکھوں چاہے مجھے موت بھی آئے کبھی پیچھے نہ ہٹوں گا، محبوب سے دور رہنے کو بے کار جانتا ہے اور محبت کے ساتھ محبوب کے زیر سایہ رہنے کو وہ اس طرح ضروری خیال کرتا ہے جیسے بلبل بہار کو چاہتی ہے مچھلیاں پانی کو عزیز جانتی ہیں، محبوب سے دور رہنا وہ زندگی ہی نہیں مانتا بلکہ بوجھ و قید سمجھتا ہے، اور جب محبوب کی یاد اس کے دل میں آتی ہے تو وہ اتنا خوش و خرم ہوتا ہے کہ گویا خزاں میں یکدم بہار آ گئی، اور محبوب کے نازک مزاج ہونے کے ساتھ ساتھ اسکی ناراضی سے بھی لرزتا ہے ڈرتا ہے، ڈر کے مارے عشق کا دعویٰ نہیں کرتا کہ کہیں محبوب رد نہ کر دے، اسی خاموشی میں عافیت ہے، کہاں میری محبت اور کہاں میں اور کہاں میرا بلند و بالا اوصاف و بزرگیوں والا محبوب، اسی طرح ساری عمر عشق و محبت میں روتے، سسکتے سلگتے، تڑپتے، اور اس کی طرف سے بلاوے کا انتظار کرتے گزار دیتا ہے۔

اس مضمون پر آپ علیہ الرحمۃ کے چند اشعار یہ ہیں:

تم ہی ہو چین اور قرار دل بے قرار میں
تم ہی تو ایک آس ہو قلب گناہ گار میں

روح نہ کیوں ہو مضطرب موت کے انتظار میں
سنتا ہوں مجھ کو دیکھنے آئیں گے وہ مزار میں

خاک ہے ایسی زندگی وہ کہیں ہم کہیں
ہے اسی زیست میں مزا جو ہو دیار یار میں

بارش فیض سے ہوئی کشت عمل ہری بھری
خشک زمین کے دن پھرے، جان پڑی بہار میں

دل میں جو آکر تم رہو، سینے میں گرتم بسو
پھر ہو وہی چہل پہل اجڑے ہوئے دیار میں

فیض نے تیرے یا نبی، کر دیا مجھ کو کیا سے کیا
ورنہ دھرا ہوا تھا کیا مٹھی بھر اس غبار میں

قبر کی سونی رات ہے کوئی نہ آس پاس ہے
اک ترے دم کی آس ہے قلب سیاہ کار میں

جس کی نہ لے کوئی خبر بند ہوں جس پہ سارے در
اسکا تو ہی ہے چارہ گر، آئے ترے جوار میں

سر تو سوئے حرم جھکا، دل سوئے کوئے مصطفےٰ
دل کا خدا بھلا کرے، یہ نہیں اختیار میں

سالک روسیاہ کا منہ، دعوی عشق مصطفےٰ
پائے جو خدمت بلال، آئے کسی شمار میں

(دیوان سالک ص 16 ص 17، مطبوعہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور)

عشق ومحبت کرنے والے کی نگاہ میں معشوق ومحبوب ہی سب کچھ ہوتا ہے، کسی شئے میں کوئی حسن نظر آیا فوراً محبت کرنے والے کی محبت نے اس حسن کو اپنے محبوب کی تجلی قرار دیا، جہاں چمک دیکھی محبوب کا حسن یاد آیا، پھولوں میں مہک سونگھی ان کو بھی محبوب کی خوشبو مان لیا، محبوب ہی محبّ کے نزدیک سب کچھ ہے، وہی سورج کی چمک ہے، پھول کی مہک ہے، دلوں کا چین ہے، آنکھ کا نور ہے، بہاریں اسی کے دم قدم سے ہیں رعنائیاں اس کی مسکراہٹ کی مرہون منت ہیں، گلستان اسی کے دم سے لہلہا رہے ہیں، ویرانے اور خزاں اس کے رخ پھیرنے کی وجہ سے آتی ہے، مشکل کشاء، حاجت روا، ہر دکھ کی دوا، ہر آنکھ کا نور، ہر دل کا سرور، محبوب ہی ہے۔ غرض یہ کہ جدھر دیکھتا ہوں تو ہی تو ہے، یہ ہے مجازی عاشق وعشق کا حال،

حضرت حکیم الامت علیہ الرحمۃ کے محبوب تو حضور انور ﷺ تھے ساری عمر اسی محبوب کے دم قدم سے وابستہ رہے، لوگوں کو بھی یہی درس دیتے رہے کہ لوگو! مصطفےٰ کریم ﷺ محبوب خدا ہیں ان کا ادب کرو ان کا عرش وادب گاہ تو وہ ہے جہاں حضرت جنید بغدادی اور حضرت بایزید بسطامی رضی اللہ عنہ جیسے اولیاء بھی عزت واحترام کا مجسمہ بنے ہوتے ہیں۔

ادب گاہ است زیر آسمان از عرش نازک تر
نفس گم کردہ می آید جنید و بایزید ایں جا

حضرت حکیم الامت علیہ الرحمۃ کے اس ضمن میں کچھ اشعار درج ذیل ہیں۔

ہے جس کی ساری گفتگو وحی خدا، یہ ہی تو ہیں
حق جس کے چہرے سے عیاں، وہ حق نما یہی تو ہیں

جن کی چمک سورج میں ہے، جن کا اجالا چاند میں
جن کی مہک پھولوں میں ہے، وہ مہ لقاء یہی تو ہیں

جس مجرم و بدکار کو سارا جہاں دھتکار دے
وہ ان کے دامن میں چھپے مشکل کشاء یہی تو ہیں

ہر لب پہ جن کا ذکر ہے ہر دل میں جن کی فکر ہے
گائے جن کے گیت، صبح و مساء یہی تو ہیں

چرچا ہے جن کا چار سو، ہر گل میں جن کا رنگ و بو
ہیں حسن کی جو آبرو، وہ دل ربا یہی تو ہیں

باغ رسالت کی ہیں جڑ اور ہیں بہار آخری
مبداء جو اس گلشن کے تھے، وہ منتہی یہی تو ہیں

یہ ہیں حبیب کبریاء، یہ ہیں محمد مصطفےٰ
دو جگ کو جن کی ذات کا، ہے آسرا یہی تو ہیں

جس کی نہ لے کوئی خبر ہوں بند جس پہ سارے در
اس کی یہ رکھتے ہیں خبر، اس کی پناہ یہی تو ہیں

ان کا مبارک نام بھی بے چین دل کا چین ہے
جو ہو مریض لا دوا، اس کی دوا یہی تو ہیں

گن گائیں جن کی انبیاء، مانگیں جن کی رسل دعا
وہ دو جہاں کے مدعی، صلی علی یہی تو ہیں

جن کو شجر سجدے کریں، پتھر جن کی گواہی دیں
دکھ درد اونٹ ان سے کہیں حاجت روا یہی تو ہیں

ہے فرش کا جو بادشاہ، ہے عرش جس کے زیر پاء
سالک ملا جس سے خدا وہ باخدا یہی تو ہیں

(دیوان سالک ص 17 ص 18، مطبوعہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور)

عشق رسول پر بقدر ضرورت امثلہ درج کرنے کے بعد دوسرے امر کی طرف متوجہ ہوتا ہوں وہ ہے عشق صحابہ کرام رضی اللہ عنھم اجمعین۔ اولاً خلاصہ و مرکزی اخیال ملاحظہ کریں۔

نبی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام ہدایت کی شمع ہیں، صحابہ کرام پروانے ہیں، حضور علیہ السلام آسمان ہدایت ہیں اور صحابہ کرام چاند تارے ہیں۔ باری تعالیٰ نے اور رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کی بڑی شان بیان فرمائی ہے، ان لوگوں نے بھی اللہ رسول کی بہت زیادہ اطاعت کر کے یہ ثابت کر دیا کہ ہم واقعی شرف صحابیت کے اس منصب پر فائز ہونے کے لائق تھے۔

اجمالی طور پر سارے صحابہ کرام کی یہ شان تھی، خصوصی شان کے حامل حضرات صحابہ کرام پر حکیم الامت علیہ الرحمۃ نے مکمل منقبت منظوم و مرتب فرمائیں جیسا کہ مثالوں کے ذریعہ آپ آئندہ صفحات پر ملاحظہ کریں گے جہاں حسب ضرورت میں ان کو اندارج کروں گا، استشہاداً کچھ اشعار درج ذیل ہیں۔

چمنستان نبوت کی بہار اول
گلشن دین کے بنے پہلے گل تر صدیق

بے گماں، شمع نبوت کے ہیں، آئینہ چار
یعنی عثمان و عمر، حیدر و اکبر صدیق

سارے اصحاب نبی تارے ہیں امت کے لیے

ان ساروں میں بنے ، مہر منور صدیق

والــذیــن مـعــه کے ہیں، یہ فرد کامل

حشر تک پائے نبی پر ہیں ، دہرے سر صدیق

(دیوان سالک ص 26، مطبوعہ ضیاء القرآن لاہور)

ان اشعار سے جو کچھ واضح ہوا وہ بطور خلاصہ پہلے درج کر دیا، یہاں صرف یہ بتانا مقصود ہے کہ ان ہی اشعار میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خصوصی فضیلت و منقبت بھی ذکر ہوگئی، انکو مہر منور، صدیق اکبر، والـذین معه کا فرد کامل، دہرے سر والا فرما کر انکی شانیں بیان فرمائیں، مہر منور کا معنی ہے نہایت چمکدار سورج، صدیق اکبر سے مراد ہے سب سے بڑا سچا، والـذین معه کا فرد کامل سے مراد ہے اس آیت میں صحابہ کی جن صفات کا ذات و جماعت کا تذکرہ ہے ان تمام میں سے اعلیٰ اور مکمل ترین شخص، دہرے سر والا ہونا یہ ہے کہ آپ ﷺ کی ظاہری اور باطنی شان کا مظہر، وجلوہ گاہ والا ہونا وغیرہ وغیرہ من التاویلات۔

آپ علیہ الرحمۃ نے چند اور اشعار بھی حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں کہے ان کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے سرکار ﷺ کے ایک اشارہ پر سارا مال صدقہ کر دیا، حضور علیہ السلام کے ادب و آرام و عشق کی خاطر سانپ سے ڈسوایا حضور علیہ السلام کے وصال شریف کے بعد کفر والحاد اور بے دینی کی نحوست ختم فرما دی، (اب اشعار ملاحظہ ہوں)

بال بچوں کے لیے گھر میں خدا کو چھوڑیں

مصطفیٰ پر کریں گھر بار نچھاور صدیق

ایک گھر بار تو کیا غار میں جان بھی دے دیں

سانپ ڈستا رہے لیکن نہ ہوں مضطرب صدیق

کہیں گرتوں کو سنبھالیں ، کہیں روٹھوں کو منائیں

کھودیں ، الحاد کی جڑ بعد پیغمبر صدیق

(دیوان سالک ص 27، مطبوعہ ضیاء القرآن لاہور)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے متعلق آپ علیہ السلام نے جن خیالات کا اظہار فرمایا پہلے ان کا خلاصہ ملاحظہ فرمائیں پھر اصل اشعار کی طرف نگاہ کریں۔

فرماتے ہیں۔

ایمان باغ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اسکی بہار ہیں، طریقت وعرفان کا چراغ ہیں۔ آپ خدا کی تلوار ہیں، آپ کی ہر ادا سے حق وباطل کا فرق ظاہر ہوتا ہے۔ آپ اشدّآء علی الکفّار کا مظہر ہیں۔ کفر وسرکشی کو ختم کرنے والے ہیں۔ آپ کو خود رسول اللہ ﷺ نے اللہ سے مانگا گویا کہ آپ مرادِ رسول ہیں باقی صحابہ مرید رسول: آپ نے اپنی رعایا کو بہت سکھ وسکون دیے، آپ بہت متقی تھے، آپ کو کرامات بھی عطا فرمائی گئی تھیں جیسے دور تک آواز پہنچانا اور حضرت ساریہ کو بلانا، نیز آپ حضرت علی اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے داماد ہیں وغیرہ وغیرہ۔

اب اصل اشعار پر نگاہ کریں۔

بہار باغ ایمان حضرت فاروق اعظمؓ ہیں
چراغ بزم عرفان حضرت فاروق اعظمؓ ہیں

نمایاں آپ کی ہر ادا سے شان فاروقی
خدا کی تیغ براں حضرت فاروق اعظمؓ ہیں

اشدّآء علی الکفّار کے مصداق اعلیٰ ہیں
مذل کفر و طغیان حضرت فاروق اعظمؓ ہیں

رسول اللہ نے فاروق کو اللہ سے مانگا
عطاء رب سبحان حضرت فاروق اعظمؓ ہیں

وہ عالم دبدبہ کا، کانپتے ہیں قیصر و کسریٰ
ہے جن سے دین کی شان حضرت فاروق اعظمؓ ہیں

خزانے روم و فارس کے لٹاتے ہیں مدینہ میں
فیوض حق کے باراں حضرت فاروق اعظمؓ ہیں

مگر اس حال میں دھو دھو کر اک کرتا پہنتے ہیں
ہے نازاں جن پہ تقویٰ حضرت فاروق اعظمؓ ہیں

مسلمان رات بھر سوئیں عمر فاروقؓ پہرا دیں
رعایا کے نگہبان فارورق اعظمؓ ہیں

پکارا ساریہ کو اک مہینہ کی مسافت سے
جسے، ہر جاہو یکساں، حضرت فاروق اعظمؓ ہیں

ہیں داماد علیؓ و یو نازنین حضرت زہرہؓ
ہے سالک جن پہ نازاں حضرت فاروق اعظمؓ ہیں

(دیوان سالک ص 27 ص 28، مطبوعہ ضیاء القرآن لاہور)

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بارے میں حکیم الامت علیہ الرحمۃ کے بعض اشعار کا خلاصہ یہ ہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ مخلوق کے لیے لطف و سرور ہیں، ہر مرض اور درد کے لیے دوا کی حیثیت رکھتے ہیں۔ آپ کا ہاتھ من وجہ ید اللہ ہے۔ آپ دل کا نور، آنکھوں کا سرور ہیں، بہت سخی ہیں، صاحب عزت ہیں، صاحب تقویٰ و صاحب وقار ہیں، وغیرہ وغیرہ۔

اشعار ملاحظہ ہوں۔

خلق پہ لطف خدا حضرت عثمان ہیں
جملہ مرض کی دوا، درد کے درماں ہیں

نور دل و عین ہیں صاحب نورین ہیں
سب کے دل کے چین مومنوں کی جان ہیں

گلشن دین کی بہار، مومنوں کے تاج دار
عزت ہر ذی وقار زینت ہر ایمان ہیں

حق نے وہ رتبہ دیا، تم غنی ہم سب گداء
کیا کہوں میں؟ تم ہو کیا؟ عقل و دل حیران ہیں

باب سخا کھل گیا جو دیکھا یہ ماجرا
غازیان مصطفےٰ بے سروسامان ہیں

جو ہیں امام انام، جس کے ہیں ہم سب غلام
مرجع ہر خاص و عام حضرت عثمان ہیں

آپ ممدوح جہاں، خلق خدا مدح خوان
کیا ہے؟ اگر بدگماں چند بے ایماں ہیں

تم غنی سالک گداء اک نظر بہر خدا
آپ جہاں کے لئے رحمت رحماں ہیں

(دیوان سالک ص29 ص30، مطبوعہ ضیاء القرآن لاہور)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں یوں عقیدت کے پھول نچھاور فرمائے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ طریقت اور شریعت کا مجموعہ ہیں، مجمع البحرین ہیں، قرآن مجید کے زبردست عالم و قاری ہیں، آپ کے بغض میں کوئی کتنی ہی عبادت کرنے والا ہو ولی تو کیا مومن نہیں بن سکتا کہ آپ اسلام اور نفاق کے درمیان پہچان کرنے کا معیار و آلہ ہیں، آپ سے محبت ایمان کا حسن اور بغض ایمان کا ضیاع وصفایا ہے، آپ دو شاندار حضرات کے والد ہیں، نبی کے داماد ہیں، آپ نے نبی کریم ﷺ کی نیند پر نماز عصر قربان کی جواباً آپ علیہ السلام نے سورج واپس لوٹایا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی نماز ادا کروائی، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے قلعہ خیبر کو اکھاڑا، آپ خاتم الاولیاء ہیں، ولایت آپ کی مہر کے بناء مل ہی نہیں سکتی، آپ کی اولاد پاک ہے، صدقہ مال کا میل کچیل ہے تبھی تو تب آپ کی اولاد پر نہیں لگ سکتا حرام ہے۔ آپ مشکل کشاء ہیں آپ ایمان کا کعبہ ہیں وغیرہ وغیرہ۔

اشعار ملاحظہ ہوں:

بیان کس منہ سے ہو؟ اس مجمع البحرین کا رتبہ
جو مرکز ہے شریعت کا، طریقت کا ہے سرچشمہ

وہ ہے خاموش قرآن اور قرآن ناطق ہیں
نہیں جس دل میں یہ، اس میں نہیں قرآن کا رستہ

دلہن زہرہ عمر، داماد، حسنین سے بیٹے
تیری ہستی ہے اعلیٰ، اور بالا ہے تیرا کنبہ

نبی کی نیند پر اس نے نماز عصر قربان کی
جو حاضر کر چکا تھا اس سے پہلے جان کا ہدیہ

نہ کیونکر لوٹتا، اس کے لیے ڈوبتا ہوا سورج
کہ جب اس کے چاند کے پہلو میں ایک سورج کا تھا جلوہ

تعالیٰ اللہ تیری شوکت، تیری صولت کا کیا کہنا
کہ خطبہ پڑھ رہا ہے آج تک خیبر کا ہر ذرہ

مسلمانوں، رسول اللہ کی الفت اگر چاہو
کرو اس کی غلامی جسکا ہر مومن ہوا بندہ

ہو چشتی قادری، نقشبندی یا سہروردی ہو
ملا سب کو ولایت کا انہی کے ہاتھ سے ٹکڑا

ہے صدقہ، میل، پھر اس پاک ستھرے کو کیوں روا ہو
کہ کھا رہی ہے ساری دنیا جس کی آل پاک کا صدقہ

علی مشکل کشاہ ہیں سب کے سالک کا سہارا ہیں
ہر اک محتاج ان کا ہو جوان، بڈھا یا بچہ

(دیوان سالک ص 30 ص 31، مطبوعہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور)

اہل بیت کے متعلق آپکے اظہار خیال کا خلاصہ یہ ہے۔
فرماتے ہیں۔
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، خود امّ المومنین ہیں، والد امیر المومنین ہیں، اور خاوند رسول رب العالمین ہیں، رحمۃ اللعالمین ہیں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، کی شان میں سورہ نور

نازل ہوئی، آپ خود صدیقہ، والد صدیق اور خاوند بھی صدیق، یعنی صدیقین کا مرکز ہے آپکا گھر اللہ کی وحی کی جگہ ہے، قرآن آپ کا ثناء گو اور مدح خواں ہے۔ حضرت جبریل علیہ السلام نے آپ کو سلام فرمایا آپ عالمہ فاضلہ، فقیہہ اور محققہ ہیں، آپ کی پاکی پر آیت تطہیر گواہ ہے۔ حضور علیہ السلام کو بہت محبوب ہیں وغیرہ وغیرہ۔

نوٹ:

اہل بیت کے ہر فرد کے بارے میں تفصیلاً لکھنا قدرے مشکل ہے کیونکہ مقالہ بہت طویل ہو جائے گا، لہٰذا میں اس طرح کرتا ہوں کہ خلاصہ قدرے تفصیل کے ساتھ لکھ دیتا ہوں اور اشعار دو یا تین ذکر دیتا ہوں تا کہ نمونہ بھی دیکھ لو اور اہل بیت کرام کے ذکر سے برکت بھی لے لو، اور حکیم الامت علیہ الرحمۃ کے بارے میں جو کچھ میں نے گنوایا ہے اسکی صداقت بھی سامنے آجائے کہ یہ نری عقیدت کے تحت نہیں تھا بلکہ عقیدت اور حقیقت کا امتزاج ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے متعلق جو خلاصہ خیال ذکر کیا اس کے بارے میں بعض اشعار یہ ہیں۔

اس مبارک ماں پہ صدقہ کیوں نہ ہوں سب اہل دین
جو ہو ام المومنین بنت امیر المومنین
آپ صدیقہ پدر صدیق ، اور شوہر نبی
میکہ سسرال اعلےٰ ، آپ خود ہیں بہترین
آیہ تطہیر میں ہے ان کی پاکی کا بیان
ہیں یہ بی بی طاہرہ شوہر امام الطاہرین

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں جو فرمایا اس کا نچوڑ یہ ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہ بہت پاک دامن تھیں، عفت وعزت کی مالک تھیں جنت میں جانے اور لے جانے کا آسان طریقہ ان کی اور انکے بیٹوں کی عزت واطاعت کرنے میں ہے، خود صحابیہ، والد نبی، بیٹے اور شوہر صحابی تھے، جنت کی مالک ہیں، دنیا سے قطع تعلق تھیں تب ہی بتول لقب ہوا، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی لاڈلی تھیں، انکے مشابہ تھیں۔ نبی کی بیٹی ہیں ولی اور صحابی کی ماں ہیں، خاتم الاولیاء کی زوجہ ہیں پردہ داری میں آپ کا کوئی ثانی نہ تھا، صابرہ، طاہرہ عالمہ اور متقی تھیں، وغیرہ وغیرہ۔

چند امثلہ ذکر کرتا ہوں ملاحظہ ہوں۔

نبی کے دل کی راحت اور علی کے گھر کی زینت ہیں
بیان کس سے ہو انکی پاک طینت پاک طلعت کا

ہے رتبہ اس لئے کونین میں عصمت کا عفت کا
شرف حاصل ہے انکو دامن زہرہ سے نسبت کا

بتول وفاطمہ زہرہ لقب اس واسطے پایا
کہ دنیا میں رہیں اور پتہ دیں جنت کی نکہت کا

وہ چادر جس کا آنچل سورج نے نہیں دیکھا
بنے گی حشر میں پردہ گناہ گار ان امت کا

حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہما کے بارے میں حکیم الامت علیہ الرحمۃ کے پاکیزہ خیالات کا خاکہ یہ ہے۔

کہ یہ دونوں بزرگ دین کے خدمت گار تھے، حضرت فاطمہ جیسی اعلیٰ ہستی کے فرزند تھے، ان کو چمنستان علی وزہرہ کا درجہ حاصل تھا، جرأت مند تھے اسلام کی آبیاری انھوں نے اپنے خون سے کی، امام حسین رضی اللہ عنہ اتنے پاک تھے کہ اپنا ہاتھ شریف پلید یزید کے ہاتھ میں دینا گوارا نہ کیا۔ اسلام کے محافظ تھے، استقامت کے پیکر تھے۔ صبر وحلم کے اعلیٰ مقام پر تھے وغیرہ وغیرہ۔

اشعار ملاحظہ ہوں:

سر وہ ہے جو کٹے اسلام کی خدمت کے لیے
آبرو وہ جو گے دین کی عظمت کے لئے

نونہال چمن مصطفوی مرتضوی
جسے قدرت نے چنا، زینت جنت کے لیے

استقامت پہ فدا ہیں تیری اے دست حسین
نہ گیا ہاتھ میں بے دین کی بیعت کے لیے

ہاشمی باغ ہوا ہاشمی خون سے سیراب
باغ زہرہ کٹا، اس باغ کی نزہت کے لیے

ناؤ ہیں آلِ نبی، نجم ہیں اصحاب رسول
للہ الحمد کہ مژدہ ہے یہ امت کے لئے

اس دوگانہ پہ فدا ساری نمازیں جس میں
دھار حلقوم پہ سرخم ہو، عبادت کے لئے

(دیوان سالک ص 30 تا ص 36، مطبوعہ ضیاء القرآن لاہور)

اولیاء کرام کے متعلق حکیم الامت علیہ الرحمۃ کی شاعری کا لب لباب یہ ہے حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ وہ ہمارے آقا ہیں مولا ہیں، ہمارے ملجا اور ماوی ہیں، فقید المثال ہستی ہیں، ان کا سا تلاش کرو بھی تو نہ ملے گا، علم و ہنر اور ہر خوبی کے پہاڑ ہیں ہمیں ان پر ناز ہے، ان سے ہی اہل سنت کو ترقی ہوئی، نصیب چمکا، وہ سراج امت ہیں، انکے بعد کے علماء، فقہاء اور محدثین بھی ان کی عیال ہیں اور قیامت تک آنے والے تمام لوگ بھی انکی علمی خدمات کے محتاج ہیں، ان کی تعلیمات کے بغیر قرآن وحدیث کی فہم ناممکن ہے، وہ سراج الامت ہیں، کاشف الغمہ ہیں وہ دست گیر امت ہیں وغیرہ وغیرہ۔
بعض اشعار درج ذیل ہیں:

ہمارے آقا ہمارے مولیٰ امام اعظم ابوحنیفہ
ہمارے ملجا ہمارے ماوی امام اعظم ابوحنیفہ

زمانہ بھرنے زمانہ بھر میں بہت تجسس کیا ولیکن
نہ ملا، کوئی امام تم سا امام اعظم ابوحنیفہ

نہ کیوں کریں ناز، اہل سنت کہ تم سے چمکا نصیب امت
سراج امت ملا ہو تم سا، امام اعظم ابوحنیفہ

جو تیری تقلید شرک ہوتی محدثین سارے ہوتے مشرک
بخاری ▪ مسلم ابن ماجہ، اما م اعظم ابوحنیفہ

کہ جتنے فقہاء و محدثین ہیں، تمہارے خرمن سے خوشہ چین ہیں
ہوں واسطے سے کہ بے وسیلہ امام اعظم ابوحنیفہ
خبر لے اے دستگیر امت، ہے سالک بے خبر پہ شدت
وہ تیرا ہو کر پھرے بھٹکتا امام اعظم ابوحنیفہ

حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے بارے میں جو فرمایا اس کا حاصل یہ ہے۔
حضرت غوث اعظم علیہ الرحمۃ بے کسوں کے سہارا ہیں۔
خلوص دل سے پکارنے والوں کی امداد فرماتے ہیں۔
دکھیوں کے دکھوں کا حل فرماتے ہیں۔
خود سخی ہیں سخی حضرات کی اولاد ہیں۔
ہادی وراہ بر ہیں۔ نورانی شمع ہیں، حضرت علی و حضرت فاطمہ کے لاڈلے ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہم، قطب وغوث ہیں۔ مملکت خدا میں باذن الٰہی متصرف و مختار ہیں۔ ان کے اشارے اور دُعا کے سہارے بگڑے کام جلد سنور جاتے ہیں۔
اشعار ملاحظہ ہوں:

ہو گیا یا غوث، میں برباد ہوتے آپ کے
رہ گیا میں بے کس و ناشاد ہوتے آپ کے
کربلا والوں کا صدقہ مجھ دکھی پر رحم کر
اب کہاں جا کر کروں؟ فریاد ہوتے آپ کے
دیس چھوٹا ساتھی چل دیئے منہ موڑ کر
رہ گیا پردیس میں ناشاد ہوتے آپ کے
تم سخی ابن سخی، ابن سخی ہو خسروا
یہ گداء کس کو کرے پھر یاد؟ ہوتے آپ کے
آپ کا ارشاد ہے مریدی لاتخف
رنج میں ہے سالک ناشاد ہوتے آپ کے

ہیں میرے پیرِ ثانی محی الدین جیلانی
نبی کی شمع نورانی محی الدین جیلانی
علی کے لاڈلے، نور نگاہ حضرت زہراء
رسول اللہ کے جانی محی الدین جیلانی
بلاد اللہ ملکی تحت حکمی سے ہوئی ثابت
جہاں میں تیری سلطانی محی الدین جیلانی
تمہارا اک اشارہ ہو تو میرا کام بن جائے
دفع ہو، ساری حیرانی، محی الدین جیلانی

(دیوان سالک ص35 تا ص38، مطبوعہ ضیاء القرآن لاہور)

ادب سادات کے بارے جھلک ملاحظہ ہو۔

فرماتے ہیں کہ:

حضرت علی رضی اللہ عنہ میرے مشکل کشاء ہیں انکی اولاد میرا سہارا ہے، حضرت عائشہ ام المومنین تمام مومنین سمیت میری ماں ہیں اگر چہ نالائق سہی لیکن، ماں نالائق بیٹے کو دفع تو نہیں کرتی، لہٰذا ان پر بڑی امید ہے، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی شان کما حقہ میں بیان نہیں کرسکتا، اور اعلیٰ دل وہ ہے جو امام حسن اور امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے محبت کرے، ان پر نثار ہو، حضور علیہ السلام کی ساری آل ذاولاد نور ہے اسی لئے ظلمت کے مرکز کی بیعت جیسا جرم ان سے سرزد نہیں ہوا کیونکہ یہ عالی مرتبہ کے منافی اور سراسر خلاف شان ہے، حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی استقامت پر قربان جاؤں کہ کس قدر کھٹن حالات میں صبر وتحمل کے جبل ہو کر ڈٹے رہے، لہٰذا یہ ہستیاں احترام عزت کے قابل ہیں۔

اشعار ملاحظہ ہوں:

بیاں کس منہ سے ہو اس مجمع البحرین کا رتبہ
جو مرکز ہے شریعت کا، طریقت کا ہے سرچشمہ

علی مشکل کشاہ ہیں سب کے سالک کا سہارا ہیں
ہر ایک محتاج انکا، ہو جوان، بوڑھا ہو، یا بچہ

آیت تطہیر میں ہے انکی پاکی کا بیان
ہیں یہ بی بی، طاہرہ، شوہر امام الطاہرین

سالک خستہ تمہارا گو ہے نالائق مگر
ماں برے بیٹے کو اپنے سے جدا نہیں کرتی

بتول و فاطمہ زہرہ لقب اس واسطے پایا
کہ دنیا میں رہیں اور دیں پتہ جنت کی نکہت کا

اگر سالک بھی یا رب دعویٰ جنت کرے حق ہے
جو وہ زہرہ کی ہے یہ بھی تو ہے خاتون جنت کا

نبی کے دل کی راحت اور علی کے گھر کی زینت ہیں
بیان کس سے ہو، انکی پاک طینت، پاک طلعت کا

سر وہ ہے جو کٹے اسلام کی خدمت کے لئے
آبرو وہ جو گئے دین کی عظمت کے لئے

ہر ادنیٰ چیز ہوا کرتی ہے اعلیٰ پہ نثار
جسم ہے جان کے لیے جان ہے عترت کے لئے

کیوں جھکے، سامنے ادنی کے وہ ذات عالی
جس کا ہر نقش قدم، قبلہ ہو، امت کے لئے

استقامت پہ فدا ہیں تیری اے دست حسینؑ
نہ گیا ہاتھ میں بے دین کی بیعت کے لئے

سالک اصحاب تو نورانی ہیں
نور کو نور ہی لائق تھا، معیت کے لئے

ناؤ آلِ نبی ، نجم ہیں اصحاب رسول ،
للّٰہ الحمد مژدہ ہے یہ امت کے لئے

(دیوان سالک ص26 تا ص29 ملخصا، مطبوعہ ضیاء القرآن لاہور)

اللہ اور اسکے رسول کے پیاروں کی شان کے اظہار پر مشتمل شاعری کی امثلہ یہ ہیں اولاً خلاصہ ملاحظہ ہو۔

اللہ تعالیٰ کی حمد یوں بیان فرمائی ہے کہ اللہ تعالیٰ، خالق ہے، مالک ہے، پاک ہے۔ معطی ہے۔ اس کی عطائیں بے حد وحساب ہیں، اور رحم فرمانے والا ہے گناہ معاف کرنے والا ہے، رزق، سخاوت کا عطا فرمانے والا ہے، ہمارے گناہوں پر پردہ ڈالتا ہے، بدکاروں پر بھی اپنی عطا نہیں روکتا، اس کے نام کی یہ برکت ہے کہ جگر میں ٹھنڈک پڑ جاتی ہے، زخم ختم ہو جاتے ہیں ویرانے میں پھول کھل جاتے ہیں، کسی کو خالی نہیں موڑتا وغیرہ وغیرہ اشعار سے کچھ جھلکیاں ملاحظہ ہوں۔

اے خالق و مالک، رب علی سبحان اللّٰہ سبحان اللّٰہ
تو رب ہے مرا، میں بندہ تیرا، سبحان اللّٰہ سبحان اللّٰہ
ہم منگتے ہیں ، تو معطی ہے ہم بندے ہیں تو مولیٰ ہے
محتاج تیرا، ہر شاہ و گدا، سبحان اللّٰہ سبحان اللّٰہ
ہم جرم کریں ، تو عفو کرے ، ہم قہر کریں ، تو مہر کرے
گھیرے ہے جہاں کو فضل تیرا، سبحان اللّٰہ سبحان اللّٰہ
تو ولی ہے ہر بے کس کا ، تو حامی ہر بے بس کا
ہر اک کے لئے، در تیرا، کھلا سبحان اللّٰہ سبحان اللّٰہ
یہ سالک مجرم ، آیا ہے ، اور خالی جھولی لایا ہے
دے صدقہ، رحمت عالم کا، سبحان اللّٰہ سبحان اللّٰہ

نبی پاک ﷺ کی شان کے بارے یوں فرمایا، (پہلے خلاصہ سن لیں)
حضور علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی وہ شاندار نعمت ہیں جن کے ملنے پر اللہ تعالیٰ کا بہت

شکریہ ادا کرنا چاہیے، اگر چہ کما حقہ شکریہ ادا ہو تو نہیں سکتا، بہر حال پھر بھی بہت زیادہ شکر ادا کرو ،حضور علیہ السلام اللہ کے محبوب ہیں اور ہماری طرف تشریف لائے ہیں، ان جیسا کسی کا مرتبہ نہیں ہے، ہدایت کے بادشاہ ہیں نعمت الٰہی جسکو بھی ملی، ملے گی، انہی کے ہاتھ سے ملے گی، انہی کے ہاتھ سے ملی امت کے حامی و والی ہیں، ان کے لیے حضرت عیسیٰ و حضرت ابراہیم علیہما السلام نے دعائیں فرمائیں کعبہ انکے لیے جھکا، منکر اور نکیر کے سوالوں کے جواب میں ان کے پیارے چہرے کی بدولت کامیابی حاصل ہوتی ہے وغیرہ وغیرہ۔ اشعار ملاحظہ ہوں۔

خالق کل اے ربّ عُلےٰ
شکر تیرا کیونکر ہوا دا
ہم کو وہ محبوب دیا
رتبہ جس کا سب سے سوا
لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اٰمَنَّا بِرَسُوْلِ اللّٰہِ
یعنی کیوں خاموش ہو اھل صفاء
ہے یہ وقت مسرّت کا
یعنی آج ہوئے پیدا
شاہ ہدیٰ محبوب خدا
لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اٰمَنَّا بِرَسُوْلِ اللّٰہِ
قاسم نعمت آپہنچے
مالک جنت آپہنچے
والئ امت آپہنچے
رب کی رحمت آپہنچے
لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اٰمَنَّا بِرَسُوْلِ اللّٰہِ
جس کی خلیل دعا مانگیں
جن کی مسیح بشارت دیں

جن کی گواہی پتھر دیں

جن سے سب دکھ درد کہیں

لَا اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ لَا اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ لَا اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ اٰمَنَّا بِرَسُوْلِ اللّٰہِ

آج تو رشک خلد بنا

حجرہ آمنہ بی بی کا

کعبہ بھی سجدہ کو جھکا

حامیء کعبہ آپہنچا

لَا اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ لَا اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ لَا اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ اٰمَنَّا بِرَسُوْلِ اللّٰہِ

منکر و نکیر جب آئیں

من ربک کا چرچا لائیں

چہرہ انور جب دکھلائیں

ہم اس طرح انکو منائیں

لَا اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ لَا اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ لَا اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ اٰمَنَّا بِرَسُوْلِ اللّٰہِ

(دیوان سالک ص 11 تا ص 12، مطبوعہ ضیاء القرآن لاہور)

حضور علیہ السلام کے تابعداروں اور عشاق کی شان بیان فرماتے ہوئے لکھتے ہیں کہ۔

جو تیری ذات میں فنا ہوا، وہ فنا سے نو کا عدد بنا

جو اسے مٹائے وہ خود مٹے، وہ ہے باقی، اسکو فنا نہیں

اس شعر میں تھوڑی سی علمی پیچیدگی ہے اس کی بقدرِ ضرورت تشریح عرض کرتا ہو ملاحظہ کریں۔

علم حساب و ریاضی میں، اکائیاں، دہائیاں وغیرہ ہوتی ہیں، پہاڑے بھی گنے جاتے ہیں ہر ایک قاعدہ اور اصطلاح پر لمبی چوڑی بحثیں موجود ہیں جو علم ریاضی کی کتب میں موجود ہیں، نو کا عدد بڑی انفرادی شان کا حامل ہے، اس جیسی شان کسی اور کو حاصل نہیں، وہ یہ ہے کہ نو کا پہاڑا جتنا گنو تو نو کا عدد کسی نہ کسی شکل میں ضرور موجود رہے گا، پہاڑے کی گنتی کے کسی

بھی درجہ پر اس کا غائب غیر حاضر ہونا نہ پایا جائے گا ہر جگہ اس کو بقاء ہی ہوگی، کوئی ساری ہمت وعقل خرچ کرے کہ میں اس نو کے عدد کو کسی مقام پر فنا کر دوں غائب وغیر موجود ہونا ثابت کر کے قاعدہ توڑ دوں، تو وہ نہ کر سکے گا، کیونکہ نو کے عدد کو گویا دوام واستمرار حاصل ہو گیا ہے کہ اب اس پر کبھی زوال وحدوث نہ آئے گا پہاڑے میں نو کے عدد کی موجودگی کی امثلہ درج ذیل ہیں۔

نو ایک نو نو دونے اٹھارہ نو تین ستائیس، نو چو کے چھتیس نو پانچ پینتالیس، نو چھکے چون، نو سات تریسٹھ.................وغیرہ اب ان اعداد کو ریاضی کے قاعدہ کے مطابق لکھیں تو یہ صورت ہوگی۔

۱ 9 - 1 = 9

۲ 9 - 2 = 18

۳ 9 - 3 = 27

۴ 9 - 4 = 36

۵ 9 - 5 = 45

۶ 9 - 6 = 54

۷ 9 - 7 = 63

اب دیکھیں پہلی جگہ نو موجود ہے دوسرے نمبر پر اٹھارہ موجود ہے لکھائی میں یہ شکل ہے 18 ایک اور آٹھ ایک اور آٹھ کو جمع کرو 9 موجود، تیسرے نمبر پر ستائیس ہے جسکی شکل اس طرح ہے 27 دو اور سات کو جمع کریں نو بن جائے گا علی ہذا القیاس اسی طرح کرتے جائیں ہر جگہ نو بنتا جائے گا مثلاً۔

45 - 4+5 =9

54 - 5+4 = 9

63 - 6+3 = 9

108 - 1+0+8= 9

117 - 1+1 7 = 9

126 - 1+2+6=9

یہ تو ہوئی قاعدہ ریاضی کی تشریح اب شعر کا مطلب سمجھو،

فرماتے ہیں کہ

اے اللہ کے پیارے رسول آپ کی شان تو ایک طرف، جو لوگ آپ کی کامل اطاعت اور اتباع کرتے ہیں اپنی "میں" کو مٹا دیتے ہیں بس "تو" ہی "تو" کا چلتا پھرتا نظارہ ہو جاتے ہیں ان کو آپ کی کامل اتباع ومحبت نے نو کے عدد کی طرح شان وحیثیت دے دی جس طرح وہ انفرادی شان کا حامل عدد ہے۔ اس طرح یہ تابعدار بھی انفرادی شان حامل "فرد" ہیں اس عدد کی شان سب سے اعلیٰ ہے اس "فرد" کی بھی سب سے اعلیٰ۔ وہ عدد عدد ہو کر اعداد میں اپنی مثال نہیں رکھتا یہ تابعدار "فرد" ہو کر "افراد" میں اپنی مثال نہیں رکھتا، وہ عدد باقی ہے یہ "فرد" بھی باقی ہے، اس اعداد کے لیڈر کا مقام مٹانے سے بھی نہ مٹے اس تابع دار کا مقام بھی مٹانے کے بھی نہ مٹے وہ عدد ہر مقام پر کسی نہ کسی صورت میں موجود، یہ فرد بھی ہر جگہ کسی نہ کسی صورت میں موجود چاہے قبر شریف میں ہو، عالم ارواح میں ہو، ظاہری دنیا میں ہو، ہے ضرور غائب وغیر حاضر نہیں کیوں؟ اس وجہ سے کہ وہ آپ علیہ السلام پر فناء ہو گیا اور بقاء ودوام کا مقام پا گیا، جب اس فناء ہونے والے کا یہ مقام ہے کہ وہ اللہ کا محبوب بن گیا کہ رب نے فرمایا تم نے میرے محبوب کی اتباع کی تو اللہ تم سے محبت کرے گا تمہیں مقام محبوبیت پر فائز فرمائے گا، یحببکم اللہ تو جس کی اتباع کی خود اس متبع ومطاعِ الکل کی کیا شان ہو گی۔

سچ آکھاں تے رب دی میں شان آکھاں

جس شان تو شاناں سب بنڑیاں

اوپر ذکر شدہ مضمون کو ذہن میں حاضر کر کے پھر ان شعروں کو دوبارہ پڑھیں۔

تیری ذات میں جو فناء ہوا، وہ فنا سے نو کا عدد بنا

جو اسے مٹائے وہ خود مٹے اسے فنا نہیں

ہر اک ان سے ہے، وہ ہر اک میں ہیں، وہ ہیں اک علم حساب کے

بنے دو جہاں کی وہی بناء، وہ نہیں جو ان سے بنا نہیں

کوئی مثل ان کا ہو کس طرح ، وہ ہیں اسکے مبدا و منتہاء
نہیں دوسرے کی جگہ یہاں ، کہ یہ وصف دو کو ملا نہیں

(دیوان سالک ص 15 مطبوعہ ضیاء القرآن لاہور)

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی شان یوں بیان فرمائی ہے۔

خدا نے تجھ کو وہ دی ہے عزت کہ تیرا منسوب بھی ہے مرفوع
تیری اضافت میں رفع پایا امام اعظم ابوحنیفہ
ہوااُولـــو الامــــر سے یہ ثابت، کہ تیری اطاعت ضروری واجب
کسی کی آنکھوں کا تو ہے ، تارا ، کسی کے دل کا بنا سہارا
مگر کسی کے جگر میں آرا امام اعظم ابوحنیفہ
خدا نے کیا تم کو ہمارا امام اعظم ابوحنیفہ

علم نحو کا قاعدہ ہے کہ ہر مضاف الیہ مجرور ہوتا ہے کل مضاف الیہ مجرور لیکن حضرت امام اعظم علیہ الرحمۃ کے مقلدین متبعین کی شان یہ ہے کہ ان کو رفع ملا، اس میں علم معانی کے اعتبار سے بہت ہی زیادہ فصاحت و بلاغت ہے لیکن علماء کرام اور طلباء کرام کے لئے وہ عیاں ہے اور قاعدہ ہے کہ۔

عیاں را چہ بیاں

لہٰذا اسکی طرف متوجہ نہیں ہونا چاہتا اولاً اس لئے کہ تشریح کروں تو بھی عوام کو سمجھ نہ آئے گی دوسرے اس لئے کہ اگر خواص کے لیے تشریح کروں تو یہ ایسا ہے جیسے کوئی عطر کے خوشبودار ہونے پر دلائل قائم کرنا شروع کردے، یا سورج کے چمکدار ہونے پر کوئی مستقل رسالہ تحریر کردے۔

معمولات اہل سنت کے بارے میں شاعری اعتبار سے جو کچھ حکیم الامت علیہ الرحمۃ نے بیان فرمایا اس کا حاصل یہ ہے۔

میلاد شریف کی خوشی کرنا اچھا عمل ہے، اس سے فیوض و برکات حاصل ہوتے ہیں وغیرہ وغیرہ چند اشعار بطور مثال یہ ہیں۔

ماہ ربیع الاول آیا
رب کی رحمت ساتھ میں لایا

وقت مبارک ، رات سہانی
صبح کا تڑکا ہے نورانی

پیر کا دن تاریخ ہے بارہ
فرش پہ چمکا عرشی تارہ

آج کی رات بارات رچی ہے
آمنہ کے گھر دھوم مچی ہے

تم بھی اٹھو اب وقت ادب ہے
ذکر ولادت شاہ عرب ہے

چشم کرم ، للہ ادھر ہو
سالک خستہ پر بھی نظر ہو

(دیوان سالک ص 10 مطبوعہ ضیاء القرآن لاہور)

نصیب چمکے ہیں فرشیوں کے ، کہ عرش کے چاند تشریف لارہے ہیں
جھلک سے جنکی ، فلک ہے روشن ، وہ شمس تشریف لارہے ہیں

زمانہ پلٹا ہے رت بھی بدلی ، فلک پہ چھائی ہوئی ہے بدلی
تمام جنگل ہرے ہیں جل تھل بھرے، چمن لہلہا رہے ہیں

ہیں وجد میں آج ڈالیاں کیوں ؟ یہ رقص پتوں کو کیوں ہے؟
شائد بہار آئی یہ مژدہ لائی ، کہ حق کے محبوب آرہے ہیں

نثار تیری چہل پہل پر ہزار عیدیں ربیع الاول
سوائے ابلیس کے، جہاں میں سبھی تو خوشیاں منارہے ہیں

شب ولادت میں سب مسلماں، نہ کیوں کریں جان و مال قرباں
ابولہب جیسے سخت کافر ، خوشی میں جب فیض پارہے ہیں

زمانہ بھر میں یہ قاعدہ ہے کہ جس کا کھانا اسی کا گانا
تو نعمتیں جنکی کھا رہے ہیں انہی کے ہم گیت گا رہے ہیں
حبیب حق ہیں خدا کی نعمت بنعمة ربك فحدّث
خدا کے فرمان پر عمل ہے بزم مولد سجا رہے ہیں
جو قبر میں اپنی انکو پاؤں، پکڑ کے دامن مچل ہی جاؤں
جو دل میں ہموم کے چھپے تھے مجھ سے، وہ آج جلوہ دکھا رہے ہیں
پھنسا ہے بحر الم میں بیڑا، بچے خدا، ناخدا سہارا
اکیلا سالک ہیں سب مخالف، ہموم دنیا ستا رہے ہیں

(دیوان سالک ص 13 تا 14، مطبوعہ ضیاء القرآن لاہور)

بری رسومات کے خلاف علم وقلم سے جہاد کرنے کی مثال درج ذیل اشعار ہیں۔

اولاً خلاصہ ملاحظہ کریں۔

آج کل کے عوام کی علماء کرام سے دوری کی نحوست بہت ہے اس نحوست کی وجہ سے عوام اپنے ناقص علم وعقل سے بری رسموں کے پابند ومرید ہو جاتے ہیں، اور اس حد تک بگڑ جاتے ہیں کہ کوئی لاکھ سمجھائے تو نہیں مانتے، عالم دین کو مسجد کا "مُلّا" کہہ کر اس کے بتائے ہوئے مسئلہ کو ٹھکرا دیتے ہیں، حالانکہ یہ تو بالکل بے دینی ہے جس طرح یہود ونصاریٰ کی عادت وروش تھی اس طرح کا عمل ہے وہ حضرت جبریل علیہ السلام کے دشمن ہو گئے اور دلیل یہ دی کہ اس نے وحی کیوں لائی؟ یہ تو ہمارا دشمن ہے ہمارے خاندان میں نبوت تھی، یہ نکال کر بنی اسماعیل میں لے گیا، اس نے ہمارے بخت نصر کو ہلاک کیا وغیرہ وغیرہ لہٰذا ہم اس کو نہ مانیں گے اگر میکائیل وحی لاتا تو اے محمد تجھے نبی مان لیتے، اب سوچو حضرت جبرائیل علیہ السلام تو صرف وحی لانے والے ہیں حاکم وآمر تو باری تعالیٰ ہے لیکن یہود دشمن ہو گئے باری تعالیٰ نے فرمایا کہ جو کوئی جبرائیل ومیکائیل کا دشمن ہے وہ صرف ان دو کا نہیں بلکہ اللہ کا بھی دشمن ہے، اسکے تمام رسولوں کا بھی دشمن ہے اور اس کے تمام فرشتوں کا بھی دشمن ہے مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّلّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَرُسُلِهٖ وَجِبْرِيْلَ وَمِيْكٰلَ فَاِنَّ اللّٰهَ عَدُوٌّ لِّلْكٰفِرِيْنَ ○ (البقرہ 98،2)

ان گزارشات کو ذہن میں رکھو اور سوچو، کہ کیا ان لوگوں کا جبریل اور اس کی لائی ہو وحی کا انکار اور مخالفت کرنا درست ہے؟ اگر نہیں اور بے شک ہرگز نہیں تو عالم دین اور اس کے بتائے ہوئے مسئلہ کا خلاف اور مخالفت کیونکر جائز ہے؟ وجہ فرق بتاؤ؟

شریعت ساری کی ساری عربی میں ہے جو علماء کرام ہی ترجمہ تفسیر اور تشریح کے ذریعے لوگوں کو سکھاتے سمجھاتے ہیں، وہ لوگوں کے محسن اور استاد ہیں اور ان کا اعزاز و اکرام لازم ہے، ہاں یہ بات قابل غور ہے کہ عالم دین ہے کون، کیا ہر داڑھی والا شخص، ہر عمامہ شریف والا، ہر تقریر کرنے والا، ہر امام مسجد؟ نہیں عالم دین تو وہ ہے جو فیضان رسول اور فرمان رسول کا جامع ہو، فیضان حضور علیہ السلام سے باطنی تعلق کا نام ہے ہوگا تو فرمان کی اہمیت ہوگی ورنہ قرآن پڑھ کر بھی انوار رسول نظر نہیں آتے، عالم ■ ہے جو علوم متداولہ کا ماہر ہو ورنہ وہ عالم کہلانے کا ہرگز حقدار نہیں علوم متداولہ جیسے صرف ونحو علم تفسیر اصول تفسیر بلاغت علم اللغۃ علم فقہ و اصول فقہ حدیث و اصول حدیث وغیرہ ان علوم کے بغیر کوئی علم کا دعویٰ کرے تو وہ ایسا ہی ہے جو شادی کیے بناء اولاد نرینہ کی دعا مانگے بات دوسری طرف نکل گئی لیکن کیا کروں؟ آج کل کا یہ المیہ ہی ایسا ہے اس پر دل کڑھتا ہے سو، چند باتیں تحریری صورت میں کر دیں کہ کچھ غم ہلکا ہو، کسی کو پند آجائے، کسی کے دو آنسو کام آجاتے ہیں اور کسی کا عمر بھر کا رونا بھی بے کار جاتا ہے اب حضرت حکیم الامت علیہ الرحمہ کے اشعار پر ہی اکتفاء کروں گا، ان اشعار کا خلاصہ خاصہ مشکل ہوگیا کہ دل مضمحل و مضطرب ہوگیا ہے اشعار ملاحظہ فرمائیں۔

مبارک فضل بھائی کو، عجب ہی نور چھایا ہے
شب اسرا کے دولہانے انھیں دولہا بنایا ہے

جگایا تم نے عزت کو مٹایا تم نے بدعت کو
لہٰذا سو شہیدوں کا اجر و ثواب پایا ہے

کیا ناراض سب کو، اور راضی کرلیا رب کو
غرض کہ اس تجارت میں نفع کافی کمایا ہے

رسول اللہ تم سے خوش ہیں اور اللہ بھی راضی
عمل سے تم نے امت کو سبق اچھا پڑھایا ہے
یہ شادی خانہ آبادی مبارک ہو مبارک ہو
کہ اس شادی میں حضرت فاطمہ کا سایہ ہے
وہ آگے نعت خوانی ، اور درود پاک کی کثرت
خدا و مصطفےٰ کے ذکر سے خوب شیطان بھگایا ہے
یہ آوازیں یقیناً سبز گنبد تک بھی پہنچی ہیں
احادیث نے ہم کو یہ مژدہ سنایا ہے
جہیز مختصر سے فاطمہ کی یاد تازہ کی
ولیمہ کی ضیافت میں عجب ہی لطف آیا ہے
دعا سالک کی یہ ہے فضل پہ فضل الٰہی ہو
رہے یہ درس قائم جس سے سب نے فیض پایا ہے

(دیوان سالک ص 48 مطبوعہ ضیاء القرآن لاہور)

ایک جگہ بہت ہی حسرت کا اظہار فرما کر حکیم الامت علیہ الرحمۃ نے یوں کہا۔

واحسرتا

اہل سنت بہر قوالی و عرس
دیوبندی بہر تصنیفات و درس

خرچ سنی برقبور و خانقاہ
خرچ نجدی برعلوم و درسگاہ

(دیوان سالک ص 48، مطبوعہ ضیاء القرآن لاہور)

الحمد اللہ جو کچھ عرض کیا تھا کہ حکیم الامت علیہ الرحمۃ کی شاعری کا حاصل فلاں فلاں امور ہیں ان پر مکمل و مدلل مضمون ذکر کر دیا اس کا اختتام حضرت حکیم الامت علیہ الرحمۃ کے ان کلمات پر کرتے ہیں جو آپ نے حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں کہے، اولاً، خلاصہ

سماعت کریں پھر اصل اشعار درج کروں گا۔

نبی پاک ﷺ کی عمر مبارک چھ برس تھی کہ آپ کی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کی وفات شریف ہوئی، اور حضور علیہ الصلوۃ والسلام ابھی دنیا میں تشریف نہ لائے تھے کہ کچھ روز قبل آپ کے والد ماجد حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ فوت ہو گئے۔ جب نبی پاک ﷺ کی عمر شریف چالیس برس ہوئی۔ تو اللہ کے حکم پر آپ نے اپنی نبوت کا اظہار فرمایا، نبوت آپ کو ملی کب تھی؟ اس کے بارے میں حتمی طور پر کوئی نہیں جانتا آپ علیہ السلام خود فرماتے ہیں کہ میں اس وقت بھی نبی تھا جب آدم علیہ السلام مٹی اور پانی کے درمیان جلوہ گر تھے۔ وَاٰدَمُ بَیْنَ الرُّوحِ والجسد وَاِنَّ اٰدمَ لَمُنْجَدِلٌ فی طینتہٖ o (حدیث، مشکوۃ)

جب آپ نے نبوت کا اظہار و اعلان فرمایا تو وحی کا نزول شروع ہو گیا، جو لوگ آپ علیہ السلام پر ایمان لائے وہ مومن اور جنہوں نے انکار کر دیا وہ کافر کہلائے۔ اب غور کریں کہ جن لوگوں نے حضور علیہ السلام کی نبوت کا زمانہ ہی نہ پایا اگر کوئی ان کو کافر کہے تو اس پر لازم ہے کہ وہ انکے کفر پر کوئی ثبوت پیش کرے کہ انھوں نے فلاں کام کیا جو کفریہ ہے فلاں عقیدہ رکھا جو کفر ہے، فلاں بات کی جو کفر ہے وغیرہ وغیرہ۔

ہندوستان کے بعض لوگوں نے حضرت آمنہ اور حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہا کو کافر کہا، اور کافر کہنے والوں کی سکوتاً و اشارۃً حوصلہ افزائی کی، یہ سب کچھ کم علمی، بدعقلی اور محبت مصطفیٰ سے دوری کا نتیجہ ہے، نہ صرف بلادلیل کافر کہا بلکہ مشرک ہونے کا فتویٰ بھی جڑا اور اس شخص کی امامت بھی جائز مانی، جو کہے کہ رسول اللہ مشرک کی اولاد تھے، کافر اور بت پرست کے گھر پیدا ہوئے، اور کہے بھی علی الاعلان اور بار بار کہتا ہو حوالہ کے لیے ملاحظہ ہو (دیوکے بندوں کی کتاب فتاوی دار العلوم دیوبند ج3 ص 127 مطبوعہ فاروقی کتب خانہ اکوڑہ خٹک) اس کتاب کے کرتا دھرتا چار افراد ہیں۔ عزیز الرحمٰن عثمانی، قاری طیب، ظفیر الدین، صالح اکاڑوی انھوں نے اس بات کو مختار مانا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے والدین ماجدین کافر تھے مشرک تھے۔

ہمارے علماء کرام نے فرمایا کہ نہیں مومن تھے، صحابی تھے، بعد از وفات انکو

خصوصی اعزاز کے ساتھ زندہ کیا گیا تھا، وہ ملت ابراہیمی کے پیروکار تھے وغیرہ وغیرہ اس مسئلہ میں ہمارے دلائل ملاحظہ کرنے ہوں تو ان کتابوں میں ملاحظہ کرو۔

1. تفسیر نعیمی ج اول از حکیم الامت علیہ الرحمۃ۔
2. تفسیر تبیان القرآن از علامہ غلام رسول صاحب سعیدی مدظلہ۔
3. نور العینین از حضرت مولانا محمد علی نقشبندی لاہوری علیہ الرحمۃ
4. مسئلہ ایمان ابوین مصطفیٰ از حضرت فیض احمد اویسی مدظلہ۔
5. کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ از امام جزیری علیہ الرحمۃ۔

بطور نمونہ صرف تین دلائل عرض کرتا ہوں ملاحظہ ہوں۔

1. باری تعالیٰ نے فرمایا ہم نے رسول بھیجے بغیر کسی قوم کو عذاب نہیں دیتے **وما کنا معذبین حتی نبعث رسولا** ان حضرات کی طرف کوئی رسول نہ آیا نہ ہی ان کو دعوت ایمان و اسلام پہنچی لہٰذا ان کا کفر و عذاب کیسا؟ کفر تو نبی کے انکار کا نام ہے بتاؤ انھوں نے کسی نبی کو ٹھکرایا؟

2. حضور علیہ السلام فرماتے ہیں میں زمانہ بہ زمانہ بہترین پشت و شکم سے منتقل ہوتا ہوا اس دنیا میں تشریف لایا، **من خیر قرون بنی آدم قرناً حتی کنت من القرن الذی کنت منہ** (بخاری)
اب دلیل یہ حاصل ہوئی کہ سارے آباؤ اجداد بہترین و پاک اور مسلمان تھے۔ کیونکہ کافر و مشرک بحکم قرآنی ان اعزازات کا حامل نہیں بلکہ نجس ہے۔ (**انما المشرکون نجس**)۔

3. حضور علیہ السلام کی شان باری تعالیٰ کے ہاں یہ ہے کہ وہ حضور علیہ السلام کے راضی ہونے پر راضی ہے اتنی عطا کرتا ہے کہ حضور راضی ہوں **ولسوف یعطیک ربک فترضی** ○ بتاؤ کون سعادت مند بیٹا ہے جو ماں باپ کے کفر پر انکے جہنمی ہونے پر راضی ہو بے پرواہ ہو وغیرہ وغیرہ۔

(ماخوذ از تفسیر نعیمی ج اول ص 844 مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ گجرات پاکستان)

اب حکیم الامت علیہ الرحمۃ کے جذبات بھرے اشعار ملاحظہ ہوں۔

صدقہ تم پہ ہوں دل وجان آمنہ
تم نے بخشا ہم کو ایمان آمنہ

جو ملا جس کو ملا تم سے ملا
دین و ایمان علم وعرفان ، آمنہ

کل جہاں کی مائیں ہوں تم پہ فدا
تم محمد کی بنیں ماں آمنہ

ابن مریم واقعی رب کے رسول
پر محمد کی بڑی شان آمنہ

جس شکم میں مصطفےٰ ہوں جاگزیں
عرش اعظم سے ہے ذیشان آمنہ

تم سے ایمان ، وامانت اور امن
یا امانت امن و ایمان آمنہ

آمنہ کے تین معنی بالیقین
یا امانت ، امن ، و ایمان آمنہ

تم سے اللہ و محمد ہیں عیاں
نور و ہدیٰ تم میں پنہاں آمنہ

ہم ہیں بوبہن اور تم ایمان بخش
چشمہ دین تم سے رواں آمنہ

تیری تربت کا مجاور میں بنوں
پھر نکالوں دل کے ارماں آمنہ

ہے سالک آپ کے در کا فقیر
مانگتا ہے امن و ایمان آمنہ

(دیوان سالک ص 32 تا ص 33)

نوٹ:

اس عنوان کے تحت میں نے اشعار میں موجود ادبی یا فصاحتی خوبیوں پر بحث نہیں کی، اس کی وجہ یہ ہے کہ شاعر اور شاعری کا مقصود خدمت اسلام ہے، اور اظہار شان بانی اسلام ہے نہ کہ لغویات کا پرچار کرنا جو شاعری خدمت اسلام سے خالی ہو وہ لغو ہے تو میں نے مقصود کو سامنے رکھا اور اس کو نمایاں کر کے پیش کیا، اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کی تمام شاعری کا لب لباب بھی یہی ہے کہ اللہ رسول اور انکے پیاروں کی مدح سرائی اور نعت گوئی پر مشتمل ہے، بلکہ انکے اخلاص کا تو یہ عالم تھا کہ کسی نے کہا کہ تمہیں جاگیر دیں گے چند اشعار نان پارہ کے بادشاہ کے متعلق کہہ دو آپ نہ مانے حالانکہ اس زمانے میں انگریز کی کچھ لوگوں پر خصوصی مہربانیاں تھیں جن کی وجہ سے مدرسے چل رہے تھے، دھڑا دھڑ کتب شائع ہو رہی تھیں، دوسری طرف اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کی حالت یہ تھی کہ محض اللہ رسول پر بھروسہ تھا، گزر اوقات اچھی تھی کہ ہر وقت ذکر و فکر میں رہتے تھے، ظاہری تعیش اور قلت اسباب مالیہ کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ انکی کئی کتب آج بھی شائع نہیں ہوئیں، اس طرح کی حالت حکیم الامت علیہ الرحمۃ کی بھی تھی کہ انھوں نے جاء الحق میں تین مقام پر یہ ذکر کیا ہے کہ کاغذ نہیں ملتا لہٰذا بعض مسائل کو مختصر کر کے لکھتا ہوں، نیز آپ نے پانچ سو کتب لکھیں متعدد درسی کتب کے حواشی تحریر فرمائے لیکن وہ ضائع ہو گئے اور کچھ ابھی بھی کرم خوردہ حالت میں انکی لائبریری میں نوحہ کناں حالت میں پڑے ہیں، اسی طرح کا حال اور بھی کئی حضرات کا تھا یہ صرف اس لئے ہے کہ یہ لوگ توکل و اعتماد علے اللہ کے بلند درجہ پر فائز تھے۔ ان کے پائے استغناء میں حالت کی سختی اور صعوبت ذرا بھی لغزش نہ ڈال سکتی تھی، اللہ تعالیٰ ان حضرات اور انکی خدمات کو قبولیت وثواب سے بہرہ مند فرمائے۔ (آمین بجاہ النبی الکریم ﷺ)

نتیجہ بحث:

1. حکیم الامت علیہ الرحمۃ اچھے شاعر تھے۔
2. شاعری کا مقصد مدنظر رکھا۔
3. تمام عمر اللہ رسول اور انکے پیاروں سے محبت کرتے رہے۔
4. انکی شان واضح کرتے رہے۔
5. محبت کا درس دیتے رہے۔
6. قواعد اسلامیہ کا آپس خلاف نہ کیا۔
7. انکی شاعری قواعد نظمیہ اور قواعد اسلامیہ کے تحت ہے۔

باب ۱۰
حکیم الامت علیہ الرحمۃ بطور سیاح
۱ سیاح کا معنی و مفہوم
۲ سیاحت کے مقاصد
۳ فضائل سیاحت
۴ فوائد سیاحت
۵ حکیم الامت علیہ الرحمۃ کی سیاحت پر ایک نظر
۶ نتیجۂ بحث

باب ۱۰

حکیم الامت علیہ الرحمۃ بطور سیاح

(1) سیاح کا معنی ومفہوم:

(2) سیاحت کے مقاصد:

(3) فضائل سیاحت:

(4) فوائد سیاحت:

(5) حکیم الامت علیہ الرحمۃ کی سیاحت پر ایک نظر:

(6) نتیجہ بحث:

حکیم الامت علیہ الرحمۃ نے بہت زیادہ سیر وسیاحت کی ،اس عنوان پر تفصیل ذکر کرنے سے قبل مناسب یہ ہے کہ سیاحت کا معنی، مقصد، فائدے اور اسکی فضیلت ذکر کروں تا کہ آپ لوگ یہ سارے امور ذہن نشین کر کے حکیم الامت علیہ الرحمۃ کی سیاحت پر نظر ڈالیں تو ان کی یہ خوبی آپ کے بالکل سامنے رہے اور جو کچھ میں ذکر کروں اس پر بھی نظر ہو اور آپ یہ فیصلہ کرسکیں کہ میں نے عقیدت کے بجائے حقیقت بیان کی اور تعریف کے بجائے اعتراف کرنے پر اکتفا کیا ہے سو بالترتیب امور مذکورہ ملاحظہ فرمائیں۔

سیاح کا معنی ومفہوم:

سیاح مبالغہ کا صیغہ ہے سیاحۃٌ سے بنا مادہ ہے س،ی،ح ،سیاحت کے لفظی معنی ہیں پانی کا زمین پر پھیل جانا ،اصطلاح میں آزادی سے ہر جگہ چلنے پھرنے کو سیاحت کہتے ہیں ایک شاعر کہتا ہے۔

لو خفت هذا منك ما نلتني

حتى ترى خيله امامى تسيح

سیر ، اسری ،اور سیح تینوں کے معنی تو چلنے پھرنے کے ہیں مگر ان میں فرق ہے مطلقاً چلنے پھرنے کو سیر کہا جاتا ہے اور رات کے وقت چلنا اسری کہلاتا ہے جیسے قرآن میں ہے کہ سبحان الذی اسرٰی بعبدہ لیلاً اور آزادانہ چلنا سیاحت ہے۔

(تفسیر نعیمی ج 10 ص 145 ملخصاً مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ گجرات پاکستان)

معنی کا حاصل یہ ہے کہ سیر وسیاحت کرنے والے کو سیاح کہتے ہیں۔

مقاصد سیاحت:

سیاحت کے کئی مقاصد ہیں ان کا خلاصہ یہ ہے کہ سفر کسی نہ کسی حکمت شرعیہ کے لئے ہونا چاہیے کسی نہ کسی عبرت کے لئے ہونا چاہیے، مثلاً جن قوموں پر عذاب آیا ان کے مقامات دیکھنے کے لئے سفر کرنا چاہیے اور ان قوموں کے عذاب کی وجہ جانئی چاہیے اور ان کے سے موجب عذاب افعال سے بچنے کی نیت وکوشش کرنی چاہیے، باری تعالیٰ کی قدرت کے کرشمے

اور عجائبات کو نظارہ کرنا چاہیے تاکہ باری تعالیٰ کی قدرت وطاقت کا صحیح نقشہ ذہن نشین ہو۔

مطلب وغرض یہ کہ کسی نہ کسی عبرت وحکمت کے پیشِ نظر سیر وسیاحت کرنی چاہیے محض تفریح کے لیے سفر کرنا کوئی خاص مفید نہیں۔

فضائل سیاحت:

جیسا سفر ہوگا اس کے اعتبار سے حکم شرعیہ لاگو ہوگا چوری کرنے کی خاطر کوئی سفر کرے یا سیر وسیاحت کرے تو وہ خود بھی اپنے سفر کی طرح یا اپنی سیاحت کی طرح مردود ومغضوب ہے اور اگر کوئی عبرت وخدمت دینی کے لیے سفر کرے تو اس کا سفر اور سیر وسیاحت بھی عبادت ہے اور وہ خود بھی نیکی کے راستہ پر ہے مفید اور شرعی حکمت پر مشتمل سفر کے بہت سے فضائل ہیں نہایت اجمال واختصار سے چند درج کرتا ہوں غور فرمایئے۔

سفر میں چونکہ مشقت ہوتی ہے اور سیاحت کے لئے سفر لازم ہے لہٰذا سفر کی تکلیف برداشت کرنے کا ثواب ہوتا ہے اس کی تائید اس حدیث سے ہے کہ نبی پاک ﷺ نے فرمایا، **السفر قطعة من العذاب یمنع احد کم نومه و طعامهٗ و شرابه** (مراۃ ج 5 ص 531) یعنی کہ سفر عذاب کا ٹکڑا ہے تم میں سے ہر کسی کو نیند اور کھانے پینے سے روکتا ہے اور صبر کی فضیلت اس آیت سے ثابت ہے رب تعالیٰ فرماتا ہے **ولمن صبر و غفران ذلك لمن عزم الامور** (الشوریٰ 42 آیت 43) یعنی صبر کرنا اور بخشش چاہنا بڑی ہمت کے کام ہیں صبر غفران کی تعریف فرمائی ثابت ہوا یہ دونوں قابل تعریف فعل ہیں ایک مقام پر ارشاد ہے۔ **سلٰم علیکم بما صبر تم فنعم عقبی الدار** (الرعد 13، آیت 24) یعنی صبر کرنے والوں کو سلام ہو ان کے صبر کی وجہ سے، ان کا اخروی گھر کتنا ہی اعلیٰ ہے۔ وغیرہ وغیرہ اس طریقہ استدلال پر مزید فضائل تلاش کریں تو ملتے جائیں گے مثلاً عبرت ہوتی ہے اس کے متعلق حدیث لے آئیں، مسلمانوں سے ملاقات ہوتی ہے ان کے حالات سے آگاہی ہوتی ہے وغیرہ وغیرہ ان امور پر متعلقہ احادیث لاتے جائیں۔

خلاصہ یہ نکلا کہ سیر وسیاحت کے مقصد کو سامنے رکھتے ہوئے فضائل پر نظر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ سیر وسیاحت فضول نہیں یا محض دنیاوی کام نہیں بلکہ اس پر بھی فضائل اور

اجر و ثواب محقق ہے۔

فوائد سیاحت:

سیر و سیاحت میں کئی فوائد ہیں بطور مثال بعض یہ ہیں۔

علم میں اضافہ ہوتا ہے، تجربہ زیادہ ہوتا ہے۔ تہذیب و تمدن اور لوگوں کے رسم و رواج دیکھ شکر کا جذبہ ہوتا ہے وہ اس طرح کہ آدمی خیال کرتا ہے کہ دیکھوان لوگوں میں فلاں سہولت کی کمی ہے میرے پاس کمی نہیں ہے ان لوگوں کے پاس فلاں نعمت بہ نسبت میرے کم ہے نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ عاقل ان چیزوں سے عبرت اور شکر حاصل کر لیتا ہے۔ سیر و سیاحت سے۔ راحت ہوتی ہے، سکون ملتا ہے غم و فکر دور ہوتی ہے، باری تعالیٰ کی قدرت اور خالقیت کے بارے میں سوچ و نظریہ میں پختگی پیدا ہوتی ہے۔

حکیم الامت علیہ الرحمۃ کی سیاحت پر ایک نظر:

حضرت حکیم الامت علیہ الرحمۃ اپنی زندگی میں متعدد مرتبہ سیر و سیاحت فرمائی ان کی سیر و سیاحت کا ''نقطہ'' و ''نکتہ'' یہ تھا کہ رب تعالیٰ کی قدرت دیکھی جائے تا کہ حق الیقین اور اطمینان قلبی کا اعلیٰ درجہ نصیب ہو، رسول اللہ ﷺ اور انکے پیاروں کے انوار و تجلیات والے مقامات کا نظارہ کیا جائے تا کہ ایمان و حلاوت کا اعلیٰ ترین درجہ ملے، سابقہ بادشاہوں اور دنیاداروں کے تاج و تخت بھی ایک نظر دیکھوں تا کہ یہ بات بالکل عیاں ہو جائے کہ دنیاداری اور بادشاہی میں انہماک اور دین سے علیحدگی میں رہنا دیرپا نہیں ہوتا کیونکہ چندروزہ چمک ہے، ڈھلتی چاندنی ہے، اور پگلتی برف ہے، بس یہی نکتہ تھا جس پر انکی سیر و سیاحت ہوئی، یہی نقطہ تھا جو انکی نگاہ میں رہا۔

میں اس سارے نکتہ اور نقطہ کی وضاحت و امثلہ میں جاؤں تو مقالہ بہت طویل ہو جائے لہٰذا اس طرح نہ کروں گا کیونکہ تکمیل مقالہ ضروری ہے اور وقت بہت کم ہے بس یہی مجبوری ہے، لہٰذا اس طرح کرتا ہوں کہ وہ مقامات جہاں حکیم الامت علیہ الرحمۃ گئے ان کی نشاندھی کر دیتا ہوں، تفصیل آپ ان کے سفر نامہ میں ملاحظہ کر لیں اس فہرست اور نشان دھی سے بھی آپ کو مکمل فائدہ ہوگا وہ یہ کہ آپ جان جائیں گے کہ ایک طرف علمی اور تدریسی

مصروفیت تھی دوسری طرف مقامات مقدسہ پر جانے کی تڑپ تھی تو انھوں نے اس تڑپ کو ترجیح دی اور علم و تدریس کی روح مقامات مقدسہ کی حاضری کو جانا۔ اسی طرح ایک طرف خانگی معاملات اور غربت کا مسئلہ تھا دوسری طری مقامات مقدسہ کو دیکھنے کی لگن تھی تو آپ نے لگن پوری کی غربت و گھر کو ترجیح نہ دی جانتے تھے کہ ایسے مواقع کبھی کبھی آتے ہیں، لہٰذا مواقع سے بھر پور فائدہ اٹھایا آپ علیہ الرحمۃ نے مزارات انبیاء کرام کی زیارت کی، صحابہ کرام کے مقابر مبارکہ کا دیدار کیا، تابعین اور تبع تابعین کرام کے مزار پر انوار دیکھے، اولیاء کرام کے آستانے پر حاضری نصیب ہوئی، مساجد دیکھیں، سابقہ ادوار کے بعض بادشاہوں کی قبور بھی ملاحظہ کیں ان سب کی جامع تفصیل درج ذیل ہے۔

① نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف کی زیارت کی۔

② حضرت اسحاق علیہ السلام کا مزار شریف دیکھا۔

③ حضرت یعقوب علیہ السلام کی قبر شریف دیکھی۔

④ حضرت یوسف علیہ السلام کا مزار شریف دیکھا۔

⑤ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی قبر شریف دیکھی۔

⑥ حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کا مزار شریف دیکھا۔

⑦ حضرت یوسف علیہ السلام کی والدہ ماجدہ کی قبر شریف دیکھی۔

⑧ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ ماجدہ حضرت مریم رضی اللہ عنہا کا مزار پر انوار دیکھا۔

⑨ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کی قبر شریف دیکھی۔

⑩ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے داداجان حضرت عبدالمطلب کا مزار شریف دیکھا۔

⑪ انکے والد ماجد جناب حضرت ہاشم رضی اللہ عنہ کی قبر شریف پر حاضری دی۔

⑫ انکے والد ماجد جناب حضرت عبد مناف رضی اللہ عنہ کا مزار شریف دیکھا۔

⑬ حضرت یحیٰی علیہ السلام کا مزار پر انوار دیکھا۔

⑭ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے والد ماجد حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کا مزار شریف دیکھا۔

(سفرنامہ ص ۱۰ اص 250 تا ص 272 مطبوعہ نعیمی کتب خانہ)

⑮ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ مزار شریف دیکھا۔

⑯ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا مزار شریف دیکھا۔

⑰ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی قبر شریف پر حاضری دی۔

⑱ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کے مزار مبارک پر حاضر ہوئے۔

⑲ حضرت زبیر بن عوام کی قبر شریف پر حاضری نصیب ہوئی۔

⑳ حضرت عباس علم دار رضی اللہ عنہ کے مزار شریف پر حاضر ہوئے۔

(۲۱) حضرت عتبہ بن مروان کی قبر شریف دیکھی۔

(۲۲) حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کے مزار پر انوار پر حاضر ہوئے۔

(۲۳) حضرت عقیل رضی اللہ عنہ کی قبر شریف دیکھی۔

(۲۴) حضرت مالک بن سنان رضی اللہ عنہ کا مزار شریف دیکھا، خیال رہے یہ وہی بزرگ صحابی ہیں جنکے بارے میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے منہ مبارک سے نکل گیا تھا کہ یہ زندہ ہیں حالانکہ جنگ میں شہید ہو چکے تھے تو اللہ نے ان کو دوبارہ زندہ فرمایا اور انکے قول کی لاج رکھی۔

(۲۵) حضرت براء بن بشیر رضی اللہ عنہ کا مزار شریف دیکھا۔

(۲۶) حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ کے مزار شریف پر حاضری دی۔

(۲۷) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے مزار شریف پر حاضر ہوئے۔

(۲۸) حضرت عبدالرحمان بن ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے مزار شریف پر حاضری دی۔

(۲۹) حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے مزار شریف پر حاضر ہوئے۔

(۳۰) انکی والدہ حضرت اسماء بنت ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہما کی قبر شریف دیکھی۔

(۳۱) حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ کی قبر شریف پر حاضر ہوئے۔

(۳۲) حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ کے مزار شریف پر حاضری دی۔

(۳۳) حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے مزار شریف پر حاضر ہوئے۔

(۳۴) حضرت عقیل بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے مزار پر حاضری دی۔

۳۵ حضرت نورالدین زنگی علیہ الرحمہ کے مزار مبارک پر حاضری دی خیال رہے یہ وہی بزرگ ہیں کہ جن کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خواب میں فرمایا کہ فلاں دو کلب صفت مجھے ایذاء دے رہے ہیں، پھر انھوں نے ان دو کافروں کو قتل کر دیا اور قبر شریف کی حفاظت کے لیے اردگرد گہری بنیاد کھودی اور ان میں سیسہ اور تانبا پگھلا کر ڈال دیا، جیسا کہ روایات میں موجود ہے۔

۳۶ حضرت شیخ عبدالغنی نابلسی رضی اللہ عنہ کے مزار شریف پر حاضر ہوئے یہ بہت کامل عالم دین تھے ان کی بہت خدمات ہیں۔

۳۷ انکے صاحبزادے کی قبر پر حاضری دی۔

۳۸ حضرت صلاح الدین ایوبی رضی اللہ عنہ کے مزار شریف کی زیارت کی، یہ بہت نیک بادشاہ تھے صلیبی جنگوں کے حوالے سے ان کا نام ہمیشہ روشن رہے گا۔

۳۹ حضرت سلطان سلیم رضی اللہ عنہ کے مزار مبارک کا دیدار کیا، یہ بھی بہت نیک تھے اور انھوں نے دین کی بہت خدمات سرانجام دی تھیں۔

۴۰ حضرت محی الدین ابن عربی رضی اللہ عنہ کے مزار پرانوار پر جانے کی سعادت نصیب ہوئی، خیال رہے کہ یہ بہت ہی کامل تھے، ان کے کشف کا یہ عالم تھا کہ جس پر تین دفعہ نگاہ کرتے اس کا اول تا آخر آپ کے سامنے ظاہر ہو جاتا۔

۴۱ انکے بیٹے کی قبر پر حاضری نصیب ہوئی۔

۴۲ حضرت خالد غوث رضی اللہ عنہ کا مزار مبارک دیکھا۔

۴۳ مشہور شخصیت مولوی محمد جوہر کی قبر بھی دیکھی۔

۴۴ حضرت داتا گنج بخش جناب علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کے مزار شریف کی زیارت کی۔

۴۵ حضرت نعمت اللہ علیہ الرحمۃ کی قبر شریف پر جانا نصیب ہوا، خیال رہے یہ وہ ہی بزرگ تھے جن کی پیشن گوئی والی نظم بہت مشہور ہے، بہت کامل بزرگ تھے۔

۴۶ حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کا مزار پرانوار دیکھا۔

۴۷ ان کے صاحبزادے حضرت عبدالجبار رضی اللہ عنہ کی قبر شریف پر حاضری دی۔

(۴۸) انکے دوسرے صاحبزادے کی قبر شریف پر بھی حاضر ہوئے، یہ قبور بغداد شریف میں ہیں۔

(۴۹) حضرت عبداللہ بن ابیض رضی اللہ عنہ کے مزار مقدسہ پر حاضر ہوئے، خیال رہے کہ حضرت عبداللہ حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کے پوتے ہیں، ان کا مزار مبارک ایران کے مقام سرائے دارا میں ہے۔

(۵۰) حضرت بایزید بسطامی رضی اللہ عنہ کے مزار پرانوار پر حاضری نصیب ہوئی، آپ بہت کامل بزرگ تھے، آپ کی کاملیت اس سے معلوم کرلو کہ حضرت غوث پاک رضی اللہ عنہ کے پیروں میں سے ہیں، تو جن کے مریدوں میں حضرت غوث پاک رضی اللہ عنہ ہستی موجود ہو ان کی شان کماحقہ کون جانے؟

(۵۱) حضرت خواجہ فرید الدین عطار رضی اللہ عنہ کی قبر شریف پر حاضری نصیب ہوئی، یہ بہت کامل تھے۔

(۵۲) مشہور شاعر عمر خیام علیہ الرحمۃ کے مزار کی زیارت کی۔

(۵۳) حضرت بہاء الدین زکریا رضی اللہ عنہ کے مزار کی زیارت کی۔

(۵۴) حضرت شاہ شمس رضی اللہ عنہ کے مزار شریف پر حاضر ہوئے۔

(۵۵) حضرت جمال اللہ رضی اللہ عنہ کے مزار مبارکہ پر حاضری دی، خیال رہے یہ وہی بزرگ ہیں جن کو حضرت حافظ گر کہا جاتا ہے، انہی کی یہ کرامت ہے کہ نماز پڑھا رہے تھے جب سلام پھیرا تو سارے مقتدی حافظ ہو گئے تھے، ان کا مزار مقدس ملتان شریف میں ہے۔ (سفرنامہ ص 11 تا ص 220 تا ص 387 مطبوعہ نعیمی کتب خانہ گجرات)

(۵۶) عبدالحکیم سیالکوٹی علیہ الرحمۃ کی قبر شریف دیکھی، یہ وہی بزرگ عالم دین ہیں جنکی منطق و معقولات کے میدان میں بہت خدمت و شہرت ہے۔

(مواعظ نعیمیہ ص 228 مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ لاہور)

حکیم الامت علیہ الرحمۃ نے اور بھی کئی مقامات کی سیر و سیاحت کی اور دینی اہم چیزوں کی زیارت کی ان کا جامع حال درج ذیل ہے۔

۵۷ آپ نے مسجد جن دیکھی۔

۵۸ مسجد عروہ کی زیارت کی۔

۵۹ وہ کنواں دیکھا جس کا حدیث میں اس طرح ذکر ہے کہ نبی پاک ﷺ اسکی منڈیر پر تشریف فرما تھے وقفہ وقفہ خلفاء راشدین آئے تو ان کو جنت کی بشارت سنائی گئی حدیث شریف مشکوۃ شریف میں ملاحظہ کریں، یہ کنواں عروہ کے مقام پر ہے حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کا مکان دیکھا۔

۶۰ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ جس جگہ شہید ہوئے وہ جگہ دیکھی۔

۶۱ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کے مزار مبارکہ پر حاضر ہوئے خیال رہے یہ بھی حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی بیٹی ہیں۔

۶۲ حضرت خواجہ بنت ازرد رضی اللہ عنہا کے مزار شریف پر حاضری دی۔

۶۳ حضرت شہر بانو رضی اللہ عنہا کے مزار پر انوار پر حاضر ہونا نصیب ہوا خیال رہے یہ حضرت امام عالی مقام حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی زوجہ مبارکہ ہیں۔

۶۴ حضرت عون رضی اللہ عنہ کے مزار پر انوار کی زیارت کی۔

۶۵ حضرت محمد رضی اللہ عنہ کے مزار شریف کی زیارت نصیب ہوئی، خیال رہے کہ یہ دونوں حضرت زینب رضی اللہ عنہ کے بیٹے ہیں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے بھانجے ہیں کربلا میں شہید ہوئے تھے۔

۶۶ حضرت قاسم رضی اللہ عنہ کا مزار پر انوار دیکھا، خیال رہے کہ یہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے بیٹے ہیں کربلا میں شہادت پائی تھی، انہی کے ساتھ حضرت سکینہ رضی اللہ عنہا کی شادی ہونے والی تھی۔

۶۷ حضرت حربن یزید ریاحی رضی اللہ عنہ کے مزار پاک پر حاضری دی، خیال رہے یہ وہی بزرگ ہیں جو امام حسین رضی اللہ عنہ کے خلاف لڑنے آئے تھے مگر حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی نصیحت سے شرمندہ ہو گئے اور آپ کی بیعت کی، اور آپ کی طرف سے یزید کے خلاف لڑے آپ کربلا کے شہید اول ہیں آپ کو ہی حضرت

امام حسین رضی اللہ عنہ نے جنت کی ضمانت دی تھی۔

(۶۸) 72 بہتر شہداء کربلا کے مزار شریف پر حاضری کی سعادت حاصل ہوئی۔

(۶۹) حضرت محمد طاہر رضی اللہ عنہ کے مزار پر انوار کی زیارت کی خیال رہے یہ حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کے بیٹے ہیں۔

(۷۰) حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کی قبر شریف پر حاضری دی، خیال رہے کہ یہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے نمائندہ تھے جو کوفہ والوں کے حالات کا معائنہ کرنے گئے تھے اور ابن زیاد کے سپاہیوں نے ان کو شہید کر دیا تھا۔

(۷۱) حضرت ہانی بن عروہ رضی اللہ عنہا کے مزار شریف پر حاضری نصیب ہوئی۔

(۷۲) حضرت ایوب نبی علیہ السلام کی زوجہ مبارکہ کی قبر شریف پر حاضری دی۔

(۷۳) حضرت رابعہ بصری رضی اللہ عنہا کا مزار مبارکہ دیکھا، خیال رہے کہ آپ عورتوں میں بہت کامل ولیہ تھیں۔

(۷۴) مشہور بادشاہ ہارون رشید کی بیوی ملکہ زبیدہ کا مزار مبارکہ دیکھا، خیال رہے کہ یہ وہی نیک خاتون ہیں جن کو یہ سعادت ملی تھیں کہ انھوں نے نہر زبیدہ بنوائی، اور جن کو حضرت بہلول دانا رضی اللہ عنہ نے جنت کی خوش خبری دی تھی، رضی اللہ عنہا۔

(۷۵) حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ کے مزار مقدس پر جانا نصیب ہوا۔

(۷۶) حضرت محمد ابن سیرین رضی اللہ عنہ کے مزار شریف پر حاضری دی، یہ مشہور محدث ہیں تابعی ہیں ان کا مزار پر انوار بصرہ میں ہے۔

(۷۷) حضرت خواجہ عثمان ہارونی رضی اللہ عنہ کے مزار مبارکہ پر حاضری دی، ان کا مزار شریف مِنیٰ میں ہے، بہت کامل برزگ تھے۔

(۷۸) حضرت عبدالرحیم برائی رضی اللہ عنہ کے مزار مقدسہ پر حاضری دی یہ بھی بہت کامل بزرگ تھے۔

(۷۹) حضرت امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ کے مزار پر انوار کی زیارت کی۔

(۸۰) حضرت جواد رضی اللہ عنہ کی قبر شریف کا دیدار نصیب ہوا خیال رہے یہ حضرت امام

رضا رضی اللہ عنہ کے بیٹے تھے۔

(۸۱) حضرت امام ابوحنیفہ امام اعظم رضی اللہ عنہ کے مزار مقدسہ پر حاضری دی۔

(۸۲) حضرت امام ابو یوسف رضی اللہ عنہ کے مزار پر انوار پر حاضر ہوئے۔

(۸۳) حضرت امام محمد رضی اللہ عنہ کا مزار مبارکہ دیکھا۔

(۸۴) حضرت شیخ شبلی رضی اللہ عنہ کے مزار شریفہ کی حاضری نصیب ہوئی۔

(۸۵) حضرت شیخ سراج الدین رضی اللہ عنہ کی قبر شریف پر حاضری دی، خیال رہے کہ ان کی یہ شان ہے کہ یہ حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے استاد ہیں۔

(۸۶) وہ مقام دیکھا جس پر صحابہ کرام نے اپنے برتن توڑے تھے، جب شراب کے حرام ہونے کی آیت نازل ہوئی تھی۔

(۸۷) وہ پتھر دیکھا جس کو حضور علیہ السلام نے کسی وجہ سے نچوڑا تھا اس سے پانی نکلا تھا۔ اس کی شکل اب بھی اسی طرح ہے۔

(۸۸) وہ مقام دیکھا جہاں حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کی پرورش فرمائی گئی تھی، خیال رہے کہ حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کے صاحبزادے تھے۔

(۸۹) خیبر کا مقام دیکھا جس کا ذکر کتب احادیث میں کثرت سے ہے۔

(۹۰) چشمہ علی دیکھا جہاں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مرحب کافر کے قتل کے بعد بطور شکرانہ دو نفل پڑھے تھے۔

(۹۱) قلعہ خیبر دیکھا۔

(۹۲) وادی صہباء دیکھی یہ وہ علاقہ ہے جہاں معجزہ رد شمس ہوا تھا۔

(۹۳) وہ مقام دیکھا جہاں حضرت آدم علیہ السلام عبادت کرتے تھے۔

(۹۴) وہ مقام دیکھا جہاں حضور علیہ السلام قیام فرمایا کرتے تھے۔

(۹۵) جبل رحمت بھی دیکھا۔

(۹۶) وہ مقام دیکھا جس پر حضرت آدم علیہ السلام کی نسیانی اداء کی توبہ قبول فرمائی گئی۔

(۹۷) وہ مقام دیکھا جہاں بیعت عقبہ کی گئی۔

(۹۸) وہ مقام دیکھا جس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ایمان لانے کا واقعہ ہوا تھا۔

(۹۹) حضرت سیدہ خدیجہ الکبری رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا مکان شریف دیکھا آپ حضور علیہ السلام کی زوجہ مبارکہ ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔

(۱۰۰) وہ مقام دیکھا جہاں حضرت علی رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے تھے۔

(۱۰۱) وہ مسجد دیکھی جہاں جنات نے حضور علیہ الصلوۃ والسلام پر ایمان لایا تھا۔

(۱۰۲) وادی محصب دیکھی یہ وہ جگہ ہے جہاں حضور علیہ السلام دوران سفر گزرتے تھے اور آرام بھی فرماتے تھے۔(کمافی البخاری)

(۱۰۳) مقام شق الصدر دیکھا، یہ وہ جگہ ہے جہاں حضور علیہ السلام کے سینہ مبارک کو بحکم الٰہی حضرت جبریل علیہ السلام نے کھولا تھا، اور اس میں معرفت وانوار الٰہیہ بحکم و ہدایت باری تعالیٰ رکھے تھے۔

(۱۰۴) وہ مقام دیکھا جس جگہ حضور اکرم ﷺ آرام فرماتے تھے۔

(۱۰۵) غار حراء دیکھی، یہ وہی غار ہے جہاں قرآن کے نزول سے قبل حضور علیہ الصلوۃ والسلام عبادات واعتکاف فرماتے تھے، قرآن کے نزول کی ابتداء بھی اسی مقام سے ہوئی۔(کما فی البخاری)

(۱۰۶) مقام معجزہ شق القمر دیکھا، یہ وہ جگہ ہے جہاں یہ معجزہ رونما ہوا تھا کہ حضور علیہ السلام نے انگلی مبارک سے اشارہ فرمایا تو چاند دو ٹکڑے ہو گیا تھا۔

(۱۰۷) جبل ثور دیکھا۔

(۱۰۸) غار ثور دیکھی، یہ وہی پہاڑ ہے جس پر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ حضور علیہ السلام کو کندھے پر سوار کر کے غار تک لے گئے تھے، اور یہ غار وہی ہے جس میں حضور علیہ السلام کے آرام کی خاطر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اپنے آپ کو سانپ سے کٹوایا تھا۔(کما فی الروایات)

(۱۰۹) بیت اللحم دیکھا، اس مقام پر ایک بہت بڑا اور پرانا گرجا گھر ہے اس علاقہ میں عیسی علیہ السلام کی ولادت شریف ہوئی، اسی علاقہ میں حضرت یوسف علیہ السلام کی

والدہ ماجدہ کی قبر شریف ہے۔

(۱۱۰) نخلہ والدہ عیسیٰ علیہ السلام دیکھا، یہ وہ مقام ہے جس جگہ وہ درخت ہے جس کی کھجوریں حضرت مریم پر برسائی گئی تھیں، اور یہ درخت سوکھا تھا ان کے ہاتھ لگانے سے فوراً ہرا بھی ہوا اور پھل دار ہو گیا تھا۔ (کما فی القرآن و تفاسیرہ)

(۱۱۱) شہر خلیل الرحمٰن دیکھا۔

(۱۱۲) بیت المقدس شریف دیکھا۔

(۱۱۳) مسجد اقصیٰ دیکھی۔

(۱۱۴) حضرت مریم رضی اللہ عنہا کا مقام پرورش دیکھا، یہ وہ مقام ہے جہاں ان کو علیحدہ کر کے پالا پوسا گیا تھا۔ (کما فی التفاسیر)

(۱۱۵) محراب زکریا دیکھا، یہ وہ مقام ہے جہاں حضرت زکریا علیہ السلام عبادت فرماتے تھے اسی مقام پر آپ حضرت یحییٰ علیہ السلام کے لئے دعا مانگتے تھے، اسی مقام پر جنتی پھل آیا کرتے تھے۔ (کما فی القرآن و تفاسیرہ)

(۱۱۶) مسجد حرام، اور مسجد خندق بھی دیکھی۔

(۱۱۷) بیر بضاعۃ بھی دیکھا، اس کنویں کا ذکر احادیث میں موجود ہے۔

(۱۱۸) جنت البقیع قبرستان دیکھا، اس قبرستان میں نہایت اولوالعزم ہستیاں مدفون ہیں۔

(۱۱۹) مشہور غار غار سلع دیکھی۔

(۱۲۰) مشہور مقام ثنیۃ الوداع دیکھا جہاں بچیوں نے ایک مشہور نظم پڑھی تھی۔

(۱۲۱) وہ مقام دیکھا جہاں نبی پاک ﷺ کا دانت مبارک شہید ہوا تھا۔

(۱۲۲) وہ مسجد دیکھی جس سے معجزہ رد شمس ہوا یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ کی نماز عصر قضاء ہوئی تھی بایں وجہ کہ ان کی گود میں حضور علیہ السلام کا سر انور شریف تھا انھوں نے حضور علیہ السلام کو جگانا مناسب نہ سمجھا کہ بے ادبی تھی نماز قضاء ہوئی وہ روئے حضور علیہ السلام پر انکے آنسو گرے تو سرکار علیہ السلام نے باری تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کی اے اللہ علی تیری اور تیرے رسول کی فرمانبرداری میں تھا سورج کو واپس کر، تو

سورج واپس پلٹایا گیا انھوں نے نماز پڑھی کما فی لحدیث اللھم ان علینا فی طاعتك وطاعة رسولك فاردد علیه الشمس او کما قال۔

(۴۲) وہ کنواں دیکھا جس کا پانی حضور علیہ السلام کو بہت پسند تھا اور رغبت سے نوش فرماتے تھے۔

(۴۳) وہ مسجد دیکھی جہاں بنی نجار کی بچیوں نے گنگنایا اور دف بجایا تھا۔

(۴۴) وہ مبارک جگہ دیکھی جہاں سرکار ﷺ تہجد ادا فرماتے تھے۔

(۴۵) بدر کا میدان دیکھا۔

(۴۶) وہ مقام دیکھا جہاں حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے اسلام کی بقاء کیلئے دُعا فرمائی تھی۔

(۴۷) گنج شہیداں دیکھا جہاں تیرہ صحابہ کی شہادت ہوئی تھی۔

(۴۸) وہ مقام دیکھا جہاں حضور علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ کل ابو جہل وغیرہ یہاں مرے ہوئے پڑے ہوں گے کمافی البخاری۔

(۴۹) وہ باغ دیکھا جو حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی ملکیت تھا، جس کے بعض درخت خود سرکار ﷺ نے اپنے ہاتھ مبارک سے لگائے تھے۔

(۵۰) وہ مکان دیکھی جو حضور ﷺ نے احد کے موقع پر حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ کو عطا فرمائی تھی۔

(۵۱) حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کے گھر مبارک کا تالا بھی دیکھا۔

(۵۲) مسجد نجران دیکھی، یہ اس مقام پر ہے جہاں آیت مباہلہ کے بعد حضور علیہ الصلوۃ والسلام حضرت علی وحضرت فاطمہ اور دو شاہزادوں سمیت تشریف فرما ہوئے تھے رضی اللہ عنہم ﷺ۔

(۵۳) مسجد اجابت دیکھی، یہ وہ مسجد ہے جہاں حضور ﷺ نے تین دعائیں فرمائیں تھیں، کہ مولیٰ کافر میری قوم ختم نہ کرسکیں اور ان پر آسمانی عذاب نہ بھیجنا اور یہ آپس میں لڑنے نہ پائیں، پہلی دو، دعاؤں کو قبول فرمایا گیا اور آخری دعا سے سرکار کو منع فرمایا گیا کہ یہ دعا نہ کریں کیونکہ فیصلہ الٰہی یہ ہے کہ یہ تو انکے مقدر میں مکتوب ہے لہٰذا

بدل نہیں سکتا۔

(۳۶) مسجد قباء دیکھی۔

(۳۷) اریس کا کنواں دیکھا، خیال رہے یہ وہی کنواں ہے جس میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی انگوٹھی مبارک گر گئی تھی۔

مبرک ناقہ رسول کا دیدار کیا یہ وہ جگہ ہے جہاں حضور علیہ السلام اپنی اونٹنی بٹھاتے تھے۔

(۳۸) مسجد علی

(۳۹) مسجد ابی بکر صدیق

(۴۰) مسجد سلمان فارسی

(۴۱) مسجد عمر

(۴۲) مسجد بنی فتح اور

(۴۳) مسجد قبلتین دیکھیں

جبل احد دیکھا، یہ وہی پہاڑ ہے جس کے متعلق حدیث ہے کہ احد ہم سے محبت کرتا ہے ہم بھی اس سے محبت رکھتے ہیں۔

بئر رومہ، خیال رہے یہ وہی کنواں ہے جس کے خریدنے پر حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خوش خبری دی گئی کہ وہ جنتی ہیں، آپ نے یہ کنواں ایک یہودی سے خریدا تھا، اور مسلمانوں کے لیے فی سبیل اللہ وقف فرمایا دیا تھا۔

(۴۶) مسجد غمامہ

(۴۷) مسجد فاطمہ اور

(۴۸) مسجد ہلال بھی دیکھی۔

(۴۹) جبل سلع بھی دیکھا۔

(۵۰) حضرت سفیان بن حارث رضی اللہ عنہ کی قبر شریف کا دیدار کیا۔

حضرت نافع جو مولیٰ ابن عمر ہیں انکی قبر شریف پر حاضری دی رضی اللہ عنہما

(۵۲) حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ شریف کے مزار مبارک پر حاضر ہوئے۔

(۱۵۳) حضرت عکاشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر شریف پر حاضری کی سعادت نصیب ہوئی۔

(۱۵۴) حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کے مزار پر حاضری دی خیال رہے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے ہیں۔

(۱۵۵) حضرت خذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ کی قبر شریف پر حاضری دی،

(۱۵۶) حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کی قبر شریف پر حاضر ہوئے۔

(۱۵۷) حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے مزار اقدس پر حاضری دی۔

(۱۵۸) حضرت عبداللہ بن جحش جو کہ صحابی رسول ہیں کے مزار پر حاضری نصیب ہوئی۔

(۱۵۹) حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے مزار پر انوار کی زیارت کی۔

(۱۶۰) حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے مزار اقدس پر حاضر ہوئے۔

(۱۶۱) حضرت علی اکبر رضی اللہ عنہ کی قبر شریف دیکھی۔

(۱۶۲) حضرت علی اصغر رضی اللہ عنہ کے مزار مبارک پر حاضر ہوئے۔

(۱۶۳) حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کا مزار شریف دیکھا۔

(۱۶۴) حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کے مزار شریف پر حاضری دی۔

(۱۶۵) حضرت امام باقر رضی اللہ عنہ کے مزار پر انوار کی زیارت کی۔

(۱۶۶) حضرت اسماعیل رضی اللہ عنہ کے مزار کا دیدار نصیب ہوا یہ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے بیٹے تھے۔(سفر نامہ ص 42 تا 287 مطبوعہ نعیمی کتب خانہ گجرات پاکستان)

(۱۶۷) حضرت امام رضا رضی اللہ عنہ کے مزار شریف پر حاضری دی۔

(۱۶۸) حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے مزار پر انوار کی زیارت کی۔

(۱۶۹) حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا جو کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی دائی مبارکہ تھیں ان کے مزار شریف پر حاضری دی۔

(۱۷۰) حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے مزار مبارک پر حاضر ہوئے آپ حضور علیہ السلام کی صاحبزادی ہیں۔

(۱۷۱) حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کے مزار پاک کا دیدار کیا، یہ بھی حضور علیہ الصلوۃ والسلام

کی صاحبزادی ہیں۔

۱۷۲ تمام ازواج مطہرات کے مزارت پر حاضر ہوئے۔ (رضی اللہ عنہم اجمعین)

۱۷۳ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی والدہ ماجدہ حضرت فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہا کے مزار شریف کی زیارت نصیب ہوئی۔

۱۷۴ حضرت عاتکہ رضی اللہ عنہا کے مزار مبارک پر حاضری دی۔

۱۷۵ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے مزار مبارک پر حاضر ہوئے۔

۱۷۶ حضرت ام بنین رضی اللہ عنہ کے مزار مبارک پر حاضری نصیب ہوئی، خیال رہے یہ تینوں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پھوپھیاں ہیں۔

۱۷۷ حضرت اسحاق پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زوجہ مبارکہ کے مزار شریف کی حاضری نصیب ہوئی۔

۱۷۸ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے مزار پر انوار پر حاضر ہوئے خیال رہے یہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی بہن تھیں۔

۱۷۹ حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کے مزار شریف پر حاضری نصیب ہوئی خیال رہے کہ یہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی بیٹی ہیں۔

۱۸۰ حضرت سکینہ رضی اللہ عنہا کا مزار پر انوار دیکھا خیال رہے یہ بھی حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی بیٹی ہیں۔

۱۸۱ مقام عبادت داؤد، دیکھا یہ وہ جگہ ہے جہاں حضرت داؤد علیہ السلام عبادت فرماتے تھے۔

۱۸۲ مقام امامت سرکار صلی اللہ علیہ وسلم دیکھا، یہ وہ مقام ہے جس میں معراج کی شب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انبیاء کرام کی امامت فرمائی تھی، جیسا کہ حدیث میں ہے۔

۱۸۳ قید خانہ جنات دیکھا اس مقام کا نام صخرہ ہے، غالباً سرکش جنات کو اس جگہ قید کر دیا جاتا تھا۔

۱۸۴ وہ صحن دیکھا جو حضرت بلقیس رضی اللہ عنہا کے لئے حضرت سلمان علیہ السلام نے شیشے کا بنوایا تھا، جس وقت ان کا امتحان لینا مقصود تھا، تفصیل تفاسیر میں ملاحظہ کرو۔

۱۸۷ وہ مقام دیکھا جہاں حضرت سلمان علیہ السلام کی وفات شریف ہوئی تھی، اور آپ عصاء کے سہارے کافی عرصہ کھڑے رہے۔ (کما فی القرآن و تفاسیر ہ)

۱۸۸ وہ مقام دیکھا جہاں حضور ﷺ کی سواری باندھی گئی تھی، جب حضور ﷺ معراج کے موقعہ پر اس سواری سے تھوڑی دیر کے لیے اترے تھے، یہ براق تھا۔ جو ایک کنڈے سے حضرت جبریل نے باندھا تھا۔

۱۸۹ وہ قید خانہ دیکھا جہاں واقعہ کربلا کے بعد یزیدیوں نے افراد اہل بیت کرام کو قید کیا تھا۔

۱۸۸ وہ جگہ دیکھی جہاں حضرت ہابیل رضی اللہ عنہ کو قتل کیا گیا تھا حضرت ہابیل حضرت آدم علیہ السلام کے بیٹے تھے، ان کو دوسرے بھائی نے قتل کر دیا تھا، اس کا نام قابیل تھا، تفصیل تفسیروں میں ملاحظہ کریں۔

۱۸۹ دریائے دجلہ دیکھا۔

۱۹۰ جسر الائمہ دیکھا، خیال رہے کہ اس پل کو جسر الائمہ اس وجہ سے کہا جاتا ہے کہ ایک کنارے پر حضرت امام اعظم علیہ الرحمۃ کا مزار مقدس ہے اور دوسرے کنارے حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ کا مزار پر انوار ہے، اب یہ دریا کے پانی میں ڈوب گیا ہے۔

۱۹۱ شہادت علی دیکھی یہ وہ مقام ہے جہاں حضرت علی رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تھے۔

وہ مقام دیکھا جہاں چار مصلے تھے، یہ اصل میں چار محراب ہیں ان کو چار مصلے کہا جاتا ہے۔ ایک کو مصلیٰ جبرائیل کہتے ہیں، دوسرے کو مصلیٰ آدم اور تیسرے کو مصلیٰ امام زین العابدین جبکہ چوتھے کو مصلی خضر کہا جاتا ہے۔ (رضی اللہ عنہم، علیہ السلام) یہاں کے لوگوں میں عجیب روایات مشہور ہیں، مثلاً یہ کہ شمر نے پوچھا کہ اے علی میرے سر کے کتنے بال سفید ہیں تو آپ نے جواب دیا کیس ہیں ہر ایک کے نیچے کفر اور منافقت ہے، ایک آدمی نے پوچھا اے علی بتاؤ جبریل اس وقت کدھر ہے آپ نے چاروں طرف دیکھا پھر اس کو جواب دیا تو ہی جبریل ہے کہ چاروں طرف مجھے نظر نہیں آرہا۔ وغیرہ۔

۱۹۲ تنورِ نوح دیکھا، یہ وہ مقام ہے جہاں سے طوفان نوح کی ابتداء ہوئی تھی، پانی ابلنا شروع ہوا، پھر آسمان نے بھی برسایا، سارا کچھ غرق ہو گیا، وہی بچے جو کشتی میں آ گئے تھے۔

۱۹۳ وہ مقام دیکھا جہاں مچھلی نے حضرت یونس علیہ السلام کو اُگلا تھا۔

۱۹۴ نمرود کا تخت بھی دیکھا جس پر وہ بیٹھ کر خدائی کے دعوے کرتا تھا، لعنۃ اللہ علیہ

۱۹۵ محل کسریٰ بھی دیکھا خیال رہے کہ یہ وہی محل ہے جس کے چودہ کنگرے گر گئے تھے، جب حضور علیہ السلام کی ولادت شریف ہوئی تھی۔

۱۹۶ حضرت معروف کرخی رضی اللہ عنہ کا مزار مبارک دیکھا۔

۱۹۷ حضرت جنید بغدادی رضی اللہ عنہ کے مزار پر انوار پر حاضری دی، خیال رہے کہ یہ بزرگ حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے پیرو مرشد ہیں، وہی ہیں جن کو سادات کے ادب کی وجہ سے مقام ولایت ملا تھا۔

۱۹۸ حضرت بہلول دانا رضی اللہ عنہ کے مزار مبارک کا دیدار نصیب ہوا یہ وہی بزرگ ہیں کہ ملکہ زبیدہ کو جنت فروخت کی تھی۔ (کما فی التواریخ)

۱۹۹ حضرت شیخ بہاؤ الدین نقشبندی رضی اللہ عنہ کے مزار پر حاضری نصیب ہوئی، یہ بزرگ سلسلہ نقشبندیہ کے ستون ہیں۔

۲۰۰ حضرت امام مالک رضی اللہ عنہ کا مزار مبارک دیکھا۔ آپ نے ہرات کا علاقہ دیکھا یہ وہی علاقہ ہے جہاں لیلیٰ مجنوں نے زندگی بسر کی تھی۔

(سفرنامہ ص 11 تا ص 236، ص 237 تا ص 384 مطبوعہ نعیمی کتب خانہ گجرات پاکستان)

جن ممالک و بلاد کا نظارہ و سیاحت کی ان کا جامع حال یہ ہے۔

۱ آپ علیہ الرحمۃ نے پاکستان کی سیر و سیاحت کی۔

۲ ایران کو دیکھا۔

۳ عراق کی سیر فرمائی۔

۴ حجاز کے علاقہ کی سیر کی۔

۵۶ کویت دیکھا۔

۵۷ مکہ مکرمہ شریف کی سیر وسیاحت کی۔

۵۸ مدینہ منورہ شریف دیکھا۔

۵۹ بیت المقدس شریف کی سیر کی۔

۶۰ ملتان دیکھا۔

۶۱ تہران کی سیر کی۔

۶۲ میر جاوا کی سیاحت کی۔

۶۳ نجف میں گئے۔

۶۴ بصرہ کی سیر کی۔

۶۵ منی اور حج کے متعلقہ تمام مقامات مقدسہ دیکھے۔

۶۶ کربلا کی سیر وسیاحت کی۔

۶۷ میدان بدر کی سیر فرمائی۔

۶۸ زاہدان شہر دیکھا۔

۶۹ لاہور کا نظارہ کیا۔

۷۰ انڈیا کے شہر بھی دیکھے۔ بلکہ آپ کا آبائی وطن ہی انڈیا تھا، پاکستان میں تو انیس 1927ء میں تشریف فرما ہوئے تھے۔

۷۱ بغداد شریف کی سیر وسیاحت کی وغیرہ وغیرہ۔ (سفرنامہ ص 11 تا آخر کتاب، ملخصا)

حضرات کرام!

آپ نے مطالعہ کیا کہ حضرت حکیم الامت علیہ الرحمۃ نے کتنی زیادہ جگہ دیکھی ہیں کتنے ممالک کا دورہ کیا، کتنے شہروں کی سیر وسیاحت فرمائی، یہ سارا کچھ حکمت شرعیہ کے تحت تھا، اور آیت مبارکہ سیروا فی الارض زمین کی سیر کرو اور اجڑے ہوئے لوگوں کے دیار دیکھوتا کہ تمہارے ذہن میں یہ تصور پختہ سے پختہ تر ہو جائے کہ ان امتوں کے سے کرتوت تو ہمارے بھی ہیں مگر محبوب کریم ﷺ کی برکت ہے کہ تمہیں معافی ملی ہوئی ہے تمہارے چہرے مسخ نہیں

ہوتے، تم پر آسمانی عذاب نہیں آتا، یہ سب مشکل کشا ءذات کی مشکل کشائی کا صدقہ ہے وما کان اللہ لیعذبھم وانت فیھم حضرت حکیم الامت علیہ الرحمۃ ہر معروف ومقدس مقام پر حاضر ہوتے رہے غور کرلیں کہ ان پر ہر بزرگ وبرتر ہستی کا کتنا رنگ چڑھا ہوگا۔

کیسی کیسی انوار وتجلیاں ہوئی ہوں گی؟ ان رحمۃ اللہ قریب من المحسنین○

نتیجہ بحث:

1. حکیم الامت علیہ الرحمۃ نے بہت سیر وسیاحت کی۔
2. آپ نے ہر مقام مقدسہ پر حاضری دی۔
3. آپ نے ہر مقام مقدسہ پر فاتحہ خوانی کی اپنے اور اپنے چاہنے والوں کے حق میں دعائیں کیں۔
4. آپ کو بہت زیادہ علمی اور روحانی فیض ملا
5. آپ کی تمام سیر وسیاحت حکمت شرعیہ کے تحت تھی۔

باب ۱۱

حکیم الامت بطور پیرو مرشد

1. پیرو مرشد کا مفہوم و معنی
2. بیعت کا مفہوم
3. بیعت کی شرعی حیثیت
4. پیرو مرشد کی شرائط
5. بیعت پر چند اعتراضات
6. نتیجہ بحث

باب ۱۱

حکیم الامت بطورِ پیر و مرشد

(1) پیر و مرشد کا مفہوم و معنی

(2) بیعت کا مفہوم

(3) بیعت کی شرعی حیثیت

(4) پیر و مرشد کی شرائط

(5) بیعت پر چند اعتراضات

(6) نتیجہ بحث

پیرومرشد کا مفہوم ومعنی:

پیرومرشد کا مفہوم یہ ہے کہ کسی جامع الصفات اور قابل شخص کو اپنا مذہبی راہ نما جان کر اس کے ہاتھ پر بیعت کرنا، بیعت کرنے والے کو مرید اور جس کی بیعت کی جائے اس کو پیرومرشد یا شیخ کہا جاتا ہے بیعت دراصل اقرار اور عہد و پیان ہے جو مرشد کے ہاتھ پر کیا جاتا ہے مرشد رشدؓ سے ہے بمعنی ہدایت ورشد کرنے والا۔

بیعت کا مفہوم:

بیعت کا لفظ بیع (ب ی ع) سے بنا ہے جس کا معنی ہے بکنا، فروخت ہو جانا، مرید بھی چونکہ اپنے پیر کے ہاتھ بک گیا لہذا یہ عمل بیعت کہلایا، اصطلاح میں اس سے مراد یہ ہے کہ کوئی شخص کسی قابل آدمی کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ دے اور اس کے بتائے ہوئے احکام وظائف کا پابند ہو جائے اپنی مرضی گویا فروخت کر دے۔ (اسرار الاحکام ص 50 ملخصاً وموضحاً، مطبوعہ قادری پبلشرز لاہور)

بیعت کی شرعی حیثیت:

چند آیات واحادیث ملاحظہ ہوں۔

ان الذین یبایعونک انما یبایعون اللہ یداللہ فوق ایدیھم O (فتح 48، 10)	جو لوگ آپکی بیعت کرتے ہیں وہ اللہ ہی سے بیعت کرتے ہیں اللہ کا دست قدرت ان بیعت کرنے والوں کے ہاتھوں پر ہے۔
یریدون وجہ اللہ واولیٰک ھم المفلحون (الروم 30. 38)	وہ لوگ اللہ کی رضا چاہتے ہیں یہی لوگ فلاح والے ہیں۔
یوم ندعوا کل اناس با مامحصم O	ہم بروز قیامت ہر آدمی کو اسکے امام کے ساتھ بلائیں گے۔

ان آیات سے واضح ہے کہ بیعت کرنا چاہیے صحابہ کرام بھی کرتے تھے ان کا عمل باری تعالیٰ کو پسند تھا۔

حدیث مبارک:

وعن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ قال اتیت النبی ﷺ فقلت ابسط یمینك فلا بایعك فبسط یمینہ فقبضت یدی، فقال مالك یاعمرو، قلت اردت ان اشترط قال تشترط ماذاقلت ان یغفرلی قال اماعلمت یا عمران الاسلام لیھدم کان قبلہ وان الھجرۃ تھدم ما کان قبلھا وان الحج لیھدم ما کان قبلہ ٥
(مراۃ شرح مشکوٰۃ ص56 ج1، مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ گجرات پاکستان)

حضرت عمر بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت سے فرماتے ہیں کہ میں حضور علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا عرض کیا کہ اپنا ہاتھ بڑھائیے تاکہ میں آپکی بیعت کرلوں، آپ نے اپنا ہاتھ بڑھایا، میں نے اپنا ہاتھ سمیٹ لیا، تو آپ نے فرمایا اے عمر یہ کیا؟ میں نے عرض کیا کچھ شرط لگانا چاہتا ہوں، فرمایا کیا شرط؟ عرض کیا میری بخشش ہو جائے، فرمایا اے عمر کیا تجھے خبر نہیں کہ اسلام پچھلے گناہ ڈھا دیتا ہے، ہجرت بھی پچھلے گناہ ڈھا دیتی ہے، حج بھی پچھلے گناہ ڈھا دیتا ہے۔

مولانا روم علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ پیر لازمی بناؤ کیونکہ راستہ خطرے والا ہے اس کے بناء خطرات وآفات ہوں گی۔

پیر راہ بگزیں کہ بے پیر ایں سفر
ہست بس پر آفت و خوف و خطر

قصیدہ بردہ شریف کی شرح خرپوتی میں ہے کہ جس آدمی کا پیر نہیں شیطان اس کا پیر ہے مسلم شریف کی ایک حدیث کا مفہوم ہے کہ جس آدمی کے گلے میں بیعت کی رسی نہ ہو وہ اسی حالت میں مرے تو وہ جاہلیت کے زمانے کی موت مرا۔

(شان حبیب الرحمٰن من آیات القرآن ص 226 ملخصا، موضحا، مطبوعہ نعیمی کتب خانہ گجرات پاکستان)

مزید تفصیل کے لیے فتاویٰ افریقہ ملاحظہ کریں۔

خلاصہ یہ ہوا کہ بیعت کرنا ضروری ہے بلا وجہ شرعی بے مہار رہنا فضول ومکروہ ہے۔

پیر و مرشد کی شرائط:

پیر و مرشد میں چار شرائط ضروری ہیں جیسے نماز کے لئے وضو ضروری ۔ ورنہ وہ پیر و مرشد ہونے کے قطعاً قابل ولائق نہ ہوگا۔

ایک یہ کہ صحیح العقیدہ ہو، کیونکہ بدعقیدہ گمراہ ہوتا ہے گمراہ کیسے ہدایت دے؟ سویا ہوا سوئے کو کیسے جگائے گا؟

دوسرے یہ کہ عالم ہو کیونکہ جاہل دوسروں کا محتاج ہے شرع کا علم ہوگا تو شرعی احکام پر عمل کرنا ممکن ہوگا علم اصل ہے اور عمل فرع، لہٰذا پیر و مرشد بقدر ضرورت عربی علوم کا ماہر ہو اور مسائل عربی کتب سے اخذ کرسکتا ہو۔

تیسرے یہ کہ بدکردار اور فاسق و فاجر نہ ہو بلکہ پرہیز گار اور متقی ہو، کیونکہ گندہ اور بدکردار آدمی اس پاکیزہ منصب کے ہرگز لائق نہیں، جاہل اور خونی ڈاکٹر سے اچھے اور سنجیدہ علاج کی توقع کرنا اونٹ کو رکشہ میں بٹھانے کے مترادف ہے۔

چوتھے یہ کہ پیر و مرشد کا شجرہ بیعت صحیح ہو یعنی اس نے جس کی بیعت کی ہوئی وہ خود بھی بیعت والا ہو اس طرح کرتے کرتے شجرہ طریقت رسول اللہ ﷺ تک پہنچے درمیان میں کسی جگہ بھی انقطاع نہ ہو، تو ان شرائط کا حاصل چار چیزیں ہوئیں۔

1. علم دین
2. تقویٰ
3. درستگی عقائد اور
4. متصل السند ہونا۔

اگر کسی شخص میں ایک بھی شرط مفقود غیر موجود ہے تو وہ ہرگز مرشد نہ بناؤ، کھوٹا سکہ اور پھٹا ہوا کاغذ بے وقعت ہوتا ہے۔

خیال رہے کہ عورت کو پیر و مرشد بنانا منع ہے اور پیر کے لئے عورتوں کو بلا حجاب سامنے آنا بھی گناہ ہے محرم کے احکام جدا ہیں۔

(شان حبیب الرحمان من آیات القرآن ص 226 ملخصاً موضحاً مطبوعہ نعیمی کتب خانہ)

بیعت پر چند اعتراضات مع جوابات

سوال:

پیر کی کیا ضرورت ہے کیا ہدایت کے لئے نبی کافی نہیں؟

جواب:

جیسے خدا تک پہنچنے کے لئے نبی کی ضرورت ہے ایسے ہی رسول تک پہنچنے کے لئے پیر کی حاجت ہے، کتے کے گلے میں مرشد کا پٹہ چاہیے، نفس کتا ہے، اس کو آزاد نہ رہنے دو، اس کے گلے میں زنجیر ڈال کر کسی کے حوالے کر دو، زنجیر میں کڑیاں ہوتی ہیں، آخری کڑی پٹہ میں اور پہلی کڑی مالک کے ہاتھ میں، شجرہ مشائخ اس زنجیر کی کڑیاں ہیں جس کی پہلی کڑی حضور علیہ السلام کے مبارک ہاتھ میں ہے اور آخری کڑی ہمارے نفس میں۔ جو کوئی شمع سے دور ہوا، اس کو چاہیے آئینوں کے سامنے بیٹھے جس سے نور چھن چھن کر آ رہا ہو، مشائخ کے سینے شفاف آئینے ہیں، اور جمال پاک جناب مصطفیٰ ﷺ مثل شمع ہے، جو کوئی بارش نہ پائے وہ تالاب سے پانی لے حضور علیہ السلام رحمت کی بارش ہیں اور مرشد تالاب، اپنے ایمان کی کھیتیاں ان سے سیراب کرو، مشائخ خاص مصیبت میں کام آتے ہیں دیکھو یعقوب علیہ السلام ملک کنعان میں تشریف فرما، یہاں ملک مصر میں حضرت یوسف علیہ السلام کی مدد فرمائی اس کا فائدہ یہ ہوا کہ حضرت یوسف علیہ السلام ارادہ گناہ تک سے محفوظ و معصوم رہے، حضرت نجم الدین کبریٰ علیہ الرحمۃ نے بوقت نزع میں امام رازی علیہ الرحمۃ کی مدد فرمائی، قرآن مجید میں ہے کہ ہم ہر ایک کو اس کے امام کے ساتھ بلائیں گے، یوم ندعوا کل اناس بامامھم تو سوچو جس کا پیر و امام سرے سے ہو ہی نہ تو وہ کس کے ساتھ بلایا جائے گا؟ دل کا باقی جسم کے ساتھ تعلق رگوں کے ذریعہ سے ہے حضور ﷺ نے امت کو دو قسم کے فیض دیے ظاہری فیض اور باطنی، ظاہری فیض علماء کرام کے ذریعہ ملتا ہے کہ وہ شرع سکھاتے ہیں، اور باطنی فیض اولیاء اللہ کے ذریعہ ملتا ہے اگر رگیں کٹ جائیں تو جسم کی موت ہے اگر روحانی فیض و ولایت ختم ہو جائے تو ساری امت کی روحانی موت ہو جائے۔

پاور ہاؤس کا تمام شہر سے تعلق بجلی کی تار کے ذریعہ ہوتا ہے حضور علیہ السلام نور اور فیض کے مرکز اور پاور ہاؤس ہیں پیران عظام ومشائخ بجلی کی تاریں اور علماء کرام مثل کھمبوں کے اہم ہیں۔

آتشی شیشہ کی شعاعیں کپڑے کو جلا دیتی ہیں اگر بذریعہ سورج کپڑے پر پڑیں، ہمارے دلوں کی مثال کپڑے کی سی ہے حضور علیہ السلام سورج ہیں اور مرشد کامل آتشی شیشہ کی طرح ہے اگر یہ واسطہ درمیان میں نہ ہو تو کبھی بھی عشق ومحبت کی جلن اور تڑپ پیدا نہ ہو۔

سوال:

صحابہ کرام نے کسی کی بیعت کی، کیا وہ بھی کسی کے مرید تھے؟

جواب:

صحابہ کرام نے بہت سی بیعتیں کیں، جیسے اسلام کے قبول کے وقت کی بیعت، خاص معاہدوں کے وقت والی بیعت، مثلاً صلح حدیبیہ والی بیعت رضوان وغیرہ اسی طرح خلفاء الراشدین کے ہاتھوں پر بھی صحابہ نے بیعت کی، بے پیرا تو بے نورا ہے۔

سوال:

کیا ایک بیعت کی نہیں، صحابہ نے زیادہ کیوں کیں؟

جواب:

بیعت چند قسم کی ہوتی ہے، صحابہ کی پہلی بیعت اسلام کی بیعت تھی، پھر خاص مواقع پر کچھ مقاصد کے لئے انھوں نے بیعت کی، پھر خلفاء الراشدین کے ہاتھ کے ہاتھ پر بیعت کی، یہ آخری قسم کی بیعت دو طرح کی نوعیت والی تھی، بیعت سلطنت اور بیعت طریقت دونوں کو شامل ومتضمن تھی، خلفاء راشدین کے زمانہ تک ہر سلطان و بادشاہ بادشاہ وسلطان بھی ہوتا تھا ساتھ ساتھ پیر طریقت بھی تھا، کیونکہ یہ خلافت راشدہ تھی، ان کے بعد کے بادشاہ اس معیار کے نہ تھے، لہٰذا صرف سلطنت کی وفاداری والی بیعت باقی رہی جس کو حلف وفاداری کہا جاتا

ہے، مشائخ سے طریقت کی بیعت ہوتی ہے۔

سوال:

مرید نے کیا معنی ہیں یہ کس لفظ سے ہے اور بیعت کو بیعت کیوں کہاں جاتا ہے؟

جواب:

مرید ارادۃ سے بنا ہے معنی ہے قصد کرنا، ارادہ کرنا، لہذا مرید کے معنی ہوئے ارادہ کرنے والا، قصد کرنے والا، کس کا؟ اللہ کی رضا وخوشی کا، کس طرح، شیخ ومرشد کے بتائے ہوئے رستے وطریقہ کے ذریعے، مرید کا معنی قرآن کی اس آیت سے لیا گیا ہے، یریدون وجہ اللّٰہ و اولئک ھم المفلحون ○ یعنی وہ لوگ اللہ کی رضا چاہنے کا ارادہ کرتے ہیں یہی فلاح والے ہیں اور بیعت کو اس لئے بیعت کہا جاتا ہے کہ اس میں بیع وعقد کا معنی پایا جاتا ہے مرید اپنی مرضی کو شیخ کے سامنے گویا بیچ دیتا ہے اور اسکی مرضی خرید لیتا ہے۔

سوال:

مرید بننے کا مقصد کیا ہے اور مرید ہوتے وقت پیر کے ہاتھ میں ہاتھ کیوں دیا جاتا ہے؟

جواب:

اللہ تعالیٰ سے عہد کرنا کہ مولا میں تیرا فرمان بردار بنوں گا، اللہ تک ہماری رسائی نہیں، تو اس کے کسی نیک بندے کے ہاتھ پر یہ عہد کر لیتے ہیں، جیسے خدا کو سجدہ کرنا ہو تو کعبہ کے سامنے کر لیتے ہیں، کعبہ نماز کے لئے قبلہ ہے اور پیر ومرشد عہد وپیان کا قبلہ ہے۔ بادشاہ کے گورنر، وزیروں سے حلف وفاداری لیتے ہیں، سامنے تو گورنر ہے مگر حلف تو بادشاہ کے لئے ہے۔ اسی طرح ہمارے سامنے تو شیخ ومرشد ہوتا ہے مگر حلف عہد وپیان تو رب سے ہے۔ رب فرماتا ہے کہ صحابہ کے ہاتھ پر اللہ کا دست قدرت ہے ید اللّٰہ فوق ایدھم ○ اور عہد کے وقت ہاتھ ملانا رواج ہے لہذا ہاتھ میں ہاتھ دے دیا۔

سوال:

صوفیاء کرام قرآن کے ذریعے دم درود کیوں کرتے ہیں، اس سے تعویذ کیوں لکھتے

ہیں قرآن کا نزول تو احکام کے لئے ہے نہ کہ طبابت کیلئے؟

جواب:

نزول قرآن صرف احکام کے لئے نہیں اس کے بہت سے فائدے ہیں جیسے ثواب، تلاوت، نماز قرأت، کھانے پر بسم اللہ پڑھنا، چھینک وغیرہ پر الحمد اللہ پڑھنا، احکام شرعیہ جاری کرنا، غافل دل کو زندہ کرنا، تعویذ اور دعاؤں میں استعمال کرنا، رب فرماتا ہے کہ قرآن شفاء ہے اور مسلمانوں کے لئے رحمت ہے و ننزل من القرآن ما هو شفاء و رحمة للمومنین ○ اگر قرآن صرف احکام کے لئے ہوتا تو اس میں منسوخ آیات بھی نہ ہوتیں اور ذات وصفات باری تعالیٰ والی آیات بھی نہ ہوتیں، صرف احکام والی ہوتیں، جب ہم ظاہری اعضاء اور عبادت، اور دنیاوی چیزوں سے ہزارہا فوائد حاصل کر لیتے ہیں تو کیا کلام ربانی کی جامعیت و برکت ان سے تھوڑی ہے؟ بجلی سے، روشنی ہوا، خبر رسانی، ریڈیو، تار، ٹرین کی رفتار اور مشینوں کی حرکت وغیرہ جیسے فوائد حاصل ہوتے ہیں، اب بجلی سے علاج بھی ہوتے ہیں جب بجلی کے اتنے فائدے ہوئے جو کہ ''نار'' ہے تو سوچو قرآن کے کتنے فوائد ہونے چاہیں جو کہ ''نور'' ہے۔

سوال:

منہ کی سانس طبی قاعدے سے زہریلی ہوتی ہے اس سے پانی پر دم کرنا مضر ہے کیوں بیماری کا باعث ہے؟

جواب:

چلو آپ نے اتنا تو مان لیا کہ باہر کی جو ہوا جسم کے اندرونی حصہ سے مل آکر آئے مس کر کے واپس آئے اس میں بیماری پیدا کرنے کی قوت و تاثیر ہے۔ اتنا اور مان لو کہ جو ہوا اس زبان سے چھو کر آئے جس نے ابھی قرآن پڑھا تو اس میں تندرست کرنے کی قوت و تاثیر ہے۔

سوال:

جب قرآنی آیات نور ہیں تو ہر شخص ان کو پڑھ لیا کرے ان پر عمل کر لیا کرے اعمال اور وظائف میں اجازت کی اور علم دین میں استاد اور سند کی شرط و قید کیوں؟ عمل آگ کی مانند

تاثیر رکھتا ہے آگ کا جلانا اجازت پر منحصر وموقوف نہیں؟

جواب:

اعمال اور وظائف میں دو نور ہیں ایک الفاظ کا اور دوسرا عمل یا علم والے کا، عامل یا عالم کی زبان کا، الفاظ والا نور ثواب ہے اور عامل و عالم کا اثر فتح باب ہے یعنی دروازہ اثر کھولنے کا سبب ہے اور اجازت فتح باب کے لئے ضروری ہے یہ اثر حضور علیہ السلام کے بے مثل سینہ مبارک سے پاک سینوں کی طرف منتقل ہوتا ہے جیسے شمع کا نور شیشیوں کے ذریعہ چھن چھن کر، تلوار میں دھار اور وار دونوں ضروری ہیں بغیر طریقہ وار سیکھے ہوئے تیز دھار بھی بے کار ہے، اس وار کے لئے اجازت مرشد و عامل درکار ہے ضروری ہے، نہ کہ دھار کیلئے۔

سوال:

جب قرآن وحدیث نور اور شفاء ہوئے تو شیخ کی بیعت اور استاد کی شاگردی اور امام کی تقلید سب بے کار ہوئے؟

جواب:

دوا کا مرض کو ختم کرنا تب ہے جب ڈاکٹر کی تجویز سے ہو حکیم نبض دیکھنے اور دوا تجویز کرنے کی بڑی بڑی فیس لے لیتے ہیں، ایسے ہی پیر و مرشد دل کی بیماری کے لئے مثل ڈاکٹر کے ہیں، قرآن وحدیث دوا ہیں محدثین اور مفسرین حضرات روحانی عطار و پنسار کی مثل ہیں ان کے پاس دکان میں سب کچھ ہے لیکن طبیب کی تجویز کے بغیر مریض کو کچھ فائدہ نہیں ہوگا۔

(ماخوذ از اسرار الاحکام ص 47 تا ص 53 ملخصاً موضحاً، مطبوعہ قادری پبلشرز)

سوال:

دم درود سے آخر فائدہ کیا؟ نیز تعویذ کا فلسفہ کیا ہے؟

جواب:

جیسے بعض مخلوق کے نام میں تاثیر ہوتی ہے کسی کو اُلّو یا گدھا کہہ دو رنجیدہ ہو جائے گا، حضرت قبلہ اور شیر وغیرہ جیسے الفاظ سے خوش ہو جائے گا، حالانکہ یہ سب نام تو مخلوق ہی ہیں

مگر تاثیر والے ہیں ایسے ہی سمجھو کہ اللہ خالق ہے اس کے مختلف اسماء میں مختلف تاثیریں ہیں۔
مثلاً یا شافی کہو تو شفاء کی تاثیر ملے گی غفار میں بخشش اور مغفرت کی تاثیر ہے، وغیرہ وغیرہ
اب یہ مبارک نام پڑھو تب بھی تاثیر، لکھو تو بھی اثر اور کسی پر دم کر دو تو بھی تاثیر ہے، اگر پیاز کی
گانٹھ پاس ہو تو ''لُو'' کا اثر نہیں ہوتا، تو جس کے پاس رب کا نام ہو اس پر ''بلا'' کیوں اثر
کرے؟ ہم پر مصیبت ہمارے کرتوتوں کی وجہ سے آتی ہے جب رب کا نام گناہ کو دور کر دے گا
تو شفاء ہوگی امن ہوگا، دم درود کا فائدہ اس سے جان لو کہ، اگر ہوا چمن سے گزر کر آئے تو دماغ
کو معطر کر دیتی ہے گندگی سے گزر کر آئے دماغ سڑا دیتی ہے گندہ کر ڈالتی ہے، آگ سے ہو کر
آئے تو جھلسا دیتی ہے برف سے لگ کر آئے تو ٹھنڈک دیتی ہے، کوہ مری کی ہوا تب دق والوں
کو صحت وشفاء دیتی ہے، کیونکہ چیڑ کے درخت سے ٹکرا کر مریض کو لگتی ہے، تو جس زبان سے
اللہ کا ذکر کیا گیا ہو اس سے چھو کر جو ہوا نکلے وہ بیمار کو شفاء دے گی، صحابہ کرام حضور علیہ السلام
کے بال شریف اور کپڑے پانی میں ملا کر استعمال کرتے تھے، بیماروں کو پلاتے تھے، اور حضور
علیہ السلام خود بیماروں کے لئے رکھے ہوئے پانی کے برتن میں انگلیاں ڈال دیتے تھے تاکہ ان
کو شفاء ہو حضرت عیسیٰ علیہ السلام دم کے ذریعہ مردے زندہ کرتے تھے (القرآن) بلکہ وہ خود
پیدا بھی دم جبریل کے ذریعہ سے ہوئے۔ (اسرار الاحکام ص 52 قادری پبلشرز لاہور)

نوٹ:

حکیم الامت علیہ الرحمہ صدر الافاضل علیہ الرحمہ کے مرید تھے اور قادری سلسلہ کے
بزرگ تھے۔

نتیجہ بحث:

حکیم الامت علیہ الرحمۃ پیر کامل تھے کیونکہ طریقت وشریعت کا بیان کردہ معیار ان
میں موجود تھا۔

باب ۱۲

حکیم الامت بطور جامع المنقول والمعقول

1. جامع المعقول والمنقول کا مفہوم
2. منقولات کی امثلہ
3. حکیم الامت علیہ الرحمہ کے منقولات ومعقولات پر ایک نظر
4. نتیجہ بحث

باب ۱۲
حکیم الامت بطور جامع المنقول والمعقول

(1) جامع المعقول والمنقول کا مفہوم:
(2) منقولات کی امثلہ:
(3) حکیم الامت علیہ الرحمہ کے منقولات و معقولات پر ایک نظر:
(4) نتیجہ بحث:

جامع المنقول والمعقول کا مفہوم:

جامع جمعٌ سے ہے بمعنی اکٹھا کرنا، یکجا کر دینا، جمع کرنا، اور منقول نقلٌ سے ہے بمعنی نقل کرنا، لکھنا، اسی صورت پر رہنے دینا، وغیرہ اور معقول عَقلٌ سے ہے بمعنی روکنا، منع کرنا، باندھ دینا، اسی سے ہے عقال بمعنی وہ رسی جس سے جانور باندھتے ہیں، دیت کو بھی عقل اس لیے کہا جاتا ہے کہ اس کے ادا کرنے کا بوجھ اور خوف جرم سے باز رکھتا ہے، اصطلاح میں عقل وہ نور روحانی ہے جس سے باریک باتیں معلوم ہوتی ہیں۔ عقل کا خزانہ دل یا دماغ ہے دماغ خراب ہونے کی صورت میں یا دل سخت غمگین ہونے کی حالت میں انسان بے عقل سا ہو جاتا ہے یہ نور چونکہ بری باتوں سے روکتا ہے، نیکی پر قائم رکھتا ہے لہٰذا عقل کہلاتا ہے۔

(تفسیر نعیمی ج 1 ص 328 تفسیر نعیمی ج 4 ص 385 مراۃ شرح مشکوۃ ج 5 ص 268 موضحا مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ گجرات پاکستان)

عنوان کا حاصل یہ ہے کہ جو عالم دین نہایت عقل مند ہو، اور اپنے ہم عصر علماء کرام سمیت تمام علماء سابقہ کی کتب پر نظر رکھتا ہو، ان کی تصنیفات سے واقف ہو جامع المنقول و المعقول کہلائے گا۔

منقولات کی امثلہ:

خدا اور رسول کے فضل و کرم سے حکیم الامت کو منقولات و معقولات کی نعمت و مہارت حاصل تھی۔

آپ بہترین مفسر تھے، زبردست محدث تھے، اعلیٰ قسم کے فقیہ تھے، عمدہ قسم کے محقق تھے، اور آپ نے عربی اور اردو شرح بھی لکھی، حاشیے تحریر کیے تقاریظ لکھی، کتب تصنیف فرمائیں یہ ساری باتیں تب ہی ممکن ہیں جب آدمی جامع المنقول ہو۔

آپ نے اپنی تفاسیر میں متعدد تفاسیر اور شروح حدیث کے حوالے دیے چند کے نام یہ ہیں:۔

1. تفسیر کبیر از امام فخر الدین رازی علیہ الرحمۃ۔
2. تفسیر روح البیان از علامہ اسماعیل حقی علیہ الرحمۃ۔

- ۲ تفسیر تنویر المقباس از صحابی رسول حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ۔
- ۴ تفسیر احکام القرآن از ابوبکر احمد جصاص علیہ الرحمۃ۔
- ۵ تفسیر بیضاوی از امام بیضاوی علیہ الرحمۃ۔
- ۶ تفسیر خازن از علی بن محمد خازن علیہ الرحمۃ۔
- ۷ تفسیر الدر المنثور از امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ۔
- ۸ تفسیر جلالین از امام جلال الدین سیوطی و امام جلال الدین محلی علیہ الرحمۃ۔
- ۹ تفسیر الاتقان از امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ۔
- ۱۰ تفسیر روح المعانی از امام آلوسی بغدادی علیہ الرحمۃ، وغیرہ وغیرہ من تفاسیر القرآن۔

کچھ شروح کے نام بطور نمونہ یہ ہیں۔

- ۱ فتح الباری شرح بخاری از ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمۃ۔
- ۲ عمدۃ القاری شرح بخاری از امام بدر الدین عینی علیہ الرحمۃ۔
- ۳ ارشاد الساری شرح بخاری از امام قسطلانی علیہ الرحمۃ۔
- ۴ شرح مسلم از امام نووی علیہ الرحمۃ۔
- ۵ اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ از شیخ عبد الحق دہلوی علیہ الرحمۃ۔
- ۶ مرقات شرح مشکوٰۃ از مولانا علی قاری علیہ الرحمۃ۔
- ۷ شرح مشکوٰۃ از مولانا طیبی علیہ الرحمۃ۔ وغیرہ وغیر من شروح الاحادیث۔

اسی طرح جاء الحق میں آپ نے قریباً 231 کتابوں کے حوالے دیے۔ جن میں ہم عصر علماء کی کتب سمیت سابقہ علماء کرام کی کتب کے حوالے بھی موجود ہیں۔ بطور نمونہ کچھ یہ ہیں۔

- ۱ فتاوی قاضی خان از حسین بن منصور اوز جندی علیہ الرحمۃ۔
- ۲ ہدایہ شریف از ابو الحسن علی بن ابی بکر المرغینانی علیہ الرحمۃ۔
- ۳ عنایہ شرح ہدایہ از علامہ محمد بن محمود علیہ الرحمۃ۔
- ۴ فتاوی بزازیہ از علامہ شہاب الدین بن بزاز کردری علیہ الرحمۃ۔
- ۵ فتاوی شامی از سید ابن عابدین شامی علیہ الرحمۃ۔

6. فتاویٰ خیریہ از علامہ خیر الدین رملی علیہ الرحمۃ۔

ہم عصر علماء کرام کی کتب کے حوالے کے کچھ نام یہ ہیں۔

1. فتاویٰ رضویہ از امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمۃ۔
2. بہار شریعت از مولانا امجد علی اعظمی علیہ الرحمۃ۔
3. سیف چشتیائی از حضرت پیر مہر علی شاہ علیہ الرحمۃ۔
4. الکلمۃ العلیاء از صدر الافاضل محمد نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمۃ۔

مخالفین کی کتابوں کے کچھ حوالے بطور نمونہ یہ ہیں۔

1. حفظ الایمان از اشرف علی تھانوی۔
2. براہین قاطعہ از خلیل احمد انبیٹھوی۔
3. جہد المقل از محمود الحسن۔
4. رشید احمد گنگوہی۔ فتاوی رشیدیہ۔
5. شبیر احمد عثمانی۔ حاشیہ قرآن۔ وغیرہ وغیرہ۔

ان تمام امثلہ سے واضح ہے کہ حکیم الامت علیہ الرحمۃ کا مطالعہ وسیع تھا اور وہ تمام متداولہ کتب سے واقف تھے، ہم عصر علمائے کرام کی کتب بھی ان کی نگاہ میں تھیں اور مخالفین کے کتب ورسائل پر بھی نظر رکھنے والے تھے۔

حکیم الامت کے جامع المنقول ہونے پر ایک نظر:

آپ جامع المنقول تھے، آپکی یہ خوبی تمام جید ہم عصر علمائے کرام نے تسلیم کی اور 1957ء میں آپ کو حکیم الامت کا لقب دیا۔ بعض کے مبارک اسماء یہ ہیں۔

حضرت پیر سید معصوم نوشاہی، شیخ القرآن مولانا عبد الغفور ہزاروری، حضرت مولانا سردار احمد محدث اعظم پاکستان، حضرت غزالئ زمان مولانا احمد سعید شاہ کاظمی، حضرت پیر غلام محی الدین شاہ المعروف بابوجی صاحب گولڑہ شریف وغیرہ وغیرہ من علماء اہل السنۃ، رضی اللہ عنہم اجمعین جامع المنقول ہونے پر کچھ مثالیں درج ذیل ہیں، ملاحظہ کریں۔

سوال:

عبادت کے لئے ایمان کی کیا ضرورت ہے جو نیکی کرے اس کو ثواب ہو جیسے جو روٹی کھائے اسکی بھوک ختم ہو؟

جواب:

اس لئے کہ اعمال روحانی غذائیں ہیں اور کفر زہر، بریانی میں زہر ملاؤ نقصان دے گی، کفر کے ساتھ عبادت زہر آلود غذا ہے، اعمال تخم ہے ثواب ان کا پھل ہے، تب ہی اگے گا جب عمدہ زمین میں بویا جائے اور خود بھی بیماری سے سلامت ہو کفر کے عمل میں کفر کا عیب ہے اس کا دل بھی بنجر زمین ہے ثواب کیسے ہو؟ بادشاہ کی وفادار رعایا بنکر قوانین پر عمل کرو۔

سوال:

سابقہ دینوں پر عمل کرنا صحیح ہے؟ اگر نہیں تو کیوں؟۔

جواب:

وہ خاص وقت کے لئے قابل عمل تھے، اب قابل قبول نہیں وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الاسلامِ دِينًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ ○ لالٹین اور گیس رات کو روشنی دیں گے۔ آفتاب نے ان سب کو بے کار کر دیا۔ بچپن میں ماں کا دودھ اور گھٹی بچے کو زندہ رکھتی ہے بڑا ہو کر نہیں۔ اگر چہ یہ تمام چیزیں رب کی بنائی ہوئیں ہیں مگر ہر ایک کے استعمال کا ایک وقت ہے۔ ایسے ہی اور دینوں کا وقت اب مکمل ہو چکا۔ حکیم مریض کے نسخوں میں مریض کی حالت کے مطابق تبدیلیاں کرتا رہتا ہے۔ اگر اب بھی ان دینوں میں نجات ہوتی تو یہود و نصاریٰ کو اسلام اور قرآن ماننے کی دعوت کیوں دی جاتی؟

سوال:

تو چاہیے کہ دین اسلام بھی منسوخ ہو جائے اب بھی برابر نبی آتے رہیں؟

جواب:

نہیں۔ اس لئے کہ دواؤں اور غذاؤں میں تبدیلیاں اس وقت تک ہوتی ہیں جب تک مریض اور بچہ اپنے اصلی حال اور کمال تک نہیں پہنچ جاتے۔ دودھ گھٹی وغیرہ روٹی پر ختم ہو جاتے ہیں۔ اسلام مکمل دین ہے الیوم اکملت لکم دینکم ○ کا اعلان ہو چکا، نبوت کا کبھی نہ غروب ہونے والا سورج طلوع ہو چکا۔ نیز ناسمجھ بچہ کو پہلے معمولی قاعدے اور چھوٹی کتابیں دی جاتی ہیں وہ پڑھتا بھی جاتا ہے پھاڑتا بھی جاتا ہے۔ کچھ سمجھ آنے پر اگرچہ پھاڑتا تو نہیں مگر اس پر لکھائی کر کے سیاہ کر دیتا ہے۔ میلا کچیلا کر دیتا ہے۔ مخلوق کو پہلے حضرت آدم وحضرت نوح اور حضرت ابراہیم علیہم السلام کے صحیفے ملے جو ضائع کر دیے گئے۔ ہوش سنبھالنے پر تورات وزبور کو ضائع تو نہ کیا مگر اس میں لکھ لکھ کر تحریف کر دی۔ اب مکمل ہوش سنبھالنے پر قرآن کو جان سے زیادہ محفوظ وعزیز رکھا۔

سوال:

کلمہ توحید میں اللہ رسول دونوں کا ذکر ہے کیا وجہ کہ کلمے کا نام تو کلمہ توحید ہے مگر اس میں حضور علیہ السلام اور انکی رسالت کا بھی تذکرہ ہے۔ لہذا نام مسمی کے مطابق نہیں۔ صرف خدا کا نام ہونا چاہیے تھا؟

جواب:

کلمہ توحید میں پہلی جز توحید ہے جبکہ دوسری جز میں توحید کی نوعیت کا ذکر ہے توحید کی دو قسمیں ہیں ایک پیغمبر کی بتائی ہوئی دوسری پیغمبر سے منہ پھیر کر محض اپنی عقل سے مانی ہوئی۔ پہلی توحید ربانی ہے اور مقبول بھی دوسری توحید شیطانی ہے اور ہے بھی مردود، کلمہ توحید پڑھنے والا گویا کلمہ پڑھتے ہی اعلان کرتا ہے کہ میری توحید وہ ہے جو پیغمبر کی بتائی ہوئی ہے جس کا نام ربانی اور مقبول توحید ہے۔

سوال:

مخلوق کو نبی اور نبوت کی کیا ضرورت ہے کیا رب نبی کے بغیر فیض نہیں دے سکتا؟

جواب:

جب کمزور کسی قوی سے فیض لینا چاہے تو درمیان میں واسطہ ضروری ہے۔ ورنہ کمزور فنا ہو جائے گا اگر روٹی کو آگ سے گرم کرنا ہو تو درمیان میں ''توا'' ضروری ہے اگر سورج کو دیکھنا ہے تو ٹھنڈے شیشے کا واسطہ لازم ہے خالق تو قوی و قادر ہے مگر مخلوق ضعیف، لہذا درمیان میں کسی ایسے برزخ کبریٰ کا ہونا لازم ہے جو رب سے فیض لینے اور مخلوق تک پہنچانے کی طاقت رکھے، اس برزخ کبریٰ کا نام نبی ہے۔

سوال:

پھر تو رب مجبور ہوا کہ اپنے بندوں کو بغیر پیغمبر کے احکام نہ پہنچا سکا؟

جواب:

نہیں بلکہ ہم مجبور ہوئے کہ رب سے بلا واسطہ فیض حاصل نہ کر سکے۔ روٹی کمزور ہے نہ کہ ''توا'' ہماری آنکھ کمزور ہے نہ کہ سورج، دُنیا میں رب کی رحمت وقہر کے خزانے مقرر ہیں۔ جہاں سے یہ رحمت وقہر تقسیم ہوتا ہے سانپ اور دیگر موذی چیزیں قہر الٰہی کے مظہر ہیں۔ سمندر، کنواں اور دیگر فیض رساں چیزیں رب کی رحمت کے خزانے و مظہر ہیں۔ اسی طرح انبیاء و اولیاء کرام کے دل، رب کے اسرار و احکام اور حکمتوں کے خزانے ہیں۔ جیسے سونے کی کان سے سونا ہی نکلے گا، ایسے ہی پیغمبر کے ہاں سے اسرار الٰہی ہی ظاہر ہوتے ہیں۔

سوال:

اس کی کیا وجہ ہے کہ ہمیشہ نبی مرد اور شریف ہی ہوئے۔ معمولی قوموں، فرشتوں اور عورتوں کو نبوت کیوں نہ ملی؟

جواب:

اعلیٰ اور نہایت نازک چیز مضبوط اور عمدہ برتن میں رکھی جاتی ہے۔ ہر برتن میں دہی نہیں جمایا جاتا، کمزور پیٹی میں موتی نہیں رکھے جاتے، نبوت، بہت اعلیٰ اور نہایت عمدہ نعمت ہے

اس کے لیے فرشتے اور عورتیں یا دیگر مخلوق مناسب نہیں۔ کیونکہ وہ تبلیغ نہیں کر سکتے۔ تبلیغ وہ کرے جو انسانوں کے سامنے آ کر ان کی سن سکے سمجھ سکے اور اپنی سمجھا سنا سکے۔ ان کے دکھ درد سے واقف ہو عورت کو پردہ کرنا لازم ہے اس کا باہر پھرنا باعث فساد ہے، حیض ونفاس وزچگی میں وہ کام کاج سے عاجز ہے۔ تو وہ کیسے تبلیغ کرے؟ ذلیل آدمی کی شرفاء میں کوئی عزت وقعت نہیں اس کی بات پر کوئی دھیان نہیں دیتا، مقصد تبلیغ اس سے پورا نہیں ہو سکتا، لہٰذا نبی شریف اور اعلیٰ اور مرد ہی ہو سکتے ہیں۔ رب فرماتا ہے۔

وما ارسلنک من قبلک الا رجالا نوحی الیهم o

اللّٰہ یعلم حیث یجعل رسالته o

سوال:

نماز ساری عبادات سے افضل کیوں ہے؟ حالانکہ اس میں اتنی محنت مشقت بھی نہیں حج اور روزہ افضل ہونے چاہیں کہ ان میں مشقت زیادہ ہے؟

جواب:

چند وجہ سے ایک یہ کہ نماز کی حالت میں کوئی دنیاوی کام نہیں کیا جا سکتا کیوں کہ اس میں سارے اعضاء پر مکمل کنٹرول ہے۔ دوسری عبادات میں دنیاوی کام ہو سکتے ہیں۔ حج میں تجارت اور روزے میں کاروبار ہو سکتا ہے، لہٰذا نماز میں اخلاص زیادہ ہے۔ رب فرماتا ہے۔

ان الصلوة تنهی عن الفحشاء والمنکر

دوسرے یہ کہ نماز سارے ظاہری اور باطنی اعضاء سے ادا ہوتی ہے۔ روزہ صرف منہ اور پیٹ سے، لہٰذا یہ ہر عضو کی عبادت ہے۔

تیسرے یہ کہ نماز سارے فرشتوں کی عبادات کا مجموعہ ہے کہ کوئی فرشتہ حالت رکوع میں ہے کوئی قیام میں، کوئی سجدہ میں۔

چوتھے یہ کہ نماز ساری مخلوق الٰہی کی عبادات کا مجموعہ ہے، چوپائے، جانور حالت رکوع میں ہیں، کیڑے مکوڑے سجدے میں، مینڈک وغیرہ قعدہ میں، لہٰذا نماز ساری مخلوق جمع

فرشتوں کی عبادت کی جامع ہے۔

پانچویں یہ کہ نماز سب پر فرض ہے زکوۃ اور حج غریب پر فرض نہیں روزہ مسافر پر معاف ہے لہذا نماز عام عبادت ہے۔

چھٹے یہ کہ نماز روزانہ ادا کی جاتی ہے روزہ اور زکوۃ سال میں ایک ایک دفعہ ادا کیے جاتے ہیں، اور حج عمر میں ایک دفعہ ہوتا ہے۔

ساتویں یہ کہ نماز آدمی کی مکمل زندگی سنبھال لیتی ہے۔ نمازی کو اپنا بدن و کپڑا۔ ہر وقت صاف رکھنا پڑتا ہے، اور دن رات ہر نماز کی فکر و خیال کرنا پڑتا ہے۔

عبادت کی فکر بھی عبادت ہے۔

سوال:

پانچ نمازوں کے یہی وقت کیوں مقرر کیے گئے؟

جواب:

اس لئے کہ مومن کی ہر حالت اللہ کے ذکر سے شروع ہونی چاہیے، جن کی ابتداء اچھی ہو امید ہے انتہاء بھی اچھی ہوگی، اس لئے بچے کے پیدا ہوتے ہی اس کے کان میں آذان کہی جاتی ہے، کہ یہ زندگی کی ابتداء ہے، چونکہ چوبیس گھنٹوں میں انسان کے پانچ حال ہوتے ہیں، صبح کے وقت دن کی ابتداء ہے گویا نئی زندگی ملی ہے، پہلے نماز فجر پڑھے، ظہر کے وقت کھانے اور آرام سے فراغت پائی دن کے دوسرے حصے کی ابتداء ہوئی لہذا نماز پڑھے، عصر کے وقت ملازمین کام سے فارغ ہو کر سیر کو چلے تجارت کے فروغ کا وقت آیا، نماز پڑھ لے، سونے کے وقت جاگنے کی انتہاء ہے نیند جو ایک طرح کی موت ہے شروع ہو رہی ہے نماز پڑھ کر سوئے شاید یہ آخری نیند ہو کر اس کے بعد قیامت ہی کو جاگے۔

سوال:

نمازوں کی رکعت مختلف کیوں ہیں یکساں کیوں نہیں، اگر کوئی مغرب چار رکعت پڑھ دے تو وہ ادا کیوں نہیں ہوتی؟

جواب:

لائق طبیب کے نسخہ میں دواؤں کے وزن مختلف ہوتے ہیں، نمازیں بھی مختلف دوائیں ہیں۔

جس قفل (تالے) میں تین دندانوں والی چابی چاہیے وہ چار دانتوں والی چابی سے نہیں کھل سکتا، یہ نمازیں مختلف انبیاء کی یادگاریں ہیں۔

حضرت آدم علیہ السلام نے زمین پر آکر رات دیکھی گھبرائے، صبح نمودار ہوئی حوصلہ ہوا شکرانہ میں دو رکعت ادا کیں، ہمارے لئے یہ فجر کی نماز کردی گئی۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرزند کے ذبح کے عوض دنبہ ذبح کیا ہوا پایا تو قربانی قبول ہونے اور فرزند کے بچنے کی خوشی میں بطور شکرانہ چار رکعت ادا کیں یہ ظہر ہوئی حضرت عزیر علیہ السلام سو برس بعد دوبارہ زندہ ہوئے بطور شکرانہ چار رکعت ادا فرمائیں یہ عصر ہوئی۔

حضرت داؤد علیہ السلام کی توبہ قبول ہوئی انھوں نے خوشی میں چار نفل بعد از غروب آفتاب شروع فرمائے بہت لمبے پڑھے تین رکعت پر تھکن ہوئی تو سلام پھیر دیا یہ مغرب ہوئی۔

ہمارے نبی کریم ﷺ سب سے پہلے عشاء کی نماز ادا فرمائی لہٰذا یہ عشاء ہوئی۔

از طحاوی شریف۔

سوال:

وضو میں جسم کے چار حصے دھونا کیوں فرض، منہ ہاتھ سر کا مسح اور پاؤں۔

جواب:

دو وجہ سے۔

ایک یہ کہ وضو کے پانی سے خطائیں اور گناہ جھڑتے ہیں حضرت آدم علیہ السلام جو گندم کھانے والا حکم الٰہی بھول گئے تھے اس نسیان میں چار اعضاء ہی مستعمل ہوئے تھے کہ، ذہن مبارکہ میں کھانے کا خیال آیا، منہ مبارک نے کھالیا، پاؤں اس کھانے تک چلے تھے، ہاتھ سے گندم پکڑی تھی، لہٰذا حکم وحکمت الٰہیہ ہوئی کہ ان چار حصوں کو دھونا و مسح کرنا لازم ہوا۔

دوسرے یہ کہ اب بھی اکثر گناہوں میں ان چار حصوں کا زیادہ حصہ اور عمل دخل ہوتا ہے، ہاتھ پاؤں آنکھ، ناک، کان، دل اور دماغ سب سے گناہ ہوتے ہیں۔

دل اور دماغ کا آپس کا تعلق بادشاہ اور وزیر کا سا ہے، کہ دل پر رنج آیا تو فوراً دماغ سے پانی آنسو کی شکل میں ٹپکا، جہاں دماغ میں برا خیال آیا، دل مغموم ہوگیا، لہٰذا دماغ پر مسح کردیا، اور دل کی جگہ دماغ کے تعلق کی وجہ سے نہ دھوئی گئی، کہ وہ دماغ کے ذریعہ خود بخود پاک صاف ہوجائے گا،

سوال:

پیشاب، پاخانہ، ہوا، الٹی یعنی قے اور خون کی وجہ سے وضو کیوں ٹوٹتا ہے؟

جواب:

وضو گندم کھانے سے لازم ہوا، اور یہ چیزیں گندم سے ہی بنتی ہیں، لہٰذا حکم ہوا کہ جب گندم کا اثر جسم سے ظاہر ہو تو وضو کرلیا کرو، نیند بھی اسی لئے وضو توڑتی ہے کہ اس میں ریح نکلنے کا اندیشہ ہے، نبی کی نیند چونکہ غفلت پیدا نہیں کرتی لہٰذا ان کا وضو بھی نہیں توڑتی۔

سوال:

تو چاہیے کہ منی سے بھی وضو ہی ٹوٹے کیونکہ وہ بھی گندم سے بنتی ہے غسل کرنا کیوں ضروری ہوتا ہے؟

جواب:

منی کا تعلق سارے جسم سے ہے کہ وہ ہر عضو کے خون سے بنتی ہے اور اسکے نکلتے وقت سارے جسم کو لذت آتی ہے لہذا سارے جسم پر پانی بہانا ضروری ہوا۔

سوال:

ہم اللہ کے بندے ہیں صرف فرض ہی پڑھیں جو اللہ کا حکم ہے سنت کیوں پڑھیں اس کی کیا ضرورت ہے؟

جواب:

فرض کے لئے سنت ایسی ہے، جیسے کھانے کے لئے پانی، کہ کھانا بن پانی کے نہ تو تیار ہو نہ کھایا جاسکے، ایسے ہی خود فرض نماز میں سنت داخل ہے جیسے ہاتھ اٹھانا، سورہ فاتحہ پڑھنا، سورۃ ملانا، وغیرہ وغیرہ تقریباً ہر فرض نماز کے ساتھ سنتیں بھی ہیں۔

جیسے بغیر پانی کھانے کی دعوت ناقص ہے، ویسے ہی بغیر سنت فرض نماز غیر مکمل ہے، تارک سنت شفاعت سے محروم ہے، بلکہ انسان پر فرائض تو بعد از بلوغت جاری ہوتے ہیں، مگر سنتیں پیدائش سے ہی ساتھ ہوتی ہیں، ختنہ کرنا، نام رکھنا عقیقہ کرنا سب فرض تو نہیں سنت ہی تو ہیں۔ اسی طرح مرتے وقت تمام فرائض ختم ہو جاتے ہیں مگر سنتیں مرنے کے بعد بھی ہمارے ساتھ وفاداری کرتے ہوئے ہمارا ساتھ نہیں چھوڑتیں، قبر، کفن، بعد دفن فاتحہ ایصال ثواب۔ سنت ہی تو ہیں بلکہ خود "مرجانا" بھی سنت ہے اسی لیے ہمارا نام اہل فرض نہیں بلکہ اہل سنت ہے سنت کے منکر کو چاہیے کہ ناف سے لیکر گھٹنے تک لمبا جانگیہ پہنا کرے اور جان نکلتے وقت کچھ چنے چاب لیا کرے، جس سے جان بچے کیونکہ فرض تو صرف اتنا ہی ہے، نیز نکاح کرنا اولاد ہونا سب سنتیں ہی ہیں۔

سوال:

سنت کو پانی سے تشبیہ دینے پر یہ سوال ہے کہ بعض کھانے تو پانی کے بغیر ہی تیار ہو جاتے ہیں اور پانی کے علاوہ کھائے بھی جاتے ہیں جیسے قدرتی میوہ جات؟

جواب:

ان میں بھی پانی کی ضرورت ہے کہ انکے درخت پانی سے پرورش پاتے ہیں، نیز ان کے اندر بقدر ضرورت پانی موجود رہتا ہے ورنہ وہ سوکھ جائیں۔

سوال:

روزے میں کیا حکمت ہے، اسلام میں یہ کیوں رکھا گیا، ہم اپنی چیز ایک وقت نہ کھا سکیں نہ پی سکیں؟

جواب:

پیٹ بھرنے سے نفس قوی ہوتا ہے اور خالی دینے سے روح میں قوت آتی ہے، روح اور نفس ہمارے گویا دو بازو ہیں یا انسانی زندگی کے دو پہیے ہیں لہذا کچھ دن نفس کو غذا دو اور کچھ دن روح کو۔

نیز روزہ پیٹ کی تمام بیماریوں کا علاج ہے اگر کوئی ہر ماہ میں تین روزے رکھ لیا کرے تو وہ شکمی امراض سے محفوظ رہے گا۔

نیز روزے سے فقر و فاقہ کی قدر معلوم ہوتی ہے، اور فقراء کی امداد کو دل چاہتا ہے روزے میں اپنی بندگی اور رب کی ملکیت کا اظہار ہوتا ہے، کہ ہم اپنی کسی چیز کے مستقل مالک نہیں، گھر میں سب کچھ ہے مگر رب نے روک دیا، تو کچھ استعمال نہیں کر سکتے روزے سے بھوک برداشت کرنیکی عادت ہو جاتی ہے اگر کبھی فقر و فاقہ آئے تو روزہ دار صبر برداشت کر سکتے گا۔

روح جسم میں آ کر غذا کی حاجت مند ہوئی لہذا گناہ بھی کرنے لگ گئی، اب کچھ وقت اسے بھوکا رکھو تا کہ اسے اپنی پہلی حالت یاد رہے گناہ سے باز رہے،

سوال:

زکوٰۃ کو اسلام نے کیوں فرض کیا؟ ہمارا اپنا کمایا ہوا مال دوسروں کو کیوں دلوایا؟

جواب:

چند وجہ سے۔

سخاوت انسان کا کمال ہے بخل عیب، زکوٰۃ دینے سے یہ عیب دور ہوتا ہے اور وہ کمال حاصل ہوتا ہے۔

ہماری کمائی میں جیسے حکومت کا ٹیکس ہوتا ہے ایسے ہی ہماری کمائی میں رب کا حق بھی ہے حکومت ٹیکس لیکر ہمارے مفاد یعنی ملکی انتظام پر خرچ کرتی ہے ایسے ہی ہماری زکوٰۃ کا مال ہمارے غریبوں پر خرچ ہوتا ہے۔

چلتی پھرتی چیز بہتر رہتی ہے اور رکی ہوئی بگڑ جاتی ہے کنویں کا پانی نکلتا ہے تو ٹھیک

رہے گا ورنہ بگڑ جائے گا، لہٰذا دولت بند نہ کرو، اسے چلتا پھرتا رکھو۔

زکوۃ سے باہمی امداد کا جذبہ پیدا ہوتا ہے جو انسان کی بہترین صفت ہے کہ نعمت رب کی آپس میں بانٹ کر کھاؤ۔

خرچ سے نعمت بڑھتی ہے روکنے سے گھٹتی ہے، انگور اور بیری کی شاخیں کاٹ دینے سے پھل زیادہ لگتا ہے نہ کاٹو تو کم، دانہ کھیت میں بکھیرنے سے زیادہ ہوتا ہے، جمع رکھنے سے جلد ختم ہو جاتا ہے،

سوال:

جب رب نے مال ہمیں دیا تو وہ ہمارا حصہ، ہم اپنا مال مفت خوروں کو کیوں دیں؟

جواب:

رب جو چیز کسی کو ضرورت سے زیادہ دے تو اس میں دوسروں کا حصہ بھی ہوتا ہے، بھینس کے تھن میں دس سیر دودھ ہوتا ہے وہ سارا اس کے بچہ کے لئے تو نہیں بلکہ دوسروں کا بھی اس میں حصہ ہے، کتیا کے تھن میں تھوڑا دودھ ہے کیونکہ وہ صرف اس کے بچوں کے لئے ہے۔

اگر میزبان مہمان کے آگے ضرورت سے زیادہ کھانا رکھ دے تو وہ سب مہمان کیلئے نہیں بلکہ ہڈیاں اس کے کتوں کے لئے ہیں، باقی ماندہ اس کے نوکروں کیلئے ہے۔

کھیت میں کنویں سے پانی آرہا ہے وہ کیاریوں کے لیے ہے اگر کھیت والا پانی کو نہ پھیلائے تو کنویں والا پانی ہی نہ چھوڑے گا، غریب رب کی کھیتیاں ہیں ان کے لئے دیا ہوا مال ان میں پھیلاؤ پھلوں کا گودا انسان کے لئے ہے مگر چھلکا جانوروں کے لئے ہے، گندم میں پھل ہمارا حصہ مگر بھوسا جانوروں کا ہے، گندم میں بھی آٹا ہمارا ہے بھوس جانوروں کی ہے (خیال ہے کہ آخری چار مثالیں اس سوال کا جواب ہیں کہ کیا زکوۃ صرف مال میں ہے یا کہ ہر چیز میں ہے؟

سوال:

اسلام میں حج کیوں فرض ہے بلاوجہ مسلمانوں کو سفر کی مشقت اور روپیہ کے خرچ

میں کیوں ڈالا گیا؟

جواب:

حج میں دینی اور دنیاوی ہزار رہا حکمتیں اور مصلحتیں ہیں دنیاوی حکمتوں کی بعض مثالیں یہ ہیں۔

جیسے جسمانی تفریح کے لیے باغ کی سیر کرنے جاتے ہیں کہ وہاں کی ہوا دماغ کو تازگی بخشتی ہے وہاں کی مہک معطر کر دیتی ہے، ایسے ہی حرمین شریفین کی مبارک زمین ایمانی باغ ہے جہاں کی ہوا ایمان کی تازگی بخشتی ہے اوچونکہ وہ جگہ ہزار ہا انبیاء کا مدفن اور گزرگاہ ہے لہٰذا وہاں کی مہک ایمان کو معطر کرتی ہے، حج میں خشکی وتری کا سفر کرنا پڑتا ہے جس میں آدمی کا تجربہ بڑھتا ہے، حج میں ہر ملک کے مسلمانوں سے ملاقات ہوتی ہے جس سے اتحاد و اتفاق پیدا ہوتا ہے حج مسلمانوں کی سالانہ کانفرنس ہے، جس میں بے تکلف مسلمان جمع ہو جاتے ہیں حج کے ذریعہ ملک حجاز کے باشندے پرورش پاتے ہیں کیونکہ وہاں کی زمین بے آب دانہ ہے حج پر ہی گزراوقات ہے،

حج میں سفر کی قدر اور مسافر کی تکلیف کا احساس ہوتا ہے جس سے مسافروں کی خدمت کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔

حج سے آدمی میں مشقت برداشت کرنے عادت پڑتی ہے، کیونکہ حرمین شریفین میں تکلیف ضرور پیش آتی ہے،

دینی حکمتیں یہ ہیں۔

حج میں مسلمان اللہ کی خاطر اپنا وطن چھوڑتا ہے، اور ہاجرہ کا سا ثواب پاتا ہے حج سے گزرے ہوئے انبیاء کرام کی یاد تازہ ہوتی ہے جس سے ان سے محبت میں اضافہ ہوتا ہے ان کی محبت ہی ایمان کی اصل ہے،

حج میں حضرت ابراہیم، حضرت اسماعیل اور حضرت ہاجرہ علیہم السلام کی نقل ہے یہ اچھے لہٰذا اچھوں کی نقل بھی اچھی ہے،

حج میں حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا کی بے کسی اور رب کی قدرت یاد آتی ہے جس

سے حلم و بردباری پیدا ہوتی ہے، صبر و تحمل کا درس ملتا ہے کیونکہ حج سارا حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا کے صبر و تحمل کی بہار و یادگار ہے۔

حج سے قربانی کا جذبہ پیدا ہوتا ہے، کہ مقام منیٰ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے فرزند کی قربانی دی جس کی یادگار میں حاجی اب بھی قربانیاں دیتے ہیں۔

سوال:

اسلام میں جہاد کیوں رکھا گیا یہ تو وحشیانہ کام ہے خون ریزی اور امن ضائع کرنے میں کیا فائدہ؟

جواب:

جہاد میں بہت سی حکمتیں ہیں چند یہ ہیں۔

جن کا وجود امن کے لیے خطرہ ہو ان کو دبانا یا مٹا دینا گویا کہ امن قائم کرنا ہے، حکومتیں بدمعاشوں کو سزائیں دیتی ہیں تا کہ نیک لوگ امن سے رہیں کھیت سے گھاس دور کر دی جاتی ہے تا کہ فصل کو ضعف نہ ہو۔

گلا سڑا ہوا عضو کاٹ دیا جاتا ہے تا کہ تندرست عضو خراب نہ کرے، کفار دنیا کے لئے گھاس یا صحت مند جسم میں خراب عضو کی مانند ہیں اور مرد مومن گویا کہ فصل یا صحت مند جسم ہے ان کو مغلوب کرنا نیکیوں کو امن دینا ہے،

جہاد سے قومی قوت پیدا ہوتی ہے جس سے قوم باعزت زندگی بسر کر سکتی ہے جہاد سے عبادات میں آزادی حاصل ہوتی ہے۔

تلوار کے سایہ میں مسجدیں قائم اور اسلامی احکام جاری ہو سکتے ہیں، تلوار قرآن کا راستہ صاف کرتی ہے اور قرآن تلوار کو بے محل چلنے سے روکتا ہے جیسے تندرستی کی بقاء کے لئے بیماری پھیلانے والے اسباب کو دور کرنا لازم ہے ایسے ہی دینی قوت کے لئے غلبہ کفر کو مٹانا ضروری ہے۔

سوال:

کیا جہاد سے یہ مقصود ہے کہ کفار فنا کر دیے جائیں؟

جواب:

نہیں بلکہ ان کا غلبہ توڑ دیا جائے، اگر جہاد سے کفر کو فنا کرنا مقصود ہوتا تو آج ہندوستان میں ایک کافر بھی نہ نظر آتا سارے مسلمان ہوتے کیونکہ یہاں آٹھ سو سال اسلامی حکومت رہ چکی ہے، اللہ کی زمین پر مسلمانوں کا بھی حق ہے چونکہ کفار یہ حق گوارا نہیں کرتے لہٰذا جہاد کے ذریعہ یہ حق دلوایا جاتا ہے،

سوال:

نکاح میں مرد کو عورت سے اعلیٰ کیوں مانا گیا مساوات کیوں ترک کی گئی عورت بھی تو اسی اللہ کی بندی ہے جس کا مرد ہے؟

جواب:

انتظام جب ہی قائم رہ سکتا ہے جب حاکم اعلےٰ ایک ہو، باقی ماتحت ہوں ملک کا بادشاہ ایک، درخت کی جڑ ایک، انسان کے ظاہری اعضاء اور دو دوگر دل جو جسم کا بادشاہ ہے وہ ایک، فوج کا کمانڈر ایک ایسے ہی گھر کا سلطان بھی ایک ہی چاہیے تاکہ خانگی نظام قائم رہے۔

سوال:

وہ تو اس طرح بھی ہو سکتا تھا کہ عورت افضل رہتی مرد ماتحت؟ ایسا کیوں نہیں؟

جواب:

چند وجہ سے۔

ایک یہ کہ مرد کے ذمہ عورت کا خرچہ و مہر ہے عورت کے ذمہ نہیں، جو خرچہ دے وہ ہی حاکم۔

دوم یہ کہ مرد عورت سے عموماً طاقت و عقل میں زیادہ لہٰذا یہ ہی انتظام کے لائق، سوم

یہ کہ عورت پر بعض اوقات ایسے حالات آتے ہیں وہ کوئی کام کاج نہیں کرسکتی سمجھ بھی ٹھکانے نہیں رہتی، جیسے حیض ونفاس کی حالت، مرد اس آفت سے محفوظ لہٰذا وہی سرداری کے لائق، اسی لیے نبوت، حکومت، اور قضاء مردوں کو عطا ہوتی ہے۔

سوال:

اسلام میں چوری کی سزا ہاتھ کاٹنا ہے یہ تو جرم سے زیادہ ہے کہ چور مال تو لے چار آنے کا، اور ہاتھ وہ کٹے جسکی قیمت ہی نہیں گناہ کے برابر سزا کیوں نہ دی گئی باری تعالیٰ فرماتا ہے،

من جاء بالسیّئة فلا یجزی الامثلها .

جواب:

چور کا ہاتھ کٹنا مال کی سزا نہیں بلکہ قانون توڑنے کی سزا ہے اور قانون ہاتھ سے کہیں زیادہ قیمتی ہے، قانون کے لئے سینکڑوں قتل کردیے جاتے ہیں، اسی لئے اگر چور مالک کو لاکھ روپے بھی دے دے تو ہاتھ کٹنے سے نہیں بچ سکتا باقی رہی آپ کی پیش کردہ آیت شریف تو اس میں مثل سے مراد شرعی مثل ہے نہ کہ لغوی یا عقلی، جس شئی کو شرع نے اس جرم کی مثل قرار دیا وہی مراد ہے، اور دوسرا معنی یہ ہے کہ آیت میں آخرت کے احکام بیان ہوئے یعنی کہ رب نیکوں کو ان کی نیکیوں میں اضافہ کے حساب سے بے شمار اجر وثواب دے گا مگر بدی کی سزا بدی کے بقدر ہوگی۔

سوال:

چوری میں ہاتھ کٹنا ظلم ہے چند روپوں کی خاطر اس انسان کی زندگی برباد نہ کرنی چاہیے؟

جواب:

ظلم وہ سزا ہے جو قانون سے زیادہ ہو، ہاتھ کاٹنا قانونی سزا ہے آج چور کو دو سال کی سزا ہوتی ہے حالانکہ وہ آدھے گھنٹے میں چوری کرتا ہے مگر چوں کہ قانون کے تحت ہے لہٰذا یہ ظلم نہیں اگر ایک بدمعاش کی زندگی برباد ہونے سے لاکھوں شریف زندگیاں سنور وسنبھل جائیں تو کوئی ہرج نہیں، قوم پر افراد قربان ہوتے ہیں ایک کا ہاتھ کٹنے سے دوسرے بدمعاش چوری

سے باز رہیں گے نیک معاش آرام کی زندگی بسر کریں گے۔

سوال:

پھر بھی ہاتھ کٹنے سے آخر کیا فائدہ؟

جواب:

ہاتھ چوری کا آلہ ہے، آلہ واوزار ہی ختم کر دو تا کہ نہ رہے بانس اور نہ بجے بانسری، یہ شخص چلتا پھرتا اشتہار ہو اور تازیانہ عبرت ہو جائے کہ اسکو دیکھ کر دوسرے چوری کی ہمت نہ کریں، خود یہ بھی اپنا ہاتھ کٹا ہوا دیکھ کر آئندہ یہ حرکت نہ کرے۔

سوال:

جب چوری میں چور کا ہاتھ کاٹا جو چوری کا آلہ ہے تو چاہے کہ زناء میں زانی کا ذکر کاٹو جو آلہ زناء ہے رجم کیوں کرتے ہو؟

جواب:

چوری صرف ہاتھ سے ہوتی ہے باقی وہاں جانا اور مال دیکھنا وغیرہ چوری کے مقدمات ولوازمات ہیں زناء میں ایسا نہیں کیونکہ وہ تمام جسم کی مدد سے ہوتا ہے اس کی لذت بھی سارے جسم کو آتی ہے، منی بھی جسم کے ہر عضو کے خون سے بنتی ہے، لہٰذا رجم سارے جسم کی سزا ہے۔

سوال:

جب رب کے علم میں تھا کہ آخر کار شیطان گمراہ ہو جائے گا تو خدا نے پہلے اس کو عزت کیوں دی جیسے علم، عبادت، ملائکہ کا ساتھ وغیرہ؟

جواب:

تا کہ قیامت تک، علماء، عابدین، اور زھد وتقویٰ کے حامل حضرات کو عبرت ہو کہ نبی کی مخالفت سے سب کچھ برباد ہو جاتا ہے جیسے شیطان کا ہو گیا۔

سوال:

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پتھروں اور کنکریوں سے کلمہ کیسے پڑھوالیا حالانکہ ان میں بولنے کی طاقت ہی نہیں؟

جواب:

یہ ناممکن نہیں موجودہ سائنس بھی مانتی ہے کہ درخت بولتے ہیں قرآن بھی گواہ ہے کہ ہر چیز رب کی تسبیح کرتی ہے وان من شئی الا یسبح بحمدہ ٥ آج تو لوہا، تانبا بول رہا ہے، ریل سیٹی دیتی ہے، ٹیپ ریکارڈر اور فوٹو گراف ایک سوئی لگانے سے چلتا ہے (فوٹو گراف پرانے زمانے کا ایک آلہ ہے جس سے موسیقی سنا کرتے تھے اب تقریباً ختم ہی ہو گیا)، اگر نبوت کے حکم سے کنکریاں اور درخت وغیرہ کلمہ پڑھنے لگیں تو اس میں کونسا تعجب ہے؟۔

سوال:

نیکیوں میں وزن ہے یا نہیں اگر ہے تو گناہوں سے زیادہ یا کم؟

جواب:

نیکی کا وزن گناہوں سے لاکھوں گنا زیادہ ہے، میزان میں ایک کلمہ طیبہ تمام عمر کے گناہوں کے وزن سے لاکھوں گنا زیادہ ہوگا، یاد رہے کہ نیکی کا وزن بقدر اخلاص ہے، نیکی چھلکا ہے اخلاص اسکی گری و مغز، بے مغز پھل ہلکا اور مغز والا بھاری ہوتا ہے، اسی لئے کفار کی نیکیاں نہایت ہی ہلکی ہیں کہ ان میں رسول کے اقرار کا مغز نہیں ہے اور مومن کی نیکیاں وزنی کہ ان میں ہے، امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک سجدہ ہماری کروڑوں مکمل نمازوں سے زیادہ بھاری ہے۔

سوال:

اگر نیکی میں اتنا وزن ہے تو مومن کے سر پر بروز قیامت بہت بوجھ ہوگا جیسا کہ قرآن میں ہے کہ وہ اپنے بوجھ اٹھائے ہوئے ہوں گے ولیحمل اثقالھم بوجھ اٹھانا عذاب

ہے کیا مومن عذاب میں ہوگا؟

جواب:

قیامت کے دن مومن کے تین حال ہونگے قبر سے محشر تک جاتے ہوئے نیکیاں مومن کے اوپر تو ہوں گی، مگر وزن محسوس نہ ہوگا کہ ہلکی ہونگی، لیکن میزان عدل پر وزنی ہو جائیں گی، اور میزان سے لیکر جنت تک اسکی سواری بن جائیں گی، مومن ان پر سوار ہو کر پل صراط طے کرے گا، جس طرح کی نیکی ہوگی اس مطابق رفتار ہوگی، لہٰذا نیکیاں اٹھانا مومن کے لئے نہ تو بوجھ ہے اور نہ عذاب، ہاں کافر کے لئے بوجھ بھی ہے اور عذاب بھی، جس حدیث میں سبحان اللہ وغیرہ جیسے کلمات کی فضیلت ارشاد ہوئی، اس میں ہی مومن کے مذکورہ بالا تین حالوں کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

سوال:

عقل میں آتا نہیں کہ نیکی کندھے پر ہلکی ہو، ترازو میں بھاری ہو جائے، اور پل صراط پر سواری بن جائے؟

جواب:

اس کی دنیا میں بھی بہت مثالیں ہیں دیکھو، لکڑی پانی میں ہوتو نہیں ڈوبتی، لیکن ترازو میں اس کا وزن ہوتا ہے۔

پانی گھڑے میں ڈال کر اٹھاؤ تو بھاری لگتا ہے مگر تالاب وحوض وغیرہ میں بیٹھو تو بھاری نہ لگے، حالانکہ چاروں طرف پانی ہی میں آدمی ڈوبا ہوتا ہے بقول سائنس ہوا وزنی ہے اور ہم ہوا میں ہیں، لیکن وزن محسوس نہیں ہوتا، یہی ہوا اگر کسی ٹائر اور سلنڈر وغیرہ میں بھر کر اٹھاؤ تو وزن دار لگے۔

جن زیورات میں سونے کے ساتھ موتی جڑے ہوئے ہوں پانی کی سطح پر رکھ کر تولو تو صرف سونے کا وزن آئے گا، موتیوں کا نہیں؟

بھوک سے زیادہ کھاؤ تو کھانا تم پر سوار ہوگا، لیکن کم کھاؤ تو تم کھانے پر سوار ہو گے۔

سوال:

بعض مریدین اپنے پیر کے سوا کسی بزرگ کو نہیں مانتے، ہر وقت اپنے پیر ہی کا ذکر کرتے ہیں، دوسرے کا نہیں کیا یہ عمل درست ہے؟

جواب:

ماننا اور بات ہے، ہر وقت تذکرہ کرنا اور، ہر مرید سارے بزرگوں کو مانتا ہے، مگر ہر دم اپنے شیخ کا دم اس لئے بھرتا ہے کہ اس سے روحانی نعمتیں ملی ہیں، کتا اپنے ہی مالک کے لئے دم ہلاتا ہے، کہ اس کے در کے ٹکڑے کھاتا ہے، شاگرد اپنے استاد کے ہی گن گاتا ہے، مگر مانتا سارے علماء کو ہے اگر کوئی بدبخت مرید دوسرے بزرگوں کا منکر ہو تو وہ اپنے شیخ کے فیض سے بھی محروم رہے گا، مشائخ کا سلسلہ تو جال کے پھندے کی مثل ہے ایک کھل جائے سب کھل جائیں گے، کسی نبی کا منکر شرعی کافر ہے، اور کسی ولی کا منکر طریقت کا مجرم ہے۔

خاک پائے غوث اعظم سایہ ہر ولی

سوال:

نبی کی توہین کفر کیوں ہے؟

جواب:

اس لئے کہ اس میں رب کے کلام کی تردید ہے، اور شیطان کی تائید رب فرماتا ہے نعم العبد کہ کیا ہی اچھے بندے ہیں اور توہین کرنے والا کہتا ہے کہ وہ اچھے نہیں، نبی کی نعت گوئی کلام ربانی کی تعریف و تائید ہے اور توہین تکذیب و تردید ہے لہذا کفر ہے۔

سوال:

نبی کی ہر شئی کی توہین کیوں کفر ہے صرف تبلیغی امور کا انکار کفر ہونا چاہیے؟

جواب:

اس لئے کہ رب نے انکی مطلقاً تعریف فرمائی نعم العبد کہ کیا ہی اچھے ہیں کس

میں اچھے ہیں؟ کس وقت تک اچھے ہیں؟ یا کونسی خوبی اچھی ہے وغیرہ کا ذکر نہیں جس سے معلوم ہوا مکمل طور پر اچھے ہیں مطلق اچھے ہیں، لہٰذا اس تعریف میں انکے سارے حال و انداز شامل ہیں، ان کا زندہ رہنا، چلنا پھرنا، باتیں کرنا، وغیرہ فوت ہونا قبر میں آرام کرنا سارا کچھ اچھا ہوا کیونکہ بندہ تو ہر حال میں بندہ ہے، ہر وصف میں بندہ ہے، اب جو انکی کسی حالت اور خوبی کی توہین کرے کافر ہے۔ (اسرار الاحکام ص 280 تا ص 391 موضحاً مطبوعہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور)

نتیجہ بحث:

1. حکیم الامت علیہ الرحمۃ جامع المنقول والمعقول تھے۔
2. معقولات اور منقولات پر حاوی ہونا نعمت ہے۔
3. جو عقل صحیح راستہ پر راہ نمائی کرے وہ فائدہ مند ہے۔
4. حکیم الامت علیہ الرحمۃ پر باری تعالیٰ کا بہت فضل و کرم تھا۔
5. آپ علیہ الرحمۃ پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ خاص تھی۔

باب ۱۳

حکیم الامت بطور مربی قوم و مصلح امت

۱. مربی اور مصلح کا معنی و مفہوم
۲. تربیت واصلاح کی فضیلت
۳. حکیم الامت کے مصلح و مربی ہونے ایک نظر
۴. نتیجہ بحث

باب۱۳

حکیم الامت بطور مربی قوم و مصلح امت

مربی اور مصلح کا معنی و مفہوم:

تربیت و اصلاح کی فضیلت:

حکیم الامت کے مصلح و مربی ہونے ایک نظر:

نتیجہ بحث:

مربی اور مصلح کا معنی ومفہوم:

مربی تربیت سے ہے بمعنی پالنا ادب سکھانا، قابل بنانا وغیرہ اور مصلح اصلاح سے بنا ہے مادہ ہے (ص، ل، ح) معنی ہے نیک کام، اسی سے ہے صالحۃ یعنی ہر وہ کام جو رضائے الٰہی کی خاطر ہو، عبادات ومعاملات وغیرہ سارے ہی معنی کے عموم میں داخل ہیں۔

(تفسیر نعیمی ج 1 ص 216 ملخصا) مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ گجرات پاکستان)

معنی کا حاصل یہ ہے کہ جو آدمی اپنی قوم کی اچھی طرح تربیت کرے ان کے نقائص وعیب کی نشاندہی کر کے ان کو ختم کرنے کے، مٹانے کے طریقے بتائے اور لوگوں کے اعمال و اعتقادات اخلاق وکردار کو سنوارے وہ مصلح اور مربی ہے محسن ہے سنوارنا عام ہے زبان کے ذریعہ ان کی اصلاح کرے، قلم کے ذریعے کرے۔ یا جس بھی ممکن ومناسب طریقے سے ہو کرے اور پورا مخلص ہو، اللہ تعالیٰ نے ایسے آدمی کی بڑی فضیلت رکھی ہے کیونکہ اس آدمی کی وجہ سے دوسروں کو نفع ہے، ان کے اعمال صحیح ہوتے ہیں، ان کے اخلاق بگڑنے سے بچتے ہیں وہ اللہ رسول کی خوشنودی اور رضاء کے لئے سارا کام کرتا ہے لہٰذا مخلص ہے ناصح ہے پند و نصیحت کرتا ہے لوگوں کی ذہنی، اسلامی، اور اخلاقی تربیت کرتا ہے لہٰذا اس کا اجر اور ثواب بہت زیادہ ہے تفصیل میں جائے بنا چند فضائل درج ذیل ہیں۔

تربیت اور اصلاح کی فضیلت:

آیات	مفہوم
① فمن تاب من بعد ظلمه واصلح فان الله يتوب عليه ○ (المائده 5. آیت 39)	مصلح کی توبہ قابل قبول ہے متبول ہے لہذا وہ خود بھی متبول ہوا۔
② فمن امن واصلح فلاخوف عليهم ولاهم يحزنون ○ (انعام 6. آیت 48)	مصلح بے خوف اور بے غم ہے قیامت کے روز اس کو کچھ فکر نہ ہوگی۔
③ الاالذين تابوا واصلحوا ○ (البقره 2. 160)	تائب اور مصلح کی تعریف فرمائی گئی۔

❹ الذین یفسدون فی الارض ولا یصلحون (شعراء 152)	فسادی کی مذمت کر کے مقابلہ کے طور پر مصلح ہونے کی اہمیت بیان کی گئی ہے۔
❺ ان احسنتم احسنتم لا نفسکم ○ (بنی اسرائیل 7)	محسن نے ہونے کی ترغیب دلائی گئی ہے۔
❻ للذین احسنوا واللہ یحب المحسنین ○ (المائدہ 5۔آیت 93)	متقی لوگ بھی اللہ کے محبوب ہیں اور محسن بھی محبوب باری تعالیٰ ہے۔
❼ للذین احسنوا منھم و اتقوا اجر عظیم ○ (ال عمران 172)	متقی اور محسن کے لیے اجر عظیم ہے۔
❽ ثم اتقوا واحسنوا و اللہ یحب المحسنین ○ (المائدہ 5۔آیت 93)	محسن بھی محبوب باری تعالیٰ ہے۔
❾ للذین احسنوا فی ھذا الدنیا حسنۃ و الدار الا خرۃ خیر (النحل 16۔آیت 20)	محسن دنیا میں بھی مقبول و محبوب ہے اور آخرت میں بھی اس کا اچھا اعزاز و مقام ہے۔
❿ وما کان ربك لیھلك القریٰ واھلھا مصلحون ○ (ھود 11، آیت 117)	مصلح کی موجودگی میں عذاب عام دینا رب تعالیٰ کی شان کے خلاف ہے۔
⓫ انا لانضیع اجرا المصلحین ○ (الاعراف 7 آیت 150)	مصلح کا اجر و بھی ضائع نہ ہوگا۔
⓬ وما نریدان تکون من المصلحین ○ (قصص 28 آیت 19)	مصلح کا انکار و استہزاء طریقہ کفار ہے۔

احادیث شریف	اخذ شدہ مفہوم
❶ قال النبی ﷺ کل معروف صدقۃ	ہر بھلائی بھلائی ہے۔
❷ قال النبی ﷺ لاتحقرن من	کسی نیکی کو معمولی جان کر چھوڑنا منع ہے

المعروف شیأً ولو تلقی اخاك بوجهٍ طلیق

اپنے مسلمان بھائی سے کشادہ روئی سے ملنا بھی صدقہ ہے۔

۱۷ قال النبی ﷺ تبسمك فی وجه اخیك صدقه و امرك بالمعروف صدقه و نهیك عن المنكر صدقه، وارشادك الرجل فی ارض الضلال لك صدقه، واما طتك الحجر والشوك والعظم عن الطریق لك صدقه وافراغك من دلوك فی دلو اخیك لك صدقه.

(مراۃ شرح مشکوۃ ج 3، ص 105 تا ص 118 مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ لاہور پاکستان)

مسلمان بھائی کو مسکرا کر ملنا بھی صدقہ نیکی ہے اس کو نیکی کی ترغیب وحکم دینا دلانا بھی صدقہ ہے اس کو برائی وبے حیائی سے بچنے کی تلقین وکوشش کرنا بھی نیکی ہے، کمزور نگاہ والے کی اسکے حال کے مناسب مدد کر دینا بھی صدقہ ہے، بھولے ہوئے کو راہ لگانا بھی صدقہ ہے، راستہ سے کانٹا، ہڈی اور پتھر وغیرہ اور نقصان دہ چیزیں دور کرنا بھی بڑی نیکی ہے، صدقہ ہے اور چند لوٹے پانی کے دوسروں کو دینا بھی بڑی نیکی ہے۔ (ملخصا)

۴ قال النبی ﷺ الدین النصیحة ثلثاً قلنا لمن؟ قال لله و لكتابه ولرسوله و لائمة المسلمین وعامتهم (مراۃ ج 6 ص 414)

سرکار ﷺ نے تین بار فرمایا کہ دین خالص خیر خواہی ہے صحابہ نے پوچھا کس کی فرمایا اللہ اور رسول کی کتاب اللہ کی، مسلمانوں کے اماموں اور عاموں کی۔

۵ عن جریر بن عبد الله رضی الله عنه قال بایعت رسول الله ﷺ علی اقام الصلوة و ایتاء الزکوة والنصح لکل مسلم. (مراۃ ج 6 ص 415 مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ)

حضرت جریر ابن عبد اللہ صحابی رضی اللہ عنہ نے رسول پاک ﷺ کی بیعت کی کہ نمازی بنوں گا زکوۃ بھی دوں گا، ہر مسلمان کو نصیحت کروں گا۔ (ملخصا)

۶ قال النبی ﷺ لأن یودب الرجل ولده خیر له من ان یتصدق بصاع (مراۃ ج 6 ص 419)

اپنی اولاد کو ادب سکھانا غلہ صدقہ کرنے سے کہیں زیادہ اچھا ہے کہ دنیا وآخرت میں کام آئے گا۔

۷ ان رسول الله ﷺ قال ما نحل والدو لده من نحل افضل من أدب حسن (مراۃ ج6ص420)

ماں باپ کی طرف سے سب سے اچھا تحفہ اپنی اولاد کے لیےادب سکھایا ہوا تحفہ ہے۔

۸ قال النبی ﷺ ان الله تعالیٰ لا یعذّب العامة بعمل الخاصة حتی یروا المنکر بین ظهر یهم و هم قادرون ان ینکرو فلاینکروا فاذا فعلوا ذلك عذب اللّٰه العامّة الخاصّة (مراۃ ج 6ص512مکتبہ اسلامیہ)

بروں پر خاصوں کے عمل کی برکت سے عذاب دور رہتا ہے ہاں اگر خاص قادر ہونے کے باوجود دوسروں کو برائی سے بچنے کا حکم وتلقین نہ کریں تو عام وخاص سب پر عذاب آئے گا۔(ملخصاً)

۹ قال النبی ﷺ اوحی الله الی جبرئیل علیه السلام ان اقلب مدینه کذا ، و کذا ، باهلها ، فقال یارب ان فیهم عبد ك فلا نا ، لم یعصك طرفة عین ، قال فقال اقلب ها علیه و علیهم ، فان وجه لم یتعمر فی ساعة قط، (مراۃ ج 6ص716)

ایک علاقہ کی تباہی کے لیے باری تعالیٰ نے جبریل علیہ السلام کو حکم فرمایا انھوں نے پوچھا کہ مولیٰ اس علاقہ میں تو تیرا خاص بندہ بھی ہے جس نے ایک پل کے لئے برائی نہ کی فرمایا پہلے اس کو پھر باقی تمام کو تباہ کردو بستی ان پر الٹ دو اس شخص کا چہرہ ایک آن کے لئے بھی قوم کی برائی پر متغیر نہ ہوا تھا۔

۱۰ قال النبی ﷺ والذی نفس محمد بیده ان المعروف والمنکر فیبشر اصحابه ویوعدهم الخیر (مراۃ ج 6ص517)(مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ لاہور)

حضور علیہ السلام نے خدا کی قسم فرما کر ارشاد فرمایا کے نیکی اور بدی اپنے اپنے کرنے والوں کو خوش خبریاں اور وعیدیں سنائیں گی نیکی خیر وبھلائی سنائے گی اور بدی برے کے ساتھ چمٹ جائیگی۔(ملخصاً)

ان آیات واحادیث شریف سے نصیحت کرنے کی فضیلت ظاہر ہوئی کسی کی اصلاح کرنے کی خوبی کا پتہ چلا ، احسان کرنے ، اور نیکی کا حکم دینے کی اہمیت کا اندازہ ہوا اور برائی

سے روکنے میں اپنا کردار ادا کرنے کی افادیت معلوم ہوئی، اب ان امور کی امثلہ ذکر کرتا ہوں جو حضرت حکیم الامت علیہ الرحمۃ کی تحریر سے تلاش کی ہیں تاکہ اندازہ کرنا بالکل آسان ہو جائے کہ آپ نے یہ سارے فرائض سرانجام دیے تھے، امت مسلمہ کی اصلاح میں بھرپور کوشش کی تھی، برائی سے منع کیا تھا، نیکی کا حکم دیتے رہے، لوگوں کی تمام تر توجہ سرکار ﷺ کی طرف مبذول کراتے رہے آیئے چند عبارات بطور نمونہ ملاحظہ کرتے ہیں۔

حکیم الامت کے مربی اور مصلح ہونے پر ایک نظر:

بقدر ضرورت کچھ عبارات و ملفوظات درج ذیل ہیں۔

1. یہود بعض دوسرے یہود کے ساتھی ہیں اسی طرح نصرانی بعض دوسرے نصرانی حضرات کے ساتھی ہیں مسلمانوں تمہارے ساتھی دونوں نہیں ہیں تو تم ان کے دوست کیوں بنتے ہو وہ تو صرف اپنی اپنی قوم کے ساتھی ہیں، افسوس ہے کہ عیسائی قوم صلیب پر جمع ہو جائے، یہودی حضرت عزیر علیہ السلام کے بت پر جمع ہو جائیں، ہندو ایک جانور یعنی گائے پر متفق ہو جائے، حالانکہ ان سب کا خدا بھی ایک نہیں مگر مسلمان قوم جس کا خدا رسول، کلمہ، قرآن اور کعبہ اور ہر چیز ایک ہے وہ متفق نہ ہوں کتنی شرم کی بات ہے یایھا الذین امنوا لا تتخذوا الیھود والنصارٰی اولیاء بعضھم اولیاء بعض ○ میں رب تعالیٰ نے مسلمانوں کی غیرت کو جھنجوڑا ہے اے مسلمانو یہودی اور عیسائی آپس میں دشمن ہیں لیکن تمہارے نقصان کی خاطر انکی آپس میں دوستی ہوگی اگرچہ اندرون خانہ انکے کتنے اختلافات سہی، لہٰذا تمہیں ان سے مل کر گٹھ جوڑ کرنے سے نفع نہ ہوگا، بلکہ سخت نقصان ہوگا، بہت تعجب کی بات ہے کہ یہودی حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور انکی ماں کو گالیاں دیتے ہیں، انھوں نے ہی حضرت عیسیٰ کو پھانسی دینے کی کوشش کی، لیکن مسلمان ان کے مقابلہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عزت کرتے ہیں، انکی والدہ کی طہارت کے دل سے معتقد ہیں اے مسلمانوں تم عیسائیوں کا متعصبانہ رویہ تو دیکھو کہ تمہارے مقابلہ میں وہ یہود سے دوستی لگائے ہوئے ہیں تم کو اپنا دشمن سمجھتے ہیں اے مسلمانو

سمجھ جاؤ ان میں تمہارا کوئی دوست نہیں ہے ۔

(تفسیر نعیمی ج 6 ص 539 تا ص 540 ملخصا ، مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ گجرات پاکستان)

۲ جو آدمی یہود و نصاریٰ سے دینی محبت رکھے ان کے دین کو ابھی تک حق جانے اس محبت کی بنا پر ان کی مدد کرے اور مسلمانوں کے مقابلہ میں آئے تو وہ بھی شرعاً انہی جیسا ہے قیامت کے دن اس نام نہاد مسلمان کا حشر یہود و نصاریٰ کے ساتھ ہوگا یہ بھی بڑا عذاب ہے ، بے حد رسوائی ہے جیسے کسی مہمان کو بھنگی اور چمار کے ساتھ بٹھا دیا جائے یہ اسکی ذلت ہے یہ جرم خواہ کوئی بھی کرے عام ہو یا خاص پیر ہو یا بادشاہ سخت مجرم ہے سانپ کا زہر ہر ایک کے لئے مضر ہے اسی طرح کفار سے محبت بھی زہر قاتل ہے ۔ (تفسیر نعیمی 6 ج ص 540 ملخصا ، مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ گجرات پاکستان)

۳ مسلمانوں کو نظر انداز کر کے غیر مسلموں کی مدد کرنے سے دین اور قوم کو سخت نقصان پہنچتا ہے جیسا کہ بارھا دیکھا گیا ، افسوس مسلمان اس تعلیم کو بھول گئے اپنی قوم کے جتنے غدار مسلمان ہیں اتنا کوئی نہیں جب اور جہاں بھی مسلمانوں نے شکست کھائی ، وہاں اپنی قوم کی غداری سے کھائی ۔

جعفر از بنگال صادق از دکن
ننگ آدم ، ننگ دین ، ننگ وطن

لیل پاکستان چوں آید بروز
مرد جعفر روح او زندہ ہنوز

(تفسیر نعیمی ج 6 ص 542 ملخصا)

۴ ممانعت کفار سے دوستی اور قلبی محبت کی ہے باقی رہا ان سے لین دین کرنا ، عدل و انصاف کرنا ، ان کے پڑوسی ہونیکی صورت میں حقوق پڑوسیت ادا کرنا ، دنیاوی معاملات کرنا ، شرع کی حدود کے اندر رہ کر ان سے مدد لینا ، انکی مدد کرنا وغیرہ سارا کچھ معاملات کی قسم ہے لہٰذا جائز ہے لیکن یہ منع ہے کہ آپ ان کی سی وضع قطع ، بنائیں اس طرح کی شکل اپنائیں ان کے رسم و رواج اپنائیں کیونکہ یہ صورتاً ان سے

دوستی ہے اگر چہ دل میں محبت نہ سہی لیکن بغیر محبت کے یہ سب کچھ اپنانا بھی منع ہے کہ ظاہری مشابہت سے دلوں کے میلان کا اندیشہ ہے اور قانون شرع ہے کہ جس نے ان کی مشابہت کی وہ انہی میں شمار ہے من تشبہ بقوم فھو منھم (حدیث) اسی طرح بلاضرورت شدیدہ ان کو عہدہ دینا بھی سخت خطرے کا باعث ہے اس سے قوم اور دین کے نقصان کے بہت زیادہ امکان واحتمال ہیں حضرت ابو موسی اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور خلافت میں اپنا کاتب مقرر کیا وہ عیسائی تھا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے منع فرمایا انھوں نے عرض کی کہ اس جیسا ماہر اور کوئی موجود نہیں ہے فرمایا یہ مر گیا تو کیا کرو گے جسکو اسکی موت کے بعد رکھو گے ابھی ہی رکھ لو جب اللہ نے ان کو مسلمانوں سے دور کیا ہے تو تم ان کو قریب نہ کرو۔ (تفسیر نعیمی ج6 ص541 تا ص542 ملخصاً مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ)

کفار مسلمانوں کی عداوت میں کبھی کمی نہیں کرتے جیسا کہ قرآن نے خبر دی ہے لایالونکم خبالا باقی رہاان کا امداد کرنا، شفا خانے کھولنا، سکول بنانا وغیرہ اس میں انکی اپنی کوئی نہ کوئی پالیسی اور مصلحت ہوگی، کسی نہ کسی تبلیغ یا مشن کے لئے ان کے یہ کام ہو رہے ہیں، ہسپتال اور سکول وغیرہ تو بظاہر آڑ ہے جس کی اوٹ میں وہ مسلمانوں کو دھوکا دے رہے ہیں کسی کالج کے پرنسپل سے مسلمان سٹوڈنٹ نے پوچھا کہ آپ نے اتنا کچھ خرچ بتایئے کتنے مسلمان عیسائی بنائے؟ تو اس نے ہنس کر کہا بھئی پوچھنے کی بات تو یہ ہے کہ تم یہ پوچھو کہ ہم نے کتنے مسلمان مسلمان ہی چھوڑے؟ کتنے مسلمانوں کو مسلمان رہنے دیا؟ ہم مسلمانوں کے دماغ، صورت اور سیرت پر مکمل چھا گئے ہیں کیا ہوا تمہارے نام اسلامی ہیں لیکن کام ہمارے والے کرتے ہو اے مسلمانوں ہوش کرو ہم کو عیسائیوں نے کھلونے دے کر جمال مصطفوی سے بے گانہ کر دیا۔

تو چہ دانی ما با ماچہ کرد
از جمال مصطفیٰ بے گانہ کرد

(تفسیر نعیمی ج6 ص544 ملخصاً مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ گجرات پاکستان)

٦ صوفیائے کرام فرماتے ہیں کہ کلمہ گو کافر کھلے کافروں سے بدتر ہوتے ہیں، کھلے کافر مانتے تھے کہ حضور علیہ السلام کی زبان مبارک سے جو نکلتا ہے حق ہے، دیکھو حضور علیہ السلام نے حضرت سراقہ رضی اللہ عنہ کو خبر دی کہ تم کسریٰ کے کنگن پہنو گے یہ خبر اس وقت دی جب آپ علیہ السلام ہجرت کر کے مدینہ شریف جا رہے تھے، راہ میں سراقہ ایک غار میں حضور علیہ السلام کے پاس آئے اور امیہ بن خلف اور عتبہ نامی دو بڑے کافروں کی ہلاکت کی خبر دی، تو امیہ اور ابولہب ان خبروں سے گھبرا گئے کہ اب تو خیر نہیں کیوں کہ حضور کی زبان سے کبھی غلط یا جھوٹ نہیں نکلا، اسی طرح جب کافروں کے بائیکاٹ والے معاہدہ کا کاغذ کیڑا کھا گیا اس کی خبر حضور نے دی تھی تو کافروں کو یقین آ گیا، انھوں نے دیکھا کہ واقعی اللہ کے اسم مبارک کے علاوہ ساری تحریر کیڑے نے کھا دی تھی، مگر منافقین جو ظاہری کلمہ گو تھے انھوں نے کبھی بھی کسی خبر پر یقین نہ کیا وہ کہتے تھے کہ یہ تو غیب کی باتیں ہیں حضور کو اس کی کیا خبر؟ آج بھی بعض مسلم نما کلمہ گو کافروں کا یہی حال اور شیوہ ہے جیسا کہ برابر دیکھا جا رہا ہے یاد رکھو ایمان عقل اور علم سے نہیں ملتا، بلکہ رب کے فضل اور کرم سے ملتا ہے۔

(تفسیر نعیمی ج 6 ص 553 ملخصاً مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ گجرات)

٧ صوفیائے کرام فرماتے ہیں کہ جو معرفت سے خالی ہو اور حقیقت سے دور ہو، مگر دنیا کمانے کے لئے تصوف کا لباس پہن کر اپنے کو صوفی مشہور کرے اس کا عذاب زانیہ عورت سے زیادہ سخت ہوگا، کہ وہ تو حرامی بچے جنتی ہے، اور یہ حرامی نالائق مرید پیدا کر کے تصوف کو بدنام کرتا ہے لوگ متنفر ہوتے ہیں، جو کوئی قرآن کو دنیا طلبی کا وسیلہ بنائے وہ میراثی سے بدتر ہے گویے سے بھی برا ہے کہ وہ تو حرام کے ذریعہ حرام کماتے ہیں اور یہ قرآن پڑھ کر دام بٹورتا ہے ایک شخص طنبورہ و ڈھول پر چڑھ کر طاق و روشن دان سے روٹی اتارتا ہے دوسرا قرآن پر پاؤں رکھ کر یہی حرکت کرتا ہے پہلے سے یقیناً بدتر ہے، اس زمانہ کے عام جھوٹے مشائخ کا یہی دستور ہے کہ وہ اپنی ظاہری شکل اور بے معنی الفاظ سے لوگوں کو گمراہ کرتے ہیں عاقل پر

لازم ہے کہ انکے ظاہر سے دھوکہ نہ کھائے دنیا سے دین خریدو، دین کو دنیا طلبی کا ذریعہ نہ بناؤ، کسی نے کیا خوب کہا۔

دین فروشی مایہ کردن ہست خسران مبین

سود مند آں کس کہ دنیا صرف کرد، دین خرید

اللہ تعالیٰ ہماری دنیا کو ذریعہ دین بنائے نہ دین کو ذریعہ دنیا، ہمارے گناہوں کو معاف کرے، عبادات کو ریا کاری سے محفوظ فرمائے، یہ آیت کریمہ: **وان منهم لفريقاً يلون السنتهم بالكتب لتحسبوه من الكتاب ويقولون هو من عند الله و ما هو من عند الله ويقولون على الله الكذب وهم يعلمون** (آل عمران 4 آیت 78) صرف سننے کی نہیں بلکہ عبرت حاصل کرنے کی ہے، یہ مت سمجھو کہ اس کا تعلق صرف علماء یہود سے ہے، ہم میں سینکڑوں یہودیانہ عیب موجود ہیں لہٰذا ہم سب کو خدا کا خوف چاہیے۔ (تفسیر نعیمی ج 3 ص 358 تا ص 359 ملخصاً، مکتبہ مطبوعہ انجمن خدام الصوفیہ گجرات پاکستان)

۸ مسلمانوں کو برباد کرنے والے اسباب میں سے سب سے بڑا سبب انکے بچوں کی آوارگی اور نوجوانوں کی بیکاری ہے، پاکستان کے مسلمانوں پر اخراجات زیادہ اور آمدنی کے ذریعے محدود بلکہ قریباً نابود ہیں، یقین کرو بے کاری کا نتیجہ ناداری ہے ناداری کا انجام قرض داری اور قرض داری کا انجام ذلت خواری ہے، بلکہ سچ تو یہ ہے کہ ناداری اور مفلسی صدہا عیبوں کی جڑ ہے، چوری، ڈکیتی، بھیک مانگنا، بدمعاشی کرنا، جعلسازی کرنا تو اسکی شاخیں ہیں، اور جیل ہو جانا پھانسی لگنا اس کے پھل ہیں، مفلس وغریب کی بات بے وزن ہے، یہی حال پیشہ ور کماؤ واعظ اور مقرر کا ہے، یہ تقریر کے آخر میں کہہ دیں کہ بھائیو، میرے پاس کرایہ نہیں ہے، میں مفلس ہوں، میری مدد کرو، تو ان دو لفظوں سے سارا وعظ ونصیحت بے کار ہو جاتا ہے، یہ لوگ مہذب قسم کے بھکاری ہیں واعظ اور علماء کی بدنامی ان لوگوں کی وجہ سے ہے، بھیک مانگنا وہ کھٹائی ہے جو وعظ وتقریر کے سارے نشہ کو اتار دیتی ہے، حق تو یہ ہے کہ مفلس کی نہ نماز اطمینان کی ہے نہ ہی روزہ اور زکوۃ، حج کا تو ذکر ہی کیا؟

یہ عبادات اس کو ہوں بھی کیسے نصیب؟

شیخ سعدی علیہ الرحمۃ نے کیا خوب فرمایا:

غم اہل وعیال و جامہ و قوت
بازت آوردز سیر در ملکوت

شب چو عقد نماز بر بندم
چہ خورد باماداد فرز ندم

یعنی بیوی بچوں اور روٹی کپڑے کا غم عبادت گزار کو عالم ملکوت کی سیر سے واپس اتار لاتا ہے، کہ نماز کی نیت باندھتے ہی خیال پیدا ہوتا ہے کہ بچے صبح کیا کھائیں گے؟ مسلمانوں کو چاہیے کہ بیکاری سے بچیں، اپنے بچوں کو بھی آوارگی سے بچائیں، جوانوں کو کام پر لگائیں، دوسری قوموں سے سبق سکھیں، دیکھو، ہندوؤں کے بچے یا تو سکول اور کالج میں نظر آئیں گے، یا خوانچہ و چھابڑا فروشی کرتے ہوئے، مگر مسلمانوں کے بچے یا پتنگ اڑاتے نظر آئیں گے یا گیند بلا کھیلتے ہوئے، دیگر قوموں کے جوان کچہریوں میں، دفاتر میں عمدہ عہدوں پر ہوں گے اعلی کرسیوں پر نظر آئیں گے یا تجارت میں مصروف ہوں گے، کاروبار میں مشغول نظر آئیں گے، مگر مسلمانوں کے جوان یا فیشن ایبل بنتے نظر آئیں گے، یا بدمعاشی کرتے نظر آئیں گے، سینما، مسلمانوں سے آباد، کھیل تماشوں میں مسلمان آگے آگے، تیر بازی بیٹر بازی، پتنگ بازی، مرغ بازی اور (لونڈے بازی) غرض یہ کہ ساری بازیاں اور ہلاکت کے سارے سامان واسباب مسلمانوں قوم میں جمع ہیں، میں تو یہ دیکھ کر خون کے آنسو روتا ہوں کہ ذلیل پیشہ والے مسلمان ہی ملتے ہیں، میراثی مسلمان، رنڈیاں اکثر مسلمان ہجڑے کھسرے اکثر مسلمان، جواری شرابی اکثر مسلمان!

افسوس!

جو دین بدمعاشیوں کو مٹانے آیا تھا اس دین کے ماننے والے آج بدمعاشیوں میں اول نمبر ہیں۔

یقین کرو کہ ہمارا زندہ رہنا اور ہم پر عذاب الٰہی کا نہ آنا، صرف اور صرف اس لئے

ہے کہ ہم رسول ﷺ کی امت ہیں رب نے فرمایا۔

وما کان اللہ لیعذبھم و انت فیھم (الانفال آیت 33)

کہ اے پیارے تیری موجودگی میں اللہ کی یہ شان نہیں کہ تیری امت کو عذاب دے ورنہ پچھلی ہلاکت شدہ قوموں نے جو کام و کرتوت ایک ایک کر کے کیے تھے وہ ہم میں جمع ہیں ہم ان سب کے برابر بلکہ بڑھ کر کرتے ہیں۔

حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم کم تولنے کے مجرم تھی، حضرت لوط علیہ السلام کی قوم لونڈے بازی اور حرام کاری کی مجرم تھی، لیکن دودھ سے مکھن نکال لینا، ولائتی گھی کو دیسی بتا کر بیچنا وغیرہ تو انکے باپ دادا کو بھی نہ آتا تھا، لہذا اے مسلمانوں ہوش میں آؤ، جلد کوئی حلال کاروبار تلاش کرو۔ (اسلامی زندگی ص 96 تا ص 97 تا 98 ملخصا بمطبوعہ مکتبہ قادری پبلشرز لاہور)

● آج کون سا درد رکھنے والا دل ہے جو مسلمانوں کی موجود پستی اور انکی موجودہ ذلت وخواری پر نہ دکھتا ہو ناداری پر نہ کڑھتا ہو؟ وہ کون سی آنکھ ہے جو انکی غربت، مفلسی، اور بے روزگاری پر آنسو نہ بہاتی ہو، حکومت ان سے چھنی، دولت سے یہ محروم ہوئے، عزت و وقار ان کا ختم ہو چکا، زمانہ کی ہر مصیبت کا شکار مسلمان بن رہے ہیں، ان حالات کو دیکھ کر کلیجہ منہ کو آتا ہے مگر دوستو، فقط رونے سے، اور دل دکھانے سے کام نہیں چلتا، بلکہ ضروری ہے کہ اس بیماری کے علاج پر خود مسلمان قوم غور کرے، علاج کے لئے چند چیزیں سوچنا ضروری ہیں۔

اول یہ کہ اصل بیماری کیا ہے؟ دوسرے یہ کہ اس کی وجہ کیا ہے؟ مرض پیدا کیوں ہوا؟ تیسرے یہ کہ اس بیماری کا علاج کیا ہے؟ چوتھے یہ کہ اس علاج میں پرہیز کیا ہے؟ اگر ان چاروں باتوں کو معلوم کر کے ان پر عمل کر لیا گیا تو سمجھو کہ علاج آسان و موثر ہے، اصل بات غور کرنے کی ہے، اس سے پہلے بہت سے لیڈران قوم اور پیشوایان ملک نے بہت غور کیے، اور طرح طرح کے علاج سوچے، کسی نے سوچا، مسلمانوں کا علاج صرف دولت ہے مال کماؤ ترقی پا جاؤ گے، کسی نے کہا اس کا علاج عزت ہے کونسل کے ممبر بنو آرام ہو جائے گا، کسی نے کہ تمام بیماریوں کا حل و علاج صرف بیلچہ ہے، بیلچہ اٹھاؤ بیڑا پار ہو جائے گا ان تمام نادان طبیبوں نے

کچھ روز بہت شور مچایا، مگر مرض بڑھنے کے سوا کچھ حاصل نہ ہوا، ان کی مثال اس نادان ماں کی سی ہے جس کا بچہ پیٹ کے درد سے روتا ہے وہ خاموش کرنے کے لیے اس کے منہ میں دودھ دے دیتی ہے، جس سے بچہ کچھ دیر کے لیے بہل جاتا ہے، مگر پھر اور بھی زیادہ بیمار ہو جاتا ہے، کیونکہ ضرورت تو اسکی تھی کہ بچہ کو مسہل اور دوا دے کر اس کا معدہ صاف کیا جائے، اسی طرح میں دعوے سے کہہ سکتا ہوں کہ آج تک کسی لیڈر نے معالج نے اصل مرض نہ پہچانا، اور صحیح علاج اختیار نہ کیا، اللہ کے جس بندے نے مسلمانوں کو صحیح علاج بتایا، تو مسلم قوم نے اس کا مذاق اڑایا، اس پر آوازے کسے، طعنہ کی زبان درازی، غرض یہ کہ صحیح طبیبوں کی آواز پر کان ہی نہ دھرا، ہم اس متعلق عرض کرنے سے پہلے ایک حکایت عرض کرتے ہیں۔

ایک بوڑھا کسی حکیم کے پاس گیا اور کہنے لگا، حکیم صاحب، میری نگاہ موٹی ہو گئی ہے دھندلا دھندلا سا نظر آتا ہے، حکیم نے کہا بڑھاپے کی وجہ سے ایسا ہے، بولا کمر میں درد رہتا ہے حکیم نے کہا بڑھاپے کی وجہ سے ایسا ہے بوڑھے نے کہا چلتے چلتے سانس پھول جاتا ہے حکیم بولا بڑھاپے کی وجہ سے ہے۔ بوڑھے نے کہا حافظہ بھی خراب ہو گیا ہے کوئی بات یاد نہیں رہتی، حکیم نے کہا بڑھاپے کی وجہ سے ایسا ہے بوڑھے کو غصہ چڑھ گیا بولا کہ تم نے ساری عمر ساری حکمت بڑھاپے کی وجہ سے ایسا ہے سیکھنے میں گزار دی، تمام حکمت میں اس کے سوا کچھ بھی نہیں پڑھا، حکیم نے کہا بوڑھے میاں آپ کو مجھ پر بلا قصور جو غصہ آ گیا یہ بھی بڑھاپے کی وجہ سے ہے۔

بعینہٖ آج ہمارا بھی یہی حال ہے، مسلمانوں کی بادشاہی گئی، عزت گئی، دولت گئی، وقار گیا، صرف ایک وجہ ہے کہ ہم نے شریعت مصطفیٰ چھوڑی، ہماری زندگی اسلامی زندگی نہ رہی ہمیں خدا کا خوف نہ رہا، نبی کی شرم نہ رہی آخرت کا ڈر نہ رہا، یہ تمام بیماریاں اور نحوستیں اسی وجہ سے ہیں۔ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کیا خوب فرماتے ہیں۔

دن لہو میں کھونا تجھے، شب نیند بھر سونا تجھے
شرم نبی، خوف خدا، یہ بھی نہیں، وہ بھی نہیں

مسجدیں ہماری ویران، مسلمانوں سے سینما اور تماشے کے میدان آباد، ہر قسم کے عیب مسلمانوں میں موجود، ہندوانی رسمیں ہم میں قائم، تو بتاؤ ہم کس طرح عزت پا سکتے ہیں محمد

علی جوہر نے کیا خوب کہا۔

بلبل و گل گئے ، گئے لیکن
ہم کو غم ہے چمن کے جانے کا

تمام دنیاوی ترقیاں بلبلیں ہیں، اور دولت ایمان، چمن ہے۔ اگر چمن آباد ہے تو ہزار ہا بلبلیں آجائیں گی، مگر جب چمن ہی اجڑ گیا، تو اب بلبلوں کے آنے کی کیا امید؟ مسلمانوں کی اصل بیماری شریعت مصطفےٰ کا دامن چھوڑ دینا ہے، جس کی وجہ سے اور بیماریاں پیدا ہوگئی ہیں۔ مسلمانوں کی صدہا بیماریاں تین اقسام میں بند ہیں۔

اوّل یہ کہ روز روز کے نئے نئے مذہبوں کی عقیدوں کی پیداوار، اور ہر آواز پر مسلمانوں کا آنکھیں بند کر کے چل پڑنا۔

دوسرے، یہ کہ مسلمانوں کی خانہ جنگیاں، مقدمے بازیاں، اور آپس کی عداوتیں

تیسرے یہ کہ جاہل باپ دادا کی ایجاد کی ہوئی خلاف شرع رسوم ورواج اور فضول طریقے، ان تین بیماریوں نے مسلمانوں کو تباہ کر ڈالا، برباد کر دیا، گھر سے بے گھر کر دیا، مسلمان مقروض ہو گئے، غرض یہ کہ ذلت اور رسوائی کے گہرے گڑھے میں جا پڑے۔

پہلی بیماری کا علاج صرف یہ ہے مسلمان یہ بات خوب یاد رکھیں، کہ کپڑا بے شک نیا پہنو، مکان نیا بناؤ، غذائیں نئی نئی کھاؤ، دنیاوی کام نئے سے نئے کرو مگر خدارا، دین وہی پرانا رکھو، تیرہ سو سال والا پرانا، عقیدہ رکھو، ہماری بھلائی اسی میں ہے، ہمارا نبی پرانا، ہمارا قرآن پرانا، کعبہ پرانا، ہمارا خدا قدیم و پرانا ہے، ہم دین کے معاملہ میں پرانی لکیر کے فقیر ہیں، یہ وہ کلمات ہیں جو قبلہ عالم حضرت پیر سید جماعت علی شاہ صاحب علی پوری علیہ الرحمۃ اکثر فرمایا کرتے تھے۔

پرہیز یہ ہے کہ بد مذہب کی صحبت سے بچو، اس عالم دین کے پاس اٹھو بیٹھو جس کے پاس بیٹھنے سے حضور علیہ السلام کا عشق اور انکی تابعداری کا جذبہ پیدا ہوتا ہو۔

دوسری بیماری کا علاج یہ ہے کہ فتنہ وفساد کی اکثر طور پر دو جڑیں ہیں ایک غصہ کرنا، اپنی بڑائی چاہنا، دوسرے یہ کہ شریعت کے حقوق سے غفلت ہونا، ہر آدمی چاہتا ہے کہ میں سب

سے اونچا ہوں، میرے حقوق سارے لوگ ادا کریں مگر میں کسی کے کردں نہ کروں کوئی پوچھنے والا نہ ہو، اگر ہماری طبیعت سے ''میں'' نکل جائے، عاجزی اور تواضع پیدا ہو جائے ہم میں سے ہر ایک دوسرے کے حقوق کا خیال رکھے، تو انشاء اللہ کبھی جنگ وجدال کی نوبت ہی نہ آئے مقدمہ بازی کی ضرورت محسوس نہ ہو، فقیر کی یہ تھوڑی سی گفتگو انشاء اللہ بہت نفع دے گی، بشرطیکہ اس پر غور وعمل سنجیدگی سے کیا جائے۔

تیسری بیماری وہ ہے جسکے لئے یہ کتاب لکھی جارہی ہے ہندوستان کے مسلمانوں میں بچے کی پیدائش سے لیکر مرنے تک کے موقعوں پر ایسی ایسی تباہ کن رسمیں جاری ہیں کہ انھوں نے مسلمانوں کی جڑیں کھوکھلی کردی ہیں، میں نے خود دیکھا کہ انکے مرنے کے بعد کی یا جینے کے دوران کی رسموں کی بدولت صدہا مسلمانوں کی جائیدادیں، مکانات، اور دکانیں ہندوؤں کے پاس چلی گئی گئیں۔

کیونکہ یہ سودی قرضے کی مد میں تھیں، بہت سے اعلے خاندان کے لوگ آج کرایہ کے مکانوں میں رہ رہے ہیں، ٹھوکریں کھاتے ہیں، مگر گزارہ کررہے ہیں ایک نہایت خاندانی شریف نے رھیس بھی تھا، ایک ہندو سے قرضہ لیا تاکہ باپ کے چالیسویں کی روٹی پکائے، چارسو 400 روپے قرضہ تھا، اب تک ہندو کو ستائیس سو 2700 روپے دے چکا ہے پندرہ سو 1500 اور بھی دینے ہیں، اسکی جائیداد بھی ختم ہو چکی ہے، ہے تو وہ زندہ مگر حالت مردوں سے بدتر ہے، اور ہیں بھی صاحب اولاد، نہایت فاقہ سے وقت گزار رہے ہیں۔

اپنی قوم کی اس مصیبت کو دیکھ کر میرا دل بھر آیا، طبیعت میں جوش پیدا ہوا، کہ کچھ خدمت کروں، روشنائی وسیاہی کے چند قطرے درحقیقت آنسوؤں کے قطرے ہیں، خدا کرے کہ اس سے قوم کی اصلاح ہو جائے، میں نے محسوس کیا ہے کہ بہت سے لوگ شادی، بیاہ کی ان رسموں سے بیزار ہیں، مگر برادری کے طعنوں سے اور اپنی ناک کٹنے کے خوف سے ان رسموں کو ترک نہیں کرتے، جس طرح ہوسکے قرض لے کر ان جہالت کی رسموں کو پورا کرتے ہیں، کوئی ایسا مردمیدان نہیں بنتا جو بلاخوف، ہر ایک کے طعنے برداشت کرے، اور تمام رسوم کو لات مار دے، سنت زندہ کر دکھائے جو شخص سنت زندہ کرتا ہے اس کو سو 100 شہیدوں کا ثواب ملتا ہے،

کیونکہ شہید تو ایک دفعہ ہی تلوار کا زخم کھا کر مر جاتا ہے اور یہ اللہ کا بندہ عمر بھر لوگوں کی زبانوں سے دیے گئے زخم کھاتا رہتا ہے۔

واضح رہے کہ مروجہ رسمیں دو قسم کی ہیں ایک ▪ جو شرعاً ناجائز ہیں، دوسری وہ جو تباہ کن ہیں، ان کے پوری کرنے کے لیے مسلمان سود پر قرضہ لیتے ہیں، سود دینا بھی حرام ہے، اور لینا بھی، اس لئے یہ رسمیں حرام کام کا ذریعہ ہیں، اس رسالہ میں دونوں قسم کی رسموں کا ذکر کیا جائے گا، بیان کا طریقہ یہ ہوگا کہ اس رسالے میں ہر رسم سے متعلق علیحدہ علیحدہ ہوں گے مثلاً پیدائش کی رسموں کا باب شادی بیاہ کی رسموں کا باب وغیرہ وغیرہ ہر رسم کے بارے میں تین باتیں عرض کی جائیں گی اوّل یہ کہ مروجہ رسم کیا ہے؟ کیسے ہے؟ پھر اس کی خرابیاں گنوائی جائیں گی پھر سنت طریقہ بتایا جائے گا اس کتاب کا نام اسلامی زندگی رکھتا ہوں۔ ربّ کریم کے کرم سے اُمید ہے حبیب ﷺ کے صدقے سے اسم کو اسم بامسمّیٰ بنائے اور قبول فرمائے مسلمانوں کو اس پر عمل کرنے کی توفیق دے میرے لیے اس کو توشہ آخرت اور صدقہ جاریہ بنائے آمین ثم آمین۔ پھر سنت طریقہ بتایا جائے گا، اس کتاب کا نام اسلامی زندگی رکھتا ہوں ربّ کریم کے کرم سے امید ہے کہ وہ اپنے حبیب ﷺ کے صدقے، اس کو اسم بامسمیٰ (نام کو نام والے کے موافق) بنائے، اور قبول فرمائے مسلمانوں کو اس پر عمل کرنے کی توفیق دے، میرے لیے اس کو توشہ آخرت بنائے اور صدقہ جاریہ بنادے، آمین آمین۔

(اسلامی زندگی ص 3 تا ص 7 ملخصاً وموضحاً مطبوعہ قادری پبلشرز اردو بازار لاہور پاکستان)

صحبت کا اثر نماز روزے اور حج وزکوۃ سے بھی زیادہ ہے، اور موثر بھی، نماز سے آدمی نمازی، حج سے حاجی اور علم سے قاضی بن جاتا ہے مگر کسی عمل سے صحابی نہیں بن سکتا، صحابی کو اعلیٰ رتبہ صحبت کی وجہ سے ملا، جس طرح نیکوں کی صحبت سے آدمی، صحابی، تابعی، تبع تابعی، ولی، عالم یا صوفی وغیرہ بن جاتا ہے تو یاد رکھو اسی طرح بروں کی صحبت سے بھی برا اثر ہوگا کہ آدمی، کافر، چور، ظالم، فاجر و فاسق اور ڈاکو وغیرہ بن جاتا ہے لہٰذا نیکوں کی صحبت کرنی چاہیے۔

یک زمانہ صحبت با اولیاء

بہتر از صد سالہ طاعت بے ریاء

بد عملی کفر نہیں بد عقیدگی ضرور کفر ہے اور بد عقیدگی بری صحبت کا اثر اور ثمرہ ہے نیک اعمال صرف جن و انس ہی کر سکتے ہیں لیکن صحبت کا فائدہ بے جان چیزوں کو بھی مل جاتا ہے، دیکھو جن ملکوں پر عذاب الہی آیا تھا وہ خطے منحوس ہو گئے وہاں جانا، رکنا، وہاں کی چیزوں کا استعمال کرنا تک منع فرمایا گیا، ایک دفعہ صحابہ کرام نے اس میدان کے کنویں کا پانی استعمال کیا جس میں قوم ثمود پر عذاب آیا تھا تو سرکار ﷺ نے اس پانی سے گوندھا ہوا آٹا ضائع کروا دیا، اب بھی ہر حاجی کو شرع کا حکم ہے کہ وہ منیٰ کو جاتے ہوئے اس میدان میں بہت جلدی سے گزریں جہاں اصحاب فیل پر کنکریاں برسنے کا عذاب ہوا تھا، بت خانہ، شراب خانہ، حمام اور گندی جگہ پر نماز پڑھنا منع ہے کیوں؟ اس لئے کہ صحبت بد کی وجہ سے یہ سارے مقام منحوس و مردود ہو گئے۔

خانہ کعبہ میں نماز پڑھنا افضل ہے، مسجد نبوی شریف میں بھی نماز ادا کرنا افضل ہے، حضور علیہ السلام کی قبر شریف عرش اعظم سے اعلیٰ ہے کیوں؟ اس لئے کہ نیکوں کی صحبت کا فیضان اور تاثیر اسے حاصل ہے، حضرت ذوالنون مصری علیہ الرحمۃ میدان قادسیہ میں مٹی سے اپنا جسم رگڑنے لگے لوگوں کے پوچھنے پر بتایا کہ جب حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا گھوڑا اس میدان میں دوڑاتا تھا اس وقت کے انوار و تجلیات آج بھی دیکھ رہا ہوں، چاہتا ہوں کہ برکت حاصل کرلوں۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سفر حج میں اس جگہ قیام کرتے تھے جہاں جہاں حضور علیہ السلام نے قیام فرمایا ہوتا، کیوں؟ جانتے تھے کہ اس جگہ کی صحبت رسول کی وجہ سے قدر و منزلت زیادہ ہے جہاں سے اللہ والے گزر جاتے ہیں وہاں کے درو دیوار تک ذاکر ہو جاتے ہیں غرض یہ کہ اچھی یا بری صحبت کی تاثیر ضرور ہوتی ہے دیکھو کنعان نوح علیہ السلام کا بیٹا ہو کر کافر ہوا کافر ہی مرا کیوں؟ بری صحبت میں پھنسا تھا، مگر اصحاب کہف کا کتا کتا ہو قابل ذکر و عظمت ہو گیا، قرآن نے اس کا ذکر فرمایا و کلبھم باسط ذراعیہ بالوصید۔

قرآن و حدیث مساجد و منبر، اور تفاسیر و شروح میں اس کا ذکر رہتی دنیا تک کیا جاتا

رہے گا، اس کے نام کے وظیفے پڑھے جاتے ہیں دیکھو وظائف وعملیات کی کتب، اس کو یہ رتبہ بھی ملا کہ دن قیامت کے اسکو پاک کر کے انسانی شکل دی جائے گی اور جنت میں داخل کر دیا جائے گا، کیوں؟ اس لئے کہ اس نے اولیاء کو بھونکنا چھوڑا تھا، ان کی صحبت اختیار کی تھی، اچھی صحبت سے بے قدر شئی قدر ہو جاتی ہے دیکھو پھولوں کے ساتھ گھاس بھی باشادہ تک رسائی حاصل کر لیتی ہے پھول گھاس پر ہی ٹوٹ کر گرتے ہیں، پھولوں کے پاس والی مٹی بھی خوشبودار ہو جاتی ہے، تل کچھ دیر پھولوں کے پاس رکھو پھر ان کا تیل نکالو تو خوشبو والا ہو گا اس کا نام اور اوصاف تک تبدیل ہو گئے چنبیلی نام ہوا، وزیروں پیروں اور بادشاہوں کے سر پر اس کو جگہ ملی، دھاگہ بے قدری سی شے ہے مگر موتیوں کے صدقے ہار کی شکل میں محبوب کے گلے تک چلا جاتا ہے، کوئلے کی شکل کالی ہوتی ہے آگ میں کچھ دیر رہ کر وہ خوبصورت ہو جاتا ہے آگ والی صفات اس کے اندر آجاتی ہیں کیوں؟ یہ سب صحبت کا اثر ہے، مسلمانوں حضور علیہ السلام سے دلی صحبت رکھو دیکھو لوط علیہ السلام کی بیوی جسمانی صحبت والی تھی عذاب کے موقع پر شہر سدوم سے باہر بھی نکل آئی مگر اس کا دلی، قلبی روحانی ساتھ کفار کے ساتھ تھا لہٰذا ہلاک کر دی گئی، اور حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا کا ساتھ فرعون سے جسمانی، وظاہری تھا لیکن دل وروح سے موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ تھیں فیض ونجات اور مرتبہ پا گئیں۔ حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ جسماً دور تھے مگر وہ فیض پایا کہ سبحان اللہ، ابوجہل اور ابولہب لعین قریب تھے مگر دل ان کا دور تھا لہٰذا مردود ہی رہے، منافقین کو جسمانی اور ظاہری صحبت حاصل تھی پیچھے نمازیں بھی پڑھتے مگر دلی قریب نہ تھا لہٰذا بے نور رہے بے ایمان ہی رہے، ہم نے تو یہ بھی دیکھا ہے کہ ماں کا پیارا بچہ پردیس میں بیمار ہو جائے تو دیس میں ماں کے دل پر اثر پڑتا ہے کیونکہ دلی تعلق قائم ہے غرض یہ کہ مسلمانوں کو چاہیے کہ اچھوں کے پاس بیٹھیں، اچھوں سے دوستی رکھیں، ان سے الفت کریں، بروں سے دلی اور جسمی طور پر دور رہیں بدمذہبوں کے جلسوں میں نہ جائیں، کہ یہ بھی **فلا تقعد بعد الذکریٰ مع القوم الظالمین** کے عموم میں داخل ہے، جرم ہے کسی کی کتاب پڑھنا اس کے مضامین کا مطالعہ کرنا، کسی کے چاہنے والوں کے پاس بیٹھنا ان کی طرف میلان طبعی رکھنا بھی صحبت کی ایک قسم ہے اس سے بچو جس طرح ظاہری صحبت اثر کرتی ہے اسی

طرح تحریری وتقریری صحبت کا اثر ہوتا ہے۔

مولانا روم علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔

تا توانی دور شو از یار بد
یار بد بدتر از مار بد

مار بد تنہا ہمیں بر جان زند
یار بد بر دین ▪ برایمان زند

برے یار کی صحبت برے سانپ سے بھی بدتر ہے برا سانپ صرف جان لے گا مگر برا یار ایمان برباد کرے گا، بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ ہم پر کسی کی صحبت کا اثر پڑے گا ہی نہیں، کہ ہمارا ایمان تو اعلیٰ قسم کا ہے، نہایت مکمل ہے خواہ ہم ناول پڑھیں، سینما دیکھیں بدمذہبوں کے جلسے سنیں، یا جسکو چاہیں یار بنالیں، وہ لوگ اس سے عبرت پکڑیں کہ نوح علیہ السلام جیسے نبی کا بیٹا، پیغمبر زادہ ہو کر بھی کفار کی بروں کی صحبت کی بدولت ایمان گنوا بیٹھا، یہ لوگ پیغمبر زادے تو نہیں، دیکھو نوح علیہ السلام کی کشتی میں کتوں بلوں اور خنزیروں تک کے لئے جگہ بھی تھی اور اجازت بھی مگر کنعان کے لئے اجازت نہ تھی، حالانکہ پیغمبر زادہ تھا، ایسا کیوں؟ اس لئے کہ بروں کی صحبت میں پھنس کر برا ہوا، اس کے لئے جگہ نہ رہی اجازت نہ تھی، لہٰذا غرق ہو گیا۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ایک بار تورات پڑھنا شروع کر دی سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ مبارک غصے سے سرخ ہو گیا، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے توجہ دلائی کہ اے عمر تمہاری ماں تمہیں روئے دیکھو تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کس قدر ناراض ہو رہے ہیں حضرت نے عمر نے عرض کیا۔

رضیت باللہ رباً وبالا سلام دیناً بمحمد نبیاً، کہ میں اللہ کے رب ہونے اسلام کے دین ہونے اور حضور کے نبی ہونے پر راضی ہوں حضور علیہ السلام نے فرمایا اے عمر ہمارے پاس کیا نہیں کہ تم بدلی ہوئی تورات مین تلاش کرتے ہو خدا کی قسم اگر موسیٰ علیہ السلام آج ظاہری حیاتی میں ہوتے تو ان کو بھی ہماری اتباع کے سوا کوئی اور چارہ نہ تھا، دیکھو حضرت عمر رضی اللہ عنہ جیسی ہستی کو تورات سے منع فرمایا حالانکہ ان سے شیطان بھی ڈرتا ہے، راستہ چھوڑ

دیتا ہے تورات تھا بھی کلام الٰہی، اگرچہ بگاڑ دیا گیا تھا تو کیا ہم حضرت عمر سے زیادہ مضبوط ایمان والے ہیں؟ کیا آج کل کے ناول اور بد مذھبوں کی کتب ورسائل تورات سے زیادہ افضل ہیں؟ مسلمانوں ہوش کرو، احتیاط و پرہیز کرو، وہی دولت چوروں سے محفوظ رہ سکتی ہے جو ان سے دور رکھو، صحت مند وہی رہ سکتا ہے جو طاعون زدہ علاقہ میں نہ جائے، لہٰذا دولت ایمان بھی وہی محفوظ رہ سکتی ہے جو ایمان چوری کرنے والوں سے بچے۔

صحبت طالع ترا طالع کند صحبت صالح ترا صالح کنند

(ماخوذ و ملخص از مواعظ نعیمیہ ص 401 تا ص 410، مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ گجرات لاہور پاکستان)

خیال رہے کہ مواعظ نعیمیہ حکیم الامت علیہ الرحمۃ کی تصنیف نہیں ہے بلکہ انکے ملفوظات و مواعظ کا مجموعہ ہے جو حضرت مولانا محمد عارف صاحب علیہ الرحمۃ نے جمع کیا، مرتب فرمایا اللہ تعالیٰ انکو اس عمل کی جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین۔

11 ہم کو چاہیے کہ اپنے گریبانوں میں منہ ڈال کر جھانکیں، یہ حق ہے کہ ہم میں بھی اس بیان کردہ قسم کی بہت سی بیماریاں پیدا ہو چکی ہیں، ہم میں سے بعض تو محبت دنیا میں یہود سے بھی آگے ہیں، ان کا حال یہ ہے کہ بچپن کی زندگی کالج میں گزری جوانی دنیا کمانے میں ختم کی، بڑھاپے میں جب پنشن ہوگئی قدرت نے ان کو اللہ اللہ کرنے کا موقع دیا، مگر اب ان کو ممبری اور مجسٹریٹی کی دھن لگ گئی، ممبری کے زمانہ میں اور لوگ تو صبح شام اللہ اللہ کر لیتے ہیں مگر یہ پنشن یافتہ قریب الموت بزرگ، رائے دہندوں میں قرض والوں کے دروازے کے طواف میں مشغول ہیں، نہ نماز کی فکر، نہ روزے کا ذکر، نہ زکوٰۃ کا ملال، نہ حج کرنے کا خیال، دوستو، یہ تینوں زمانے جب یوں ہی گزار دیے، گنوا دیے بتاؤ، اللہ اللہ کرنے کا وقت کب آئے گا؟ یہودیوں کی مذکورہ حالت سے عبرت پکڑو، زندگی تین طرح کی ہے شخصی زندگی، قومی زندگی، اور مذہبی زندگی، شخصی زندگی کی مدت تھوڑی ہے لہذا اسکے لئے تھوڑا انتظام کرو، مگر مسلمان کی مذہبی زندگی انشاء اللہ تا قیامت ہے کے لئے بڑا انتظام کرو، جہاں اشخاص قوم یا مذہب پر فدا ہوں گے وہاں عزت اور بزرگی ہوگی، اور

جہاں قوم و مذہب اشخاص پر قربان ہوں گے، وہاں ذلت و خواری ہوگی، یزیدیوں نے اپنے شخصی نفع کی خاطر اس سید کا خون کیا تھا ذلیل و خوار ہو گئے، امام حسین رضی اللہ عنہ نے اپنے آپ کو مذہب پر قربان کیا تا قیامت سرخرو ہو گئے، صدقات جاریہ اس واسطے افضل ہوئے کہ ان کا تعلق قومی نفع سے ہے۔

(تفسیر نعیمی ج1 ص540 ملخصاً مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ گجرات)

نتیجہ بحث:

۱ حکیم الامت علیہ الرحمۃ نے مصلح امت اور مربی قوم ہونے کا صحیح معنوں میں فریضہ ادا کیا۔
۲ آپ کی تحریر آج بھی عمل میں آئے تو زندگی میں انقلاب آجائے۔
۳ آپ بڑے دور اندیش تھے آنے والے حالات کا اندازہ کر کے اعلیٰ مثالوں سے بات دل میں اتارنے کا ملکہ عطا فرمائے۔
۴ آپ کو اللہ تعالیٰ نے متعدد خوبیاں عطا فرمائی تھیں۔
۵ اصلاح و تربیت کے تمام اجر و ثواب اور فضائل و کمال آپ کو بھی حاصل ہیں۔

باب ۱۴

حکیم الامت بطور ماہر نفسیات

1. ماہر نفسیات کا مفہوم
2. ماہر نفسیات کی شرائط
3. حکیم الامت کے ماہر نفسیات ہونے پر ایک نظر
4. نتیجہ بحث

باب ۱۴

حکیم الامت بطور ماہر نفسیات

(1) ماہر نفسیات کا مفہوم

(2) ماہر نفسیات کی شرائط

(3) حکیم الامت کے ماہر نفسیات ہونے پر ایک نظر

(4) نتیجہ بحث

ماہر نفسیات کا مفہوم

لفظ نفسیات کا مادہ (ن،ف،س) ہے اس کے کئی معانی ہیں مثلاً سانس، ذات دل، اور نفس امارہ۔

خیال رہے کہ نفس کا لفظ قرآن مجید میں اکسٹھ مرتبہ آیا ہے بطور مثال چند آیات ملاحظہ ہوں۔

- واتقوا یوما لاتجزی نفس
- ثم توفی کل نفس (البقرہ 2 آیت 48)
- ووفیت کل نفس (ال عمران 3 آیت 25)
- ربکم الذی خلقکم من نفس (النسآء 4 آیت 1)
- ولوان لکل نفس (یونس 10 آیت 54) (تفسیر نعیمی مع اضافہ ج 3 ص 244)

ماہر نفسیات سے ہم یہاں یہ مفہوم لیں گے کہ ایسا صاحب علم و عقل کہ جو انسانی فطرت کے اندازے کرنے میں مہارت رکھے دل اور دماغ کے وسواس و خیالات کو وعلامات وغیرہ کی بنیاد پر جان سکے قیافہ شناسی اور پختہ عقل کی بناء پر انسان کے رجحان اور میلان سے واقف ہونے کی صلاحیت رکھتا ہو۔ وغیرہ وغیرہ۔

ماہر نفسیات کی شرائط:

ماہر نفسیات کے لیے چند شرائط ہیں۔

1. صاحب علم ہو کیونکہ بے علم تاریک ذہن ہوتا ہے
2. صاحب عقل ہو کیونکہ رموز سر دل بے دل چہ داند
3. صاحب تجربہ ہو کیونکہ مذکورہ شئی اس علم میں معاون ہے۔
4. لوگوں کے عرف و مزاج سے واقف ہو تا کہ صحیح تعقل و واقعیت پانا آسان ہو۔
5. علم معانی اور علم منطق پر مکمل عبور رکھتا ہو کہ دونوں علم عقل کے لئے روشنی ہیں۔

وغیرہ وغیرہ۔

حکیم الامت علیہ الرحمۃ کے ماہر نفسیات ہونے پر ایک نظر:

حضرت حکیم علیہ الرحمۃ کو حکیم و علیم خدا نے متعدد اوصاف عنایت فرمائے تھے یہ سب حکمت و علیم والے نبی سے انکی محبت و عشق کا ثمرہ تھا ان اوصاف کثیرہ میں یہ وصف امتیازی بھی شامل تھا کہ آپ ماہر نفسیات تھے، آپ کے ہم عصر لوگ جنہوں نے آپ کی نشست و برخاست اور صحبت و سنگت پائی ان پر خوب واضح ہے کہ رب تعالیٰ نے آپ کو ادراک نفسیات انسانی میں کتنا ملکہ عطا فرمایا تھا۔ اسی طرح آپ کی کتب کا بنظر عمیق مطالعہ کرنے والوں پر بھی عیاں ہے کہ آپ الرحمۃ نے کس مہارت سے مخالف کے ذہنی تشویش و وسواس کو سوال جواب کی شکل میں تحریر کر کے اس کے بولنے کی گنجائش ہی نہ چھوڑی گویا بولنے سے قبل ہی چپ کرا دیا۔

حکیم الامت کی کتابوں سے کچھ نمونے عرض کرتا ہوں غور فرمایئے۔

نوٹ:

طریقہ تحریر یہ ہوگا کہ مضمون پر جتنے سوالات یا اعتراضات بنتے ہیں پہلے ان کو ذکر کروں گا پھر حکیم الامت علیہ الرحمۃ کی عبارت نقل کروں گا نتیجہ خود بخود ظاہر ہو جائے گا اگر کہیں وضاحت کی ضرورت محسوس ہوئی تو وضاحت بھی کر دوں گا۔

1. رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا زین حب الشھوات من النسآء والبنین ۝ یعنی لوگوں کے لیے شہوات کی محبت کو زینت دے دی گئی عورتوں اور بیٹوں سے اس

اس آیت سے چند سوالات ذہن میں آتے ہیں۔

1. زینت کس کی طرف سے دی گئی اور کیوں؟
2. زینت تو کئی قسم کی ہوتی ہے یہاں کیا مراد ہے؟
3. آیت میں للناس فرمایا گیا کیا جنات میں محبت کا مادہ نہ تھا؟ نیز جانوروں کا ذکر کیوں نہ ہوا؟
4. آیت میں ایک طرفہ محبت کا ذکر ہے کہ فرمایا گیا مردوں کے دل میں عورتوں کی محبت کی زینت دی گی اور دل میں اولاد کی محبت کو مزین کیا گیا حالانکہ محبت تو دو طرفہ

ہوتی ہے؟ ایسا انداز بیان کیوں؟

ف علم بلاغت کے قانون کے مطابق یہاں چھوٹی عبارت سے بھی کام چل سکتا تھا لیکن دراز عبارت ذکر فرمائی گئی کیوں؟ اب حکیم الامت علیہ الرحمۃ کی عبارت ملاحظہ کریں۔

زین للناس حب الشهوات یہ نیا کلام ہے زین، تزیین سے بنا جس کا مادہ (زی ن) ہے بمعنی ظاہری ٹیپ ٹاپ اصطلاح میں ہر ظاہری زیبائش کو بھی زینت کہتے ہیں اور بھلا معلوم ہونے کو بھی یہاں اگر زین کے یہ معنی کیے جائیں کہ لوگوں کے دلوں میں ان چیزوں کی محبت پیدا کی گئی تو اسکا فاعل رب تعالیٰ ہے کیوں کہ ہر چیز کا خالق وہی ہے اور اگر اس زین سے خواہش کا بھڑ کانا اور بری چیزوں کا بھلا کر دکھانا مراد ہو تو اس لفظ کا فاعل شیطان ہے، رب فرماتا ہے، زینا لهم اعمالهم اس آیت میں زینت کو رب نے اپنی طرف نسبت دی دوسری جگہ ارشاد فرماتا ہے وزین لهم الشطين اعمالهم یہاں زینت کو شیطان کی طرف منسوب کیا گیا فرق وہی ہے جو ہم نے عرض کیا کہ امتحان کے لیے دل میں دنیا کی محبت پیدا کرنا رب کا کام اور اور شہوتوں کو بھڑ کانا شیطان کا فعل۔

یہ بھی خیال رہے کہ زینت دو قسم کی ہوتی ہے قدرتی، بناوٹی، قدرتی زینت باقی ہے اور بناوٹی زینت عارضی، پوڈر کا رنگ پانی سے دھل جاتا ہے مگر چہرے کا قدرتی رنگ صابن سے بھی نہیں دھلتا چھوٹا پھر جیسے دنیاوی چیزوں میں قدرت نے رنگ بو اور لذت رکھی ہے ایسے ہی دینی کاموں میں رنگت خوشبو اور ذائقہ بھی ہے نماز روزہ زکوۃ وغیرہ میں مہک اور ذائقہ وغیرہ سب کچھ ہے پھر جیسے دنیاوی رنگ آنکھ سے اور بو ناک سے اور لذت زبان سے محسوس ہوتے ہیں ایسے ہی یہ دینی رنگ و بو ایمان و روح کے ذریعے محسوس کیے جاتے ہیں شہادت کی لذت حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے پوچھو پھر جیسے بعض بیماریوں سے آنکھ، ناک، کان اور زبان درست احساس نہیں کر سکتے ایسے ہی بعض روحانی بیماریاں ان لذتوں کو محسوس نہیں ہونے دیتیں۔ یہاں اگر زین (زینت) کا فاعل شیطان ہو تو مراد دھوکے کی زینت ہے جیسے کالے کو پاؤڈر لگا کر گورا بنا دیا جائے، للناس سے یا تو یہودی مراد ہیں یا مشرکین یا سارے لوگ اور یہ

ہی صحیح ہے۔ (الی ان قال) چونکہ دنیا میں سب سے بڑھ کر محبت عورت سے ہوتی ہے نیز مرد کے جنت سے آنے کا سبب بھی عورت ہی بنی اور عورت کی پیدائش مرد کے جسم سے ہوئی نیز پہلے قتل کی بناء عورت ہی تھی اس لئے اس کا ذکر پہلے کیا گیا (من النساء والبنین) بنین ابن کی جمع ہے یا اس سے مراد بیٹے بیٹیاں ہیں یا ساری اولاد مراد ہے، چونکہ اولاد کی محبت عورت کی محبت کے بعد ہے لہٰذا ان کا ذکر بعد کیا گیا اور اہل عرب خصوصاً بیٹے سے محبت کرتے تھے تب صرف بیٹے کا ذکر کیا گیا (الی ان قال) خیال رہے کہ اگرچہ انسان کے علاوہ جنات اور جانوروں وغیرہ میں بھی محبت کا مادہ ہے مگر چند وجوہ سے صرف انسان کا ذکر فرمایا گیا اول یہ کہ آیت میں سات چیزوں کی محبت کا ذکر ہوا ان سب سے صرف انسان کو ہی محبت ہے جانوروں کو صرف اولاد اور کھانے سے ہی محبت ہے دوسرے یہ کہ انسان کی ان چیزوں سے محبت دائمی ہے دوسروں کی عارضی جانور کچھ روز بعد بچے کو بھول جاتے ہیں انسان اپنی اولاد سے مرتے دم تک بلکہ بعد بھی محبت کرتا ہے تیسرے یہ کہ انسان ان کی محبت میں گرفتار ہو کر رب کی نافرمانی کر لیتا ہے رب تعالیٰ کو بھول جاتا ہے دوسری مخلوق میں یہ عیب نہیں، چوتھے یہ کہ انسان اشرف المخلوقات ہے اس لیے اس پر پابندیاں بہت زیادہ ہیں عشق اور احکام اس پر لازم ہیں اسے دوسروں سے محبت کر کے ان سے بے پرواہ ہونا زیادہ خطرناک ہے ان وجوہ سے خصوصیت سے یہاں انسان کا ذکر کیا گیا، (الی ان قال) اس آیت سے معلوم ہوا کہ مردوں کے دل میں عورتوں کی اور باپ کے دل میں بیٹوں کی محبت دی گئی حالانکہ یہ محبت تو دو طرف ہوتی ہے شوہر کو بیوی سے اور بیوی کو شوہر سے، ایسے ہی باپ کو اولاد سے اور اولاد کو باپ سے پھر یہاں یک طرفہ محبت کا ذکر کیوں فرمایا گیا۔ جواب یہ ہے کہ یہ بات درست ہے مگر مرد میں محبت کا غلبہ ہے اور عورت میں محبوبیت کا، ایسے ہی باپ میں محبت غالب ہے اور اولاد میں محبوبیت، جیسے جانور انسان کے خدمت گار ہیں اور انسان ان کا مخدوم (خدمت کیا ہوا) مگر انسان بھی ان کی خدمت کرتا ہے۔

اعتراض:

یہاں یہ کیوں فرمایا گیا کہ زین للناس حب الشھوات کہہ دیا جاتا حب الشھوات یا پھر زین الشھوات کہا جاتا اس چھوٹی عبارت سے بھی مقصد حل ہو جاتا۔

جواب:

یہ ہے کہ مبالغۃ مقصود تھا اولاً تو محبوب چیزوں کو شہوت فرمایا گیا یعنی سراپا محبت پھر انکی محبت کو زیـن مفعول کا قرار دیا گیا۔ یعنی دنیا کی یہ ساری چیزیں جو گویا کہ سراپا شہوت ہیں وہ خود تو کیا ان کی محبت بھی بھلی معلوم ہوتی ہے گویا وہ انتہائی درجہ کی محبوب ہیں جیسے فاتوا بسورۃ من مثلہ (میں مبالغہ مقصود تھا)۔ (تفسیر نعیمی ج3 ص346 تا ص350 ملخصہ)

۲ رب تعالیٰ ارشاد فرمایا قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ ویغفرلکم ذنوبکم۔

یعنی اے محبوب آپ فرمادیں کہ اگر تم اللہ سے پیار کرتے ہو تو پھر میری اتباع کرو اللہ تم سے پیار کرے گا اور تمہارے سارے گناہ بخش دے گا۔

اس آیت کے متعلق چند سوالات وخیالات بتقاضائے نفسیات ہو سکتے ہیں مثلاً

۱ رب تعالیٰ نے حضور علیہ السلام سے یہ بات کیوں کہلوائی حالانکہ وہ خالق و مالک ہے اپنی مملوک ومخلوق کو خود فرما سکتا تھا۔

۲ حضور علیہ السلام کے بعض افعال انکی محبوبیت اور وسعت اختیارات کی بناء پر بظاہر خلاف قرآن ہیں کیا انکی اتباع بھی لازم ہے۔

۳ انھوں نے دعویٰ محبت الٰہی کا کیا مگر ان پر لازم اتباع رسول ہوئی ایسا کیوں؟

۴ اتباع تو کلی ہے ناقص اور کامل اسکے فرد ہیں یہاں کون سی مراد ہے؟

۵ محبت بھی باعتبار قاعدہ منطق کلی ہے یہاں اس کا کون سا فرد مراد ہے؟

۶ جب سارے گناہ اتباع کی بدولت بخش دیئے جاتے ہیں تو قصاص وحقوق العبد کا استثناء کیوں ہے؟

۷ یہاں اتباع رسول کا حکم ہے اطاعت کا لفظ کیوں نہ فرمایا گیا؟

اب ان سوالات وخیالاتؔ کا بھرپور احاطہ کرنے والی عبارت از قلم حکیم الامت علیہ الرحمۃ ملاحظہ فرمائیں قل ان کنتم تحبون اللہ ــــ قل میں حضور ﷺ سے خطاب ہے اور کـنتم میں یا تو مشرکین سے خطاب یا یہود سے یا عیسائیوں سے اور یا سارے انسانوں سے،

خیال رہے کہ قل فرمانے میں صدہا راز ہیں کبھی قل وہاں ارشاد ہوتا ہے جہاں قل کے بعد والی بات صرف حضور ہی فرما سکتے ہیں دوسرے نہیں جیسے قل انما انا بشر مثلکم، صرف حضور ہی اپنے آپ کو بشر فرما سکتے ہیں اگر ہم ان کو بشر کہیں تو مجرم ہیں جیسے انبیاء کرام اپنے آپ ظالم یا، ضال کہا اگر ہم کہیں تو ایمان ہاتھ دھو بیٹھیں۔ اور کبھی قل دوسرے سے کہلوانے کے لئے ہوتا ہے جیسے قل ھو اللہ احد یعنی آپ لوگوں سے کہیں دوسرے آپ کے بعد آپ سے سن کر کہیں تو وہ مومن ہوں گے خود بہ خود ان کے کہنے کا اعتبار نہیں ایسی توحید جو آپ کی تعلیم کے علاوہ ہو وہ تو شیطان بھی مانتا ہے۔

یہاں قل پہلی قسم کا ہے کیونکہ حضور کے سواء کوئی نہیں کہہ سکتا کہ میری اتباع کرو صرف مطابق شرع چیزوں میں اوروں کی اتباع ہو سکتی ہے مگر حضور علیہ السلام کے ہر حکم کی اتباع ضروری ہے دیکھو آپ نے حضرت خزیمہ انصاری رضی اللہ عنہ کی اکیلی گواہی دو کے قائم مقام فرما دی، حضرت سراقہ رضی اللہ عنہ کو سونے کے کنگن (زیور) پہنا دیئے۔ حضرت علی اللہ عنہ کو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی موجودگی میں دوسری شادی کرنے سے روک دیا۔ نیز خدا تک پہنچنا صرف حضور ﷺ کی اتباع سے ہوگا فاتبعونی اتباع سے بنا مادہ ہے (ت ب ع) بمعنی پیچھے پیچھے چلنا یعنی تم میرے بھیایا یا وابنکر برابر اور برتری کرنے کی جرات نہ کرو بلکہ غلام بنکر میرے پیچھے چلے آؤ اصطلاح میں خالص پیروی کو اتباع کہا جاتا ہے جس میں فناء کا ظہور ہو اطاعت کے معنی ہیں فرمان پر عمل اور اتباع کے معنی ہیں کسی کو اداؤں کی نقل کہ جو کچھ اسے کرتے دیکھا خود کرنے لگے وجہ سمجھ آئے یا نہ آئے اتباع ناقص بھی ہوتی ہے کامل بھی نبی پاک ﷺ نے چار قسم کے کام کیے فرائض، واجبات مستحبات، عادات، عادات کو سنن زوائد کہتے ہیں صرف فرائض اور واجبات کی اتباع ناقص اتباع ہے ان چاروں اعمال شریف کی اتباع کامل اتباع ہے جس قدر اتباع کامل ہوگی اسی قدر رب تعالیٰ کی محبوبیت اعلے۔ غرض یہ کہ فاتبعونی اور یحببکم اللہ کے مفہوم میں بہت وسعت ہے اگر تم نے ایک یہ کام کر لیا تو تم کو دو عظیم الشان انعام ملیں گے ایک انعام یہ کہ یحببکم اللہ یعنی اتباع سے قبل تم طالب و محب تھے اللہ مطلوب و محبوب تھا اب تم مقام محبوبیت اور مطلوبیت پر فائز ہو گئے دوسرا انعام یہ کہ

ویغفرلکم ذنوبکم تمہارے سارے حق اللہ اور چھوٹے بڑے گناہ معاف ہو جائیں گے۔
خیال رہے کہ یہ آیت بہت پر لطف ہے اس لیے کہ اطاعت تین قسم کی ہوتی ہے اطاعت محبت کی جیسے والدین کی فرمان برداری اطاعت ڈر کی۔ جیسے حاکم کا حکم ماننا، اطاعت لالچ کی جیسے نوکر اپنے آقا کی فرمان برداری کرنا، حضور ﷺ سے صرف محبت کی اطاعت چاہیے خوف و لالچ کی اطاعت تو منافقین بھی کرتے تھے اسی لیے آیت کو محبت سے شروع فرمایا کہ ان کنتم تحبون اللہ. تخافون اللہ یا تطمعون اللہ نہ فرمایا گیا۔ لالچ یا خوف کی اتباع عارضی ہے جب تک لالچ اور خوف ہے تب تک اتباع ہے جب وہ ختم اتباع و اطاعت بھی غائب، محبت دائمی ہے لہٰذا محبت والی اتباع بھی دائمی لہٰذا حضور علیہ الصلوۃ والسلام سے محبت والی اتباع چاہیے جس کے لیے زوال نہیں دیکھ لو آج بھی حضور ﷺ کی اتباع ہو رہی ہے حالانکہ نہ کوئی دھمکی ہے نہ کوئی لالچ، انکم ٹیکس وصول کرنے کے لیے محکمے بنائے جاتے ہیں جن پر لاکھوں روپے خرچ آتے ہیں پھر بھی بمشکل ٹیکس وصول ہوتا ہے مگر دیکھو زکوۃ، قربانی اور حج وغیرہ بغیر کسی محکمہ کے ادا ہو رہے ہیں پھر محبت کی بھی تین قسمیں ہوتی ہیں محبت مع عظمت، محبت مع برابری، محبت مع حقارت پہلی کی مثال جیسے والدین سے محبت دوسری کی مثال جیسے بہن بھائیوں اور بیوی سے محبت، تیسری کی مثال جیسے بچوں سے محبت کہ اگرچہ بچے سے محبت ہے لیکن اسے اپنے سے چھوٹا سمجھتے ہوئے کی جاتی ہے حضور ﷺ سے محبت مع انتہائی عظمت چاہیے اسی لیے محبت کے ساتھ اتباع اور اطاعت کا ذکر ہوا محبت کے تین درجے ہیں زبانی محبت، جنانی محبت (جنان بمعنی دل) اور روحانی و ایمانی محبت، حضور ﷺ سے محض زبانی محبت نہیں چاہیے بلکہ دلی روحانی اور ایمانی محبت چاہیے حدیث میں ہے کہ تم اس وقت تک کامل مومن نہیں ہو سکتے جب تک میں تمہیں تمہاری اولاد مال جان اور ماں باپ سے پیارا نہ ہو جاؤں، روح البیان نے بخاری شریف سے نقل کیا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ آپ میری جان کے علاوہ مجھے ہر چیز سے پیارے ہیں تو آپ نے فرمایا پھر تو کوئی کامل مومن نہیں ہو سکتا جب تک میں اس کی جان سے بھی پیارا نہ ہو جاؤں انھوں نے عرض کی آپ مجھے جان سے بھی پیارے ہیں فرمایا آلان یا عمر کہ اب آپ کا ایمان کامل مکمل ہو گیا۔ خیال

رہے کہ کوئی کتنا ہی بڑا عابد و زاہد ہی کیوں نہ ہو اگر اس کے دل میں حضور علیہ السلام کی عظمت نہ ہو تو وہ شیطان کی طرح رب سے دور ہے وہ ڈبے منزل پر پہنچتے ہیں جو انجن کے پیچھے لگ جائیں الگ رہنے والے اور Shunt (شنٹ) ہونے والے کو کبھی منزل نصیب نہیں ہوتی۔ اتباع فرما کر یہ اشارہ فرمادیا کہ میرے محبوب کی پیروی عقل کے ماتحت ہو کر نہ کرو بلکہ عشق کے ماتحت ہو کر کرو عشق اندھا ہو کر محبوب کی اطاعت و اتباع پر مجبور کرتا ہے سب کی باتیں سوچ کر مانو مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فعل و قول بے سوچے سمجھے مانو کیونکہ (وما ینطق عن الھوی) جیسے بچہ ماں باپ کی نقل بے سوچے سمجھے کرتا ہے یا جیسے مریض ڈاکٹر کا نسخہ بے سوچے سمجھے محض اس کے کہنے پر لے لیتا ہے (الی ان قال)۔

اعتراض:

اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے طبیعت محبت ایمان کا مدار ہے تو چاہیے کہ کوئی مسلمان نہ ہو کیونکہ ہر ایک کو اپنی اولاد و جان اور مال سے طبعی قدرتی طور پر میلان ہوتا ہے اولاد کی خاطر انسان گناہ بھی کر لیتا ہے لہٰذا حدیث عمر رضی اللہ عنہ میں یہی مطلب ہونا چاہیے کہ حضور علیہ السلام سے عقلی محبت ہو یعنی محض مومن کی عقل تقاضا کرتی ہو کہ حضور سے محبت ہونی چاہیے۔ (دیوبندی)

جواب:

یہ ہے کہ یہاں صرف عقلی محبت مراد نہیں بلکہ طبعی محبت ہی مراد ہے جیسے کہ اولاد اور ماں باپ کے مقابلہ سے معلوم ہوا الحمد اللہ ہر سنی مسلمان کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے طبعی محبت ہوتی ہے سنیوں کی جاہل عورتیں بھی کافر اولاد کو منہ نہیں لگاتیں گناہ غفلت کا نتیجہ ہے نہ کہ گناہ سے محبت ہونے کا، بے وقوف بیمار بد پرہیز کر کے بیماری بڑھا لیتا ہے اسکی وجہ یہ نہیں کہ اسے اپنی جان سے محبت نہیں محبت تو ہے مگر غفلت سے وہ یہ حرکت کر بیٹھا۔

دوسرا اعتراض:

اس آیات میں ارشاد ہوا یغفر لکم ذنوبکم رب تمہارے سارے گناہ معاف کردے گا تو چاہیے کہ نو مسلم کے پچھلے خون اور قرض بھی معاف ہوں۔

جواب:

حق العبد کہتے ہی اسے ہیں جو بندے کے معافی دینے کے بناء معاف نہ ہو حق اللہ وہ ہے جس میں بندے کی معافی کی ضرورت نہ پڑھے ہر حق العبد میں اللہ کا بھی حق ہے جو بندہ کا حق مارتا ہے وہ خدا کا قانون توڑتا ہے اسلام کی برکت سے حق اللہ معاف ہو جاتا ہے مگر بندہ کا حق ادا کرنا لازم ہے اس کی پوری تحقیق اس تفسیر کے دوسرے پارے میں بیان ہو چکی ہے۔

(تفسیر نعیمی ج3 ص440 ص441)

۳ رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ان الذین کو واسواء علیھم اانذرتھم ام لم تنذرھم لایؤمنون ٥

یعنی جنہوں نے کفر کیا آپ ان کو ڈرائیں نہ ڈرائیں ان پر برابر ہے وہ کبھی مومنین نہ ہوں گے۔

یہاں چند چیزیں انسانی نفسیات کے تحت ذہن میں آسکتی ہیں مثلاً

١ کفر کی تو کئی اقسام ہیں یہاں کون سے کافروں کا ذکر ہے؟

٢ قرآن کا عام اسلوب یہ ہے کہ ڈرانا اور بشارت دینا دونوں ذکر فرماتا ہے یہاں ایسا کیوں نہ ہوا؟

٣ فرمایا گیا آپ ڈرائیں نہ ڈرائیں وہ ایمان نہ لائیں گے یہاں تبلیغ نبوت کا بے اثر ہونا ذہن میں آتا ہے؟

٤ فرمایا گیا آپ ڈرائیں نہ ڈرائیں وہ ایمان نہ لائیں گے یہاں تبلیغ نبوت کا بے اثر ہونا ذہن میں آتا ہے؟

٥ جب ڈرانا نہ ڈرانا برابر تھا تو ڈرانے کو ساری عمر ترجیح کیوں دی؟

اب ان سوالات و نفسیات سے پر شدہ عبارت حکیم الامت بغور ملاحظہ فرمائیے۔

کفروا کفر سے بنا ہے لغوی معنی ہے چھپانا، ڈھکنا، چھلکے کو بھی اس لیے کفور کہتے ہیں کہ وہ مغز کو چھپا لیتا ہے کافور (ایک خوشبو ہے) کو بھی اس لیے کافور کہا جاتا ہے کہ اسکی بو تمام بوؤں کو ڈھک لیتی ہے شریعت میں کفر کے معنی یہ ہیں کہ اللہ کے وجود، یا اسکی توحید، یا کسی نبی کی

نبوت یا کسی دینی ضروریات والی چیز کا انکار کر دیا جائے دینی ضرورت سے مراد وہ چیزیں ہیں جن کو عام مسلمان دینی چیزیں جانیں کہ یہ دینی چیزیں ہیں (مثلاً نماز روزہ وغیرہ) یا وہ کہ ان کا جاننا دین میں داخل ہونے کے لیے ضروری ہو تو یوں سمجھو کہ جس چیز کو مان کر انسان مسلمان ہوتا ہے اسی کا انکار کر کے کافر ہو جاتا ہے (الی ان قال) کفر کا لفظ قرآن میں چار معانی میں استعمال ہوا ہے۔

۱. ایک ایمان کا مقابل جیسے فمنهم من امن ومن كفر
۲. انکار کرنا جیسے انی كفرت بما اشر كتمون من قبل
۳. شکر کا مقابل جیسے واشكروا لی و لا تكفرون
۴. بیزاری جیسے یكفر بعضكم بعضاً

اس آیت میں اول قسم کا کفر مراد ہے کیونکہ اس سے قبل ایمان کا ذکر ہو چکا ہے، کفر چار قسم کا ہے۔

۱. کفر انکار یہ وہ کفر ہے کہ خدا کو جانے ہی نہیں جیسے کہ رب سے بے خبر کفار
۲. کفر جحود یعنی رب کو دل سے تو جانے مگر زبان سے اقرار و اعتراف نہ کرے جیسے ابلیس اور ضدی کافروں کا کفر۔
۳. کفر عناد یعنی دل سے جانے اور کبھی زبان سے بول دے لیکن کسی وجہ سے اسکی اطاعت نہ کرے جیسے ابوطالب کا کفران کا ایک شعر ہے۔

ولقد علمت بان دين محمد
من خير اديان البرية دينا
لولا ملامه او حذ اومية
لو جد تنی سمحا بذاك مبيناً

یا ان ہندوؤں کا کفر جو آج کل نعتیں لکھتے ہیں اور ان میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حقانیت کا اقرار کر جاتے ہیں لیکن مسلمان نہیں ہوتے۔

۴. کفر نفاق وہ یہ ہے کہ زبان سے اقرار کرے مگر دل میں اعتقاد نہ ہو یہاں دوسری قسم

کا کفر مراد ہے (روح البیان) ابو طالب کے ایمان اور کفر میں بہت گفتگو کی گئی ہے یہ بحث انشاء اللہ ہم کسی اور جگہ کریں گے۔ اس آیت میں کونسا کفر مراد ہے اور کون سے کافروں کی طرف اشارہ ہے کیونکہ تمام کافر تو ایسے نہ تھے جن کے ایمان سے نامیدی ہو صدھا کافر مسلمان ہوئے یہاں مایوسی کا اظہار فرمایا جارہا ہے بعض تو لاعلمی کی وجہ سے کافر ہے اور بعض شبہات کی وجہ سے ان دونوں قسموں کے ایمان کی امید ہوتی ہے اگر ان کو اسلام کا صحیح علم ہو جائے یا ان کے شبہات دور ہو جائیں تو وہ ایمان لے آئیں۔ بعض ایسے ہوتے ہیں کہ ہر بات کو جان بوجھ کر سمجھ کر بھی ضد اور ہٹ دھرمی کی وجہ سے ایمان نہیں لاتے ان کے ایمان کی کوئی امید نہیں کیونکہ ضد کا علاج کسی عالم کے پاس نہیں اور وہم کی دوا کسی ڈاکٹر کے پاس نہیں ضد کی چند وجہیں ہوتی ہیں ایک یہ کہ رہبر و راہ نما کی ذات سے عناد و بغض ہو تو وہ اس کی ہر بات کا ہی انکار کر دیتا ہے دیکھو ابلیس حضرت آدم علیہ السلام کے بغض و عناد کی وجہ سے کافر ہوا تو رب کا حکم سن کر اور فرشتوں کا سجدے میں گرنا دیکھ کر بھی ایمان نہ لایا کیونکہ کلام کا اثر متکلم کی عظمت سے ہوتا ہے عشق مصطفیٰ دل میں کفر نہیں آنے دیتا عداوت مصطفیٰ دل میں ایمان نہیں آنے دیتی۔

دوسرے یہ کہ اپنے کافر اباؤ اجداد کی بے جا حمایت کہ ان کی ہر بات مانیں گے خواہ غلط ہو یا صحیح، تیسرے یہ کہ خود اس فرمان سے ضد جو راہ بر فرما رہا ہے یہ تینوں قسموں کے ضدی لوگ ایمان سے یکسر محروم ہیں بعض علمائے کرام نے فرمایا یہاں عالم مثال والے ازلی کافر مراد ہیں ان کی دلیل وہ احادیث ہیں جن میں حضرت آدم علیہ السلام کی پشت سے روحیں نکالنے کا ذکر ہے بعض علمائے کرام نے فرمایا وہ کافر مراد ہیں جو اللہ کے علم میں بطور کافر ہی مرنے والے ہیں تو آیت کا مطلب یہ ہوا کہ اے نبی ﷺ آپ اور قرآن کا کام ہدایت دینا ہے اور راہ بتانا ہے نہ کہ کسی چیز کی حقیقت بدلنا جس طرح کہ ہادی کی تعلیم جانور کو انسان نہیں بنا سکتی اس طرح ازل بدبخت نیک بخت نہیں ہو سکتا جو وہاں نور سے محروم رہا اسے یہاں منور کون کرے؟ سواء علیھم میں اس جانب اشارہ ہے کہ آپ کا کافروں کو ڈرانا نہ ڈرانا ان کے لیے برابر ہے مگر

اے محبوب علیہ السلام آپ کے لیے برابر نہیں ہے کیونکہ آپ تبلیغ کا ثواب پائیں گے یہ تبلیغ آپ کے لیے بہت مفید ہے ان کے لیے بے کار ہے کوئلہ صابن سے دھونے سے بھی سفید نہیں ہوسکتا، حبشی کا رنگ نہانے سے سفید نہیں ہوتا نجس العین کو کوئی پانی پاک نہیں کر سکتا، حضور ﷺ نے اسی لیے ان کافروں کو بھی تبلیغ و نصیحت فرمائی جنکا کفر پر مرنا یقینی تھا جیسے ابولہب وابوجہل، عبداللہ بن ابی جو منافقین کا سردار تھا اس کا جنازہ پڑھانے میں بھی یہی حکمت تھی جس سے بہت سے منافق مخلص بن گئے نماز اس میت کے لیے بے کار تھی مگر حضور ﷺ کو اس کا ثواب وجزا حاصل کیونکہ تبلیغ تھی، ڈاکٹر مایوس مریض کو آخری دم تک دوا، دیتا ہے جس پر فیس اور دواء کی قیمت ملتی ہے اگرچہ بیمار نہ بچے، بادل ہر زمین پر برستا ہے، کافر کے لیے دنیا میں وعظ بے کار ہے اس کے لیے آخرت میں جہنم کی آگ پر صبر اور بے صبری برابر ہے، جس کے لیے جوانی اور بڑھاپا یا تندرستی اور بیماری، یا آرام اور تکلیف یا کھلا گناہ اور چھپا گناہ برابر ہو یعنی ہر حال میں گنا کرے اس کے لیے خوف ہے کہ موت کے وقت توبہ کرنا نہ کرنا برابر ہو۔ شفاعت ہونا نہ ہونا برابر ہو۔

نکتہ:

نبی نذیر اور بشیر ہوتے ہیں کیونکہ ڈراتے بھی ہیں اور خوش خبریاں بھی سناتے ہے اس آیت میں فقط ڈرانے کا ذکر ہوا بشارت کا نہ ہوا اس لیے ہر انسان ڈر سے زیادہ اطاعت کرتا ہے بڑے سے بڑا مجرم جیل خانے کے خوف سے جرم سے باز رہتا ہے مثل مشہور ہے کہ بشارت وہاں کام آتی ہے جہاں بات کام نہیں دیتی ہے جب ان بے دینوں کے لیے ڈرانا ہی مفید نہ ہوا تو بشارت کیا فائدہ دے گی؟ اس لئے ڈرانے کا ذکر و حکم نہ فرمایا گیا، نیز ڈرانا بشارت سے مقدم ہوتا ہے جب وہ اس حد سے نکلے ہی نہیں بشارت کی حد میں داخل ہوئے ہی نہیں تو انکو بشارت کیسے دی جاسکتی تھی۔ لا یومنون ، یہ غیب کی خبر ہے جو بالکل سچی ثابت ہوئی آخر کار وہ لوگ واقعی ایمان نہ لائے۔ اس جگہ فرمایا گیا کہ وہ ایمان نہ لائیں گے، یہ نہ فرمایا گیا کہ ان میں ایمان قبول کرنیکی قدرت نہ ہوگی یہ اسلوب اس لیے کہ تاکہ یہ پتہ چل جائے وہ ایمان لانے میں مجبور محض نہیں بلکہ مختار ہیں ان کا کفر اختیاری ہے کیونکہ علم الٰہی میں یہ آیا ہے کہ وہ اپنی دلی خوشی سے اور اختیار سے کافر رہیں گے کافر مریں گے کافر جئیں گے۔ تو جس طرح انکار کافر

رہنا یقینی ہے اسی طرح ان کا مختار رہنا بھی یقینی ہے مجبور معذور کو رب تعالیٰ عذاب نہیں دیتا اس کو مختصر تقریر سے تقدیر کا بڑا مسئلہ بھی حل ہو گیا اسکی پوری بحث انشاء اللہ کسی اور مقام پر کی جائے گی۔ (تفسیر نعیمی ج 1 ص 141)

نوٹ:

ابو طالب کے ایمان میں مصنف علیہ الرحمۃ کا مختار یہ ہے کہ وہ عند اللہ مومن ہیں چونکہ شرح ظاہر کو دیکھتی ہے ظاہر یہ ہے کہ انھوں نے کلمہ نہ پڑھا تھا ہاں حضور ﷺ سے ان کو محبت تھی انھوں نے خدمت رسول بھی کی تھی ان وجوہ سے ان کو لعن طعن کرنا اور دوسرے کافروں کے حکم میں شامل کرنا منع ہے کیونکہ ایذاء رسول کا اندیشہ ہے ایذاء رسول کتنا بڑا جرم ہے چند آیات ملاحظہ کر کے اندازہ کر لیں۔

آیات	اخذ شدہ مفہوم
یایھا الذین امنوا لاتکونوا کالذین اذوا موسی.	اذیت سے ممانعت کی گئی ہے کیونکہ موسیٰ علیہ السلام کے بے ادبوں کا فعل تھا۔
وما کان لکم ان توذوا رسول اللہ	رسول اللہ ﷺ کو دکھ دینے والا لعنتی ہے۔
یقوم لم توذننی وقد تعلمون انی رسول اللہ ﷺ	رسول کا بے ادب ہی رسول کو دکھ دیتا ہے۔
ومنھم یوذون النبی ویقولون ھو اذن	رسول کو دکھ دینے والا گستاخ لعنتی ہے
والذین یوذون رسول اللہ لھم عذاب الیم	رسول کو دکھ دینے والا جہنمی ہے
ان الذین یوذون اللہ ورسولہ لعنھم اللہ فی الدنیا والاخرۃ	رسول کو دکھ دینا گویا اللہ کو دکھ دینا ہے جو دنیا و آخرت کے ملعون کی حرکت ہے۔

ان آیات سے واضح ہوا کہ گستاخ رسول اور موذی دنیا میں بھی لعنتی ہے اور آخرت میں بھی لعنتی اور جہنمی ہے عذاب الیم کا حقدار ہے۔

نوٹ: اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ نے بہت اعلیٰ ترجمہ کیا وہ یہ ہے ان الذین کفروا

بے شک وہ لوگ جنکی قسمت میں کفر ہے۔

نوٹ: ایمان ابی طالب کے متعلق درج ذیل دو کتابیں قابل مطالعہ ہیں۔

1. سنی المطالب فی ایمان ابی طالب
2. شرح المطالب فی مبحث ایمان ابی طالب

پہلی کتاب عرب کے مشہور عالم دین کی لکھی ہوئی ہے دوسری عجم کے مشہور عالم دین کی لکھی ہے یعنی اول کے مصنف شیخ الاسلام احمد زینی مکی شافعی علیہ الرحمۃ ہیں دوسری کے مصنف امام احمد رضا خان علیہ الرحمۃ ہیں۔

3. رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا **فلا تقعد بعد مع الذکری مع القوم الظلمین**O یعنی یاد آجانے پر تم ظالموں کے پاس نہ بیٹھو، اس آیت پر چند سوالات وخیالات ذہن میں آتے ہیں مثلاً۔

1. مطلقاً ظالموں کے پاس بیٹھنا منع فرمانے کے بجائے الذکری کی قید لگانا کس وجہ سے ہوسکتا ہے؟
2. ظالم کی کئی قسم کے ہیں جیسے بدعقیدہ لوگ اور کافر وغیرہ یہاں کونسے مراد ہیں؟
3. ظالموں کے پاس بیٹھنے کی تو کئی صورتیں ہیں جیسے ان کی تحریر پڑھنا ان کے جلسوں میں جانا، ان سے مل کر کاروبار کرنا، انکی مجلس کرنا، ان سے بات چیت گپ شپ کرنا، کیا یہ سب منع ہے؟
4. کئی مسلمان ملازم ہیں وہ تو انتظام کے لیے وہاں جاتے ہیں ان کا کیا حکم ہوگا؟
5. کیا یہ حکم ہر ایک کے لیے ہے ہاں کی صورت میں یہ خرابی لازم آتی ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کئی سال فرعون کے گھر رہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کئی سال ابو طالب کے گھر پرورش پاتے رہے اس کا کیا جواب ہے؟
6. ظالم کے پاس بیٹھنے سے منع کیا گیا ہے تو ان کو تبلیغ کیسے کی جائے گی؟
7. کیا مضبوط ایمان والا ان پابندیوں سے بالاتر ہو کر ظالم کے پاس بیٹھ سکتا ہے؟

اب حکیم الامت کی حکمت بھری تحریر ملاحظہ کیجئے اور ان سوالات کے جوابات تلاش

کر لیجئے۔

فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظلمین ○

یہ جملہ چند کلمات کا مجموعہ ہے مگر مسلمانوں کو اس چیز کی طرف متوجہ فرمایا گیا ہے جو ایمان وعمل، بدعملی، اور کفر وطغیان کی جڑ ہے یعنی صحبت وسنگت، اچھی صحبت دوسرے اعمال سے زیادہ موثر ہے اسکی چند وجوہ ہیں۔

1. صحبت کا اثر نماز روزہ اور زکوۃ وغیرہ سے زیادہ ہے نماز سے آدمی نمازی بن جائے گا جہاد سے غازی، حج سے حاجی اور علم سے قاضی بن جائے گا مگر کسی عمل سے صحابی نہیں بن سکتا صحابی وہی ہوسکتا ہے جو پیغمبر کی صحبت پائے تابعی وہ جو صحابی کی صحبت پائے گا۔

اسی طرح آدمی عالم، صوفی، ولی، غوث وغیرہ تب بنے گا جب کسی صاحب نظر کی صحبت پائے گا۔

یک زمانہ صحبت با اولیاء

بہتر از صد سالہ طاعت بے ریاء

اسی طرح کفر وشرک اور نفاق وارتداد بھی اکثر بری صحبت کا نتیجہ ہے بدعملی کفر نہیں مگر بری صحبت کا اثر کفر کا ذریعہ ہے۔

2. نیک اعمال صرف جن وانس کر سکتے ہیں اور اس کا فائدہ بھی پاتے ہیں درخت وغیرہ نماز نہیں پڑھ سکتے حج وعمرہ وزکوۃ سے بے نیاز ہیں لیکن صحبت کا اثر ہر مخلوق پاتی ہے لہٰذا صحبت عام اثر والی چیز ہے دیکھو جن ملکوں پر عذاب آیا حضور علیہ السلام نے وہاں کی اشیاء کو استعمال نہ فرمایا ایک بار صحابہ کرام نے اس علاقہ کے پانی سے آٹا گوندلیا جہاں قوم ثمود پر عذاب نازل ہوا تھا تو حضور نے وہ آٹا پھینک دیا معلوم ہوا وہ جگہ اور پانی بروں اور منحوسوں کی صحبت کی وجہ سے منحوس ہو گئے تھے اب بھی حاجی منی کو جاتے وقت وہاں سے جلدی گزرتے ہیں جہاں اصحاب فیل پر عذاب نازل ہوا تھا، حمام، بت خانہ، شراب خانہ اور حمام میں نماز پڑھنا کیوں منع ہے؟ اس لئے

کہ بروں کی صحبت سے یہ جگہ اس عبادت کے قابل نہ رہیں۔

مدینہ منورہ اور مکہ مکرمہ کی زمین باقی سرزمین سے کیوں اعلیٰ اور اچھی ہیں؟ نبی اکرم ﷺ کے فیض سے بلکہ قبر انور کا وہ حصہ جو جسم اطہر سے ملا ہوا ہے وہ تو عرش اعظم سے بھی افضل ہے، صحبت کا اثر ہمیشہ ہوتا ہے وقتی نہیں حضرت ذوالنون مصری رضی اللہ عنہ میدان قادسیہ سے گزرے وہاں زمین پر لیٹ گئے تاکہ مٹی بدن سے لگ جائے لوگوں کے دریافت کرنے کے بعد فرمایا حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے گھوڑے یہاں دوڑے اس کے ٹاپوں سے نکلنے والے نور کو محسوس کر کے لیٹا ہوں تاکہ فیض صحابہ میرے بدن کو بھی پہنچے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ ان جگہوں پر قیام فرماتے جہاں نبی پاک ﷺ نے قیام فرمایا تھا صوفیائے کرام فرماتے ہیں جہاں سے اللہ والے گزر جاتے ہیں وہاں کے درودیوار تک منور اور ذاکر ہو جاتے ہیں دیکھنا اہل نظر کو نصیب ہوتا ہے۔

۳ بری صحبت سے برائی ملتی ہے اچھا برا ہو جاتا ہے اور اچھی صحبت سے برا اچھا ہو جاتا ہے دیکھو کنعان نوح علیہ السلام کا بیٹا تھا خاندان نبوت کا فرد تھا مگر بری صحبت میں پھنس کر گستاخ ہو گیا نوح علیہ السلام کی کشتی میں کتے بلے خنزیر تک کے لیے جگہ تھی مگر اس کے لیے نہیں اللہ تعالیٰ نے فرمایا انہ لیس من اھلک یہ تیرا اہل بیت ہی نہیں کیونکہ انہ عمل غیر صالح، اس کے کرتوت برے ہیں۔ اصحاب کہف کا کتا اچھوں کی صحبت کی وجہ سے اعلیٰ مقام پا گیا وہ عظمت ملی کہ قرآن میں اس کا ذکر آیا و کلبھم باسط ذراعیہ بالوصید، اب یہی آیت کوئی نماز سے پڑھے تو نماز میں اس کا ذکر ہے۔ مسجد میں، منبر پر، محراب میں اس کا تذکرہ ہوتا ہے کیوں؟ اس لئے کہ اچھے لوگوں کی صحبت ملی تھی قیامت تک اس کا نام روشن ہو گیا حتیٰ کہ قیامت کے دن شکل انسانی دے کر اسکو جنت عطا فرمائی جائے گی۔

حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی ناقہ (اونٹنی) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی اونٹنی جنتی ہیں کیوں؟ اس لیے کہ اچھی صحبت میں رہیں۔

 اچھی صحبت سے بے برکت اور بے عمل بھی متقی کے درجہ کو پالیتا ہے شیخ سعدی علیہ

الرحمۃ فرماتے ہیں۔

دیدم گلے تازہ چند دستہ
برگنبدے از گیاہ بستہ

گفتم چہ بود گیاہ ناچیز
تادر صف گل نشیند او نیز

بگریست گیاہ وگفت خاموش
صحبت نہ کند کرم فراموش

گو نیست جمال ورنگ وبویم
آخر نہ گیاہ باغ اویم

یعنی میں نے پھولوں کے چند گل دستے گھاس سے بندے ہوئے اچھے مقام پر رکھے ہوئے دیکھے تو میں نے تعجب سے کہا یہ ناچیز گھاس گدھوں کی خوراک پھولوں کے ساتھ بیٹھ گئی تو گھاس رو کر بولی اے سعدی یہ نہ دیکھو کہ میں کون ہوں؟ یہ دیکھو کہ میں ہوں کہاں کی؟ اگر چہ مجھ میں پھول کی سی خوشبو اور رنگت نہیں مگر اس پھول کے باغ ہی کی گھاس ہوں اس کی صحبت یافتہ ہوں پھول درخت سے ٹوٹ کر مجھ پر ہی گرتے تھے جب وہ باغ سے چلے تو مجھ سے بولے کہ چل تو بھی ہمارے ساتھ اس صحبت کے فیض سے میں یہاں قالین اور غالیچوں پر بیٹھی امیروں اور وزیروں کے ہاتھوں تک پہنچی۔

دیکھو تل اور تل کا تیل معمولی اور بے قدری چیز ہیں مگر جب تل کچھ دیر پھولوں کی صحبت میں رہ گئے تو پھول کی طرح مہک گئے ان کے تیل کا نام چنبیلی کا تیل ہوا امیروں اور وزیروں کے سر پر اس کو جگہ ملی حدیث پاک میں آیا ہے کہ اچھی صحبت عطر فروش کی دکان کی طرح ہے اگر تم وہاں سے عطر نہ بھی خریدو تو بھی خوشبو ضرور پالو گے اور بری صحبت لوہار کی بھٹی کی مانند ہے اگر تم وہاں نہ جلو تو بھی کپڑے اور منہ ضرور کالا کر لو گے غرضیکہ صحبت بڑی عجیب چیز ہے خیال رہے کہ صحبت والا جتنا قوی ہوگا صحبت میں اتنی قوت اور تاثیر زیادہ ہوگی نبی کی محبت کی تاثیر اور ہے عالم کی صحبت کی اور صالحین کی محبت کی تاثیر اور ہے اور نبیوں کے نبی ﷺ کی صحبت

کی تاثیر اور۔

صحبت کی تاثیر فوراً آ جاتی ہے دیکھو کوئلے کا کالا رنگ ہے شکل بھی بری ہے چھونے میں بھی ٹھنڈا ہے مگر کچھ دیر آگ میں رہے تو اس کا نام کام اور رنگ سب کچھ بدل گیا آگ کی طرح اس میں چمک اور گرمی پیدا ہو گئی کیوں؟ اس لیے کہ صحبت نے تاثیر پیدا کر دی۔

خیال رہے کہ اس آیت میں بروں کے پاس بیٹھنے سے منع کیا گیا ہے اس ممانعت سے محبت اور الفت کے طریقہ پر نشست و برخاست مراد ہے تبلیغ و تردید کے لئے بروں کی مجلس میں بیٹھنا عبادت اگر علماء و فضلا بروں کو اپنے پاس بیٹھنے کا موقع نہ دیں تو انکی اصلاح کیونکر ہوگی؟ حضور ﷺ نے بروں کو اچھا طالعین کو صالحین اور کافرین کو مومنین بنا دیا۔ لیکن یہ جواز ان لوگوں کے حق میں ہے جو فیض دے سکیں جو موثر ہوں متاثر نہ ہو سکیں عام مسلمانوں کے لئے یہ حکم ہے کہ وہ بروں سے مطلقاً بچیں کیونکہ ممکن ہے وہ بروں کو تو اچھا نہ کر سکیں خطرہ ہے کہ خود برے نہ ہو جائیں۔ اسی طرح دینی کام میں کسی بے دین کے پاس اتفاقیہ بیٹھ جانا برا نہیں ورنہ ریل کی سواری اور کاروبار وغیرہ سب ٹھپ ہو جائیں گے کیونکہ ان میں ضرورتاً کفار اور بروں کے ساتھ بیٹھنا ہی پڑتا ہے۔

یہ بھی خیال رہے کہ صحبت کی چند صورتیں ہیں صحبت جسمانی، صحبت روحانی، صحبت ایمانی صحبت عرفانی، اور صحبت قلبی یہ آیت (فلا تقعد بعد الذکریٰ) تمام صورتوں کو شامل ہے صحبت جسمانی میں جسماً قرب ضروری ہے اسی صحبت پر شرعی احکام جاری ہوتے ہیں مثلاً صحابی وہ کہلائیں گے جنہیں ایمان کے ساتھ حضور علیہ السلام کی بارگاہ شریف میں جسم سے حاضری نصیب ہوئی ایسے ہی تابعی وہ ہوں گے جنکو جسم سے صحابی کی جسمانی صحبت ملی ہو روحانی قرب پر یہ احکام جاری نہیں ورنہ ہر مسلمان صحابی ہونا چاہیے ہاں فیض ہر قسم کے قرب اور ہر قسم کی صحبت سے حاصل ہو سکتا ہے دیکھو حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی شہر سدوم سے نکل آئی تھی مگر چونکہ اس کا دلی قرب و تعلق اسی مجرم قوم سے تھا لہٰذا راستہ میں ہی ہلاک کر دی گئی یہ صحبت روحانی و قرب روحانی کی مثال ہوئی حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ جسماً حضور اقدس علیہ السلام سے دور رہے مگر روح اور دل کے لحاظ سے ان کے ہر لحہ قریب تھے قرن سے وہ فیض

پایا کہ سبحان اللہ، سورج چوتھے آسمان پر ہے گندی زمین اس سے صدہا میل دور مگر سورج جب نورانی کرنوں سے زمین کی طرف توجہ کرتا ہے تو اس کو پاک کر دیتا ہے خشک کر دیتا ہے صاف کر دیتا ہے جب آسمان کا سورج اتنی دور سے گندی زمین کو پاک صاف کر دے تو اگر مدینہ شریف کا سورج (سراجاً منیرا) ہم گندوں کو وہاں سے پاک و صاف فرما دے تو کیا تعجب ہے؟ مولانا جامی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔

گرچہ صد مرحلہ دورم ز پیش نظرم

وجهه في نظري كل غداة وعشي

حضور ﷺ نے حبیب یمنی کی بیٹی کو یمن میں کلمہ پڑھا دیا یہ ہے صحبت روحانی و ایمانی، ہم نے تو یہ بھی دیکھا کہ ماں کا بچہ پردیس میں بیمار ہو تو دیس میں ماں کے قلب پر اثر پڑتا ہے کیونکہ اس کا دلی تعلق بیٹے سے قائم ہے۔

غرضیکہ مسلمانوں کو چاہیے کہ اچھوں کے پاس بیٹھیں اچھوں سے الفت رکھیں بروں سے جسماً قلباً دور رہیں بدمذہبوں کے جلسوں میں بھی جانا حرام ہے کیونکہ اس آیت کے عموم میں داخل ہے خیال رہے کہ کسی کی تصنیف دیکھنا، مضامین پڑھنا اور اس کے چاہنے والوں کے پاس بیٹھنا بھی ایک قسم کی صحبت ہے بدمذہب کی کتابیں پڑھنے اور انکے چاہنے والوں کے پاس بیٹھنے سے بچنا ضروری ہے کیونکہ یہ باطنی صحبت ہے جس طرح ظاہری صحبت اثر کرتی ہے اسی طرح اس کی تحریر و تقریر بھی اثر کرتی ہے مولانا روم علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔

تاتوانی دور شو از یار بد

یار بد بدتر از مار بد

مار بد تنہا ہمیں برجان زند

یار بد بر دین و بر ایمان زند

یعنی برے یار کی صحبت برے سانپ سے بھی زیادہ خطرناک ہے کیونکہ برا سانپ صرف جان لے گا مگر برا یار دین اور ایمان بھی برباد کر دے گا۔

بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ ہم پر کسی کی صحبت کا اثر پڑے گا ہی نہیں ہمارا ایمان نہایت

مکمل ہے خواہ ناول پڑھیں یا سینما دیکھیں، بدمذہبوں کی صحبت میں بیٹھیں ان کے جلسوں میں جائیں جسے چاہیں اپنا یار بنائیں کھلی چھٹی ہے وہ لوگ جو ایسا سمجھتے کہتے ہیں اس سے عبرت پکڑیں کہ نوح علیہ السلام کا بیٹا پیغمبر زادہ تھا مگر بری صحبت نے اسے کافر بنا دیا یہ لوگ پیغمبر زادے تو نہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایک دفعہ تورات کی تلاوت کرنے لگے حضور ﷺ کا چہرہ اقدس غصہ کی وجہ سے سرخ ہو گیا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر کو فرمایا اے عمر تمہاری ماں تمہیں روئے دیکھتا نہیں کہ حضور ناراض ہو رہے ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب یہ دیکھا تو فوراً معافی مانگی عرض کی رضیت باللہ ربا و بالا سلام دینا و بمحمد ﷺ نبیا۔ حضور انور ﷺ نے فرمایا اے عمر ہمارے پاس کیا نہیں ہے جو تم اس بگڑی بگاڑی تورات میں ڈھونڈتے ہو خدا کی قسم آج اگر موسیٰ علیہ السلام بھی ہوتے تو ان کو بھی ہماری تابعداری کرنا لازم ہوتی۔ دیکھو حضرت عمر رضی اللہ عنہ جیسی ہستی جن کے سائے سے شیطان بھی بھاگتا ہے ان کو تورات پڑھنے سے روک دیا گیا حالانکہ وہ کلام الٰہی تھا اگرچہ یہودیوں نے اس میں گڑبڑ کر دی تھی تو کیا ہم لوگ حضرت عمر سے زیادہ کامل ایمان رکھنے والے ہیں؟ یا آج کل کی خشک اور بے دینی پر مشتمل کتابیں رسالے اور ناول تورات سے افضل ہیں کہ ہم بالکل احتیاط ہی نہ رکھیں؟

خیال رکھو وہی دولت محفوظ رہ سکتی ہے جو چوروں سے دور بحفاظت رکھی جائے اور مالک کی چوروں سے دوستی نہ ہو صحت وہی بچا سکتا ہے جو طاعونی علاقوں میں نہ جائے ایسے ہی دولت ایمان وہی محفوظ رکھ سکتا ہے جو ایمان کے چوروں سے بچے۔

(مواعظ نعیمیہ ص 406 مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ لاہور)

خیال رہے کہ آیت میں بعد الذکریٰ کی قید اس لیے لگائی گئی ہے کہ خطا بھول اور نسیان شریعت میں قابل معافی ہے۔

خیال رہے کہ اس آیت میں لفظ (فاعرض) بھی فرمایا گیا (پوری آیت یوں ہے واذا رایت الذین یخوضون فی ایاتنا فاعرض عنہم حتی یخوضوا فی حدیث غیرہ واما ینسینّک الشیطن فلاتقعد بعد الذکریٰ مع القوم الظٰلمین٥

اس لفظ سے یہ فائدہ حاصل ہوا کہ بے دینوں کی مجلسوں انکے جلسے جلوسوں میں مسلمان کو جانا ان میں شریک رہنا انکی تقریریں سننا حرام ہے کیونکہ بے دینی کی عملی تائید ہے اس سے وہ مسلمان عبرت پکڑیں جو بے دھڑک ماتموں تعزیوں اور علم وغیرہ جیسے تماشوں میں شرکت کرتے ہیں اور انکی رونقیں بڑھاتے ہیں ہم نے تو دیکھا کہ مسلمان ہندوؤں کے رام لیلہ اور سہرہ تک جانے سے بھی نہیں رکتے چوکتے۔

نیز اعراض کی کئی صورتیں ہیں (تفسیر میں مذکور ہیں ملاحظہ کی جاسکتی ہیں) ایک یہ صورت بھی ہے کہ انکی کتب کا مطالعہ نہ کیا جائے تحریر مصنف مثل صحبت مصنف ہے۔

خیال رہے کہ اگر کوئی مسلمان ملازم ہے کسی انتظام کے لیے بدمذہبوں کی محفل میں جائے تو اگر دل میں کراہیت و ناراضی ہے تو گناہ گار نہ ہوگا (کیونکہ رضا نہ پائی گئی) جیسے کوئی بجلی والا بجلی کا انتظام کرنے جائے یا سیکورٹی والا سیکورٹی کے لیے جائے یہ فائدہ وما علی الذین یتقون کے الفاظ سے حاصل ہوا۔

اعتراض:

اگر بدمذہبوں بے دینوں اور کافروں کے پاس رہنا یا انکے ساتھ اٹھنا بیٹھنا حرام و ممنوع ہے تو حضرت موسی علیہ السلام فرعون کے گھر کیوں رہے حضور ﷺ ابو طالب کے گھر کیوں رہے وہ حضرات تو برسوں ان کے ہاں پرورش پاتے رہے؟

جواب:

ان ہستیوں کا وہاں رہنا اٹھنا بیٹھنا پرورش پانا اس آیت میں مذکور حکم کے آنے سے پہلے تھا نیز وہ دنیاوی ضرورت یا کسی حکمت کی وجہ سے رہے وہ اب بھی جائز ہے اس آیت میں یہ ارشاد ہے کہ جب کفار اسلام کا مذاق اڑا رہے ہوں کفر بک رہے ہوں تب ان کے پاس نہ بیٹھو موسی علیہ السلام کے متعلق تو رب نے اپنی شان دکھلادی کہ جس بچہ کی روک کے لئے فرعون نے اسی ہزار بچے ذبح کرادیے اسی فرزند کو فرعون کی گود میں پرورش کرادیا پھر موسیٰ علیہ السلام کی ادا دیکھو کہ انھوں نے کبھی فرعون کی بات نہ مانی نہ تائید کی بلکہ بچپن میں اسکی داڑھی پکڑ کر ایک طمانچہ لگا دیا۔

بہر حال خلاصہ یہ ہوا کہ جیسے انسان جان کی حفاظت کے لیے چوروں اور ٹھگوں سے دور رہتا ہے صحت وتندرستی کی خاطر نقصان دہ غذاء اور سردی گرمی سے احتیاط کرتا ہے یوں ہی مومن کو چاہیے کہ وہ اپنے ایمان کی حفاظت کے لئے بے ایمانوں کی الفت اور بے دینوں کی صحبت سے بچے طبیعت انسانی صحبت کا اثر لیتی ہے۔

نفس از ہم نفس بگیرد خوئے
بر حذر باش ازلقائے خبیث

باد چوں برفضاء بدگزرد
بوئے بدگیر دراز ہوائے خبیث

یعنی جیسے ہوا گندگی سے گزرے تو گندی ہو جاتی ہے اسی طرح انسان گندوں کی صحبت میں رہ کر گندہ ہو جاتا ہے۔(تفسیر نعیمی ج7 ص571)

نوٹ:

جن آیات کا اس عنوان کے تحت اندراج کیا گیا ہے ان کی مکمل تفسیر تفسیر نعیمی میں ملاحظہ کی جائے تو مطالعہ کا لطف وسرور دوبالا ہو جائے گا، ہم نے مختلف مقامات سے عبارات لے کران کو اپنے مقرر کردہ عنوان کے تحت یک جاہ کیا ہے۔

نتیجہ بحث:

1. اللہ تعالیٰ کا حکیم الامت پر بہت بڑا فضل تھا کہ ہر خوبی انکو عطا فرمائی تھی۔
2. حکیم الامت وسیع المطالعہ تھے۔
3. زمانے کے اسلوب ومزاج سے آگاہی رکھتے تھے۔
4. آپ نے اصلاح کی خاطر اپنے علوم سے خوب فائدہ اٹھایا۔
5. آپ میں ماہر نفسیات کی تمام شرائط وخوبیاں موجود تھیں۔

باب ۱۵

حکیم الامت بطور استاذ العلماء والفضلاء

1. استاذ العلماء والفضلاء کا مفہوم
2. استاذ العلماء والفضلاء ہونے کے فضائل
3. حکیم الامت کے استاذ العلماء والفضلاء ہونے پر ایک نظر
4. نتیجہ بحث

باب ۱۵

حکیم الامت بطور استاذ العلماء والفضلاء

استاذ العلماء والفضلاء کا مفہوم:

استاذ العلماء والفضلاء ہونے کے فضائل:

حکیم الامت کے استاذ العلماء والفضلاء ہونے پر ایک نظر:

نتیجہ بحث:

استاذ العلماء والفضلاء کا مفہوم:

العلماء عالم کی جمع ہے معنی ہے صاحب علم اور فضلاء فاضل کی جمع ہے بمعنی صاحب فضیلت، فضیلت خصوصی بزرگی اور انعام واکرام کو کہا جاتا ہے جو ماعداء سے منفرد وممتاز کردے۔

(مراۃ مع اضافہ ص 21 ج 8)

حکیم الامت علیہ الرحمۃ نے انیس سو چودہ 1914 سے لیکر انیس سو اکہتر 1971 تک تدریس فرمائی اور آپ کے اس طویل تدریسی زمانہ میں متعدد لوگوں نے علم حاصل کیا اور ہر وصف اور شعبہ علمی میں نمایاں مقام پایا عالم وفاضل ہوئے محدث ومفسر بنے منطقی واصولی ہوئے، اس سارے مفہوم وخدمت کی بناء پر آپ کو استاذ العلماء والفضلاء کہا جاتا ہے۔

استاذ العلماء والفضلاء ہونے کے فضائل:

استاذ عالم ہوتا ہے لہذا علم دین سیکھنے کے جملہ فضائل اس کو حاصل ہوتے ہیں اور لوگوں کو علم دین سکھاتا سمجھاتا ہے لہذا سکھانے کے فضائل وثواب کا مستحق ہوگا، اس کے ذریعہ لوگوں کی اصلاح ہوتی ہے اس کا لوگوں پر احسان ہوتا ہے کہ علم پڑھایا سکھایا لہذا وہ محسن اور مصلح ہوا محسن اور مصلح ہونے کے فضائل اس کو حاصل ہونگے، احکام اسلامیہ دوسروں تک کو پہنچاتا ہے لہذا مبلغ اسلام اور مبلغ احکام ہونے کے مناقب وفضائل اس کو بھی حاصل ہونگے بطریقہ اختصار چند فضائل درج ذیل ہیں۔

آیات	حاصل آیات
فمن تاب من بعد ظلمه واصلح فان الله يتوب عليه○	اصلاح کرنے والے کی تعریف فرمائی گئی اور توبہ قبول ہونے کی خوش خبری دی گئی۔
فمن امن واصلح فلا خوف عليهم ولا هم يحزنون○	اصلاح کرنے والے کو خوش خبری دی گئی کہ قیامت کے دن بے خوف اور بے غم ہوگا۔
الذين يفسدون فی الارض ولا يصلحون○	فسادی کی مذمت کرکے اصلاح کرنے والے کی تعریف کی گئی۔

انا نضیع اجر المصلحین ٥ — اصلاح کرنے والے کا اجر وثواب ضائع نہ ہوگا۔

ان اللہ یحب المحسنین ٥ — احسان کرنے والے اللہ کے محبوب ہیں۔

للذین احسنوا منھم واتقوا اجر عظیم ٥ — ایسے لوگوں کو اجر عظیم ملے گا جو احسان و بھلائی والے ہیں۔

ان آیات سے محسن اور اصلاح پسند کی تعریف معلوم ہوئی استاذ بھی محسن و مصلح ہے لہٰذا ان فضائل اور اجر وثواب کا حقدار ہے حدیث شریف میں ہے۔

حدیث

وعن ابن مسعود رضی اللہ عنہ قال قال رسول ﷺ ایکم مال وارثہ احب الیہ من مالہ قالوا یارسول اللہ ما منا احد الا مالہ احب الیہ من مال وارثہ قال فانمالہ ماقدم ومال وارثہ ما اخرہ (رواہ البخاری، مراۃ شرح مشکوۃ)

مفہوم حدیث

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم میں سے کون ہے جسے وارث کا مال اپنے مال سے زیادہ پیارا لگے صحابہ نے عرض کی ہم میں تو ایسا کوئی نہیں ہاں اپنا مال زیادہ پیارا لگتا ہے بہ نسبت وارث کے مال کے فرمایا اس کا مال تو وہ ہے جو وہ آگے بھیج دے وہ تو اس کے وارث کا مال ہے جو وہ چھوڑ جائے۔ (بخاری)

وعن انس رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ یتبع المیت ثلاثۃ فیرجع اثنان ویبقی معہ واحد یتبعہ اھلہ ومالہ وعملہ فیرجع اھلہ ومالہ ویبقی عملہ ٥

(بخاری ومسلم، مراۃ شرح مشکوۃ)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ مرنے والے کے ساتھ تین چیزیں جاتی ہیں دو واپس آجاتی ہیں ایک ساتھ رہ جاتی ہے مال اعمال اور گھر والے ساتھ جاتے ہیں گھر والے اور مال واپس آجاتا ہے اعمال وہاں رہ جاتے ہیں۔ (بخاری مسلم)

ان احادیث شریف سے معلوم ہوا کہ آدمی جو کچھ قیامت کی ہولناکیوں سے اور قبر کی وحشت بچنے کے لئے نیکی کرے وہی اس کا مال ہے باقی سارا کچھ تو وارث لے لیتے ہیں ابھی میت پڑی ہوئی ہوتی ہے تو ترکے اور وراثت پر جھگڑا شروع ہو جاتا ہے، لہٰذا قرآن وحدیث کے مطابق اصل مال اعمال ہی ٹھہرے لوگوں کو اللہ رسول کی شان بتائی، ان کا دین سمجھانا ان کو نفع پہنچانا ان کو پڑھانا، عالم وفاضل بنانا بہت بڑے اور شان والے اعمال ہیں کہ ان سے دین ودنیا کی بھلائی ہے حکیم الامت علیہ الرحمۃ کی ساری زندگی بفضلہٖ تعالیٰ ان ہی اعمال میں گزری ستاون سال کا عرصہ کچھ تھوڑا نہیں ہوتا، انھوں نے اتنا عرصہ تدریس کی علماء اور فضلاء تیار کیے ان کے شاگرد آج بھی لوگوں کی علمی پیاس اور تشنگی بجھا رہے ہیں ہر زمانے کے اپنے اپنے تقاضے ہوتے ہیں حکیم الامت علیہ الرحمۃ کے زمانے میں مدارس میں طلباء کی تعداد اور مکمل کوائف وغیرہ کا تحریری نظام ونسق نہ ہونے کے برابر تھا اس وجہ سے یہ اندازہ کرنا مشکل ہے کہ اس ستاون سالہ تدریسی دور میں انھوں نے کتنے فضلاء وعلماء تیار کیے تھے۔

حکیم الامت کے استاذ العلماء والفضلاء ہونے پر ایک نظر:

آپ کے زمانہ کے رواج کے مطابق مکمل تحریری نظام نہ تھا کہ طلباء وفضلاء کا مکمل نظام واندراج اور انتظام ودستاویز کی پابندی کی جاتی لہذا یہ اندازہ کرنا مشکل ہو گیا کہ مکمل تعداد ان علماء وفضلاء کی کتنی ہے جن جن کو صدر الافاضل علیہ الرحمۃ کے تربیت یافتہ جناب حضرت حکیم الامت علیہ الرحمۃ سے فیض یاب ہونے کی سعادت ملی تھی جن جن کو علم وعشق نبی سے سرشار ہونے کی تلقین وترغیب وتربیت کی گئی تھی، ستاون سالہ عرصہ میں اگر ہر سال دس افراد کو بھی عالم وفاضل شمار کریں تو پانچ سو ستر تعداد بنتی ہے حالانکہ اس طرح ہے نہیں بہر حال آپ نے بہت سے لوگوں کو عالم وفاضل بنایا تھا، کچھ نام درج ذیل ہیں۔

- حضرت مولانا عبد الکریم صاحب۔

آپ مدرسہ عزیزیہ ملتقت گنج جو مشرقی پاکستان میں واقع ہے وہاں خدمات سرانجام دیتے رہے۔

- حضرت مولانا محمد ادریس صاحب۔

آپ کا تعلق مارلیش سے تھا جو جنوبی افریقہ میں ہے۔

۳ حضرت مولانا عبدالقدیر صاحب۔

آپ کا تعلق بنگلہ دیش سے تھا۔

۴ حضرت مولانا لیاقت حسین شاہ صاحب۔

۵ حضرت پیر سید ولایت شاہ صاحب۔

۶ حضرت مولانا وقار الدین صاحب۔

ان تمام حضرات کا تعلق بنگلہ دیش سے تھا۔

۷ حضرت مفتی امین الدین صاحب۔

۸ حضرت مولانا قاری احمد حسین صاحب۔

ان دو بزرگوں نے گجرات میں حکیم الامت علیہ الرحمۃ سے حدیث، فلسفہ اور منطق کی تعلیم حاصل کی، چند سال تک پڑھتے رہے تھے۔

۹ حضرت صاحبزادہ مسعود الحسن صاحب۔

آپ کا پاکستان کی مشہور روحانی خانقاہ چورہ شریف تعلق رکھتے ہیں۔

۱۰ حضرت مولانا ولی محمد صاحب۔

یہ وہی بزرگ ہیں جنہوں نے ہندوستان میں مدرسہ مسکینیہ کا اہتمام و انصرام اپنے ذمے لیا ہوا تھا، آپ الحاج تھے اور سیٹھ بھی گویا دنیاوی اور دینی نعمتوں سے مالا مال تھے۔

۱۱ حضرت مولانا نور الدین صاحب۔

آپ کا تعلق ہندوستان سے ہے دھوراجی کے علاقہ سے نسبت تھی۔

۱۲ حضرت مولانا پیر سید جلال الدین شاہ صاحب۔

آپ گجرات کے رہنے والے تھے اور بہت بڑے بزرگ تھے، بھکھی شریف آپ ہی کے فیض سے مشہور ہے، سید بادشاہ تھے اور متقی تھے، دور حاضر کے معروف مناظر اور جرات مند عالم دین حضرت مولانا سید عرفان شاہ صاحب مدظلہ آپ کے صاحبزادے ہیں، آپ کی بہت خدمات ہیں، آپ کو حافظ الحدیث کا لقب دیا گیا تھا۔ نیز معروف عالم دین ڈاکٹر اشرف

آصف جلالی صاحب مدظلہ انہی کے مرید وفیض یافتہ ہیں۔

۱۳ حضرت مفتی محمد حسین نعیمی صاحب۔

آپ کا تعلق ہندوستان کے علاقے سنبھل سے تھا، پھر پاکستان میں تشریف لے آئے آپ بہت جید عالم دین اور مفتی تھے آپ کی بہت خدمات ہیں، حضرت مفتی محمد سرفراز نعیمی علیہ الرحمۃ آپکے صاحبزادے تھے، حضرت مولانا غلام رسول صاحب سعیدی مدظلہ آپ کے شاگرد ہیں۔

۱۴ حضرت مولانا آل حسن صاحب اشرفی نعیمی۔

آپ کا تعلق بھارت سے تھا علاقہ کا نام سنبھل ہے۔

۱۵ حضرت مولانا ریاض الحسن صاحب۔

آپ بھی ہندوستان کے علاقے سنبھل سے تعلق رکھتے تھے۔

۱۶ حضرت مولانا نذر محمد صاحب۔

آپ سلانوالہ میں بطور خطیب خدمت دین کرتے رہے۔

۱۷ حضرت مولانا غلام علی اکاڑوی صاحب۔

آپ بہت بڑے شیخ الحدیث تھے، آپ کی بڑی خدمات ہیں، بہت نیک تھے خطیب پاکستان جناب حضرت مولانا محمد شفیع اوکاڑوی صاحب علیہ الرحمۃ آپ کے ہی شاگرد تھے۔

۱۸ حضرت مولانا سید غنی شاہ صاحب۔

آپ کا تعلق گجرات سے تھا۔

۱۹ حضرت صاحبزادہ سید حامد علی شاہ صاحب۔

۲۰ حضرت صاحبزادہ سید محمود علی شاہ صاحب۔

۲۱ حضرت صاحبزادہ محمد ایوب شاہ صاحب۔

۲۲ حضرت صاحبزادہ ارشاد حسین شاہ صاحب۔

ان تمام حضرات صاحبزادگان کا تعلق چورہ شریف سے ہے۔

۲۳ حضرت صاحبزادہ سید حاجی احمد شاہ صاحب۔

۲۴ حضرت مولانا حافظ سید علی صاحب۔

خیال رہے کہ آپ وہی محترم شخصیت ہیں جن کو حکیم الامت علیہ الرحمۃ نے بتایا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اضافی اعزازی زندگی عطا کی ہے لیکن کسی کو بتانا مت چنانچہ حکیم الامت علیہ الرحمۃ کی وفات کے بعد انہوں نے یہ راز ظاہر کیا اس واقعہ کی تفصیل یوں ہے کہ حکیم الامت علیہ الرحمۃ جب تفسیر نعیمی میں الا ان اولیاء اللّٰہ ......الخ کی تفسیر پر پہنچے تو الہام والقاء ہوا کہ مقررہ طبعی عمر ختم ہے آپ علیہ الرحمہ نے استغاثہ فرمایا مراقبہ کیا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں روحانی حاضری نصیب ہوئی۔ سرکار دو عالم ﷺ نے دُعا فرمائی باری تعالیٰ نے تین ماہ کی اضافی زندگی عطا فرمائی چنانچہ یہ آخری آیت تھی جس پر آپ نے تفسیر نعیمی کا اختتام فرمایا۔

(سوانح عمری حکیم الامت ص20 مطبوعہ نعیمی کتب خانہ گجرات)

۲۵ حضرت مولانا حافظ محمد فاضل صاحب۔

۲۶ حضرت مولانا حافظ عبدالرشید صاحب۔

۲۷ حضرت مولانا حافظ فضل کریم صاحب۔

۲۸ حضرت مولانا محمد شریف صاحب۔

۲۹ حضرت مولانا نورالدین صاحب کشمیری۔

۳۰ حضرت صاحبزادہ سید شمس الحق شاہ صاحب۔

۳۱ حضرت مولانا قاری محمد رفیع صاحب۔

۳۲ حضرت مولانا سید فضل شاہ صاحب۔

۳۳ حضرت صاحبزادہ مبارک محی الدین صاجب۔

۳۴ حضرت مولانا حافظ الٰہی بخش صاحب۔

ان تمام علماء و فضلاء کا تعلق گجرات (پاکستان) سے ہے۔

۳۵ حضرت مولانا پیر محمد اسلم قادری صاحب۔

آپ کا تعلق بھی گجرات سے ہے آپ بہت ماہر عالم دین تھے اور شیخ طریقت بھی تھے، آپ کے بارے میں تفصیل اربعین افضیلہ میں ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔ آپ نیک آدمی تھے

اور بڑی خدمات سرانجام دیں۔

۳۶ حضرت مولانا پیر محمد افضل قادری صاحب۔

آپ بہت ماہر عالم دین ہیں آپ کی بہت خدمات ہیں اربعین افضیلہ میں انکی تفصیل دیکھی جاسکتی ہے آپ کے والد گرامی اور آپ کی خدمات کا انکار نہیں کیا جاسکتا آپ تادم تحریر بقید حیات ہیں رب تعالیٰ آپ کو صحت وخوشی میں اضافہ عطا فرمائے۔ خیال رہے کہ آپ حضرت پیر محمد اسلم صاحب کے فرزند ہیں۔

۳۷ حضرت مولانا محمد اشرف صاحب

آپ وہی بزرگ عالم دین ہیں جو اس وقت علم مناظرہ میں نہایت ماہر و مشہور ہیں، آپ کا تعلق گجرات سے ہے۔ آپ بھی حضرت پیر محمد اسلم صاحب کے صاحبزادے ہیں۔

۳۸ حضرت مولانا حافظ غلام مرتضیٰ صاحب۔

آپ کا تعلق راولپنڈی سے ہے۔

۳۹ حضرت مولانا میر حسان الحیدری صاحب

آپ کا تعلق اوباڑہ سے ہے جو کھر کے علاقہ میں ہے۔

۴۰ حضرت مولانا غلام سرور صاحب

آپ حکیم تھے اور سرگودھا کے علاقہ کے رہنے والے تھے۔

۴۱ حضرت مولانا سید گلزار حسین شاہ صاحب

آپ نے جہلم میں بطور خطیب بہت خدمات سرانجام دیں۔

۴۲ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب۔

آپ کا تعلق منڈی ماناوالہ سے ہے۔

۴۳ حضرت مولانا حافظ محمد بشیر صاحب

آپ کا تعلق حافظ آباد سے ہے۔

۴۴ حضرت مولانا نذیر حسین صاحب۔

آپ گجرات میں خطیب تھے مشہور مجذوب بزرگ حضرت شاہ دولہا علیہ الرحمۃ کے

مزار شریف کے گرد و نواح میں آپ کی خطابت و خدمات کا بہت شہرہ تھا۔

حضرت مولانا مظفر حسین شاہ صاحب۔

آپ کا تعلق پشاور سے تھا سید تھے بہت نیک آدمی تھے۔

حضرت مولانا محمد حسین شاہ نسیم صاحب

آپ مدارس کے علاقہ سے تعلق رکھتے تھے۔

۴۷ حضرت مولانا محمد انور نعیمی صاحب قادری۔

آپ ڈسکہ میں خطابت فرماتے تھے، نیک آدمی تھے۔

آپ کا تعلق نکوآنی سے تھا۔

حضرت مولانا عبدالسعید صاحب۔

آپ کا تعلق کالرہ دیوان سنگھ کے علاقے سے تھا۔

حضرت مولانا عبداللطیف صاحب

آپ خطیب تھے، گجرات کے مشہور مجذوب بزرگ حضرت سائیں کانواں والے سچی سرکار کے مزار شریف کے پاس خطابت کی خدمات سرانجام دیں۔خیال رہے کہ ان مجذوب بزرگ کا نام کچھ اور تھا لوگ ان کو کھانے وغیرہ دے کر جاتے تو یہ نہ کھاتے تھے بلکہ بوہڑ کے درختوں کے نیچے رکھ دیتے تھے چڑیاں گدھ کوے وغیرہ وہ سارے کھانے کھا جاتے تھے لوگوں نے اس بناء پر ان کا نام ہی کانواں والی سرکار رکھ دیا۔

حضرت مولانا محمد رفیع صاحب

۵۱ حضرت مولانا محمد شفیع صاحب

ان دونوں بزرگ حضرات کا نسبت و تعلق کشمیر سے تھا۔

۵۲ حضرت مولانا سید محمد قاسم شاہ صاحب

آپ راولپنڈی کے علاقہ میں مشہور آستانہ حضرت سید عبداللطیف شاہ علیہ الرحمۃ المعروف حضرت بری امام سرکار کے مزار شریف کے خطیب تھے، سید تھے اور نیک و مخلص عالم تھے۔

حضرت مولانا بشیر صاحب

آپ ضلعی خطیب تھے محکمہ اوقات والوں کے متعین اور مرغوب تھے۔

حضرت صاحبزادہ سید نظام علی شاہ صاحب۔

آپ سید ہیں، نیک اور ماہر و مخلص عالم دین ہیں، آپ نے چک لالہ کے علاقہ کو اپنی خطابت سے مسحور فرمایا آپ کا تعلق علاقہ چھچھ کے مشہور اور اکلوتے شہر حضرو سے ہے راقم الحروف عفی عنہ ربہ نے آپ کی دست بوسی کا شرف حاصل کیا ہوا ہے اور تقریر بھی سماعت کی ہے، آپ کی تقریر میں حکیم الامت علیہ الرحمۃ کے علمی نکات واستدلات نمایاں ہوتے ہیں جس وجہ سے لذت وسرور کے ساتھ علم کا حصول بھی ہو جاتا ہے، رب آپ کو خوشی اور صحت میں اضافہ عطا فرمائے۔

۵۵ حضرت مولانا سید محمد شاہ صاحب

آپ کا تعلق اپرٹوپہ سے ہے جو مری کے علاقہ میں واقع ہے۔

۵۶ حضرت مولانا حافظ محمد اشرف صاحب

آپ نے کھیوڑہ میں کافی عرصہ خطابت کی اور دین کی خدمت فرمائی۔

۵۷ حضرت مولانا محمد زاہد صدیقی صاحب

آپ کا تعلق لاہور سے ہے۔

۵۸ حضرت سید اختر شاہ صاحب۔

آپ ماہر عالم دین تھے آپ کا تعلق کراچی سے ہے۔

۵۹ حضرت مولانا سید محمد شاہ صاحب

آپ کا تعلق کڑیاں والہ سے ہے اچھے عالم تھے۔

۶۰ حضرت مولانا حافظ غلام محی الدین صاحب

آپ کا تعلق منگلہ ڈیم کے علاقہ سے ہے۔

۶۱ حضرت شیخ الحدیث قاضی عبدالغنی کوکب صاحب

۶۲ حضرت مولانا سید صابر حسین شاہ صاحب

۶۳ حضرت مولانا حافظ نذیر احمد صاحب

آپ کا تعلق سرگودھا سے ہے۔

۶۴ حضرت مولانا سید صفدر حسین شاہ صاحب نوشاہی

آپ سوق کلاں کے علاقہ سے تعلق رکھتے ہیں

۶۵ حضرت مولانا قاضی عبدالنبی کوکب صاحب۔

آپ بہت ماہر عالم دین تھے، آپ سے حکیم الامت کو بہت زیادہ شفقت ومحبت تھی، آپ نے حکیم الامت علیہ الرحمۃ کی ان دنوں میں بہت زیادہ خدمت کی جن دنوں میں حضرت حکیم الامت بیمار تھے اور لاہور کے مشہور ہسپتال میو میں داخل تھے، آپ نے ہی سب سے پہلے حکیم الامت علیہ الرحمۃ کی سوانح عمری لکھی، حالات قلم بند فرمائے اور حکیم الامت علیہ الرحمہ کے چہلم سے پہلے پہلے سارا کچھ مکمل کرلیا تاکہ دعا وفاتحہ خوانی کے موقعہ پر آنے والے حضرات کو حکیم الامت علیہ الرحمۃ کے حالات کی بقدر کفایت آگاہی ممکن ہو، شاہ جیلان اور تحقیق قربانی آپ کی ہی قلم کے فن پارے ہیں اللہ تعالیٰ آپ کو اچھا صلہ عطا فرمائے۔

۶۶ حضرت مفتی محمد حبیب اللہ نعیمی صاحب۔

آپ مفتی تھے اور نیک ومخلص بھی تھے، آپ کا تعلق ہندوستان کے علاقہ سنبھل سے ہے آپ کی بہت خدمات ہیں، جناب شاہد رضا صاحب آپ کے ہی صاحبزادے ہیں، فتاویٰ نویسی میں آپ کو بہت مہارت تھی، حبیب الفتاوی آپ ہی کی تصنیف ہے۔

۶۷ حضرت مفتی مختار احمد نعیمی صاحب۔

آپ حکیم الامت علیہ الرحمۃ کے بڑے صاحبزادے ہیں، آپ کی خدمات بہت زیادہ ہیں اپنے والد ماجد کی طرح بہت سے شعبوں میں خدمات سرانجام دیں آپ سیالکوٹ میں خطابت فرماتے تھے، آپ کی تقریر کی کیسٹیں سن کر اب بھی آنکھیں نم ہو جاتی ہیں آپ محدث تھے، مصنف تھے، اور مقرر بھی، مدرس بھی، اور مفتی بھی تھے، اللہ تعالیٰ آپ کو اچھا صلہ عطا فرمائے۔ آپ کا مزار شریف حکیم الامت علیہ الرحمہ کے مزار مبارک سے متصل ہے۔ آپ کا لقب رئیس المجاہدین تھا تحصیل الصرف آپ کی تصنیف ہے۔

۶۸ حضرت مفتی اقتدار احمد خان نعیمی صاحب۔

آپ بھی حکیم الامت علیہ الرحمۃ کے صاحبزادے ہیں: آپ میں بھی قریباً اپنے

والد والی تمام خوبیاں اور صلاحیتیں موجود تھیں آپ مفسر تھے، مصنف تھے مقرر تھے، مبلغ تھے علاج کی غرض سے کافی عرصہ بریڈفورڈ میں گزرا وہاں گلاسکو کی مساجد میں خطابت بھی فرمائی، لندن میں بھی کافی عرصہ دینی خدمات سرانجام دیں اللہ تعالیٰ آپ کو اچھا صلہ عطا فرمائے۔ **العطایا الاحمدیہ فی الفتاوی النعیمیہ** اور تفسیر نعیمی ج 12 تا 19 آپ کی تصانیف ہیں۔

اس ساری تفصیل و تحریر سے اندازہ ہوا کہ کئی ممالک کے لوگوں نے حکیم الامت سے تعلیم حاصل کی تھی، ان سارے حضرات پر اللہ تعالیٰ کی کروڑ حارحمتیں ہوں ان میں جو حضرات ابھی زندہ ہیں ان کو صحت اور خوشیوں میں اضافہ و برکت نصیب ہو اور جو اس دنیا میں چلے گئے ان کی وہ جگہ اچھی اور مبارک اور پرنور ہو جہاں وہ ہیں ان کے درجات بلند ہوں کیونکہ قانون ہے۔

1. **من عمل صالحا من ذکر او انثی وھو مؤمن ولنجزینھم حیاۃ طیبۃ و النجزینّھم اجرھم باحسن ما کانوا یعملونo** (النحل)

رب فرماتا ہے۔

2. **انی لا اضیع عمل عامل منکم**
3. **من جاء بالحسنۃ فلہٗ عشرا مثالھا**
4. **ان الذین امنوا و عملوا الصالحات و اخبتوا الی ربھم اولئک اصحاب الجنۃ ھم فیھا خالدونo** (ھود)

نتیجہ بحث:

1. حکیم الامت علیہ الرحمۃ استاذ العلماء والفضلاء تھے۔
2. متعدد لوگوں نے ان سے تعلیم حاصل کی۔
3. آپ نے متعدد لوگوں پر احسان کیا انکی اصلاح فرمائی۔

باب ۱۶

حکیم الامت بطور خطیب و مقرر

① خطیب کا مفہوم

② مقصد خطابت

③ فضائل و مناقب

④ شرائط خطابت

⑤ حکیم الامت کی خطابت پر ایک نظر

⑥ نتیجۂ مضمون

باب ۱۴

حکیم الامت علیہ الرحمۃ بطور خطیب و مقرر

(1) خطیب کا مفہوم

(2) مقصد خطابت

(3) فضائل و مناقب

(4) شرائط خطابت

(5) حکیم الامت کی خطابت پر ایک نظر

(6) نتیجہ مضمون

خطیب اور مقرر کا مفہوم:

خطیب خطاب سے ماخوذ ہے، خطاب یا خطبہ کا معنی ہے وعظ کرنا، کسی کو مخاطب کر کے کچھ نصیحت آمیز کلام سنانا، خیال رہے کہ خطیب صفت مشبہ ہے اور اس کا مادہ اشتقاقی (خ، ط، ب) ہے۔ (مراۃ شرح مشکوۃ ج 5 ص 31 ملخصا، مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ لاہور)

اور مقرر اسم فاعل ہے تقریر سے، مادہ ہے (ق، ر، ر)۔ قــــرٌ قرار کے معنی ہیں ٹھہرا رہنا، ہٹ نہ جانا، پھٹ نہ جانا، کانپ نہ جانا، ثابت کرنا وغیرہ وغیرہ۔

(تفسیر نعیمی ج 9 ص 198 ملخصا، مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ گجرات پاکستان)

اب خطیب اور مقرر کے معنی کا نچوڑ یہ ہوا کہ جو شخص لوگوں سے مخاطب ہو کر انکو پند و نصائح کرے، ان کو اسلام کے احکام بتلائے، مسائل کی تقریر تثبیت کرے، اپنے فرمودات و مضامین پر ثابت قدم رہ کر دین سکھائے، بیان کرے وہ خطیب و مقرر ہے، وغیرہ وغیرہ۔

مقصد خطابت:

تقریر اور خطاب کا مقصد اللہ رسول کا پیغام و اسلام آسان کر کے لوگوں کو بتانا اور سمجھانا ہے، نہ کہ لوگوں کو محض اپنا گرویدہ و معتقد کرنا، یہ چیزیں خلوص کی بدولت خود بہ خود ہی مل جاتی ہیں، لوگوں کو جس ممکن طریقہ سے سمجھائیں گے اس طریقہ میں مقصود اصلی انکی ذہنی، فکری، اخلاقی، اور اسلامی اصلاح ہونا چاہیے، یہی خطاب کرنے اور تقاریر کرنے کا فلسفہ ہے مقصد ہے، افسوس! آج کل اپنا آپ منوانا، اور پھیے تقاریر کرنے کو مقصد اصلی بنالیا گیا ہے۔

فضائل خطابت و تقریر:

تقریر کرنے، خطاب سنانے وعظ کرنے کے بہت سے فضائل ہیں، ان فضائل کی وجہ یہ ہے کہ ان امور سے چونکہ لوگوں کو نفع ہوتا ہے، مشکل کشائی ہوتی ہے لوگ، مطمئن اور مسرور ہوتے ہیں، انسان کو وعظ و خطاب کی تیاری کے لئے تدبر اور مواد کے تتبع کی ضرورت پیش آتی ہے، لہٰذا یہ تمام امور عبادت و خدمت کے قبیلہ سے ہوئے، ان کا ثواب واجر زیادہ ہوا،

نہایت اختصار کے ساتھ مذکورہ امور کے بارے میں چند شرعی دلائل ذکر کرتا ہوں توجہ فرمائیے۔

ترجمہ	حدیث
روایت ہے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، مسلمان مسلمان کا بھائی ہے، نہ تو اس پر ظلم کرے، نہ اسے رسوا کرے، اور جو اپنے بھائی کی حاجت روائی میں رہے گا، اللہ اسکی حاجت میں رہے گا، اور جو مسلمان سے کوئی تکلیف دور کرے گا، اللہ اس سے قیامت کے دن کی تکالیف دور کرے گا، اور جو مسلمان کی پردہ پوشی کرے گا قیامت کے دن اللہ اسکی پردہ پوشی کرے گا۔ (بخاری مسلم)	وعن ابن عمر رضی الله عنهما ان رسول الله ﷺ قال، المسلم اخو المسلم لايظلمه، ولا يسلمهٗ ومن كان في حاجة اخيه كان الله في حاجته، ومن فرج عن مسلم كربة فرج الله عنه كربة من كربات يوم القيامة ومن ستر مسلما ستر الله يوم القيامة (متفق عليه)
روایت ہے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے فرماتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے، اس کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے کوئی بندہ مومن نہیں ہوتا حتی کہ اپنے بھائی کے لئے وہ ہی پسند نہ کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے۔ (بخاری، مسلم)	وعن انس رضی الله عنه قال قال رسول الله ﷺ والذی نفسی بیده لايؤمن عبد حتی يحب لاخيه مايحب لنفسه (متفق عليه)
روایت ہے حضرت ابن عباس سے، فرماتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے وہ ہم میں سے نہیں جو ہمارے چھوٹوں پر رحم نہ کرے، ہمارے بڑوں کی تعظیم نہ کرے، اور اچھی باتوں کا حکم نہ دے اور بری باتوں سے منع نہ کرے۔ (ترمذی)	وعن ابن عباس رضی الله عنهما قال قال رسول الله علی اللّٰه ﷺ ليس منا من لم يرحم صغيرنا ولم يوقر كبيرنا، ويامر بالمعروف وينه عن المنكر (رواه الترمذی)

شرائط خطابت وتقریر:

تقریر وخطابت کی بہت سی شرائط ہیں ان کا خلاصہ یہ ہے کہ خطیب ومقرر اہل علم اور اہل عقل ہو، اہل علم اس لئے کہ جاہل تو قرآن وسنت کے خلاف بولے گا نتیجہ یہ ہوگا کہ گمراہی پھیلے گی اور اہل عقل اس لئے کہ بے وقوف تو عوام کے سامنے ان کی فہم سے ماوراء مسائل بیان کرے گا تو وہ الجھن اور انتشار کا شکار ہوں گے، لہٰذا اہل علم ہونا ضروری اہل عقل وفہم ہونا بھی ناگزیر ٹھہرا۔

حکیم الامت علیہ الرحمۃ کی تقریر وخطابت پر ایک نظر:

١. آپ کی تقریر وخطابت کی خوبیوں کی بطور نمونہ بعض امثلہ یہ ہیں۔
٢. آپ کی تقریر گویا قرآن کی تفسیر تھی۔
٣. احادیث کی شرح تھی۔
٤. تقریر میں عقلی فوائد ودلائل کی کثرت ہوتی تھی۔
٥. موقع ومحل کے مناسب اشعار بھی ہوتے تھے۔
٦. ضرورۃً حکایت بھی بیان فرمادیتے تھے۔
٧. اہم مضمون پر اعتراض وجواب کے طریقہ سے توجہ مبذول کراتے تھے۔
٨. شان رسول کا پہلو نمایاں ہوتا تھا۔
٩. پند ونصائح بھی فرماتے تھے۔
١٠. حسب ضرورت عقائد کی تائید بھی فرماتے اور قرآن وسنت سے امثلہ ذکر کرتے تھے۔
١١. حالات زمانہ اور شواہد الازمنہ کے اسلوب سے لوگوں کو سمجھاتے تھے اس کا فائدہ یہ ہوتا کہ لوگ جلدی سمجھ جاتے کہ مسئلہ ومضمون کی روح کیا ہے؟ وغیرہ وغیرہ۔

اب انکی ایک تقریر مکمل طور پر درج کرتا ہوں جو امور میں نے گنوائے ان کو اس میں خود تلاش کریں تا کہ آپ لوگ واضح طور پر ایک نتیجہ وفیصلہ پر پہنچ جائیں اور جان لیں کہ رب رسول ان پر کس قدر مہربان تھے کہ ہر خوبی وکمال ان کو دیا تھا، آیئے تقریر کا متن ملاحظہ کرتے ہیں۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ ○

اِنَّمَا الۡمُؤۡمِنُوۡنَ اِخۡوَةٌ ، فَاَصۡلِحُوۡا بَيۡنَ اَخَوَيۡكُمۡ وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمۡ تُرۡحَمُوۡنَ○ (سورۃ الحجرات 49. آیت 10)

ترجمہ: سب مسلمان آپس میں بھائی ہیں لہٰذا اپنے بھائیوں میں صلح کراؤ، اور اللہ سے ڈرو، شائد کہ تم رحم کیے جاؤ۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو صلح کرانے کا حکم دیا، اس جگہ چند چیزوں پر غور کرنا ہے مومن کون لوگ ہیں؟ اخوت یعنی بھائی چارے سے کیا مراد ہے؟ اصلحوا یعنی صلح کرادو کا معنی کیا ہے؟

خیال رہے کہ اس سے پہلی آیت میں حکم دیا گیا تھا کہ اگر مسلمانوں کے دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں تو ان میں صلح کرادو، اب اس کی وجہ بیان ہو رہی ہے کہ چونکہ لڑنے والے، خون خرابہ کرنے والے ان لڑائیوں کے بعد بھی مسلمان ہی ہوں گے، مسلمان مسلمان کا بھائی ہے اس لئے ان میں صلح کرادو گویا پہلے حکم تھا اب اس کی وجہ بیان ہو رہی ہے، بوجہ اس مناسبت کے یہ آیت دوسری آیت کے بعد یہاں ذکر فرمائی گئی۔

مومنوں سے مراد ساری امت رسول ہے خود حضور علیہ السلام اس میں داخل نہیں کیونکہ قرآن مجید میں جہاں یایها الذامنوا فرمایا جائے وہاں نبی مراد نہیں ہوتے چند وجہ سے، ایک یہ کہ جہاں حضور علیہ السلام کو پکارنا ہوتا ہے وہاں فرمایا جاتا ہے یایها النبی ۔ یایها الرسول ، یایها المزمل یایها المدثر ، عام خطاب سے انکو نہیں پکارا جاتا اور ہم کو بھی حکم ہے کہ ان کو عام انداز میں نہ پکارنا لا تجعلوا دعاء الرسول بینکم کدعآء بعضکم بعضا ○ (القرآن) دوسرے یہ کہ اکثر جگہ یایها الذین امنو کے بعد ایسے احکام ہوتے ہیں جن کا حضور پر اجراء ہی نہیں ہو سکتا جیسے کہ یایها الذین امنوا لا تقدموا بین یدی الله ورسوله اور یایها الذین امنو لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی ، یعنی اے ایمان والوں اللہ اور اسکے رسول سے آگے نہ بڑھو، اے ایمان والو نبی کی مبارک آواز سے اپنی آواز بلند نہ کرنا، اور اسی طرح ان آیات میں بھی ہے یا یها الذین امنوا کتب علیکم

القصاص اور یایھا الذین امنوا اذا نودی للصلوۃ یوم الجمعۃ فاسعوا الی ذکر اللّٰہ یعنی کہ اے ایمان والوں تم پر قصاص فرض ہے اور اے ایمان والو جمعہ کی آذان سن کر فوراً اللہ کے ذکر یعنی نماز کی طرف کوشش کروان آیات میں حضور علیہ السلام کے شامل نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ قصاص تو ظلم کا بدلہ ہوتا ہے اور ظلم گناہ ہے اور نبی تو گناہ سے پاک ہے معصوم ہے لہٰذا ان پر قصاص کا تحقق ہی نہ ہوا، نیز حضور علیہ السلام کسی کو کچھ سزا دیں تو بھی ان پر کچھ قصاص نہیں ہے کیونکہ جب استاد پر شاگرد کا، ماں باپ پر اولاد کا اور آقا پر اسکے مولیٰ کا قصاص شرعاً معاف ہے تو نبی پر امتی کا بھی معاف ہے اور جمعہ کی نماز میں سب کو حضور علیہ السلام کی طرف بلایا گیا ہے حضور ہی اللہ کا ذکر ہیں ﷺ۔

تیسرے یہ کہ قرآن کے نزول سے قبل ہی آپ ﷺ نماز وغیرہ کے احکام پر عامل تھے عمل کرنے والے کو پھر عمل کے احکام دینا بے معنی لہٰذا وہ یایھا الذین آمنوا میں شامل نہ ہونگے۔

بھائیوں کے لئے ترک پستان کریں
بچپنے کی شرافت پر لاکھوں سلام

ظہور نبوت سے پہلے نماز، روزہ، چلہ کشی، غرض یہ کہ سارے احکام پر عمل فرمایا، لہٰذا ان احکام کی آیت میں بھی الذین آمنوا سے آپ مراد نہ ہونگے، الذین امنوا میں وہ لوگ مراد ہوں گے جنہوں نے دنیا میں آکر ایمان لایا، حضور علیہ السلام کا شان یہ ہے کہ آپ تو ایمان لا کر دنیا میں تشریف لائے، لہٰذا الذین آمنوا سے وہ لوگ مراد ہیں جن کا ایمان ایمان بالغیب ہے حضور علیہ السلام کا ایمان تو بالشھادۃ ہے کہ رب کو دیکھا فرشتے، جنت، دوزخ وغیرہ کو ملاحظہ فرمایا رسولوں پر ایمان لانا ہم پر فرض ہے ان کے لئے تو رسولوں کی تصدیق لازم ہے رسولوں نے ان کی اقتداء میں معراج کے موقعہ پر نماز ادا کی ان اشاروں سے ہمارے اور حضور علیہ السلام کے ایمان کا فرق واضح ہے لہٰذا مومنوں اور یایھا الذین آمنوا میں ان کو شامل نہیں مانا جاسکتا اور ان کو بھائی نہیں کہا جاسکتا، بھائی تو حضور نے دوسروں کو بنایا ہے، اور مسلمانوں کو بنایا ہے تمام انسان آپس میں بھائی نہیں کیونکہ سب اللہ کے بندے ہیں اسکے بندگی کرنے

والے ہیں تو اس معنی کی رو سے شیطان و جانور بھی بندہ خدا ہوئے تو کیا آپ لوگ ان کو اپنا بھائی بنانا یا ان کا بھائی بننا پسند کریں گے، تو سمجھ لو کہ نبی اور امتی بھائی نہیں بلکہ امتی آپس میں بھائی ہیں، جو دوسروں کو آپس میں بھائی بنائے وہ خود تو بھائی چارے میں شامل نہ ہوگا دیکھو باپ نے اپنی تمام اولاد کو آپس میں بھائی بھائی بنا دیا مگر وہ خود ان کا بھائی نہیں ہے، بھائی کی بیوی بھابھی کہلاتی ہے بھائی کے مرنے کے بعد اس سے نکاح حلال ہے لیکن والد کی بیوی ماں ہے باپ کے مرنے کے بعد بھی ہم پر حرام ہے حضور علیہ السلام کی ازواج مطہرات سے نکاح کرنا حرام ہے (قرآن) کیونکہ وہ ہماری ماں کی جگہ ہیں ہماری مائیں ہیں اور ماں سے نکاح کرنا لہٰذا ان سے بھی حرام تو سوچو حضور علیہ السلام بھائی کس طرح ہوں گے؟

جو آیت بطور عنوان تلاوت کی اس میں اگر حضور علیہ السلام کو شامل مانا جائے تو آیت کے معنی ہی فاسد ہوں گے کیونکہ مقصد آیت یہ ہے کہ اگر دو مسلمان آپس میں لڑیں، جھگڑا کریں، گالی گلوچ کریں، مار پیٹ کریں پھر خفا ہو جائیں تو تم ان سے صلح کرا دو اب حضور کو داخل مانو تو یہ معنی ہوگا کہ۔

کوئی امتی نبی سے لڑے، مار پیٹ کرے، گالی گلوچ کرے، تو پھر تم ان کی صلح کرا دو یہ معنی تو قرآن کے خلاف ہے کیونکہ قرآن نے تو ان سے آگے بڑھنے، ان کی آواز مبارک سے آواز بلند کرنے، اور ان کو عامیانہ انداز سے پکارنے سے بھی سخت ممانعت فرمائی آیات ملاحظہ ہوں۔

یایھا الذین امنوا لا تقدموا بین یدی اللّٰہ و رسولہ ○ (الحجرات)

یایھا الذین امنو لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی ○ (الحجرات)

ولا تجھر وا لہ بالقول کجھر بعضکم لبعض (الحجرات)

لاتجعلوا دعاء الرسول کدعاء بعضکم بعضا (نور)

مطلب وہی ہے کہ یہ احکام حضور علیہ السلام پر جاری نہیں ہو سکتے لہٰذا ان کو مومنون اور الذین آمنوا کے خطاب میں شامل نہیں مانا جا سکتا۔

اس مقام پر یہ اعتراض ہو سکتا ہے کہ ایک حدیث ہے کہ سرکار علیہ السلام نے ایک مرتبہ بتایا اے صحابہ تمہارے بعد میرے کچھ بھائی آئیں گے تمہارے زمانہ کے بعد ہوں گے تم

میرے صحابہ ہو وہ میرے بھائی ہوں گے تم انکی تعظیم کرنا، اکرموا خاکم۔

تو اس حدیث سے ثابت ہوا کہ ان کو بھائی فرمایا گیا لہٰذا حضور اور وہ بھائی ہوئے پھر تمہارا یہ کہنا کس طرح صحیح ہے کہ امتی اور نبی بھائی نہیں ہو سکتے عقلی بات بے شک اچھی سہی مگر حدیث کے مقابلہ میں تو اچھی نہ ہو گی۔

تو اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ سرکار ﷺ نے تواضع اور انکساری کے طور پر ان کو اپنا بھائی فرمایا ان کے حق میں تواضع ہے اگر ہم ایسا کہیں تو گستاخی ہے، کفر ہے، اگر بادشاہ اپنی رعایا سے کہے کہ میں تمہارا خادم ہوں یہ اسکا تو کمال ہوگا اور ہم کہیں اور اسے اپنا خادم سمجھیں، پکاریں تو مجرم ہوں گے علمائے کرام اسی قسم کی احادیث کے متعلق یہی فرماتے ہیں کہ لوگوں کی توجہ مضمون کی طرف دلانا، اور اہمیت کو نمایاں تر کے بیان کرنا جہاں بھی مقصود ہو اسی طرح کا انداز و اسلوب اپنایا جاتا ہے۔ اس پر بطور تائید و تفہیم ایک حکایت سن لیں اوانداز ہ کرلیں۔

ایک بڑھیا حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئی، عرض کیا کہ میرا پوتا کھیلتے ہوئے چھت پر چڑھ گیا ہے ہم گھر والے اس کو اپنی طرف بلاتے ہیں تو وہ ہماری طرف نہیں آتا، اگر ہم اس کو پکڑنے کے لئے اس کے پیچھے دوڑ جائیں تو خطرہ ہے وہ دوڑے گا تو نیچے گر جائے گا کنارے کے بالکل قریب ہے آپ کے پاس حاضر ہوئی کیا کروں کہ وہ نیچے نہ گرے؟ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم اس طرح کرو کہ اس کی طرح کی عمر والے بچے کو اس کے سامنے کرو مگر اس کو رکھنا پکڑ کے، تو تمہارا اپنا بچہ اسکو دیکھ کر لازماً اسی طرف آجائے گا انھوں نے اس طرح کیا واقعی بچہ دوڑ کر اس ہم عمر و ہم شکل بچے کے پاس آیا اور اس کھیلنے لگ گیا۔

آپ اس حکایت کے حقائق کو سامنے رکھ کر سوچیں کہ یہ تمام دنیا دوزخ کے کنارے پر پہنچ گئی تھی رب تعالیٰ کی مرضی تھی کہ یہ لوگ جنت کے دروازے پر آجائیں، اگر رب تعالیٰ ان کو خود بلاتا اور درمیان میں رسالت کا واسطہ نہ ہوتا تو یہ لوگ جنس میں عدم تناسب کی وجہ سے کبھی اس کی طرف نہ آتے۔ جبری اور زبردستی ایمان حکمت و مرضی باری تعالیٰ کے خلاف ہے لہٰذا انبیاء کرام کو معبوث فرمایا گیا ایک کے بعد ایک نبی کی تشریف آوری ہوتی رہی یہاں تک کہ آخری نبی معظم ﷺ آئے ان کی تشریف آوری سے سلسلہ نبوت ختم ہو گیا، حضور علیہ السلام نے

قل انما انا بشر مثلکم کا جو اعلان فرمایا اس میں بھی یہی راز تھا کہ لوگ جنسی مناسبت کو دیکھ کر میری طرف متوجہ تو ہوں کیونکہ علم نفسیات کا قانون ہے الی جنس یمیل جنسہ جنس ہم جنس کی طرف میلان طبعی رکھتی ہے سو لوگ متوجہ ہوئے تو رب تعالیٰ کا ان پر کرم ہو گیا خود فرماتا ہے۔

وکنتم علی شفا حفرۃ من النار فانقذکم منھا

کہ تم جہنم کے کنارہ پر پہنچ چکے تھے تو رب نے تمہیں بچایا۔

اسی طرح قرآن کی جن آیات میں ہے کہ ہم نے فلاں نبی کے بعد فلاں نبی کو بھیجا مثلاً قرآن کی آیت ہے والی ثمود اخاھم صالحا ٥ تو یہاں صرف یہ بتانا مقصود تھا کہ حضرت صالح علیہ السلام ان کے ہم قوم تھے کسی دوسری قوم کے نہ تھے کہ ان کو اس قوم میں نبی بنا کر مبعوث کیا گیا۔ یہ مقصد نہیں کہ ان لوگوں کو بھائی کہنے کی اجازت دی گئی تھی، کہ وہ ان کو اپنا بھائی سمجھ کر پکاریں، نہ ہی یہ منشاء تھا کہ نبی اور امتی بھائی بھائی ہوتے ہیں۔

خیال رہے کہ مسلمان دو طرح کے ہیں قومی مسلمان، دینی مسلمان۔

قومی مسلمان وہ ہیں جو اپنے آپ کو مسلمان کہیں، مردم شماری میں انکی گنتی اور شمار مسلمانوں میں ہوتا ہو عیسائیوں یا ہندوؤں میں نہیں۔

دینی مسلمان وہ ہیں جو کسی بھی ضروریات دین کا انکار نہ کریں اور شرع ان کو مسلمان کہتی سمجھتی ہو، یہ دو قسم کے مسلمان حضور علیہ السلام کے زمانہ مبارکہ سے ہی چلے آرہے ہیں، دیکھو منافقین کو قومی مسلمان شمار کیا گیا اور مسلمانوں والے احکام لاگو کیے گئے، اسی لئے ان پر جہاد نہ کیا گیا نہ ہی ان سے کچھ تعرض کیا گیا، لیکن مخلصین مومنین کو فضائل سے نوازا گیا، آج بھی رافضی، وہابی قوم کے مسلم ہیں لیکن اپنے خلاف اسلام عقائد کی وجہ سے دینی مسلمان نہیں اسی وجہ سے سرکار ﷺ نے فرمایا تھا کہ میری امت کے تہتر فرقے ہوں گے ایک کے سوا سب دوزخی ہیں تفترق امتی علی ثلث سبعین فرقۃ کلھم فی النار الا واحدۃ (الحدیث)

لہٰذا بات یہ ہی ہوئی کہ مومنوں کا لفظ صرف دینی مسلمانوں کے لئے ہے معنی یہ ہوگا کہ اگر دینی مسلمان، صحیح العقیدہ لوگ، کسی دنیاوی معاملہ میں جھگڑا کریں اور خفگی پیدا ہو جائے تو دوسرے

مسلمان ان کی صلح کرا دیں، المومنون میں قومی مسلمان داخل نہیں ہیں ان سے تو بچنا لازم ہے، ان سے خفگی ہی اچھی ہے رب تعالیٰ نے اس لئے مومنون کا لفظ ارشاد فرمایا المسلمون کا لفظ نہ کہا، قومی مسلمانوں کی بابت یہ آیت ملاحظہ کرو رب فرماتا ہے ان من ازواجکم و اولادکم عدولکم فاحذروھم یعنی تمہاری بعض بیویاں اور اولاد تمہاری دشمن ہیں ان سے بچنا، ان سے صلح کرنے میں نقصان ہے خفگی ہی میں عافیت وعصمت ہے حدیث مبارک میں ہے کہ سرکار ﷺ نے ان قومی مسلمانوں کا فرق کرتے ہوئے ان کو بدمذہب قرار دیتے ہوئے یہ تعلیم فرمائی ہے کہ تم ان سے بچو اور اپنے سے ان کو دور ہی رکھنا کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ تم کو فتنہ میں مبتلا نہ کر دیں حدیث کا متن یہ ہے ایا کم وایاھم لا یضلونکم فلا یفتنونك (حدیث) بری صحبت برائی کی جڑ ہے مولانا روم علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔

نوریاں مرنوریاں را طالب اند

ناریاں مرناریاں را جاذب اند

یہ المومنون کی تفسیر تھی جس کو ملحوظ رکھنا ضروری ہے، آیت میں لفظ آیا اخوۃ یہ اخٌ کی جمع ہے اَخٌ کا ترجمہ ہے بھائی، عرب لوگ ایک اصل کی دو شاخوں کی اَخٌ کہہ دیتے ہیں، اسی طرح ایک جنس کے دو افراد کو بھی اَخٌ کہہ دیتے ہیں، بھائی کی کئی اقسام ہیں مثلاً۔

نسبتی بھائی، رضاعی بھائی، وطنی وملکی بھائی، قومی بھائی، پیشہ کا بھائی، کاروبار کا بھائی، استاد بھائی، پیر بھائی، دینی بھائی وغیرہ، آخری قسم کا بھائی چارہ یعنی دینی بھائی ہونا مضبوط ہے کہ تا قیامت کام آئے گا، ہر جگہ قائم رہتا ہے دوسرے بھائی چارے کمزور بھی ہیں اور فانی بھی، دیکھو اگر سگا بھائی کافر ہو تو مسلمان بھائی اس کو غسل نہیں دے سکتا کفن دفن نہیں کر سکتا اور اس کی میراث بھی نہیں پائے گا کیونکہ کفر اور اسلام علیحدہ علیحدہ ملت ہیں لہٰذا احکام شرع جدا جدا لیکن اجنبی مسلمان جس سے ہمارا رشتہ وتعلق بھی نہ ہو اس کی فوتگی پر کفن ودفن ضروری ہے اسی لئے نماز میں پڑھتے ہیں رب اغفرلی ولوالدی ولجمیع المسلمین و المسلمات کہ اے اللہ مجھ سمیت میرے والدین اور تمام مسلمانوں کو بخش دے اب اس دعا میں ہر بھائی چارے کا ذکر نہیں بلکہ صرف اسلامی بھائی چارے کا، اور مسلمان کا ذکر ہے۔

نیز قابل غور بات ہے کہ ایک شخص چند کو بھائی بنا سکتا ہے یا تھوڑی سی قوم میں اخوت قائم کرا سکتا ہے جیسے ایک ملک یا ایک پیشہ یا ایک استاد یا ایک پیر وغیرہ کے کچھ افراد کو بھائی بنا دے، اخوت قائم کردے، لیکن حضور علیہ السلام کی یہ شان ہے آپ نے سارے جہان کے لوگوں کو آپس میں بھائی بھائی بنا دیا، نہ قوم کی قید رکھی نہ ملک وزبان کی، اس طرح کی شان سے نہ تو کسی نے بھائی چارہ کرایا نہ کرا سکے گا۔

اور برادری کی بنیاد دنیا والوں پر تھی لیکن دینی برادری کی بنیاد ذات پاک ﷺ پر تھی۔ اور بنیاد کی مضبوطی سے دیوار کی پختگی ہوتی ہے، اسی لئے برداری مضبوط رہی صحابہ کرام کی مقدس جماعت پر غور کرلو، تو پتہ لگ جائے۔

لگایا تھا مالی نے ایک باغ ایسا
نہ تھا جس میں کوئی چھوٹا بڑا پودا

کنیز اور بانو تھیں آپس میں ایسی
زمانہ میں ماں جائی بہنیں ہوں جیسی

جلنے سے پہلے ہر لکڑی کا نام، کام اور قیمت علیحدہ تھی مگر آگ لگنے کے بعد سب جل کر راکھ کہلائیں، شہد بننے سے پہلے ہر پھول پھل کے رس کا نام، کام اور رنگ و بو جدا تھے، مگر شہد بننے کے بعد اب نہ تو گلاب گلاب ہی رہا نہ ہی بیلا بیلا، بلکہ سب کا نام شہد ہو گیا۔

اسی طرح سمجھو کہ اسلام سے پہلے بلال حبشی اور ابوبکر باغ کے پھول تھے مگر صحبت پاک جناب مصطفیٰ ﷺ نے ان کو رنگ کردیا، سب ایک ہو گئے نہ نسب کا فرق رہا نہ قوم کا، نہ رنگ کا۔

صبغۃ اللہ ہست رنگ خم او
ہشت ہا یک رنگ گردد اندر او

بندۂ عشق شدی ترک نسب کن جامی
کہ دریں راہ فلاں بن فلاں چیزے نیست

رب تعالیٰ نے فرمایا کہ پہلے تو تم کچھ نہ تھے، سماکم المسلمین (قرآن)

رب نے تمہیں مسلمان کر دیا، قبر میں بھی فرشتے نہیں پوچھتے کہ کس کے بیٹے تھے، کس کے ملک کے تھے، بلکہ یہ پوچھتے ہیں کہ کس کی امت میں ہو۔ اب ملک کہاں کا دولت کہاں کی؟ عاشق رسول کا یہ حال ہونا چاہیے کہ۔

پوچھا کہ تیرا نام کیا؟
میں نے کہا شیدا تیرا
پوچھا کہ تیرا کام کیا؟
میں نے کہا چرچا تیرا
پوچھا کہاں رہتا ہے تو
میں بولا کوئے یار میں
پوچھا کہ تیرا کیا پتہ؟
میں نے کہا کوچہ تیرا
پوچھا کہ تیری قوم کیا؟
میں بولا قوم بندگان
پوچھا کہ تیری کیا غذا؟
میں نے کہا سودا تیرا
من و تو ہر دو خواجہ تاشانیم
بندہ بارگاہ سلطانیم

اس لئے آیت میں ارشاد ہوا کہ انما المومنون اخوۃ ○

دنیاوی بھائیوں کا حال یہ ہے کہ بڑا آدمی چھوٹے کو بھائی نہیں بناتا، اگر چہ چھوٹا، سگا بھائی ہی کیوں نہ ہو، لیکن دینی رشتہ ایسا رشتہ ہے جس نے امیر غریب اور گناہ گار پرہیز گار سب کو ایک کر دیا، اس رشتہ میں کوئی مسلمان کسی مسلمان سے نفرت نہیں کرتا، تب ہی تو دنیا میں تفریق ہے مگر دین میں جمع ہے، دنیا میں کوئی تخت پر ہے کوئی فرش پر، کوئی فرش خاک پر ہے کوئی محل میں ہے کوئی جھونپڑے میں ہے، لیکن مسجد میں، کعبہ میں، اور قبرستان میں سب ایک جگہ

ہیں وہ دنیا تھی یہ دین ہے۔

ایک ہی صف میں کھڑے ہو گئے محمود و ایاز
نہ کوئی بندہ رہا نہ کوئی بندہ نواز

بندہ و مالک و محتاج و غنی ایک ہوئے
تیری بارگاہ میں پہنچے تو سبھی ایک ہوئے

اس آیت میں مسلمانوں کو عجز وانکسار کی تعلیم دی گئی ہے کہ کوئی کتنا ہی بڑا کیوں نہ ہو مگر وہ چھوٹے سے چھوٹے کو بھی اپنا بھائی جانے، اپنے برابر سمجھے انسان کی پیدائش آگ سے نہیں ہے انسان کی پیدائش خاک سے ہے جس میں عجز و نیاز ہے چاہے اس پر کوئی مسجد بنادے، یا کوئی بیت الخلاء تعمیر کردے اس کو قبول، اس کو عجز و نیاز کا یہ فائدہ ہوا کہ سارے پھل پھول، باغ و بہار، چشمے اور کانیں اسی سے پیدا ہوئیں۔ مکہ مکرمہ و مدینہ منورہ اسی پر ہوئے انبیاء کرام کے مزارات اور اولیاء کرام کے مقابر اسی پر قائم ہیں۔

آگ میں تکبر ہے غرور اور تڑپ ہے جس کا انجام یہ ہوا کہ اس پر نہ پھل لگے نہ پھول اگے، بلکہ باغ میں آگ لگا دو سب کچھ برباد کردے اسی طرح عجز وانکساری والا انسان اپنے دل میں تقویٰ، طہارۃ، اور ایمان عرفان کے باغ لگائے گا لیکن متکبر ان سے محروم ہے تب ہی اس کا انجام دوزخ ہے، کیونکہ دنیا میں اس کے اندر غرور کی آگ تھی آخرت میں اس کو دوزخ کی آگ مل گئی، دنیاوی آگ کو اُخروی آگ سے ملا دیا گیا۔

بڑے بڑے درخت یا تو پھل سے خالی رہتے جیسے ٹاہلی (شیشم) اور ببول وغیرہ، یا بہت چھوٹے پھل ان کو لگتے ہیں جیسے بیر، آم اور چلغوزہ وغیرہ، گویا ان میں غرور ہے اکڑے کھڑے ہیں اور معمولی سی کمزور بیل جو حالۃً سجدے میں پڑی ہوئی ہے اس پر اس کے عجز کی وجہ سے بڑے بڑے اور وزنی پھل لگتے ہیں، جیسے تربوز، و خربوزہ وغیرہ یا کدو اور پیٹھا وغیرہ، بزبان حال بیل نے عرض کی کہ میرے پھل کون اٹھائے گا؟ تو زمین کو پھل اٹھانے کا حکم دے دیا گیا، غرض کہ پھل بیل کا، اور بوجھ زمین پر ہے۔

متکبر انسان کا بھی یہی حال ہے کہ فوائد وثمرات سے خالی رہتا ہے، لہٰذا غرور کی

مذمت فرمائی گئی اور مسلمانوں کو اس سے بچنے کا حکم فرمایا گیا تب ارشاد ہوا کہ انما المومنون اخوۃ سارے مسلمان بھائی بھائی ہیں۔

آیت کے اگلے الفاظ میں فاصلحوا بین اخویکم

یہ گزشتہ مضمون کا نتیجہ ہے یعنی چونکہ دوسرا مسلمان ہر دوسرے مسلمان کا بھائی ہے لہٰذا اگر دو مسلمان آپس میں لڑ پڑیں تو تم لوگ بیچ میں پڑ کر انکے صلح کرا دو مومن کی مومن سے لڑائی عارضی اور وقتی ہے دائمی اور ابدی نہیں ہو سکتی دیکھو ہر نماز میں ہر مسلمان دوسرے مسلمان کے لئے بخشش کی دعا کرتا ہے، مسلمان ہر نماز میں ایک دوسرے سے ملتے ہیں، حج میں ملتے ہیں، قبر، قیامت، محشر اور جنت میں بھی ایک دوسرے سے ملیں گے، پھر دشمنی دائمی تو نہ ہوئی۔ عارضی کدورت تو ہو جاتی ہے قیامت میں وہ بھی ختم ہو جائے گی رب فرماتا ہے۔

ونزعنامافی صدورھم من غل اخوانا علیٰ سرر متقابلین۔

کہ ہم انکی تمام دلی کدورتیں نکال دیں گے وہ جنت میں ایک دوسرے کے آمنے سامنے اپنے تخت پر بیٹھے ہوئے ہوں گے۔

کافر کی مسلمان سے دوستی عارضی ہے یا مسلمان کافر سے دوستی قائم کرے تو بھی عارضی ہی ہے۔ لہٰذا لوگوں کو بقاء والی دوستی کرنی لازم کافروں کی دوستی سے بچنا چاہیے اور مسلمانوں سے دوستی کو لازم رکھنا چاہیے۔

فَاَصْلِحُوْا سے عام مسلمانوں کو خطاب کیا گیا ہے کہ جب دو مسلمان آپس میں لڑ کر خفا ہوں تو محلے والے، برادری والے انکی صلح کرا دیں مگر ذی اثر لوگوں سے، ماں باپ سے، حاکم سے، استاد سے، پیر وغیرہ سے خصوصی خطاب ہے کہ اولاد میں خفگی و ناا تفاقی ہو تو ان کی صلح کراؤ، رعایا میں خفگی ہو تو اے بادشاہ ہو تم صلح کراؤ، شاگردوں میں لڑائی ہو جائے تو استاد صلح کرا دے، مریدوں میں خفگی خشکی ہو تو پیر و مرشد صلح کرا دے اپنا اثر استعمال کریں صلح نہ کرائیں گے تو بروز قیامت پکڑ ہو گی۔

اگر چہ صلح کرانے کا مطلقاً حکم دیا گیا ہے لیکن اسکی اقسام بہت سی ہیں، ان تمام صورتوں کا لحاظ رکھا جائے گا، مثلاً

اگر دین کی بناء پر جھگڑا ہے تو بے دین سے توبہ کرا کر صلح کرا دیں۔

اگر دنیاوی معاملہ کی وجہ سے جھگڑا ہے تو قتل وظلم کی صورت میں اس کا بدلہ دلوا کر صلح کرا دیں جیسے کسی نے دوسرے کو قتل کیا تو اب قصاص دلوا کر باقی ماندہ کی صلح کرا دیں۔

کسی نے دوسرے کا مال دبایا ہے تو وہ واپس دلوا کر صلح کر دیں۔

کسی نے امانت ہتھیالی ہے تو واپس دلوا کر صلح کر دیں۔

اسی طرح گالی گلوچ وغیرہ کی صورت میں ظالم کو مظلوم سے معافی مانگنے پر مجبور کریں پھر صلح کرا دیں غرض یہ کہ وہ شی جو کہ جھگڑے کی وجہ ہے باعث ہے اس کو ختم کرا دیں تا کہ آئندہ جنگ نہ ہو اور صلح قائم رہے، یہ تو نہیں کہ گندہ مواد اندر ہی بھرا رہے ہے اور اوپر سے مرہم لگا دیا جائے۔

اسی لئے سرکار علیہ الصلوۃ والسلام کی تعلیم ہے کہ اپنے بھائی کی مدد کرو خواہ ظالم ہو، مظلوم کی مدد تو اس طرح کرو کہ اس کو ظالم کے چنگل سے چھڑالو اور ظالم کی مدد اس طرح کرو کہ اسے ظلم سے روک دو، غرض یہ کہ جیسی جنگ ویسی صلح فاطمہ مخزومیہ نامی عورت نے چوری کرلی لوگوں نے چاہا کہ معافی ہو جائے مگر سرکار ﷺ نے ہاتھ کٹوا دیے جیسا کہ شرع کا حکم تھا، پھر اس کے لئے دعا فرمائی۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں کچھ لوگوں نے زکوۃ کی فرضیت وادائیگی سے انکار کر دیا تو آپ نے ان سے ویسے ہی صلح نہ کی بلکہ ان کے خلاف لشکر کشی فرمائی پھر ان کو توبہ کرائی، غرض یہ کہ دینی مجرم، قومی مجرم، قانونی مجرم، اور شخصی مجرم سے صلح کے علیحدہ طریقے اور احکام ہیں، آیت میں فاصلحوا بین اخویکم کا حکم ان ساری صورتوں کو شامل ہے۔

ایک حکایت سنو۔

ایک دفعہ ہارون رشید بادشاہ اپنے دربار میں موجود تھا، تمام وزیر وامیر بھی حاضر تھے، کہ شہزادہ مامون رشید روتا ہوا آیا اور کہا کہ فلاں سپاہی کے لڑکے نے مجھے ماں کی گالی دی ہے، ہارون نے وزیروں سے پوچھا بتاؤ ایسے کو کیا سزا دوں جس نے شہزادے کو گالی دی، درباریوں نے خوشامد کی، اور کئی اقسام کی سزائیں بتائیں مثلاً یہ کہ اس کو قتل کر دو، اس کی زبان

کاٹ دو، اس کو شہر سے نکال دینا لازم ہے وغیرہ وغیرہ۔

بادشاہ نے شہزادے سے کہا کہ اے فرزند میرا فیصلہ یہ ہے کہ اگر تو بہادر ہے تو اس کو معاف کر دے تا کہ رب تجھ پر رحم فرمائے وہ اگر تیرا مجرم ہے تو سوچ تو بھی تو خدا کا مجرم ہے تو اپنے مجرم کو بخشے گا تو رب تجھ کو بخشے گا، اگر تو بزدل ہے تو بدلہ لے لے مگر سوچ اور دھیان میں رکھنا اگر اس نے تم کو ایک گالی دی تو تم نے بھی ایک سے زیادہ نہ دینا، ورنہ ابھی تو مدعی ہے وہ ملزم پھر تو ملزم ہوگا وہ مدعی، یہ خیال نہ کرنا کہ وہ تو سپاہی زادہ ہے میں بادشاہ زادہ ہوں کیا پتہ کہ قیامت میں کون بہتر ہے تو یا وہ؟ شہزادہ ساری بات سن کر رو پڑا اور کہا میں نے اس کو خدا کی رضا کے لئے معافی دی۔

مسلمانوں میں صلح کرانا ایسی نیکی ہے کہ جسکے مقابل کوئی اور نیکی نہیں ہے، تفسیر روح البیان میں ہے کہ نبی پاک ﷺ نے فرمایا کہ صحابہ تمہیں ایسی نیکی نہ بتاؤں جو حج وزکوۃ وغیرہ جیسی نیکیوں سے بھی بڑھ کر ہے وہ یہ ہے کہ تم میری امت میں صلح کرادو خود نبی کریم ﷺ جب سنتے کہ فلاں محلہ، فلاں گاؤں کے مسلمانوں میں لڑائی ہوگئی ہے تو خود تشریف لے جاتے اور انکی صلح کرادیتے تھے، جیسا کہ بخاری شریف کی حدیث میں ہے کہ ایک مرتبہ بنی عمرو بن عوف قبیلہ کے مسلمان آپس میں لڑ پڑے سرکار ﷺ ان کی صلح کرانے خود گئے، نماز کا وقت آگیا صحابہ کے چاہنے پر حضرت ابو بکر نے نماز پڑھائی۔ پڑھانے کے دوران سرکار واپس تشریف لے آئے صحابہ نے حالت نماز میں تالیاں بجائیں جس کو تصفیق کہا جاتا ہے اور سرکار کو پہلی صف تک جانے کا راستہ بنا کر دیا سرکار پہلی صف تک چلے گئے حضرت ابو بکر کو گہرے انہماک اور خشوع خضوع کی وجہ سے تاخیر سے تشریف آوری کا پتہ چلا، پتہ چلنے پر انھوں نے حمد الٰہی کی ہاتھ اٹھائے اور پیچھے آنے شروع ہوئے سرکار نے اشارہ فرمایا کہ اپنی جگہ ٹھہرے رہو، لیکن وہ نہ ٹھہرے بعد از نماز سرکار نے پوچھا یا ابا بکر ما منعك ان تصلي للناس حين اشرت اليك کہ تجھے کسی چیز نے منع کیا؟ جب میں نے تجھے کہہ دیا تھا کہ لوگوں کو نماز پڑھاؤ تو انھوں نے عرض کی ما كان ينبغي لا بن ابي قحافه ان يصلي بين يدي رسول الله ﷺ کہ ابی بکر قحافہ کے بیٹے کے مناسب نہ تھا کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے آگے ہو کر نماز پڑھاتا، ابی

قحافہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے والد کا نام تھا۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو گود میں بیٹھا کر فرمایا کہ میرا یہ بیٹا سید ہے اس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کی دو بڑی جماعتوں کے درمیان صلح کرائے گا۔ (حدیث)

تمام نیکیوں کا فائدہ نیکی کرنے والے کو ملتا ہے مگر صلح کرانے کا فائدہ ساری قوم کو بلکہ سارے ملک کو ہوتا ہے، ظاہر ہے کہ اوروں کو نفع پہنچانا بہت ہی اعلیٰ چیز ہے اس لئے اس کا نفع دیگر نیکیوں سے زیادہ ہے۔

آج مسلمانوں میں لڑانے والے بہت ہیں مگر ملانے والے تھوڑے ہیں جہاں ہم اور سنتیں ادا کرتے ہیں وہاں صلح کرانے کی سنت بھی ادا کریں رب تعالیٰ توفیق دے۔

نبی پاک ﷺ نے تین شخصوں کے لئے دعا فرمائی کہ اللہ انھیں ہرا بھرا رکھے ایک وہ عالم جو میری امت تک میرے احکام پہنچا دے، دوسرے وہ خاوند جو بیوی کو نماز کے لئے اٹھا دے تیسرے وہ مسلمان جو میری امت کے بچھڑوں کو ملا دے، غرض یہ کہ مسلمانوں میں صلح کرا دینا بہت بڑا ثواب ہے۔

آیت میں لفظ ہے واتقو اللہ اس میں یا تو صلح کرانے والوں سے خطاب ہے یا لڑنے والوں سے، صلح کرانے والوں سے ہو تو مطلب یہ ہے کہ اے علماء، اے بادشاہو، اے پیرو، اے استادو تم یہ خیال نہ کرنا کہ وہ لڑتے ہیں تو لڑنے دو ہمیں کیا؟ نہیں بلکہ خدا کا خوف کرنا اور صلح ضرور کرانا، اگر تم نے قدرت کے باوجود مسلمانوں میں صلح نہ کرائی تو قیامت کے روز تمہاری اس جرم میں پکڑ ہو گی۔

جیسے نماز روزہ فرض ہے اسی طرح صلح کرانا بھی فرض ہے سارے فرائض ادا کرو تب نجات ہو گی یا یہ مطلب ہے کہ صلح کرانے میں اللہ کا خوف رکھنا ایسی صلح نہ کرانا کہ کسی پر ظلم ہو جائے، اسکا حق مارا جائے، ورنہ قیامت کے دن پکڑے جاؤ گے۔

اگر لڑنے والوں سے خطاب ہو تو مطلب ہو گا کہ اے لڑنے والو تمہارا مقابل تم سے صلح کرنا چاہے یا کوئی مصلح کوئی کرانے والا صلح کرانا چاہے تو اللہ کا خوف کرنا، بلاوجہ صلح سے انکار نہ کرنا، کیونکہ کینہ و بغض رکھنے والے کی دعائیں قبول نہیں ہوتیں نماز قبول نہیں ہوتی، دل

میں صفائی پیدا نہیں ہوتی، اگر تم چاہتے ہو کہ تمہارے سینہ میں مدینہ کی طرف سے سکینہ اترے تو اس کو کینہ سے پاک رکھنا۔ لعلکم ترحمون میں لعل کے معنی ہیں تاکہ، یا معنی ہیں شائد کہ، یعنی صلح صفائی دنیاوی لالچ سے نہ کرو بلکہ اس لئے کرو کہ رب تم پر رحم فرمائے یا مطلب یہ ہے کہ کسی عمل کی مقبولیت یقینی نہیں ہر عمل کرنے کے بعد امید رکھنا تاکہ شائد قبول ہو جائے۔

(معلم تقریر المعروف نئی تقریریں ص 12 تا ص 90 مطبوعہ قادری پبلشرز لاہور)

نتیجہ بحث:

1. حکیم الامت نہایت اعلیٰ درجہ کے خطیب تھے۔
2. انکی خطابت نہایت اعلیٰ درجہ کی تھی۔
3. معیار کی بلندیوں پر تھی۔
4. ان میں تمام خوبیاں موجود تھیں۔
5. اجر و ثواب کے حقدار تھے۔

باب ۱۷

حکیم الامت بطور مجیب

1. مجیب کا معنی و مفہوم
2. مجیب کی شرائط
3. مجیب کی فضیلت
4. حکیم الامت کے مجیب ہونے پر ایک نظر
5. نتیجہ بحث

باب ۱۵

حکیم الامت بطور مجیب

(1) مجیب کا معنی و مفہوم

(2) مجیب کی شرائط

(3) مجیب کی فضیلت

(4) حکیم الامت کے مجیب ہونے پر ایک نظر

(5) نتیجہ بحث

مجیب کا معنی:

یہ لفظ اجابت سے بنا ہے ماہ ہے، ج، و، ب معنی ہے کاٹنا، تراشنا، قطع کرنا، تالاب کو بھی جوبة اس لئے کہتے ہیں کہ اسکی زمین پستی کی وجہ سے دوسرے حصہ سے کٹ جاتی ہے قرآن میں ہے جابو الصخر بالواد (آلایت) کلام یا سوال کے جواب کو بھی اس لیے جواب کہا جاتا ہے کہ وہ کلام ہوا کہ کاٹتا ہوا، سماعت کرنے والے کے کان تک پہنچ جاتا ہے کسی کی بات مان لینے کو بھی استجابة اس وجہ سے کہتے ہیں کہ اس سے سوال وطلب کا سلسلہ کٹ جاتا ہے۔ (تفسیر نعیمی ص 242 ج 2 مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ گجرات پاکستان)

معنی کا حاصل یہ ہوا کہ وہ صاحب علم وعقل جو ہر اعتراض کا جواب دے ہر سوال کا حل پیش کرے مجیب کہلاتا ہے۔

مجیب کی شرائط:

مجیب کے لئے بنیادی شرائط درج ذیل ہیں۔

1. صحیح العقیدہ ہو کیونکہ بدعقیدگی کی وجہ سے اس کے جواب اس کی بدعقیدگی کے اثبات وفروغ کی طرف مشعر ومائل ہوں گے جسکا نتیجہ گمراہی کے سوا کچھ نہیں۔
2. صاحب علم وعقل ہو کیونکہ بے عقل اور بے علم نااہل ہے۔
3. اس کا حافظہ اور مطالعہ وسیع ہو کیونکہ قلت حافظہ اور قلت مطالعہ عیب ہیں۔
4. اس کا تجربہ اور معلومات زیادہ ہوں کیونکہ یہ امور مہارت پر دال ہیں۔
5. عقلی اور شرعی علوم جانتا ہو تہذیب وتمدن اور عرف واصطلاح پر دسترس رکھتا ہو وغیرہ وغیرہ۔

مجیب کے فضائل:

جواب دینے پر کئی طرح سے فضیلت وارد ہوئی ہے خلاصہ درج ذیل ہے۔

اپنے سوال کا جواب حاصل ہونے پر الجھن دور ہو جاتی ہے، خوشی ہوتی ہے، ذہنی کوفت اور کرب ختم ہو جاتا ہے، معلومات میں اضافہ ہو جاتا ہے نفع ہوتا ہے، عقل وعلم کی زکوۃ ادا

ہو جاتی ہے، سخاوت کا جذبہ پیدا ہوتا ہے بخل سے نفرت پیدا ہوتی ہے، علم میں ترقی ہوتی ہے، مسلمان بھائی کی مدد کرنے کا جذبہ پیدا ہوتا ہے، احسان مندی کے جذبات ابھرتے ہیں وغیرہ وغیرہ ان تمام امور پر بقدر ضرورت چند آیات و احادیث ملاحظہ فرمائیں۔

آیات مبارکہ	اخذ شدہ مفہوم
① فاذکروا اللہ لعلکم تفلحون ٥ (المائدہ 7 آیت 100)	ہر نعمت کے شکر ادا کرنے کا حکم اور ترغیب دی گئی ہے۔
② وافعلوا الخیر لعلکم تفلحون ٥ (الحج 22 آیت 77)	ہر قسم کی نیکی کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔
③ ویامرون بالمعروف و ینھون عن المنکر ٥ (العمران 3 آیت 104)	امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی ترغیب دی گئی ہے،
④ ومن یوق شح نفسہ فاولئک ھم المفلحون ٥ (الحشر 59 آیت 9)	بخل کی مذمت کر کے اس سے بچنے کا حکم دیا گیا ہے۔
⑤ الذین یبخلون ویامرون الناس بالبخل ٥ (الحدید 57 آیت 24)	بخیلوں کی مذمت کی گئی ہے سخی کی فضیلت پتہ چلی۔
⑥ الذین یبخلون و یامرون الناس بالبخل ویکتمون ما اتا ھم اللہ من فضلہ ٥ (النساء 4 آیت 37)	ہر قسم کے بخل اور ہر قسم کے بخیل کی مذمت کی گئی ہے سخاوت اور سخی کا مقام معلوم ہوا۔
⑦ وتعاونوا علی البر والتقوی ٥ (المائدہ 5 آیت 2)	ہر قسم کے تعاون کا حکم دیا گیا ہے۔

ان آیات کا حاصل یہ ہے کہ سوال کے جواب دینے والے پر آیات میں بیان شدہ امور منطبق ہوتے ہیں مثلاً اس کی نعمت علم و عقل کا اظہار ہوتا ہے لہذا پہلی آیت کی بشارت میں شامل ہے سوالات کے جوابات دینا نیکی ہے اچھا عمل ہے لہذا دوسری آیت کی بشارت کا حقدار ہوا امر بالمعروف اور نہی عن المنکر بھی اس کے جوابات میں نہ کسی نہ کسی طور پر موجود ہے

لہٰذا تیسری آیت کے مضمون کا حامل ہے تو ثواب وخوش خبری کا حقدار ہوا سوال کے جوابات دیکر وہ اپنے علم وعقل کو کنجوسی سے بچالیتا ہے لہٰذا پانچویں اور چھٹی آیت میں بیان کردہ فضیلت کا حقدار ہوا دوسرے مسلمان کا علمی اور عقلی تعاون کرتا ہے لہٰذا ساتویں آیت کا بیان کردہ حکم اور خوشی خبری اس کو بھی شامل ہوئی۔

احادیث مبارکہ	اخذ شدہ مفہوم
● قال النبی ﷺ المسلم اخو المسلم لا یظلمه ولا یسلمه ومن كان فی حاجة اخيه كان الله فی حاجته ومن فرج عن مسلم كربة فرج الله عنه من كربات يوم القيامة (مسلم بخاری)	مسلمان بھائی کی مدد کرنے کا حکم دیا گیا اور اسکی فضیلت بھی بتائی گئی کہ ایک غم اور سختی دور کرنے پر اللہ تعالیٰ اس مددگار کی ستر (70) غم وسختیاں دور کرے گا۔
۲ قال النبی ﷺ اذا مات الانسان انقطع عنه عمله الامن ثلاثة من صدقة جارية او علم ينتفع به او ولد صالح يدعواله (مشکوۃ)	نفع بخش علم اور صدقہ جاریہ اور صالح اولاد چھوڑ کر فوت ہو جانے پر موت کے بعد بھی ثواب ملتا رہتا ہے۔
۳ کل معروف صدقة (مشکوۃ)	ہر قسم کی نیکی کو صدقہ فرمایا گیا ہے۔

ان احادیث شریفہ سے ہمارے مقرر کردہ عنوان پر اس طرح دلالت اور مطابقت ہوگی کہ پہلی حدیث میں کـــربةٌ کا لفظ عام ہے جس نے جس طرح بھی دوسرے کا کرب و پریشانی ختم کی رب اس کی ستر (70) ختم فرمائے گا چونکہ سوالات کا جواب دینے سے یہ امر حاصل ہوتا ہے لہٰذا ہر مجیب اس حدیث کے عموم میں شامل ہے اور دوسری حدیث میں علم نافع کو صدقہ فرمایا گیا سوالات کے جوابات دینے والے بھی یہ اعزاز وانعام حاصل ہے کیونکہ اس کے علم سے دوسرے مسلمان کو نفع ہوا، تیسری حدیث مبارکہ میں بھی لفظ کــل ہے جو باعتبار قاعدہ مناطقہ موجبہ کلیہ کا سور ہے لہٰذا ہر قسم کی نیکی اس کے ضمن میں شامل ہے مجیب کا جواب بھی تو اچھا

عمل ہے کہ دوسرے کی خوشی فرحت اور راحت وتسکین پر مشتمل ہے اس کے غم وکرب کو ختم کرنے کا باعث وسبب ہے وغیرہ وغیرہ۔

آیات واحادیث کا حاصل یہ نکلا کہ سوالات اور اعتراضات کے جوابات ضرور دینے چاہیں کہ اس میں نفع ہے جوابات دینا عام ہے خواہ منہ سے دیں قلم سے دیں تحریر وتقریر کے ذریعہ ہوں یا جس ممکن طریقہ سے بھی ہوں ضرور دیئے جائیں تاکہ علم وعقل کی زکوۃ ادا ہوتی رہے۔

حکیم الامت کے مجیب ہونے پر ایک نظر:

حکیم الامت علیہ الرحمۃ کا خاصہ یہ تھا کہ انھوں نے اپنی ہر تصنیف میں سوالات کے جوابات پر مشتمل باب ضرور قائم کیا، اور میرا یہ دعویٰ ہے کہ حکیم الامت علیہ الرحمۃ سے بڑھ کر کسی نے بھی سوالات کے جوابات نہیں دیئے یہ دعویٰ محض عقیدت کی بناء پر نہیں ہے بلکہ انکی کتب کے مطالعہ عمیق کی بناء پر ہے حقیقت ہے ذیل میں حکیم الامت علیہ الرحمۃ کے کچھ سوالات جوابات تحریر کرتا ہوں تاکہ انکی وسعت مطالعہ ومعلومات بھی سامنے آجائے اور ہمارا مقرر کردہ عنوان بھی مکمل ہوجائے، ملاحظہ فرمایئے۔

نوٹ:

حکیم الامت علیہ الرحمۃ نے کئی قسم کے لوگوں کے اعتراضات وسوالات کا جواب وحل فرمایا تھا مثلاً ہندو آریہ، سکھ، عیسائی، یہودی، دھریے، فلاسفر، منکرین حدیث، منکرین تقلید منکرین عصمت انبیاء منکرین شان صحابہ، منکرین اولیاء کرام، منکرین عظمت رسالت، منکرین ختم نبوت، منکرین شعائر اسلامیہ، منکرین معمولات اہل سنت، وغیرہ وغیرہ اگر تمام کے سوالات مع جوابات کی امثلہ ذکر کروں تو مقالہ بہت طویل ہوجائے گا لہٰذا بعض کی امثلہ ذیل ہیں۔

سوال ①:

قرآن اللہ کا کلام نہیں ہے کیونکہ اس میں ہے الحمد للہ اگر اللہ کا کلام ہوتا تو الحمدلی ہونا چاہیے تھا، نیز قرآن میں ہے کہ ایاک نعبد ہم تجھ ہی کو پوجتے ہیں معلوم ہوا کسی بندے کا کلام ہے ورنہ بتاؤ رب کسی کو کہہ رہا ہے کہ ہم تجھ ہی کو پوجتے ہیں نیز قرآن میں جابجا

رب کی تعریف کی گئی ہے یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ رب خود اپنی تعریف کرے کیونکہ یہ تو غرور ہے۔ اور شیخی ہے جس سے رب پاک ہے۔ (آریہ ہندو)

جواب:

یہ اللہ کا کلام ہے اس نے اپنے بندوں سے کہلوانے کے لیے اس طرح فرمایا یوں سمجھو کہ جس طرح استاد شاگرد کو سامنے بٹھاتا ہے پھر کتاب پڑھتا ہے تا کہ شاگرد بھی اس طرح پڑھے نیز کبھی کبھی حاکم (حکم چلانے والا) دوسرے کی زبان میں بات کرتا ہے ممبری وغیرہ سے متعلق کاغذات چھپوائے جاتے ہیں اس میں اس طرح عبارت لکھواتا ہے کہ میں اقرار کرتا ہوں یا میں اقرار کرتی ہوں کہ ان قوانین پر پابندی کروں گا کروں گی وغیرہ وغیرہ کردکہ ان فارموں کا مضمون بنانے والا کوئی اور ہے لیکن چونکہ ان ممبروں سے یہ کہلوانا مقصود ہے لہٰذا اسکی زبان میں یہ الفاظ لکھے گئے اب اس مثال کے بعد آیت کا مطلب سمجھو فرمایا الحمد اللہ یہاں قولوا پوشیدہ ہے جسکا معنی ہے تم سب کہو کہ الحمد اللہ تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں اے بندوں تمام کے تمام ہماری بارگاہ میں آ کر اس طرح کہا کرو، اگر رب تعالیٰ ہم سے اپنی ذات وصفات خود نہ بیان کرتا تو ہمیں کیسے معلوم ہوتا؟ لہٰذا یہ شیخی نہیں ہوئی بیان حقیقت ہے ایک بادشاہ اپنی عوام سے کہتا ہے کہ مجھے تم پر فلاں فلاں اختیارات حاصل ہیں اور میری یہ یہ شانیں ہیں اس سے مقصود یہ ہے کہ رعایا ان باتوں سے باخبر ہو کر اسکی اطاعت وفرمانبرداری کرے۔ (تفسیر نعیمی ج اول ص [illegible] مطبوعہ نعیمی کتب خانہ گجرات)

سوال [illegible]

اگر رب واقعی تمام جہانوں کا پالنے والا ہوتا تو مسلمانوں کے ہاتھوں قتل و جہاد کیوں کرواتا ہے رب کا کام تو پالنا ہے نہ کہ مروانا؟ (ہندو آریہ)

جواب:

جو ناقص مخلوق اپنے وجود سے دوسری اعلیٰ مخلوق کی پرورش میں رکاوٹ پیدا کرے اس کو علیحدہ کرنا ہی پرورش ہے کسان کے کھیت میں فصل کے ساتھ کچھ خوبصورت نرم نرم گھاس

بھی اُگ آتی ہے دیکھنے میں بھلی محسوس ہوتی ہے مگر کسان جانتا ہے کہ کھیت برباد ہو جائے گا اسے جڑ سے اکھاڑ کر باہر پھینکتا ہے کیونکہ اسی میں کھیت کی بھلائی ہے اسی طرح کفار رب تعالیٰ کی زمین پر خوبصورت گھاس ہیں اگر زور پکڑ جائیں تو خدا کے بندوں پر دنیا تنگ ہو جائے ان کو نکلوا دینا ہی ضروری ہے گویا یہ ربوبیت کے لئے ایک طرح کی آڑ ہیں جس کا ہٹانا ضروری ہے۔

سوال ۳:

رب کا کام پرورش کرنا ہے اور تکلیفوں سے بچانا ہے پھر وہ اپنے خاص بندوں پر تکلیفیں کیوں اتارتا ہے جیسے بیماری اور غربت وغیرہ (آریہ ہندو)

جواب:

رب اپنے مخلص بندوں پر جو تکلیف بھیجتا ہے اس تکلیف میں ہزار ہا حکمتیں ہوتی ہیں کبھی یہ تکلیف اس آدمی کے گناہ کا کفارہ بن جاتی ہے کبھی اس کے صبر کرنے کی وجہ سے اس کے درجات بلند کر دیتی ہے کبھی بہت بڑی راحت کا پیش خیمہ ہوتی ہے مثلاً مال کی زکوٰۃ ادا کرنے سے ظاہراً تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ تو محض مال کا خرچ کرنا ہے ضائع کرنا ہے لیکن اس سے غریب پل جاتے ہیں اور دینے والے کے مال میں برکت ہوتی ہے جیسے پھل دار درختوں کی کانٹ چھانٹ کرنے سے آئندہ پھل زیادہ لگتے ہیں، معمولی بیماریاں بڑی بڑی بیماریوں سے بچا لیتی ہیں۔

کئی دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ ہم شروع میں ایک چیز کو ناپسند کرتے ہیں مگر اس کا انجام اچھا ہوتا ہے باپ اپنے عزیز بیٹے پر علم و ہنر سیکھنے کی محنت ڈالتا ہے بچہ مدرسہ و سکول کی پابندیوں اور اساتذہ کی سختیاں برداشت کرتا ہے مگر نتیجہ نکلتا ہے تو اس کو پتہ چلتا ہے کہ وہ سختیاں اور پابندیاں کڑوی دواء کی طرح فائدہ مند تھیں۔

سوال ۴:

اگر رب واقعی رب العلمین ہے تو ہر ایک کی دعا قبول کیوں نہیں کرتا اور ہر ایک دعا کیوں قبول نہیں ہوتی بندے دعا مانگ کر تھک جاتے ہیں مگر قبول نہیں کرتا (آریہ ہندو)

جواب:

بندہ اپنی ناسمجھی اور محدود عقل کی بناء پر بعض اوقات وہ دعائیں مانگ لیتا ہے جو انجام کار اس کے حق میں نقصان دہ ہوتی ہیں چونکہ رب تعالیٰ علم وخبر رکھنے والا ہے فضل وکرم والا ہے لہٰذا وہ قبول نہیں فرماتا اس کا قبول نہ کرنا تو کرم ہے نہ کہ ظلم، ناسمجھ بچہ اپنے باپ سے شہد مانگتا ہے باپ جانتا ہے کہ یہ شہد اس کے کمزور معدہ کی وجہ سے اس کو نقصان دے گا، بے وقوف بیمار حکیم سے خوش رنگ اور مزیدار دوائیں مانگتا ہے لیکن وہ اس کو کڑوی دوائیں پلاتا ہے تو یہ باپ اور حکیم کی بے وقوفی اور ظلم نہیں بلکہ کرم وفضل ہے۔

سوال

رب کے معنی ہیں پالنے والا جب وہ سب کا رب ہے تو اس کو چاہیے کہ سب کو پالا کرے کسی کو موت نہ دیا کرے کیا ہلاک کرنا بھی ربوبیت ہے؟ (آریہ)

جواب:

جو لوگ موت سے گھبراتے ہیں وہ اسکی حقیقت کو نہیں جانتے موت تو حبیب سے ملنے کا ایک پل ہے ذریعہ ہے حق تعالیٰ کا قرب حاصل ہوتا ہے حضور نبی کریم ﷺ کی زیارت نصیب ہوتی ہے گویا زندگی ایک کھیتی ہے اور موت اس کی کٹائی ہے کھیت کا کاٹنا حقیقت میں کھیت کی تکمیل پرورش ہے انسان کی زندگی کمائی کرنے کا وقت ہے اور موت اس کمائی شدہ کا پھل پانے کا وقت ہے۔ (تفسیر نعیمی ص 71 تا ص 72 ج اول مطبوعہ نعیمی کتب خانہ گجرات)

سوال

قرآن مجید میں ہے روح منہ جس سے معلوم ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کا حصہ ہیں جزو ہیں اور سراپا روح ہیں یہ صفت بیٹے میں ہوتی ہے لہٰذا بحکم قرآن حضرت عیسیٰ علیہ السلام خدا کے بیٹے ہیں جیسا کہ منہ کی من تبعیضیہ سے معلوم ہو رہا ہے۔ (عیسائی)

جواب:

منہ کی من ابتدائیہ ہے اوراس کا معنیٰ ہے اللہ کی طرف سے روح قرآن میں ہے کہ وسخر لکم مافی السماوات وما فی الارض جمعیاً منہ یہاں بھی منہ موجود ہے تو کیااس منہ کی وجہ سے زمین آسمان اوران کے اندر جو کچھ ہے اس کو بھی خدا کی اولاد مانو گے؟ تم نے منہ کا ترجمہ غلط کیا ہے تعجب ہے کہ یہ آیت تو مسیح کے بیٹا ہونے کی نفی کرنے کے لئے نازل ہوئی اور تم اس سے بیٹا ہونے کا ثبوت لے رہے ہو۔

سوال ۷:

اس منہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بشر نہیں ہیں بلکہ سراپا روح ہیں اور عام روح بھی نہیں بلکہ اللہ کی روح ہیں۔ (عیسائی)

جواب:

عیسیٰ علیہ السلام بشر بھی ہیں اور روح بھی والدہ کے بطن مبارک سے پیدا ہونا، کھانا پینا بیمار ہونا اور وفات آنا انکی بشریت کی دلیل ہے روح کے معنی یا تو رحمت ہے یا دم کرنا یا زندگی بخشنا یا والد کے بغیر پیدا ہونا روح امین حضرت جبریل علیہ السلام کے اثر سے، یا مردوں میں روح ڈال کر زندہ کرنا، چونکہ یہ سارے معانی اور صفات حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لئے ثابت ہیں تب ان کو روح اللہ کہا گیا یا روح منہ فرمایا گیا روح ہونا بشریت کے خلاف ومتضاد نہیں۔ (تفسیر نعیمی ج 6 ص 134 مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ گجرات)

سوال ۸:

حضرت عیسیٰ علیہ السلام میں خدائی صفات ہیں مردے زندہ کرنا، بیماریوں کو ختم کرنا بیماروں کو اچھا کرنا، غیب کی باتیں جاننا، صفات سے صفات والے کا پتہ چلتا ہے لہٰذا حضرت عیسیٰ علیہ السلام خدا ہیں (عیسائی)۔

جواب:

اس سوال کے دو جواب ہیں ایک الزامی دوسرا تحقیقی الزامی جواب یہ ہے کہ پھر تو سانپ کو بھی خدا مانو کیونکہ وہ سمیع بھی ہے بصیر بھی اور ڈس کر زندے کو مردہ کر دیتا ہے اور حضرت اسرافیل علیہ السلام کو بھی خدا کہو کہ وہ سمیع وبصیر بھی ہیں اور صور پھونک کر سب مردوں کو زندہ کر دیں گے قصائی حضرات کو بھی خدا کہو کہ وہ بھی زندہ، قائم اور سماعت وبصارت والے جانوروں کو موت دینے والے ہیں نہیں تو وجہ فرق بتاؤ تحقیقی جواب یہ ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام جو کچھ کرتے تھے خدا کے اذن اور اسکی عطاء سے کرتے تھے جو رب کا محتاج ہو وہ بندہ ہے عبد ہے اگر چہ خدائی کام کرے جو غنی ہے بے نیاز ہے کسی کا محتاج نہیں وہ رب ہے، جو دوڑائے وہ انجن جو دوڑیں وہ ریل کا ڈبہ۔ (تفسیر نعیمی ج 6 ص 656 تا ص 657 مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ)

سوال ۹:

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں قرآن فرماتا ہے کہ حضرت عیسیٰ نے اپنے چاہنے والوں سے کہا تھا کہ مبشرا برسول یاتی من بعد اسمہ احمد کہ میں اس رسول کی خوش خبری دیتا ہوں جو میرے بعد آئے گا اس کا نام احمد ہے اس آیت سے معلوم ہوا کہ احمد رسول نے اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا راستہ صاف کرنا تھا اور یہ بتانا تھا کہ حق اور نجات حضرت مسیح کے ساتھ ہے ورنہ یہ آیت اور اس میں مذکور بشارت صحیح نہ ہوگی کیونکہ اگر احمد رسول نے حضرت عیسیٰ کے بعد آ کر انکی شریعت کو جھٹلانا تھا اس کے خلاف چلنا تھا تو اس بات کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام بشارت کیوں کر کہہ سکتے تھے۔ (عیسائی)

جواب:

پادری جی! اسلام نے دین مسیح کو کب جھٹلایا؟ کہاں جھوٹا کہا؟ اسلام نے تو سارے آسمانی دینوں کی تصدیق کی، ان تمام ادیان کی ایک حد اور میعاد تھی جس پر پہنچ کر وہ ختم ہو گئے جیسے دین موسوی اس وقت ختم ہو گیا جب دین عیسوی آیا کیا تم کہو گے کہ دین عیسوی نے دین ابراہیمی اور دین موسوی کو جھٹلایا؟ قاعدہ یہ ہے کہ بچہ سکول جاتا ہے تعلیم پاتا ہے جوں جوں ترقی

کرتا ہے بڑی کلاسوں میں جاتا ہے بڑے استادوں کے پاس پڑھتا ہے بڑے مدرس چھوٹے مدرس کو جھٹلاتے ہیں؟ نہیں بلکہ انکے ادھورے تعلیمی مشن کو مکمل کر دیتے ہیں وہ لڑکا بی اے اور ایم اے وغیرہ تک کر کے فارغ ہو جاتا ہے۔

اس مثال کے مطابق یہ سمجھ لو کہ انبیاء کرام لوگوں کو تعلیم دیتے رہے یہ ایک وقتی اور محدود تعلیم ودعوت تھی پھر سب سے بڑے معلم آئے انھوں نے ایسی تعلیم دی کہ مزید کسی تعلیم کی ضرورت ہی نہ رہی رب نے فرمایا **الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی** (آلایۃ) باقی رہا حضرت عیسی علیہ السلام کا خوش خبری دینا تو یہ اس وجہ سے تھا کہ دنیا نے ان کو جھٹلایا حضور علیہ السلام نے انکی تصدیق فرمائی دنیا نے انکی والدہ پر تہمت لگائی حضور علیہ السلام نے ان کے دامن سے یہ تہمت ہٹائی انکی پاکدامنی قرآن نے بتائی جو درس ادھورا رہ گیا تھا اس کو حضور علیہ السلام نے شاندار طریقہ سے مکمل فرمایا، حضرت عیسی علیہ السلام کی کتاب انجیل کی تصدیق فرمائی وغیر وغیرہ تو کیوں نہ خوش ہو کر حضور علیہ السلام کے لیے وہ خوش خبری دیتے کہ **مبشرا برسول یاتی من بعد اسمه احمد** اگر قرآن اور صاحب قرآن نے ان کا چرچا نہ کیا ہوتا تو آج دنیا ان کا نام تک بھول گئی ہوتی جن نبیوں اور کتاب سے قرآن اور صاحب قرآن خاموش ہوئے آج ان کا نام نہیں ہے۔

(محصلہ از فتاوی نعیمیہ ص 105 مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ گجرات)

سوال ⑩:

حضرت عیسی علیہ السلام حضور علیہ السلام سے افضل ہیں کیونکہ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ **کیف تھلك امة انا اولھا وعیسی ابن مریم اخرھا** (حدیث) کہ وہ امت کیسے ہلاک ہو جس کے شروع میں میں ہوں اور آخر میں عیسی علیہ السلام ہیں، تو دیکھو کس صفائی سے حضور علیہ السلام نے واضح فرمادیا کہ امت کی نجات ابتداء تو میرے ذریعہ بھی ہو گی لیکن بالآخر حقیقی نجات دہندہ تو حضرت عیسی ہوں گے۔ (عیسائی)

جواب:

پادری جی! گنگا الٹی کیوں بہہ رہی ہے؟ حضرت عیسیٰ علیہ السلام حضور علیہ السلام سے سینکڑوں برس پہلے گزرے اور وقت مقررہ گزار کر آسمان پر چلے گئے پھر وہ بعد کیسے ہو گئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اب دوبارہ نبی کی حیثیت سے نہ آئیں گے بلکہ امتی رسول عظیم ﷺ بن کر آئیں گے ایک جج دوسرے جج کی عدالت میں گواہی دینے جائے تو اگر چہ وہ اپنی عدالت کا جج ہے لیکن اس کے پاس اسکی عدالت کا گواہ ہے اس کا ماتحت۔ ہے سبحان اللہ اس امت کا بھی کیا مرتبہ ہے کہ ایک نبی معظم اس امت کا فرد ہے؟ (حصلہ از فتاوی نعیمیہ 105 مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ)

سوال 11:

حضرت عیسیٰ علیہ السلام وفات پا چکے ہیں رب فرماتا ہے قد خلت من قبلہ الرسل (القرآن)

اس آیت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تخصیص اور استثناء نہیں ہے جیسے اور انبیاء کرام کے بارے میں خلت ہے ویسے ہی ان کے بارے میں بھی ہے۔ (مرزائی قادیانی)

جواب:

خلت خلوٌ یا خلاءٌ سے بنا ہے اس کے معنی موت نہیں ہیں بلکہ معنی ہے خالی ہونا گزر جانا فضاء آسمانی کو بھی اسی معنی میں خلاء کہتے ہیں پاخانہ والے مکان کو بھی بیت الخلاء کہنے کی یہی وجہ ہے تنہائی کو بھی اسی لئے خلوت کہا جاتا ہے اہل عرب کا مقولہ و محاورہ ہے خلت الدیار من الانیس کہ دوست سے شہر خالی ہو گئے مادہ کا معنی ہر مشتق میں ضرور پایا جاتا ہے لہٰذا آیت کا یہی معنی ہو گا کہ ان سے پہلے نبی گزر گئے گزرنا عام ہے خواہ موت کے ذریعہ ہو یا زندہ آسمان پر جانا ہو اسی باریکی کی وجہ سے ماتت نہ فرمایا گیا، شائد مرزائی کے ہاں بیت الخلاء پھانسی گھاٹ کو کہا جاتا ہو گا، جلالین شریف میں خلت کے معنی مضت فرمائے گئے ہیں کہا جاتا ہے ریل گزر گئی دن گذر گیا قافلہ گزر گیا آفتاب کنارے سے گزر گیا تو کیا یہ فناء ہو جاتے ہیں؟ ایسے ہی معنی ہو گا کہ عیسیٰ علیہ السلام گزر گئے کہ فناء نہ ہوئے، کہا جاتا ہے سب قومیں گزر گئیں

یعنی فناء ہو گئیں گزرنے کی کئی اقسام وانواع ہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور نوعیت سے گزرے باقی انبیاء اور نوعیت سے گزرے قد خلت مطلق ہے دونوں نوعیتوں کو شامل ہے۔

سوال ۱۲:

رب تعالیٰ بتوں کے متعلق فرماتا ہے اموات غیر احیاء کہ وہ بت مردے ہیں زندہ نہیں ظاہر ہے کہ لوگوں نے عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں بھی معبود ہونے کا عقیدہ رکھا اس قاعدہ سے وہ بھی اس آیت میں شامل ہیں لہٰذا وہ وفات یافتہ ہوئے۔ (مرزائی قادیانی)

جواب:

اس آیت کا حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے تعلق نہیں یہ بے جان بتوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تو بڑی شان ہے شہیدوں کے بارے میں رب نے فرمایا ولا تقولوا ! لمن یقتل فی سبیل اللّٰہ اموات بل احیاء ولکن لاتشعرون ○ (البقرہ) کہ شہیدوں کو مردہ مت کہو وہ زندہ ہیں انکی اس زندگی کا تم کو شعور نہیں ہے آپ کی پیش کردہ آیت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو داخل کیا جائے تو آیات کا تعارض لازم آئے گا وھو محال۔

سوال ۱۳:

قرآن میں ہے یعیسی انی متوفیک ورافعک الی ○ اس آیت میں رب نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دو چیزوں کی خبر دی توفی اور رفع توفی کا معنی ہے موت اور رفع کا معنی ہے بلندی مراتب رفعت درجات، چونکہ رفع بعد میں ہے اور توفی پہلے معلوم ہوا کہ موت پہلے دی گئی اور بلندی درجات بعد میں عطا ہوئی۔ (مرزائی قادیانی)

جواب:

متوفی کا مادہ ہے وفاء (و ف ی) بمعنی پورا کرنا قرآن میں ہے و ابراھیم الذی وفی۔

ایک اور مقام پر فرمایا فیوفیھم اجورھم اسی مادہ سے ہے استیفاء بمعنی پورا لینا یا پورا دینا موت کو وفات اس لیے کہتے ہیں کہ اس سے عمر پوری ہو جاتی ہے یہ لفظ نیند پر بھی بولا

جاتا ہے قرآن مجید میں یہ لفظ تینوں معنوں میں استعمال ہوا ہے بمعنی پورا کرنا جیسے و ابراھیم الذی وفی ٥ بمعنی نیند جیسے ھو الذی یتوفکم باللیل ٥ بمعنی موت جیسے والذین یتوفون منکم و یذرون ازواجاً ٥ جیسے قرینے ہوں ۔ ایسے معانی مراد ہوں گے یہاں تینوں معنی بن سکتے ہیں یعنی اے عیسی میں تم کو پورا پورا مع جسم و روح کے لینے والا ہوں اس صورت میں عطف تفسیری ہے یا یہ معنی مراد ہوگا کہ اے عیسی میں تمہیں پوری پوری عمر دوں گا دشمن تمہیں قتل نہیں کر سکتے اور تمہیں اپنی طرف اٹھاؤں گا اب واؤ عاطفہ ہوگی یا یوں مراد لیں گے کہ اے عیسی میں تم کو وفات دوں گا مگر قتل کے واسطہ سے نہیں بلا واسطہ قتل اور ابھی تمہیں اپنی طرف اٹھاؤں گا اس صورت میں بھی واؤ عاطفہ ہوگی یا یہ معنی مراد ہوگا کہ میں تمہیں سلانے والا ہوں پھر اپنی طرف اٹھاؤں گا اگر موت مراد لیں تو عبارت کے خلاف ترتیب ہونے کا اشکال آئے گا اس کا جواب یہ ہے کہ یہ کوئی عیب نہیں قرآن سے اسکی مثالیں ثابت ہیں جیسے واسجدی وارکعی ، اوحی الیك والی الذین من قبلك ، خلق الموت والحیات ، نموت و نحی، خلق الارض والسماوات العلی خلقکم والذین من قبلکم ان تمام آیات میں عبارت خلاف ترتیب ہے۔

رافع رفع سے بنا ہے جس کے معنی ہیں اٹھانا اور بلند کرنا مکان کی بلندی بتانے کے لئے بھی آتا ہے اور مراتب کی بلندی کے لئے بھی آتا ہے اول کی مثال رفع ابویہ علی العرش (یوسف) ثانی کی مثال ورفع بعضھم درجات (البقرہ)

خیال رہے کہ رفع کا مفعول کوئی جسم ہو تو مکانی بلندی مراد ہوگی اور اگر جسم نہ ہو تو روحانی بلندی یا مدارج کی بلندی مراد ہوگی ۔ (ملخصاً از تفسیر نعیمی ج3 ص542 مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ)

سوال ۱۳ :

حدیث مبارک میں ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا اگر حضرت عیسی اور حضرت موسی آج زندہ ہوتے تو انکو میری اتباع کے سوا کوئی چارہ نہ تھا معلوم ہوا حضرت عیسی حضرت موسی کی طرح وفات پا گئے ہیں: (مرزائی قادیانی)

جواب:

اس حدیث میں زمین کی زندگی اور ظاہری زندگی کا ذکر ہے یہی مراد ہے کیونکہ احکام تو زمین پر رہنے سے لاگو اور لازم ہوتے ہیں نہ کہ آسمان پر نماز روزہ، حج و زکوۃ زمین پر رہنے سے لازم آتا ہے آسمان پر یہ چیزیں ادا کرنا کیونکر ممکن؟ نیز حضور علیہ السلام ہی نے تو ہم کو بتایا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آئیں گے مشرقی مینار پر اتریں گے دجال کو ختم کریں گے وغیرہ وغیرہ۔

سوال ۱۵:

حضرت امام مالک علیہ الرحمۃ کا عقیدہ تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام وفات پاگئے ہیں دیکھو کتاب مجمع البحار اس میں لکھا ہے کہ قال مالك مات (مرزائی قادیانی)

جواب:

یہ کہنا ایسا ہی ہے کہ جیسا لاتقربوا الصلوة کہو اور وانتم سکاری چھوڑ دو آپ کی پیش کردہ کتاب کی مکمل عبارت یہ ہے،

قال مالك مات لعله اراد رفعه الى السماء ويجى آخر الزمان لعواتر خبر النزول یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان جانا اور وہاں سے دوبارہ آنا تواتر سے ثابت ہے اور یہاں مات کے معنی ہیں رفع یعنی آسمان پر جانا، تعجب سے مرزائیوں کو یہاں مات کے معنی موت کرنے سے شرم نہیں آئی حالانکہ انکے مرزے نے مات کے معنی ایک جگہ موت کیے اور اسی کتاب میں دوسری جگہ نیند کیے اور اسی کتاب میں تیسری جگہ غشی اور مدہوشی کیے یہاں امام مالک کے قول میں مات کے معنی موت کیوں کرتے ہو، دیکھو اپنے مرزے کی کتاب ازالہ اوہام ص 263 طبع پنجم۔ (ملخصاً از تفسیر نعیمی ج 3 ص 551 مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ گجرات)

سوال ۱۶:

قرآن مکمل کتاب ہے اس میں ہر چیز کا بیان ہے پھر حدیث کی کیا ضرورت، نیز اس کا سمجھنا بھی آسان ہے رب فرماتا ہے ولقد یسرنا القرآن للذکر (القرآن) (منکرین حدیث)

جواب:

بے شک قرآن مکمل کتاب ہے لیکن اس سے لینے والی کوئی مکمل ہستی چاہیے وہ نبی کریم ہیں ﷺ سمندر سے ہر کوئی موتی نہیں نکال سکتا کسی غوطہ خور اور شناور کی ضرورت ہے قرآن حفظ کے لئے آسان ہے بچے بھی یاد کر لیتے ہیں مسائل نکالنے کے لئے آسان نہیں اسی لیے للذکر فرمایا گیا ہے۔

سوال ۱۷:

رسول تو رب کے قاصد ہیں جن کا کام ڈاکیے کی طرح رب کا پیغام پہنچا دینا ہے نہ کہ کچھ سمجھانا اور بتانا رب فرماتا ہے لقد جاء کم رسول (القرآن) منکرین حدیث)

جواب:

نبی پاک ﷺ رسول بھی ہیں اور ساری خدائی کے معلم بھی اور مسلمانوں کو پاک صاف ستھرا فرمانے والے بھی رب نے فرمایا ویزکیھم ویعلمھم الکتاب والحکمۃ (القرآن) تو کیا بعض آیات پر ایمان ہے اور بعض کے منکر ہو، مشین کا استعمال سکھانے کے لیے کارخانے والوں کی طرف سے کتاب بھی دی جاتی ہے اور معلم وکاری گر بھی دیے جاتے ہیں کارخانہ خداوندی سے ہم کو جسم کی مشین ملی اس کا استعمال سکھانے کے لئے کتاب قرآن اور معلم صاحب قرآن عطا کیے گئے ہیں۔

معلم خدائی کے وہ بن کے آئے
جھکے ان کے آگے سب اپنے پرائے

سوال ۱۸:

موجودہ حدیثیں حضور علیہ السلام کا فرمان یہ نہیں ہیں تو بعد کے لوگوں نے گھڑی ہیں کیونکہ زمانہ نبوی میں لکھائی کا رواج ہی نہ تھا۔ (منکرین حدیث)

جواب:

پھر تو قرآن کی بھی خیر نہیں کیونکہ زمانہ نبوی میں وہ سارا نہ لکھا گیا نہ اس کو کتابی شکل دی گئی نہ جمع ہوا تھا خلافت عثمانیہ میں اس کو جمع کیا گیا تھا، جناب، زمانہ نبوی میں قلم سے زیادہ حافظہ پر اعتماد تھا رب تعالیٰ نے صحابہ کرام کو بہت زبردست حافظے دیے تھے بعد میں ضرورت پیش آنے پر قرآن بھی سینوں سے کاغذوں پر جمع کیا گیا اور احادیث بھی، حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس بہت سی احادیث ہوتی تھیں جو وہ تلوار کی پرتلی میں محفوظ رکھتے تھے لوگوں کو بھی سناتے تھے خیال رہے کہ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی ولادت اسی ہجری میں ہوئی آپ نے مسند امام اعظم تصنیف فرمائی آپ کے شاگرد امام محمد علیہ الرحمۃ نے موطا امام محمد تصنیف کی اور حضرت امام مالک علیہ الرحمۃ نے جو نوے 90 ہجری میں پیدا ہوئے موطا امام مالک تصنیف فرمائی ان حضرات کے بعد قریب ہی حضرت امام بخاری علیہ الرحمۃ کا زمانہ ہے جنہوں نے بہت احتیاط سے احادیث چھانٹیں اور جمع کیں۔

سوال ۱۹:

بعض احادیث دوسری بعض احادیث کے خلاف و متعارض ہیں اور بعض احادیث عقل کے بھی خلاف ہیں لہٰذا یہ گھڑی ہوئی ہیں ورنہ کلام رسول تو ان نقائص سے پاک ہے۔ (منکرین احادیث)

جواب:

احادیث تو صحیح ہیں آپ کی فہم میں غلطی ہے سرسری نظر سے دیکھو تو قرآنی بعض آیات بھی مخالف و متعارض معلوم ہوتی ہیں تو کیا ان کا بھی انکار کرو گے؟ قرآن و احادیث باقاعدہ علماء قرآن و حدیث سے پڑھنی چاہیں محض ترجموں سے یہ نہیں آتیں۔

(مراۃ شرح مشکوۃ ج 1 ص 18 مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ لاہور)

سوال ۲۰:

تقلید کرنا ضروری ہوتا تو صحابہ کسی کے مقلد کیوں نہ ہوئے (منکرین تقلید)

جواب:

انکو تقلید کی ضرورت نہ تھی وہ حضور علیہ السلام کی برکت سے اپنے بعد کے تمام لوگوں کے ھادی ہیں پیشواء ہیں کیونکہ حدیث میں ہے اصحابی کالنجوم فبایھم اقتدیتم○ (مشکوۃ) کہ صحابہ کرام ہدایت کے ستارے ہیں جس کے پیروری کرو کامیاب ہو جاؤ گے۔ حدیث میں ہے کہ فعلیکم بسنتی و سنة الخلفاء الراشدین (مشکوۃ) یعنی تم پر میری اور خلفاء راشدین کی سنت کا پکڑنا لازم ہے۔

یہ سوال تو ایسا ہے جیسے کوئی کہے کہ ہم کسی کے امتی نہیں کیونکہ ہمارے نبی کسی کے امتی نہ تھے اگر امتی ہونا ضروری ہوتا تو ہمارے نبی بھی کسی نہ کسی کے امتی ہوتے ثابت ہوا امتی نہ ہونا سنت رسول ہے تو یہ کہنے والے کو یہی جواب دیا جائے گا کہ بھئی حضور علیہ السلام تو خود نبی ہیں سب لوگ تو آپ کی امت ہیں خود وہ کسی کی امت میں نہیں امتی ہونا تو ہم کو ضروری ہے ایسے ہی صحابہ کرام تو سب کے امام ہیں ان کا امام کون مسلمان ہوتا؟

نہر سے پانی اس کھیت کو دیا جاتا ہے جو دریاء سے دور ہو مکبرین کی آواز پر تکبیر وصلوۃ اس کو لازم جو امام سے دو ہو، لب دریا کے کھیتوں کو نہر کی ضرورت نہیں صف اول کے مقتدیوں کو مکبر کی حاجت نہیں صحابہ کرام صف اول کے مقتدی ہیں وہ بلا واسطہ سینہ پاک جناب مصطفی ﷺ سے فیض لینے والے ہیں چونکہ اس بحر سے دور ہم ہیں لہذا نہر کی حاجت ہمیں ہے سمندر سے ہزار ہا دریا جاری ہوتے ہیں جن میں پانی تو سمندر کا ہوتا ہے لیکن نام ان کے جدا جدا ہوتے ہیں کوئی گنگا کہلاتا ہے کسی کو جمنا کہتے ہیں حضور علیہ السلام آب رحمت ہیں آب رحمت کے سمندر ہیں اس سینہ مبارکہ سے جو نہر امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے سینہ سے ہوتی ہوئی آئی وہ حنفی کہلائی جو امام مالک علیہ الرحمۃ کے سینہ سے آئی وہ مذہب مالکیہ کہلاتا ہے جو امام شافعی علیہ الرحمۃ کے ذریعہ آئی وہ فقہ شافعی ہے اور جو امام احمد بن حنبل علیہ الرحمۃ کے سینہ سے ہوتی ہوئی آئی وہ حنبلی کہلائی۔ پانی سب کا ایک ہے مگر نام جداگانہ ہے ان نہروں کی ضرورت ہمیں ہے نہ کہ صحابہ کرام کو جیسے حدیث کی اسناد ہمارے لئے ہے صحابہ کرام کے لئے نہیں۔

(جاء الحق ص 23 مطبوعہ نعیمی کتب خانہ گجرات پاکستان)

سوال ۲۱:

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تین بار جھوٹ بولا صحت مند تھے مگر فرمایا بیمار ہوں انی سقیم خود بتوں کو توڑا مگر کہا کہ بڑے بت نے توڑ پھوڑ کی بل فعله کبیر هم هذا۔

حضرت سارہ انکی زوجہ تھیں مگر ان کو اپنی بہن کہا هذه اختی جھوٹ بولنا گناہ کبیرہ ہے اور جھوٹوں پر لعنت ہے لعنه الله علی الکاذبین معلوم ہوا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام معصوم نہیں (منکرین عصمت انبیاء کرام)

جواب:

اس اعتراض کے چند جواب ہیں ایک یہ کہ بحالت مجبوری جب جان کا خطرہ ہو تو جھوٹ بولنا گناہ نہیں حتیٰ کہ کلمہ کفر بھی منہ سے نکال دینا جائز ہے رب فرماتا ہے الا من اکرہ و قلبه مطمئن بالایمان ۰ جن مواقع پر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ کلام کیا تھا وہاں یا تو جان کا خطرہ تھا یا عزت و عصمت کا وہ ظالم بادشاہ آپ سے آپ کی بیوی چھیننا چاہتا تھا تفصیل روح البیان میں مذکور ہے لہٰذا حضرت ابراہیم نے شرعی قانون اور اجازت پر عمل کیا یہ فعل گناہ تھا ہی نہیں لہٰذا وہ گناہ گار بھی نہ ہوئے دوسرے یہ کہ یہ کلام جھوٹ نہیں بلکہ توریہ ہے جو ضرورت کے وقت جائز ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بھی ضرورت تھی لہٰذا آپ نے شرعی مسئلہ پر عمل کیا شرعی مسئلہ پر عمل کرنا گناہ نہیں لہٰذا حضرت ابراہیم گناہ گار نہیں توریہ کا معنی ہے ایسی کلام کرنا جس کے دو معنی ہوں متکلم بعید والے مراد لے جبکہ مخاطب قریب والے معنی مراد لے حضور علیہ السلام نے ایک بوڑھی سے فرمایا تھا کہ کوئی بوڑھی جنت نہ جائے گی ایک شخص کے اونٹ مانگنے پر فرمایا تھا کہ تجھے اونٹنی کا بچہ دوں گا ایک صحابی کی آنکھوں پر ہاتھ رکھ کر فرمایا کہ اس غلام کو کون خریدتا ہے؟ (مشکوٰۃ) حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کو بہن فرمایا تو اس سے دینی بہن مراد تھی نہ کہ نسبی جیسے حضرت سلمان علیہ السلام کے والد حضرت داؤد علیہ السلام کے پاس دو فرشتے آئے اور عرض کیا کہ یہ میرا بھائی ہے جس کے پاس ننانوے بکریاں ہیں هذا اخی له تسع و تسعون نعجة (القرآن) یہاں مدعی مدعی علیہ اور بکریوں

کے مجازی معنی ہوں گے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا انی سقیم میں بیمار ہوں فرمانا اس معنی میں ہے کہ میں بیمار ہونے والا ہوں نہ یہ کہ ابھی بیمار ہوں جیسے انك میت و انهم میتون (الزمر) کا معنی ہے کہ آئندہ زمانہ میں آپ وفات پانے والے ہیں نہ کہ فی الحال انی سقیم میں سقیم سے مراد دلی بیماری یعنی دکھ اور رنج بھی ہو سکتا ہے بل فعله کبیرهم میں کبیر سے مراد رب تعالیٰ ہے اور ھذا سے اسی جانب اشارہ ہے کیونکہ وہ لوگ معبود اکبر اللہ کو مانتے تھے اور بتوں کو چھوٹا معبود جانتے تھے آیت کا معنی یہ ہے کہ یہ کام اس نے کیا جس کو تم معبود اکبر مانتے ہو یہ تو انکی فہم تھی وہ کبیرهم سے ان بتوں کا بڑا سمجھے یا فعله کا لفظ بطریقہ شک اداء فرمایا یعنی ہو سکتا ہے کہ بڑے بت نے یہ توڑ پھوڑ کی ہو باعتبار گرامر شک انشاء ہے جس میں کذب صدق کا احتمال ہی نہیں ہوتا سب سے بڑی بات یہ ہے کہ رب نے یہ واقعات بتاتے ہوئے حضرت ابراہیم علیہ السلام پر کوئی عتاب کوئی ناراضی نہ فرمائی بلکہ تعریفیں فرمائیں پسندیدگی کی سند عطا فرمائی بت شکنی کے بیان سے پہلے یہ آیت ہے ولقد آتینا ابراهیم رشدہٗ ٥ کہ ہم نے حضرت ابراہیم کو پہلے سے ہی اسکی نیک راہ عطا کر دی تھی آپکے فعل کو رشد فرمانا اس بات کی دلیل ہے کہ یہ جھوٹ نہیں کیونکہ جھوٹ رشد نہیں ہوتا بیماری کا واقعہ بیان کرنے سے قبل یہ آیت ہے اذ جآء ربه بقلب سلیم کہ جب حضرت ابراہیم اپنے رب کے پاس حاضر ہوئے تو سلامت دل والے تھے معلوم ہوا کہ آپ سلامت طبیعت تھے جھوٹ تو بیماری ہے نہ کہ سلامتی فافہم۔ (قہر کبریا بر منکرین عصمت انبیاء ص 431 مطبوعہ نعیمی کتب خانہ گجرات پاکستان)

نوٹ یہ رسالہ علیحدہ دستیاب نہیں بلکہ جاء الحق میں شامل ہے۔ (راقم الحروف عفی عنہ ربہ)

سوال ۲۲:

حضرت علی اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ میں کچھ طاقت ہوتی تو وہ دشمنوں سے کیوں شہید ہوتے جب وہ اپنی مصیبت دفع نہ کر سکے تو تم لوگوں کی مصیبت کیا دفع کریں گے رب فرماتا ہے اگر ان سے کوئی مکھی کوئی شی لیکر چلی جائے تو نہ چھڑا سکیں وان یسلبهم الذباب شیاً لا یستنقذوه منه (الحج) (منکرین معمولات اہل سنت)

جواب:

ان میں دفع مصیبت کی طاقت تو تھی مگر انھوں نے استعمال نہ کی کیوں کہ رب کی مرضی ہی اس طرح تھی موسیٰ علیہ السلام کا عصا سانپ بنتا تھا چاہتا تو فرعون کو نگل سکتا تھا مگر اس کام کے لئے انھوں نے استعمال نہ کیا کہ رب کی مرضی اس طرح تھی حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ میں طاقت تھی کہ وہ حوض کوثر کو وہاں طلب کر لیتے نہر فرات کی تو حقیقت ہی کیا تھی؟ مگر وہ راضی برضائے مولیٰ تھے دیکھو رمضان المبارک میں ہمارے پاس پانی ہوتا ہے مگر حکم الٰہی کی وجہ سے ہم اس کا استعمال نہیں کرتے آپ کی پیش کردہ آیت کا حضرت علی اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہما سے کوئی تعلق نہیں وہ بتوں کے بارے میں نازل ہوئی اس کو اولیاء و مقبولین پر چسپاں کرنا بے دینی ہے کہاں بت اور کہاں مقبول بارگاہ حضرات؟ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے نانا جان نے بارہا اپنی انگلیوں سے پانی کے چشمے بہادیے تھے جو جنت کا پانی تھا۔

(ملخصہ از جاء الحق ص213، مطبوعہ نعیمی کتب خانہ گجرات پاکستان)

سوال ۲۳:

(جس طرح عبادت خدا کے ساتھ خاص ہے اس طرح مدد مانگنا بھی خدا کے ساتھ خاص ہے جب غیر کی عبادت شرک ہے تو غیر سے مانگنا بھی کفر و شرک ہے رب فرماتا ہے ایاك نعبد و ایاك نستعین٥ (منکرین معمولات اہل سنت)

جواب:

آپ کی پیش کردہ آیت میں مدد حقیقی مراد ہے آیت کا معنی یہ ہوگا کہ حقیقی کارساز سمجھ کر تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں رہا اللہ کے مقبولوں سے مدد چاہنا وہ محض فیض الٰہی کا واسطہ سمجھ کر ہے جیسے قرآن میں ہے کہ حکم صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کا ہے ان الحکم الا اللّٰہ، اور قرآن میں ہی ہے کہ سب کچھ صرف اور صرف اللہ کی ملکیت ہے لہ ما فی السماوات و ما فی الارض، تو جس طرح ہم دنیاوی بادشاہوں اور حکام کے حکم مان کر کافر نہیں بلکہ مسلمان رہتے ہیں یا اپنی چیزوں پر اپنی ملکیت کا دعویٰ کر کے ہماری مسلمانی میں کوئی فرق نہیں آتا اسی طرح اللہ

کے مقبولوں کا بھی معاملہ ہے ان سے مدد مانگنا بھی جرم نہیں بلکہ جائز ہے کیونکہ ان کو محض مجاز آ اور وسیلہ سمجھا جاتا ہے جس طرح چیزوں پر اپنی ملکیت مجازی سمجھی جاتی ہے اسی لیے آیت میں عبادت کے بعد استعانت کا ذکر کیا گیا کہ مستقل اور حقیقی کارساز سمجھ کر مانگنا بھی عبادت کی ایک شاخ ہے ایک فرع ہے اگر غیر سے مدد مانگنا مطلقاً منع ہوتا تو پھر تو دنیا میں ایک بھی اس جرم سے نہ بچ سکتا، انسان اپنی پیدائش سے لیکر موت تک بلکہ قیامت تک بندوں کی مدد کا محتاج ہے دائی کی مدد سے پیدا ہوا والدین کی مدد سے پرورش پائی اساتذہ کی مدد سے علم سکھا مالداروں کی مدد سے زندگی گزاری اہل قرابت کی مدد سے تلقین ہوئی تو ایمان سلامت لیکر دنیا سے کوچ کیا، غسل کرنے والے کی مدد سے غسل ملا درزی کی مدد سے کفن سلائی ہوا گورکن کی مدد سے قبر تیار ہوئی مسلمانوں کی مدد سے قبرستان تک آیا اور دفن ہوا پھر رشتہ داروں کی مدد سے ایصال ثواب ہوا حضور ﷺ کی شفاعت سے جنت ملی پھر کسی منہ سے کوئی کہہ سکتا ہے کہ ہم صرف اللہ سے مانگتے ہیں اور کسی سے نہیں مانگتے ۔ (محصلہ از جاء الحق ص 209 مطبوعہ نعیمی کتب خانہ)

یہاں چند اعتراضات وجوابات ذکر کرتا ہوں جو ھاروت و ماروت کے متعلق ہیں بعض اعتراضات امام فخر الدین رازی صاحب تفسیر کبیر علیہ الرحمۃ کے ہیں اور جوابات حکیم الامت علیہ الرحمۃ کے، ملاحظہ فرمایئے۔

سوال ●

رب تعالیٰ نے جادو کی تعلیم کیوں دلائی اس کام میں حکمت کیا تھی خراب چیز کا روکنا ضروری ہے نہ کہ شائع کرنا؟

جواب:

اس وقت جادو کا بہت چرچا تھا خصوصاً بابل شہر میں، جہلاء جادو اور معجزے میں فرق نہ کر سکتے تھے انبیاء کرام اور جادوگروں کو یکساں جانتے تھے رب تعالیٰ نے دو فرشتے بھیج کر جادو دکھا اور سکھا کر اس میں اور معجزے میں فرق بتایا جیسے فقہاء کرام کفریہ الفاظ بتا کر مسلمانوں کو ان سے بچنے کی ہدایت کرتے ہیں اسی طرح ہاروت ماروت نے کیا۔

سوال ۲۵:

یہ کام انبیاء کرام ہی سے کیوں نہ لیا وہ بھی تو فرق کرا سکتے تھے؟

جواب:

وجہ یہ ہے کہ خود ان انبیاء کرام ہی کو تو جادوگروں سے ممتاز کر منظور و مقصود تھا، گویا اس معاملہ میں وہ ایک فریق تھے لہٰذا حاکم کوئی اور ہونا مناسب تھا نیز جادو میں کفریہ الفاظ ہوتے ہیں انبیاء سکھاتے تو ان کو وہ بولنا پڑتے یہ ان کی شان کے خلاف تھا کیونکہ وہ احکام شرعیہ کی تبلیغ کے لئے آئے تھے اور یہ الفاظ شرعاً کفریہ ہیں مگر فرشتے خیر و بشر ہر کام سرانجام دیتے ہیں ظالم کی پرورش موذی جانوروں کی تربیت وغیرہ ان ہی سے کرائی جاتی ہے لہٰذا اس کے لئے بھی وہی مناسب تھے، نیز جادو کی تعلیم جادو کی اشاعت کا ذریعہ بھی تھی رب تعالیٰ کو منظور نہ ہوا کہ یہ اشاعت حضرات انبیاء کرام کی طرف منسوب ہو کیونکہ ان سے شرعی کام ہی لیا جاتا ہے اسی لیے ان حضرات نے فلسفہ سائنس اور منطق کی تعلیم نہ دی ہاں ان حضرات نے اجمالاً جادو کے احکام بتائے تھے کہ یہ فعل حرام ہے یہ نہ بتایا تھا کہ جادو اس طرح کرتے ہیں، یہ کام فرشتوں نے بتایا سکھایا تھا۔

سوال ۲۶:

شیاطین نے جادو سکھایا تو کافر ہوئے ہاروت ماروت نے سکھایا تو وہ کافر کیوں نہ ہوئے؟

جواب:

شیطان نے عمل کرنے کے لئے رغبت کرتے ہوئے سکھایا اور انھوں نے بچتے ہوئے ہدایت دینے کے لئے سکھایا ایک شخص کسی کو کافر بنانے کی غرض سے اس کو کفریہ الفاظ سکھائے کافر ہے لیکن عالم دین بچانے کے لئے وہی الفاظ بتادے تو مومن ہے۔

سوال ۲۷:

اس قصہ سے معلوم ہوا کہ فرشتوں نے رب کا مقابلہ کیا کہ اس نے فرمایا تم بھی غصہ

اور شہوت پاکر گناہ کر بیٹھو گے تو انھوں نے کہا ہر گز نہیں رب کا مقابلہ کفر ہے؟ فرشتے معصوم (لہٰذا یہ قصہ غلط کہ ان دونوں امور کو لازم ہے)؟

جواب:

یہ مقابلہ نہیں بلکہ اپنی اطاعت اور پائی نیاز مندی کا اظہار ہے اور اپنے مصمم ارادہ کا تذکرہ ہے کہ مولی ہم نے تیری اطاعت کا اور فرمانبرداری کا پورا ارادہ کرلیا ہے کہ بڑی مصیبت میں بھی تیری نافرمانی نہ کریں گے۔ جیسے کوئی وفادار نوکر اپنے آقا سے مضبوطی ارادہ ظاہر کرے۔

سوال ۲۸:

فرشتے معصوم ہیں رب تعالیٰ فرماتا ہے،

لا یعصون الله ما امرهم و یفعلون مایومرون

پھر ہاروت اور ماروت یہ گناہ کیوں کر بیٹھے یہ تو قرآن کے خلاف ہے؟

جواب:

جب یہ دونوں انسانی شکل میں آگئے تو ان میں غصہ اور شہوت پیدا کردی گئی تو ان میں فرشتوں کے اوصاف نہ رہے فرشتہ تو فرشتہ رہ کر فرشتہ ہو کر معصوم ہے نہ کہ انسانی خواص پاکر، دیکھو حضرات انبیاء کرام بشر تو ہیں انسان تو ہیں مگر بشر طبعاً معصوم نہیں ہوتا مگر جب رب تعالیٰ ان کے غصہ اور شہوت کی اصلاح فرما دیتا ہے تو یہ معصوم ہو جاتے ہیں غرض یہ کہ غصہ والا اصلاح سے معصوم اور معصوم غصہ پاکر غیر معصوم ہو سکتا ہے خلاصہ یہ ہے کہ جب فرشتے انسانی شکل میں ہوں گے تو ان پر انسانی عوارض جاری ہوں گے اگرچہ انکی حقیقت نور ہی ہو گی دیکھو موسیٰ علیہ السلام کی لاٹھی جب سانپ بنتی تھی تو وہ کھاتی پیتی تھی اور سانس بھی لیتی تھی رب فرماتا ہے **تلقف مایا فکون**، حرکت بھی کرتی تھی حضرت جبریل علیہ السلام جب انسانی شکل میں آتے تھے تو آپ کے کپڑے سفید اور بال سیاہ ہوتے تھے اسی طرح ہاروت ماروت جب انسانی شکل میں آئے تو کھانے پینے اور جماع کے عادی ہو گئے کیونکہ یہ انسانی عوارض ولوازمات ہیں یہاں سے یہ بھی ثابت ہوا کہ حضور علیہ السلام نور الٰہی ہیں مگر صورۃ بشر ہیں لہٰذا کھاتے پیتے سوتے

جاگتے ہیں کھانے پینے کو دیکھ کر انکی نورانیت کا انکار نہ کرو (کیونکہ انسانیت وبشریت تقاضے پورے کرنے لازم ہوتے ہیں) حضرات انبیاء کرام اور انکے صدقہ سے اولیاء عظام پر کبھی نورانیت کا جلوہ آشکارا ہوتا ہے تو وہ کھانے پینے سے بے نیاز ہو جاتے ہیں حضرت عیسی علیہ السلام صدھا سال سے کھائے پیئے بغیر آسمان پر جلوہ گر ہیں اصحاب کہف بھی صدھا سال سے سو رہے ہیں بغیر کھائے پیئے (ظاہر ہے کہ سونے والا زندہ ہی ہوتا ہے) حضور ﷺ وصال صوم اور موقع معراج پر کھانے پینے سے بے نیاز تھے غرض یہ کہ یار کے رنگ مختلف ہیں (مراۃ میں ہے کہ بایزید بسطامی رضی اللہ عنہ تین سال کچھ کھائے پیئے بغیر زندہ رہے اور اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ نے بقول صدر الافاضل علیہ الرحمۃ انتیس 29 دن کچھ نہ کھایا پیا۔ (راقم الحروف عفی عنہ)

سوال ۲۹:

اگر یہ دونوں انسان بن گئے تھے تو ہمارا مسئلہ آواگون (جنم کی تبدیلی) درست ہوا ثابت ہوا، (آریہ ہندو)

جواب:

انکی فقط شکل بدلی تھی نہ کہ روح گناہ کرنا شکل اور جسم سے ہوتا ہے روح جسم پا کر اعمال کرتی ہے آواگون میں روح کی تبدیلی ہوتی ہے۔

سوال ۳۰:

جب ہاروت ماروت اپنی ہی مصیبت میں گرفتار ہیں تو لوگوں کو تعلیم سحر کیونکر دیتے ہیں؟

جواب:

کامل اور ماہر تجربہ کار آدمی بیماری اور پریشانی میں بھی علمی مسائل بے تکلف بیان کر دیتا ہے یہ حضرات چونکہ اس فن میں کامل ہیں لہذا بہت آسانی سے سکھا دیتے ہیں۔

سوال ۳۱:

جواب:

اولاً تو ان تک عام مخلوق پہنچ جاتی تھی کیونکہ وہ اشاعت سحر کا وقت تھا پھر رفتہ رفتہ یہ کام بند ہوتا رہا صحابہ کرام کے زمانے میں کبھی بعض لوگ وہاں پہنچے مگر اب یہ حال ہے کہ شیاطین تو وہاں پہنچ جاتے ہیں مگر انسان نہیں پہنچتے جیسا کہ احادیث و روایات میں ہے ہر سال بعض جن ان سے جادو سیکھتے ہیں تفسیر عزیزی۔

سوال ۳۲:

یہ کیونکر ممکن ہے کہ ایک عورت تارہ بن آسمان پر چڑھ جائے؟

جواب:

آدمی کا بدن مر کر مٹی ہو جاتا ہے انسانی روح مرنے بعد آسمان پر جاتی ہے جب بدن مٹی بن سکتا ہے تو تارہ کی شکل بھی ہو سکتا ہے اس میں شکل کی تبدیلی ہے جو تعجب کی بات نہیں ہے۔

سوال ۳۳:

زہراء تارا تو پہلے سے ہی موجود ہے اگر یہ تارہ بن کر وہاں پہنچی تو چاہیے تھا کہ حضرت ادریس علیہ السلام سے پہلے یہ تارہ نہ ہو۔

جواب:

اس کا مطلب یہ نہیں کہ زہرا تارہ وہ عورت ہے بلکہ یہ تارہ تو پہلے موجود تھا، اس وقت اس عورت کا تعلق اس تارے سے ہو گیا بعض روحیں جنت میں ہیں اور بعض دوزخ میں اور بعض روحیں چاہ زم زم میں رہتی ہیں اس عورت کی روح زہراء تارے میں رہتی ہے، شہداء سبز پرندے کی شکل میں جنت کی سیر کرتے ہیں یہ تارے کی شکل میں آسمان کی سیر کرتی ہے۔

سوال ۳۴:

رب تعالیٰ نے ہاروت ماروت کو دو عذابوں کا اختیار کیوں دیا چاہیے تھا کہ توبہ کا حکم دیتا توبہ گناہ کا کفارہ ہے۔

جواب:

دنیاوی عذاب ہی ان کے لئے توبہ ہے جیسے بچھڑے کے پجاری یہودیوں کے لئے قتل توبہ تھا ہر جرم کی توبہ علیحدہ ہے گویا ان سے کہا گیا کہ یا تو یہ تکلیف برداشت کر کے توبہ کرلو نہیں تو عذاب آخرت میں گرفتار ہو جاؤ گے انھوں نے توبہ اختیار کی۔

سوال ۲۵:

زہرہ عورت کافرہ فاجرہ تھی اسکو تارے میں رہنے کی عزت کیوں ملی کافر کی جگہ تو جہنم سے نہ کہ تارا۔

جواب:

وہ اسم اعظم کی برکت سے مومنہ ہو گئی تھی اس کے سارے گناہ معاف ہو گئے تھے جیسے کہ سو برس کا کافر بدکار کلمہ طیبہ پڑھ کر مومن ہو جاتا ہے تو اس کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں. پھر اسی اسم اعظم کے طفیل اسکی دعا قبول ہوئی وہ تارے میں رہنے لگی۔

سوال ۲۶:

ہاروت وماروت اسم اعظم کیسے بھول گئے؟

جواب:

گناہ یا کفر سے انسان کا حافظہ کبھی کمزور بھی ہو جاتا ہے تو علم بھول جاتا ہے دماغ سے زیادہ خون نکلنے کی صورت میں نسیان کی بیماری لگ جاتی ہے اگر ایمان نکل جانے پر یہ مرض ہو جائے تو کیا تعجب ہے؟ (تفسیر نعیمی ج1 ص 571 مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ گجرات پاکستان)

خیال رہے کہ تفسیر تبیان القرآن نے بھی امام رازی علیہ الرحمۃ کی پیروی میں قصہ ہاروت ماروت کو باطل کہا ہے انھوں نے اس بطلان پر چار آیات اور کئی مفسرین کے اقوال پیش کیے ہیں ان کی پیش کردہ آیات کا بنیادی نقطہ یہ ہے کہ فرشتے معصوم ہیں اور اقوال مفسرین کی مرکزی شق یہ ہے کہ یہ عقل کے خلاف ہونے کی وجہ سے باطل واقعہ ہے تبیان القرآن میں تفسیر

نعیمی کے اس سوال پر خاموشی ہے کہ فرشتہ فرشتہ ہو کر معصوم ہے نہ کہ انسانی خواص پا کر بھی، جیسے لکڑی لکڑی ہو کر بے جان و جامد ہے نہ کہ موسیٰ علیہ السلام کا عصاء ہو کر سانپ بننے کی حالت میں۔

بہر حال مجھے حکیم الامت علیہ الرحمۃ کا یہ کہنا پسند آیا ہے کہ عقلی دلائل سے احادیث کو رد نہیں کیا جا سکتا بلکہ ضروری ہے ان سے شبہات دور کیے جائیں ورنہ بظاہر تو حضرت یوسف و حضرت داؤد علیہ السلام کا قصہ بھی خلاف اسلام معلوم ہوتا ہے تو جیسے ان سے اعتراضات اٹھائے جاتے ہیں اس سے بھی اٹھائے جائیں۔

نوٹ:

اعتراضات اور سوالات فرع ہوتے ہیں اصل مضمون یا واقعہ ہوتا ہے لہٰذا اصل قصہ ہاروت ماروت تفسیر نعیمی سے مطالعہ و ملاحظہ فرمائیے۔

نتیجہ بحث:

1. حکیم الامت علیہ الرحمۃ نے ہر قسم کے لوگوں کے سوالات کے جوابات دیے۔
2. ہر اعتراض کا حل فرمایا۔
3. آپ کی عقل کامل تھی۔
4. آپ کا علم وسیع تھا۔
5. آپ کا مطالعہ عمیق و عریض تھا۔
6. شان کا پہلو مدنظر رکھتے تھے۔
7. شبہات دور کرتے تھے۔
8. سوالات کے جوابات دینے کے فضائل کے حقدار تھے۔

باب ۱۸

حکیم الامت بطور بحر العلوم

۱ بحر العلوم کا مفہوم

۲ علم کی فضیلت

۳ حکیم الامت کے علوم پر ایک نظر

۴ نتیجہ بحث

باب

حکیم الامت بطور بحر العلوم

(1) بحر العلوم کا مفہوم

(2) علم کی فضیلت

(3) حکیم الامت کے علوم پر ایک نظر

(4) نتیجہ بحث

بحرالعلوم کا مفہوم:

بحر لغت میں کھاری پانی والے دریا کو کہتے ہیں کبھی میٹھے پانی والے پر بھی یہ لفظ بول دیا جاتا ہے اور علوم علم کی جمع ہے بمعنی جاننا یہ ایک نور الہی ہے جو بندے کو عطا ہوتا ہے اگر کسی بشر سے حاصل ہو تو کیسی ہے ورنہ علم لدنی ہے لدنی کی متعدد اقسام ہیں جیسے فراست، وحی، الہام اور القاء وغیرہ، بحرالعلوم کا معنی یہ بنا کہ وہ شخص جس کو اللہ تعالیٰ بہت زیادہ علوم عطا فرمائے خواہ وہ کسبی ہوں یا لدنی گویا وہ شخص علوم کو اس طرح احاطہ کرلے جیسے سمندر نے پانی کا احاطہ کیا ہوا ہوتا ہے۔ (تفسیر نعیمی مع اضافہ ج1 ص356 مرأۃ مع اضافہ ج1 ص175 مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ)

علم کی فضیلت:

قرآن مجید نے علم کی بہت تعریف وفضیلت ذکر فرمائی چند آیات ملاحظہ ہوں

1. وعلم ادم الاسماء کلها (البقرہ)
2. واولو العلم قائما بالقسط (ال عمران)
3. وقل رب زدنی علما (طہ)
4. قل هل یستوی الذین یعلمون (الزمر)
5. فلولا نفر من کل فرقه منهم (التوبة)
6. انما یخشی الله من عباده العلموا (فاطر)
7. فاسئلوا اهل الذکر ان کنتم لاتعلمون (الانبیاء)

چند احادیث بھی ملاحظہ ہوں اولاً ان کا حاصل اور نچوڑ ذکر کرتا ہوں۔

1. علم دین اس کو دیا جاتا ہے جس کے ساتھ رب خصوصی مہربانی فرمائے۔
2. عالم دین اور اچھے مالدار پر رشک کرنا جائز ہے۔
3. عالم دین کو اسکے علم کا ثواب بعد فوت ہونے کے بھی ملے گا۔
4. علم دین کے حصول کی برکت سے جنت کا حصول آسان ہو جاتا ہے۔
5. عالم کے لیے فرشتے پر بچھاتے ہیں۔

٦ عالم عابد پر فائق ہے کہ اسکا علم دوسروں کے لیے نافع ہے عبادت گزار کی عبادت تو صرف اس کے اپنے کام آئے گی۔

٧ علماء انبیاء کی وراثت علمی کے وارث ہیں۔

٨ ایک صاحب فقاہت عالم دین کی قدرت و مضبوطی بہت زیادہ ہے ہزار عبادت گزاروں کے مقابلہ میں وہ اکیلا شیطان پر بھاری ہے۔

٩ عالم دین جب تک علم حاصل کرے تب تک وہ مسافر فی سبیل اللہ جیسا ثواب پائے گا۔

١٠ جس نے علم دین حاصل کیا اس کے سابقہ تمام گناہ معاف ہو گئے۔

١١ حضور علیہ السلام نے علم دین حاصل کرنے والے کو دعا دی کہ اللہ اسکو ہرا بھرا، خوش وخرم رکھے۔

١٢ علم دین حاصل کرنے کے دوران جو فوت ہو گا وہ اللہ کے فضل سے اور انبیاء کے فیضان سے جنت میں انبیاء کرام کے قریب قریب ہو گا ایک درجہ کا فرق ہو گا ساری رات کی۔

١٣ عبادت سے عالم دین کی چند ساعتوں کی علمی گفتگو بہتر ہے۔

١٤ عالم دین کی نیند بھی عبادت ہے عام آدمی کی ساری رات کی نفلی عبادت بھی اس کے برابر نہیں ہے۔

١٥ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ جواد ہے اس کے جود و کرم بے حد و حساب ہیں اس کے بعد جود و سخاوت میں میرا مرتبہ ہے اور میرے بعد وہ شخص بڑا سخی ہے جو علم سیکھے اور اس کی نشر و اشاعت کرے۔

اب احادیث کا متن ملاحظہ کرو۔

وعن معاویة رضی اللّٰه عنه قال قال رسول اللّٰه ﷺ من یرد اللّٰه به خیرا یفقهه فی الدین وانما انا قاسم واللّٰه یعطی ○

وعن ابن مسعود رضی اللّٰه عنه قال قال رسول اللّٰه ﷺ لا حسد الا فی اثنین رجل اتاه ○ اللّٰه مالًا فسلطه علی هلکته فی الحق ورجل اتاه

الحکمة فهو يقضى بها يعلمها ٥

وعن ابى هريرة رضى الله عنه قال قال رسول الله اذا مات الانسان انقطع عنه عمله الامن ثلثة من صدقه جارية او علم ينتفع به او ولد صالح يدعوا له٥

وعن كثير بن قيس قال كنت جالسا مع ابى الدرداء فى مسجد دمشق فجاء ٥ رجل فقال يا ابالدر دآء انى جئتك من مدينه الرسول ﷺ وسلم لحديث ، بلغنى انك تحدث عن رسول الله ﷺ ما جئت لحاجة ، قال فانى سمعت رسول الله ﷺ ، يقول من سلك طريقا يطلب فيه علماً ، سلك الله به طريقاً ، من طريق الجنة ، و ان الملائكة لتضع اجنحتها رضاً لطالب العلم وان العالم يستغفرله من فى السموات ومن فى الارض و الحيتان فى جوف المآء وان فضل العالم علے العابد كفضل القمر ليلة البدر علے سائر الكواكب وان العلماء ورثة الانبيآء وان الانبيآء لم يورثوا دينا را ولا درهما ، وانما ورثو االعلم فمن اخذه ، اخذ بحظ وافر٥

وعن ابن عباس رضى الله عنه ، قال قال رسول الله ﷺ فقيه واحد اشد على الشيطان من الف عابد

وعن انس رضى الله عنه قال قال رسول الله ﷺ من خرج فى طلب العلم فهو فى سبيل الله حتى يرجع ٥

وعن سخبرة الازدى رضى الله عنه قال قال رسول الله ﷺ من طلب العلم كان كفارة لما مضى ٥

وعن ابى هريرة رضى الله عنه قال قال رسول الله ﷺ ، ان مما يلحق المومن من عمله و حسناته بعد موته علماً علمه ، ونشره وولداً تركه او صحفا ورثه ، او مسجداً بناه اوبيتا لابن السبيل بناه

او نهراً اجراه او صدقة اخرج ها من ماله فى صحته و حياته تلحقه

من بعد موته ○

وعن واثلة بن الاسقع ، قال قال رسول الله ﷺ، من طلب العلم فادر كه كان له كفلان من الاجر فان لم يدر كه كان له كفل من الاجر ○

وعن عائشه رضى الله عنها انها قالت سمعت رسول الله ﷺ يقول ان الله عزوجل اوحى الى انه من سلك مسلكاً فى طلب العلم، سهلت له ، طريق الجنة ، ومن سلبت كريميه اثبته عليهما الجنة ، و فضل فى علم خير من فضل فى عبادة و ملاك الدين الورع○

وعن ابن عباس رضى الله عنهما قال تدارس العلم ساعة من الليل خير من احيائها ■

وعن انس بن مالك رضى الله عنه قال قال رسول الله ﷺ هل تدرون من اجود جوداً ؟ قالوا الله ورسوله اعلم قال الله تعالىٰ اجود جوداً ثم انا اجود نبى ادم واجودهم من بعدى رجل علم علما فنشره ياتى يوم القيامة اميراً وحده اوقال ، امة واحدة ○

(مراۃ شرح مشکوۃ ص175 تا216مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ گجرات پاکستان)

نوٹ:

ان احادیث کا ترجمہ اور تشریح مراۃ شرح مشکوۃ میں ملاحظہ فرمائیں۔

نوٹ:

ان احادیث اور آیات سے علم اور عالم کی فضیلت ومرتبہ معلوم ہوا، لیکن وہ علم کیا اور عالم کون ہیں؟ کیا ہر کوئی ہے؟ ہر طرح کے نظریے اور عقیدے کے حامل کو یہ خوش خبریاں سنائی گئیں؟ تو ان سوالوں کا جواب یہ ہے کہ ہر کوئی ان بشارتوں کا اہل ہرگز نہیں بلکہ ہر وہ عالم دین ہے جو درج ذیل شرائط ومعیار پر پورا اترتا ہو، وہ عالم ان بشارتوں کا حقدار ہے جس کے دل میں اللہ کی عزت ہو اور مصطفیٰ کریم علیہ السلام کا ادب ہو، انکے پیاروں کی توقیر کرتا ہو۔

بد مذہب نہ ہو کہ قرآن سے اللہ اور اسکے رسول کی خامیاں تلاش کرتا ہو نہ ہی کم عقل اور کوتاہ نظر ہو کہ رات کو ایک بات دل میں گھڑے اور صبح اسے عقیدہ بنالے، اور کہنا شروع کردے کہ میری بات حق ہے اسکے سوا سب کچھ باطل ہے یا کہے کہ حق میری تابعداری میں ہے اسکے علاوہ نہیں اپنی گندی ذہنیت میں قرآن کو ملوث نہ کرے۔

قرآن وحدیث سے اللہ اور اس کے رسول اور انکے پیاروں کی بے عزتی، اور بے اختیاری ثابت کرنے والا نہ ہو کیونکہ قرآن تو انکی شان واختیار ثابت وظاہر کرنے آیا ہے وغیرہ وغیرہ۔

خلاصہ یہ ہے کہ عالم وہ ہے جس کے دل میں حضور علیہ السلام کا فیضان ہو اور زبان پران کا فرمان ہو کیونکہ فرمان وائرنگ (Vairing) اور فٹنگ (Fitting) کی طرح ہے اور فیضان اس کی پاور ہے پاور کے بغیر ظاہری فٹنگ بے کار لہٰذا فیضان رسول کے بغیر جبہ قبہ، عمامے اور ظاہری حالت فضول غیر مقبول ہے یا یوں سمجھو کہ فیضان رسول انجن سے تعلق کا نام ہے اور محض فرمان باقی ریل کی طرح کی حیثیت کا حامل ہے بغیر تعلق وکنکشن کے وہ بے کار اور غیر موثر ہے کیونکہ دل میں صاحب فرمان کی عزت وعظمت اور ادب واحترام جو نہیں ہے۔ لہٰذا اس طرح کے لوگ علماء نہیں بلکہ ''المّاء'' ہیں (علماء عالم کی جمع ہے جو علم سے بنا ہے بمعنی علم والا) اور ''المّاء'' کو اسی وزن پر الم سے مان لو بمعنی درد تو ''المّاء'' سے مراد ہوئی درد دینے والے، کس کو؟ حضور علیہ السلام کے چاہنے والوں کو کس طرح؟ اپنی گندی ذہنیت اور بدعقیدگی سے، گندی تحریروں اور گمراہانہ تقریروں سے، پس ان لوگوں کو اللہ اس نا مشکور اور نامقبول سعی کے بدلے عذاب الیم دے گا، جب ان کا المناک حشر ہو گا تو ان کو یہ آیات یاد آئیں گی۔ (۱) وتعزروہ وتوقروہ (۲) قد جاء کم من اللہ نور (۳) لاتقولوا راعنا (۴) ولا تجھروا لہ بالقول کجھر بعضکم لبعض (۵) لاتقدموا بین یدی اللہ ورسولہ (۶) لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی (۷) مازاغ البصر وما طغی (۸) ما اتاھم اللہ ورسولہ من فضلہ (۹) انعم اللہ علیہ وانعمت علیہ (۱۰) واللہ ورسولہ احق ان یرضوہ (۱۱) من یطع اللہ ورسولہ فقد فاز (۱۲) وما کان لکم ان تؤذوا رسول اللہ (۱۳) انما ولیکم اللہ ورسولہ والذین آمنوا

لیکن اس وقت کا یاد آنا اور ماننا بے کار جائے گا کیونکہ مردے کو قوت والی دوا بھی نفع نہیں دیتی، موسم گزرنے کے بعد کاشت کاری کرنا فضول ہے سوکھے درخت کو پانی دینا بے کار ہے اس سارے مضمون پر چند احادیث مع خلاصہ کے کرتا ہوں پہلے خلاصہ سماعت کریں۔

لوگوں پر ایک دور وہ بھی آئے گا کہ اسلام صرف نام کا رہ جائے گا اور قرآن صرف رواج بن کر رہ جائے گا، مساجد ہدایت سے خالی ہوں گی اور آسمان کے نیچے سب سے بدتر اور گندی مخلوق اس قوم کے علماء ہوں گے، لوگ نمود اور نمائش کے لئے قاری اور عالم ہوں گے، انکی زبان پر علم وقرآن مگران کے اندر رحمان کے بجائے شیطان گھسا ہوا ہوگا رحمت رحمان ان پر نہ ہوگی، وہ بدتر ہوں گے ان کے علم سے کوئی نفع نہ لے گا کچھ علم والے مالداروں کی دنیا لیں گے اور اس کے بدلے اپنا دین وعلم فروخت کریں گے، چرب زبان ہوں گے جو منہ میں آیا بک دیں گے، قرآن ان کی زبان پر ہوگا مگر حلق سے نیچے اسکا اثر نہ جائے گا۔

بعض امثلہ متن حدیث کی صورت میں ملاحظہ ہوں۔

عن ابی هریرة رضی الله عنه قال قال رسول الله صلے الله علیه وسلم ...ورجل تعلم العلم وعلمه وقرء القرآن فاتی به فعرفه نعمه فعرفها قال فما علمت فیها قال تعلمت العلم وعلمته وقرت فیك القرآن قال كذبت، ولكنك تعلمت العلم لیقال انك عالم وقرت القرآن لیقال انك قاری فقد قیل، ثم امر به فسحب علی وجه حتی القی فی النار ٥

وعن كعب بن مالك رضی الله تعالی عنه قال قال رسول الله صی الله علیه وسلم من طلب العلم لیجاری به العلمآء او لیماری به السفهاء او یصرف به وجوه الناس الیه ادخله الله النار ٥

وعن ابی هریره رضی الله عنه قال قال رسول الله صی الله علیه وسلم من تعلم علماً یتبغی به وجه الله لا یتعلمه الالیصیب به عرضا من الدنیا لم یجد عرف الجنة یوم القیامة یعنی ریحها ٥

وعن علی رضی الله عنه قال قال رسول الله صی الله علیه وسلم

نعم الرجل الفقیه فی الدین ان احتیج الیه نفع وان استغنی عنه اغنی نفسه o

وعن ابن عباس رضی اللّٰہ عنهما قال قال رسول اللّٰہ صی اللّٰہ علیه وسلم ان انا ساً من امتی یتفقهون فی الدین ویقرون القرآن ناتی لامراء نصیب من دنیا هم ونعتنرلهم بدیننا ولا یکون ذلك کما لایجتنی من القتاد الاالشوك کذلك لایجتنی من قربهم o

وعن لاحوص بن حکیم عن ابیه رضی اللّٰہ عنه قال سائل رجل النبی صلے اللّٰہ علیه وسلم عن الشر فقال لاتساء لونی عن الشر وسلو نی عن الخیر یقولها ثلثاً ثم قال الا ان شر الشر شرار العلمآء وان خیر الخیر خیار العلمآءo

وعن ابی الدرداء رضی اللّٰہ تعالی عنه قال ان من اشر الناس عند الله منزلة یوم القیامة عالم لا ینتفع بعلمه o

وعن زیاد بن حدیر رضی اللّٰہ عنه قال قال عمر هل تعرف مایهدم الاسلام قال قلت لا ، قال یهدمه زله العالم وجدال المنافق بالکعاب وحکم الائمه المضلین o

وعن خذیفة قال یا معشر القرآء استقیموا فقد سبقتم سبقاً بعیداً وان اخذتم یمیناً وشمالاً لقد ضللتم ضلا لاً بعیداًo

وعن علی رضی اللّٰہ عنه قال قال رسول اللّٰہ صی اللّٰہ علیه وسلم یوشك ان یاتی علی الناس زمان لایبقی من الاسلام الا اسمه ولایبقی الا رسمه مساجد هم عامرة وهی خراب من الهدی علمآو هم شرمن تحت ادیمه السمآء من عندهم تخرج الفتنه وفیهم تعود o

(مرأة شرح مشکوٰۃ ج اول ص175 تا ص216، مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ گجرات پاکستان)

نوٹ:

ان احادیث کی ترجمہ اور تشریح مرأۃ میں مطالعہ کریں۔

حضرات محترم!

قرآن وحدیث میں بیان کردہ معیارِ علم اور شرائط وتعلیمات عالم آپ نے ملاحظہ فرمائیں اب چند مبارک باتیں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بھی ملاحظہ کریں اور فقیہ ابولیث سمر قندی علیہ الرحمۃ اور صاحب تفسیر کبیر اور صاحب تفسیر عزیزی علیہما الرحمۃ سے بھی سنیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ علم مال پر سات وجہ سے افضل واعلیٰ ہے۔

١. علم انبیاء کی میراث ہے مال فرعون وقارون وغیرہ جیسے کافروں کی۔
٢. علم خرچ کرو تو بڑھتا ہے مال گھٹتا ہے۔
٣. علم انسان کی حفاظت کرتا ہے مال کی حفاظت انسان کو کرنا پڑتی ہے۔
٤. علم قبر میں ساتھ جاتا ہے مال باہر ہی رہ جاتا ہے۔
٥. علم دین ہر کسی کو نہیں ملتا مگر مال ہر کسی کو ملتا ہے خواہ کافر ہی کیوں نہ ہو۔
٦. علم والوں سے کوئی بے پرواہ نہیں مال والوں سے کئی لوگ بے پرواہ وغنی ہیں۔
٧. علم کی مدد سے پل صراط پار کرنا آسان ہوگا مال کی وجہ سے کمزوری ہوگی۔

ابولیث علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں عالم کی سنگت وصحبت سے سات فائدے ہیں۔

١. انکے پاس بیٹھنے والا طالب علم شمار ہوتا ہے ان کے مطابق ثواب پائے گا۔
٢. جب تک بیٹھے گا گناہوں سے بچا رہے گا۔
٣. جب طالب علم کے لئے کوئی جاتا ہے تو قدم قدم پر نیکی ملتی ہے۔
٤. طالب علموں پر باری تعالیٰ کی رحمت وعنایت ہوتی ہے بیٹھنے والے پر بھی ہوگی۔
٥. علم سنے گا تو نصیحت ہوگی ثواب مفت ملے گا۔
٦. اگر کوئی مشکل مسئلہ سنے سمجھ نہ آئے دل تنگ ہو تو منکسر القلوب کا سا ثواب پائے گا۔
٧. عالم کے پاس بیٹھنے سے علم کی محبت وعزت پیدا ہوتی ہے جہالت وغفلت سے نفرت پیدا ہوتی ہے تفسیر کبیر وتفسیر عزیزی میں ہے کہ قرآن میں ہے کہ سات چیزیں سات کے برابر نہیں نہ ہوں گی۔

١. عالم وجاہل برابر نہیں۔

- خبیث اور طیب برابر نہیں
- دوزخی اور جنتی برابر نہیں۔
- ۴ سردی اور گرمی برابر نہیں۔
- ۵ اندھا اور آنکھ والا برابر نہیں۔
- ۶ اندھیرا اور اجالا برابر نہیں۔
- ۷ زندہ اور مردہ برابر نہیں۔

سات نبی علم کی وجہ سے فائدہ مند رہے۔

- ۱ آدم علیہ السلام کو علم کی وجہ سے فرشتوں نے سجدہ کیا۔
- ۲ خضر علیہ السلام کو علم کی وجہ سے موسیٰ علیہ السلام کی زیارت ہوئی۔
- یوسف علیہ السلام کو علم کی وجہ سے بادشاہی ملی۔
- ۴ حضرت سلیمان علیہ السلام کو علم کی وجہ سے بلقیس مع تخت نصیب ہوئی۔
- ۵ داؤد علیہ السلام علم کی وجہ سے بادشاہ نبی تھے۔
- ۶ عیسیٰ علیہ السلام نے علم کی وجہ سے اپنی والدہ سے تہمت دور کی۔
- ہمارے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو علم کی وجہ سے شفاعت کبریٰ کا سہرا باندھا گیا۔

علم کے اور بھی فضائل فوائد ہیں ان کا خلاصہ یہ ہے۔

علم کی وجہ سے چیونٹی کو دو عزتیں ملیں ایک یہ کہ اس نے سلیمان علیہ السلام سے گفتگو کی دوسرے یہ کہ اس کے نام کی پوری سورت قرآن میں آئی سورۂ نمل۔

قرآن میں ہے کہ علماء ہی تو ہیں جو اللہ سے ڈرتے ہیں دوسرے مقام پر فرمایا کہ ڈرنے والوں کے لیے بدلہ جنت ہے نتیجہ یہ نکلا کہ علماء کرام کے لیے جنت ہے دوسروں کو جنت علماء کے طفیل ملی وہ شریعت کے احکام نہ بتاتے تو لوگ کس طرح نماز روزہ کرتے۔

تمام لوگوں پر بادشاہ وصدر حکومت کرتا ہے اور تمام سمیت بادشاہ عالم کے تابع ہوتے ہیں دیکھو علم والا طبیب وڈاکٹر بادشاہ کو جو چاہے کڑوی گولی کھلائے ترش شربت پلائے، صدہا کھانوں سے روک دے کہ یہ پرہیز کرو وہ کرو بقول حضرت علی رضی اللہ عنہ دنیا کا وجود

چار بندوں سے قائم ہے عالم دین سے ان سے محبت کرنے والوں سے، سخی مالداروں سے، صبر کرنے والے غریبوں سے۔

(ماخوذ از تفسیر نعیمی ج اول ص 260 تا ص 261 مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ گجرات پاکستان)

علوم حکیم الامت علیہ الرحمۃ کے علوم پر ایک نظر:

آپ علیہ الرحمۃ کو عالم الغیب والشہادۃ ذات نے بہت سے علوم عطا فرمائے انکی مکمل فہرست درج ذیل ہے۔

۱	قرآن مجید مع ترجمہ	۲	فارسی ادب وتاریخ	۳	علم تفسیر
۴	علم اصول تفسیر	۵	علم حدیث	۶	علم اصول حدیث
۷	علم فقہ	۸	علم اصول فقہ	۹	علم صرف
۱۰	علم نحو	۱۱	فارسی گرائمر	۱۲	علم منطق
۱۳	علم مناظرہ	۱۴	علم عقائد	۱۵	علم ادب عربی
۱۶	علم تصوف	۱۷	علم تکسیر	۱۸	علم جفر
۱۹	علم رمل	۲۰	علم فتوی نویسی	۲۱	علم مکاشفہ
۲۲	علم توقیت	۲۳	علم بلاغت	۲۴	علم میراث
۲۵	علم طب	۲۶	علم الاشعار	۲۷	علم انگریزی زبان
۲۸	علم سائنس وتجربات	۲۹	علم جغرافیہ	۳۰	علم ھیت
۳۱	علم لغت	۳۲	علم سلوک	۳۳	علم ہندسہ
۳۴	علم الحروف	۳۵	علم الحساب وریاضی	۳۶	علم الوفق
۳۷	علم اسماء الرجال	۳۸	علم فلسفہ	۳۹	علم تاریخ عربی
۴۰	علم القصص	۴۱	علم خطابت ووعظ	۴۲	علم معانی
۴۳	علم بیان	۴۴	علم بدیع	۴۵	علم ہندسہ

نمبر	علم	نمبر	علم	نمبر	علم
۴۶	علم جبر و مقابلہ	۴۷	علم تعبیر رویا	۴۸	علم القصائل
۴۹	علم الاشتقاق	۵۰	علم ناسخ منسوخ	۵۱	علم الادیان
۵۲	علم تقابل ادیان	۵۳	علم ضرب الامثال	۵۴	علم محذوفات
۵۵	علم الجدل	۵۶	علم التطبیق	۵۷	علم الکتابت
۵۸	علم ہندی لغت	۵۹	علم ہندی نظم	۶۰	علم ہندی نثر
۶۱	علم سیر	۶۲	علم المغازی	۶۳	علم اقتصادیات
۶۴	علم معاشیات	۶۵	علم تدریس	۶۶	علم تدبیر منزل
۶۷	علم الاخلاق	۶۸	علم سیاست مدنیہ	۶۹	علم التعلیم
		۷۰	علم تعویذات و عملیات		

نوٹ:

بعض علوم بعض میں داخل ہیں جیسے بیان بدیع اور علم معانی تمام مجموعہ کو بلاغت کہا جاتا ہے اسی طرح علم اخلاق، تدبیر منزل اور سیاست مدنیہ کے مجموعہ کو علم فلسفہ بھی کہہ دیتے ہیں علیحدہ گنو تب بھی صحیح اور مجموعہ کر و شمار کرو تب بھی درست، میں نے بعض جگہ علیحدہ گنا ہے مجموعہ کی مثال فارسی گرائمر ہے علیحدہ گنو تو فارسی صرف علیحدہ ہے اور فارسی نحو علیحدہ، اسی طرح علم مناظرہ کے ضمن میں مکابرہ اور مجادلہ وغیرہ بھی شامل ہوتے ہیں علم فی نفسہٖ کوئی بھی برا نہیں ہوتا ورنہ اللہ تعالیٰ کی صفت نہ ہوتا تحدیث نعمت کے طور پر عرض ہے کہ مولانا نذیر نعیمی صاحب نے ذکر چالیس (40) کیے اصلاً تھے 39 کیونکہ علم کلام اور علم عقائد کو انھوں نے دو گنا باقی راقم الحروف عفی عنہ ربہ کے تتبع کا ثمرہ ہے باری تعالیٰ یہ محنت قبول فرمائے اور حکیم الامت علیہ الرحمۃ کے ساتھ جنت میں معیت نصیب فرمائے کیونکہ اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ o

نوٹ:

ان علوم پر بقدر ضرورت و کفایت امثلہ ذکر کی جاسکتی ہیں لیکن اسی لئے نہیں کرتا کہ عوام کو اس سے فائدہ نہیں خواص کو اس کی حاجت نہیں یعنی ذکر کروں بھی تو عوام سمجھ نہ سکیں گے

علماء کرام کی تخصیص لازم آئی ان کے لیے امثلہ ذکر کرنا تو سورج کو چراغ چاند دکھلانے کے مترادف ہے۔

نتیجہ بحث:

1. علم بڑی نعمت ہے جو اللہ اور اس کے رسول کے فضل سے حکیم الامت کو بھی حاصل تھی۔
2. عالم دین کا بڑا اعزاز ہے مگر معیار پر پورا اترنا لازم ہے، حکیم الامت علیہ الرحمۃ کو باری تعالیٰ نے یہ اعزاز عطا فرمایا تھا آپ معیار پر پورے اترتے ہیں۔
3. علم دین کے بڑے فوائد وفضائل میں خدا کی مہربانی سے وہ حکیم الامت علیہ الرحمۃ کو بھی حاصل وشامل ہیں۔
4. حکیم الامت علیہ الرحمۃ عالم ربانی تھے۔
5. جو علم صحیح راہ نمائی نہ کرے وہ جہالت ہے۔

باب ۱۹

حکیم الامت کی خدمات پر ایک نظر

1. خدمت بطور مدرس
2. خدمت بطور مفتی
3. خدمت بطور خطیب
4. خدمت بطور مصنف
5. خدمت بطور مناظر
6. خدمت بطور مفسر
7. خدمت بطور محدث
8. خدمت بطور محشی
9. خدمت بطور مترجم
10. خدمت بطور مقرظ
11. خدمت بطور محقق
12. خدمت بطور مصلح و ناصح الامۃ
13. خدمت بطور شاعر
14. خدمت بطور سیاح
15. خدمت بطور پیر طریقت
16. خدمت بطور مہتمم المدرسۃ
17. خدمت بطور واعظ و مبلغ
18. خلاصۂ بحث

باب

حکیم الامت کی خدمات پر ایک نظر

(1) خدمت بطور مدرس

(2) خدمت بطور مفتی

(3) خدمت بطور خطیب

۴ خدمت بطور مصنف

(5) خدمت بطور مناظر

(6) خدمت بطور مفسر

۷ خدمت بطور محدث وشارح

(8) خدمت بطور محشی

(9) خدمت بطور مترجم

(10) خدمت بطور مقرظ

(11) خدمت بطور محقق

(12) خدمت بطور مصلح وناصح الامۃ

(13) خدمت بطور شاعر

(14) خدمت بطور سیاح

(15) خدمت بطور پیر طریقت

(16) خدمت بطور مہتمم المدرسۃ

(17) خدمت بطور واعظ ومبلغ

۱۸ خلاصۂ بحث:

❶ خدمت بطور مدرس:

حکیم الامت علیہ الرحمۃ کی عمر مبارک انیس سال تھی جب آپ نے علوم شرعیہ اور علوم متداول مکمل سیکھ لیے تھے، علوم کی تحصیل وتکمیل کے بعد آپ نے آخری دم تک تدریس کی خدمات سرانجام دیں، انیس سو تیرہ (1913) ء سے لیکر انیس اکہتر (1971) تک آپ نے تدریس کی خدمت سرانجام دی، یہ کل اٹھاون (58) سال بنتے ہیں، آپ نے ہندوستان اور پاکستان دونوں ملکوں میں تدریس کی، مرادآباد، کاٹھیاوار دھوراجی، کچھوچھہ شریف میں پڑھایا، بھکھی شریف، اور گجرات مدرسہ خدام الصوفیہ اور اپنے قائم کردہ جامعہ غوثیہ نعیمیہ میں تدریس کی۔ (محصلہ از حالات زندگی وحیات سالک ص176، مطبوعہ نعیمی کتب خانہ پاکستان)

❷ خدمت بطور مفتی:

آپ علیہ الرحمۃ نے یکم ربیع الاول شریف انیس سو تیرہ 1913 میں پہلا فتویٰ دیا جو صدر الافاضل علیہ الرحمۃ کو بہت پسند آیا انھوں نے دیکھ لیا کہ ہمارے تربیت یافتہ میں قابلیت وقبولیت ہے تو انھوں نے آپ کو اپنے مدرسے کا باقاعدہ مفتی مقرر فرمادیا انیس سو تیرہ 1913 سے لیکر انیس ستاون 1957 تک آپ مرادآباد کے اس مدرسے سمیت کئی مقامات پر فتوٰی کی خدمات سرانجام دیتے رہے انیس سو ستاون 1957 میں آپ نے اس خدمت کو کسی حکمت اور مصلحت کے تحت اپنے صاحبزادوں کے حوالے فرمایا، اولاً حضرت مفتی مختار احمد نعیمی علیہ الرحمۃ کے سپرد فرمایا، بعد میں مستقل طور پر تحریری شعبہ میں گرانقدر خدمات سرانجام دینے والے ہونہار صاحبزادے جناب حضرت مفتی اقتدار احمد خان نعیمی علیہ الرحمۃ کو یہ خدمت سونپ دی ، انیس سو تیرہ 1913ء سے لیکر انیس سو ستاون 1957 تک چوالیس 44 سال عرصہ بنتا ہے، حکیم الامت علیہ الرحمۃ نے چوالیس 44 سال تک فتاویٰ نویسی کی خدمات سرانجام دیں۔

(محصلہ از حالات زندگی ص187، مطبوعہ نعیمی کتب خانہ گجرات)

۳ خدمت بطور خطیب:

آپ نے تقریباً ساری عمر خطابت کی خدمات سرانجام دیں، کہیں نہ کہیں کسی نہ کسی صورت میں آپ کا تمام عمر جمعۃ المبارک میں خطاب کرنا فوت نہ ہوا زیادہ تر خدمت آپ نے گجرات میں واقع مسجد غوثیہ میں سرانجام دی اور دیگر مقامات و مساجد میں بھی آپ کی یہ خدمت ثابت ہے حتیٰ کہ مدینہ شریف اور مکہ شریف میں بھی خطاب فرمائے۔ (دیکھو سفرنامہ حکیم الامت)

۴ خدمت بطور مصنف:

آپ علیہ الرحمۃ نے تقریباً پانچ سو 500 کتابیں تصنیف فرمائیں، قابل افسوس پہلو یہ ہے کہ وہ ساری کی ساری شائع نہ ہوسکیں، کچھ ہجرت کے وقت ضائع ہوگئیں، کچھ فتاویٰ کی صورت میں لوگوں نے ہتھیالیں، اور کچھ وسائل نہ ہونے کی وجہ سے پڑی کی پڑی رہ گئیں ان کو کیڑا اور دیمک اپنی خوراک بنا گئے، اور کچھ ابھی بھی موجود ہیں لیکن کچھ اوراق و مجلدات مفقود ہیں، یہ بتاتا چلوں کہ ہمارے ہاں یہ بہت بڑا المیہ ہے کہ کتابیں یا تو لکھی کم جاتی ہیں یا لکھی جاتی ہیں مگر شائع نہیں ہوتیں، حضرت فیض ملت جناب مولانا محمد فیض احمد اویسی مدظلہ نے قریباً چار ہزار (4000) کتابیں لکھیں مگر بعض ابھی تک مسودے کی شکل میں انکے کتب خانے میں پڑی ہوئی ہیں اور اشاعت کی فریاد و انتظار میں ہیں۔

حکیم الامت علیہ الرحمۃ کی شائع شدہ کتابوں کے نام درج ذیل ہیں ملاحظہ کریں۔

۱ تفسیر نعیمی، گیارہ جلدیں
۲ تفسیر نور العرفان (مکمل)
۳ شرح مشکوٰۃ (مکمل)
۴ جاء الحق (مکمل)
۵ علم المیراث
۶ شان حبیب الرحمٰن من آیات القرآن
۷ اسلامی زندگی
۸ سلطنت مصطفیٰ
۹ علم القرآن
۱۰ دیوان سالک
۱۱ اسرار الاحکام
۱۲ رسالہ نور
۱۳ رحمت خدا بوسیلہ اولیا
۱۴ معلم تقریر المعروف نئی تقریریں

⑮ سفرنامہ حکیم الامت ⑯ الکام المقبول فی طہارۃ نسب الرسول

⑰ فتاویٰ نعیمیہ (تقریباً 128 فتوے) ⑱ فہرست القرآن

⑲ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر ایک نظر

⑳ ایک اسلام ㉑ اسلام کی چار اصولی اصطلاحیں

㉒ مواعظ نعیمیہ (مکمل) ㉓ درس القرآن (کچھ دروس)

خیال رہے کہ، مواعظ نعیمیہ، اسلام کی چار اصولی اصطلاحیں، اور درس القرآن آپ کی باقاعدہ تصنیف نہیں ہیں، کیونکہ تصنیف، تالیف، اور ترقیم وترتیب میں فرق ہوتا ہے، یہ فرق فتاویٰ نعیمیہ میں ملاحظہ کریں، یہ تینوں کتابیں آپ کے افاضات ومضامین کا مجموعہ ہیں تب ان کو آپ کی طرف منسوب کیا گیا۔

㉔ قہر کبریا بر منکرین عصمت انبیا

㉕ لمعات المصابیح علے رکعات التراویح

㉖ تلاق الادلہ فی حکم الطلاق الثلاثہ

㉗ قرآن اور انجیل

㉘ پیغمبر اسلام اور انجیل، اجمال فی ترجمۃ الاکمال

خیال رہے کہ آخری دو مستقل کتاب نہیں بلکہ کچھ صفحات پر مشتمل ٹریکٹ (پمفلٹ) ہیں مجازاً، تغلیباً اور مناسبۃً ان کو کتاب کہا گیا ہے، یہ کتب بازار سے دستیاب ہیں، بعض علیحدہ اور بعض دوسری کتابوں میں شامل ومدغم ہیں مثلاً جاء الحق میں تین کتابیں شامل ہیں۔

① قہر کبریاء بر منکرین عصمت انبیاء۔

② تلاق الادلہ فی حکم الطلاق الثلاثہ۔

③ لمعات المصابیح علے رکعات التراویح۔

حکیم الامت علیہ الرحمۃ کی وہ کتب یا حواشی جو شائع نہ ہوسکے وہ درج ذیل ہیں۔

① نعیم الباری فی انشراح البخاری (مکمل چار جلد) عربی میں تھی

② حاشیہ حمد اللہ ③ حاشیہ صدرا

④ رسالہ تصوف ⑤ یسوع کی پیش گوئیاں

⑥ آریہ پر چار حرف ⑦ مرزائی سے نکاح حرام ہے

⑧ زمین ساکن ہے۔

حاصل مضمون یہ ہے کہ بطور مصنف آپ نے بہت سی خدمات سرانجام دیں اللہ آپ کو اعلیٰ اجر عطا فرمائے کیونکہ انی الا اضیع عمل عامل منکم۔

نوٹ:

پانچ سو کتابوں کا قول مولانا نذیر احمد نعیمی علیہ الرحمہ سے منقول ہے دیکھو ان کی مرتب سوانح عمری حکیم الامت۔

⑤ خدمت بطور مناظر:

آپ نے اسلام کی شان اور اور سربلندی کی خاطر اس طور پر بھی خدمت سرانجام دی مختلف قسم کے بے دینوں اور منفی سوچ رکھنے والوں سے مناظرے اور مباحثے کیے، ہندو پنڈت وغیرہ سمیت ہر ایک کو شکست دی کیونکہ آپ کا نظریہ اور مقصد مناظرہ، ہی حق تھا، لہٰذا فتح یقینی تھی، مقصد یہ تھا کہ اسلام اور صاحب اسلام ﷺ کی عظمت لوگوں کے دلوں میں اجاگر کی جائے، اسلام کا پرچم اونچا ہی ہے، بانی اسلام ﷺ کا کھانے والے ان کے گیت گائیں نہ کہ ان کے فضائل و مناقب پر اپنی منفی ذہنیت اور سازشی سوچ کی وجہ سے تحریفانہ آرے اور کلہاڑے چلائیں، آپ علیہ الرحمۃ نے سات مناظرے کیے ساتوں میں آپ کو فتح ہوئی۔

⑥ خدمت بطور مفسر:

آپ علیہ الرحمۃ نے دو تفسیریں لکھیں ایک حاشیہ کے انداز میں ہے دوسری مفصل طریقہ پر ہے، نور العرفان علی کنز الایمان حاشیہ کے انداز میں ہے اور مکمل تیس پاروں تک ہے جبکہ تفسیر نعیمی گیارہ پاروں تک ہے، تفسیر نعیمی کا انداز اسلوب اس طرح ہے کہ پہلے عربی آیت کو نقل فرماتے ہیں پھر اس کا لفظی ترجمہ کرتے ہیں پھر اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کا بامحاورہ ترجمہ درج کرتے ہیں پھر آیت کا پچھلی اور اگلی آیت سے تعلق اور مناسبت ظاہر کرتے ہیں کہ یہ آیت

یہاں کیوں آئی، ماقبل سے اس کا ربط کیا ہے مابعد سے اس کی مناسب کیا ہوگی اور کس طرح یہ تعلق اور مناسبت ظاہر ہوگا وغیرہ وغیرہ پھر آیت کا شان نزول بتاتے ہیں کہ کس کے لئے آئی کن حالات میں نازل ہوئی؟ اگر چند روایات شان نزول میں مروی ہوں تو مضبوط کو ترجیح دیتے ہیں اور دوسری میں تطبیق پیدا کرتے ہیں اس کے بعد صرف ونحو بلاغت اصول تفسیر وغیرہ تمام علوم کی مدد سے تفسیر کرتے ہیں، پھر اس ساری پھیلی ہوئی لمبی چوڑی تفسیر کا خلاصہ بیان کرتے ہیں کہ ماحصل یہ ہے، اس کے بعد آیت میں غور وتدبر کرنے سے جو نکتے اور فائدے ان پر منکشف ہوتے ہیں ان کو ذکر کرتے ہیں، پھر آیت میں بیان شدہ مسئلہ کی اہمیت کا خیال کر کے اس کی حسب ضرورت تشریح اور تحقیق کرتے ہیں، پھر اعتراض کرتے ہیں کہ اس آیت پر یہ اعتراض ہوسکتا ہے، یہ سوال ہوسکتا ہے اس کے جواب درج کرتے ہیں، عقلی سوال ہو تو اس کا عقلی جواب ہوتا ہے اور قرآن وحدیث کے حوالے سے اعتراض ہو تو قرآن وحدیث کے حوالے سے جواب دیتے ہیں، پھر سب سے آخر میں آیت کی وہ تفسیر کرتے ہیں جو اولیائے کرام، صوفیائے عظام اور باطن کا علم رکھنے والے حضرات نے فرمائی یہ تقریباً گیارہ امور بن جاتے ہیں ہر ایک آیت میں گیارہ جلی سرخیاں دیگر ان کو درج کرتے ہیں۔

❼ خدمت بطور محدث وشارح:

آپ نے حدیث کی شرح اور محدثانہ خدمات اس طرح سرانجام دیں کہ آپ نے دو کتابوں کی شرح لکھی، ایک شرح لکھی جو مراۃ شرح مشکوۃ کے نام سے مشہور ہے یہ اردو زبان میں لکھی، کل آٹھ جلدیں ہیں دوسری شرح نعیم الباری فی انشراح البخاری لکھی، یہ چار جلدوں میں تھی اور تھی بھی عربی زبان میں لیکن افسوس کہ شائع نہ ہوسکی۔

مراۃ شرح مشکوۃ کا اسلوب یہ ہے کہ بہت مختصر انداز میں ہے لیکن ہے بڑی جامع اور مانع، کہ کسی پہلو کو بھی آپ نے تشنہ نہ چھوڑا اعتراضات کے جواب دیئے تفسیر وتشریح صوفیانہ بھی کی، نکات وفوائد بھی بیان کیے شرح لکھنے کا جو اسلوب ومزاج ہے اس کی پابندی بھی کی، جہاں جہاں احادیث کا تعارض تھا رفع کیا، حدیث کو اپنی ذاتی خواہش اور مرضی پر ڈھالنے والے لوگوں کا رد کیا، باریک بینی اور انصاف سے ہر حدیث اور اس کے نفس مسئلہ کو واضح کیا،

احناف اور شوافع کے مابین اختلافی مسائل میں فقہ احناف کو ترجیح دی شوافع پر سوالات اور استدلات کی صورت میں تردید ذکر کی، شان رسول اور انکے پیاروں کی عظمت کو ہر مقام مناسبہ پر واضح انداز میں درج کیا وغیرہ وغیرہ۔

۸ خدمت بطور محشی:

محشی حاشیہ سے ہے بمعنی حاشیہ لکھنے والا، اصل متن سے کچھ زائد فائدہ مند کلام درج کرنے والا وغیرہ وغیرہ۔

حکیم الامت علیہ الرحمۃ نے منطق اور فلسفہ کی مشہور اور مشکل کتب کے حواشی تحریر کیے، اور تقریباً تمام درسی علوم کی کتب پر آپ کے حواشی موجود ہیں، لیکن صد افسوس کہ وہ شائع نہ ہو سکے۔ (محصلہ از سوانح عمری ص 15 مطبوعہ نعیمی کتب خانہ)

۹ خدمت بطور مترجم:

مترجم ترجمہ سے ہے بمعنی ترجمہ کرنے والا، حضرت حکیم الامت علیہ الرحمۃ نے قرآن مجید کے گیارہ پاروں کا ترجمہ کیا، اور مراۃ شرح مشکوۃ میں، مشکوۃ شریف کا مکمل ترجمہ کیا، اس کے علاوہ اسماء الرجال کی کتاب اکمال کا ترجمہ بھی فرمایا، یہ سارے تراجم بازار سے بآسانی دستیاب ہیں۔

۱۰ خدمت بطور مقرظ:

مقرظ تقریظ سے ہے مادۃ ہے (ق، ر، ظ) یعنی تقریظ لکھنے والا کسی دوسرے مصنف کی کتاب پر اپنا خیال وتائید درج کرنے والا وغیرہ وغیرہ یہ بھی ایک خدمت ہے کیونکہ جب کسی کی کتاب پر کسی ماہر اور صاحب عظمت کی تقریظ اور تبصرہ درج ہوگا تو اس کتاب کی اہمیت میں اضافہ ہوگا۔ لوگوں کی توجہ زیادہ ہوگی وغیرہ وغیرہ۔

آپ علیہ الرحمۃ نے کئی کتب پر تقاریظ لکھیں بطور نمونہ ومثال ایک درج کرتا ہوں ملاحظہ فرمایئے۔

الحمدللّٰہ وکفی، والصلوۃ والسلام علی سید الانبیاء محمد

المصطفے وعلے اله واصحابه البررة التقیٰ۔

اما بعد

فیقول العبد الفقیر المحتاج الی حبیب الرحمن احمد یار خان النیعمی القادری

انی قد طالعت الکتاب المستطاب المسمی بتعریفات لعلو م الدرسیات ، من مواضع متعددة من مصنفات الاعزالا کرام الاوحد الافخم الفاضل اللبیب مولانا محمد عبد اللّٰہ القصوری اطال اللہ عمره و اعم فیوضه فوجد شئیاً عجیباً ، لم یسبق الیه احد من العلمآء ۔

هذا الکتاب بلاشك وارتیاب نافع للعلمآ ء والطلاب ، انی مارایت کتاباً مثله قبله ۔

ادعو اللہ ان یجعله خالصاً لوجه الکریم وینفع به الطالبین الی یوم الدین ، وصلی اللّٰہ تعالیٰ علی خیر خلقه سیدنا محمد وعلی اله واصحابه الجمعین ،

وانا العبد المستهان احمد یار خان النیعمی الاشرفی ، القادری المقیم ببلدة (گجرات) 20شعبان المعظم 1386/1966 (دسمبر یك شنبه)

اس تقریظ کے حوالے لئے ملاحظہ ہو حضرت مولانا عبداللہ قصوری اشرفی رضوی علیہ الرحمۃ کی کتاب التعریفات لعلوم الدرسیات ص 7 مطبوعہ سعید یہ کتب خانہ یار ہوتی مردان

خیال رہے کہ کتاب مذکور عربی میں ہے لہذا اس کی تقریظ بھی عربی میں لکھی گئی۔

مولانا عبداللہ صاحب علیہ الرحمۃ نے آپکی تقریظ ذکر کرنے سے پہلے آپ کے جو القاب ذکر کیے وہ ان کے الفاظ میں ملاحظہ کریں۔

تقریظ حکیم الامت۔

قامع البدعة بالبرهان ، مولانا المفتی احمد یار خان علیه رحمة

الرحمن صاحب التصانیف الکثیرۃ .

(التعریفات لعلوم الدرسیات ص 7، مطبوعہ سعیدیہ کتب خانہ بازار ہوتی مردان)

۱۱ خدمت بطور محقق:

آپ علیہ الرحمۃ نے متعدد مسائل پر تحقیقات فرمائیں، کافی عنوانات پر اپنے زور علمی اور فیضان نبوی سے اپنا محقق ہونا منوایا، بطور مثال چند تحقیقات کے عنوان ملاحظہ ہوں۔

اللہ تعالیٰ کے اولاد سے پاک ہونے کی تحقیق۔

حضرت آمنہ اور حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہما کے ایمان کی تحقیق

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سید الرسل ہونے کی تحقیق۔

حضور علیہ السلام کے نور ہونے کی تحقیق۔

حضور علیہ السلام کے بشر ہونے کی تحقیق۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے اعلیٰ اور افضل سلطان ہونے کی تحقیق

حضور علیہ السلام کی بادشاہی اور ملکیت و مختار ہونے پر تحقیق

مسئلہ حیات النبی کی تحقیق

اور اختلافی فقہی مسائل کی تحقیق جیسے آمین بالجہر، رفع یدین فاتحہ خلف الامام، ناف پر ہاتھ باندھنا، قنوت نازلہ، تقلید کرنا، ایصال ثواب اور طلاق ثلاثہ وغیرہ۔

۱۲ خدمت بطور مصلح اور ناصح الامت:

آپ نے ہر مقام مناسبہ پر امت مسلم کی اصلاح فرمائی، ان کو نصیحت کر کے ان کو نفع دیا ضرر اور مصائب سے بچنے کی تلقین فرمائی، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا اہم فریضہ ہر مقام و موڑ پر سرانجام دیتے رہے، خواہ تقریری ہو خواہ تحریر، خواہ بیعت وخلافت کی صورت میں ہو، خواہ وعظ و نصیحت و تصانیف کی شکل میں ہو بہر حال آپ نے اپنی ذمہ داری خوب نبھائی، خدمت خوب فرمائی، خیر الناس من ینفع الناس کا قانون شرعی آپ کے مدنظر تھا اور الدین النصیحۃ کا اصول ضابطہ آپ کے سامنے تھا اور کلکم مسؤل عن رعیتہ کی اہم ذمہ

داری کا آپ کو پورا پورا احساس و پاس تھا۔

⑬ خدمت بطور شاعر:

آپ علیہ الرحمۃ نے اسلامی شاعری کے طریق پر بھی دین کی خدمت کی، نعتیں لکھیں حمدیں بیان کیں، مناقب لکھے علما کرام کی مدح فرمائی، اولیاء وصحابہ کرام کے گیت گائے، آپ کی کتاب دیوان سالک مطبوعہ ضیاء القرآن ملاحظہ کر کے حقیقت سے اطلاع پانا ہر کسی کے لیے ممکن و آسان ہے۔

⑭ خدمت بطور سیاح:

آپ نے جو سیر و سیاحت فرمائی اس سے خود ہی محظوظ نہ ہوئے بلکہ ان کو تحریری شکل دے کر عوام الناس کو بھی نفع دیا، آج بھی ان کا مرتب شدہ سفر نامہ مطالعہ کر کے لوگوں کے سامنے مقامات و مزارات مقدسہ کی رونقوں کا نقشہ و خاکہ ابھر آتا ہے، معلومات میں اضافہ ہوتا ہے، لذت و ثواب علیحدہ ہے۔ یہ کتاب گائیڈ اور راہبر سفر کی حیثیت رکھتی ہے۔

⑮ خدمت بطور پیر طریقت:

آپ لوگوں کو بیعت بھی فرماتے تھے اپنی کتاب اسلامی زندگی میں فرماتے ہیں کہ پانچ نمازوں گیارہویں شریف اور معمولات اہل سنت پر عمل کرنا لازم ہے، ہر ایک امر کا لزوم اس کی شان و مرتبہ کے مطابق ہوگا۔

نیز بیعت کے بعد وظائف کی تلقین و ارشاد ہی پر اکتفاء نہ کرتے بلکہ ساتھ ساتھ مرید کو حقیقی معنوں میں مرید صادق بنانے کے لئے اس کو پانچ نمازوں کی تلقین کرتے۔ معمولات اہل سنت کی ترغیب دلاتے، اور سختی سے یہ حکم کرتے کہ خبردار بدمذہب کی مجلس نہ کرنا اور نہ ہی انکی کتب کا مطالعہ کرنا۔

(محصلہ از اسلامی زندگی و مواعظ نعیمیہ، مطبوعہ نعیمی کتب خانہ لاہور)

آپ کا سلسلہ قادری تھا لہذا قادری سلسلہ میں مرید کرتے تھے۔

خود آپ صدر الا فاضل علیہ الرحمۃ کے مرید تھے۔

⑯ خدمت بطور مہتمم المدرسۃ:

مہتمم اہتمام سے ہے بمعنی انتظام چلانے والا، اہتمام کرنے والا، آپ نے مدرسہ کا اجراء کیا اور مہتمم و منتظم بھی رہے، اس مدرسہ کا نام جامعہ غوثیہ نعیمیہ رکھا یہ گجرات میں واقع ہے، اس مدرسہ میں آپ سارے شعبے خود ہی چلاتے تھے، مہتمم آپ تھے، مفتی اور مدرس آپ تھے، اسی طرح جو شئی بھی مدرسہ کے انتظام و بحالی اور اجراء و استقامت کے لئے لازم و مناسب ہوتی سب آپ کے ذمہ کرم پر تھی، یہ جامعہ آج کل بند پڑا ہے۔

بیچتے تھے جو دوا درد دل
وہ دکان اپنی بند کر کے چلے گئے

صاحبزادہ عبدالقادر نعیمی مدظلہ نے آج کل جامعہ غوثیہ نعیمیہ کے نام سے ایک مدرسہ قائم کیا ہوا ہے، یہ مدرسہ گجرات میں ہی ہے اور حضرت مفتی اقتدار احمد خان نعیمی علیہ الرحمۃ کا مزار شریف بھی اسی مدرسہ میں واقع ہے۔ غالباً کتب کے علاوہ تمام شعبوں میں خدمت و تعلیم جاری ہے، قرأت اور حفظ و ناظرہ کا بندوبست و سہولت میسر ہے، باری تعالیٰ حضرت صاحبزادہ صاحب مدظلہ کی تمام انواع کی خدمات قبول فرمائے ان کو مزید ہمت و استقامت عطا کرے کیونکہ ان کے دادا جان (حکیم الامت) کی خواہش تھی کہ۔

تعلیم قرآن عام ہو جائے
سب پرچموں سے بلند پرچم اسلام ہو جائے

⑰ خدمت بطور وعظ و مبلغ:

آپ نے ساری عمر وعظ و نصیحت کے ذریعہ دینی خدمات سرانجام دیں حتی کہ وطن بھی چھوڑا اعزیز و اقارب کی جدائی برداشت کی، یار و وفادار سے دور ہوئے یہ سب اس لئے تھا کہ۔

سب پرچموں سے بلند پرچم اسلام ہو جائے

آپ کے مواعظ و نصائح کی کچھ جھلک اور اسلوب ''مواعظ نعیمیہ'' سے ملاحظہ کی جاسکتی ہے، یہ کتاب جناب محمد عارف صاحب جو عالم باعمل تھے، انکی مرتب کی

ہوئی ہے، بازار سے بآسانی دستیاب ہے محمد عارف صاحب کو اللہ تعالیٰ جنت الفردوس عطا فرمائے۔ (آمین)

خلاصۂ بحث:

اللہ تعالیٰ کا خاص فضل اور خصوصی عنایت تھی کہ حضرت حکیم الامت علیہ الرحمۃ نے تقریباً ہر علمی و عملی شعبہ میں اپنی خدمات سرانجام دیں، یہ نعمت کسی کسی پر ہوتی ہے کہ وہ جملہ انواع واقسام پر مشتمل خدمات سرانجام دے۔

یہ وہ نغمہ نہیں جو ہر راگ پہ گایا جائے
محبت کے لئے کچھ دل مخصوص ہوتے ہیں
ذلك فضل اللّٰه یوتیه من یشاء
وهو علی کل شی قدیر

اعلیٰ حضرت اور صدر الافاضل علیہما الرحمۃ کے بعد آپ نے کسی موقع پر کسی شعبہ میں بھی کمزوری نہ ہونے دی، جہاں جو مناسب تھا آپ نے کیا، کتب تصنیف کیں، تفاسیر لکھیں، شروحات کیے، پند ونصائح فرمائے غرض یہ کہ ہر طرح خدمت کی۔

باری تعالیٰ آپ کو اچھا صلہ دے کیونکہ

من جاء بالحسنة فله عشر امثالها ○ (الانعام 6. آیت 160)

باب ۲۰

مقبولیت حکیم الامت علیہ الرحمۃ

مقبولیت عند الرسول ﷺ

مقبولیت عند الصحابہ رضی اللہ عنہم

مقبولیت عند الاولیاء رحمہم اللہ

مقبولیت عند العلماء رحمہم اللہ

مقبولیت عند العوام

نتیجہ بحث

باب
مقبولیت حکیم الامت علیہ الرحمۃ

(1) مقبولیت عند الرسول ﷺ
(2) مقبولیت عند الصحابہ رضی اللہ عنہم
(3) مقبولیت عند الاولیاء رحمہم اللہ۔
(۴) مقبولیت عند العلماء رحمہم اللہ
(5) مقبولیت عند العوام۔
(6) نتیجہ بحث:

مقبولیت عندالرسول ﷺ:

حکیم الامت علیہ الرحمۃ پر رسول اللہ ﷺ کی بڑی نوازشات اوران گنت مہربانیاں ہیں جن سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ آپ علیہ الرحمۃ مقبول بارگاہ نبوی تھے، آپ کے والد ماجد نے آپ کو وقف فی سبیل اللہ کرنے کی ایمان افروز نذر مانی تھی وہ قبول ہوئی۔

قرآن شریف میں ایک قاعدہ بیان فرمایا گیا ہے کہ حضور ﷺ کو صالح اور غریب بہت پسند ہیں اور باری تعالیٰ کی رضا بھی یہی ہے کہ حضور علیہ السلام ان میں تشریف فرما ہیں یہ قاعدہ قیامت تک کے لئے ہے کیونکہ قرآن تا قیامت باقی ہے اس قاعدے کی تائید وتشریح حدیث پاک سے بھی ہوتی ہے حضرت حکیم الامت علیہ الرحمہ بفضل خدا اور بفیضان مصطفیٰ اس قاعدہ کے تحت بارگاہ نبوی کے مقبول ومحبوب ثابت ہوتے ہیں یہ زور بازو سے حاصل نہیں بلکہ محض عطیہ وخداوندی ہے قرآن اور حدیث کے مقابل عقلی استدلال بیکار ہے آیئے وہ قاعدہ اور ضابطہ آیت قرآنی کی شکل میں اور متن حدیث کی صورت میں ملاحظہ کریں باری تعالیٰ نے فرمایا۔

واصبر نفسک مع الذین یدعون ربھم بالغدوۃ والعشی یریدون وجھه ولا تعد عیناك عنھم ، ترید زینة الحیوۃ الدنیا ، ولاتطع من اغفلنا قلبه عن ذکرنا ، واتبع ھواہ وکان امرہ فرطاo(الکھف 16آیت 28)

ترجمہ:

اے محبوب آپ اپنی جان ان لوگوں کے ساتھ رکھیں جو صبح اور شام رب کو پکارتے ہیں اس کی رضا چاہتے ہیں، اور آپ ان کے علاوہ کسی پر مانوس نہ ہوں، کیا تم دنیاوی زندگی کی زینت چاہو گے؟ اور اس کا کہا نہ مانو جس کا دل ہم نے اپنی یاد سے غافل کر دیا اور وہ اپنی خواہش کے پیچھے چلا، اور اس کا کام حد سے بڑھ گیا۔

حدیث مبارک ہے حضور ﷺ نے فرمایا۔

مامن احد یسلم علی الارد اللہ علی روحی حتی ارد علیه السلام

(ابو داؤد)

ایک اور حدیث ہے آقا علیہ الصلوۃ والسلام فرماتے ہیں کہ

لاتجعلوا بیوتکم قبوراً ولا تجعلوا قبری عیداً فان صلوتکم تبلغنی حیث کنتم (نسائی شریف) (مراۃ شرح مشکوۃ ج 6 ص 94 مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ لاہور پاکستان)

ان دونوں حدیثوں کا مفہوم یہ ہے کہ جو بھی مجھ پر درود وسلام بھیجے میں اس کا درود سلام سنتا بھی ہوں اور جواب بھی دیتا ہوں لہٰذا مجھ پر درود بھیجا کرو مجھے سلام کیا کرو۔ حکیم الامت علیہ الرحمۃ بہت کثرت سے درود وسلام کے پابند تھے ہم نے اپنے اساتذہ سے سنا کہ کثرت درود وسلام کی برکت وسبب سے آپ کی داڑھی مبارک آخر تک سیاہ رہی واللہ اعلم و رسولہ نیز سوانح میں ہے کہ جب لوگ آپ سے بات کرتے تو وقفہء سکوت میں آپ درود وسلام پڑھ لیتے تھے نیز طے ہے کہ المرٔمع من احبّ۔

اب کچھ عبارت ذکر کروں تاکہ مقبولیت حکیم الامت کا اندازہ وعلم ہو جائے کہ آپ پر آپ کے نبی اقدس ﷺ کی کتنی نوازشات تھیں۔ ملاحظہ فرمایئے۔

■ فقیر گناہ گار احمد یار عرض کرتا ہے کہ میں نے یہ سطور اور اس آیت کی تفسیر مدینہ منورہ سے واپس آکر لکھی اس بار یعنی تیرہ سونوے 1390 ہجری میں حضور انور ﷺ مجھے مدینہ منورہ میں ساڑھے چار ماہ رکھا، اس دوران مجھ پر عجیب کرم فرمایاں ہوئیں جن میں سے چند عرض کی جاتی ہیں۔

میں مدینہ منورہ میں پھسل کر گر گیا، داہنے ہاتھ کی کلائی کی ہڈی ٹوٹ گئی، درد زیادہ ہوا تو میں نے اس بوسہ دے کر کہا اے مدینہ کے درد تیسری جگہ میرے دل میں ہے تو تو مجھے یار کے دروازے سے ملا ہے۔

تیرا درد میرا درماں تیرا غم میری خوشی ہے مجھے درد دینے والے تیری بندہ پروری ہے

درد تو اسی وقت غائب ہو گیا مگر ہاتھ کام نہیں کرتا تھا، سترہ 17 دن کے بعد مستشفی ملک یعنی شاہی ہسپتال میں ایکسرے لیا، تو ہڈی کے دو ٹکڑے آئے، جن میں قدرے فاصلہ ہے مگر ہم نے علاج نہیں کرایا، پھر آہستہ آہستہ ہاتھ کلام بھی کرنے لگا، مدینہ منورہ کے اس ہسپتال کے ڈاکٹر محمد اسماعیل نے کہا کہ یہ خاص معجزہ ہوا ہے کہ یہ ہاتھ طبی لحاظ سے حرکت بھی نہیں کر سکتا،

وہ ایکسرے میرے پاس ہے، ہڈی اب تک ٹوٹی ہوئی ہے اس ٹوٹے ہاتھ سے تفسیر لکھ رہا ہوں، میں نے اپنے اس ٹوٹے ہوئے ہاتھ کا علاج صرف یہ کیا کہ آستانہ عالیہ پر کھڑے ہو کر عرض کیا کہ حضور میرا ہاتھ ٹوٹ گیا ہے، اے عبداللہ ابن عتیک کی ٹوٹی پنڈلی جوڑنے والے اے معاذ ابن عفراء کا ٹوٹا بازو جوڑنے والے میرا ٹوٹا ہاتھ بھی جوڑ دو۔

یہ گناہ گار تین مہینہ مدینہ منورہ میں حاضری دے چکا، حج کا موقعہ آیا، پتہ لگا حکومت کا قانون یہ ہے کہ جو حاجی مدینہ منورہ کی زیارت کر چکے، وہ دوبارہ بعد حج مدینہ منورہ حاضر نہیں ہو سکیں گے، میں نے حاضر ہو کر عرض کیا، یا رسول اللہ میں نے یہ سنا ہے، لہٰذا میں حج کو جاتا ہی نہیں۔

کعبہ کو جانے والے کعبہ کو جائیں گے
ہم یار کی گلی میں ہی کعبہ بنائیں گے

کعبہ والوں نے کعبہ جانا
اپنا کعبہ کوچہ جاناں

۲ دل میں القاء ہوا کہ حج کو جاؤ، میں نے عرض کیا، یا رسول اللہ اس شرط پر جاؤں گا کہ بدھ کے دن عشاء کی نماز مدینہ منورہ میں پڑھوں، چنانچہ جمعہ کو بعد نماز عصر روانہ ہوا، اتوار کو حج ہوا، بدھ کے دن رمی کے بعد مکہ معظمہ سے چلا، اور عشاء مدینہ پاک میں پڑھی، راستہ میں چار چوکیاں پڑیں جو تفتیش کرتی تھیں، رب کی شان کہ میں ان کو نظر ہی نہ آیا، میری کار میں اور سواریوں کی تفتیش ہوئی میری نہ ہوئی، یہ ہے کرم نوازی۔

۳ ایک دن بعد نماز فجر عرض کیا، یا رسول اللہ مجھے قلم پارکر اکاون 57 ہزار بڑا پسند آیا ہے، حضور مجھے وہ قلم عطا ہو، اس دن بعد نماز مغرب ابو ہاشم رضا نے مجھے پارکر 51 پیش کیا، بولے میں نے آپ کے لئے خریدا ہے یوں ہی میں نے جو کچھ حضور سے مانگا وہ ہی عطا فرمایا، اب میں تفسیر عطیہ سرکاری قلم سے لکھ رہا ہوں، بہت کرم نوازیاں ہوئیں، بلکہ حق تو یہ ہے کہ۔

اتنی ہوئیں نوازشیں بھول گئے گزارشیں سجدہ ہی کر کے رہ گئے درگاہ بے نیاز میں

رب انکے آستانہ کا بھکاری رکھے　　ندامت ساتھ لیکر سامنے اے عاصیو جاؤ

سنا ہے شرم ساروں کو وہ شرمایا نہیں کرتے　　جوان کے دامن اقدس سے وابستہ ہیں اے حامد

کسی کے سامنے وہ ہاتھ پھیلایا نہیں کرتے

(تفسیر نعیمی ج 9 ص 463 تا ص 464، مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ گجرات پاکستان)

۴ آج حضور ﷺ کی طرف سے مجھ فقیر بے نواء کو ایسے شان دار عطیات بخشے گئے جو شائد ہی کسی کو ملے ہوں اس کی تفصیل یہ ہے کہ جناب الحاج غلام حسین صاحب مظفر گڑھی مالک پاکستان ہوٹل نے مجھ کو دو جوڑے نہایت اعلیٰ اور چار ٹوپیاں میرے لڑکوں محمد میاں اور مصطفیٰ میاں کے لئے عطا فرمائیں۔ جب میں نے اس کے قبول میں حجاب سا محسوس کیا، تو فرمایا یہ حضور ﷺ کی طرف سے عطیہ خسروانہ ہے ہم لوگ تو انکے نوکر کر اور کارندے ہیں، اس پر میں رو پڑا، یہ عطیہ سر پر رکھا، آنکھوں سے لگایا، اس کے علاوہ ان ہی حاجی غلام حسین صاحب اور الحاج محمد یار صاحب فریدی نے حضرت آغا احمد عبدالرحمٰن صاحب، خادم حجرہ نبویہ شریفہ سے ان کا وہ جبہ حاصل کیا جس کو پہن کر وہ روضہ مبارکہ کے اندر وہ جھاڑو دیتے ہیں یہ جبہ شریف 25 بار روضہ مبارک کے اندر گیا ہے اور اس نے وہاں کی گرد شریف چاٹی ہے، اس کے علاوہ گنبد خضری کے زیریں حصہ کے چونہ کا وہ ٹکڑا کسی سے حاصل کیا جو اس سال گنبد خضری کی مرمت کے وقت علیحدہ کیا گیا، قریباً چالیس سال وہاں لگا رہا ہوگا، یہ نعمتیں حاصل کر کے مجھ سیاہ کار کو عطا فرمائی ہیں، بجز دعاء کے اور کیا شکریہ ادا کر سکتا ہوں؟ اللہ تعالیٰ ان دونوں صاحبوں کا بھلا کرے میں اپنے نصیب پر جس قدر ناز کروں کم ہے، حضور ﷺ نے یہ میرے لئے میری قبر کا سامان بھیج دیا ہے، میں اپنے وارثوں کو وصیت کرتا ہوں کہ مجھے اس جبہ شریف میں کفن دیں اور یہ چونے کا ٹکڑا میرے سینے پر رکھ دیں، بے اختیار یہ شعر زبان پر جاری ہے۔

تجھ سے سخی کو مانگ کر مانگ لی دو جہاں کی خیر
مجھ سا کوئی گدا نہیں تجھ سا کوئی سخی نہیں

نیز ان ہی الحاج محمد یار صاحب فریدی نے جن کی دوکان باب جبریل کے سامنے ہے، مجھے اثمد سرمہ کی ایک شیشی اور مدینہ پاک کی ایک سلائی عنایت فرمائی، اثمد سرمہ کے بہت سے فضائل حدیث پاک میں ارشاد ہوئے ہیں۔ (سفرنامہ ص 227 تا ص 228، مطبوعہ نعیمی کتب خانہ گجرات پاکستان)

۵ اتنی عبارت لکھ کر میں سوگیا، خواب میں اس گناہ گار کو اس حدیث کی مکمل شرح بتائی گئی، وہ یہ ہے کہ خلوت دو قسم کی ہے خلوت لغویہ اور خلوت شرعیہ، خلوت لغویہ یہ ہے کہ کلام سننے سنانے میں تنہائی ہو کہ کوئی ان کی بات نہ سن سکے اگرچہ دیکھنے دکھانے میں جلوت ہو کہ لوگ دونوں کو دیکھ رہے ہوں اور خلوت شرعیہ یہ ہے کہ سننے اور دیکھنے کے لحاظ سے خلوت تنہائی ہو کہ نہ کوئی دیکھے نہ کلام سنے، خلوت شرعیہ نامحرم کے ساتھ حرام ہے مگر خلوت لغویہ بوقت ضرورت حلال ہے یہاں (اس حدیث) میں خلوت لغویہ تھی شرعیہ نہ تھی کہ یہاں گلی میں وہ دیوانی حضور کو لئے الگ کھڑی ہے، راہ گیر یہ ماجرا دیکھ رہے ہیں مگر اس کی عرض و معروض اور حضور علیہ السلام کا جواب نہیں سن رہے مسجد کے گوشہ میں، گلی کوچہ میں دن کے وقت یہی خلوت ہو سکتی ہے لہٰذا یہ حدیث اس فرمان عالی کے خلاف نہیں کہ کوئی شخص اجنبی عورت کے ساتھ خلوت نہ کرے نہ اس کے خلاف ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا تھا دیکھو یہ تو میری زوجہ ہیں (الحدیث) کیونکہ وہاں خلوت شرعیہ کا ذکر اور یہاں خلوت لغویہ واقعہ ہوئی۔

الحمدللہ فقیر کو یہ خواب آج بارہ ذی الحج تیرہ سو تراسی ہجری 1383ء بہ مطابق بارہ مارچ انیس سو اڑسٹھ 1968 میں دکھایا گیا اور راہبری فرمائی گئی سہ شنبہ کا دن تھا اور دوپہر کا وقت تھا، وہ ہی تشریح اس گناہ گار نے سپرد قلم کردی یہ ہے میرے آقا کی کرم نوازی ﷺ۔

(مراۃ شرح مشکوۃ ج 6 ص 83 تا ص 84)

۶ اس گناہ گار فقیر احمد یار نے اپنی داڑھی سے حضور ﷺ کی پائنتی شریف (پاؤں والی جگہ) کی چوکھٹ جھاڑی ہے، خدا کرے یہ داڑھی جو اس آستانہ کی جھاڑو بنی ہے میری بخشش کا ذریعہ بن جائے۔ (مراۃ شرح مشکوۃ ج 8 ص 61)

۷ حضور انور ﷺ کے ہاتھ مبارک موٹے موٹے تھے گوشت سے بھرے ہوئے، جیسا

کہ اس حدیث میں ذکر ہوا، مگر نرم بھی تھے اس گناہ گار نے ایک بار خواب میں اس دست اقدس کو بوسہ دیا ہے بالکل ایسے ہی دیکھے کہ مصافحہ ہوا تو کلیجہ ٹھنڈا ہو گیا رب تعالیٰ پھر نصیب کرے۔

خدا نے انکو اپنے حسن کے سانچے میں ڈھالا ہے
وہ آئے اس جہاں میں سب حسینوں سے حسین ہو کر

(مراۃ شرح مشکوۃ ج 8 ص 6 مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ لاہور)

٨ بد صورتی، بد خلقی، بخیلی اور بزدلی انسان کے لئے عیب ہیں، اللہ تعالیٰ ان سے اپنے نبیوں کو محفوظ رکھتا ہے، حضور انور چونکہ تمام نبیوں کے سردار ہیں اس لئے ان عیوب سے بہت دور تھے، حضور حسین تھے تو ایسے کہ اللہ کے محبوب ہوئے، سخی ایسے کہ آج بھی بلکہ قیامت تک لوگ پرورش پاتے رہیں گے انکی سخاوت کی وجہ سے، علماء، صوفیاء، نعت خوان اور مشائخ اس بارگاہ سے پل رہے ہیں، ان کا جود و کرم اور سخاوت کوئی مجھ جیسے کمینے سے پوچھے حضور کی کرم نوازی مجھ پر اتنی کہ میں بیان نہیں کر سکتا۔

ہم نے خطاء میں نہ کی، تم نے عطاء میں نہ کی ‏ ‏ ‏ کوئی کمی سرورا تم پہ کروڑوں درود

مرزا قادیانی ایسا بزدل تھا کہ ڈر کے مارے حج کو نہ گیا، والیٔ افغانستان کو اپنی نبوت کی دعوت نہ دی، انھوں نے جواب دیا ایں جا بیا، کہ ادھر آؤ اور تبلیغ کرو مرزا نہ گیا، سچے نبی کبھی بزدل نہیں ہوتے، اسی شجاعت کی بناء پر رب نے فرمایا **فقاتل فی سبیل اللّٰہ** اے محبوب اکیلے ہی کافروں سے جہاد کرو آپ ہی کو جہاد کا حکم دیا جاتا ہے۔ **لا تکلف الا نفسك و حرض المومنین علی القتال** ۔اور مومنوں کو بھی جہاد کی رغبت دلاؤ، حضور علیہ السلام اکثر خچر پر سواری کرتے کہ وہ پیچھے نہیں پلٹتا۔ (مرقات، مراۃ شرح مشکوۃ ج 8 ص 80)

● اس گناہ گار فقیر نے ایک صبح کو جالی شریف پر ایسے انوار دیکھے جو بیان نہیں ہو سکتے، وہ نظارہ اب تک یاد ہے، اللہ پھر دکھائے۔

ایں کرم بار دیگر کن

(مراۃ ج 8 ص 150)

۱۰ مولانا عبدالنبی کوکب علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ جب حضرت حکیم الامت نے "امیر معاویہ پر ایک نظر" کتاب لکھی تو اس موقع پر زیارت نبی سے مشرف ہوئے سرکار فرما رہے تھے کہ تم نے میرے صحابی کی عزت بچانے کی کوشش کی ہے اللہ تمہاری عزت بچائے گا۔

۱۱ ایک دفعہ حضرت حکیم الامت علیہ الرحمۃ خشکی کے راستہ زیارت حرمین شریفین کے لیے تشریف لے گئے اس موقع پر آپ طویل عرصہ مدینہ شریف ٹھہرے فرماتے تھے کہ جی چاہتا ہے کہ کوئی صورت نکلے تو یہیں ہمیشہ کی سکونت نصیب ہو جائے، مسجد نبوی کے قریب رہنے والے کسی صاحب کو خواب میں حضور علیہ السلام کی زیارت ہوئی اور ان سے فرمایا گیا کہ مفتی صاحب کو کہا جائے وہ گجرات واپس جائیں اور تفسیر لکھیں دوسرے دن یہ خواب اور پیغام حکیم الامت کو بتایا گیا آپ کو بے حد اطمینان ہوا کہ اگر واقعی سرکار علیہ السلام کا فرمان ہے تو آج سے گجرات ہی میرے لئے مدینہ ہے۔ (حیات سالک ص 127 مطبوعہ نعیمی کتب خانہ گجرات)

حالات زندگی اور فتاویٰ نعیمیہ میں ہے کہ حکیم الامت علیہ الرحمۃ کو سیدنا خضر علیہ السلام کی زیارت ہوئی جمعہ کا وقت تھا۔ خیال رہے کہ حضرت خضر علیہ السلام کے متعلق دو قول ہیں ایک یہ کہ وہ نبی ہیں دوسرا یہ کہ وہ ولی ہیں صحیح یہ کہ وہ نبی ہیں۔ تفصیل کے لیے تفسیر نعیمی ج 15 ملاحظہ ہو۔ راقم الحروف عفی عنہ ربہ۔

ان امثلہ سے ظاہر ہے کہ آپ علیہ الرحمۃ پر حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے بہت انعام واکرام اور الطاف تھے، یہ مقبولیت نہیں تو اور کیا ہے کیا غیر مقبول بھی ایسے انعامات سے نوازے جاتے ہیں۔

مقبولیت عند الصحابۃ رضی اللہ عنہم:

بہت اختصار سے بقدر ضرورت امثلہ درج ذیل ہیں۔

۱ خیال رہے کہ اللہ کے رسول کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سب سے زیادہ رحم و کرم کرنے والے رحیم و کریم ہیں، ان کا رحم و کرم تو مجھ سے پوچھو، اللہ انکی قبر نور سے

بھر دے، مجھ پر ان کا اور ان کی دختر جمیلہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ طیبہ طاہرہ رضی اللہ عنہا نورووالی نورانی صورت کا بہت ہی احسان ہے۔

(مراۃ ج 8 ص 360، مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ لاہور)

صوفیائے کرام فرماتے ہیں کہ حضور انور ﷺ جناب عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں رہتے ہیں، جو بھی ثواب اور ختم شریف وغیرہ کا ہدیہ کرنا ہو اس میں ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا نام شریف ضرور لو، ان کے توسط سے بارگاہ رسالت میں پیش کیا جائے تو ضرور قبول ہوتا ہے، فقیر حقیر احمد یار کی نیت پختہ ہے کہ اب کی بار رب نے حج نصیب کیا تو انشاء اللہ جناب ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی طرف سے حج بدل کروں گا اور عمرہ جناب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف سے کروں گا، اس گناہ گار پر ان دونوں سرکاروں کے بڑے کرم ہیں، مجھے انھوں نے ہی اپنے قدموں سے لگا کر باریاب کیا ہے رضی اللہ عنہما اللہ ان دونوں کا بھلا کرے۔ (مراۃ شرح مشکوۃ ج 8 ص 392 مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ لاہور)

٣ آج رات یوں ہی معمولی سی نیند آئی صبح تڑکے آٹھ بجے ہماری آنکھ کھل گئی، چاروں طرف پہاڑی درمیان میں حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کا مزار شریف ہے، اس جنگل میں جیسا نور دیکھا پہلے کبھی نہ دیکھا تھا۔

باجماعت نماز پڑھ کر پہاڑ پر روانہ ہو گئے (خیال رہے کہ یہ عرب کے وقت کے حساب سے کہا) پندرہ بیس منٹ میں چوٹی پر پہنچ گئے، اب آپ کا مزار پر انوار ہماری آنکھوں کے سامنے ہے، اس قبر شریف پر قبہ بنا ہوا تھا برابر میں مسجد شریف تھی، مگر نجدیوں نے قبہ اور مسجد دونوں گرادی ہیں، قبر شریف بھی اکھڑی ہوئی ہے مگر اس کے باوجود قبر انور اور پہاڑ میں ایسے انوار کی بارش ہے، کہ آج تک میں نے کہیں نہ دیکھے وہاں پہنچتے ہی حجاج قبر انور سے لپٹ گئے، روتے روتے سب کی ہچکیاں بند ہو گئیں۔ حجاج کے آنسوؤں سے قبر شریف کے پتھر بھیگ گئے، اے پیارے نبی کی اماں جان، پیارے نبی کو گود میں کھلانے والی، جیسی آوازوں کا شور مچ گیا، صاحبزادہ حیدر حسین شاہ صاحب نے گلاب کے پھولوں کی قبر انور پر بارش کر دی پتھروں پر عطر

ملا اگربتیوں کے پورے بنڈل سلگائے، پھر سب نے فاتحہ شریف پڑھی پھر میلاد شریف پڑھا، پھر قیام اور سلام کیا۔ مزار شریف پر مجھے ایک تسبیح ملی، جو یہاں حاضری کے وقت نہ تھی، اب نظر آئی سمجھ گیا کہ یہ عطیہ شاہانہ ہے، جو مجھے دیا گیا ہے وہ تسبیح میرے پاس ہے۔

(سفرنامہ 233 مطبوعہ نعیمی کتب خانہ گجرات)

نوٹ:

حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کا ذکر خیر میں نے صحابہ کرام کے تحت اس لئے کیا کہ میرا یہ عقیدہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی والدہ کافرہ اور مشرکہ نہ تھیں، جیسا کہ دیوبندیوں کا غلط اور فاسد نظریہ ہے کہ نعوذ باللہ وہ کافرہ اور مشرکہ تھیں، ویسا عقیدہ میرا ہرگز ہرگز نہیں میں دلائل کا ہرگز قائل نہیں جن سے نبی کی والدہ ماجدہ کو کوئی کافرہ اور مشرکہ ثابت کرتا پھرے، مقام عقیدت میں میرے کان ان دلائل سے بہرے ہیں، میری آنکھیں ان دلائل سے اندھی ہیں، میری زبان گونگی ہے، میرے ہاتھ شل ہیں جو یہ لکھیں کہ نعوذ باللہ وہ کافرہ اور مشرکہ تھیں۔ وہ ساری روایات باطل ہیں، کیسے ہوسکتا ہے کہ سارا باغ ان کے گھر کا ہو اور وہ خود ایمان سے محروم ہوں روایت کا ضعف تسلیم کرنا آسان ہے راوی کی غلطی مان لینا آسان ہے لیکن حضور علیہ السلام کی والدہ اور والد کا کفر و شرک ماننا سخت ترین مشکل ہے بلکہ ناممکن ہے، تعجب اور صد افسوس اس عقل و علم پر جو راوی کی حمایت میں والدین مصطفیٰ کا کفر و شرک مان کر ان کو کافر و مشرک قرار دے اور ابدی جہنمی کی سزا تجویز کرے، کس شریعت کا انھوں نے انکار کیا کہ وہ کافر ہوں، کون سے نبی کو جھٹلایا، کس بت کی پوجا کی، کس صنم کے آگے وہ جھکے؟ کس نبی نے ان پر اپنی نبوت پیش کی تو انھوں نے نہ مانا؟ مزید تفصیل کے لیے یہ مبارک کتابیں مطالعہ کرو۔

تفسیر نعیمی ج 1 از حضرت حکیم الامت علیہ الرحمۃ۔

تبیان القرآن از حضرت مولانا غلام رسول صاحب سعیدی مدظلہ

نور العینین از شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد علی صاحب نقشبندی علیہ الرحمۃ۔

رسالہ ابوین مصطفیٰ کا ایمان از حضرت فیض احمد اویسی صاحب مدظلہ کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ از حضرت مولانا عبدالرحمٰن الجزیری علیہ الرحمۃ:

مقبولیت عندالاولیاء رحمہم اللہ:

چند امثلہ اور عبارادت درج ذیل ہیں۔

1. حضرت سید نظام علی شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میں حکیم الامت علیہ الرحمۃ کے ساتھ حضرت یحیٰ سرکار علیہ الرحمۃ کے مزار شریف کی طرف جا رہا تھا راستہ میں ایک بدمذہب کا مکان تھا اس نے ہم پر اپنے دو پالتو خونخوار کتے چھوڑ دیے وہ بھونکتے ہوئے ہماری طرف تیزی سے آگے آ رہے تھے خود وہ اپنے مکان پر کھڑا دیکھ رہا تھا، میں اپنے لئے اور حضرت کے لئے بہت گھبرایا عرض کی اب کیا بنے گا؟ آپ نے فرمایا کھڑے نہ ہونا آگے بڑھتے رہو جب کتے بالکل قریب آگئے تقریباً دو چار گز کا فاصلہ ہوگا کہ کسی نہ نظر آنے والی قوت نے ان کو کوئی ضرب لگائی وہ چیختے ہوئے دائیں بائیں ہو گئے، دوسرے دن پتہ چلا کہ دونوں کتے مر گئے میں نے آپ سے یہ واقعہ عرض کیا تو آپ نے فرمایا کہ ہمارے بچانے والے بھی ہمارے ساتھ ہی رہتے ہیں۔ (سوانح عمری ص 32، مطبوعہ نعیمی کتب خانہ گجرات پاکستان)

2. محترم سید علی صاحب کا بیان ہے فرماتے ہیں کہ میں نے ایک دن استاد محترم قبلہ (حکیم الامت) کی خدمت میں عرض کیا کہ آپ روزانہ حضرت کانواں والی مجذوب سرکار علیہ الرحمۃ کے مزار شریف پر حاضری دیتے ہیں گجرات کے وہابی اعتراض کرتے ہیں کہ اتنا باشرع عالم دین ایک پاگل مجنون کی قبر پر روزانہ حاضری دیتا ہے فاتحہ خوانی کرتا ہے اس کے عمل مذکور کی وجہ سے اس پاگل کے متعلق عوام کے دل میں احترام پھیل رہا ہے، پیدا ہو رہا ہے یہ گمراہی ہے، لوگ اس کو ولی سمجھنے لگے ہیں حالانکہ ہے نہیں تو آپ علیہ الرحمۃ نے فرمایا ان کے اعتراض کی کیا پرواہ یہ بدنصیب تو مدینہ شریف کی حاضری سے بھی روکتے ہیں اور خود بھی حج کر کے صرف مکہ مکرمہ سے ہی واپس آ جاتے ہیں اگر آپ کو اپنے سوال و اعتراض کا جواب لینا ہے تو کسی دن ساتھ چلے آؤ، فرماتے ہیں میں اسی وقت تیار ہوا کہ آج جاؤں گا، سو چل پڑا دوران راہ حضرت قبلہ نے فرمایا کہ جب وہاں سے فاتحہ خوانی کر کے واپس ہوں گے تو

آپ نے نہ کوئی کلام کرنا ہے نہ ہی پلٹ کر دیکھنا ہے خاموشی سے آنا، بلکہ درود تاج شریف پڑھتے ہوئے واپس ہونا، میرے کہنے بولنے تک بالکل خاموش رہنا۔

حضرت کی مسجد سے لیکر مزار شریف تک تقریباً دو میل کا راستہ ہے درمیان میں جلال پور روڈ ہے، ہم واپس آرہے تھے تو محسوس ہوا کہ کوئی تیسرا بھی ہمارے ساتھ آرہا ہے اس کے قدموں کی چاپ و آہٹ محسوس ہوئی لیکن میں نے مڑ کر نہ دیکھا لہٰذا نہ جان سکا کہ کون ہے؟ جب ہم سڑک پر آگئے تو وہ آواز آنا بند ہوگئی، آپ نے مجھ سے پوچھا کہ کیا کچھ محسوس ہوا، عرض کی ہاں کسی کے آنے کی، اور اس کے چلنے کی آواز محسوس ہوتی تھی، فرمایا، یہ پچی سرکار علیہ الرحمۃ المعروف کانوں والے تھے جو روزانہ واپسی پر مجھے چھوڑنے آتے ہیں اگر کسی دن نہ جاؤں تو میرا انتظار کرتے رہتے ہیں۔خیال رہے یہ بزرگ اپنے کھانے درختوں کے نیچے ڈال دیتے تھے پرندے خصوصاً کوے آتے اور کھا جائے لوگوں نے ان کا نام ہی کانواں والی سرکار رکھ دیا۔(سوانح عمری ص 35 مطبوعہ نعیمی کتب خانہ گجرات)

خیال رہے کہ یہ کرامت ہے اور کرامت کا معنیٰ ہی یہ ہے کہ وہ خلاف العقل ہو اور ولی کے ہاتھ پر ظاہر ہو، جیسے معجزہ کی تعریف یہ ہے کہ وہ خلاف العقل اور عقل کو بے بس او عاجز کردینے والا امر ہوتا ہے۔

جو نبی سے بعد از دعویٰ نبوت صادر ہوتا ہے، کرامت اور معجزہ دونوں کا ثبوت قرآن سے ہے تفصیل کے لئے دیکھیں تفسیر نور العرفان۔راقم الحروف عفی عنہ ربہ

۳ حضور غوث پاک علیہ الرحمۃ کی بارگاہ شریف میں عرض کیا گیا کہ قسمت سے عمر میں ایک بار یہ حاضری نصیب ہوئی ہے اگر دیدار و حضوری کے بناء چلے گئے تو بہت صدمہ ہوگا ادھر کمپنی کی طرف سے اعلان ہوگیا کہ ہرگز ٹھہرنا نہیں ہے خدا کی شان کہ جس راستہ سے بس کو جانا تھا وہ بند تھا، سڑک ٹوٹی ہوئی تھی، پولیس نے بسوں کو روک دیا، بسیں دوسرے راستہ سے گزریں، دل تڑپ گئے، جناب غوث پاک علیہ الرحمۃ کی بارگاہ شریف آگئی، بعض لوگوں نے چلتی بس سے کودنا چاہا، رب کی شان کہ کسی وجہ سے بسیں رکیں، پھر کیا تھا کہ عشاق کود پڑے، بسیں خالی ہوگئیں، اور

محبوب کے دربار میں دیوانہ وار پروانہ وار پہنچ گئے اولاً وضو کیا، پھر مسجد شریف میں حاضری دی، پھر روضہ مطہرہ پر حاضر ہوئے، دروازہ بند تھا، برآمدہ میں خلقت جمع ہوگئی، فاتحہ پڑھتے رہے، عرض کیا، سرکار جب بلایا ہے تو اندر آنے کی اجازت دے دیں، اچانک چابی بردار تشریف لائے دروازہ کھلا لوگ دیوانہ وار یاغوث کے نعرے مار کر بے تحاشہ اندر داخل ہوگئے پھر کیا تھا جی بھر کر زیارت کی، نہ معلوم کیا وقت تھا، کہ شور سا مچ گیا لوگوں کی زبان پر یہ تھا کہ اے چوروں کو قطب بنانے والے ہم بھی چور ہیں آپ کے دروازے پر آئے ہیں، ہم پر نگاہ کرم فرمائیں، اگر چہ قافلے میں مختلف خیال کے آدمی بھی تھے مگر جناب غوث پاک علیہ الرحمۃ نے اس وقت سب کو تڑپا دیا، عجیب سماں تھا جو آج تک کبھی نہ دیکھنے میں آیا، ایک گھنٹہ حاضر خدمت رہے۔ (سفرنامہ ص 59 تا ص 60، مطبوعہ نعیمی کتب خانہ گجرات پاکستان)

مقبولیت عند العلماء:

اس عنوان پر بہت کچھ عرض کیا جاسکتا ہے لیکن کچھ عرض کروں گا کیونکہ عیاں راچہ بیاں؟ مقبول بارگاہ نبوی اور مقبول بارگاہ صحابہ کرام اور مقبول بارگاہ اولیاء کرام کو مقبولیت عند العلماء کیوں نہ ہوگی، اچھوں کو تو ہر کوئی گلے لگاتا ہے چند مثالیں درج ذیل ہیں۔

1. حضرت قبلہ اشرفی میاں ولی بھی تھے اور عالم بھی انھوں نے آپ کو فرمایا میری پشت سے پشت جوڑو، آپ نے جوڑی، پھر انھوں نے بشارت دی کہ رب تمہیں دو فرزند عطا کرے گا، ان کے نام ہمارے موجود بیٹوں کے ہم نام کر کے رکھنا، چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ (فتاوی نعیمیہ ج 1 ص 348 ملخصاً، مطبوعہ ضیاء القرآن لاہور)

2. حضرت مفتی اقتدار احمد خان نعیمی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ مجھ پر آپ نے بہت محنت کی تھی میں نے اٹھارہ سال کی عمر میں پہلا فتویٰ تھا اب تک بحمدہ تعالیٰ ہزار سے زیادہ فتوے دے چکا ہوں مجھے حضرت نے جبہ شریف دیا اور اسکی برکات بھی بتائیں اور فرمایا کہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ نے یہ جبہ قابل سمجھ کر حضرت صدر الافاضل علیہ الرحمۃ کو دیا تھا اور انھوں نے قابل سمجھ کر مجھے دیا اور اب تمہیں قابل

جان کر عنایت کر رہا ہوں تم پر اس کے فیوض و برکات عنقریب کھلیں گے۔

(فتاویٰ نعیمیہ ج 2 ص 478 ملخصاً، مطبوعہ ضیاء القرآن لاہور)

③ حضرت مفتی اقتدار احمد خان نعیمی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ جب حکیم الامت علیہ الرحمۃ نے کتاب لاجواب جاء الحق لکھی تو بڑی مقبول ہوئی عرب و عجم میں اسکی پذیرائی ہوئی اہل سنت نے اسے آنکھوں سے لگایا، علماء کرام نے پسند فرمایا، صوفیاء کرام نے قبول فرمایا، حضرت پیر سید جماعت علی شاہ صاحب علیہ الرحمۃ محدث علی پوری نے حضرت مصنف کو خلعت اور انعامات سے نوازا اور فرمایا اس کا اصلی صلہ بروز قیامت اللہ رسول سے دلوایا عرض فرمایا جائے گا، حضرت صدر الافاضل علیہ الرحمۃ نے اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کا جبہ شریف بطور انعام فرمایا۔

(راہ جنت بہ جواب راہ سنت ص 2 ملخصاً، مطبوعہ نعیمی کتب خانہ گجرات پاکستان)

④ آپ کو حکیم الامت کا لقب اس وقت کے بہت بڑے علماء اور اولیائے کرام نے عطا کیا تھا ان کے نام یہ ہیں۔

1. حضرت محدث اعظم سردار احمد خان علیہ الرحمۃ
2. حضرت سید غلام محی الدین علیہ الرحمۃ المعروف بابو جی گولڑہ شریف
3. حضرت غزالئ زمان سید احمد سعید شاہ کاظمی علیہ الرحمۃ
4. حضرت شیخ القرآن مولانا عبد الغفور ہزاروی علیہ الرحمۃ
5. حضرت مولانا پیر سید محمد حسین ابن سید پیر علی پوری علیہما الرحمۃ۔
6. حضرت مولانا قاری محمد احمد حسین رہتکی علیہ الرحمۃ
7. اور حضرت صدر الافاضل علیہ الرحمۃ کے صاحبزادگان علیہم الرحمۃ

(تفسیر نور العرفان 924 مع اضافہ، مطبوعہ نعیمی کتب خانہ گجرات)

⑤ حکیم الامت علیہ الرحمۃ نے ایک کتاب لکھی، علم القرآن اس کے بارے میں حضرت شیخ القرآن عبد الغفور ہزاروی علیہ الرحمۃ فرماتے تھے کہ یہ آپ کی تصنیف نہیں بلکہ آپ کی کرامت ہے۔ (تفسیر نور العرفان ص 924)

۶ حکیم الامت علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ میں ایک جلسے میں مدعو تھا، سٹیج پر عظیم علماء کرام بھی تشریف فرما تھے، جن میں علامہ عطاء محمد بندیالوی بھی تشریف فرما تھے، جب یہ بات شروع ہوئی کہ اس جلسہ کی صدارت کون کرے؟ علامہ بندیالوی بولے کہ مفتی صاحب کے ہوتے ہوئے اور کون صدر ہوسکتا ہے؟ بہر حال مجھے تقریر کے لیے باصرار کرسی پر بٹھایا اور خود دیگر علماء سمیت کرسیاں چھوڑ کر نیچے بیٹھ گئے اس صورت حال کو قبول کرنے پر ایسا مجبور کر دیا گیا کہ میں دل ہی دل میں اس متواضعانہ اخلاق پر متعجب اور خود پر نادم ہوتا رہا، دیکھو بھائی جہاں کمال ہوگا وہاں تواضع ہوگی اور جہاں کمال نہ ہو وہ تکبر ہوگا۔ (حیات سالک ص150، مطبوعہ نعیمی کتب خانہ گجرات)

۷ ہزارہ کے ایک مشہور و معروف عالم کامل جناب قاضی عبدالسبحان ہزاروی (کھلہ بٹ والے) کے بارے میں حکیم الامت علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ میں نے انکی عظمت کا اندازہ، انکی متواضع طبیعت اور اخلاق کریمانہ سے کیا، جب "مدرسہ رحمانیہ ہری پور ہزارہ میں تھے تو انھوں نے مجھے انتہائی اصرار کر کے وہاں ایک جلسے میں مدعو کیا، بس پھر کچھ نہ پوچھیے، جتنا وقت میں نے گزارا قاضی صاحب مرحوم تواضع کی سراپا تصویر بنے رہے میں نے دوسری مثال ایسی نہیں دیکھی کہ وقت کا اتنا بڑا عالم دوسرے عالم کی اس قدر توقیر کرے جیسے قاضی صاحب مرحوم و مغفور نے فرمائی، واپسی پر تانگے میں سوار ہونے لگا پاؤں میں کچھ تکلیف تھی اس لئے ذرا رکاوٹ پیدا ہوئی تو مرحوم لپک کر آگے بڑھے اور اپنے ہاتھوں سے میرے پاؤں کو تھام لیا، میری حیرت کی انتہاء نہ رہی میں نے عرض کی حضرت یہ آپ مجھ کو شرمندہ کر رہے ہیں، یہاں کئی طالب علم آپ کے شاگرد کھڑے ہیں وہ مجھے سہارا دے سکتے ہیں تو فرمایا کہ مہمان آپ میرے ہیں اس لئے آپ کی خدمت میرے ذمہ لازم ہے۔ (حیات سالک ص141 تا ص142، مطبوعہ نعیمی کتب خانہ گجرات)

نوٹ:

فقیر راقم الحروف عفی عنہ ربہ کو یہ عزت باری تعالیٰ نے نصیب کی ہے کہ دورہ حدیث

شریف اسی مدرسہ رحمانیہ میں کیا، وہاں کے درودیوار تک محبوب ہیں کہ مادر علمی بھی ہے اور میرے آئیڈیل کی گزروقیام گاہ بھی۔

اقامھا اللّٰہ وادا مھا مادامت السموات والارض.

خیال رہے کہ یہ مدرسہ ہری پور کے علاقہ میں واقع ایک بہت عظیم درگاہ چھوہر شریف کے زیرانتظام ہے، انیس سودو (1902) میں قائم کیا گیا تھا، خواجہ خواجگان حضرت عبد الرحمٰن چھوہروی علیہ الرحمۃ (متوفی انیس سواکیس 1921) اس کے بانی ہیں یہ وہی عظیم بزرگ ہیں جنہوں نے مجموعہ صلوات الرسول کے نام سے دورشریف کے تیس پارے لکھے تھے، جس طرح امام بخاری علیہ الرحمۃ کی بخاری شریف تیس 30 پاروں پر مشتمل ہے، مجموعہ صلوۃ الرسول کا ترجمہ پانچ جلدوں میں ہے جو حضرت مولانا شیخ الحدیث محمد اشرف صاحب سیالوی مدظلہ نے کیا ہے، یہ بھی خیال رہے کہ آج کل یہاں کے مرکزی شیخ الحدیث جناب حضرت مولانا مفتی محمد ایوب ہزاروی صاحب مدظلہ ہیں۔ان سا کامل الاخلاق استاذ میں نے پوری عمر نہ دیکھا نہ ہی کسی میں ان کی سی سخاوت نظر آئی۔

انھوں نے مجھے دوران تعلیم بخاری شریف فرمایا تھا کہ میں نے انیس سوچھپن (1956) میں حضرت حکیم الامت علیہ الرحمۃ کے ساتھ نشست کی سعادت حاصل کی تھی حضرت مولانا مفتی محمد ایوب ہزاروی دامت برکاتہم العالیہ حضرت شیخ الحدیث مولانا غلام رسول جماعتی علیہ الرحمۃ کے شاگرد ہیں۔

بہرحال خلاصۃ الکلام یہ کہ حضرت حکیم الامت علیہ الرحمۃ ہردل عزیز شخصیت تھے، ان الذین امنو اوعملو الصالحات سیجعل لھم الرحمن ودا ٥ کا مژدہ آپ کو بھی بفضلہٖ تعالیٰ شامل وحاصل تھا۔

مقبولیت عندالعوام:

آپ علیہ الرحمۃ جب خواص کے نزدیک مقبول تھے، عوام کے نزدیک کیوں نہ ہوں گے، آج تک کوئی سلیم الفطرت، صحیح الذوق اور سنی آدمی ایسا نہیں دیکھا گیا جس نے آپ علیہ الرحمۃ کو مقبول نہ جانا ہو، آپ کی کتب بڑی دلچسپی سے پڑھی جاتی ہیں آپ کا تذکرہ بڑی محبت

سے کیا جاتا ہے، لوگ آپ کا نام بڑے احترام اور اہتمام سے لیتے ہیں، حضرت، مولانا، الحاج مفتی حکیم الامت ستون اہل سنت مفسر شہیر وغیرہ جیسے احترامی الفاظ والقاب کا ذکر کر کے پھر نام مبارک ذکر کرتے ہیں اور آخر میں علیہ الرحمۃ، قدس سرہ رضی اللہ عنہ، رحمہ اللہ، رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ جیسے دعائیہ الفاظ لکھتے بولتے ہیں، کیا یہ مقبولیت کی نشانی نہیں، خود اندازہ کر لو خدائے ذوالجلال نے اس شخص کو کیسا مرتبہ عطا فرمایا، کہ ہر دور کے لوگوں کے محبوب ومرغوب ٹھہرے، خود میرا اپنا یہ حال ہے کہ جب ان کا ذکر کروں یا سنوں تو دل میں محبت والفت کا سمندر ٹھاٹھیں مارنے لگتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی محبت والفت میرے دل میں ڈال کر مجھ پر کتنی بڑی مہربانی فرمائی ہے حالانکہ من دانم کہ من آنم بہر حال یہ اس کی محبت ہے اس کی مہربانی ہے اس کا فضل ورحمت ہے کہ مجھے اپنے پیاروں سے محبت کی توفیق دی اللہ سے یہی دعا ہے کہ وہ اس محبت کو سلامت رکھے (آمین)

کیونکہ اس کا قانون ہے کہ سبقت رحمتی علی غضبی۔

احب الصالحین ولست منھم
لعل اللّٰہ یرزقنی صلاحاً

وان من السعادۃ ان یطول عمر العبد و یرزقہ اللّٰہ عزوجل الانابۃ

(مشکوۃ)

نتیجہ بحث:

1. حکیم الامت علیہ الرحمۃ پر اللہ تعالیٰ اور رسول پاک ﷺ کی بہت مہربانی تھی۔
2. صحابہ کرام اور اولیائے کرام نے بھی نوازشات فرمائیں۔
3. علماء کرام اور عوام کے بھی محبوب ومرغوب تھے، اب بھی ہیں اور تا قیام قیامت یہ نعمت آپ کو حاصل رہے گی باری تعالیٰ نہ چھینے گا۔

باب ۲۱

حکیم الامت بطور نکتہ دان

1. نکتہ دان کا مفہوم
2. نکتہ دان کی شرائط
3. حکیم الامت علیہ الرحمۃ کی نکتہ دانی پر ایک نظر
4. نتیجہ بحث

باب ۱۹

حکیم الامت بطور نکتہ دان

(1) نکتہ دان کا مفہوم:

(2) نکتہ دان کی شرائط:

(3) حکیم الامت علیہ الرحمۃ کی نکتہ دانی پر ایک نظر:

(4) نتیجہ بحث:

نکتہ دان کا مفہوم:

نکتہ کا مادہ ہے ن، ک، ت، (نکت)، معنی ہے کہ کریدنا باریکی میں جانا اوپر والی تہہ ہٹانا نکتہ کو بھی اس لئے نکتہ کہا جاتا ہے کہ وہ کلام کو کرید کر باریکی سے حاصل کیا جاتا ہے اور دان کے معنی ہیں جاننے والا (مراۃ مع اضافہ) اس کی جمع ہے نکات، بروزن جہات۔

معنی کا حاصل یہ نکلا کہ وہ صاحب عقل وعلم جو کلام کی گہرائی تک جائے اور باریک و لطیف باتیں معلوم کرے۔

نکتہ دان کی شرائط:

بنیادی شرائط سے کچھ درج ذیل ہیں۔

1. نکتہ قرآن وسنت کے متعارض نہ ہو کیونکہ وہ خلاف ہونے کی وجہ سے مردود ہوگا لہٰذا نکتہ دان کا قرآن وحدیث پر گہرے مطالعہ والا ہونا بنیادی شرط ہے۔
2. صاحب علم ہو کیونکہ یہ جاہل کے بس کی بات نہیں۔
3. صاحب عقل ہو کیونکہ عقل نہ بود تو لد چہ سود۔
4. علوم متدولہ کا ماہر ہو کیونکہ نکتہ کی متعدد جہات ہوتی ہیں کوئی بلاغت سے متعلق ہوتا ہے کوئی صرف ونحو سے اور کوئی دیگر علوم سے متعلق ہوتا ہے۔

حکیم الامت علیہ الرحمۃ کی نکتہ دانی پر ایک نظر:

اللہ تعالیٰ نے حکیم الامت علیہ الرحمۃ کو قرآن اور حدیث فہمی کی نعمت عطا فرمائی تھی آپ کی کتب کے مطالعہ کرنے والے پر عیاں ہے کہ آپ کا ذہن وعقل اور علم وفراست کتنی وسیع تھی حکیم الامت علیہ الرحمۃ کے باریک اور لطائف علمیہ سے کچھ نکات وفوائد درج ذیل ہیں ملاحظہ فرمایئے:

آیت مبارکہ: ورفعنا فوقهم الطور بميثاقهم وقلنا لهم ادخلوا الباب سجداً وقلنا لهم لاتعدوا فى السبت واخذنا منهم ميثاقا غليظاo

ترجمہ: اور ہم نے ان کے اوپر کوہ طور اٹھالیا ان کا وعدہ لینے کے لیے، اور ہم نے ان سے کہا کہ تم سجدہ کرتے ہوئے دروازے میں داخل ہو جاؤ اور ہم نے ان سے کہا کہ ہفتہ کے بارے میں تم حد سے نہ بڑھو اور ہم نے ان سے مضبوط وعدہ لیا۔

فوائد و نکات:

١ جیسے حضور ﷺ تمام انبیاء کے سردار ہیں ایسے ہی آپ کی امت تمام امتوں کی سردار ہے اسکی کئی وجوہ ہیں ایک یہ ہے کہ یہ امت بہت وفادار اور اطاعت شعار ہے، اسلام کے سارے احکام اس امت نے خندہ پیشانی سے قبول کر لیے دیکھو یہود نے توریت قبول تو کر لی مگر اس وقت جب کوہ طور ان کے سر پر لا کھڑا کیا گیا تفسیر صاوی میں ہے کہ جب طور کا پہاڑ ان پر لایا گیا تو انہوں نے سجدہ اس طرح کیا کہ ان کی پیشانی کا ایک حصہ زمین پر تھا مگر آنکھیں پہاڑ کی طرف لگی ہوئی تھیں اب تک ان کا سجدہ اسی طرح ہوتا ہے نیز انھوں نے صرف زبان سے مانا تھا دل سے منکر تھے حضرات صحابہ کرام نے قرآنی احکام مان کر عمل کر کے دکھا دیئے خیال رہے کہ تورات کے آنے کا دن یہود کے لئے مصیبت و آفت کا دن تھا مگر قرآن مجید کے آنے کا دن بلکہ اسکی آمد کا مہینہ مسلمانوں کی عید کا مہینہ ہے ماہ رمضان اور شب قدر مسلمانوں کی خوشی کے دن ہیں کہ اب بھی چودہ سو برس کے بعد مسلمان قرآن کے نزول کے مہینہ میں زیادہ شکریہ ادا کرتے ہیں عبادات کرتے ہیں خوشیاں مناتے ہیں یوں ہی صاحب قرآن ﷺ کی تشریف آوری کا دن اور تاریخ مسلمانوں کی عیدوں کے دن ہیں یہ ہے فرق قوم موسیٰ میں اور قوم محمدی میں ﷺ۔

٢ قرآن کا آہستہ آہستہ نازل ہونا تئیس سال میں تکمیل ہونا اللہ کی خاص رحمت ہے دیکھو تورات کے سارے احکام یکدم آئے تو یہود گھبرا گئے مسلمانوں کو سارے احکام آہستگی سے منوا دیئے گئے۔

٣ جب بندہ کو رب سے بہت قرب ہو جاتا ہے تو رب بندے کے کام کو اپنا کام قرار دیتا ہے فرماتا ہے کہ میں نے کیا اور رب کے کاموں کو بندہ اپنے کام قرار دیتا ہے

کہ میں نے کیے یہ شرک نہیں بلکہ یگانگت واشتراک ہے کوہ طور کو بنی اسرائیل پر فرشتوں نے اٹھایا تھا مگر رب نے فرمایا رفعنا کہ ہم نے اٹھایا حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں کہ مردے میں زندہ کرتا ہوں باذن اللّٰہ اور اندھوں کوڑھوں کو شفاء دیتا ہوں حضرت جبریل نے حضرت مریم سے کہا تھا کہ میں تجھے ستھرا بیٹا دیتا ہوں لاھب لک غلاما زکیا ٥

۴ ڈراور خوف کا ایمان اور بعض وعدے معتبر ہیں اگر کوئی شخص خوف سے ایمان لے آئے اب اسکو مرتد ہونے کی اجازت نہ دی جائیگی دیکھو یہود کا وہ عہد و میثاق شرعا معتبر ہوا جوانھوں نے خوف جان کی بناء پر کیا تھا۔

۵ کسی کو جبراً مسلمان بنانا جائز نہیں ہے رب فرماتا ہے لا اکراہ فی الدین مگر مسلمان کو جبراً برائیوں سے روکنا اور جبراً عمل کرانا جائز ہے دیکھو بنی اسرائیل سے جبراً توراۃ منوائی گئی یہ فائدہ ورفعنا سے حاصل ہوا فتاوی شامی میں ہے کہ اسلامی سلطان ماہ رمضان کی بے حرمتی کر کے اعلانیہ کھانے پینے والے مسلمان کو قتل کر سکتا ہے یہی ہے تقویٰ پر مجبور کرنا۔

۶ اصحاب موسیٰ سے اصحاب مصطفیٰ علیہ السلام افضل ہیں دیکھو رب تعالیٰ نے اصحاب موسیٰ علیہ السلام کے ان حالات کا ذکر کیا مگر جب آیت کریمہ وان تبدوا ما فی انفسکم اور تخفوہ یحاسبکم بہ اللّٰہ نازل ہوئی تو صحابہ کرام نے عرض کیا کہ دلی خطرات قبضہ سے باہر ہیں اگر ان پر پکڑ ہوئی تو نجات کیسے ہوگی تو حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ تم اصحاب موسیٰ ہو کہ کہتے ہو سمعنا و عصینا رب نے ان کی حمایت کرتے ہوئے ارشاد نازل کیا امن الرسول بما انزل الیہ من ربہ والمومنون ٥ یہ صحابہ کرام کی وفاداری اطاعت شعاری کی گواہی تھی اور اپنے قانون میں یوں تبدیلی و ترمیم کی کہ لایکلف اللّٰہ نفسا الا وسعھا۔۔ غرض یہ کہ جیسا فرق حبیب وکلیم میں ہے ویسا ہی فرق انکے اصحاب میں ہے۔

۷ بزرگوں کے شہر کی تعظیم کرنا بہت اچھی بات ہے دیکھو بستی اریحا میں حضرات انبیاء

کرام کے مزارات تھے رب نے انکی تعظیم اس طرح کرائی کہ یہود کو وہاں سجدہ کرکے گزرنے کا حکم دیا اسی طرح اور بھی مقامات مقدسہ کا ادب کرنا ضروری ہے رب تعالیٰ نے وادی طوی میں موسیٰ علیہ السلام کو نعلین شریف اتارنے کا حکم فرمایا کہ **فاخلع نعلیك انك بالواد المقدس طوی**، اب بھی مکہ معظمہ سے باہر جانے والوں کو حکم ہے کہ احرام باندھ کر داخل ہوں کیوں؟ شہر مکہ کا ادب کرنے کے لیے، حضرت امام مالک علیہ الرحمۃ مدینہ شریف میں کبھی بھی گھوڑے پر سوار نہ ہوئے کیوں؟ مدینہ شریف کی تعظیم کے لیے، بعض حضرات بزرگان دین کی قبروں کی طرف پیٹھ نہیں کرتے اور قرآن کی طرف پاؤں نہیں کرتے کعبہ شریف کی طرف پاؤں پھیلانا منع ہے کیوں؟ ان چیزوں کی تعظیم کے لیے، ان تمام اعمال کا ماخذ یہی آیت ہوسکتی ہے، ارشاد ہوا **ادخلوا الباب سجدا** بلکہ ایک ہی شہر میں مسجد کا اتنا ادب ہے کہ بے غسل آدمی وہاں نہ جاسکے جانے والے لوگ پہلے دایاں پاؤں داخل کرتے ہیں آتے وقت بایاں، کوئی بدبودار شئی مسجد میں نہ کھانے نہ لائے نہ کھا کر آئے کیوں؟ ادب کے لیے۔

۸ بزرگوں کے مزارات کے پاس عبادات قبول ہوتی ہیں دیکھو بنی اسرائیل کو حکم دیا گیا کہ مقام تیہ میں نہیں بلکہ مقام اریحایا بیت المقدس میں جا کر توبہ اور شکر ادا کرو تب قبول ہوگا ہم کو رب نے حکم دیا کہ توبہ کرنے کے لئے بارگاہ مصطفوی میں حاضر ہوکر توبہ کرو **فاستغفروا اللہ** جیسے بعض مقامات کی آب وہوا پھل پھول کے لئے بہت نفع مند ہے ایسے ہی مقربین کے قرب کی آب وہوا عبادات کے لیے بہت فائدہ مند ہے اس سے اور بہت سے مسائل حل ہوسکتے ہیں۔

۹ مسلمان کسی شہر کو فتح کرنے پر خوشی نہ کریں بلکہ رب تعالیٰ کا شکر ادا کریں فتح کو اپنی بہادری کا نتیجہ نہ جانیں بلکہ رب کا کرم سمجھیں یہ فائدہ **سجدا** کی دوسری تفسیر سے حاصل ہوا کہ یہ سجدہ شکر تھا مجاہد اور غازی جہاد میں تین باتوں کا خیال رکھیں ایک یہ کہ خدمت اسلام کی نیت سے جہاد کریں ملک گیری اور غنیمت کے لئے نہیں

دوسرے یہ کہ دوران جنگ مال حاصل کرنے کی کبھی بھی کوشش نہ کریں اللہ فتح دے تو سب کچھ ہمارا اپنا ہے، سوم یہ کہ اپنی جماعت یا قوت پر بھروسہ نہ کریں اللہ کے کرم پر بھروسہ کریں بعد فتح تکبر نہ کریں سجدہ شکر کریں انشاء اللہ فتح پاتے رہیں گے اللہ کا ذکر کرتے رہیں جم کر لڑیں رب کرم کرے گا۔

١٠ یہود پر ہفتہ کا سارا دن عبادت کے لئے خالی رکھنا لازم تھا کوئی یہودی اس دن دنیاوی کاروبار نہ کرسکتا تھا جیسا کہ **لا تعدو افی السبت** سے معلوم ہوا مسلمانوں پر اللہ نے یہ خاص کرم فرمایا کہ جمع کے دن صرف ان لوگوں پر کاروبار حرام فرمایا جن پر جمعہ کی نماز پڑھنا فرض ہے وہ بھی صرف تھوڑی دیر آذان اول سے لیکر ادائے جمعہ تک یعنی گھنٹہ سوا گھنٹہ اور وہ ہی کاروبار حرام کیے جو جمعہ کی تیاری میں رکاوٹ بنیں یہ تمام کرم اس کریم بندہ نواز مدنی محبوب ﷺ کے صدقہ سے ہیں جنکے امتی ہونے کا ہم کو شرف حاصل ہے۔

١١ ضدی، ہٹ دھرم کو ہدایت مشکل سے ملتی ہے وہ ہمیشہ ''کیوں'' اور ''کیسے'' کے چکر میں پھنسا رہتا ہے دیکھو حضور علیہ السلام کے ہم زمانہ یہودی تو ضدوں میں پھنسے رہے مگر حضرات صحابہ کرام حضور علیہ السلام کی اطاعت کر کے ملائکہ سے بھی افضل ہو گئے اللہ تعالیٰ اطاعت کی توفیق دے اور کج بحثی سے بچائے اس واقعہ میں ہم سب کے لیے سبق ہے۔

١٢ جو اسلام قبول کرنے کے بعد مرتد ہو جائے اس کو قتل کر دیا جائے اگر وہ قتل کی دھمکی سے پھر اسلام میں آجائے تو جائز ہے دیکھو یہ نبی اسرائیل پہلے مومن ہو چکے تھے پھر توریت کا انکار کر کے مرتد ہوئے جس پر کوہ طوران کے سروں پر لا کھڑا کیا گیا اور ان سے تورات کا اقرار کرایا گیا تب ان کو معافی دی گئی جب یہ لوگ بچھڑے کو پوج کر مرتد ہوئے تو انکو قتل کرا دیا گیا رب فرماتا ہے **اقتلو انفسکم** جو لوگ کہتے ہیں کہ مرتد کا قتل قرآن سے ثابت نہیں وہ ان آیات سے عبرت پکڑیں مرتد کے قتل والی احادیث کی تائید ان آیات سے ہوتی ہے۔ (تفسیر نعیمی ج6 ص42 مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ گجرات)

آیت مبارکہ: ورسلاً قد قصصنهم عليك من قبل ورسلاً لم نقصصهم عليك و كلم الله موسىٰ تكليما ، رسلاً مبشرين ومنذرين لئلا يكون للناس على الله حجة بعد الرسل و كان الله عزيزاً حكيماo

ترجمہ: اوران رسولوں کو جن کا ہم نے آپ سے ذکر کردیا اوران رسولوں کا جن کا ذکر آپ سے نہ کیا، اور اللہ نے موسیٰ علیہ السلام سے حقیقۃً کلام فرمایا، رسول خوش خبری دیتے اور ڈر سناتے کہ رسولوں کے بعد اللہ کے ہاں ان لوگوں کو کوئی عذر نہ رہے اور اللہ غالب حکمت والا ہے۔

فوائد ونکات:

1. قرآن کریم میں تمام انبیائے کرام کے تفصیلی قصے مذکورنہیں جیسا کہ **لم نقصصهم عليك** سے معلوم ہوا بلکہ تمام کے نام بھی صراحتاً مذکورنہیں صرف چند حضرات کے نام مذکور ہیں۔
2. حضرات انبیاء کرام کی تعداد مقرر نہ کرنی چاہیے بلکہ سارے نبیوں پر ایمان لانا چاہیے جتنے بھی ہوں کیونکہ قرآن نے ان کا ذکر خیر اجمالاً ہی کیا ہے تعداد انبیاء کی کوئی قطعی دلیل بھی نہیں ہے۔
3. موسیٰ علیہ السلام بہت شان والے پیغمبر ہیں کہ رب تعالیٰ نے خصوصیت سے ان کا علیحدہ ذکر فرمایا۔
4. اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرشتہ کے واسطہ کے بغیر کلام فرمایا اور بارہا فرمایا اور انھوں نے رب کا کلام حقیقۃً سنا جیسا کہ **كلم الله** سے معلوم ہوا اسی لئے آپ کا لقب کلیم اللہ ہے جو اس کلام کا انکار کرے وہ گمراہ ہے جیسے معتزلہ اور ہمارے زمانے کے لاہوری قادیانی مرزائی کیونکہ اس آیت کا انکار لازم آتا ہے۔
5. اللہ تعالیٰ نے حضرات انبیاء کرام کو خصوصی علیحدہ علیحدہ شانیں بخشی ہیں جو شخص تمام نبیوں میں یکساں صفات ڈھونڈے وہ گمراہ ہے دیکھو بغیر والد کے پیدا ہونا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی خصوصی صفت جو کہے کہ نبی وہ ہے جو بن باپ کے پیدا ہو وہ بے

دین ہے۔

❻ سارے نبی بشیر و نذیر ہوئے یعنی فرمانبرداروں کو ثواب و جنت کی خوش خبریاں سنانے والے ڈرانے والے یہ فائدہ مبشرین اور منذرین کے الفاظ سے حاصل ہوا جیسے ہر نبی کے لئے وحی لازم ہے ایسے ہی ان کے لئے بشارت و نذارت ضروری ہے۔

❼ حضرت انبیائے کرام بشارت پہلے کرتے ہیں احکام بعد میں دیتے ہیں کیونکہ انسان کا دل اعمال کا کارخانہ ہے جہاں اعمال بنتے ہیں اور انسان کا دماغ اعمال کی دکان ہے جہاں سے اعمال ملتے ہیں اور اعضاء ظاہری جگہ ہیں جہاں اعمال استعمال ہوتے ہیں اگر دل میں دنیا سے رغبت اور دنیاداروں سے خوف ہو تو یہ دل کفر و معاصی کا کارخانہ بن جاتا ہے اگر دل میں خوف خدا عشق مصطفیٰ ہو تو یہ ہی دل ایمان تقویٰ اور نیک اعمال کا کارخانہ بن جاتا ہے جیسے نور کے آنے پر تاریکی غائب ہو جاتی ہے ایسے ہی خوف خدا آنے پر دل سے خوف دنیا اور محبت دنیا جاتی رہتی ہے، جس دل میں رب سے خوف اور امید ہو تو بندہ وہ کام کرتا ہے جو فرشتوں سے نہ ہو سکیں اور جب اس دل میں محبت دنیا بھر جاتی ہے تو وہ کام کرتا ہے کہ شیطان بھی گھبرا جائے اسی لئے حضرات انبیاء کرام آخرت کی بشارت و نذارت پہلے کرتے ہیں تاکہ دل سے دنیا کی محبت نکلے آخرت کی محبت پیدا ہو جائے دل نیک اعمال کا کارخانہ بن جائے دل میں جب برے اعمال بنیں گے ہی نہیں تو اعضاء کو برے اعمال ملیں گے کہاں سے؟ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے فرمایا گیا جو چاہو کرو جنت تمہارے لئے پکی ہو گئی ہے کیوں؟ اس لئے کہ ان کے کارخانہ دل میں برائیوں کے بننے کی گنجائش ہی کہاں رہی، اگر کارخانہ چیز بنانا ہی چھوڑ دے تو گھروں میں استعمال کہاں سے ہو؟ جب دل میں برے اعمال بنیں ہی نہیں تو دماغ اور اعضاء میں آئیں کہاں سے؟ حضرات انبیاء کرام بشارت و نذارت کے ذریعہ امت کے دلوں کو برے اعمال بنانے کے قابل ہی نہیں رکھتے نہیں چھوڑتے۔

۸ اللہ تعالیٰ علیم وخبیر ہے مگر قیامت میں اسکے فیصلے دلائل، علامات، اور بحث وتمحیص کے بعد ہوں گے بندے کے عذر ومعذرت سب کچھ ختم کر کے فیصلے ہوں گے تا کہ کوئی شخص یہ نہ کہہ سکے کہ مجھ پر زیادتی ہوئی یہ فائدہ لئلا یکون سے حاصل ہوا۔

۹ مسلمان کا ایمان رب تعالیٰ کی قدرت پر بھی چاہیے اور قانون پر بھی۔ قانون یہ ہے کہ ہر کام خود ہی کرے بغیر وسیلہ کے، مگر قانون یہ ہے کہ ہر کام وسیلوں اور ذریعوں سے ہو جیسے رب تعالیٰ پر ایمان ضروری ہے ایسے ہی وسیلوں پر ایمان لازم ہے رب کی عبادت کرو کہ وہ ہمارا خالق ہے ماں باپ ہمارا ذریعہ خلق یہ فائدہ عزیزاً حکیماً سے حاصل ہوا۔

۱۰ دنیائے انسانیت میں کوئی وقت ایسا نہ گزرا جب کسی نبی کی نبوت نہ ہو جگہ یا زمانہ نبی سے خالی ہو ممکن ہے لیکن نبوت سے خالی ہونا ناممکن ہے پہلے انسان نبی ہوئے تا کہ دنیا نبوت سے خالی نہ ہو یہ فائدہ بھی مسلہ یکون سے حاصل ہوا خیال رہے کہ زمانہ نبی اور ہے اور زمانہ نبوت کچھ اور آج حضور علیہ السلام کی حیات ظاہری کا زمانہ نہیں اسی لئے لوگ صحابی نہیں بنتے مگر آپ کی نبوت کا زمانہ ہے اسی لئے تمام شرعی احکام جاری ہیں لاگو ہیں۔

۱۱ ، اللہ تعالیٰ نبی بھیجے بغیر کسی قوم پر عذاب نازل نہیں فرماتا یہ فائدہ بھی لئلا یکون سے حاصل ہوا۔

۱۲ اللہ کی صحیح معرفت نبی کے ذریعہ حاصل ہو سکتی ہے محض عقل سے نہیں ورنہ بغیر نبی بھیجے بھی عذاب ہونا چاہیے تھا یہ کہا سکتا تھا کہ تم نے ہم کو اپنی عقل سے کیوں نہ پہچان لیا۔ (تفسیر نعیمی ج 6 ص 101 مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ)

آیت مبارکہ: **الیوم یئس الذین کفروا من دینکم فلاتخشو هم واخشون الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دیناً فمن اضطر فی مخمصة غیر متجانف لاثم فان الله غفور رحیم**○

ترجمہ: آج تمہارے دین کی طرف سے کافروں کی آس ٹوٹ گئی تو ان سے نہ ڈرو مجھ سے ہی ڈرو آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین کامل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے لئے اسلام کو پسند کیا تو جو بھوک پیاس کی شدت سے ناچار ہو یوں کہ گناہ کی طرف نہ جھکے تو بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

فوائد و نکات:

1. مسلمانوں سے کفار کا مایوس ہونا اللہ کی بہت بڑی نعمت ہے مایوسی خواہ قومی ہو یا شخصی بہر حال نعمت ہے۔ مسلم قوم کا اتنا قوی ہو جانا کہ کفار ان کو مغلوب کرنے سے مایوس ہو جائیں یہ مسلم قوم پر رحمت ہے کسی شخص کے متعلق کفار کا یہ یقین کر لینا کہ یہ ہمارے بہکانے سے نہ بہکے گا یہ اس شخص پر اللہ کی رحمت ہے اللہ کے بعض بندے وہ ہیں جن سے شیطان مایوس ہو چکا جیسے حضرت عمر رضی اللہ عنہ، یہ فائدہ الیوم یئس الذین کفروا سے ہوا کہ اللہ نے کفار کی مایوسی کو بطور نعمت ذکر فرمایا۔
2. اسلام وہی ہے جو صحابہ کرام نے اختیار کیا ان کے علاوہ کے ایجاد کیے ہوئے عقائد اسلام نہیں جیسا کہ دینکم کی پہلی تفسیر سے معلوم ہوا لہذا جس مذہب میں نمازیں دو ہوں یا حضور آخری نبی نہ ہوں وہ مذہب اسلام نہیں کیونکہ صحابہ کرام کا یہ دین نہ تھا۔
3. جو کوئی یہ کہے کہ صحابہ کرام حضور علیہ السلام کے پردہ فرمانے کے بعد مرتد ہو گئے اس آیت کا منکر ہے جب صحابہ کرام کو بہکانے سے کفار بلکہ شیطان تک مایوس ہو چکا تو پھر وہ کیسے بہک سکتے ہیں اس آیت نے انکے ایمان کی گارنٹی دے دی۔
4. اللہ کا خوف اور خشیت بہت بڑی نعمت ہے مگر یہ کسی کسی کو نصیب ہوتی ہے جسکو خوف خدا اور عشق جناب مصطفیٰ نصیب ہو گیا اسے دونوں جہان مل گئے یہ فائدہ واخشون سے حاصل ہوا خوف چند قسم کا ہے ایذاء کا خوف جیسے سانپ سے ڈر۔ ظلم کا جیسے ظالم حکمران کا خوف، اپنے جرم وخطاء کا خوف جیسے مجرم کو عادل حکمران کا، ہیبت کا خوف جیسے انبیاء کرام کو خدا سے خوف ہے اسی کو رعب بھی کہتے ہیں

خوف نفرت پیدا کرتے ہیں دوسرے دو خوف اطاعت کا جذبہ پیدا کرتے ہیں ہم گناہگاروں کو اپنی خطاؤں کی وجہ سے رب کا خوف ہے، ایک طالب علم کو ماں باپ اور استاد کا خوف ہے تو محنت سے پڑھتا ہے یہاں واخشون میں آخری دو خوف مراد ہیں احتیاط کا اور ظلم کا خوف کفار سے ضرور چاہیے تاکہ مسلمان ان سے محتاط رہیں رب تعالیٰ فرماتا ہے الا ان اولیاء اللّٰہ لا خوف علیھم ولا ھم یحزنون ٥ یہاں یہ مطلب ہے کہ حضرات اولیاء اللہ کو غیر خدا کی اطاعت یا ہیبت کا خوف نہیں ہوتا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصاء کے سانپ بننے پر خوف کرنا، ایذاء کا خوف تھا فرعون سے خوف کرنا ظلم کا خوف تھا لہٰذا خشیت غیر خدا سے مسلمان کو نہیں ہوتی جس دل میں خوف خدا رہتا ہے اس میں خوف غیر نہیں ہوتا۔

٥ دین کے فروعی مسائل کی حد نہیں وہ ہمیشہ بڑھتے رہیں گے نئی نئی ضروریات پیش آتی رہیں گی مسائل کا استنباط ہوتا رہے گا یہ فائدہ اتممت علیکم نعمتی سے حاصل ہوا کہ تمام کہتے ہی اسے ہیں جس میں کمی نہ ہو سکے زیادتی ممکن ہو اسی لیے اکملت کے بعد دین ارشاد ہوا اور اتممت کے بعد نعمت عقائد دین میں مسائل نعمت ہیں۔

٦ حضور ﷺ آخری نبی ہیں آپ کے بعد کوئی نہیں یہ فائدہ اکملت لکم دینکم سے حاصل ہوا جب دین کامل ہو چکا تو نئے نبی کی ضرورت نہ رہی سارے نبی ذات وصفات اور ساری غیبی چیزوں کے سمعی گواہ تھے حضور علیہ السلام عینی گواہ اور عینی گواہ پر گواہی ختم ہو جاتی ہے اس کے بعد کسی اور گواہ کی ضرورت نہیں رہتی لہٰذا حضور علیہ السلام کے بعد کسی نبی کی ضرورت نہیں۔

٧ دین کے اصول وقواعد اور قوانین میں کمی زیادتی نہیں ہو سکتی وہ مکمل ہو چکے اب نمازیں نہ چار نہ چھ یہ فائدہ بھی اکملت لکم دینکم سے حاصل ہوا۔

٨ اللہ تعالیٰ اسلام کے سواء کسی دین پر راضی نہیں کوئی شخص کسی اور دین میں رہ کر کتنی ہی عبادات کرے مردود ہے یہ فائدہ رضیت لکم الاسلام دیناً سے حاصل ہوا

جڑ کٹ جانے کے بعد شاخوں کو پانی دینا بے کار ہے۔

٩ قرآن کریم کی اصطلاح میں اسلام صرف دین محمدی کا نام ہے اس کے علاوہ کوئی دین خواہ آسمانی ہو یا زمینی اسلام نہیں یہ فائدہ بھی رضیت لکم الاسلام دینا سے حاصل ہوا۔

١٠ اللہ تعالیٰ اسلام سے راضی ہے نہ کہ توحید سے توحید تو شیطان کے پاس بھی ہے اور بہت سے کافر فرقے توحیدیے ہیں جیسے سکھ اور آریہ وغیرہ یہ فائدہ بھی اسلام فرمانے سے حاصل ہوا اسی لیے سارے قرآن مجید میں نہ تو لفظ توحید ہے نہ ہی اس کا کوئی مشتق، لیکن اسلام اور ایمان کے مشتقات آئے ہیں ہم کو الذین آمنوا پکارا گیا الذین وحدوا سے نہیں خیال رہے کہ توحید کے ساتھ نبوت شامل ہو تو ایمان بنتا ہے نبوت سے خالی توحید دوزخ کی چابی ہے۔

١١ مجبوری اور حالت اضطرار میں جب جان نکلنے کا اندیشہ ہو تو حرام چیز بقدر ضرورت استعمال کر لینے کی اجازت ہے یہ فائدہ فان اللّٰہ غفور رحیم سے حاصل ہوا۔

١٢ ایسی مجبوری میں وہ مردار وغیرہ اس کے لئے حلال نہیں ہوتا حرام ہی رہتا ہے مگر اس کے کھانے پر پکڑ نہیں ہے چیز کا حرام ہونا اور ہے اور اسکے استعمال کا حرام ہونا اور، غیر منکوحہ ہمارے لئے حرام ہے اپنی بیوی سے بحالت حیض صحبت کرنا حرام ہے تو خود بیوی حالت حیض میں حرام تو نہیں ہو جاتی بلکہ اس سے صحبت کرنا حرام ہو جاتا ہے، اس فرق کا اثر یہ ہوگا کہ غیر منکوحہ سے جو بچہ پیدا ہوگا وہ حرام کا ہے۔ لیکن حائضہ سے صحبت کے بعد والا بچہ حلالی ہے یہ فائدہ بھی غفور رحیم فرمانے سے حاصل ہوا۔

١٣ ضرورت سے زیادہ مردار کھانا حرام ہے۔ اس پر پکڑ بھی ہے یہ فائدہ لااثم فرمانے سے حاصل ہوا۔

١٤ مہلک مرض کا مریض اس حال کو پہنچ جائے کہ اس کا علاج صرف اور صرف حرام سے ہی ممکن ہو کوئی متقی اور ماہر ڈاکٹر و حکیم اس کو بتائے تو وہ بقدر ضرورت حرام شئی

کھا سکتا ہے یہ فائدہ بھی من اضطر سے اشارۃً حاصل ہوا مگر یہاں بھی چیز حلال نہ ہو جائے گی صرف یہ ہوگا کہ اسکے استعمال پر گناہ نہ ہوگا اور اگر استعمال نہ کرے مر جائے تو شہید کا ثواب پائے گا حرام سے شفاء ہو جانا یقینی نہیں، حرام غذاء سے جان بچ جانا یقینی ہے لہٰذا غذاء میں وجوب اور دواء میں اباحت ثابت ہوئی۔

⑮ بھوک ہڑتال کر کے اپنے آپ کو ہلاک کر لینا حرام ہے خود کشی ہے جب مخمصہ میں حرام غذاء کھا کر جان بچانا واجب ہے تو حلال غذاء کھا کر بچانا تو زیادہ واجب ہے۔

⑯ اگر کسی بیمار کو نبی فرما دیں کہ تیری شفاء فلاں حرام دواء میں ہے تو اس کا استعمال کرنا واجب ہے کیونکہ اس میں شفاء یقینی ہے دیکھو عرینہ کے بیمار لوگوں کو حضور علیہ السلام نے فرمایا اونٹوں کے دودھ اور پیشاب پیو۔ (جیسا کہ بخاری میں مذکور ہے)

(تفسیر نعیمی ج 6 ص 208 مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ گجرات)

آیت مبارکہ: یسئلونك ماذا احلّ لهم قل احل لكم الطيّبت وما علمتم من الجوارح مكلّبين تعلمونهن ممّا علمكم الله فكلوا مما امسكن عليكم واذكروا اسم الله عليه واتقوا الله ان الله سريع الحساب ○

ترجمہ: اے محبوب لوگ آپ سے پوچھتے ہیں کہ انکے لئے کیا حلال ہوا؟ آپ جواب دیجئے کہ تمہارے لیے عمدہ چیزیں حلال کی گئی ہیں اور جو شکاری جانور تم نے سدھا لئے شکار کرا کر اور انکو وہ سکھاتے ہو جو اللہ نے تمہیں سکھایا پس وہ کھاؤ جو وہ جانور تمہارے لیے روک رکھیں اس پر اللہ کا نام لو اور اللہ سے ڈرتے رہو بے شک اس کو حساب کرتے دیر نہیں لگتی وہ سریع حساب لینے والا ہے۔

فوائد نکات:

① اصل اشیاء میں اباحت ہے یعنی حرام وہ چیز ہے جس کو شریعت حرام کر دے مگر حلال وہ چیز ہے جسے شریعت حرام نہ کیا ہو جس سے خاموشی وسکوت فرمایا ہو یہ فائدہ الطیبات سے حاصل ہو رب تعالیٰ نے حرام چیزوں کے نام پچھلی آیت میں گنوائے

مگر حلال جانوروں کے لیے صرف الطیبات کا لفظ ذکر فرمایا طیب کا معنی ابھی ابھی تفسیر میں گزرا کہ طیب وہ ہے جسے شریعت حرام نہ کرے رب تعالیٰ فرماتا ہے قل لا اجد فیما اوحی محرما علی طاعم یطعمه الا ان یکون میتةً او دماً مسفوحاً اس سے معلوم ہوا کہ شریعت میں جسکی حرمت نہ ملے وہ حلال ہے لہذا گیارھویں شریف کی مٹھائی اور میلاد شریف کے تبرکات حلال ہیں کیوں کہ شریعت نے انھیں حرام نہ کیا یہ بھی خیال رہے کہ قرآن مجید میں سوائے سور کے کسی حرام جانور کا ذکر نہیں ہاں کچھ مردار جانورں کا ذکر ہے باقی حرام جانوروں کی تفصیل نبی پاک ﷺ نے ہی بتائی ہے اور قرآن میں بھی صرف سور کے گوشت کے حرام ہونے کا ذکر ہے اس کے باقی اعضاء حضور علیہ السلام نے حرام فرمائے لہٰذا طیب اور خبیث کی تفصیل حضور علیہ السلام کے اقوال طیبہ سے ہی ہو سکتی ہے۔

۲ شکاری جانور کا مارا ہوا جانور حلال ہے اگر چہ اسکے منہ میں مر جائے اور ہم کو ذبح کا موقعہ نہ مل سکے یہ فائدہ وما علمتم سے حاصل ہوا جیسا کہ ابھی تفسیر میں عرض کیا گیا۔ (مسئلہ) ایسے شکار کے حلال ہونے کے لیے آٹھ شرطیں ہیں کوئی شرط نہ ہو تو شکار حرام ہے۔

۱ جانور شکاری ہو غیر شکاری نہ ہو جیسے بلی وغیرہ۔

۲ وہ جانور سکھایا سدھایا ہوا ہو آوارہ اور غیر شکاری کتے کا شکار حرام ہے۔

۳ وہ شکاری جانور مسلمان کا ہو مشرک کا نہ ہو لہذا مجوسی اور ہندو وغیرہ کے کتے کا شکار حرام ہے۔

۴ اس جانور نے شکار کو زخمی کر کے مارا ہو اگر گلا گھونٹ کر مارا تو شکار حرام ہے۔

۵ اس جانور کو بسم اللہ شریف پڑھ کر شکار پر چھوڑا گیا ہو اور تکبیر بھی کہی گئی ہو ورنہ حرام ہو گا

۶ اگر شکار زندہ حالت میں شکاری کے پاس پہنچ جائے تو اس کو ذبح کر لیا جائے۔

● شکاری جانور کے ساتھ غیر شکاری کتا شامل نہ ہو، اگر غیر شکاری کتا یا مجوسی وغیرہ غیر مسلم کا کتا شامل ہو گیا۔ شریک ہو گیا تو شکار حرام ہے۔

❽ شکار کیا ہوا جانور پانی میں گرا ہوا نہ ملے ورنہ حرام ہو گا۔

❸ جنگل کا شکار کسی کی ملکیت نہیں ہے اسے جو پکڑے یا شکار کر لے وہی اس کا مالک ہے جیسے جنگل کی گھاس اور خودرو پودے اور پھل وغیرہ۔

❹ جانوروں کے ادراکات کو علم بھی کہہ سکتے ہیں یہ فائدہ علم من الجوارح اور تعلمونھن سے حاصل ہوا۔

❺ علم اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمت ہے دیکھو معلم کتے کا مارا ہوا شکار حلال ہے اور غیر معلم کا مارا ہوا شکار حرام تو یقیناً عالم غیر عالم سے بہتر ہے افضل ہے۔

❻ کامل کی صحبت ناقص کو کامل کر دیتی ہے آوارہ کتا معلم انسان کی صحبت میں رہ کر اس سے فیض لے کر کلب معلم بن جاتا ہے شکاری کتا ہو جاتا ہے اس کا مارا ہوا شکار حلال ہو جاتا ہے غیر صحبت یافتہ آوارہ کتے کو سارا قرآن پڑھ کر شکار پر چھوڑ و تب بھی اس کا مارا ہوا شکار حلال نہیں حرام ہی رہے گا معلوم ہوا صحبت اور فیضان عجیب شئے ہے حضرت سلیمان علیہ السلام کے صحبت یافتہ ہد ہد نے پورے شہر سبا بلکہ پورے ملک یمن وہاں کی ملکہ بلقیس اور رعایا کو ایمان بخش دیا یمن کا مبلغ اعظم حضرت سلیمان علیہ السلام کا صحبت یافتہ ہد ہد ہے یہ ہے صحبت کا فیض جب صحبت یافتہ ہد ہد کا یہ فیض ہے تو سوچو خود سلمان علیہ السلام کتنے فیض رساں ہونگے اور جب ہد ہد کا یہ فیض ہے تو سوچو مصطفیٰ کریم ﷺ کے صحبت یافتہ حضرات صحابہ کرام کا کتنا فیض ہو گا؟ خود مصطفےٰ کریم ﷺ کے فیض کا تو پوچھنا ہی کیا؟

❼ شکاری جانور کو چھوڑتے وقت بسم اللہ شریف پڑھنی ضروری ہے اگر جان بوجھ کر نہ پڑھی تو شکار کیا ہوا جانور حرام ہے یہ فائدہ واذکروا اسم اللہ علیہ کی پہلی تفسیر سے ہوا۔

❽ اگر شکار زندہ ہاتھ آجائے تو اس کو باقاعدہ ذبح کرنا ضروری ہے یہ فائدہ واذکروا

اسم اللہ علیہ کی دوسری تفسیر سے حاصل ہوا دیکھو تفسیر۔

9. شکاری جانور کا شکار کو زخمی کرنا ضروری ہے اگر زخمی کیے بغیر محض دبوچنے سے مار دیا تو شکار حلال نہ ہوگا یہ فائدہ اشارۃً الجوارح سے حاصل ہوا جوارح کا معنی ہے زخمی کرنے والا جانور۔

10. اگر شکاری جانور شکار سے کچھ کھالے تو حرام ہے صرف وہی شکار حلال ہے جس سے خود شکاری جانور کچھ نہ کھائے یہ فائدہ مما امسکن علیکم سے حاصل ہوا خیال رہے کہ یہ شرط چرندہ شکاری میں ہے اگر پرندہ شکاری شکار سے کچھ کھائے تو شکار حرام نہ ہوگا حلال ہی رہے گا۔ یہی احناف کا مذہب ہے (روح المعانی) اور حضرت ابن عباس وغیرہ صحابہ کرام کا بھی نظریہ ہے رضی اللہ عنہم۔

11. مجوسی کا سکھایا ہوا کتا معلم نہیں مسلمان خود سکھائے یہ فائدہ تعلمو نھن سے حاصل ہوا۔ (روح المعانی)

12. شکاری کتے کا شکار کی طرف چھوڑنا ضروری ہے اگر کتا خود بہ خود ہی شکار پر جاپڑے تو شکار حرام ہے یہ فائدہ واذکروا اسم اللہ علیکم سے حاصل ہوا۔

13. شکار کے لئے کتے کو پالنا اور اسکو شکار کی تعلیم شرعاً جائز ہے کوئی جرم وحرج نہیں یہ فائدہ بھی تعلمو نھن سے حاصل ہوا۔

14. شکاری کتے کی خرید وفروخت جائز ہے کیونکہ یہ مال ہے قابل فروخت ہے (احناف) کیونکہ جب اس کتے سے شکار کرنا جائز قرار دیا گیا تو لامحالہ یہ کارآمد مال مانا گیا۔

(تفسیر نعیمی ج 6 ص 220 مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ گجرات)

آیت مبارکہ: وان کنتم مرضی او علی سفر اوجآء احد منکم من الغائط او لامستم النساء فلم تجدوا ماءً فتیمموا صعیداً فامسحوا بوجوھکم وایدیکم منہ مایرید اللہ لیجعل علیکم من حرج ولکن یرید لیطھر کم ولیتم نعمتہ علیکم لعلکم تشکرون٥

ترجمہ: اگر تم بیمار ہو یا سفر میں ہو یا تم میں سے کوئی بیت الخلاء سے آیا ہو یا تم نے

عورتوں کو چھوا ہو ان صورتوں میں اگر تمہیں پانی نہ ملے تو پاک مٹی سے تیمم کرو اپنے منہ اور ہاتھوں سے مسح کرو اللہ تم پر تنگی نہیں چاہتا ہاں تم کو پاک کرنا چاہتا ہے تا کہ تم پر اپنی نعمت پوری کرے کہیں تم اس کا احسان مانو شکر کرو۔

فوائد و نکات:

١ اس پوری آیت میں باری تعالیٰ نے چند دوہری عبادتیں بیان فرمائیں۔ دو طہارتیں ایک اصل اور ایک بدل وضو اصل ہے اور تیمم بدل غسل اصل ہے اور تیمم بدل ان طہارتوں کے دو سبب وضو کا سبب چھوٹا حدث غسل کا سبب بڑا حدث، تیمم کی دو وجہیں پانی نہ ملنا اور پانی کے استعمال پر قادر نہ ہونا تیمم کی دو قسمیں چھوٹے حدث سے تیمم یعنی وضو اور بڑے حدث سے تیمم یعنی غسل۔ تیمم کے دو رکن دو دفعہ مٹی سے ہاتھ لگانا ایک بار چہرے کے مسح کے لیے اور دوسری بار ہاتھ کے مسح کے واسطے، پھر ان کے چھے فائدے بیان فرمائے خوب پاک ہونا اور رب کی نعمت کا کامل ہونا جیسا کہ ابھی تفسیر سے معلوم ہوا۔

٢ تیمم جائز ہونے کی صرف دو صورتیں ہیں پانی موجود نہ ہو دوسرے یہ کہ اسکے استعمال پر قدرت نہ ہو یہ فائدہ وان کنتم مرضی او علی سفر سے حاصل ہوا پانی کے استعمال پر قادر نہ ہونے کی تین صورتیں ہیں ایسی بیماری جس میں پانی کے استعمال سے ضرر ہو۔ پانی پر دشمن یا موذی جانور کا قبضہ ہو جو پانی نہ لینے دے۔ جیسے کربلا میں حضرت سید الشہداء امام حسین رضی اللہ عنہ کو پیش آیا۔ وضو کرنے سے ایسی نماز کا فوت ہونے کا اندیشہ ہو جس نماز کی قضاء ہی نہیں جیسے عیدین اور جنازہ کی نمازیں۔ اگر یہ جاری ہوں تو تیمم کر کے نماز پڑھیں مگر جنازہ میں یہ حکم غیر ولی کے لیے ہیں۔

٣ تیمم وضو کے لئے بھی ہو سکتا ہے اور غسل کے لئے بھی۔ صرف نیت کا فرق ہوگا تیمم ایک جیسے ہونگے یہ فائدہ او جآء احد منکم اور او لا مستم النساء سے حاصل ہوا۔

- سفر یا مرض میں جب کہ غسل ناممکن بھی ہو زوجہ سے صحبت کرنا جائز ہے پانی کے خوف سے صحبت ممنوع نہیں یہ فائدہ بھی لامستم سے حاصل ہوا۔
- عربی زبان خصوصاً قرآنی عربی بہت ہی مہذب ہے اس سے میں شرمیلے مضمون کو کنایۃً بیان کیا جاتا ہے۔ دیکھو یہاں بیوی سے صحبت کرنے کو کس قدر لطیف اشارہ سے بیان فرمایا لامستم فرمایا اس کے لیے صریح لفظ بھی عربی میں ہے نیک مگر سارے قرآن میں اس کا استعمال نہیں فرمایا۔

٦ تیمم میں نیت شرط ہے وضو میں نیت شرط نہیں دیکھو یہاں تیمم میں فتیمّموا صعیداً علیحدہ بیان فرمایا اور وامسحو بوجوھکم علیحدہ فرمایا۔ تیمم کے معنی ہیں ارادہ کرنا قصد کرنا نیت کرنا، مگر وضو کے بیان میں صرف فاغسلوا وجوھکم فرمایا وہاں قصد یا ارادہ کا ذکر نہیں لہٰذا یہ آیت امام اعظم علیہ الرحمۃ کی قوی دلیل ہے۔

٧ تیمم کے لیے مٹی شرط نہیں بلکہ ہر جنس زمین سے جائز ہے جنس زمین وہ ہے جو زمین سے نکلے آگ میں نہ پگھلے نہ راکھ بنے۔ دیکھو رب تعالیٰ نے یہاں تراباً طیباً نہ فرمایا بلکہ صعیداً طیباً فرمایا۔

- تیمم صرف پاک مٹی وغیرہ سے ہی ہو سکتا ہے ناپاک سے نہیں ہو سکتا یہ فائدہ طیباً سے حاصل ہوا۔

٩ تیمم میں جنس زمین یعنی مٹی وغیرہ پر ہاتھ مارنا فرض نہیں بلکہ مسح یعنی چہرے اور ہاتھوں پر ہاتھ پھیر لینا فرض ہے لہٰذا اگر پہلے ہی چہرے اور ہاتھوں پر غبار موجود ہو تو صرف اوپر مسح کر لیا جائے تو تیمم جائز ہو گا ہاں جب ہاتھ اور چہرہ صاف ہوں تو زمین پر ہاتھ مارنا فرض ہو گا دیکھو رب تعالیٰ نے یہاں اضربوا ایدیکم نہ فرمایا بلکہ فامسحوا فرمایا یعنی صعیداً طیباً کا بھی ذکر فرمایا اور مسح کا بھی بیان کیا۔ ہاتھ مارنے کا ذکر نہ فرمایا۔

- تیمم بھی وضو اور غسل کی طرح حدث کو بالکل دور کر کے انسان کو پاک وصاف کر دیتا ہے یہ نجاست وحدث کا ساتر نہ ہو گا جیسے کہ لیطھر کم سے معلوم ہوا رب تعالیٰ

نے تیمم کے حکم کے بعد فرمایا ہم تم کو پاک کرنا چاہتے ہیں لہٰذا یہ آیت امام اعظم علیہ الرحمۃ کی دلیل ہے۔ نوٹ، امام اعظم الرحمۃ تیمم کو وضو کی طرح نجاست حدث کا مزیل مانتے ہیں امام شافعی علیہ الرحمۃ صرف ساتر مانتے ہیں اس اصل پر بہت سے مسائل فقہیہ کا استخراج ہوتا ہے۔

⑪ تیمم مسلمانوں کے علاوہ کسی امت کو نہ ملا یہ اسلام کی خصوصیات سے ہے یہ فائدہ لیتم نعمتہ سے حاصل ہوا۔

⑫ وضو غسل اور تیمم سے صرف ظاہری جسم ہی پاک نہیں ہوتا بلکہ دل دماغ اور ساری چیزیں پاک ہو جاتی ہیں یہ فائدہ بھی لیتم سے حاصل ہوا۔

⑬ وضو تیمم اور غسل سے صرف اعضائے مغسولہ ہی پاک نہیں ہوتے بلکہ تمام جسم پاک ہو جاتا ہے یہ فائدہ لیطھر کم سے حاصل ہوا لیطھر باب تفعیل سے ہے۔

⑭ اگرچہ وضو پچھلی امتوں میں بھی تھا مگر وضو کے یہ خصوصی فوائد جو ابھی ذکر ہوئے اور بروز قیامت اعضاء وضو کا چمکنا یہ اسی امت کو عطاء ہوئے یہ فائدہ بھی لیتم نعمتہ کے ساتھ علیکم کا لفظ فرمانے سے ہوا۔

⑮ حقیقی ناپاکی تو ہر پتلی چیز سے پاک صاف ہوتی ہے جس کو نچوڑنا ممکن ہو جیسے شربت دودھ شوربا وغیرہ، مگر وضو اور غسل صرف پانی سے ہی ہو سکتے ہیں کسی اور شی سے نہیں یہ فائدہ وان لم تجدوا ماءً سے حاصل ہوا کیونکہ پانی نہ ملنے پر تیمم کا حکم دیا گیا لہٰذا شوربا اور دودھ ہو مگر پانی موجود نہ ہو تو تیمم کرو وضو نہ کرو۔

(تفسیر نعیمی ج ■ ص 256 مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ گجرات پاکستان)

آیت مبارکہ: الیوم احل لکم الطیب وطعام الذین اوتو ا الکتاب حل لکم وطعامکم حل لھم والمحصنت من المومنات والمحصنت من الذین اوتوا الکتاب من قبلکم اذا اتیتموھن اجورھن محصنین غیر مسفحین ولامتخذین اخذان ومن یکفر بالایمان فقد حبط عملہ وھو فی الاخرۃ من الخسرین○

ترجمہ: آج تمہارے لیے عمدہ چیزیں حلال کردی گئی ہیں اور اہل کتاب کا کھانا تمہارے لیے اور تمہارا کھانا اہل کتاب کے لئے حلال ہے اور اہل کتاب کی پارسا عورتیں بشرطیکہ تم ان کو مہر دو قید میں لاتے ہوئے نہ کہ مستی نکالتے ہوئے نہ آشنا بناتے ہوئے، اور جو مسلمان کافر ہو اس کا کیا دھرا سب ضائع ہو گیا وہ آخرت میں بھی نقصان پانے والا ہے۔

فوائد و نکات:

1. اسلامی قانون یہ ہے کہ جو چیز شریعت نے حرام نہ کی ہو وہ حلال ہے یعنی حرام ہونے کے لیے دلیل کی ضرورت ہے مگر حلال ہونے کے لیے کسی خصوصی دلیل کی ضرورت نہیں ہے دلیل حرمت نہ ہونا حلت کی دلیل ہے یہ فائدہ احل لکم سے حاصل ہوا کہ رب نے حلال کی تفصیل نہ فرمائی بلکہ حرام کی تفصیل ذکر کی حلال چیزوں کے لیے صرف طیبات کا اجمالی ذکر کیا یعنی جو چیز شریعت میں حرام نہ کی گئی ہو وہ طیب ہے اور ہر طیب چیز حلال ہے۔

2. اسلام بہت مکمل دین ہے اس میں تمام طیب چیزیں حلال ہیں اور تمام خبیث چیزیں حرام ایسی کوئی چیز نہیں جو طیب ہو مگر ہو حرام اور ایسی بھی کوئی چیز نہیں کہ جو خبیث ہو مگر ہو حلال، یہ فائدہ الطیبات کو جمع فرمانے سے حاصل ہوا پچھلے دینوں میں بہت سی طیب چیزیں حرام تھیں رب فرماتا ہے، **فبظلم من الذین ھادوا حرمنا علیھم طیبت احلت لھم۔**

3. ہر کتابی کا ذبیحہ حلال ہے خواہ وہ عربی ہو یا عجمی آزاد ہو یا غلام، یہ فائدہ **طعام الذین اوتوا الکتاب** کے اطلاق سے حاصل ہوا مگر یہ خیال رہے کہ ذبیحہ ہو محض مارا ہوا نہ ہو کتابی اس کو اللہ کے نام پر ذبح کرے۔

4. کفار کا ہدیہ وصول کرنا ان کو اپنی طرف سے ہدیہ پیش کرنا جائز ہے خصوصا جب پڑوسی یا ہمارے رشتہ دار ہوں جیسا کہ وطعامکم حل لھم کی ایک تفسیر سے معلوم ہوا ہم ابھی تفسیر میں عرض کر چکے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے کفار کے ہدیے اور دعوتیں قبول فرمائیں مگر خیال رہے کہ یہ ہدیے اور دعوتیں ان سے محبت اور کفر کی

طرف میلان اور جھکاؤ کی وجہ سے نہ ہوں۔ ادائے حقوق کے ہدیے۔ تبلیغ کے ہدیے اسلامی اخلاق کے اظہار کے ہدیے اور ان کا لین دین کفار سے جائز ہے کافر پڑوسی کافر ماں باپ کافر رشتہ داروں کے حق اداء کرو۔ اجنبی کفار کو ہدیے دینا تبلیغ اسلام کیلئے جائز ہیں مگر محبت و پیار کے ہدیے۔ رشوت کے ہدیے۔ ذلت کے ہدیے اور ان کا لین دین کفار سے ناجائز ہے ہدیوں کے احکام اور اقسام خیال رکھنے چاہیں۔

۵ اہل کتاب کی عورتوں سے مسلمان مردوں کا نکاح حلال ہے خواہ وہ آزاد ہوں یا لونڈی ذمیہ ہوں یا حربیہ یہ فائدہ والمحصنت من الذین اوتوا الکتاب کے اطلاق سے حاصل ہوا مگر ذبیحہ اور نکاح کی حلت مذہبی مسلمانوں کے لئے ہے جو عیسائیت یا یہودیت پر قائم ہوں بعض میمیں ''(گوریاں)'' قادیانی یا بہائی مذہب رکھتی ہیں ان سے نکاح کرنا حرام ہے وہ مرتد ہیں عیسائی نہیں اور مرتد سے نکاح کرنا حرام ہے جو مسلمان عیسائی ہو جائے اس سے نکاح کرنا حرام ہے کیونکہ وہ مرتد ہے عیسائی نہیں اور مرتد سے نکاح حرام ہوتا ہے اگر نکاح کیا اولاد ہوئی تو وہ حرامی ہوگی۔

۶ بہتر یہ ہے کہ پاک دامن، نیک، صالحہ عورت سے نکاح کیا جائے کیونکہ بیوی ہمارے بچوں کی کان ہے، خراب کان سے اچھا لوہا کیسے نکل سکتا ہے ڈاکٹر اقبال نے کیا خوب کہا۔

بے ادب ماں با ادب اولاد جن نہیں سکتی
معدن زر معدنِ فولاد بن نہیں سکتی

یہ فائدہ المحصنت فرمانے سے حاصل ہوا۔

۷ متعہ حرام ہے کیونکہ اس میں احصان یعنی پاکدامنی نہیں یہ محض اسفاح ہے شہوت رانی ہے عیاشی ہے اسی لیے متاعی عورت بیوی نہیں ہوتی نہ ہی فوت شدہ خاوند کی میراث پائے گی اگر خاوند مدت متعہ میں فوت ہو جائے نیز متاعی بیوی کے لیے کوئی حد نہیں جتنی چاہو کر لو اگر وہ بیوی ہوتی تو چار سے زیادہ حلال نہ ہوتیں اس کی بحث

ہم گزشتہ جلدوں میں کر چکے ہیں۔

- جسے کتابیہ عورت سے نکاح کرنے میں یا اپنی اولاد کے بارے میں کافر ہونے کا اندیشہ ہو اس کے لیے نکاح حلال نہیں ہے یہ فائدہ ومن یکفر بالایمان کی ایک تفسیر سے حاصل ہوا۔
- کافر کی نیکیاں برباد ہو جاتی ہیں مگر گناہ قائم رہتے ہیں یہ فائدہ فقد حبط عمله فرمانے سے حاصل ہوا کیونکہ حبط نیکیاں ضائع ہونے کو کہتے ہیں گناہ ختم ہونے کو معافی کہا جاتا ہے حبط نہیں۔
- مسلمان عورت کا نکاح کتابی یا کافر مرد سے حرام ہے یہ فائدہ والمحصنت کو جمع مونث فرمانے سے حاصل ہوا۔
- (11) نکاح میں مہر لازم ہے جیسا کہ فقہ کی کتب میں مذکور ہے یہ فائدہ اذا ایتموھن اجورھن○ فرمانے سے حاصل ہوا خیال رہے کہ نکاح کے لئے مہر لازم ہے نہ کہ ذکر مہر۔ (تفسیر نعیمی ج 6 ص 233 مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ گجرات پاکستان)

آیت مبارکہ: واذ قال موسیٰ لقومه يقوم اذكروا نعمة الله عليكم اذ جعل فيكم انبياء و جعلكم ملوكاً و اتكم مالم يؤت احداً من العلمين ○يقوم ادخلوا الارض المقدسة التى كتب الله لكم ولا ترتدوا على ادبار كم فتنقلبوا خسرين○

ترجمہ: اور جب حضرت موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا کہ اے میری قوم اللہ کا وہ احسان جو تمہارے اوپر ہے یاد کرو کہ اس نے تم کو نبی اور بادشاہ بنایا اور تمہیں وہ کچھ دیا جو سارے جہان والوں سے کسی کو نہ عطا کیا اے میری قوم اس مقدس سرزمین میں چلے جاؤ جو اللہ نے تمہارے لئے لکھ دی ہے پشت پھیر کر نہ بھاگو ورنہ خسارہ والے ہو جاؤ گے۔

فوائد و نکات:

- (1) اللہ تعالیٰ کی نئی اور پرانی نعمتوں کو یاد کرنا، یاد رکھنا اور ان کا چرچا کرنا بہت بڑی عبادت ہے خواہ وہ نعمتیں شخصی ہوں یا قومی، خواہ اخروی ہوں یا دنیاوی اور خواہ یاد

کرنا قولاً یا فعلاً اعتقاداً ہو یا عملاً یہ فائدہ اذکروا اور نعمت اللّٰہ کے اطلاق سے حاصل ہوا۔لہٰذا عرس بزرگان، مجلس شریف، بچوں کی سالگرہ، یوم آزادی اور یوم انقلاب وغیرہ منانا جائز ہے کیونکہ ان میں اللہ کی نعمت کا یادرکھنا اور یاد منانا پایا جاتا ہے۔

٢ نبیوں کی اولاد ہونا یا ان کا ہم قوم ہونا بھی اللہ کی بڑی نعمت ہے یہ فائدہ اذ جعل فیکم انبیاء سے حاصل ہوا لہٰذا آج بھی حضرات سادات کرام بہت شرافت اور عظمت والے ہیں کیونکہ عظمت وشرافت والے نبی ﷺ کی اولاد سے ہیں بشرطیکہ مومن ہوں کافر کے لئے نبی کا بیٹا ہونا بھی بیکار ہے، دیکھ لو آج اسرائیلیوں کی کوئی عزت نہیں حالانکہ وہ نبی کی اولاد ہیں لیکن کافر ہو چکے ہیں کنعان ذلیل ہوا اگر چہ نبی زادہ تھا کیونکہ کافر تھا (جس کشتی میں کتے بلے اور خنزیر کے لئے جگہ تھی مگر کنعان کے لئے نہ تھی)

٣ حکومت اور سلطنت بھی اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے ہر آزاد قوم کو اسکی حفاظت اور قدر کرنی چاہیے یہ فائدہ جعلکم ملوکاً سے حاصل ہوا دیکھ لو ہجرت سے پہلے تیرہ سالہ تبلیغ سے صرف چند لوگ مسلمان ہوئے اور بعد ہجرت کے جب اللہ نے حضور علیہ السلام کو حکومت اور سلطنت عطا کی تو دس سالہ تبلیغ سے ہزاروں لاکھوں آدمی مسلمان ہوئے زمانہ فاروقی کی فتوحات اور اسلام کی تبلیغ وترویج تاقیامت مشہور رہے گی اللہ تعالیٰ ہمارے پاکستان کو قائم دائم رکھے تمام اسلامی ممالک کو ترقیاں دے۔

٤ نبی کی قوم نبی نہیں کہلاتی مگر بادشاہ کی قوم بادشاہ ہوتی ہے یعنی نبی زادے اپنے کو نبی نہیں کہہ سکتے مگر شاہ زادے اپنے کو بادشاہ کہہ سکتے ہیں دیکھو رب تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو ملوک فرمایا نبی نہ فرمایا بلکہ فرمایا و جعل فیکم انبیاء۔

٥ بنی اسرائیل کو رب تعالیٰ نے بعض نعمتیں ایسی دیں جو نہ تو ان سے پہلے کسی کو دیں نہ ہی بعد جیسے من وسلویٰ برسانا، غیبی روشنی کے لئے آسمان سے نورانی ستونوں کا اترنا پتھر سے پانی کے چشمے بہتے رہنا، بحر قلزم کا چیرنا وغیرہ یہ فائدہ واتکم مالم یؤت سے حاصل ہوا مگر ان ناقدروں نے ہمیشہ احسان فراموشی کی جس کی بدولت

تا قیامت ذلیل و خوار ہو گئے۔

٦ جس سرزمین پر اللہ کے مقبول بندے رہیں وہ مقدس ہو جاتی ہے یہ فائدہ الارض المقدسۃ سے حاصل ہوا کہ سرزمین فلسطین اس واسطے مقدس ہے کہ وہ حضرات انبیاء کرام کا جائے مقام ہے قیام گاہ ہے۔

٧ اگر کسی متبرک مقام پر مشرکین اور کفار غلبہ کر لیں تو اس سے ان مقامات کے تقدس میں کوئی فرق نہیں پڑتا دیکھو اس وقت سرزمین بیت المقدس پر قوم جبارین کا قبضہ تھا مگر پھر بھی اسے ارض مقدسہ کہا گیا، جب کعبۃ اللہ میں بت تھے تب بھی وہ بیت اللہ تھا اگر مسجد میں کتے گھس آئیں تو مسجد کی عظمت میں فرق نہیں آتا۔

٨ جہاد بڑی پرانی عبادت ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں بھی تھا یہ فائدہ یقوم ادخلوا سے حاصل ہوا کیونکہ یہاں داخلہ سے مراد بیت المقدس میں فاتحانہ غازیانہ اور مجاہدانہ داخلہ ہے۔

٩ اللہ کی نعمتوں کا عملی شکریہ یہ ہے کہ اسکی اطاعت کی جائے اس کے نبیوں کی فرمانبرداری کی جائے صرف زبان سے شکریہ کے الفاظ نکال دینا کافی نہیں دیکھو اس آیت میں اذکروا نعمۃ اللّٰہ کے بعد ادخلوا الارض فرمایا گیا کہ اللہ کی نعمتوں کا ذکر یہ ہے کہ بیت المقدس پر جہاد کرو۔

١٠ جس بستی میں اللہ کے مقبول بندے رہتے ہوں یا مقبولوں کی قبور ہوں ان بستیوں کو مقدس معظم یا شریف کہنا لکھنا چاہیے، جیسے مکہ معظمہ، مدینہ منورہ، بغداد شریف اجمیر شریف وغیرہ دیکھو اللہ تعالیٰ نے فلسطین کی سرزمین کو ارض مقدسہ فرمایا کیونکہ وہاں انبیاء کرام کی قبریں ہیں یہ آیت اس مسئلہ کی ماخذ ہے کہا جاتا ہے مزاج شریف، اسم شریف جب مزاج اور اسم شریف ہو سکتا ہے تو بغداد اجمیر اور سرہند کو بھی شریف کہا جا سکتا ہے کہ یہ مقامات بزرگوں کو اپنی آغوش میں لئے ہوئے ہیں۔

١١ اللہ کے مقبول بندوں کی نگاہ لوح محفوظ میں لگی ہوئی ہے وہ حضرات وہاں کے واقعات جانتے ہیں یہ فائدہ کتب اللّٰہ لکم سے حاصل ہوا اگر رب تعالیٰ نے

کسی کو کچھ بتانا ہی نہ تھا تو اس نے لوح محفوظ میں یہ کیوں لکھا؟ کیا بھول جانے کا خطرہ تھا؟ لوح محفوظ کو اسی وجہ سے کتاب مبین کہتے ہیں کہ خاص بندوں پر لکھی ہوئی شئی کو ظاہر کرنے والی کتاب ہے۔

(تفسیر نعیمی ج6 ص374، مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ گجرات پاکستان)

آیت مبارکہ: واتل علیھم نبا ابنی ادم بالحق اذ قربا قربانا فتقبل من احدھما ولم یتقبل من الاخر قال لاقتلنک قال انما یتقبل اللّٰہ من المتقین o لئن بسطت الی یدک لتقتلنی ماانا بباسط یدی الیک لاقتلک انی اخاف اللّٰہ رب العلمین o انی ارید ان تبوء باثمی واثمک فتکون من اصحب النار ذلک جزؤا الظلمین o

ترجمہ: اور ان کو آدم کے دو بیٹوں کی سچی خبر پڑھ کر سنائیں جب ان دونوں نے ایک ایک قربانی پیش کی ایک کی قربانی قبول کی گئی دوسرے کی نہ کی وہ بولا مجھے قسم ہے تجھے ضرور بالضرور قتل کر دوں گا تو (پہلے نے کہا کہ اللہ تو پرہیزگاروں کی قربانی قبول فرماتا ہے اگر تو مجھے قتل کرنے کے لیے ہاتھ بڑھائے گا تو تیری مرضی) میں تجھے ہرگز قتل کرنے کے واسطے ہاتھ نہ پھیلاؤں گا میں اس اللہ سے ڈرتا ہوں جس کی شان یہ ہے کہ وہ سارے جہانوں مالک و پالنہار ہے میں تو یہی چاہتا ہوں کہ میرا اور تیرا گناہ دونوں تیرے پلہ میں پڑیں تو دوزخی ہو جائے (کیونکہ ناانصافی کر رہا ہے) اور بے انصافوں کی یہی سزا ہے۔

فوائد و نکات:

1. قوم کو گزشتہ قوموں کے محبوبوں اور مردودوں کے قصے اس لئے سنانا کہ انکی اصلاح ہو سنت الٰہیہ ہے دیکھو رب تعالیٰ نے حضور ﷺ کو مقبول بارگاہ حضرت ہابیل اور مردود بارگاہ قابیل کا قصہ سنانے کا حکم دیا یہ قصے بھی اعلیٰ درجے کی تبلیغ ہیں۔

2. اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ السلام کو تمام اولین و آخرین کے علوم بخشے یہ فائدہ و اتل علیھم سے حاصل ہوا ہابیل و قابیل کا واقعہ آپ علیہ السلام کی پیدائش مبارکہ سے سات ہزار برس پہلے ہوا تھا مگر فرمایا کہ انھیں یہ واقعہ سنا دو۔ کوئی بھی قصہ تو اس سے

سنوایا جاتا ہے جسے وہ یاد ہو۔ خیال رہے کہ قرآن کریم نے یہ واقعہ بالکل اجمالی طور پر بتایا یہ ذکر نہ کیا کہ وہ بیٹے کون تھے؟ ان میں جھگڑا کیا تھا؟ انھوں نے قربانی کن چیزوں کی پیش کی؟ کس عورت کے بارے میں جھگڑا تھا؟ یہ سب کچھ تو حضور علیہ السلام نے بیان فرمایا۔

٣ پیغمبر کی بے ادبی تمام گناہوں کی جڑ ہے قابیل نے حضرت آدم علیہ السلام کی بے ادبی کی کہا کہ آپ غلط کہتے ہیں اقلیمہ سے میرا نکاح درست ہے تو آخر کار وہ قاتل ، زانی ، مرتد ، بدمعاش سب کچھ بن گیا۔

٤ شرعی قانون سب کے لیے لازم العمل ہیں کوئی نبی زادہ اور ولی زادہ ان سے الگ نہیں ہو سکتا جب سارے انسان اپنے زندہ رہنے کیلئے ہوا، پانی اور غذاء کے حاجت مند ہیں تو ایمانی زندگی کے لئے بھی شرعی قوانین کے پابند ہیں دیکھو قابیل نبی زادہ تھا مگر اس نے دین آدم کو نہ مانا مارا گیا۔

٥ دنیا میں پہلا قتل ایک عورت کی وجہ سے ہوا جھگڑے کی بنیادیں تین ہیں زن ، زر ، زمین زن سب سے بڑی بنیاد ہے اسی لیے شریعت نے اس پر پردہ وغیرہ کی پابندی لگائی ہے آگ محدود رہے تو مفید ہے حد سے باہر آئے تو ہلاکت ہے۔

٦ رب تعالیٰ قادر مطلق ہے ایک ہی پیٹ سے کافر ، مومن ، شقی ، سعید ، کالے اور گورے پیدا فرماتا ہے حضرت حوا رضی اللہ عنہا کا بطن ایک اسی سے سعادت ہابیل پیدا ہوئے اس سے بدبخت قابیل پیدا ہوا سانچہ ایک مگر ڈھلنے والے برتن الگ۔

٧ مخلوق میں سب سے پہلا گستاخ رسول شیطان ہے اور انسانوں میں سب سے پہلا گستاخ قابیل ہے دونوں کا انجام دیکھ لو۔

٨ مرتد اور بے دین کو نبی زادہ ہونا بالکل بے کار ہے دیکھو قابیل نبی زادہ تھا مگر ہلاک ہو گیا۔

٩ جھگڑے چکانے کے لئے قرعہ اندازی بہت اچھی چیز ہے دیکھو ہابیل اور قابیل کے جھگڑے ختم فرمانے کے لئے قربانی کے ذریعہ قرعہ اندازی کرائی گئی یہ قربانی

ایک قسم کی قرعہ اندازی ہی تو تھی۔

۱۰ قربانی بڑی پرانی رسم ہے دیکھو ہابیل نے قربانی دی قربانی تو تھی اگرچہ ہماری قربانی اور پچھلی قربانیوں میں کئی طرح کا فرق ہے۔

۱۱ قربانی کا گوشت کھانا اسلام میں جائز ہوا جیسے مال غنیمت کا استعمال صرف اسلام میں ہی ہے اس سے پہلے نہ تھا پہلے یہ گوشت اور غنیمت کا مال پہاڑ پر رکھ دیا جاتا تھا جسے غیبی آگ جلا دیتی تھی، ہر جگہ ادا ءنماز کا جائز ہونا، تیمم کا صحیح و جائز ہونا، قربانی اور غنیمت کا جائز ہونا صرف اسلام میں حلال ہوئے پہلے نہ تھے یہ اسلام کی خصوصیات سے ہے۔

۱۲ حسد تمام گناہوں کی جڑ ہے شیطان مردود ہوا حسد کی وجہ سے، قابیل ہلاک ہوا حسد کی وجہ سے قتل ہابیل حسد کی بناء پر ہوا، اللہ حسد سے بچائے آمین۔

۱۳ تمام فتنوں میں سے عورت کا فتنہ بہت سخت ہے، دنیا میں پہلا قتل عورت کی وجہ سے ہوا قابیل نے ہابیل کو عورت ہی کی وجہ سے قتل کیا زن، زر، زمین یہ جھگڑے کی بنیادیں ہیں ان میں زن بہت خطرناک ہے۔

جھگڑے کی بنیادیں تین
زن ہے زر ہے اور زمین

اگر نیک بودے سرانجام زن
زنان را مزن نام بودے نہ زن

۱۴ مظلوم مقتول کے گناہ ظالم قاتل پر ڈال دیئے جائیں گے کہ وہ اپنے گناہوں کی بھی سزا بھگتے گا اور مظلوم کے گناہوں کی بھی جیسا کہ باثمی واثمک کی ایک تفسیر سے معلوم ہوا۔

۱۵ مرتد دائمی دوزخی ہے کیونکہ کفار کی بخشش نہیں ہے یہ فائدہ من اصحاب النار سے حاصل ہوا۔

۱۶ اگر مظلوم مقتول اپنی جان بچانے کے لئے قاتل کو قتل کردے جب کہ صورت حال

یہ ہو کہ اسکے قتل کیے بناء جان بچنے کی کوئی صورت نہ ہو تو جائز ہے اس کو خود اختیاری حفاظت کہتے ہیں لیکن اگر مظلوم خود قتل ہو جائے ظالم کو قتل نہ کرے اس کو اپنا قتل ہونا بھی یقینی طور پر معلوم ہو تو جائز ہے بلکہ باعث ثواب ہے یہ فائدہ ما انا بباسط یدی الیک لاقتلک سے حاصل ہوا دیکھو رب تعالیٰ نے ہابیل کے اس صبر کی تعریف فرمائی دیکھو حضرت عثمان نے ظالم قاتل کا مقابلہ نہ فرمایا تلاوت قرآن کرتے ہوئے شہید ہو گئے ان کا مظلوم ہو کر شہید ہونا، صابر ہو کر شہید ہونا، باغیوں سے جنگ نہ کرنا اسی آیت کی عملی تفسیر ہے ان کا مظلوم ہو کر شہید ہونا اسی آیت سے ثابت ہے حضرت علی نے باغیوں سے جنگ کی ان کا عمل اس آیت پر تھا فقاتلوا التی تبغی حتی تفیء الی امر اللّٰہ دونوں حضرات اللہ کے پیارے ہیں رضی اللّٰہ عنهم اجمعین۔

۱۷ قربانی کی قبولیت تقویٰ اور اخلاص سے ہے نہ کہ محض ظاہری ٹیپ ٹاپ سے یہ فائدہ انما یتقبل اللّٰہ من المتقین ۞ سے حاصل ہوا رب فرماتا ہے لن ینال اللّٰہ لحومها ولا دماء ها (الخ) (تفسیر نعیمی ج 6 ص 406، مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ گجرات پاکستان)

حضرات محترم!

آپ نے حکیم الامت علیہ الرحمۃ کی قرآن فہمی اور نکتہ دانی اندازہ کیا رب رسول ان پر کتنے مہربان تھے کہ ہر صفت وخوبی عطا فرمائی تھی ہر کمال عنایت فرمایا تھا ہر عظمت دی ہر رفعت سے نوازا تھا خواہ اسکی اقسام وانواع کوئی بھی ہوں آپ کو عطا کی گئی تھی اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم ہے وہ جس کو چاہے دے جس کو چاہے نہ عطا کرے اسی فضل وکرم کا حکیم الامت ساری عمر شکریہ ادا کرتے رہے اس معطی رب کے منعم ومکرم حبیب لبیب ﷺ کی شان واضح کرتے رہے اسلام اور اسلامی احکام کا فروغ کرتے رہے ستر سالہ حیات میں وہ کیا ہے جو اسلام اور بانی اسلام کے اظہار شان اور خوشی کے لئے نہ کیا تھا؟ علم پڑھا دوسروں کو پڑھایا فتویٰ نویسی کی دوسروں کو سکھلائی خطیب تھے دوسروں کو خطابت سکھائی کتابیں لکھیں دوسروں کی کتابوں پر تقاریظ ثبت فرمائیں تفاسیر لکھیں تشریحات کیں مناظرے کیے تحقیقات فرمائیں حاشیے لکھے تراجم فرمائے

سیاحت فرمائی شاعری کی امت مسلمہ کو نصیحت کی تربیت فرماتے رہے بیعت وارشاد کی مسند پر خدمات کرتے رہے مدرسے کا انتظام فرمایا مبلغ وہ تھے وعظ اور درس وہ فرماتے رہے غرض یہ کہ ہر خوبی ان کو دی گئی تھی ہر قسم کی خدمت ان سے لی گئی تھی۔

اللہ تعالیٰ انکی خدمات کو قبول فرمائے اور انکے درجات بلند فرمائے آمین۔

نوٹ:

راقم الحرف عفی عنہ ربہ عرض گزار رہے کہ ان فوائد ونکات سے بھی لطف و علم حاصل ہوگا لیکن اگر متعلقہ آیات کی تفسیر کا مطالعہ کر کے ان نکات وفوائد پر نظر کریں تو نہایت زیادہ لطف وعلم اور سرور آئے گا۔ یہی وجہ تھی کہ میں نے صرف ایک پارے کی آیات وعبارات سے امثلہ ذکر کیں تاکہ صاحب تلاش وذوق کو آسانی رہے۔ نیز یہ بھی بتاتا چلوں کہ ان فوائد ونکات پر بعض اعتراضات بھی ہیں حکیم الامت علیہ الرحمۃ نے خود کیے ہیں پھر انکے جوابات بھی درج فرمائے ہیں بہت جامع ومانع تفسیر ہے۔

نتیجہ بحث:

1. حکیم الامت علیہ الرحمۃ کا مطالعہ بہت وسیع تھا۔
2. ان کو علوم متداولہ پر مکمل عبور تھا۔
3. ان کا بیان کردہ فائدہ ونکتہ کسی شرعی قانون اور ضابطے سے متضاد ومتعارض نہیں۔
4. ایک نکتہ دان کے لئے جو امور لازم ہیں بدرجہ کمال حکیم الامت علیہ الرحمۃ میں موجود تھے۔
5. حکیم الامت علیہ الرحمۃ نے یہ نکتہ دانی اور فیوضات علیہ کتابی شکل میں جمع ومرتب و تحریر فرمائے بے شمار لوگوں پر علم وتحقیق اور نکتہ دانی کی راہیں اور ضابطے واضح و آشکار ہوگئے۔
6. حکیم الامت علیہ الرحمۃ کی طرح اتنا وسیع کام وخدمت نکتہ رسی کے میدان میں شائد ہی کسی نے کی ہو جتنی حکیم الامت علیہ الرحمۃ کے مقدر میں لکھ دی گئی تھی۔

باب ۲۲

حکیم الامت بطور مفکر اسلام

1. مفکر کا معنی و مفہوم
2. مفکر کی فضیلت
3. فکر کی اہمیت
4. فکر کی اقسام
5. حکیم الامت کے مفکر اسلام ہونے پر ایک نظر
6. نتیجہ بحث

باب
حکیم الامت بطور مفکر اسلام

(1) مفکر کا معنی ومفہوم

(2) مفکر کی فضیلت

(3) فکر کی اہمیت

(4) فکر کی اقسام

(5) حکیم الامت کے مفکر اسلام ہونے پر ایک نظر

(6) نتیجہ بحث:

مفکر کا معنی ومفہوم:

مفکر باب تفعیل سے ہے مادہ ہے فکر (ف، ک، ر) معنی ہے سوچنا غور کرنا رب تعالیٰ فرماتا ہے افلا تتفکرون (الانعام آیت 50) تو مفکر کا معنی ہوا سوچنے والا غور کرنے والا مفکر اسلام سے مراد ہوگی اسلام کے متعلق سوچنے والا غور کرنے والا۔

(تفسیر نعیمی مع اضافہ ص365 ج7 مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ گجرات پاکستان)

مفکر کی فضیلت:

قرآن واحادیث میں فکر کی نہایت ترغیب دلائی گی ہے جس سے فکر کی فضیلت ثابت ہوئی نہایت اختصار سے چند آیات وحدیث پیش کی جاتی ہیں ملاحظہ ہوں۔

آیات مبارکہ	مفہوم
① کذلک یبین اللہ لکم الایات لعلکم تتفکرون (البقرہ آیت 219)	اللہ نشانیاں بیان کرتا ہے تاکہ تم فکر کرو سوچو۔
② ویتفکرون فی خلق السموت والارض (ال عمران آیت 191)	اللہ والے زمین وآسمان کی تخلیق پر فکر کرتے ہیں۔
③ ان فی ذلک لایۃ لقوم یتفکرون (النحل آیت 11)	اللہ کی آیات میں مفکر قوم کے لیے نشانیاں ہیں۔
④ اولم یتفکروا مابصاحبھم من جنۃ (الانعام آیت 50)	یہ لوگ اپنے ساتھی یعنی اس رسول میں غور کیوں نہیں کرتے۔
⑤ ان تقوموا للّٰہ مثنی وفرادی ثم تتفکروا ما بصاحبکم من جنۃ (الزمر آیت 42)	خدا کے لئے تم انفرادی اور اجتماعی طور پر تفکر اور سوچ بچار کرو تمہارے ساتھی یعنی اس رسول میں کوئی جنون نہیں ہے۔

حدیث مبارکہ	مفہوم
عن ابی ھریرہ رضی اللہ عنہ قال	حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت

قال النبی ﷺ فکرۃ ساعۃ خیر من عبادۃ ستین سنۃ : (جامع الاحادیث ج 6 ص 276 مطبوعہ دارالفکر بیروت)

ہے کہ نبی پاک ﷺ نے فرمایا ایک ساعت کی سوچ و بچار ساٹھ سال کی عبادت سے اچھی ہے۔

ان آیات وحدیث سے فکر کی عظمت وفضیلت کا ثبوت حاصل ہوا اور مفکر ہونے کی اہمیت کا اندازہ ہوا۔

فکر کی اہمیت:

فکر کی اہمیت کا اندازہ درج ذیل مضمون سے اخذ کرنا آسان ہے۔ دنیا میں جیتے سب ہیں مگر کوئی اپنے لئے جیتا ہے، کوئی خاندان کے لئے، کوئی قوم کے لئے کوئی ملک کے لئے، کوئی شیطان کے لئے، کوئی رحمان کے لئے، یہ آخری زندگی لازوال ہے جو موت سے بھی نہیں مٹتی، باقی عام زندگیاں فانی ہیں جن میں سے پہلی قسم کی زندگی یعنی اپنے لئے اور چوتھی زندگی یعنی شیطانی بہت جلد فنا ہوتی ہے ہر قسم کی زندگی کسی نہ کسی فکر اور نظریے کے تابع ہوتی ہے نظریہ اور فکر اچھا تو زندگی اچھی ورنہ اچھی نہیں بری ہے یہ دنیا دار العمل ہے یہاں جو عمل کریں گے وہاں اس حساب سے اس کا ثمرہ ملے گا یوں سمجھنا چاہیے کہ دنیا ماں کی طرح ہے اور اہل دنیا بچے کی طرح ہیں اگر بچہ ماں کی محبت و گود ہی میں رہے استاد کے پاس نہ جائے تو جاہل وخوار ہی رہے گا اگر کچھ بننا ہے تو ماں کو چھوڑ کر استاد کے سایہ میں آنا لازم ہے تب مراد حاصل ہوگی اگر اجڑنے سے بچنا چاہتے ہو تو دل میں اللہ رسول کی یاد کو بسانا لازم ہوگا جاری پانی گندوں کو پاک اور خشک زمین کو سیراب کر دیتا ہے اگر خود ایک ہی جگہ کھڑا ہو تو خود ہی گندہ ہو جاتا ہے اس کا رنگ لو اور ذائقہ خراب ہو جاتا ہے اپنے مال و دولت اولاد و احباب کو دین و دنیا میں اپنے لئے یوں تربیت و فکر دو کہ بعد مرنے کے وہ صدقہ جاریہ ہوں حاصل کلام یہ کہ کار دنیا ہو یا دین کسی نہ کسی فکر کے تابع ہیں۔

فکر کی اقسام:

فکر کی بنیادی طور پر دو ہی اقسام ہیں فکر صحیح اور فکر غلط یا یوں سمجھو فکر مفید اور فکر مضر جس فکر کا تعلق خدا رسول کو راضی کرنے سے ہے وہ مفید ہے اور جو مفکر اپنی ذات کو خوش کرے

وہ خود اور اس کی فکر دونوں مضر ہیں اسلامی تعلیم اور یورپی تعلیم میں بنیادی فرق یہی ہے کہ اسلامی تعلیم کا مقصد اللہ اور اس کے رسول کو خوش کرنا ہے اس طرح کہ انسان اللہ تعالیٰ کو پہچانے جس سے اس کا ظاہر و باطن پاک ہو کر اللہ تعالیٰ کے زیر فرمان ہو جائے خشوع و خضوع حاصل ہو جو کہ ایمان کے لوازمات سے ہیں دنیا کو دین کے تابع رکھ کر عالم آخرت کے لئے توشہ تیار کرے اور نبی پاک ﷺ کی اس وعید کا مصداق نہ ہو کہ آپ علیہ السلام نے فرمایا **من تعلم علما مما یبتغی به وجه الله الالیصیب به عرضاً من الدنیا لم یجد عرف الجنة یوم القیامة یعنی ریحها** (سنن ابی داؤد) یعنی جس کسی نے ایسا علم کہ جس کے ساتھ اللہ کی رضا چاہی جاتی ہے اس لئے سیکھا تا کہ اس کے ذریعہ دنیا کا سامان حاصل کرے تو وہ قیامت کے دن جنت کی خوشبو نہ پائے گا۔

یورپی نظام تعلیم کا بنیادی اور اہم مقصد معاشی فوائد کی تحصیل اور اپنے خود ساختہ نظام حکومت کے لئے افراد تیار کرنا ہے اس فرق کا اثر ہمیں دونوں نظاموں سے متعلقہ افراد میں واضح طور پر نظر آتا ہے یورپی تعلیم کے دلدادہ لوگ روپیہ پیسہ کمانے، نفس پروری اور اسباب عیش و عشرت میں غرق رہتے ہیں انکی تحقیق و تفکر کا مرکز نفسانی خواہشات کی تکمیل ہے آخرت کی زندگی پر ان کا کوئی ایمان نہیں ہوتا اگر ہو بھی تو اسکی بہتری اور اصلاح کے لئے ان لوگوں کے پاس وقت ہی نہیں ہوتا، انگریز کی استعمال شدہ پتلون، کوٹ اور ٹائی پہن کر اترا کر چلتے ہیں چال ڈھال اور شکل وصورت اور سیرت میں مکمل ان کی نقل واتباع کرتے ہیں۔ قوم وطن بلکہ خود اپنی غیرت تک کا سودا کرنے میں بھی انکو کوئی حیاء محسوس نہیں ہوتی امریکہ اور برطانیہ کے دورے کرنے اور ان ملکوں کے گن گانے سے ان کو فرصت ہی نہیں ہوتی، مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ میں یہ لوگ جانا وقت و دولت کا ضیاع سمجھتے ہیں، دینی ملکوں میں پڑھے ہوئے لوگوں کو ملا اور صوفی کہہ کر ان کا تمسخر اڑاتے ہیں ان کو دقیانوسی خیالات کا مالک کہہ کر " بیک ورڈ (Backword) " ہونے کا طعنہ دیتے ہیں انگریز اور انگریزیت سے متاثر شدہ یہ لوگ یہ خیال و تفکر ہرگز نہیں کرتے کہ مدارس کے فارغ یافتہ لوگ نہ صرف عالم کامل ہوتے ہیں بلکہ نبی اقدس ﷺ کی تعلیم وسنت کے احیاء میں مصروف رہتے ہیں لباس و شکل اور سیرت و کردار میں

نبی اقدس ﷺ کی مبارک زندگی سے نمونے تلاش کر کے حتی الامکان عمل کرتے ہیں ان کے اسوہ حسنہ کو حتی الاستطاعۃ اپنانے کی سعی کرتے ہیں دینی مدارس میں پڑھنے والوں کی تربیت پر بڑا زور دیا جاتا ہے عقائد کی اصلاح کی جاتی ہے اچھے اخلاق سکھائے جاتے ہیں عبادات کا پابند بنایا جاتا ہے اس کے برعکس انگریزی سکولوں میں پڑھنے والوں کا حال ہے جہاں صرف انگریزی اور انگریزیت سکھائی جاتی ہے کیونکہ معاشی مقاصد پر ہی نظر و فکر ہوتی ہے لہٰذا شرعی علوم اور اخلاق و اعمال سے دور ہی رہتے ہیں جیسے اساتذہ ویسے ہی ان کے تلامذہ، اخلاق و اعتقاد صالحہ سے کوسوں دور ہوتے ہیں بھلا جو طلباء سکول و کالج جاتے ہیں اور واپسی پر بلاٹکٹ زبردستی سفر کرنے کے عادی ہوں ان سے مستقبل میں کس عدل و شرافت کی توقع کی جاسکتی ہے الا یہ کہ کسی کا گھریلو ماحول اسے درست کردے یا کسی نیک و صالح کی صحبت سے وہ راہ راست پر آجائے ان معروضات سے یہ نہ سمجھا جائے کہ ہم انگریزی تعلیم کے خلاف ہیں عرض کرنے کا مقصد یہ ہے کہ مسلمان مرد و عورت کو اولاً علم دین سیکھنا چاہیے اس کے بعد بقدر ضرورت علم دنیا سیکھے اس لیے کہ جو حسن عقیدت کتاب اللہ میں غور و فکر کرنے سے پیدا ہوسکتی ہے وہ عموماً سائنسی اور فلسفی استدلال سے زائل ہو جاتی ہے اور وہ لذت عبادت اور قوت ایمانی جو اتباع سنت سے دلوں کو مسرور و منور کرسکتی ہے وہ فضول علوم کی طرف متوجہ ہونے سے منقطع ہو جاتی ہے یہی وجہ ہے کہ سب سے کامل زمانہ اتباع وہ ہے جس میں مسلمانوں کو فلسفہ وغیرہ کی ہوا بھی نہ لگی تھی مگر جونہی فلسفہ وغیرہ مسلمانوں میں رائج پذیر ہوا اعتقادات کی جڑیں کھوکھلی ہو کر رہ گئیں فلسفی علوم نے مسلمانوں کو مادہ پرستی سکھا کر انسان کو مغرور اور خود بین بنا دیا مضمون ہذا کتاب عند اللہ الاسلام سے ماخوذ ہے جو حضرت مفتی محمد انور القادری النوری دامت برکاتہم العالیہ کی تصنیف لطیف ہے آپ جامعہ نعیمیہ لاہور میں شیخ الحدیث ہیں تقابل ادیان کے موضوع پر لاجواب کتاب ہے۔

فکر: اگر خدا رسول کے احکام کے تابع ہو تو درست ہے اور وہ مفکر بھی مقبول ہے اگر ایسا نہیں تو دونوں کے لئے بربادی ہے فکر اور مفکر دونوں کا المناک انجام ہے انگریزوں کی فکر کا خلاصہ یہ ہے کہ کھاؤ پیو اور عیش کرو ان کے سارے کام و کردار میں اس فکر کا کسی نہ کسی صورت

میں اثر وجلوہ ضرور نظر آتا ہے یہی وجہ ہے کہ ان کے مفکرین آئے روز اس بات کی تبلیغ کرتے نظر آتے ہیں کہ انسان ماں کے پیٹ سے آزاد پیدا ہوا لہٰذا وہ آزاد ہی رہے اسے مذہب کی پابندیوں میں جکڑنا اس کے بنیادی حقوق میں مداخلت کے مترادف ہے اس معاشرے کا سارا نظام ہی اس فکر کے گرد گھوم رہا ہے ان کے قوانین و کرتوت پر نگاہ رکھنے والے لوگ بخوبی جانتے ہیں کہ وہ کیسا معاشرہ ہے حالانکہ یہ فکر اور ایسا مفکر سراسر خسارہ پانے والے لوگوں میں سے ہیں اور ان کا انجام بہت ہی بھیانک ہوگا۔

اسی طرح ہندو قوم کی مثال آپ کے سامنے ہے کہ ان کے مفکر اس بات پر سارا زور خرچ کر رہے ہیں کہ گائے کھانے کے لئے نہیں بلکہ ماں بنانے کے لیے پیدا کی گئی ہے یہ فکر کس قدر انوکھی ہے کہ ہم مسلمانوں پر الزام تراشی کرتے ہیں کہ یہ لوگ ظالم ہیں گائے پر ظلم کرتے ہیں اس کو پہلے ذبح سے دکھ دیا پھر کھا جاتے ہیں مگر یہ ہندو لوگ اس پر فکر و تدبر نہیں کرتے کہ ایک طرف تو گائے کو ماں کہتے ہیں مگر اس کو ساری عمر رسی سے باندھ کر رکھتے ہیں ذلیل قیدی کی طرح اس سے سلوک کرتے ہیں اس کے بچے بچھڑے کو اسکی ماں کے سامنے باندھتے ہیں اس کے حصہ کی غذاء دودھ پی جاتے ہیں بچہ تڑپتا رہتا ہے مگر یہ لالہ لوگ اس کی غذا چھین کر مزے سے نوش کر جاتے ہیں اگر انکی "ماں" دودھ نہ دے تو اس کو ڈھنگنا، مارنا، لاٹھیاں اس پر توڑ دینا اور کھانا بند کر دینا ان کو نظر نہیں آتا اس کو وہ ظلم خیال نہیں کرتے پھر بیل جو کہ انکی "گاؤ ماتا" کے شوہر ہیں اس پر جو ظلم ہوتا ہے اس کی ان مفکرین کو کوئی فکر نہیں بیل سے ہل جوتنا، آہستہ چلے تو اسے مارنا اس کو کھانے پینے سے روک دینا وغیرہ سارا کام و عمل زندگی بھر اس کے ساتھ روا رکھا جاتا ہے کیسے "سعادت مند پتر" ہیں۔ اپنے "پتاجی" کے اس نہج پر نہایت ہی دل کش مضمون فتاوی صدر الافاضل علیہ الرحمۃ میں ملاحظہ کیا جا سکتا ہے اسی طرح فکر غلط کی ایک مثال فلم والوں سے متعلق بھی ہے وہ لوگ ٹیلنٹ (Telent) اور ثقافت کی آڑ میں ماں بہن کو ساری دنیا کے سامنے پیش کرتے ہیں عورت خوش ہوتی ہے۔ کہ میرا ٹیلنٹ (Telent) ثابت ہو گیا اور میں کامیاب ہو گئی دولت حاصل ہو گئی شہرت کا دور دورہ ہو گیا وغیرہ وغیرہ حالانکہ وہ لوگ یہ خیال نہیں کرتے کہ عزت کا جنازہ نکل گیا خدا رسول کو ناراض کر لیا اسلامی

احکامات کی خلاف ورزی کردی اپنی قبر قیامت مشکل کرلی عذاب وغضب الٰہی کے حقدار ہو گئے وغیرہ ایمان واخلاق سے اپنے آپکو خالی کرلیا وغیرہ وغیرہ ان مثالوں سے یہ بتانا مقصود ہے کہ غلط فکر اور گندہ مفکر جہنم کا ایندھن ہوں گے خیال رہے کہ عقل وفکر خود کوئی معتبر شئے نہیں جب تک تعلیم رسول کے تابع نہ ہوں کیونکہ حواس غلطی کریں تو ان کی راہ نمائی عقل وفکر کرتی ہیں خود عقل وفکر غلطی کر جائیں تو شرع کی ضرورت ہے اور شرع نبی کی محتاج ہے نبی کی اداؤں کا نام ہی تو شرع ہے خدا کی مرضی کے مطابق نبی اعمال وافعال کرتے ہیں اور نبی سے لوگوں کو خدا کی مرضی اور ناپسندیدگی کا علم ہوتا رہتا ہے مثال یوں سمجھیں کہ تیز رفتار گاڑی پر سوار مسافر کو باہر کے دوڑتے بھاگتے مناظر یوں محسوس ہوتے ہیں کہ واقعتاً وہ دوڑ بھاگ رہے ہوں حالانکہ حقیقتاً ایسا نہیں حس بصر کا دھوکہ ہے عقل سمجھاتی ہے تو فہم میں آجاتا ہے عقل وفکر کو جب دھوکہ لگ جائے تو عجیب رنگ نظر آتے ہیں مثلاً ایک قوم کے ہاں حشرات الارض کیڑے مکوڑے وغیرہ حتی کہ خنزیر وغیرہ تک کھانا مرغوب سمجھا جاتا ہے کسی قوم کے ہاں کو امرغوب وکار ثواب ہونے کا قول وفعل تاریخ میں موجود ہے کسی قوم کے ہاں گندہ رہنا اور بال نہ کٹوانا ایک اچھا کام فرض کرلیا گیا ہے وغیرہ وغیرہ حالانکہ یہ سب عقل وفکر کی ضلالت وولالت فاسدہ کے کرشمے ہیں حاصل کلام یہی کہ عقل وفکر وہ صحیح ہے جو تابع شرع ہو خوش نصیب ہیں وہ لوگ جنکی ساری عمر اسلام وبانی اسلام کے متعلق تفکرات میں بسر ہوئی اس دنیا میں اسلام اور بانی اسلام ﷺ کی شان بتاتے رہے قرآن وحدیث میں تفکر وتدبر کرتے رہے اسلام کے احیاء میں ہر ممکن کوشش کی دوسروں کو تلقین کرتے رہے اس دنیا میں راحت وسکون ان کو دیا گیا باری تعالیٰ قبر وقیامت میں بھی ان سے وہ معاملہ فرمائے گا کہ دیکھنے والے رشک کریں گے کہ صحیح معنوں میں ان لوگوں نے اپنی محبت رسول کا حق ادا کیا حتی المقدور کوشش کی اور کامیاب وکامران ہو کر دنیا سے قبر اور قبر سے قیامت اور قیامت سے جنت کا سفر طے کیا بفضلہ تعالیٰ حضرت حکیم الامت علیہ الرحمۃ بھی انہی خوش نصیب افراد میں سے ایک تھے۔

حکیم الامت کے مفکر اسلام ہونے پر ایک نظر:

حکیم الامت علیہ الرحمۃ کے سارے تفکرات مصطفیٰ کریم ﷺ کا نام بلند کرنے کے

اردگرد گھومتے تھے ان کی ساری زندگی شان مصطفیٰ ﷺ ڈھونڈتے سناتے گزری ان کے دین کا پرچار فرماتے بسر ہوئی، امت مصطفیٰ کو مقام مصطفیٰ بتایا ان کے دین کی شان سمجھائی احکام بتائے ان کے دین کے مخالفین سے قولی وتحریری جہاد فرمایا ان کی اور انکے پیاروں کی شان کے منکروں کو لاجواب کیا، مناظرے کیے۔ تفاسیر لکھیں، شروح احادیث تحریر کیں تدریس کی ۔ تصانیف فرمائیں، درس قرآن وحدیث دیئے، اصلاح ونصائح کرتے رہے مواعظ کی خدمات سرانجام دیں حتیٰ کہ اپنا آبائی وطن تک ترک کردیا اور پاکستان میں اپنے فیوضات علمیہ وروحانیہ کے گوہر نایاب لٹائے فیضان ظاہری اور باطنی کے دریا بہاتے رہے اللہ تعالیٰ نے ان کو کامیابی اور مقبولیت عطا فرمائی اور اپنے انعام وکرام سے نوازا و الذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا (القرآن) کا تمغہ الٰہیہ آج بھی ان کے ساتھ سجا ہوا ہے ذیل میں کچھ عبارات درج کرتا ہوں ان سے حکیم الامت علیہ الرحمۃ کے تفکرات کا اندازہ کرنا آسان ہو جائے گا ملاحظہ فرمایئے۔

1. جاننا چاہیے کہ جیسے اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کو لاکھوں خصوصی صفات بخشیں ویسے ہی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو یہ خصوصیت بخشی کہ انھیں اپنے نور سے بنایا اور سارے عالم کو ان سے ظاہر فرمایا یعنی انہی کے سر پر اولیت کا تاج رکھا انھی کی پیشانی پر آخرت کا سہرا باندھا انہی کو آخری نبی بنا کر بھیجا اور انہی کو معراج کی رات میں سارے پیغمبروں کا امام بنایا۔

نماز اسراء میں تھا یہ ہی سر عیاں ہوں ، معنی اول آخر
کہ دست بستہ ہوں پیچھے حاضر جو سلطنت پہلے کر گئے تھے

تخم درخت سے پہلے ہوتا ہے پھر اسی تخم پر درخت کی تکمیل اور انتہاء ہوتی ہے یہ وہ عقیدہ ہے جس پر آج تک سارے کلمہ گو اور اسلام کا دعویٰ کرنے والے متفق رہے خود علمائے دیوبند کا بھی یہی عقیدہ رہا جیسا کہ انکی کتابوں سے ظاہر ہے مگر موجودہ زمانے کے نئے دیوبندی وہابی جہاں حضور علیہ السلام کے اور خصوصی اوصاف کے انکاری ہو گئے ہیں وہاں حضور علیہ السلام کے نور ہونے کے بھی منکر ہو گئے اب یہ حال ہو گیا ہے کہ حضور علیہ السلام کے نور ہونے کے انکار کے لئے جلسے ہو رہے ہیں عام دیوبندی عالموں کے لباس میں دن رات

دھواں دھار تقاریر کر رہے ہیں طریقہ کلام اتنی گستاخی کا ہے کہ پتہ نہیں لگتا کہ کوئی سکھ، عیسائی آریہ ہندو بول رہا ہے یا کلمہ گو مدعی اسلام؟ میں نے حضور ﷺ کا نمک کھایا ہے ان کے نام پر پلا ہوں ان کے دروازوں کے ٹکڑوں پر گزارا کر رہا ہوں ان کی غلامی سے عزت ملی ہے نمک حلال نوکر کو اپنے آقا کی توہین یا انکے کمال کا انکار برداشت نہیں ہوتا مجھے اس سے دکھ پہنچا، صرف چوب قلم ہاتھ میں ہے یہ تو میسر نہ ہوا کہ بدر و حنین کا میدان ہوتا ان پر جان نچھاور کرتے ہوئے کفار کے تیر و تلوار اپنے اوپر لیتے۔

جو ہم بھی واں ہوتے، خاک گلشن لپٹ کے قدموں سے لیتے اُترن
مگر کریں کیا نصیب میں یہ نامرادی کے دن لکھے تھے

اگر وہ نصیب نہ ہوا تو کم از کم چوب قلم سے بدگویوں کا مقابلہ کریں اور دشمن کے لسان قلم کو اپنے پر جھیلیں، شائد اللہ تعالیٰ قبول فرمائے اور غازیان بدر و حنین کے غلاموں میں حشر نصیب فرمادے اور حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے نعلین برداروں میں قیامت کے دن اٹھائے، یہ مدنظر رکھتے ہوئے فقیر نے اس رسالہ کے لکھنے کی ہمت کی جس میں ثابت کیا کہ حضور علیہ السلام اللہ کے نور ہیں اور سارے عالم کا ظہور حضور کے نور سے ہے اس رسالہ کا نام رسالہ نور رکھتا ہوں اور اس کا بھی وہی طریقہ ہوگا جو جآء الحق اور سلطنت مصطفی ﷺ وغیرہ کتابوں کا ہے کہ اس میں دو باب کیے جائیں گے پہلے باب میں اس کا ثبوت قرآنی آیات، احادیث شریفہ، بزرگان دین کے اقوال اور خود دیوبندی پیشواؤں کے کلام سے ہوگا دوسرے باب میں اسی مسئلہ پر اب تک جتنے اعتراضات ہو چکے اور میرے علم میں آچکے ان کے جوابات و ما توفیقی الا باللہ علیہ التوکل و الیہ المآب۔

(رسالہ نور ص 3 مطبوعہ نعیمی کتب خانہ گجرات)

۲ دنیاوی بادشاہ اپنے درباروں کے آداب اور ان میں حاضری دینے کے قوانین خود بناتے ہیں اور اپنے مقررہ حاکموں کے ذریعہ رعایا سے ان پر عمل کراتے ہیں کہ جب ہمارے دربار میں آؤ تو اس طرح کھڑے ہو اس طرح بات کرو اس طرح سلامی دو پھر جو کوئی آداب بجالاتا ہے اسکو انعام دیتے ہیں جو اس کے خلاف کرتا

ہے بادشاہ کی طرف سے سزا پاتا ہے پھر ان بادشاہوں کے یہ سارے قاعدے صرف انسانوں پر ہی جاری ہوتے ہیں جن فرشتے اور حیوانات کو ان سے کوئی تعلق نہیں کیوں کہ ان پر انکی کوئی سلطنت نہیں تو پھر یہ سارے آداب اس وقت تک رہتے ہیں جب تک بادشاہ زندہ ہے اس کی آنکھ بند ہوئی وہ دربار بھی ختم سارے آداب بھی فنا، اب نیا دربار ہے، نئے قاعدے ہیں۔

ہر کہ آمد عمارت نو ساخت
رفت و منزل بہ دیگرے پرداخت

لیکن اس آسمان کے نیچے ایک دربار ایسا بھی ہے جس کے آداب اور جس میں حاضر ہونے کے قاعدے، سلام وکلام کرنے کے طریقے خود رب تعالیٰ نے بنائے اپنی مخلوق کو بتائے کہ اے میرے بندو جب اس دربار میں آؤ تو ایسے ایسے آداب کا خیال رکھنا اور خود فرمایا کہ اگر تم نے اس کے خلاف کیا تو تم کو سخت سزا دی جائے گی، پھر لطف یہ ہے کہ اب وہ شاہی دربار ہماری آنکھوں سے چھپ گیا اسکی چہل پہل ہماری نگاہوں سے غائب بھی ہوگئی اس شہنشاہ نے ہم سے پردہ بھی فرمالیا مگر اس کے آداب اب تک وہی باقی، اس کا طمطراق اسی طرح برقرار پھر اس دربار کے قوانین فقط انسانوں پر ہی جاری نہیں بلکہ وسعت سلطنت کا یہ حال ہے کہ فرشتے بغیر اجازت وہاں حاضر نہ ہوسکیں، جنات جھجکتے ہوئے حاضر ہوں، جانور سجدے کریں بے جان کنکر اور درخت کلمے پڑھیں اور اشارہ پر گھومیں چاند، سورج اشاروں پر چلیں، اس کے شارے ابرو سے بادل آکر برسیں اور دوسرا اشارہ پا کر بادل پھٹ جائیں۔ غرضیکہ ہر عرشی فرشی اسی قاہر حکومت کے بندہ زر در، مسلمانو! معلوم ہے وہ دربار کس کا ہے؟ وہ دونوں جہاں کے مختار حبیب کردگار، کونین کے شہنشاہ کونین کے دولہا ﷺ کی بارگاہ ہے جس کے آداب سکھائے۔

کچھ لوگ زمانہ رسالت حضور انور ﷺ سے پہلے ہی قربانی کر لیتے ہیں اور کچھ لوگ رمضان سے پیشتر روزے رکھنا شروع کر دیتے ہیں تو رب فرماتا ہے۔

یایھا الذین اٰمنوا لا تقدموا بین یدی اللّٰہ ورسولہ واتقوا اللّٰہ ان اللّٰہ سمیع علیم (الحجرات)

اے ایمان والو! اللہ اور رسول سے آگے نہ بڑھو اور اللہ سے ڈرو بے شک اللہ سنتا ہے جانتا ہے۔

اس آیت نے ادب سکھایا کہ کوئی مسلمان اللہ کے حبیب علیہ السلام سے کلام میں، چلنے میں غرض کسی بات میں حضور سے آگے نہ ہو، حتی کہ راستے میں اگر حضور کے ساتھ جارہا ہے تو آگے نہ چلے، ایک صحابی ہیں جنکا نام ہے قیس بن شماس رضی اللہ عنہ جن کو اونچا سننے کی بیماری تھی۔ جب بارگاہ رسالت میں حاضر ہوتے تو بات کرتے میں اونچی آواز ہو جاتی، بھلا رب کو یہ کب منظور تھا کہ کوئی میرے حبیب کے حضور میں بلند آواز سے بولے، ارشاد فرمایا۔

یایھا الذین امنو الا تر فعوا اصواتکم فوق صوت النبی و الا تجھر و اله بالقول کجھر بعضکم لبعض ان تحبط اعمالکم وانتم لاتشعرون

(الحجرات)

اے ایمان والو! نبی علیہ السلام کی آواز پر اپنی آواز اونچی نہ کرو اور نہ ان کے حضور بات چلا کر کہو، جیسے آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ چلاتے ہو کہیں تمہارے عمل برباد نہ ہو جائیں اور تمہیں خبر بھی نہ ہو۔

سبحان اللہ کیسا ادب سکھایا، کہ اس بارگاہ میں حاضری دینے والوں کو زور سے بھی بولنے کی بھی اجازت نہیں، حضرت قیس بن شماس رضی اللہ عنہ اس آیت کے نازل ہونے کے بعد بوجہ خوف بارگاہ نبوت حاضر نہ ہوئے، سرکار نے ایک روز دریافت فرمایا، کہ کچھ روز سے قیس نہیں آتے لوگوں نے حضرت قیس رضی اللہ عنہ کے گھر جا کر غیر حاضری کا سبب پوچھا، فرمانے لگے میں جہنمی ہو گیا، کیونکہ میری آواز اونچی ہے، اور آیت کریمہ نے یہ ارشاد فرمایا ہے، یہ ماجرا بارگاہ رسالت میں عرض کیا گیا، تو فرمایا وہ جنتی ہیں یعنی اب تک جو گیا وہ معاف ہے، اس کے بعد حضرت ابوبکر و عمر و بعض دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین اس قدر آہستہ آواز سے کچھ عرض کرتے تھے کہ حضور علیہ السلام کئی کئی بار پوچھتے تھے کہ کیا کہتے ہو ان کے حق میں یہ آیت کریمہ آئی۔

ان الذین یغضون اصواتھم عند رسول اللہ اولئک الذین امتحن اللہ

قلوبھم للتقویٰ لھم مغفرۃ واجر عظیم (الحجرات)

بے شک وہ لوگ جو رسول اللہ کے پاس اپنی آوازیں پست کرتے ہیں یہ وہ ہیں جن کا دل اللہ نے پرہیز گاری کے لئے پرکھ لیا، ان کے لئے بخشش اور بڑا ثواب ہے سبحان اللہ معلوم ہوا کہ یہ وہ دربار ہے جہاں کسی کو سرا اونچا کرنے کی ہمت نہیں۔

اونچے اونچے یہاں جھکتے ہیں

سارے انہیں کا منہ تکتے ہیں

قبیلہ بنی تمیم کے کچھ لوگ دوپہر کے وقت بارگاہ رسالت میں پہنچے حضور اقدس ﷺ دولت خانہ میں تشریف فرما تھے ان لوگوں نے حجرہ پاک کے باہر سے پکارنا شروع کر دیا رب تعالیٰ کو پسند نہ ہوا کہ کوئی اس دولہا کو پکار کر بلائے جسکے گھر بے اجازت حضرت جبریل بھی نہیں جاسکتے فوراً آیہ کریمہ نازل ہوئی ان الذین ینادونک من وراء الحجرات اکثرھم لایعقلون ○ (الحجرات)

اے پیارے وہ جو تمہیں حجروں کے باہر سے پکارتے ہیں ان میں اکثر بے عقل ہیں اب رب تعالیٰ انہیں ادب سکھاتا ہے ولو انھم صبروا حتی تخرج الیھم لکان خیرا لھم واللہ غفور رحیم (الحجرات) کہ وہ لوگ اگر اتنا صبر کرتے کہ آپ خود ان کے پاس تشریف لاتے تو یہ ان کے لئے بہتر تھا اللہ بخشنے والا مہربان ہے ادب سکھایا کہ اگر کوئی شخص ایسے وقت آئے کہ میرے محبوب علیہ السلام دولت خانہ میں ہیں تو انکو آواز دیکر نہ بلاؤ، بلکہ تشریف آوری کا انتظار کرو، جب وہ نازنین سلطان خود تشریف لائیں تب عرض و معروض کرو، حضور علیہ السلام نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا ولیمہ کی عام دعوت فرمائی عام مسلمان جماعتیں بناتے تھے اور کھاتے پیتے تھے آخر میں تین صاحب کھانے سے فارغ ہو کر اس ہی جگہ بیٹھ گئے ان کی بات کا سلسلہ اس قدر دراز ہوا کہ بہت دیر تک وہاں بیٹھے رہے مکان تنگ تھا ان کے بیٹھنے سے حضور علیہ السلام کو کچھ دشواری محسوس ہوئی مگر کرم کریمانہ کی وجہ سے ان سے نہ فرمایا کہ چلے جاؤ ان حضرات کو یہ محسوس نہ ہوا بھلا رب تعالیٰ کو یہ کب پسند تھا کہ کوئی زیادہ بیٹھ کر ملال کا سبب بنے فوراً آیت کریمہ نازل ہوئی۔

یـا ایھا الذین امنوا لاتدخلوا بیوت النبی الا ان یوذن لکم الی طعام غیـر نـاظـریـن ایـاہ ولـکـن اذا دعیـتـم فـادخـلـوا و اذا طعمتم فانتشروا ولا مستانسین لحدیث ٥ (الاحزاب آیت 53)

اے ایمان والو نبی کے گھروں میں نہ حاضر ہونا جب تک کھانا کھانے کے لیے بلائے نہ جاؤ نہ اس طرح کرو کہ کھانا پکنے کا انتظار کرو، ہاں جب بلائے جاؤ تو حاضر ہو جاؤ اور جب کھانا کھا چکو تو بیٹھ کر باتوں سے دل نہ بہلاؤ۔

اس سے معلوم ہوا کہ بارگاہ نبوت میں دعوت کھانے کے آداب یہ ہیں کہ کھانا پکنے سے پہلے وہاں نہ پہنچو اور کھانہ کھا کر وہاں نہ بیٹھو، کیوں؟ اس کی وجہ قرآن بیان فرما رہا ہے کہ

ان ذلـکـم کـان یـوذی الـنـبی فلیستحی منکم واللہ لایستحی من الحق (الاحزاب آیت 53)

تمہارے اس فعل سے میرے نبی کو ایذاء ہوتی تھی لیکن وہ غیرت والے محبوب تمہارا لحاظ فرماتے تھے اللہ حق بات فرما دینے میں حیاء نہیں فرماتا۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا طریقہ یہ تھا کہ اگر محبوب علیہ السلام نے کسی لفظ کو سمجھ نہ سکتے تو عرض کرتے کہ رٰاعنا یارسول اللہ یا حبیب اللہ ہمارا لحاظ فرمادیجیے یعنی اس لفظ کو دوبارہ فرمادیجیے تا کہ ہم سمجھ لیں لفظ راعـنـا یہودی زبان میں گستاخی کا لفظ تھا انھوں نے اس نیت سے یہ لفظ بولنا شروع کر دیا اور دل میں خوش ہونے لگے کہ بارگاہ رسالت میں گستاخی کا موقعہ مل گیا وہ بھیدوں کو جاننے والا ہے اور نیتوں سے واقف رب ہے اسکو یہ کیسے پسند ہو سکتا تھا کہ کسی کو میرے محبوب کو جناب میں گستاخ کا موقعہ ملے فوراً آیت مبارکہ آئی یـاایھا الذین امنوا لاتـقـولـوا راعـنا وقولو ا انظرنا واسمعوا وللکافرین عذاب الیم ٥ (البقرہ) اے ایمان والوں "راعنا" کا لفظ نہ کہا کرو بلکہ یوں عرض کرلیا کرو کہ " انظرنا " یعنی اے رسول خدا ہم پر نظر رکھیں و لـلـکـافـریـن عذاب الیم کافروں کے لیے الم ناک عذاب ہے اس آیت سے معلوم ہوا کہ یہ بارگاہ ایسے ادب کی جگہ ہے جہاں ایسے لفظ بولنے کی بھی گنجائش نہیں جس سے کسی دشمن کو بدگوئی کا موقع مل جائے۔

ایک زمانہ میں ایسا اتفاق ہوا کہ مالدار مسلمان حضور علیہ اسلام سے اپنی گفتگو کا سلسلہ اتنا دراز کردیتے تھے کہ فقراء مسلمین کو کچھ عرض کرنے کا موقعہ ہی نہ ملتا تھا تو یہ آیت نازل ہوئی کہ

یایھا الذین امنو اذا ناجیتم الرسول فقدموا بین یدی نجو کم صدقۃً ○ (المجادلہ آیت 12)

اے ایمان والو جب تم اللہ کے رسول سے کچھ عرض کرنا چاہو تو اپنی عرض سے پہلے کچھ صدقہ دے لیا کرو سبحان اللہ! رب سے عرض و معروض کرنا ہو یعنی نماز پڑھنی ہو تو وضو کرنا کافی مگر رب کے محبوب علیہ السلام سے عرض کرنا ہو تو پہلے صدقہ و خیرات کرو اس آیت سے دو فائدے حاصل ہوئے ایک یہ کہ پابندی لگانے سے غریب مسلمانوں کو بھی بارگاہ رسالت میں کچھ عرض کرنے کا موقع مل جائے گا دوسرے کہ دل میں اس بارگاہ کا ادب بیٹھ جائے گا جو چیز کچھ خرچ اور محنت سے حاصل ہو اسکی وقعت ہوتی ہے اگرچہ یہ آیت کریمہ بعد کو منسوخ ہو گئی مگر بارگاہ رسالت کی شان میں پتہ تو لگ ہی گیا، اپنے محبوب کو مکہ معظمہ میں نہ رکھا بلکہ وہاں سے تین سو ساٹھ (360) میل کے فاصلہ پر مدینہ منورہ میں رکھا تاکہ کوئی شخص حج کے طفیل زیارت نہ کرے بلکہ زیارت پاک کے لئے علیحدہ سفر کرکے حاضر ہو، تاکہ اسکو زیارت کی قدر ہو رب تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ **یایھا الذین امنوا استجیبوا اللّٰہ وللرسول اذا دعاکم**

(الانفال آیت 24)

کہ اے ایمان والو اللہ اور اس کے رسول کے بلانے پر فوراً حاضر ہو جاؤ

اس آیت میں اس بارگاہ کا یہ ادب سکھایا کہ اے حاضر رہنے والو جس وقت تمہارے کان میں میرے محبوب علیہ السلام کی بلانے کی آواز پہنچے تو تم جس حال میں بھی ہو فوراً حاضر ہو جاؤ صحابہ کرام رضی اللہ عنھم نے اس پر عمل کیا اگر اسکی کچھ تفصیل دیکھنی ہو تو ہماری کتاب شان حبیب الرحمن کا مطالعہ کرو جس میں یہ بتایا گیا ہے کوئی صحابی نماز میں ہوتے اور حضور علیہ السلام انکو پکارتے تو وہ نماز چھوڑ کر حاضر ہو جاتے تھے حتیٰ کہ ایک صحابی نے اپنی بیوی سے ہم بستری کر رہے تھے کہ انھوں نے حضور علیہ السلام کا پکارنا سنا بغیر فراغت علیحدہ ہو گئے اور خدمت اقدس میں حاضر ہو گئے ایسے بہت سے واقعات ہیں۔

ثابت ہوا جملہ فرائض فروع ہیں
اصل الاصول بندگی اس تاجور کی ہے

یہ چند آیات بطور نمونہ پیش کی گئی ہیں جس میں بارگاہ عالی کے آداب سکھائے گئے ہیں اگر زیادہ تفصیل کی جائے تو اس کے لیے دفتر درکار ہیں اب یہ بھی قرآن ہی سے پوچھ لو کہ باادب اور خوش نصیب لوگوں پر حق تعالیٰ کے کیسے انعام ہوئے وہ گزشتہ آیات میں ضمناً معلوم ہو گئے کہ انکو تقویٰ کا تمغہ دیا گیا مغفرت اور بڑے بڑے اجر کی خوش خبری دی گئی اور کہیں فرمایا گیا کہ خدا ان سے راضی ہے وہ خدا سے راضی، غرضیکہ قرآن ان کی تعریف سے پر ہے۔

بے ادبوں پر جو غضب الٰہیہ آیا اسکی بہت تفصیل نہیں کرتا صرف دو واقعے سناتا ہوں ولید بن مغیرہ کافر نے ایک بار بکا تھا کہ آپ مجنون یعنی دیوانہ ہیں اسکی اس گستاخی سے دل مبارک کو صدمہ پہنچا، پھر کیا تھا؟ غضب الٰہی کا دریا جوش میں آ گیا سورہ قلم شریف میں اولاً تو اپنے محبوب علیہ الصلوۃ والسلام کو انکے فضائل وخوبیاں سنا کر خوش کیا گیا کہ ما انت بنعمۃ ربك بمجنون ٥ وان لك لاجراً غیر ممنون ٥ وانك لعلی خلق عظیم ٥ اے پیارے آپ اپنے رب کے فضل سے مجنون نہیں تمہارے لئے تو بے انتہاء ثواب ہے اور تم بڑے ہی عظیم اخلاق والے ہو یعنی اسکو بکنے دو وہ کچھ بھی بکتا پھرے ہم جو تمہاری ایسی خوبیاں بیان فرمار ہے ہیں اس کی نہ سنو اپنے رب کی سنو، اب اس کافر کی گستاخی پر توجہ غضب ہوتی ہے اس کے دس عیب بیان فرمائے گئے۔

ولا تطع کل حلاف مهین هماز مشاء بنمیم مناع للخیر معتد اثیم عتل بعد ذلك زنیم ٥(سورہ ن والقلم)

اے محبوب ایسے کی بات نہ سنو جو جھوٹی قسمیں کھانے والا ہے ذلیل، خوار، طعنہ باز، بڑا چغل خور، بھلائی سے روکنے والا، حد سے بڑھنے والا، سخت گناہ گار سخت دل، اس پر طرہ یہ کہ حرام کا بچہ ہے۔

جب ولید نے یہ آیات سنیں تو ماں کے پاس آیا کہا کہ محمد نے جو میرے دس (10) عیب بیان کیے ان میں سے نو (9) کو تو میں جانتا ہوں کہ مجھ میں واقعی وہ عیب ہیں مگر یہ تو بتا کہ

میں حرامی ہوں یا حلالی؟ سچ بولنا ورنہ تیری گردن اڑا دوں گا کیوں کہ ان کی بات کبھی جھوٹی نہیں ہوتی اس کی ماں بولی واقعی تو ہے تو حرامی، تیرا باپ نامرد تھا مگر مالدار بہت تھا مجھے اندیشہ ہوا کہ میری اولاد نہ ہوئی تو میرا مال غیر لے جائیں گے تو میں نے ایک چرواہے سے زنا کیا تو اس کا نطفہ ہے، اس آیت سے یہ بھی ظاہر ہو رہا ہے کہ جو شقی بد بخت حضور علیہ السلام کی توہین کو اپنا پیشہ بنالے اس کی اصل میں خطاء ہوتی ہے ایسے بدگویوں کو چاہیے کہ وہ اپنے نطفہ کی تحقیق کریں پھر ارشاد باری ہوا **سنسمه علی الخرطوم** (سورہ قلم) کہ ہم اس کافر کی سور کی سی تھوتھنی پر داغ لگا دیں گے یعنی اسکا چہرہ بگاڑ دیں گے کہ اسکی بدباطنی چہرے سے نمودار ہوگی آخرت میں جو ہوگا وہ ہوگا، دنیا میں بھی ولید بن مغیرہ کافر کی شکل بگڑ گئی۔ (خزائن وجلالین وغیرہ)

اب بھی حضور علیہ السلام کے گستاخوں کے چہروں پر ایمانی رونق نہیں ہوتی بعض گستاخوں کے منہ پر مکھیاں بھنکتی اور آخر میں شکل بگڑتی دیکھی گئی نعوذ باللّٰہ منہ ۔

ایک بار ابولہب گستاخ کافر نے بارگاہ نبوت میں آ کر کہا (اے محمد) تمہارا ہاتھ ٹوٹ جائے، غضب الٰہی کا دریا جوش میں آیا اور یہ سورت نازل ہوئی۔

تبت یدا ابی لهب وتب ○ ما اغنی عنه ماله وما کسب ○ سیصلی نارا ذات لهب ○ وامراته حمالة الحطب ○ فی جیدها حبل من مسد ○

ابولہب کے دونوں ہاتھ ٹوٹ جائیں برباد ہوں اور وہ تباہ ہو بھی گیا اس کو اپنا مال اور کمائی کچھ کام نہ آئی عنقریب وہ اور اسکی بیوی بھڑکتی ہوئی آگ میں پہنچیں گے اسکی وہ بیوی جو سر پر لکڑیاں اٹھاتی ہے جس کے گلے میں کھجور کی چھال کا بنا ہوا رسا ہے۔

معلوم ہوا اس بدنصیب نے ایک بدگوئی کی اس کے جواب میں اسکو اور اس کی بیوی ام جمیل کو جو کچھ سنایا گیا وہ معلوم ہو گیا بلکہ بعد کو اسکی عورت اس طرح مری کہ وہ حضور علیہ السلام کی ایذاء رسانی کے لئے خود اپنے سر پر کانٹوں کا بوجھ لاد کر لاتی اور حضور علیہ السلام کے راستہ میں بچھا دیتی ایک دن کانٹوں کا بوجھ لا رہی تھی کہ تھک گئی آرام کی خاطر ایک پتھر پر بیٹھ گئی ایک فرشتے نے اس کے پیچھے سے اس کا بوجھ کھینچا بوجھ پیچھے گرا اسکی رسی سے ام جمیل کو پھندا لگ گیا اسی حال میں وہ تڑپ کر مر گئی۔

اب نہ وہ ولید رہا نہ ہی ابولہب مگر اس پر دن رات مشرق و مغرب میں لعنت پڑ رہی ہے کہ نمازی نماز میں قرآن پڑھنے والا تلاوت میں ان "القاب" سے انکی "تواضع" کررہے ہیں۔

ایک لطف اور ہے وہ یہ کہ اب ظاہری آنکھوں سے وہ دربار نہیں نہ وہ دعوت ولیمہ کی دھوم دھام ہے نہ وہ آواز مبارک کے نغمے ہمارے یہ نصیب کہاں تھے کہ ان مجلسوں کا نظارہ کرتے اور اپنے کانوں سے وہ خدا بھاتی آواز سنتے۔

جو ہم بھی واں ہوتے خاک گلشن لپٹ کے قدموں سے لیتے اترن
مگر کریں کیا؟ نصیب میں یہ نامرادی کے دن لکھے ہوئے تھے

لیکن اس بزم کے آداب اسی طرح لوگوں کے سامنے ہیں کہ

ذکر حبیب کم نہیں وصل حبیب سے

اگر بعد والوں کو وہ باتیں میسر نہ ہوئیں تو کم سے کم سن کر ایمان لائیں اور وجد میں آکر ڈاکٹر اقبال کا یہ شعر پڑھ پڑھ کر لطف حاصل کریں۔

ادب گا ہیست زیر آسمان از عرش نازک تر
نفس گم کردہ می آید جنید و با یزید ایں جا

ان کے رب کی قسم اس دربار کا نکالا ہوا کہیں بھی پناہ نہیں پاسکتا دنیا کے بادشاہوں کے مجرم مرکر حاکم کے عتاب سے چھوٹ جاتے ہیں مگر ان کا مجرم نہ زندگی میں عزت پائے نہ نہ قبر میں چین نہ حشر میں آرام اس بارگاہ میں مقبول ہر جگہ عزت پاتا ہے اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ نے خوب لکھا ہے۔

تو جو للکار دے آتا ہوا الٹا پھر جائے
تو جو چمکارے ہر پھر کے ہو تیرا تیرا

دل پہ کندہ ہو تیرا نام کہ وہ دزد رجیم
الٹے ہی پاؤں پھرے دیکھ کے طغرا تیرا

بخاری شریف جلد اول کتاب المناقب میں ہے کہ ایک شخص کاتب وحی تھا کہ وحی لکھنے کی خدمت اس کے سپرد تھی پھر کچھ ایسی پھٹکار پڑی کہ وہ مرتد ہوگیا اور حضور علیہ السلام کو

عیب لگانے لگا جب وہ مر گیا اس کو دفن کیا گیا تو زمین نے اس کو اپنے اندر سے باہر نکال پھینکا اسکے دوست سمجھے کہ شائد اصحاب رسول اللہ نے اسکو قبر سے باہر نکالدیا اور زیادہ گہرا گڑھا کر کے اس کو دفن کیا مگر نعش باہر آ گئی زمین نے پھر قبول نہ کیا کئی بار اس طرح کیا مگر زمین نے قبول نہ کیا (آخر زمین کے اوپر ہی پڑا رہنے دیا گیا) تو معلوم ہوا کہ یہ بارگاہ مصطفےٰ ﷺ کا نکالا ہوا ہے اسکو کوئی بھی قبول نہ کرے گا۔

مدارج النبوۃ میں ہے کہ حضور علیہ السلام کی دو صاحبزادیاں حضرت رقیہ اور حضرت کلثوم رضی اللہ عنہما ابولہب کے دو بیٹوں یعنی عتبہ اور عتیبہ کے نکاح میں تھیں کیونکہ اس وقت تک مشرکین سے نکاح حرام نہ ہوا تھا جب سورۃ لہب (تبت یدا ابی لھب) نازل ہوئی تو ابو لہب نے اپنے دونوں بیٹوں سے کہاں کہ تم دونوں محمد کی بیٹیوں کو طلاق دے دو ورنہ میں تم کو اپنی میراث سے محروم کر دونگا چنانچہ عتیبہ نے تو بارگاہ نبوت میں حاضر ہو کر معذرت کر کے طلاق دی اور عتبہ نے گستاخی سے طلاق دی اللہ کے محبوب ﷺ نے فرمایا اے اللہ اپنے کسی کتے کو مقرر فرما جو اس کو سزا دے عتبہ یہ سنکر گھبرا گیا کانپ گیا آ کر ابولہب سے کہا ابولہب نے کہا اب میرے بیٹے عتبہ کی خیر نہیں کیوں کہ محمد کی بددعا اسکے پیچھے پڑ گئی ابولہب اپنے بیٹے کی ہر طرح نگرانی رکھنے لگا یہی عتبہ ایک دفعہ تجارتی قافلہ کا سردار ہو کر شام کی طرف چلا ابولہب نے اپنے غلاموں کو وصیت کی کہ عتبہ کو درمیان میں سلانا چنانچہ ایک جگہ قافلے والے سو رہے تھے کہ جھاڑی سے ایک شیر نکلا وہ ہر ایک کا منہ سونگھتا اور اسکو چھوڑ دیتا عتبہ پر پہنچا اس کا منہ سونگھا اور اسے پھاڑ ڈالا معلوم ہوا مصطفیٰ کریم ﷺ کی بے ادبی کرنے والوں کے منہ سے ایسی بدبو نکلتی ہے جس سے جانور معلوم کر لیتے ہیں کہ گستاخ رسول کا منہ یہ ہے اب مقبولین بارگاہ کا حال بھی سنتے چلو۔

حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کے آزاد کردہ غلام تھے، ایک بار کفار کے ہاتھوں گرفتار ہو گئے کچھ روز بعد آپ کو خبر ملی کہ لشکر اسلام اس علاقہ میں آیا ہوا ہے آپ رات کو موقع پا کر جیل خانہ سے نکل بھاگے دوڑے جا رہے تھے کہ اچانک جھاڑی سے ایک شیر نکلا آپ نے اس سے کہا اے شیر میں رسول اللہ کا غلام ہوں شیر دم ہلاتا ہوا آگے ہو لیا اور راستہ دکھا

کر بلکہ لشکر تک پہنچا کر واپس ہوا دیکھو مشکوۃ باب الکرامات۔

یہ دو تین واقعات اہل ایمان کی عبرت کے لئے کافی ہیں مسلمانوں کو لازم ہے کہ عظمت رسول کے گیت گایا کریں اپنے بچوں کو اسکی تعلیم دیں اور واعظین علماء کو چاہیے کہ مسلمانوں کو یہ باتیں سکھائیں۔

یقین کرو کہ حضور علیہ السلام کی عزت میں اسلام کی عزت ہے کیونکہ مکان کی عزت مکان والے سے، اور کام کی وقعت کام والے سے ظاہر ہوتی ہے مثال کے طور پر سمجھو کہ ایک جلسہ میں ہندو عیسائی، یہودی اور مسلمان جمع ہوں، ہندو اٹھ کر کہے میرا رام چندر ایسا قوت والا ہے جس نے سیتا سے شادی کرنے کے لئے ایک بھاری کمان توڑ کر دو ٹکڑے کر دیا، عیسائی اٹھ کر کہے میرے مذہب کے بانی حضرت عیسٰی علیہ السلام کی وہ شان تھی کہ انہوں نے مردوں کو زندہ کر کے اپنا کلمہ پڑھوالیا، یہودی اٹھ کر کہے کہ میرے مذہب کے بانی موسٰی علیہ السلام کی وہ شان تھی کہ انھوں نے پتھر میں عصا مار کر پانی کے چشمے نکال دیئے مگر آپ اٹھ کر وہ کہیں جو مولوی اسماعیل اور مولوی خلیل نے لکھا کہ

میرے نبی تو بندہ مجبور تھے ان کو تو دیوار کے پیچھے کا بھی علم نہ تھا، وہ تو ذرہ ناچیز سے بھی کم تھے۔

ان کا علم تو ملک الموت اور شیطان سے کم تھا (وغیرہ وغیرہ)

تو بتاؤ تم نے اسلام کی تعظیم کی یا توہین؟ وہ لوگ سنکر یہی کہیں گے کہ ایسے اسلام کو ہمارا دور سے ہی سلام ہے جس کے پیشوا کی مجبوری و بے بسی کا یہ عالم ہو۔

ہاں! اس موقع پر کوئی مجھ جیسا فقیر نیاز مند ہو تو تڑپ کر کہے گا کہ اے ہندو اگر تیرے رام چندر نے ایک بھاری کمان کو توڑ ڈالا ہے تو ذرا میرے مصطفےٰ ﷺ کی خداداد قدرت کو تو دیکھ کہ انھوں نے انگلی پاک کے اشارے سے پورے چاند کو توڑ کر دو کمانیں کر دیا، اور اے عیسائی اگر حضرت عیسٰی علیہ السلام نے بے جان مردوں میں جان ڈالی تو میرے محبوب علیہ السلام کی خداداد قوت دیکھ کہ جنھوں نے سوکھی لکڑیوں، جنگل کے درختوں اور کنکروں سے اپنا کلمہ پڑھوالیا اور اے یہودی اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پتھر میں سے پانی نکالا تو میرے

مصطفے ﷺ کی شان بھی دیکھ جنھوں نے انگلیوں سے پانی کے چشمے نکال دیئے۔

انگلیاں ہیں فیض پر ٹوٹے ہیں پیاسے جھوم کر

ندیاں پنجاب رحمت کی ہیں جاری واہ واہ

عرض یہ اسلام کی شوکت دکھانے کے لئے بانی اسلام ﷺ کی شوکت دکھانا از حد ضروری ہے، مگر افسوس کہ اس زمانے کے بعض مسلم نما مرتدین اس رمز کو نہ سمجھے، شیطان نے انکو یہ بتایا کہ انبیاء کی عزت بیان کرنے سے خدا کی توہین ہوگی، ان عقل بندوں نے ابلیسی توحید کو اسلامی توحید سمجھا کہ توحید خدا کے لئے توہین مصطفے ضروری ہے، یہی تو ابلیس نے کہا تھا، حالانکہ حضور علیہ السلام کی عظمت رب کی قدرت کا مظہر ہے (یعنی ظاہر ہونے کی جگہ ہے) شاگردی کی قابلیت سے استاد کی قابلت کا پتہ چلتا ہے اور چیز کے جمال سے بنانے والے کا کمال معلوم ہوتا ہے جب اللہ کے محبوب کی عظمت کا خیال ہوگا تو یہی کہنا پڑے گا کہ اے مصطفیٰ ﷺ آپ کے رب کی قدرت کے قربان کہ جس نے ایسے کمال والے کو پیدا فرمایا۔

اس بات کا لحاظ رکھتے ہوئے فقیر نے ایک کتاب "شان حبیب الرحمن از آیات القرآن" اور ایک کتاب "جاء الحق" لکھی بفضلہٖ تعالیٰ وہ ملک میں ایسی مقبول ہوئیں کہ مجھے اس قدر امید بھی نہ تھی، ہندوستان کے ہر خطے میں پہنچیں، اہل سنت نے اپنی محبت کا اظہار کیا، خوش نودی کے خطوط لکھے کسی وہابی یا دیو بندی کو اعتراض کرنے کی ہمت و جرات نہ ہوئی بلکہ خدا کے فضل سے بہت سے دیو بندی ان کتابوں کو دیکھ کر "دیو بندیت" سے توبہ کر کے مسلمان ہو گئے الحمد اللہ علی ذلک لیکن بعض اہل سنت کا اصرار رہا کہ "جاء الحق" میں تقریباً تمام مسائل تو آ گئے مگر تین مسئلے نہ آئے جنکی اس وقت سخت ضرورت ہے ایک مسئلہ تو "سلطنت مصطفیٰ ﷺ" ہے کیونکہ دیو بندی وہابی جہاں حضور علیہ السلام کے تمام کمالات کے منکر ہیں وہاں اس کے بھی منکر ہیں اور قرآن کریم میں جو آیات بتوں کی مقہوری و مجبوری سے متعلق ہیں وہ انبیاء علیہم السلام پر چسپاں (فٹ کرتے ہیں اور بت پرستوں سے متعلق آیات کو مسلمانوں کے لئے پڑھتے ہیں بلکہ انکو سارے قرآن مجید میں صرف یہی آیت نظر آئی (قل انما انا بشر مثلکم)

دوسرا مسئلہ بیس تراویح سے متعلق ہے مولوی رشید احمد گنگوہی نے اس مسئلہ پر جو کتاب لکھی ہے "الرامع النجیح" اس سے تو مغالطہ اور بڑھتا ہے: نوٹ: حکیم الامت علیہ الرحمۃ نے مسئلہ بیس تراویح پر جو کتاب لکھی ہے اس کا نام "لمعات المصابیح علی رکعات التراویح" ہے اب یہ کتاب "جاء الحق" میں ہی موجود ہے دیکھو جاء الحق ص 441 مطبوعہ نعیمی کتب خانہ لاہور (راقم الحروف عفی عنہ ربہ)۔

تیسرا مسئلہ عصمت انبیاء ہے کیونکہ کانپور سے ایک شخص برابر اس کے مخالف مضامین شائع کر رہا ہے وہ لکھتا ہے کہ انبیاء کرام گناہگار بلکہ مشرک تھے بعد کو انھوں نے توبہ کی (نعوذ باللہ) میں نے ان مضامین کو اپنے رب کے کرم سے لکھ تو لیا مگر اس خیال میں رہا کہ "جاء الحق" کے دوسرے ایڈیشن میں یہ مسائل بڑھا دیئے جائیں گے لیکن میرے محترم دوست منشی احمد دین صاحب نے بہت زور دیا کہ "سلطنت مصطفے ﷺ" بہت جلد شائع کر دی جائے اسکی سخت ضرورت ہے اور بہت مانگ ہے لہٰذا توکلا علی اللہ اسکی تیاری تو کر دی مگر اپنی بے بضاعتی اور کم علمی پر نظر کرتے ہوئے ہمت ٹوٹتی تھی لیکن اعلٰے حضرت علیہ الرحمۃ کے ان اشعار نے ہمت بندھا دی۔

ٹوٹی آس بندھاتے یہ ہیں
چھوٹی نبض، چلاتے یہ ہیں

ڈوبی ناؤ تراتے یہ ہیں
ہلتی نیویں جماتے یہ ہیں

فیض جمیل خلیل سے پوچھو
آگ میں باغ کھلاتے یہ ہیں

نہ وہ کام میری طاقت سے ہوا نہ یہ میری قوت سے ہوگا بلکہ وہ محبوب جس سے چاہیں اپنا کام لے لیں۔

تم تو جس خاک کو چاہو وہ بنے بندہ پاک
میں نبی کس کو بناؤں ؟ جو خفا تم ہو جاؤ

اس کتاب کا نام "سلطنت مصطفی در مملکت کبریاء" رکھتا ہوں اسکا طریقہ بھی وہی ہوگا جو جاء الحق کا ہے کہ دو باب میں مسئلہ بیان کیا جائے گا پہلے باب میں حضور علیہ السلام کی بادشاہی کا ثبوت ہے دوسرے باب میں اس پر مخالفین کے اعتراضات و جوابات، وما توفیقی الا باللہ وھو حسبی ونعم الوکیل ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم (سلطنت مصطفی در مملکت کبریا ص 1 ص 13 نعیمی کتب خانہ لاہور)

خیال رہے کہ عصمت انبیاء پر حکیم الامت علیہ الرحمۃ کی کتاب کا نام ہے "قہر کبریاء بر منکرین عصمت انبیاء" یہ کتاب اب جاء الحق میں ہی شامل ہے۔

(دیکھو جاء الحق ص 419، راقم الحروف عفی عنہ ربہ)

- دیوبندیوں کی دریدہ دہنی اور توہین انبیاء نے لوگوں کو بارگاہ انبیاء میں بے ادبی کرنے پر دلیر کر دیا ہندوستان میں ایک فرقہ وہ بھی پیدا ہوگیا جو انبیاء کرام کو گناہ گار بلکہ مشرک و کافر بھی کہتا ہے وہ یہ بھی کہتا ہے کہ انبیاء کرام پہلے مشرک و کفار تھے اور گناہ کبیرہ کے مرتکب بھی پھر توبہ کر کے نبی ہوئے (نعوذ باللہ) میرے پاس صرف چوب قلم ہے اور کچھ اوراق جس سے ان کے عقائد باطلہ کی تردید کرتا ہوں اور ناز کرتا ہوں کہ میری عزت و آبرو اور زبان و قلم عظمت انبیاء کے لئے ڈھال بنے سیدنا حسان بن ثابت (صحابی رسول ﷺ) نے کیا خوب فرمایا۔

فان ابی و والدتی وعرضی
لعرض محمد منکم وقاء

یہ رسالہ بہت دن ہوئے "الفقیہ" میں قسط وار شائع ہوا مسلمانوں کے اصرار پر جاء الحق کے دوسرے ایڈیشن میں بطور ضمیمہ درج کرتا ہوں رب تعالیٰ قبول فرما کر نافع خلائق بنائے اس میں ایک مقدمہ اور دو باب ہیں۔

(قہر کبریاء بر منکرین عصمت انبیاء ص 1، جاء الحق ص 419 نعیمی کتب خانہ لاہور)

- حضرت اخی محترم سید معصوم شاہ قادری دام ظلہم نے کے فرمائش کی کہ ایک رسالہ لکھا جائے جس میں حدیث شریف کی ضرورت کے متعلق کچھ مضمون ہو کیونکہ آج کل

بعض لوگ مسلمانوں کے ایمان پر "برق" گرا رہے ہیں اور کئی کتابیں اس موضوع پر لکھ رہے ہیں کہ "قرآن ہی کافی ہے حدیث کا ماننا بالکل عبث ہے" میں حضرت صاحب کے ارشاد کے مطابق نہایت اختصار کے ساتھ کچھ عرض کرتا ہوں آئندہ اگر ضرورت پڑی تو انشاء اللہ اسی موضوع سے متعلق مستقل رسالہ لکھ دیا جائے گا اس مضمون کے دو باب کرتا ہوں پہلا باب ضرورت حدیث کے ثبوت میں دوسرا اس پر سوال و جواب میں ہے رب تعالیٰ قبول فرمائے آمین۔

(ایک اسلام ص 1 رسائل نعیمیہ 205 مطبوعہ نعیمی کتب خانہ)

۵ جاننا چاہیے کہ ہمارے مادی جسم کو نور نظر کی ضرورت ہے اندھا انسان گویا مجبور محض ہے پھر نور نظر نور ہونے کے باوجود ایک دوسرے نور یعنی خارجی روشنی کا حاجت مند ہے کہ ہماری آنکھ اندھیرے میں کام نہیں کر سکتی غرض کہ اندرونی اور بیرونی دو نور مل کر ہماری حاجت کو پورا کرتے ہیں اور اس دنیا کی چیزیں دکھاتے ہیں اسی طرح ہماری روح و قلب نور کو عقل کی ضرورت ہے دیوانہ و پاگل آدمی اپنی کسی قوت سے صحیح کام نہیں لے سکتا پھر نور عقل اگرچہ نور ہے لیکن اس کے لیے نور نبوت از بس ضروری ہے بے نور نبوت انسانی عقل باعث کفر و طغیان ہے، انسانی عقل سے مشین، انجن اور بجلی تو بن سکتی ہے ہوا اور پانی پر راج اور قبضہ تو کر سکتی ہے مگر انسانی عقل ایمان و عرفان تیار نہیں کر سکتا یوں سمجھو کہ عقل سے آسمان و زمین کی پیمائش ہو سکتی ہے مگر اپنی پیمائش نہیں ہو سکتی عقل سے اس مادی دنیا کی چیزیں تو پہچان سکتے ہیں مگر اپنے آپ کو نہیں پہچان سکتے، من عرف نفسہ عرف ربہ، اگر ایمان کے لئے محض عقل انسانی کافی ہوتی تو عقلائے یونان میں کوئی بے دین نہ ہوتا مولانا فرماتے ہیں۔

چند خوانی حکمت یونانیاں
حکمت ایمانیاں راہم بخواں

حقیقت یہ ہے کہ ہر شخص اپنے وطن کے گلی کوچوں سے خوب واقف ہوتا ہے اجنبی

جگہ کے لیے ایسے رہبر کا محتاج ہے جو یا تو وہاں کا باشندہ ہو یا وہاں آتا جاتا رہتا ہو ہماری عقل اس سفلی دنیا کی چیز ہے اسے اسی عالم کی خبر ہے یہاں کی چیزوں کو جانتی پہچانتی ہے اسے عالم بالا اور دوسری دنیا سے کیا تعلق؟ وہاں سے وہی باخبر ہوگا جو اس عالم میں رہ کر آیا ہو یا وہاں آتا جاتا رہتا ہو اللہ کے جو بندے ان دونوں جہانوں سے تعلق رکھتے ہیں انہی کا نام اسلام میں انبیاء اولیاء ہے علی نبینا وعلیھم الصلوٰۃ والسلام، لہٰذا ضروری ہے کہ عاقل اس دنیا کی باتوں میں اپنی عقل پر اعتماد نہ کرے بلکہ بارگاہ انبیاء اولیاء میں اپنی ناقص و ناکارہ عقل بالائے طاق رکھ کر طفل مکتب بن کر حاضر ہو تاکہ وہاں کا فیض پا سکے وہی ڈول کنویں سے پانی لاتا ہے جو خالی ہو کر جاتا ہے۔

عقل قربان کن بہ پیش مصطفےٰ

یہ طریقہ نہایت ہی بہتر تھا اس پر صحابہ کرام اور بزرگان دین عامل رہے جس سے انھوں نے بارگاہ مصطفوی سے جو فیوض و برکات حاصل کیے وہ دنیا کو معلوم ہے لیکن موجودہ زمانہ کے مسلمان اپنی عقل و دانش پر ایسے نازاں ہوئے کہ ہر دینی حکم میں اپنی عقل کو دخل دینے لگے کہ جو عقل میں آجائے وہ ٹھیک ورنہ اس میں تأمل ہے چاہیے تو یہ تھا کہ اگر کسی دینی حکم کی حکمت عقل سے سمجھ آجاتی تو خدا کا شکر کرتے اگر سمجھ میں نہ آتی تو بلا چون و چرا قبول کرتے مگر ایسا نہ کیا اس لئے مجھے خیال پیدا ہوا کہ بقدر وسعت احکام شرعیہ کی عقلی حکمتیں بیان کروں تاکہ مخلصین کو سرور ہو اور مخالف قبول کرنے پر مجبور ہو۔

اللہ تعالیٰ حق بولنے حق ماننے کی توفیق دے اور میری اس ناچیز خدمت کو قبول فرما کر اسے صدقہ جاریہ اور میرے گناہوں کا کفارہ بنائے اس رسالہ کا نام اسرار الاحکام بانوار القرآن رکھتا ہوں وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب۔

(اسرار الاحکام بانوار القرآن ص 1 تا ص 3، رسائل نعیمیہ ص 275 تا ص 277 مطبوعہ نعیمی کتب خانہ لاہور)

6. مجمع قیامت میں شفیع کو ڈھونڈنے والے سب محدثین، مفسرین، علماء، فقہاء، صوفیاء، غوث قطب سب ہی ہوں گے مگر کسی کو یاد نہ ہوگا کہ آج شفاعت کا سہرا صرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک پر ہے حالانکہ دنیا میں ان سب کا عقیدہ تھا کہ شفاعت کا

دروازہ صرف حضور علیہ السلام ہی کھولیں گے مگر وہاں یہ بات ایسے بھولے گی کہ کسی کو حضور علیہ السلام کا نام یاد نہ آئے گا محض اپنے قیاس سے لوگ دیگر انبیاء کرام کے پاس شفاعت کے لئے جائیں گے وہ حضرات بھی حضور علیہ السلام کا پتہ نہ بتاسکیں گے خیال سے ہی حضرت نوح حضرت ابراہیم اور حضرت موسیٰ علیہم السلام کا پتا بتادیں گے سوائے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حضور علیہ السلام کا کوئی بھی نام اقدس نہیں بتاسکے گا اس میں کیا راز ہے؟ حکمت یہ ہے کہ اگر مخلوق پہلے ہی حضور اقدس کے آستانے پر حاضر ہو جاتی اور حضور علیہ السلام اسکی شفاعت فرمادیتے تو کوئی کہنے والا کہہ سکتا تھا کہ اس شفاعت میں حضور کی کیا خصوصیت ہے ہم یہاں اتفاقاً آگئے اور شفاعت ہوگئی اگر کسی اور نبی کے پاس چلے جاتے تو بھی شفاعت ہو جاتی لہٰذا سب کی دہن دوزی سب کی زبان بند کرنے کے لئے پہلے سب دروازوں پر پھرایا جائے گا اور ہر جگہ بھیک منگوائی جائے گی اور سب سے منوالیا جائیگا کہ آج حضور علیہ السلام کے علاوہ کوئی خبر لینے والا نہیں یہ ہیں ہمارے نبی ہمارے خبر لینے والے۔ صحابہ کرام ہر حاجت روائی کے لئے حضور علیہ السلام کے آستانہ عالیہ پر ہی حاضر ہوتے تھے عرض کرتے یارسول اللہ بارش نہیں ہو رہی۔ یارسول اللہ بارش بہت ہوگئی، یارسول اللہ میں گناہ کر بیٹھا، بلکہ کفار مکہ بھی حاجات کی دعا کرانے حضور علیہ السلام کے پاس آتے جانور تک اپنا دکھ درد حضور علیہ السلام سے ہی عرض کرتے۔

ہاں یہیں کرتی ہیں چڑیاں فریاد ہاں یہیں چاہتی ہے ہرنی داد
اسی در پر شتران ناشنا د شکوۂ رنج و عناں کرتے ہیں

جانور، حجر اور شجر سب جانتے ہیں کہ یہ نبی ہماری خبر لینے والے ہیں کیونکہ فریاد رسی اسی کے سامنے کی جاتی ہے جو خبر لے سکے یہ ہیں نبی بمعنی خبر لینے والا کے معنی۔

(اسلام کی چار اصولی اصطلاحیں ص 47، رسائل نعیمیہ ص 285 مطبوعہ نعیمی کتب خانہ لاہور)

ایمان امن سے بنا اسکے معنی ہیں امن دینا یہ خدا کی صفت بھی ہے یعنی بندے کو اپنے قہر و عذاب سے امن دینے والا اور بندے کی بھی اسی لئے قرآن کریم نے

مسلمانوں کو بھی مومن فرمایا یعنی اچھے عقیدے اختیار کر کے اپنے آپ کو رب کے عذاب سے امن دینے والا، شریعت میں ان عقیدوں کا نام ایمان ہے جن کو اختیار کرنے سے انسان کفر سے بچ جاتا ہے (امن میں آجاتا ہے) اور مومنوں کی جماعت میں شامل ہو جاتا ہے۔ دنیا کی تمام چیزوں میں ایک ڈھانچہ ہوتا ہے اور ایک روح، روح کے بغیر ڈھانچہ کی کوئی قیمت نہیں جسم انسانی میں جب تک روح ہے تب تک وہ انعام وکرام کا مستحق ہے اعلےٰ غذائیں عمدہ لباس بہترین مکانات، امیری، وزیری اور سلطنت وغیرہ روح والے جسم کے لئے ہیں روح نکلتے ہی بجز زمین میں دفن کر دیے جانے کے اور کسی کام کا نہیں درخت میں جب تک زندگی ہے تب تک اس میں سبزی پھل پھول سب کچھ ہے ختم ہوتے ہی چولہے کا ایندھن ہے بلب ٹیوب پنکھے وغیرہ تمام ساز وسامان پاور آنے پر کار آمد ہیں بغیر پاور بالکل بے کار ہیں اسی طرح روزہ، نماز، حج، زکوۃ بلکہ ایمان ان سب کا ایک ڈھانچہ ہے ایک جان دار عبادت اور ایمان کی بارگاہ الٰہی میں قدر و قیمت ہے بے جان ایمان وغیرہ کی نہ کوئی قدر ہے نہ قیمت۔

خیال رکھو کلمہ پڑھنا اور ایمان مجمل وایمان مفصل (آمنت باللّٰہ) کو مان لینا ایمان کا ڈھانچہ ہے جان ایمان صرف اور صرف ایک چیز ہے اور وہ ہے نبوت کو الوھیت سے اور نبی کو اللہ سے ملانا، جہاں اللہ اور رسول میں جدائی کی انسان کافر ہوا، اور جہاں دونوں کو ملایا مومن ہو گیا قرآن کریم کا فتویٰ ملاحظہ ہو۔

ویریدون ان یفرقوا بین اللہ ورسلہ ویقولون نومن ببعض نکفر ببعض و یریدون ان یتخذوا بین ذلک سبیلا ۝ اولئک ھم الکافرون حقا واعتدنا للکافرین عذاباً مھیناً ۝

اور وہ چاہتے ہیں کہ اللہ اور اس کے رسولوں میں جدائی کریں اور یہ بھی کہتے ہیں کہ ہم بعض پر ایمان لائیں گے اور چاہتے ہیں کہ درمیان کا کوئی راستہ اختیار کریں یہ لوگ پکے کافر ہیں اور ہم نے کافروں کے لئے ذلت والا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

بفتوائے قرآن کریم ثابت رہا کہ اللہ رسول میں جدائی سمجھنا کفر ہے تو لامحالہ اللہ رسول کو ملانا ایمان ہوا۔

میں اپنی حیاتی تے قربان تھیواں احد ناں احمد ملیندے گزر گئی

اس ملانے کا مطلب نہ تو یہ ہے کہ رسول کو خدا مان لیا جائے اور نہ یہ کہ رب کو رسول تصور کر لیا جائے اللہ اللہ ہے نبی نبی ہے بلکہ ملانے کا مطلب بطور تمثیل یوں سمجھو کہ نوٹ میں کاغذ بھی ہے اور شاہی مہر بھی مہر کاغذ نہیں کاغذ مہر نہیں۔ مگر مہر کاغذ سے ایسی ملی ہوئی ہے کہ اگر کاغذ سے الگ ہو جائے تو کاغذ بے قیمت ہو جائے۔ لیمپ کی چمنی ہری ہے تو چمنی کا رنگ بتی کے نور سے ایسے ملا ہوا ہے کہ گھر کے جس کونے میں بتی کا نور ہے وہاں چمنی کا رنگ ہے ایسا کوئی گوشہ نہیں مل سکتا جہاں بتی کا نور تو ہو مگر چمنی کا رنگ نہ ہو قرآن کریم فرماتا ہے۔

مثل نوره كمشكوة فيها مصباح المصباح فى الزجاجة.

اس آیت کی چند تفسیریں ہیں ان میں سے ایک تفسیر یہ بھی ہے کہ توحید الٰہی گویا نور ہے اور ذاک پاک مصطفےٰ ﷺ گویا زجاجہ یعنی چمنی ہے۔

بھلا غور تو کرو کلمہ طیبہ ہے تو کلمۂ توحید مگر اس میں توحید کے بعد حضور علیہ السلام کی رسالت کا بھی ذکر ہے اور ترتیب ذکر یوں ہے کہ اول جزو لا الٰـه الا اللّٰه میں اللہ کا ذکر پیچھے ہے اور جزو دوم یعنی محـمـد رسـول اللّٰـه میں حضور علیہ السلام کا نام پہلے ہے یعنی اس طرح ہے کہ لا اله الا اللّٰه میں موجود لفظ اللہ کے بعد محمد رسول اللّٰه ہے اللّٰه لا اله الا هو نہیں رسـول الـلّٰـه محـمـد نہیں لفظ اللہ کے فوراً بعد لفظ محمد ہے تاکہ حضور علیہ السلام کا نام اللہ کے نام سے ملا رہے جب اللہ نے اپنے اور اپنے حبیب کے نام میں لفظ تک کی جدائی منظور نہ فرمائی تو اور جگہ اپنے اور اپنے حبیب کے درمیان تفریق اور جدائی کو کیوں کر پسند فرمائے گا؟

قرآن کریم میں بہت جگہ اپنے نام کو حبیب سے ملایا چنانچہ فرماتا ہے۔

1. واطيعوا اللّٰه واطيعوا الرسول o — اللہ اور اسکے رسول کی فرمانبرداری کرو۔
2. ومن يطع الـلّٰـه ورسـولـه فقد فاز فوزاً عظيما — جس نے اللہ اور اسکے رسول کی فرمانبراداری کی وہ بڑا کامیاب ہوا۔

۳ واللہ ورسولہ احق ان یرضوہ	اللہ رسول راضی کیے جانے کے زیادہ حقدار ہیں۔
۴ اغنا ھم اللہ ورسولہ من فضلہ	اللہ رسول نے انھیں اپنے فضل سے غنی کردیا۔
۵ ومن یخرج من بیتہ مھا جراً الی اللہ ورسولہ	جو اللہ رسول کی طرف اپنے گھر سے ہجرت کے لئے نکلا۔
۶ وسیری اللہ عملکم ورسولہ ٥	اللہ رسول تمہارے اعمال دیکھیں گے۔
۷ لاتقدموا بین یدی اللہ ورسولہ ٥	اللہ رسول سے آگے نہ بڑھو۔
۸ فامنوا باللہ ورسولہ ٥	اللہ رسول پر ایمان لاؤ۔
۹ ولو انھم رضوا بما اتاھم اللہ ورسولہ ٥	اگر وہ لوگ اللہ رسول کے دیئے ہوئے پر راضی ہوجائیں۔
۱۰ اذتقول انعم اللہ علیہ و انعمت علیہ ٥	جب آپ اس سے فرماتے تھے جس پر اللہ اور آپ نے انعام کیا۔
۱۱ وقالوا سیوتینا اللہ من فضلہ ورسولہ٥	لوگوں نے کہا ہم کو اللہ رسول اپنے فضل سے اور دیں گے۔

(ان آیات سے اللہ رسول کے ملانے کا مفہوم واضح ہے)

حضور علیہ السلام کے شاعر خاص حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

ضم الالہ اسم النبی باسمہ

اذ قال فی الخمس الموذن اشھدوا

یعنی اللہ نے اپنے نبی کے نام کو اپنے نام کے ساتھ ملایا ہے نماز پنجگانہ کی تکبیر اور آذان کہہ کر دیکھ لو کہ موذن اور مکبر اشھد ان لا الہ الا اللہ کہتے ہی اشھد ان محمداً رسول اللہ کہتا ہے خیال رہے کہ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ وہ خوش نصیب نعت گو صحابی ہیں جن کے ایک ایک شعر پر حضور علیہ السلام نے جھوم جھوم کر دعائیں دی ہیں ان کے

اشعار بارگاہ نبوت سے قبولیت بلکہ داد حاصل کر چکے ہیں۔

ذرا اسلامیات میں غور کرو تو معلوم ہوگا کہ رب تعالیٰ نے اپنے حبیب کی سنتوں کو اپنے فرائض سے اس طرح ملایا ہے کہ کوئی عبادت سنتوں سے خالی نہیں نماز پنج گانہ میں ظہر کے فرض چار آس پاس کی سنتیں چھ، نماز مغرب میں فرض تین اور سنتیں نفل چار، پھر فرض پڑھنے لگو تو سبحانك اللھم .... الخ پڑھنا سنت اعوذ باللہ .... پڑھنا سنت پھر تلاوت قرآن کریم فرض ہے رکوع اور سجدہ فرض مگر انکی تسبیح سنت، روزہ رمضان فرض مگر سحری افطا اور تراویح سنت ہے۔

اپنی زندگی کو دیکھ لو، بچے کے پیدا ہوتے ہی کان میں آذان دینا سنت ہے عقیقہ کرنا سنت ہے ختنہ سنت ہے بچے کی پرورش سنت ہے فرائض تو بالغ ہونے کے بعد ذمہ ہوتے ہیں اس وقت تک ہم سنت کے سائے میں ہی پرورش پاتے ہیں جیسے کہ روزی کمانا، کھانا، نکاح اور بیوی کی پرورش سب سنت ہی ہیں۔ مرتے وقت مرنے والے کو کلمہ پڑھانا سنت، اسے کعبہ رو کرنا سنت، بعد موت کے تین یا پانچ کپڑے کفن کے سنت، غسل اور دفن کے طریقے سنت ہیں غرض یہ کہ ہر جگہ فرض سنتوں سے ملے ہی ہوئے ہیں اس لئے ہمارا نام اہل فرض یا اہل واجب یا اہل مستحب نہیں بلکہ اہل سنت ہے یعنی زندگی بھر سنت کے سائے میں جینے والے اور قیامت میں سنت والے کے سائے میں رہنے والے، بہر حال روح ایمان اللہ رسول کو ملانا ہے، شیطان اور صدہا قسم کے کفار اللہ کی ذات وصفات فرشتے جنت و دوزخ سب کو جانتے ہیں مگر ہیں پھر بھی کافر کے کافر ہی۔ کیوں؟ اس لئے کہ وہ اللہ رسول کو ملاتے نہیں۔

ایک انصاری نے اپنے کھیت کو پانی دینے کا مقدمہ بارگاہ رسالت میں پیش کیا مگر حضور علیہ السلام کے فیصلہ سے راضی نہ ہوا تو اس کے متعلق یہ آیات نازل ہوئی۔

فلا وربك لا یومنون حتی یحکموك فیھا شجر بینھم ثم لایجد وافی انفسھم حرجاً مماقضیت ویسلموا تسلیماًo

اے محبوب آپ کے رب کی قسم یہ لوگ اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتے جب تک اپنے اختلاف میں آپ کو حاکم نہ مانیں پھر آپ کے فیصلے سے تنگ دل بھی نہ ہوں اور سر تسلیم خم کر دیں۔

بعض صحابہ کرام کی آوازیں بارگاہ نبوت میں اونچی ہو جاتی تھیں ان کے متعلق ارشاد باری تعالیٰ ہوا۔

یـایها الذین امنوا لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی ولا تجهر واله بالقول کجهر بعضکم لبعض ان تحبط اعمالکم وانتم لاتشعرونO (الحجرات)

اے ایمان والو اپنی آوازیں نبی کی آواز پر اونچی مت کرو اور ان کی بارگاہ میں ایسے اونچے نہ بولو جیسے تمہارے بعض بعض کے لیے بولتے ہیں کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہارے سارے اعمال ضبط نہ ہو جائیں اور تم کو خبر بھی نہ ہو۔

دیکھو ان انصاری نے اور ان اونچی بولنے والوں نے کسی ایمانی عقیدے کا انکار نہ کیا تھا۔ توحید، قیامت، ملائکہ جنت اور دوزخ وغیرہ سب کے اقراری تھے بلکہ نبوت کا بھی انکار نہ کیا تھا لوازمات نبوت میں سے ایک شئی میں قصور ہو گیا تھا یعنی حضور علیہ السلام کا ادب اور آپ علیہ السلام پر اعتماد، رب نے اس کو بھی کفر قرار دے دیا کیونکہ نیکیاں کفر سے ہی ضبط ہوتی ہیں مطلب یہ نکلا کہ۔

تمام عقائد ایمان کا ڈھانچہ ہیں اور حضور آقائے دو عالم ﷺ کا ادب و احترام روح ایمان ہے۔

بہت جلدی میں یہ سطور سپرد قلم کر کے سپرد خدا اور سول کردی ہیں۔

گر قبول افتد زہے عزو شرف

(اسلام کی چار اصولی اصطلاحیں ص 46 تا ص 52، رسائل نعیمیہ ص 268 تا ص 274 مطبوعہ نعیمی کتب خانہ لاہور)

ان امثلہ سے معلوم ہو گیا کہ حکیم الامت علیہ الرحمۃ کی ساری فکر کا خلاصہ یہ ہے کہ نبی اقدس ﷺ کی شان لوگوں پر واضح ہو جائے، تاکہ لوگوں کے دل میں عشق مصطفےٰ کی شمع روشن ہو جائے غیر کے نظام کو اپنانے کے بجائے وہ مصطفیٰ کریم ﷺ کا نظام مدنظر رکھیں اسی اصول اور اسی اساس پر حکیم الامت علیہ الرحمۃ کی تقریر و تحریر مبنی ہے بلکہ انکی ساری زندگی اور خدمات کا نقطہ نگاہ یہی عشق مصطفیٰ تھا جو اس نکتہ کو سمجھ گئے انکو دونوں جہاں میں عزت و کرامت کا تاج عطا ہوگا اور جو غافل رہے، عناد اور ضد میں آگئے ان کی آج بھی ذلت ہے قبر و قیامت میں

بھی ذلت ورسوائی ہوگی بفضلہ تعالیٰ ہم اہل سنت ان لوگوں کے دامن کرم سے وابستہ ہیں جنکے متعلق باری تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ان الذین امنوا وعملوا الصلحت سیجعل لھم الرحمن ودا ○

ان نفوس قدسیہ کا سایہ مبارکہ ہمیں حاصل ہے جنکے بارے میں خود انعام وکرام دینے والے نے ہمیں خبر دی کہ یہی لوگ انعام یافتہ ہیں انعم اللہ علیھم من النبین والصدیقین والشھداء والصلحین ○ (النساء)

بہر حال حکیم الامت علیہ الرحمۃ کی فکر اسلام اور بانی اسلام ﷺ سے متعلق تھی خدا رسول ان سے خوش ہیں۔

حکیم الامت علیہ الرحمۃ کی شاعری بھی اس فکر کے تابع ہے چند امثلہ درج ذیل ہیں ملاحظہ فرمایئے۔

❶

تخت ہے انکا تاج ہے انکا
دونوں جہاں میں راج ہے انکا

جن و ملک ہیں ان کے سپاہی
رب کی خدائی میں ان کی شاہی

اونچے اونچے یہاں جھکتے ہیں
سارے انہی کا منہ تکتے ہیں

شاہ گدا ہیں انکے سلامی
فخر ہے سب کو انکی غلامی

کعبہ کی زینت انہی کے دم سے
طیبہ کی رونق انکے قدم سے

کعبہ ہی کیا ہے سارے جہاں میں
دھوم ہے انکی کون مکان میں

در پہ ہیں حاضر اپنے پرائے
آپ کے دم سے آس لگائے
ہم تو پرانے کمین ہیں در کے
نام رکھے ہیں مادر پدر کے

۲ یا نبی سلام علیک یارسول سلام علیک
یاحبیب سلام علیک صلوٰۃ اللّٰہ علیک

آج وہ تشریف لایا جس نے روتوں کو ہنسایا
جس نے جلتوں کو بجھایا جس نے بگڑوں کو بنایا
عرش اعظم کا ستارا فرش والوں کا سہارا
آمنہ بی بی کا دولار احق تعالیٰ کا پیارا
دو جہاں کا راج والا تخت والا تاج والا
بے کسوں کی لاج والا ساری دنیا کا اجالا
تم بہار باغ عالم تم نوید ابن مریم
تم پہ قربان سارا عالم آدم و اولاد آدم
تم بناء دوسرا ہو کعبہ والے کی دعا ہو
تم ہی سب کے مدعی ہو جان نہ کیوں تم پہ فدا ہو
آپ ہیں وحدت کے مظہر آپ ہیں کثرت کے مصدر
آپ اول آپ آخر قبلہ دل آپ کا در
آپ کے ہو کر جئیں ہم ، نام نامی پہ مریں ہم
جب قیامت میں اٹھیں ہم، اس طرح عرض کریں ہم
عرض ہے سالک کی آقا، جان کنی کا ہو یہ نقشہ
سامنے ہو پاک روضہ اور لبوں پر ہو یہ کلمہ

تم ہی ہو چین اور قرار دل بے قرار میں
تم ہی تو اک آس ہو قلب گناہگار میں

روح کیوں نہ ہو مضطرب موت کے انتظار میں
سنتا ہوں مجھ کو دیکھنے آئیں گے وہ مزار میں

خاک ہے ایسی زندگی وہ کہیں اور ہم کہیں
ہے اسی زیست میں مزا جو ہو دیار یار میں

بارش فیض سے ہوئی کشت عمل ہری بھری
خشک زمین کے دن پھرے جان پڑی بہار میں

دل میں جو آکر تم رہو سینے میں تم اگر بسو
پھر ہو وہی چہل پہل اجڑے ہوئے دیار میں

ان کے جو ہم غلام تھے خلق کے پیشواء رہے
ان سے پھرے جہاں پھرا کمی آئی وقار میں

قبر کی سونی رات ہے کوئی نہ آس پاس ہے
اک ترے دم کی آس ہے قلب سیاہ کار میں

فیض نے تیرے، یا نبی کردیا مجھ کو کیا سے کیا
ورنہ دھرا ہوا تھا کیا مٹھی بھر اس غبار میں

جس کی نہ لے کوئی خبر، بند ہوں جس پہ سارے در
اس کا تو ہی ہے چارہ گر آئے تیرے جوار میں

چار رسل، فرشتے چار چار کتب ہیں دین چار
سلسلے دونوں چار چار لطف عجب ہے چار میں

آتش و آب و خاک و باد ان ہی سے ہے سب کا ثبات
چار کا سارا ماجرا ختم ہے چار یار میں

سر تو سوئے حرم جھکا، دل سوئے کوئے مصطفےٰ
دل کا خدا بھلا کرے یہ نہیں اختیار میں
اس پہ گواہ ھو الذی شیشہ حق نمانبی
دیکھ لو جلوہ نبی شیشہ چار یار میں
سالک رو سیاہ کا منہ دعوی عشق مصطفےٰ
پائے جو خدمت بلال، آئے کسی شمار میں

۴

ہے جنکی ساری گفتگو وحی خدا یہی تو ہیں
حق جس کے چہرے سے عیاں وہ حق نما یہی تو ہیں
جنکی چمک سورج میں ہے جنکا اجالا چاند میں
جنکی مہک پھولوں میں ہے وہ ماہ لقا یہی تو ہیں
جس مجرم و بدکار کو سارا جہاں دھتکار دے
وہ ان کے دامن میں چھپے مشکل کشاء یہی تو ہیں
ہر لب پہ جنکا ذکر ہے ہر دل میں جنکی فکر ہے
گائیں جنکے گیت سب صبح و مسا یہی تو ہیں
چرچا ہے جنکا چار سو ہر گل میں جنکا رنگ و بو
ہیں حسن کی جو آبرو وہ دل ربا یہی تو ہیں
باغ رسالت کی ہیں جڑ اور ہیں بہار آخری
مبداء جو اس گلشن کے تھے وہ منتہی یہی تو ہیں
یہ ہیں حبیب کبریاء یہ ہیں محمد مصطفیٰ
دو جگہ کو ہے جنکی ذات کا آسرا یہی تو ہیں
جس کی نہ لے کوئی خبر ہوں بند جس پر سارے در
اس کی یہ رکھتے ہیں خبر اس کی پناہ یہی تو ہیں

ان کا مبارک نام بھی بے چین دل کا چین ہے
جو ہو مریض لا دوا اکی دوا یہی تو ہیں
گن گائیں جن کے انبیاء مانگیں رسل جن کی دعا
وہ دو جہاں کے مدعی صل علی یہی تو ہیں
جن کو شجر سجدے کریں پتھر گواہی جن کی دیں
دکھ درد اونٹ جن سے کہیں حاجت روا یہی تو ہیں
ہے فرش کا جو بادشاہ ہے عرش جس کے زیر پاء
سالک ملا جس سے خدا وہ باخدا یہی تو ہیں

نتیجہ بحث:

1. حکیم الامت علیہ الرحمۃ صحیح معنوں میں مفکر اسلام تھے۔
2. اللہ تعالیٰ نے حکیم الامت علیہ الرحمۃ پر تفکر و تدبر کے دروازے کھول دیے تھے۔
3. آپ کی فکر کا مصدر و مرکز شان رسول کا اثبات و اظہار تھا۔
4. آپ کی تصانیف تفکرات اسلامیہ سے لبریز ہیں
5. فضائل و ثواب صحیح فکر اور مفکر کے لیے ہیں۔

باب ۲۳

حکیم الامت بطور ماہر درس القرآن

1. درس القرآن کا مفہوم
2. درس القرآن کی شرائط
3. درس القرآن کی اہمیت
4. حکیم الامت علیہ الرحمۃ کے درس القرآن پر ایک نظر
5. نتیجہ بحث

باب ۲۱

حکیم الامت بطور ماہر درس القرآن

(1) درس القرآن کا مفہوم

(2) درس القرآن کی شرائط

(3) درس القرآن کی اہمیت

(4) حکیم الامت علیہ الرحمۃ کے درس القرآن پر ایک نظر

(5) نتیجہ بحث

درس القرآن کا مفہوم:

درس کا لغوی معنی ہے پڑھنا، ربّ تعالیٰ فرماتا ہے ودرسوا ما فیہ (الاعراف آیت 169) درس القرآن سے مراد ہے قرآن مجید پڑھنا، سیکھنا، اس کے احکام سے واقفیت حاصل کرنا وغیرہ وغیرہ۔ (تفسیر نعیمی مع اضافہ ج 9 ص 309 مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ گجرات پاکستان)

درس القرآن کی شرائط:

درس القرآن کے لیے جملہ شرائط کا خلاصہ یہ ہے کہ

۱. درس دینے والا صحیح العقیدہ ہو کیونکہ بدعقیدہ قرآن کے تابع ہونے کے بجائے قرآن کو اپنا تابع کرے گا۔
۲. عالم کامل ہو کیونکہ یہ جاہل کے بس کا روگ نہیں۔
۳. مخلص ہو کیونکہ ریاکار اور ملاوٹ پسند کے اعمال بے کار ہیں۔
۴. نبی اکرم ﷺ اور آپ کی جملہ نسبتوں کا لحاظ کرنے والا ہو۔
۵. للہیت سے متصف ہو۔ (وغیرہ وغیرہ)

درس القرآن کی اہمیت:

درس قرآن کی اہمیت کئی اعتبار سے ہے کیونکہ قرآن احکام الٰہی کا سرچشمہ ہے تعلیمات شرع کا منبع و مرکز ہے نبی اکرم ﷺ کی احادیث قرآن مجید کی تشریح میں ہیں گویا قرآن شریف سے ماخوذ و مستنبط ہیں جب تک قرآن کریم سے واقفیت نہ ہوگی تب تک احکام الٰہی پر عمل تو کجا علم حقیقی بھی حاصل نہ ہوگا قرآن مجید کی فہم کے لیے احادیث مبارکہ کا سہارا از حد ضروری ہے جیسے دیکھنے کے لیے داخلی اور خارجی نور ضروری ہے۔ جب تک قرآن مجید کی فہم و تعلیم نہ ہو آدمی کسی ثواب کا حقدار نہیں ہوگا کیونکہ احکام سے جاہل ہو عمل کیسے کرے عمل تو علم کی فرع کا نام ہے۔

قرآن مجید کی فہم کے لیے علماء کرام نے تفاسیر لکھیں، قرآن پر تحقیقات کیں اس کے

تراجم فرمائے، درس وتدریس کا اہتمام کیا ان سارے افعال واعمال سے غرض یہی تھی کہ قرآن مجید کی تعلیم واحکام سے خود بھی روشناس ہوں اور اپنے متبعین کو بھی یہ عزت واعزاز دیں جب زمانہ بدلا اُس کی اقدار بدلیں لوگوں کے رویے بدلے سوچوں میں فرق ہوا ایمان کی کمزوری عیاں ہوئی اس بدلے دور میں بعض لوگوں نے علم اور علماء کی آڑ لیکر اپنے نظریات کو "علم دین" قرار دیا اور خود "عالم" ہونے کے دعوے دار ہو گئے لیکن چونکہ خبیث تھے لہٰذا اس خباثت کی وجہ سے لوگوں کے ایمان کے ضیاع کا سبب بنے اپنی عاقبت تو تباہ کی ہی مگر اپنے ماننے والوں کا بیڑہ بھی غرق کر دیا انہی لوگوں میں ایک وہ بھی تھا جس نے یہ خرابی پیدا کی کہ اس بات کا پرچا کرنے لگا کہ نبی کچھ نہیں کر سکتا وہ بے بس ہے مجبور محض ہوتا ہے تم لوگ اس کو مختار جانتے ہو حالانکہ وہ تو اپنی مرضی سے بول بھی نہیں سکتا جب بے بسی کا اتنا عالم کہ وہ مرضی سے بول بھی نہ سکے اس کی طرف تم اختیار وطاقت منسوب کرتے ہو اس گندے نظریے پر وہ اس آیت کو پیش کرتا تھا کہ باری تعالیٰ نے فرمایا۔۔۔۔ وما ینطق عن الھوی ان ھوا لا وحی یوحی ۔۔۔۔ (سورۃ النجم) حالانکہ اس آیت میں نبی پاک ﷺ کی محبوبیت بیان کی گئی ہے۔ کہ ان کا کوئی کام کوئی فعل رب کی مرضی سے خالی نہیں ہوتا ان کی چاہت رب کی چاہت ہے ان کی اطاعت رب تعالیٰ کی اطاعت ہے ان سے دشمنی رب سے دشمنی ہے ان کی ایذاء رب کی ایذاء ہے اور ان کا بولنا رب کی وحی ہے۔

اس مثال سے یہ بتانا مقصود ہے کہ جب طبیعت میں خباثت ہو عقل میں فتور ہو تو نبی کی شان نظر نہیں آسکتی یہی کام ان بد باطن لوگوں نے کیا کہ علم دین کی آڑ لیکر اپنے فاسد نظریات کو تفسیر و درس کا نام دیکر لوگوں کو گمراہ کر دیا اور لوگ بے چارے ان کے دھوکہ میں آگئے ان کے اسلامی چہرہ کو دیکھا ان کے منہ سے دینی بات ادا ہوتی سنی تو اعتبار کر بیٹھے اور گمراہی کی دلدل میں اس حد تک چلے گئے کہ اب ان کو واپس بلایا بھی جائے تو نہیں آئے آج دو دھڑے بن گئے ہیں "مسٹر" اور دوسرا دھڑا "ملا" ایک کے ہاں انگریزوں کے نظریات ہیں اور اپنی خواہشات وخیالات ہیں جو جی میں آئے مان لیا خواہ وہ اسلامی ہو یا غیر اسلامی، انگریز اور انگریزیت ان کا قبلہ وکعبہ ٹھہرا شکل ان کی طرح ہے کردار ان کی طرح ہے نظریات وخیالات

.ان کے سے ہیں دین اور دینداروں سے دور بھاگتے ہیں ان کو" قدامت پسند" کہتے ہیں" بنیاد پرست" کہہ کر ان کا مذاق اڑاتے ہیں دوسری طرف "ملا" ہیں جنہوں نے اپنی شہرت کے حصول کے لئے ہر جائز ناجائز کام کیا دین کو اپنی خواہشات کے مطابق استعمال کیا اسلام کا لبادہ اوڑھ کر غیر اسلامی روش اختیار کی نتیجہ یہ نکلا کہ لوگوں سے عالم دین اور "ملا" کا فرق کرنا ہی مشکل بلکہ ناممکن ہوا۔

یہ ایک طے شدہ حقیقت ہے کہ جس کے پاس جو کچھ ہے وہ اس پر خوش ہے اور اسی کے گرد اس کی جملہ توجہات ہوتی ہیں باری تعالیٰ نے اس حقیقت کو یوں بیان کیا **کل حزب بما لدیهم فرحون** ۔۔۔۔ (سورۃ المومنون) ایک دوسرے مقام پر ارشاد ہے **ولکل وجهة هو مولیها** ۔۔۔۔ (سورۃ البقرۃ) پہلی آیت کا مفہوم ہے کہ ہر گروہ اس شیٔ پر خوش ہے جو اس کے پاس ہے دوسری آیت کا ترجمہ یہ ہے کہ ہر ایک کے لیے ایک سمت ہے جہت ہے جس کے گرد وہ گھومتا ہے۔

غلط اور باطل چیز ہر شعبہ میں موجود ہوگی مثلاً تعلیم میں غلط امور موجود ہیں عمل میں غلط چیزیں ہوں گی نظریات میں غلط نظریات ہوتے ہیں وغیرہ وغیرہ ۔لیکن اس کا مطلب یہ ہر گز نہیں کہ اس سارے شعبہ ہی سے آدمی دست بردار ہو جائے نفرت کرنے لگے نہیں نہیں بلکہ اس امر کی ضرورت ہے کہ کھرے کھوٹے میں فرق کیا جائے گندے اور ستھرے میں امتیاز برتا جائے طیب اور خبیث میں تمیز کی جائے کیونکہ **تعرف الاشیاء باضدادها** شی اپنی ضد کی وجہ سے معروف ہو جاتی ہے اگر پاکوں کے امام کا آمنا سامنا پلیدوں کے لیڈر سے نہ ہوتا تو دنیا پر کیسے شجاعت حسین واضح ہوتی یہی راز وحکمت باقی مقابلوں میں تھی جیسے نمرود فرعون وابولہب ابوجہل کے مقابلے حضرات انبیاء کرام سے ہوئے تھے۔

حاصل کلام یہ ہوا کہ:

احکام الٰہی کا سرچشمہ قرآن ہے جس پر ہر قسم کے لوگوں نے تحقیقات کیں انبیاء کرام کی تعلیم کے مطابق تحقیق کرنے والوں کو عزت اور انعام وثواب حاصل ہوا اجر وفضائل کے مستحق ہوئے جنت ودیدار الٰہی کے انعام کا ان سے وعدہ فرمایا گیا اور جن لوگوں نے اس کا

عکس کیا، اپنی عقل کو دخل دیا وہ گمراہ ہو گئے ہدایت ان سے دور ہو گئی جہنم کے حقدار ہو گئے ذلت ورسوائی ان کا مقدر ٹھہری، کیا وجہ تھی کہ ایک ہی دور کے دو پڑھنے والوں نے قرآن کا مطالعہ کیا مگر ایک کو عزت ملی شہرت حاصل ہوئی، رضاء خداوندی پا گئے اور آخرت کے انعام واکرام کے مستحق ٹھہرے جب کہ دوسرے کو ذلت وخواری اور جہنم کی ''بشارت'' دی گئی خدا ناراض ہوا مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی لعنت پڑی ان کی شفاعت سے محروم ہوا آخر کیا وجہ تھی کہ حضرت پیر سیدنا مہر علی شاہ علیہ الرحمۃ انعام وکرام پا گئے اور مرزا قادیانی ذلیل وخوار ہوا۔

درس قرآن کی مقبول سعی جس نے بھی کی وہ عزت وانعام کا حقدار ہوا زمانہ کوئی بھی سہی بات خلوص کی تھی، محبت نبی کی تھی لہٰذا کامیابی حاصل ہوئی ان ہی خوش نصیب اور معزز افراد میں حضرت حکیم الامت علیہ الرحمۃ بھی تھے آپ نے ساری عمر قرآن مجید کی خدمت کی، درس قرآن دیئے اور درس قرآن کیا تھا پیغام محبت تھا شان رسول کا بیان تھا احکام خداو مصطفیٰ کی فہم تفہیم مقصد تھا، اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ الرحمۃ کو عزت دی آپ نے چالیس (40) سال درس قرآن دیا جس کمرے میں آپ درس قرآن دیتے تھے وہاں ہی آپ کو قبر نصیب ہوئی آپ کا جو مزار ہے وہ وہی کمرہ ہے جہاں آپ درس قرآن بھی دیتے تھے تفسیر بھی لکھتے تھے قرآن اور صاحب قرآن کے ساتھ لگاؤ نے آپکو نفع دیا دنیا بھی اچھی تھی آخرت بھی اچھی ہو گی کیونکہ قرآن اور صاحب قرآن وفا کا بدلہ وفا سے دیتے ہیں رب تعالیٰ تو کسی کا مثقال برابر نیک عمل ضائع نہیں کرتا ان کو کیونکہ انعام واکرام سے خالی چھوڑے گا۔

رحمت حق ''بہا'' نمی جوید

''بہانہ'' می جوید

قرآن مجید کے درس کا وہ مزا جو سماعت میں ہے وہ تحریر میں کہاں سما سکتا ہے یہ تو ان خوش بخت لوگوں سے معلوم کرو کہ وہ درس قرآن کیسا پر لطف اور پر کیف ہوتا تھا۔

حکیم الامت علیہ الرحمۃ کے درس قرآن پر ایک نظر:

حکیم الامت علیہ الرحمۃ کے درس قرآن کا مرکزی خیال اور بنیاد عشق رسول ہوتا تھا آپ نے چالیس سال درس قرآن کی خدمت سرانجام دی لوگ دور دور سے سماعت کے لیے

آتے ہر ایک کے ذوق کا سامان درس میں موجود تھا مسلمہ قانون وقاعدہ ہے کہ لیس الخبر کالمعاینۃ کہ سنی ہوئی بات دیکھی ہوئی کی طرح نہیں خبر اور ہے معائنہ اور۔

حکیم الامت علیہ الرحمۃ کے درس قرآن کی بعض خوبیاں درج ذیل ہیں۔

1. قرآن مجید کی آیات پیش کرتے تھے۔
2. احادیث مبارکہ ہوتی تھیں۔
3. اقوال فقہاء بیان کرتے تھے۔
4. عقلی دلائل بیان فرماتے تھے۔
5. نفس مسئلہ پر وارد اعتراضات کے نفیس جوابات دیتے تھے۔
6. موقع محل کے مطابق حکایات سے تائید وتفہیم کا سامان موجود ہوتا تھا۔
7. اشعار پیش فرماتے تھے۔
8. وجہ تسمیہ کا اہتمام ہوتا۔
9. مادہ اشتقاق اور علوم متداولہ کے ذریعہ آیت کے الفاظ واسلوب پر خاص توجہ دیتے تھے۔
10. تصوفانہ اور عاشقانہ رنگ بھی موجود ہوتا تھا۔ (وغیرہ وغیرہ)

بطور مثال وحصول برکت وعلم کچھ امثلہ درج ذیل ہیں۔

درس نمبر 1 موضوع حیات شہداء کرام وانبیاء علیہم الصلوۃ والسلام

آیت مبارکہ: ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللّٰہ اموات بل احیاء ولکن لاتشعرون۔

ترجمہ: جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے جائیں انہیں مردہ نہ کہو وہ تو زندہ ہیں مگر تم شعور نہیں رکھتے اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کی امت کے اس گروہ کی تعریف فرمائی جسے شریعت میں شہید کہا جاتا ہے اس آیت کی تفسیر سے پہلے دو باتیں سمجھ لینی چاہئیں۔ ایک یہ کہ شہید یا شہود سے بنا یا شہادت سے شہود کے معنی ہیں حاضر ہونا اور شہادت کے معنی ہیں گواہی، لہٰذا شہید کے معنی ہیں حاضر یا گواہ، چونکہ شہید فوت ہوتے ہی بارگاہ الٰہی میں

حاضر ہو جاتا ہے رب فرماتا ہے کچھ تمنا کرو وہ عرض کرتا ہے آرزو یہ ہے کہ پھر دنیا میں لوٹایا جاؤں اور پھر شہید ہو جاؤں، کیونکہ جو لذت اور لطف اس تپتی ریت، جنگ کی شدت اور تلوار کی دھار میں پایا وہ کسی اور چیز میں نہ دیکھا رب فرماتا ہے، ہم ایک دفعہ امتحان میں پاس کر کے کسی کا دوبارہ امتحان نہیں لیا کرتے اس لیے اسے شہید کہتے ہیں یعنی فوت ہوتے ہی بارگاہ میں حاضر سارے مسلمان قیامت کے بعد جنت میں جائیں گے مگر شہید جان نکلتے ہی وہاں پہنچ جاتا ہے وہاں کے میوے کھاتا ہے وہاں کی نہروں میں جاتا ہے اس لئے اسے شہید کہتے ہیں یعنی جنت میں فوراً حاضر بلکہ روایات میں یہاں تک آتا ہے کہ بعض نمازیوں نے شہادت سے پہلے ہی جنت اور وہاں کی نعمتیں دیکھ لیں، لوگوں سے کہا، دوستو آؤ جنت وہ ہے۔

چونکہ سب لوگ حقانیت اسلام اور توحید و رسالت کی گواہی اپنی زبان قلم یا اعضاء سے دیتے ہیں مگر یہ نرالا گواہ اپنے خون کے قطروں سے گواہی دیتا ہے لہٰذا یہ شہید کہلاتا ہے۔

دوسرے یہ کہ جیسے دنیاوی بادشاہوں کے ہاں بہت سے محکمے ہوتے ہیں ہر محکمہ کا نام وکام جداگانہ ایسے ہی سلطنت مصطفیٰ کے بہت سے محکمے ہیں علماء، صوفیاء، غازی، شہید، پھر علماء میں مفسرین، محدثین، فقہاء مجتہدین وغیرہ اور صوفیاء میں قطب، ابدال وغیرہ۔

اور جیسے دنیاوی حکومتیں سب سے زیادہ محکمہ فوج کی قدر کرتی ہے اس محکمہ کا تنخواہ کے علاوہ کھانے کا ایسا باقاعدہ انتظام ہوتا ہے کہ خواہ تمام مملکت میں تنگی ہو مگر فوج میں تنگی نہیں آنے دی جاتی، پھر ان میں جو مارا جائے اسکی بیوی بچوں کو بہادری کے تمغے مرحمت ہوتے ہیں پنشن مقرر ہوتی ہے، تعلیم کا انتظام مفت، یہ سب کچھ اس لئے ہے کہ فوجی لوگ اپنے خون سے حکومت کی خدمت کرتے ہیں اسی طرح مملکت الٰہیہ اور سلطنت مصطفویہ میں جو قدر شہید کی ہے دوسروں کی نہیں اگر اسکی تفصیل دیکھنا ہو تو آیات قرآنیہ اور احادیث نبویہ کا مطالعہ کریں، کیوں نہ ہو یہ لوگ اپنی جان اور خون سے اس سرکار کے خدمت گزار ہیں جب یہ دونوں باتیں سمجھ لیں تو آب آیت کریمہ کی تفسیر سنو ارشاد ہوا، ولا تقولوا، نہ کہو کسی کو کچھ کہنے سے روکنے کی تین صورتیں ہوتی ہیں ایک یہ کہ بات تو نہایت اچھی ہو مگر اس کا کہنا منع ہو، جیسے اسرار و رموز کی باتیں جو امانت کے طور پر سینوں میں چھپائی جاتی ہیں کسی کو بتائی نہیں جاتیں اسرار اغیار سے

چھپائے جاتے ہیں جیسے شب معراج کی لامکان والی باتیں کہ رب فرمایا۔ فاوحی الی عبدہ ما اوحی اپنے محبوب ﷺ کو بھی منع فرمادیا کہ یہ باتیں غیروں سے نہ کہنا، بلکہ عشاق تو یہاں تک کہتے ہیں۔

انداز حسینوں کو سکھائے نہیں جاتے
ای لقمی ہوں وہ پڑھائے نہیں جاتے

ہر ایک کا حصہ نہیں دیدار کسی کا
بوجہل کو محبوب دکھائے نہیں جاتے

تم اس طرح پڑھ لو

اغیار کو اسرار بتائے نہیں جاتے
پر یار سے اسرار چھپائے نہیں جاتے

دوسرے یہ کہ بات سچی ہو مگر اس کا کہنا منع، جیسے یایھا الذین امنوا لا تقولوا راعنا

"راعنا کہنا فی نفسہ برا نہ تھا مگر چونکہ گستاخوں کو اس سے بے ادبی کا موقع ملتا تھا اس لئے ایسا کہنے سے روک دیا صوفیاء فرماتے ہیں بے ادبی کا سچ کفر ہے اور ادب کا جھوٹ عین ایمان، ابلیس نے کہا تھا، رب بما اغو تینی ---خدایا تو نے مجھے گمراہ کردیا، بات سچی تھی ہادی اور مضل اللہ تعالیٰ ہی ہے مگر ابلیس کا بولنا کفر ہوا کہ بے ادبی تھا آدم علیہ السلام نے عرض کیا تھا--- ربنا ظلمنا انفسنا---خداوندا اپنی جانوں پر ہم نے ظلم کیا آیت خلاف واقعہ تھی بندہ بے اردہ الٰہی کیا کرسکتا ہے مگر اس کا بولنا عین ایمان، وہ محبوب بندے جو کبھی گناہ کے قریب بھی نہ گئے یہی کہتے رہے کہ ہم گناہ گار ہیں خطا کار ہیں بات خلاف واقعہ تھی مگر یہ کہنا درجات کا ذریعہ ہے۔

تیسرے یہ کہ بات بھی بری ہو جھوٹ ہو بے ادبی ہو کہنا بھی برا ہو جیسے ناشکری اور کفریہ باتیں، یہاں تیسری قسم کی ممانعت مراد ہے یعنی شہیدوں کو مردہ کہنا بات بھی جھوٹ ہے اور کہنا بھی حرام ہے لہٰذا لا تقولوا،، کی نہی اول درجے کی ہے نیز قرآنی خطابات میں اکثر

وبیشتر احکام کے خطابات صرف انسانوں سے ہیں چنانچہ نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، اور جہاد وغیرہ فرشتوں پر فرض نہیں مگر ادب کی آیات میں سے سب سے خطاب ہے دیکھو رب نے فرمایا ہمارے محبوب سے آگے نہ بڑھو انکی آواز سے اپنی آواز اونچی نہ کرو، ان کے گھروں میں بے اجازت نہ جاؤ وغیرہ، ان احکام میں روئے سخن انسانوں۔ جنات اور فرشتوں سب سے ہے کہ حضرت ملک الموت بھی حضور علیہ السلام کی اجازت کے بغیر گھر میں نہ آئیں اور نہ ہی جان شریف قبض کریں۔

یہ ادب کی بلبل بے نوا
کھل کے کرنہ سکے نوا

نہ ہوا کی تیز روش روا
نہ چھلکتی نہروں کی دھار ہے

یہ ادب جھکا لو سر و دلا
کہ میں نام لوں گا گل و باغ کا
گل تر محمد مصطفیٰ
چمن ان کا پاک دیار ہے

یہاں بھی لا تقولوا۔۔۔۔۔میں جن وانس اور فرشتے وغیرہ سب ہی سے خطاب ہے کہ خبردار ایسی بے ادبی نہ کرنا کہ شہیدان راہ خدا کو مردہ کہنا۔

من یقتل فی سبیل اللہ۔۔۔۔۔قتل کا مقابل ہے لغت میں ''فتل'' کے معنی ہیں بٹنا بٹنا اور قتل کے معنی ہیں ادھیڑنا اور کھولنا، اصطلاح میں جسم کی ساخت بگاڑ کر جان نکال دینا قتل میں داخل ہے بلکہ کسی کو زہر دے کر مار ڈالنا بھی قتل میں داخل ہے لہٰذا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا خیبر میں کھائے ہوئے زہر سے اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا غار ثور میں سانپ کے کاٹنے کے زہر سے وفات پاجانا بھی اس میں داخل ہے۔

سبیل اللہ۔۔۔۔۔سے مراد تمام وہ عقائد و اعمال ہیں جن کے کرنے سے بندہ رب تک پہنچے، لہٰذا عقائد کی حفاظت کرتے ہوئے، یونہی نماز آذان، قربانی، وغیرہ شعائر

اسلامیہ کی حفاظت کے لیے جو شخص بھی مارا جائے وہ اس میں داخل ہے۔

خیال رہے کہ فقہ میں ہر ظلماً مقتول مسلمان عاقل بالغ شہید ہے اگرچہ اپنی جان و مال کی حفاظت کرتے ہوئے مارا جائے اس کو نہ غسل دیں گے نہ ہی کفن مگر اللہ کی راہ میں قتل کیا ہوا بہت درجے والا ہے اسی لیے یہاں فی سبیل اللہ کی قید ارشاد ہوئی اور اسلام میں حکمی شہید تو بے شمار ہیں چنانچہ مسافر سفر میں مرے تو شہید ہے عورت نفاس میں مرے تو شہید ہے جو روزانہ موت کو یاد کرلیا کرے وہ شہید ہے وغیرہ وغیرہ۔ کہ یہ لوگ کل قیامت میں شہداء کے زمرے سے اٹھیں گے۔

بل احیاء ولکن لاتشعرون ۔۔۔۔ شہیدوں کی زندگی کے متعلق مسلمانوں میں تین فرقے ہیں ایک فرقہ کہتا ہے کہ بعد وفات نہ نبی زندہ ہیں نہ ولی نہ شہید۔ انکی دلیل حسب ذیل آیات ہیں۔

1. رب فرماتا ہے۔ انک میت وانھم میتون۔ (الزمر 39 آیت 30)
   اے محبوب آپ کو وفات ہونی ہے اور ان سب لوگوں کو بھی
2. رب فرماتا ہے۔ کل نفس ذائقة الموت (العنکبوت [illegible] آیت 57)
   ہر جان کو موت چکھنی ہے۔
3. رب فرماتا ہے کل من علیھا فان (الرحمٰن 55 آیت 26)
   جو زمین پر ہے اسے فنا ہے۔

ان آیات میں نبی، ولی، اور شہید کو مستثنیٰ نہیں کیا گیا پھر ان لوگوں نے اس آیت کے بارے میں بہت غوطے کھائے کبھی کہتے ہیں کہ انکی روحیں زندہ ہیں جسم نہیں۔ کبھی کہتے ہیں کہ انکے کام زندہ ہیں یعنی وہ دین کے لئے شہید ہوئے اور دین زندہ ہے گویا وہ بھی زندہ ہی ہیں۔ مگر ان عقل مندوں سے کوئی پوچھے کہ اگر آیت کریمہ کے یہ معنی ہوتے تو شہداء کی قید کیوں لگائی جاتی؟ قیامت میں ہر مردہ زندہ ہوگا اور بعد موت ہر ایک کی روح زندہ ہی رہتی ہے اور ہر صدقہ جاریہ کرنے والے کا کام زندہ رہتا ہے۔ نیز دوسری آیت شہداء کی زندگی اس طرح ارشاد ہی ہے۔

ولا تحسبن الذین قتلوا فی سیل اللہ امواتاً ، بل احیاء عن ربھم یرزقون ٥ فرحین بما اتا ھم اللہ من فضلہ ویستبشرون بالذین لم یلحقو بھم من خلفھم لا خوف علیھم ولا ھم یحزنون .(ال عمران 3آیت 199)

سبحان اللہ رب نے فیصلہ کر دیا کہ شہید راہ خدا کو مردہ سمجھ بھی مت وہ رب کے ہاں زندہ ہیں روزیاں پاتے ہیں خوشیاں منا رہے ہیں دنیا والوں کے حالات کو دیکھ رہے ہیں اس آیت کریمہ میں ان لوگوں کی کوئی تاویل نہیں چل سکتی۔

دوسری جماعت کہتی ہے کہ خیر ہم شہداء کو تو زندہ مان لیتے ہیں کیونکہ قرآن کریم اس کا اعلان کرتا ہے مگر انبیاء اولیاء کی حیات کہیں ثابت نہیں بلکہ انکی موت کی آیات موجود ہیں لہٰذا وہ زندہ نہیں یہ لوگ یہاں تک کہ ڈالتے ہیں کہ اگر وہ زندہ ہوں تو ان کا غسل کفن کیسا؟ ان کی میراث کیوں تقسیم ہوئی؟ انکی بیویاں اور جگہ نکاح کیوں کر لیتی ہیں ان تمام احکام سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ لوگ زندہ نہیں مردہ ہیں۔

تیسرے گروہ کا عقیدہ یہ ہے کہ انبیاء، شہداء اولیاء اور بعض علماء بحکم پروردگار بعد وفات زندہ ہیں کیوں نہ ہوں جبکہ حضور علیہ السلام کے نام نامی پر کٹ مرنے والے شہید بحیات ابدی زندہ ہیں تو جنکے دم قدم کی یہ بہار ہے وہ کیونکر زندہ نہ ہوں؟

فقیر اس نشست میں حیات انبیاء شہداء اور اولیاء کے متعلق کچھ تحقیق پیش کرنا چاہتا ہے۔

خیال رہے کہ قدرت نے انسان میں دو روحیں رکھی ہیں ایک روح سلطانی ہے جسکا ہیڈ کوارٹر دماغ ہے جس سے بیداری قائم ہے اور دوسری روح حیوانی ہے جس کا مرکز دل ہے جس سے زندگی قائم ہے مگر یہ دونوں روحیں جسم میں ایسے سرایت کیے ہوئے ہیں جیسے انگارے میں آگ ہے یا جیسے پھول میں رنگ و بو ہے جسم میں سے روح سلطانی کے نکل جانے کے بعد کی حالت کو نیند کہتے ہیں اور روح حیوانی کے نکل جانے کا نام موت ہے اولاً تو ہم اپنی اور مقبولان بارگاہ الٰہی کی نیندوں کا فرق تمہیں دکھاتے ہیں۔

ہماری روح سلطانی نیند میں جسم سے نکل کر جسم کو چھوڑ دیتی ہے اور ہم نیند میں ایک دم غافل ہو جاتے ہیں حتیٰ کہ نیند سے ہمارا وضو بھی ختم ہو جاتا ہے کبھی احتلام بھی ہو جاتا ہے

ہماری خواب کا اعتبار بھی نہیں اور ہمیں نیند کی حالت میں اپنے تن و بدن کا ہوش بھی نہیں رہتا۔ یعنی ہماری روح سلطانی نیند میں ہم سے نکل بھی جاتی ہے اور جسم کو چھوڑ بھی دیتی ہے اب آ جاؤ حضرات انبیاء کرام کی نیند کی طرف۔ روح سلطانی ان کے اجسام سے نکل بھی جاتی ہے مگر انھیں چھوڑتی نہیں بلکہ برابر تعلق قائم رکھتی ہے جسکی وجہ سے انھیں نیند میں غفلت طاری نہیں ہوتی اسی لئے انکی نیند وضو بھی نہیں توڑتی، انھیں کبھی احتلام نہیں ہوتا انکی خواب وحی الٰہی ہوتی ہے غرض یہ کہ ان پر نیند کی حالت میں بھی بیداری کے احکام جاری رہتے ہیں حتی کہ ان کی خواب سے شرعی احکام منسوخ ہو جاتے ہیں دیکھو بچے کو ذبح کرنا ہر دین میں حرام ہے مگر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے خواب نے اس حکم کو منسوخ کر دیا اور وہ خواب کی بناء پر اپنے فرزند ارجمند کے ذبح پر تیار ہو گئے مگر اس کے باوجود ان کو سوتا ہوا نیند فرماتا ہوا بھی کہا جاتا ہے اور ان پر بہت سے احکام جاگنے والوں کے جاری نہیں ہوتے اس حال میں ان پر نہ نماز فرض ہوتی ہے نہ تبلیغ نہ سلام کا جواب اور نہ بیداری کے دوسرے احکام اب اس وقت میں ان کو یہ کہہ سکتے ہیں کہ وہ سو رہے ہیں نیند کر رہے ہیں یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ وہ جاگ رہے ہیں یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ وہ زندہ ہیں مگر الگ الگ حیثیتوں سے جب اپنے اور پیغمبروں کی نیند میں فرق سمجھ لیا اب دونوں کی موتوں میں فرق بھی دیکھ لو، کی روح حیوانی بھی ان کی موت کے وقت جسم سے نکل جاتی ہے اسی روح کے نکل جانے کا نام موت ہے اس لحاظ سے انھیں میت فرمایا گیا (انك میت) اسی خروج روح کی وجہ سے ان پر کفن دفن کے احکام جاری ہو گئے مگر ہماری روح جسم سے نکل جانے کے بعد جسم کو چھوڑ بھی دیتی ہے اس کی حفاظت نہیں کرتی جس کی وجہ سے ہمارے جسم بالکل بے جان ہو جاتے ہیں ہمارا علم، سمع و بصر وغیرہ ختم ہو جاتے ہیں نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ دو دن کے اندر اندر جسم گل سڑ جاتا ہے مٹی برابر ہو جاتا ہے اور ہم پر مردوں کے سارے احکامات جاری ہوتے ہیں مگر ان حضرات کی روح نکل جانے کے باوجود ان کے جسموں کو نہیں چھوڑتی بلکہ ان کی حفاظت کرتی رہتی ہے نگہداشت فرمائی ہے اسی بناء پر ان کے جسم گلتے سڑتے نہیں اور ان کی تمام قوتیں بحال رہتی ہیں بلکہ پہلی زندگی سے کہیں زیادہ ہو جاتی ہیں اس معنی کے لحاظ سے وہ حضرات مردہ نہیں بلکہ زندہ ہیں اس کی تائید خود سرکار انور صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ

کلمات طیبات ہیں کہ فرمایا فانی امرا ء مقبوض (حدیث شریف) یعنی میری روح قبض ہونے والی ہے قبض روح اور چیز ہے ترک روح کچھ اور ہے، اسی طرح جسم سے روح کا نکل جانا کچھ اور ہے اور جسم کا روح سے نکلنے کے بعد بے جان ہو جانا کچھ اور ہے اب ہم حیات النبی کے مسئلہ پر چند دلائل قرآن وحدیث فقہ اور اجماع امت سے پیش کرتے ہیں۔

❶ ہر زبان میں یہ قاعدہ مقرر ہے کہ زندوں کے لیے کچھ اور لفظ استعمال کرتے ہیں مردوں کے لیے کچھ اور، چنانچہ اردو میں مردوں کے لیے ''تھا'' فارسی میں ''بود'' عربی میں کان انگریزی میں ''واز (Was)'' وغیرہ الفاظ ہیں اور زندوں کے لیے اردو میں (ہے) فارسی ''ہست'' انگریزی میں ''از (Is)'' ہے چنانچہ زندے کی حکایت یوں کرتے ہیں کہ فلاں بڑا اچھا ہے عالم ہے تخی ہے بادشاہ وزیر ہے لیکن بعد موت کہا جاتا ہے وہ اچھا تھا عالم تھا مردے کو کوئی ''ہے'' نہیں بولتا اور ''ہے'' بولنے والے کو جھوٹا کہا جاتا ہے غرض یہ کہ ''ہے'' زندے کی حکایت اور ''تھا'' مردے کی جب یہ سمجھ لیا تو غور کرو کہ اسلام کا کلمہ شریف ہے لا الـٰـه الا اللّٰـه محمد رسول اللّٰه۔ یعنی اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں محمد اللہ کے رسول ہیں ﷺ۔ حضور علیہ السلام کی حیات ظاہری میں بھی صحابہ کرام نے یہی کلمہ پڑھا آذان اور نماز میں بھی اسی کی گواہی دی گئی اور وفات شریف سے اب تک یہی کلمہ رہا اور قیامت تک یہی رہے گا اگر حیات النبی درست نہ ہو آپ کی موت کا عقیدہ رکھا جائے تو تمام مسلمانوں کا کلمہ نماز اور آذان سب غلط ہو گئے بلکہ اب کلمہ یوں ہونا چاہیے، کان محمد رسول اللّٰه، یعنی محمد اللہ کے رسول تھے ﷺ۔

حضرت انسان مسلمان پیچھے ہوتا ہے اذان اور نماز پیچھے ادا کرتا ہے حیات النبی پہلے مان لیتا ہے مسئلہ حیات النبی ایمان اور نماز وغیرہ کی اصل ہے۔

❷ قرآن کریم فرماتا ہے۔ ولا تنکحوا از واجه من بعده ابدا (احزاب 33 آیت 53) یعنی ہمارے حبیب کی بیویوں سے ان کے بعد کبھی نکاح نہ کرو، اس آیت شریف نے دو طرح حیات النبی کا مسئلہ ثابت کیا ایک اس طرح کہ حضور ﷺ کے

پردہ فرمانے کے بعد بھی ان کی ازواج پاک کو ان کی بیوی ہی مانا کہ فرمایا ''ازواجہٗ''
معلوم ہوا ازواج پاک حضور علیہ السلام کی وفات کے بعد بھی انکی بیویاں ہی رہیں
ان کا نکاح ٹوٹا نہیں ورنہ خاوند کی موت نکاح توڑ دیتی ہے، دوسرے اس طرح کہ
مسلمانوں کو ان سے نکاح کرنا حرام قرار دیا کیوں؟ اس لئے کہ وہ بیوہ نہیں ہوئیں
ان کے خاوند زندہ ہیں۔(ﷺ)

بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ نکاح کی حرمت اس لئے ہے کہ وہ مسلمانوں کی مائیں ہیں
رب فرماتا ہے۔ وازواجہ امھاتھم (الاحزاب 33 آیت 6) مگر یہ سمجھنا غلط ہے کیونکہ وہ
بیبیاں احترام میں مائیں ہیں نہ کہ احکام میں اس لئے ان کی بیٹیاں مسلمانوں کی بہنیں نہیں ان
کی بہنیں / بھائی مسلمانوں کی خالہ / ماموں نہیں۔ ان سے پردہ فرض ہے رب فرماتا ہے۔ واذا
سالتمو ھن متاعاً فسئلوھن من وراء الحجاب (الاحزاب 33 آیت 53) نہ ان
کی میراث مسلمانوں کو ملتی ہے نہ مسلمانوں کو ان کو، اگر حضور ﷺ کسی بیوی کو طلاق دے دیں تو
اس کا نکاح دوسرے مسلمان سے ہو سکتا ہے جیسے حضرت امیمہ بنت جون کا ہوا رب فرماتا ہے:

ان کنتن تردن الحیوۃ الدنیا وزینتھا فتعلین امتعکن واسرحکن
سراحاً جمیلاً. (الاحزاب 33 آیت 28)

یعنی اے بیبیو اگر تمہیں دنیاوی زندگی اور یہاں کی زینت اور ٹیپ ٹاپ مرغوب ہے
تو آؤ میں تمہیں عدت کا سامان دوں اور طلاق دے دوں۔

اگر طلاق سے وہ بیبیاں کہیں نکاح نہ کر سکیں تو طلاق ان پر سخت ظلم ہوتی کہ وہ معلقہ
ہو کر رہ جاتیں اسی لیے رب نے فرمایا۔ من بعدہ ابدا یعنی پیغمبر کی وفات کے بعد ان سے
نکاح نہ کرو صاف معلوم ہوا کہ وہ بیبیاں تعظیم اور ادب واحترام میں مائیں ہیں بلکہ ماؤں سے
بھی بڑھ کر مائیں ہیں لیکن احکام میں مائیں نہیں ہیں ان سے نکاح ہونا اسی بناء پر ہے کہ حضور
علیہ السلام باحیات ہیں۔

اس کی ازواج سے جائز ہو نکاح
اس کا ترکہ بٹے جو فانی ہے

روح تو سب کی ہے زندہ لیکن
ان کا جسم بھی روحانی ہے

۳ رب تعالیٰ فرماتا ہے وسئل من ارسلنا من قبلك من رسلنا (الزخرف 43 آیت 45) اے محبوب گزشتہ نبیوں سے پوچھ لو کہ کیا ہم نے کچھ اور معبود بنانے تھے جن کی عبادت کی جائے، رب العالمین نے اپنے پیارے حبیب کو از حضرت آدم تا حضرت عیسیٰ علیہ السلام تمام نبیوں سے پوچھنے کا حکم دیا اور پوچھا اسی سے جاتا ہے جو زندہ بھی ہو جواب بھی دے اس آیت نے حسب ذیل مسائل ثابت کیے۔

۱ سارے نبی زندہ ہیں۔
۲ وہ اپنی قبروں میں پابند نہیں عالم کی سیر کر سکتے ہیں۔
۳ زندہ مقبول بندوں سے کلام کر لیتے ہیں۔
۴ ان کے سوالوں کے جواب بھی دے دیتے ہیں کیونکہ یہاں یہ نہیں فرمایا گیا کہ خط، ڈاک یا تار کے ذریعے ان سے پوچھ لو نہ یہ کہ ان کی قبروں سے جا کر پوچھو نہ نبی کریم ﷺ ان کے مزارات پر کبھی گئے یہی مطلب ہے کہ اے پیارے وہ حضرات تمہارے پاس آتے رہتے ہیں آپ ان سے کبھی پوچھ لیں یہ آیت حیات النبی کے لیے ایسی صریح ہے جس میں تاویل کی گنجائش نہیں کیونکہ نہ ان نبیوں کی امتوں سے پوچھنا مراد ہے نہ ان کی کتابوں سے کیونکہ ان کی امتیں فنا یا مشرک ہو چکی تھیں اور ان کی کتابیں ختم یا محرف ہو چکی تھیں جن میں کفر و شرک بھرا ہوا تھا۔

۴ رب فرماتا ہے مادلهم علی موته الا دابة الارض. (سبا 34 آیت 14) یعنی سلیمان علیہ السلام کی وفات بجز دیمک کے کسی اور نے نہ بتائی، اس دیمک نے آپ کی لاٹھی کھالی اس آیت نے بتایا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام وفات کے بعد لاٹھی کی ٹیک پر اتنا عرصہ کھڑے رہے کہ وہ لاٹھی پرانی ہو کر دیمک خوردہ ہو گئی اس دور میں آپ علیہ السلام کا جسم شریف نہ گلا سڑا نہ ہی بگڑا پتہ لگا کہ نبیوں کی روح جسم

سے نکلنے کے بعد بھی جسم کی حفاظت کرتی رہتی ہے یہی معنی حیات کے ہیں۔

۵ ولا تقولو (البقرہ) اس آیت میں رب تعالیٰ نے شہداء کو صراحتاً زندہ کہا اس زندگی میں کسی تاویل کی گنجائش نہیں کیونکہ یہاں موت کی نفی کے بعد "بل" کے ساتھ حیات کا ثبوت ہے اور "بل" کے معنی علم بیان والوں پر مخفی نہیں۔

۶ ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللّٰہ امواتاً بل احیاء عند ربھم یرزقون (ال عمران 3 آیت 149) یعنی جو راہ خدا میں قتل ہو جائیں ان کو مردہ نہ کہو بلکہ وہ زندہ ہیں اپنے رب کے ہاں رزق دیئے جاتے ہیں یہ آیت بھی نہایت شاندار طریقہ سے حیات شہداء کو ثابت کر رہی ہے اس آیت میں بھی تاویل کی کوئی ضرورت نہیں۔

۷ مشکوۃ شریف باب فضائل جمعۃ میں ہے کہ نبی پاک ﷺ نے فرمایا جمعہ کے دن ہم پر زیادہ درود پڑھا کرو کیونکہ تمہارے درود ہم پر پیش ہوتے ہیں صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ بعد وفات کیسے پیش ہوں گے آپ کا جسم پاک۔۔ گل سڑ چکا ہوگا؟ تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے زمین پر نبیوں کے جسم کا کھانا حرام کر دیا ہے اللہ کے نبی زندہ رہتے ہیں رزق دیئے جاتے ہیں۔

۸ فرماتے ہیں نبی کریم ﷺ کہ ہم شب معراج کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قبر پر سے گزرے تو دیکھا کہ وہ نماز پڑھ رہے ہیں (زندہ تھے تو نماز پڑھی مردہ کیونکر نماز پڑھ سکتا ہے راقم الحروف عفی عنہ ربہ)

۹ ایک صحابی بحالت سفر کسی میدان میں رات کے وقت ٹھہرے تو انھوں نے زمین کے نیچے سے سورہ ملک کی تلاوت سنی حیران ہو گئے جب وہ بارگاہ نبوی میں حاضر ہوئے تو سارا ماجرا عرض کیا نبی پاک ﷺ نے ان کو بتایا کہ وہاں کسی مومن کی قبر ہے جو زندگی میں سورہ ملک پڑھنے کا عادی تھا بعد موت بھی اپنے مشغلے میں لگا ہوا ہے۔

۱۰ معراج شریف کے موقع پر سارے نبیوں کا بیت المقدس میں حاضر ہونا حضور علیہ السلام کے پیچھے نماز پڑھنا، پھر مختلف آسمانوں پر مختلف نبیوں کا حضور علیہ السلام کے

استقبال کے لئے موجود ہونا بہت سی احادیث سے صراحتاً ثابت ہے) (حیات ہے تو یہ کام ہوئے)

⓫ حضرت ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتے ہیں کہ جب تک میرے حجرے میں حضور ﷺ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ مدفون رہے تو میں بے حجاب اندر داخل ہو جاتی زیارت کرتی سمجھتی تھی کہ ایک میرے خاوند ہیں اور ایک میرے والد مگر جب سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ یہاں دفن ہوئے جب سے بلا حجاب اندر نہیں جاتی حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے حیا کرتی ہوں۔

ان احادیث سے پتہ لگتا ہے کہ حضرات انبیاء اور اولیاء بعد وفات زندہ ہیں زندوں کو ملاحظہ فرماتے ہیں دنیا کی سیر کر لیتے ہیں یہاں کے حالات سے باخبر رہتے ہیں ان کی نگاہ نگاہ وخیال کی رفتار سے بھی تیز ہے۔

⓬ صحابہ کرام سے لیکر آج تک سارے مسلمانوں کا یہ عقیدہ رہا ہے کہ حیات نبی حیات ولی اور حیات شہداء برحق ہے اور بعض اولیاء اللہ کے مدفون جسم صدیوں بعد ویسے ہی دیکھے گئے جیسے ابھی تازہ دفن ہوئے ہوں ابھی ہمارے گجرات موضع نوشہرہ شریف میں حضرت سید ماکھن شاہ صاحب علیہ الرحمۃ کی قبر کھل گئی ان کو وفات پائے تقریبا تین سو ستر 370 سال گزر گئے ہیں مگر ان کا کفن بھی میلا نہ ہوا تھا تمام اعضاء درست اور نرم تھے جیسے سو رہے ہیں زیارت کے لیے تقریباً تین ماہ تک لوگوں کا تانتا بندھا رہا۔

یہ واقعہ بخاری شریف میں بھی ہے اور جذب القلوب وغیرہ کتب تواریخ میں بھی ہے کہ عبدالملک بن مروان کے زمانے میں حضور علیہ السلام کے روضہ مطہرہ کی ایک دیوار گر گئی ایک قبر شریف شق ہوگئی اور ایک پنڈلی ظاہر ہوگئی لوگ گھبرا گئے کہ کہیں یہ پنڈلی حضور علیہ السلام کی نہ ہو حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے دیکھی فرمایا کہ یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی پنڈلی ہے دیوار گرنے اور بتانے کا واقعہ بخاری شریف میں موجود ہے اس قسم کے واقعات اتنے ہیں کہ ہمارے شمار سے باہر ہیں غرض یہ کہ آیات قرآنیہ احادیث نبویہ، عقائد صحابہ کرام، اجماع

امت، تجربہ اور مشاہدہ سے حیات النبی حیات اولیٰ اور حیات الشہداء ثابت ہے۔

آگے ارشاد ہوا، ولکن لا تشعرون ---اور لیکن تمہیں شعور نہیں اس میں عام مسلمانوں سے خطاب ہے کہ اے عوام اے عام مومنوان کی حیات کا شعور تمہیں نہیں ہوتا جیسے جلتے ہوئے چراغ کو کسی ناند یا بڑے برتن سے ڈھانک دیا جائے تو چراغ تو اپنی جگہ روشن ہے مگر دیکھنے والے کے لیے وہ ناندوہ بڑا برتن آڑ بنا ہوا ہے ان کی حیات کو اس مثال سے بھی کہیں اعلےٰ وارفع ہے جو دیدہ دل رکھنے والے ہیں وہ ان کی حیات کو محسوس بھی کرتے ہیں اور ان سے کلام بھی کرتے ہیں یہاں ایسے لوگوں سے خطاب نہیں ہے آخر میں ہم ان لوگوں کے شبہات بھی دفع کر دیتے ہیں جو غلط فہمی کی بناء پر اس مسئلہ کے منکر ہیں واہیات گفتگوئیں تو بہت ہیں مگر ان کے اصول واعتراض فقط تین ہیں ایک تو وہ آیات قرآنیہ جن کو ہم نے ابھی ذکر کیا اور ان کے جوابات دیئے، انک میت وانھم میتون (الزمر 39 آیت 30) وغیرہ دوسرے یہ کہ اگر وہ حضرات زندہ ہیں تو کھاتے پیتے کیا ہیں؟ بغیر کھائے پیئے زندگی قائم رہنا عقل کے خلاف ہے اس کے بہت سے جوابات ہیں ایک تو وہ جو قرآن کریم نے دیا۔ یرزقون یعنی وہ اللہ کے فضل سے جنت کی نعمتیں کھا رہے ہیں دوسرے خود انسان پر بعض موقع ایسے آتے ہیں جب کہ وہ ظاہری کھانے پینے سے بے نیاز ہو جاتا ہے ماں کے پیٹ میں بچے میں چار مہینے میں جان پڑتی ہے مگر پیدا ہوتا ہے نومہینہ بعد، پانچ ماہ کے عرصہ میں وہ کیا کھاتا پیتا ہے؟ پیشاب پاخانہ کہاں کرتا ہے؟ سانس کدھر لیتا ہے؟ یہ سب باتیں عقل سے ماوراء ہیں امام رازی علیہ الرحمۃ ایک مقام پر فرماتے ہیں اس راز کو بڑے سے بڑا فلسفی بھی نہ پا سکا، بچہ اتنا کمزور ہوتا ہے کہ اس کے ناک اور منہ پر دھنی ہوئی روئی رکھ دی جائے تو گھٹ کر مرجائے مگر وہی بچہ جھلی رحم اور پیٹ کے غلافوں میں رہتا ہے زندہ رہتا ہے اس سے بڑی بات یہ ہے کہ مرغی کا بچہ انڈے میں رہتا ہے جس میں نہ وزن ہے نہ سوراخ مگر زندہ رہتا ہے۔

اصحاب کہف ہزار ہا سال سے سو رہے ہیں بغیر کھائے پیئے زندہ ہیں ان کی زندگی تو قرآن کریم کی نص قطعی سے ثابت ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام قریباً دو ہزار سال سے آسمان پر ہیں زندہ ہیں وہاں کون سا باورچی ہے؟ اسی طرح یہ حضرات زندہ ہیں اور اس رزق سے بے نیا

زہیں نبی اکرم ﷺ وصال کے روزوں میں کئی کئی روز نہ کھاتے تھے نہ پیتے تھے ایک مرتبہ سلطان العارفین حضرت بایزید بسطامی علیہ الرحمۃ نے تین (3) سال تک پانی نہ پیا، تیسرا اعتراض یہ ہے کہ حضرت عزیز علیہ السلام سو 100 برس تک بے جان رہنے کے بعد جب زندہ ہوئے تو سمجھے کہ میں ایک دن سویایا اس سے بھی کم قرآن کریم فرماتا ہے **قال لبثت یوما او بعض یوم** (البقرہ) اصحاب کہف تین سونو (309) سال سونے کے بعد جب جاگے تو بولے کہ ہم دن بھر یا اس سے کم ٹھہرے ان کے متعلق بھی قرآن کریم فرما رہا ہے۔ **قال لبثنا یوما او بعض یوم** (الکھف 18 آیت 19) پتہ لگا کہ انبیاء اور اولیاء وفات کے بعد اس عالم سے بالکل بے خبر ہو جاتے ہیں حتیٰ کہ آفتاب کا نکلنا، چھپنا اور زمانہ گزرنا بھی ان پر مخفی رہتا ہے اور تم کہتے ہو کہ سب کی خبر رکھتے ہیں تمہارا یہ عقیدہ قرآن کے خلاف ہے جواب یہ ہے کہ ان بزرگوں کو رب العالمین نے اس طرف سے بے توجہ کر کے اپنی طرف متوجہ کر لیا تھا یہ خصوصی واقعہ ہے قانون نہیں اس میں وہ حکمتیں تھیں جو قرآن کریم اپنے مقامات پر ارشاد فرما رہا ہے کہ وہ یہ سمجھ کر مخلوق کے پاس آئیں مخلوق ان کی زندگی دیکھ کر قیامت کی قائل ہو جائے جیسے حضرت عزیز علیہ السلام کے پاس کھانا اور پانی سو (100) سال تک رکھا رہا اور بگڑا نہیں تو کھانے کا نہ بگڑنا قانون نہیں بلکہ خصوصی واقعہ ہے اس کی مثال بالکل ایسی ہے کہ نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں کہ نیند میں ہماری آنکھیں سوتی ہیں دل بیدار رہتا ہے مگر ایک بار سفر میں سرکار ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کی آنکھ ایسی لگی کہ نماز فجر قضا ہو گئی جب آفتاب بلند ہو گیا تو کھلی اس واقعہ سے یہ نہیں کہا جا سکتا کہ نعوذ باللہ سرکار علیہ السلام کا وہ فرمان غلط ہے بلکہ یہی کہا جائے گا کہ چونکہ رب چاہتا ہے کہ حضور علیہ السلام کی امت کو قضاء نماز پڑھنے کا طریقہ معلوم ہو جائے اس لئے اس رات اپنے حبیب کو اپنی طرف متوجہ فرما لیا غفلت نہ تھی بلکہ رب کی طرف متوجہ رہنے کی وجہ سے دوسری طرف بے توجہی تھی اور یہ خصوصی واقعہ تھا قانون نہیں تھا تفسیر صوفیانہ یہ ہے کہ جسم کی زندگی جان سے ہے اور جان کی زندگی ایمان سے دل کی زندگی عشق رحمان سے ہے اور نفس امارہ کی زندگی کفر و طغیان سے زیست دل اور روح کی موت ہے اس لیے اس کو مار دینے کا حکم ہے دوھک کی زندگی شعالے (ر پچکے) کی موت ہے اور خودرو گھاس پھوس کی زندگی کھیت کی

موت ہے اس لئے کسان ان زائد چیزوں کو مارتے رہتے ہیں مشائخ اپنے مریدین پر اسی لئے ہر وقت نظر رکھتے ہیں مجاہدے کی تلوار عبادات کے نیزے ترک دنیا کے تیروں سے اس کو ہمیشہ مردہ رکھتے ہیں مولانا فرماتے ہیں۔

پیر را بگزیں کہ بے پیر ایں سفر
ہست بس پر آفت و خوف و خطر

چوں گرفتی پیر ہن تسلیم شو
ہمچو موسیٰ زیر حکم خضر رو

گرچہ کشتی بشکند تو دم مزن
گرچہ طفلے را کشد تو مو مکن

صوفیاء فرماتے ہیں آیت کا منشا یہ ہے کہ اے مسلمانوں ان لوگوں کو مردہ نہ کہو جن کے نفس امارہ عشق الٰہی کی راہ میں مجاہدے کی تلوار سے قتل وفنا کیے جا چکے ہیں بلکہ وہ تو ہمیشہ کے لیے زندہ ہو گئے کیوں کہ ان کی روح اور دل کو دائمی زندگی مل گئی ہے جسے ملک الموت بھی فنا نہ کر سکے البتہ ہمیں ان کی زندگی کا احساس نہیں کیوں کہ دماغ کی آنکھ سے صرف جسم کی زندگی دیکھی جا سکتی ہے اگر تمہیں ان کشتوں کی زندگی دیکھنا ہو تو دل والی آنکھ پیدا کرو سونا کشتہ ہو کر بیسیوں بیماریوں کو شفا دیتا ہے یہ عشاق کشتہ ہو کر بیسیوں بیماریوں کو شفا دیتا ہے عشاق کشتہ ہو کر ہزاروں کشتوں کو زندگی بخش دیتے ہیں اسی لئے رب تعالیٰ نے زندے کافروں کو مردے فرمایا کہ امواتٌ غیر احیاء (النحل 16 آیت 21) اور ان کشتوں کو زندہ قرار دیا کیوں کہ ان کافروں کے تو روح اور دل مردہ تھے مگر ان کے نفس امارہ مردہ اور روح و دل زندہ ہیں خدا تعالیٰ ایسی زندگی عطا کرے آمین وصلی اللّٰہ تعالٰے علٰے خیر خلقه و نور عرشه سیدنا محمد واله واصحابه اجمعین۔

(درس القرآن ص 449 تا ص 464، رسائل نعیمیہ ایضاً مطبوعہ نعیمی کتب خانہ لاہور)

درس قرآن۔ موضوع دعا اور اس کے آداب و اہمیت:

آیت مبارکہ۔ و اذا سالك عبادی عنی فانی قریب احیبب دعوة

الداع اذا دعان فلیستجیبوا لی ولیو منوا بی لعلھم یرشدون (سورہ البقرہ)

ترجمہ: اے محبوب جب تم سے میرے پیارے بندے میرے متعلق پوچھیں تو فرما دو کہ میں نزدیک ہی ہوں پکارنے والے کی پکار کا جب بھی وہ مجھے پکارتا ہے جواب دیتا ہوں انھیں بھی چاہیے کہ میری سنیں اور مجھ پر ایمان لائیں تا کہ ہدایت پا جائیں۔

شانِ نزول:

اس آیت کریمہ کے شانِ نزول میں بہت روایات ہیں جن میں سے ایک یہ ہے کہ بعض صحابہ کرام نے جوشِ عشقِ الٰہی میں تڑپ کر بارگاہ رسالت میں عرض کیا کہ ہمارا رب کہاں ہے وہ کیسی پکار اور کس طرح کی فریاد سنتا ہے؟ آہستہ کی یا بلند آواز کی تب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

تفسیر:

واذا سالك عبادی عنی ـــــ اگر چہ اس کا نزول خاص موقع پر ہوا مگر اس کی عبارت عام ہے یعنی کبھی کسی زمانے میں کہیں کے مسلمان آپ سے میرا پتہ پوچھیں سـائلـك سوال سے بنا ہے جس کے معنی ہیں مانگنا رب فرماتا ہے واما السائل فلا تنھر (سورۃ الضحیٰ) اور پوچھنا رب فرماتا ہے ویسلونك عن المحیض ـــ (سورۃ البقرہ) یہاں دونوں معنی بن سکتے ہیں یعنی جب میرے بندے تم سے میری ذات وصفات کے متعلق پوچھیں یا جب تم سے میرا پتہ مانگیں۔ اس ایک لفظ سے معلوم ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کا پتہ ہیں اور پتہ بتانے والے ہیں۔

اللہ کی ہر اک چیز کا سامان محمد ہیں
توحید کے مضمون کا عنوان محمد ہیں (صلی اللہ علیہ وسلم)

دیکھو صحابہ کرام رب تعالیٰ کا پتہ پوچھنے کہاں گئے؟ حضور علیہ السلام کے پاس اور حضور علیہ السلام نے بھی یہ نہ فرمایا کہ جہاں تم رہتے ہو وہاں میں، مجھے کیا پتہ کہ رب کہاں ہے؟ بلکہ اس مولا کریم کا صحیح پتہ بتا دیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو سارے عالم غیب کا پتہ بتانے والے ہیں چنانچہ ایک عورت نے جس کا بیٹا فوت ہو چکا تھا پوچھا کہ یا رسول میرا بیٹا کہاں ہے اگر جنت میں ہے

توخیرا گردوزخ میں ہے تو خوب روؤں حضور علیہ السلام نے یہ نہ فرمایا کہ مجھے جنت دوزخ کی کیا خبر؟ میں مدینے میں وہ مقام یہاں سے کروڑوں میل دور اور نہ یہ فرمایا کہ اچھا حضرت جبریل سے پوچھ کر بتائیں گے بلکہ فوراً فرمایا جنت کے آٹھ درجے ہیں جن میں سب سے اونچا فردوس ہے تیرا لڑکا جنت فردوس میں ہے ایک عورت جس کا لڑکا شہید ہو چکا تھا اس نے حضور علیہ السلام سے پوچھا کہ اللہ نے میرے بچے کے ساتھ کیا کیا تو یہ نہ فرمایا کہ تیرا بچہ اور عالم میں موجود ہے میں اور جہاں میں ہوں وہ دوسرا جہاں ہے مجھے وہاں کے حالات کی کیا خبر؟ بلکہ فوراً جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ حجاب کے پیچھے سے کلام فرماتا ہے لیکن تیرے لڑکے سے بے حجابانہ کلام فرمایا اور فرمایا مجھ سے کچھ مانگ تیرے بیٹے نے عرض کیا کہ تیرے دیئے ہوئے سے مجھے سب کچھ مل گیا ہے تمنا یہ ہے کہ پھر دنیا میں جاؤں اور تیرے نام پر سر کٹاؤں غزوہ موتہ میں حضرت جعفر رضی اللہ عنہ شہید ہوئے مدینہ منورہ میں تشریف رکھتے ہوئے حضور علیہ السلام نے ان کی شہادت کی خبر دی اور فرمایا کہ رب نے حضرت جعفر کو دو پر عطا فرمائے جن سے وہ جنت میں اڑتے پھر رہے ہیں اس دن سے ان کا لقب حضرت جعفر طیار ہوا رضی اللہ عنہ ان واقعات سے معلوم ہوا کہ دونوں جہاں حضور علیہ السلام کی نظر میں ہیں۔ عَنِّی ۔۔۔۔ اس لفظ میں بہت احتمال ہیں مگر یہاں قریب اور دور ہونا مراد ہے جیسا کہ اگلی آیت سے معلوم ہو رہا ہے یعنی اے محبوب ﷺ جب لوگ میرے متعلق آپ سے پوچھیں کہ میں ان سے دور ہوں یا نزدیک تو فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ ۔۔۔۔ علمائے کرام فرماتے ہیں کہ یہاں قل پوشیدہ ہے یعنی ان سے فرمادو کہ میں نزدیک ہی ہوں مگر صوفیا کرام کے مشرب میں قل پوشیدہ ماننے کی ضرورت نہیں ان کے ہاں آیت کا ترجمہ یہ ہے کہ جب میرے بندے آپ کے پاس آئیں اور میرے بارے میں پوچھیں اور مجھے آپ کے ذریعہ ڈھونڈیں تو میں ان سے قریب ہی ہوں اور اگر آپ سے دور رہیں تو خواہ مجھے مسجدوں میں ڈھونڈیں یا کعبے میں ان سے دور ہی ہوں عبادی فرما کر اسی جانب اشارہ کیا گیا یعنی میری ہر قسم کی عبادت کرنے والے اور ہر طرح کے نیک بندے آپ سے پوچھ کر میرا پتہ لگا سکتے ہیں کیوں نہ ہو حضور ﷺ خدا کا دروزاہ ہیں مالک سے ملنا ہو تو اس کے دروازے پر ہی جایا جاتا ہے چھت پچھیت اور دوسری دیواریں اگرچہ مالک ہی کی ہیں

مگر وہ مالک کے ملنے کی جگہ نہیں۔

بخدا خدا کا یہی ہے در نہیں اور کوئی مفر مقر
جو وہاں سے ہو یہیں آ کے ہو جو یہاں نہیں تو وہاں نہیں

قَرِیبٌ۔۔۔۔۔قرب سے بنا بمعنی نزدیکی دور کا مقابل قرب کئی قسم کا ہوتا ہے۔

1. قرب مکانی، جیسے کہا جاتا ہے گجرات وزیر آباد سے قریب ہے۔
2. قرب زمانی، جیسے جمعرات جمعہ سے قریب ہے۔
3. قرب جنانی، یعنی دل کے قریب ہونا جیسے کہا جاتا ہے آج کل پاکستان سے کابل دور ہو گیا یعنی پاکستان کے تعلقات کابل سے اچھے نہیں۔
4. قرب درجہ۔ جیسے وزیر بادشاہ کے قریب ہے یعنی مرتبے اور درجے میں اس کے قریب ہے۔
5. قرب کرم و مہربانی: یہاں اس آیت میں آخری قسم کا قرب مراد ہے یعنی اللہ کا کرم اللہ کی رحمت اور مہربانی اس کے بندوں سے قریب ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ مکانی اور زمانی قرب سے پاک ہے اس لیے کہ وہ نہ تو کسی مکان میں ہے نہ زمانے میں جب مکان اور زمان نہ تھا تب بھی وہ تھا اور جب یہ سب کچھ فنا ہو جائے گا تب بھی رہے گا، اس آیت کریمہ کی تفسیر وہ آیت ہے۔۔۔۔ان رحمة الله قريبٌ من المحسنين۔۔۔۔(سورۃ الانبیاء) یعنی اللہ کی رحمت نیکو کاروں کے قریب ہے اس آیت نے بتا دیا کہ ان جیسی آیات میں قرب ربانی سے مراد رحمت کا قرب ہے مکانی اور زمانی قرب نہیں۔

خیال رہے کہ اللہ کا علم اس کی قدرت اور اس کی رزاقیت ہر بندے سے قریب ہے اس کے متعلق ارشاد ہے وهو معكم اينما كنتم (الحدید آیت 4) تم جہاں بھی ہو وہ تمہارے ساتھ ہے اور ارشاد ہوا، نحن اقرب اليه من حبل الوريد۔۔۔۔(ق 50 آیت 16) ہم بندے کی شاہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہیں مگر تم دیکھتے نہیں ان سب آیات میں علم اور قدرت کا قرب مراد ہے اور اس آیت (فانی قریب۔۔۔۔) میں رحمت کا قرب مراد ہے

لہٰذا وہ آیت اپنے مقام پر درست ہے اور یہ آیت اپنی جگہ درست ہے۔

یاد رہے کہ یوں تو اللہ تعالیٰ نے اپنے نیک بندوں سے ہر وقت ہی قریب رہتا ہے مگر چند وقتوں میں خصوصیت سے بہت ہی قریب ہوتا ہے۔

1. تہجد کے وقت جب بندہ اپنے گناہ اور اس کی رحمت کو یاد کر کے روتا ہے اور کہتا ہے وہ کون سا گناہ ہے جو میں نے نہیں کیا وہ کون سا کرم ہے جو تو نے نہیں کیا جس لائق میں تھا میں نے کر لیا جو تیری شان کے لائق ہے وہ تو کر گناہ میں نے کر لیے بخش تو دے درخت خاردار سے کانٹے ہی نکلتے ہیں اور درخت باردار پھل ہی دیتا ہے یہ آواز عرش کو ہلا دیتی ہے۔
2. تلاوت قرآن شریف کے وقت۔
3. نوافل نماز میں۔
4. سجدے میں حدیث شریف میں ہے کہ نوافل کے ذریعہ بندہ رب سے اتنا قریب ہو جاتا ہے کہ بندے کے اعضاء میں ربانی طاقتیں کام کرتی ہیں۔
5. اللہ کے مقبول بندے کے آستانہ پر حاضری کے وقت۔ مولانا فرماتے ہیں۔

ہر کہ خواہد ہم نشینی با خدا
او نشیند در حضور اولیاء

یہ وہ حالات ہیں جن میں رب تعالیٰ اپنے بندے کے بہت قریب ہوتا ہے خیال رہے کہ ایک ہے بندے کا رب سے قریب ہونا دوسرا ہے رب کا بندے کے قریب ہونا وہ کریم تو ہم سے قریب ہے مگر ہم اس سے دور ہیں شیخ سعدی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔

یار نزدیک تر از من بمن است
ویں عجب بین کہ من از وے دورم

مبارک ہیں وہ بندے جو رب سے قریب ہیں اور سعید ہیں وہ ساعتیں جن میں بندہ رب سے قریب ہو، اس قرب کی دو نوعیتیں ہیں ایک یہ کہ بندے کو محسوس ہونے لگتا ہے کہ رب میرے ساتھ ہے اور مجھے دیکھ رہا ہے اس تصور کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ بندہ گناہ کرنے پر دلیری نہیں

کرتا اور دنیا کا کوئی حال بندے کو رب سے غافل نہیں کرتا یہ بہت بڑا مقام ہے دوسرا یہ کہ بندے کو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ میں رب کو دیکھ رہا ہوں اس کا جمال میری آنکھوں کے سامنے ہے اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ بندے کی آنکھیں تر رہتی ہیں دل میں سوز و گداز رہتا ہے عبادتوں میں لذت آتی ہے یہ قرب پہلے قرب سے بلند و بالا ہے۔

حکایت:

ایک شخص نے اپنی عمر کے اسی سال تقویٰ پرہیز گاری عبادات میں گزارے جب زندگی ختم ہونے کا وقت آیا تو شیطان نے اسے بہکایا انسانی شکل میں آکر کہنے لگا کہ تو ہر وقت کسے پکارتا ہے وہ بولا اپنے رب کو۔ ابلیس نے کہا اس عرصے میں رب نے بھی تجھے پکارا؟ یا پکار کے جواب میں کبھی لبیک کہا؟ وہ بولا نہیں شیطان بولا تو بڑا پاگل ہے کہ ایسے کو پکارتا ہے جو تیرا جواب نہیں دیتا کسی کو دو چار خط لکھتے ہیں مگر ادھر سے جواب نہ آئے تو خط بند کر دینے چاہیں عبادت گزار شیطان کے بہکاوے میں آگیا سارے ذکر اذکار چھوڑ دیئے حتیٰ کہ ایک دن نماز عشاء بھی نہ پڑھی رب نے اپنے فرشتوں سے پوچھا فلاں بندے کی نیکیاں آنا بند کیوں ہوگئیں؟ فرشتوں نے عرض کیا کہ شیطان نے اس کا راہ مار دیا حکم ہوا اسے آنے دو پرانا حاضر باش ہے عابد رات کو سویا خواب میں رب تعالیٰ کی زیارت نصیب ہوئی پوچھا بندے تو نے میری یاد کیوں چھوڑ دی؟ اس نے عرض کیا اے مولا تجھے پکارتے پکارتے میری عمر گزر گئی مگر تیری طرف سے ایک بار بھی لبیک نہ سنا تو فرمایا۔

گفت اللہ گفتت لبیک ماست

ایں گداز و سوز درد از پیک ماست

یعنی اے بے وقوف تیرا ہمیں یاد کرنا ہی ہماری لبیک ہے اور تیرے دل میں سوز و گداز درد کی کسک پیدا ہونا یہ ہمارا قاصد ہے جو تجھے ہماری بارگاہ میں حاضری دلاتا ہے، غرض یہ کہ اس درجے میں فانی قریب کی ایسی جلوہ گری ہوتی ہے کہ سبحان اللہ، صوفیاء فرماتے ہیں کہ اس آیت کریمہ میں ارشاد فرمایا گیا کہ مجھے ڈھونڈتا ہے تو اپنے میں ڈھونڈو کیونکہ میں تم سے قریب ہی رہتا ہوں دیکھو میں تم ہی میں ملوں گا جس نے رب کو اپنے میں نہ ڈھونڈا ادھر ادھر ہی

بھاگا وہ کامیاب نہیں ہوسکتا۔

حکایت:

کسی سرائے میں ایک جوہری ٹھہرا ہوا تھا جس کے پاس قیمتی موتی تھے ایک دن اس نے یہ موتی سرائے والوں کو دکھائے اور اپنی جیب میں سے ایک ڈبیا نکالی جس میں ایک شب چراغ موتی تھا اور بولا یہ موتی اندھیرے میں اجالا کر دیتا ہے اس کی قیمت بادشاہوں کے خزانے بھی ادا نہیں کر سکتے ان دیکھنے والوں میں ایک چور بھی تھا جس نے ڈبیہ کو چرانے کا پکا ارادہ کر لیا اس نے جوہری سے دوستی پیدا کی اور پوچھا آپ کہاں جائیں گے؟ جوہری نے اپنا مقام بتایا پھر اس نے پوچھا تو کہاں جائے گا؟ چور نے بھی اپنا مقام وہی بتایا جوہری نے کہا اچھا ہم تم رفیق سفر ہیں ساتھ چلیں گے ساتھ ٹھہریں گے ساتھ کھائیں گے ساتھ پئیں گے چور تو یہی چاہتا تھا فوراً راضی ہو گیا اس نے پتہ لگا لیا کہ ڈبیہ جوہری کی واسکٹ کی جیب میں رہتی ہے جوہری بھی تاڑ گیا کہ یہ کوئی چور ہے اس ڈبیہ کے لالچ میں میرے ساتھ ہو لیا ہے دونوں چل دیئے دوسرے شہر پہنچ کر سرائے کا ایک ہی کمرا دونوں نے لیا رات کو یہ دونوں اپنے فالتو کپڑے اتار کر سوئے جوہری نے وہ ڈبیہ اپنی جیب سے نکال کر چور کی واسکٹ کی جیب میں ڈال دی اور دونوں سو گئے رات گئے چور اٹھا اور جوہری کے سارے کپڑے تلاش کیے مگر ڈبیہ نہ ملی سمجھا کہ ڈبیا جوہری کی جیب سے گر گئی سویرے اندھیرے میں جوھری نے یہ ڈبیہ چور کی واسکٹ کی جیب سے نکال کر اپنی واسکٹ میں ڈال دی صبح چور نے باتوں باتوں میں پوچھا کہ سیٹھ جی وہ ڈبیا کہاں ہے جوہری نے ڈبیہ اپنی جیب سے نکال کر دکھا دی چور حیران ہو گیا سمجھا کہ میری تلاش میں کمی ہے دونوں آگے بڑھ گئے کسی اور شہر میں پہنچ کر سرائے میں ٹھہرے جوہری نے وہی ترکیب آج بھی کر دی چور نے سیٹھ کی اچکن، واسکٹ، کرتے کی جیبیں اور اس کا سارا سامان چھان مارا مگر ڈبیہ نہ ملی یقین کر لیا کہ آج وہ ڈبیہ کھو گئی دن چڑھنے پر سیٹھ نے چور سے ڈبیہ پوچھی تو سیٹھ نے اپنی جیب سے نکال کر دکھا دی اب چور کی حیرت کی انتہاء نہ رہی غرض یہ کہ چور اور سیٹھ دونوں منزل بہ منزل جاتے رہے اور یہی تماشا ہوتا رہا آخر ایک دن چور نے دل میں پکا ارادہ کر لیا کہ آج رات سیٹھ کی مکمل تلاشی لینا ہے حتی کہ اگر دوران تلاش سیٹھ

جاگ بھی جائے تو اس سے نبٹ لوگا چنانچہ سرائے میں پہنچے اور دونوں ایک کمرے میں ٹھہرے آج رات سے چور نے سیٹھ کے کپڑے ٹٹولے اس کی پیٹیاں کھول کر تلاشی لی جب کہیں ڈبیہ نہ ملی تو سیٹھ کا منہ چیر کر دیکھا کمر ٹٹولی جوہری دانستہ طور پر سوتا بنا رہا دل میں کہتا تھا لگا لے اپنا زور جب چور نے ڈبیہ نہ پائی تو یقین کر لیا آج ڈبیہ یقیناً کہیں گر گئی ہے صبح ہونے پر سیٹھ سے پوچھا جناب ڈبیہ کہاں ہے؟ سیٹھ نے اپنی واسکٹ کی جیب سے نکال کر کہا یہ ہے چور حیران رہ گیا اپنا سر سیٹھ کے قدموں پر رکھ کر بولا میں چوری میں بڑا کامل ہوں ہو مگر تو حفاظت میں میرا بھی استاد نکلا اے استاد میں نے تیری مکمل تلاشی لی مگر ڈبیہ نہ پائی صرف چوری کی نیت سے تیرے ساتھ رہا بتا ڈبیہ رات کو تو کہاں رکھتا ہے؟ سیٹھ بولا تو نے کہاں ڈھونڈا؟ چور بولا تیرے کپڑوں میں تیری پیٹی میں تیرے سامان میں تیرے بستر پر تیرے تکیے پر سیٹھ بولا تو نے ہر جگہ ڈھونڈا اپنی جیب میں ہاتھ نہ ڈالا ڈبیہ تیری جیب میں تھی اگر تو اپنے کو تلاش کرتا تو موتی پالیتا۔ یہی معاملہ یہاں ہے رب کو اپنے میں ڈھونڈو خود فرماتا ہے۔ وفی انفسکم افلا تبصرون (الذاریت 51 آیت 21) یہ آیت کریمہ گویا فانی قریبٌ کی شرح ہے۔

قبر میں جو دیکھا اس پردہ نشین کو تو کھلا
میرے ہی دل میں چھپا تھا مجھے معلوم نہ تھا

اُجِیبُ دَعْوَۃَ الدَّاعِ...... اس جملے کی دو تفسیریں ہیں ایک یہ کہ اجیب کے معنی ہیں جواب دیتا ہوں میں دعوۃ کے معنی پکارنا اور بلانا ہے ترجمہ یہ ہوا کہ جب کوئی پکارنے والا مجھے پکارتا ہے یا بلاتا ہے تو میں فوراً اس کی پکار کے جواب میں لبیک فرماتا ہوں اکیلے میں پکارتا ہے تو اس کا جواب اکیلے میں دیتا ہوں جماعت میں پکارتا ہے تو اس کا جواب فرشتوں کی جماعت میں دیتا ہوں پھر جس نوعیت سے مجھے پکارتا ہے اسی نوعیت سے اسے جواب دیتا ہوں بندہ کہتا ہے اے رب اے میرے پالنے والے میں جواب دیتا ہوں یـا عبدی اے میرے پالے ہوئے بندہ کہتا ہے اذنبت میں نے گناہ کر لیا میں کہتا ہوں غفرت میں نے بخش دیا بندہ کہتا ہے میں مصیبتوں میں گھر گیا میں کہتا ہوں گھبرا نہیں میں تیرے ساتھ ہوں اس کی شرح وہ حدیث قدسی ہے کہ رب تعالیٰ فرماتا ہے جب بندہ مجھے اپنے دل میں یاد کرتا ہے تو

ذکرتہٗ نفسی ..... میں بھی اسے نفس میں یاد کرتا ہوں جب بندہ مجھے جماعت میں یاد کرتا ہے تو ذکرتہٗ فی ملاك الاعلی .... تو میں بندے کو اس سے بہتر جماعت میں یاد کرتا ہوں مگر خیال رہے کہ اس صورت میں "الداع" میں الف لام عہدی ہوگا اور پکارنے والے سے وہ پکارنے والا مراد ہوگا جو مومن ہو مخلص ہو حضور ﷺ کے واسطے سے پکارے لہٰذا یہ آیت کریمہ اس آیت کریمہ کے خلاف نہیں جس میں ہے کہ کافروں کی پکار برباد ہے وَمَا دُعَآءُ الْكٰفِرِينَ اِلَّا فِي ضَلٰلٍ.... (المومن 40 آیت 50) یہاں کافروں کی پکار مراد ہے اور وہاں مومنوں کی اس جملے سے دو فائدے حاصل ہوئے ایک یہ کہ رب کو پکارنا بھی عبادت ہے جیسے نماز روزہ عبادت ہے اسی لیے سنت یہ ہے ہر دعا سے پہلے رب کو پکارا جائے بعد میں عرض معروض کی جائے چنانچہ انبیاء کرام دعا یچھے کرتے تھے کہ ربنا یا اللھم کہہ کر پکار پہلے لیتے تھے دوسرے یہ کہ باقی ساری عبادتوں کا ثواب یا فائدہ اس عالم میں ملے گا مگر رب کو پکارنے کا فایدہ یہاں بھی مل جاتا ہے کہ اسی پکار کے جواب میں رب تعالیٰ بھی بندے سے خطاب فرماتا ہے یہ کیسی خوش نصیبی ہے کہ ہمارے اس معمولی سے پکارنے سے اس کی بارگاہ عالی میں ہمارا ذکر آجائے۔

حکایت:

ایک بار حضور ﷺ نے ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے فرمایا اے ابی مجھے قرآن پڑھ کر سناؤ حضرت ابی نے عرض کیا یا حبیب اللہ میری کیا مجال کہ حضور کو قرآن سناؤں آپ خود صاحب قرآن ہیں حضرت جبریل علیہ السلام آپ کو قرآن سناتے ہیں حضور علیہ السلام نے فرمایا مجھے رب نے حکم دیا ہے کہ تم سے قرآن سنوں حضرت ابی نے عرض کیا رب نے میرا نام لیا ہے فرمایا ہاں حضرت ابی کو وجد آگیا اور آنکھوں سے آنسو آگئے اس فرمان پر بعض نادان یہ اعتراض کرتے ہیں کہ جب ہم رب تعالیٰ کا جواب سنتے ہی نہیں تو اس کے جواب دینے سے فائدہ کیا؟ اس کے دو جواب ہیں ایک عالمانہ ایک عاشقانہ۔ جواب عالمانہ تو یہ ہے کہ بلاواسطہ رب کا فرمان سننا ضروری نہیں نبی کا فرما دینا علماء کرام کا مخلوق تک پہنچا دینا گویا ہمارا کلام الٰہی سننا ہی ہے بادشاہ ہر فرد و بشر سے کلام نہیں کیا کرتے بلکہ ان کی طرف سے گزٹ چھپ جاتے ہیں خدام ان کا کلام پہنچا دیتے ہیں رب نے اپنی کتابوں میں اس کا اعلان کر دیا انبیاء کرام کے

ذریعہ ہم سے کہلوا دیا یہ کافی ہے جواب عاشقانہ یہ ہے کہ ہر آواز کان ہی سے نہیں سنی جاتی نہ ہر چیز آنکھ ہی سے دیکھی جاتی ہے ہم خواب میں بہت سے آوازیں بھی سن لیتے ہیں اور بہت سی چیزیں بھی دیکھ لیتے ہیں حالانکہ اس وقت یہ کان اور آنکھ معطل ہوتے ہیں معلوم ہوا اس دینا ہی میں کان اور دل کی آنکھیں کام کرتی ہیں اس عالم کا نمونہ ہے کہ واقعی رب تعالیٰ ہماری پکار سنتا ہے وہ جواب بھی ہم سنتے ہیں مگر دل کے کانوں سے اس وقت دل پر ایک خاص کیفیت طاری ہوتی ہے وہ کیفیت ہی اس آواز کا سننا ہے اس جملے کی دوسری تفسیر یہ ہے کہ قبول کرتا ہوں دعا قبول کرنے والے کی جب وہ مجھ سے دعا کرتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ دعا مانگنا بھی بہت بڑی اور بہترین عبادت ہے دعا کے متعلق تین چیزیں قابل غور ہیں۔ دعا کے فضائل، دعا کے مسائل، مسئلہ دعاء پر سوال جواب ، فضائل دعا کے فضائل بے شمار ہیں جن میں سے چند اس صحبت ونشست میں عرض کیے جاتے ہیں۔ دعا مانگنا سنت انبیاء ہے کہ از حضرت آدم علیہ السلام تا حضور ﷺ تمام انبیاء نے بہت سی دعائیں مانگیں جن انبیاء نے بعض اوقات دعا نہ مانگی اس میں خاص حکمت تھی کہ انھوں نے محسوس فرمالیا کہ یہ رب طرف سے ہمارا امتحان ہے ایسا نہ ہو کہ اس وقت اس کے دفیعہ کی دعا بے صبری میں نہ شمار ہو جائے اور ہمارے نمبر کم ہو جائیں۔

حکایت:

1. حضرت ابراہیم علیہ السلام جب گوپھن سے نکل کر آتش نمرود کی طرف چلے حضرت جبریل علیہ السلام رستے میں ملے پوچھا اے اللہ کے خلیل کیا حال ہے؟ فرمایا الحمد اللہ بہت اچھا ہے عرض کیا کچھ آپ کو حاجت ہے فرمایا تم سے کچھ نہیں عرض کیا کچھ حاجت رب سے ہے؟ فرمایا کفانی علمہٗ بحالی عن سوالی .... پیش خبیر مجھے کیا حاجت خبر کی ہے؟

اسی طرح حضرت اسماعیل علیہ السلام کے ذبح کرنے کا حکم ہوا تو اس کے دفیعہ کی دعا نہ کی بلکہ فوراً ہی چھری لے کر تیار ہو گئے ہمارے حضور ﷺ نے شہادت حسین کی خبر دی تو اس کے دفیعہ کی دعا نہ کی بلکہ حضرت علی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہما اور خود حضور ﷺ نے یہ دعا مانگی اللھم ات حسینی صبرا جمیلاً و اجراً

جزیلًا...... الٰہی میرے حسین کو صبر و اجر دے بچوں کو امتحان سے روکا نہیں کرتے بلکہ ان کے پاس ہونے کی دعائیں مانگتے ہیں غرض یہ کہ امتحان اور ہے اور اظہار بندگی کچھ اور امتحان کے وقت دعا نہ کرنا بہتر اور اظہار بندگی کے وقت دعا کرنا افضل ہے مگر چونکہ ہم امتحان اور غیر امتحان میں فرق نہیں کر سکتے اس لیے ہمیں ہر وقت ہی دعا مانگنی چاہیے حضرت یعقوب علیہ السلام کا ملاقات یوسف کی دعا نہ کرنا حضرت یوسف علیہ السلام کا جیل سے رہا ہونے، والد سے ملنے اور وطن واپس پہنچنے کی دعا نہ کرنا اس وجہ سے تھا کہ وہ حضرات آنکھ والے ہیں امتحان اور غیر امتحان میں فرق کر سکتے ہیں۔

٢ دعا مانگنے میں اظہار عبدیت ہے بندے کی شان ہی یہ ہے کہ اس کے ہاتھ اپنے مولیٰ کے دروازے پر پھیلے رہیں فرشتے جو معصوم ہوتے ہیں جنہیں کھانے پینے کی کوئی حاجت نہیں بیماری سے پاک ہوتے ہیں وہ بھی دعائیں مانگتے ہیں اپنے لئے نہیں بلکہ مومن انسانوں کی مغفرت کے لیے۔ رب فرماتا ہے **الذین یحملون العرش ومن حوله یسبّحونهٗ** (المومن 40 آیت 7)

٣ بہت دعا مانگنے سے دل میں عجز و انکسار پیدا ہوتا ہے اور عجز و انکسار ہی دریائے رحمت الٰہی کے جوش میں آنے کا سبب ہے مولانا فرماتے ہیں۔

عجز کار انبیاء و اولیاء است
عاجزی محبوب درگاہ خدا است

زور را بگذار وزاری را بگیر
رحم سوئے زاری آید اے فقیر

ہر کجا دردے دوا آنجا رسد
ہر کجا آہے نوا آنجا رسد

دل میں درد پیدا کر دتا کہ دوا نصیب ہو طبیعت کو پست کر دتا کہ رحمت کا پانی وہاں جمع ہو۔

۴ دعا مانگنے سے گناہوں سے نفرت اور اطاعت الٰہی کی طرف رغبت پیدا ہوتی ہے کیونکہ جب ہر وقت رب سے مانگنا ہو تو اسے راضی کی کوشش بھی کی جائے گی۔

۵ رب غنی ہے ہم محتاج اسے ہماری پرواہ کیا دعا ہی وہ چیز ہے جس سے وہ ہماری پرواہ کرتا ہے اور ہم پر کرم بھی کرتا ہے خود فرماتا ہے قل مایعبو کم ربی لو لا دعاء کم .... (الفرقان 26 آیت 77) فرمادیں محبوب کہ اگر تمہاری دُعائیں نہ ہوں تو میرا رب تمہارے پرواہ کیا کرے غرض یہ کہ بندہ جو کچھ چاہتا ہو رب سے مانگے تو کہ ہر وقت رب کی نگاہ کرم میں رہے۔

دعا کے مسائل:

دیگر عبادات کی طرح دعا کے لیے بھی کچھ وقت ہیں۔ جن میں دعا زیادہ قبول ہوتی ہے کچھ جگہیں ہیں کچھ شرائط ہیں کچھ آداب ہیں اگر ان کی پابندی کی جائے تو انشاء اللہ وہ ضرور قبول ہوگی رب نے وعدہ فرمایا ہے ادعونی استجب لکم ـــــ تم مجھ سے دعا مانگو میں قبول کروں گا اگر ہماری دعا قبول نہ ہو تو سمجھ لو کہ ہم میں کچھ کمی ہے رب کا وعدہ سچا ہے۔

میری رات کی دعائیں جو قبول نہیں ہوتیں
میں سمجھ گیا یقیناً مجھ میں ابھی کچھ کمی ہے

۱ دعا کے اوقات:

چند وقتوں میں دعا بہت قبول ہوتی ہے۔ ۱ جمعہ کے دو خطبوں کے درمیان۔ ۲ خطبے اور نماز کے درمیان۔ ۳ آفتاب ڈوبتے وقت ۴ رمضان میں سحری اور افطاری کے وقت ۵ شب قدر میں تمام رات ۶ روزانہ اخیر رات یعنی تہجد کے وقت ۷ ختم قرآن کے وقت ۸ آب زم زم پی کر۔

۲ دعا کی جگہیں:

چند مقامات میں دعائیں زیادہ قبول ہوتی ہیں ماں باپ کی قبر کے پاس، کعبہ شریف میں رکن یمانی اور حجر اسود کے درمیان، تنعیم کے پاس، رسول اللہ ﷺ کے روضہ مبارک کے

پاس، بزرگان دین کے مزارات کے پاس، دیکھو رب نے بنی اسرائیل سے فرمایا تھا ادخلوا الباب سجدا وقولوا حطة ... (البقرہ) یعنی دمشق کے دروازے میں سجدہ کرتے جاؤ اور وہاں جا کر دعا کرو بخش دیں گے وہاں کیوں بھیجا؟ اس لیے کہ وہاں مزارات انبیاء تھے امام شافعی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ کی قبر دعا کی قبولیت کے لیے تریاق یعنی علاج ہے زندہ اولیاء اور علماء کی محفل پاک میں دعا بہت قبول ہوتی ہے دیکھو رب فرماتا ہے ھنا لك دعا زکریا .... (ال عمران) اس جگہ جہاں حضرت مریم رضی اللہ عنہا جنت کے میوے کھا رہی تھیں حضرت زکریا علیہ السلام نے اپنے رب سے دعا کی قال رب ھب لی من لدنك ذریة طیبة انك سمیع الدعاء ..... (ال عمران) عرض کیا اے میرے مولا مجھے پاک اولاد عطا فرما اس آیت کریمہ نے بتایا کہ زندہ اولیاء کے پاس رب سے دعا کرنا سنت انبیاء ہے اس سے بھی زیادہ صریح یہ آیت ہے ولو انھم اذ ظلموا انفسھم جاؤک .....(سورۃ النساء) اور یہ بات عقل میں بھی آتی ہے کہ بزرگوں کے آستانے پر دعا زیادہ قبول ہونی چاہیے کیونکہ۔

لج پال پریت توڑت ناہیں
جو ہاتھ پکڑیں چھوڑت ناہیں
گھر آئے کو خالی موڑت ناہیں

رحمت الٰہی نہیں دیکھتی کہ آنے والا کیا ہے بلکہ دیکھتی ہے دروازے والا کیسا ہے، دعا کن کی زیادہ قبول ہوتی ہے؟ چند شخصوں کی دعا زیادہ قبول ہوتی ہے۔

- اولاد کے لیے ماں باپ کی دعا، ایک شخص بارگاہ نبوی میں حاضر ہوا عرض کیا یا حبیب اللہ میرے لیے دعا فرمائیں آپ علیہ السلام نے فرمایا کیا تیرے ماں باپ زندہ ہیں؟ عرض کیا ہاں فرمایا جا ان سے دعا کرا۔
- نبی کی دعا خیال رہے کہ دعا کرانا اور ہے دعا لینا کچھ اور ہے دعا لینا یہ ہے کہ کسی کی ایسی خدمت کی جائے جس سے اس کا دل خوش ہو جائے اور جوش میں آ کر دل سے دعا نکل جائے یہ دعا تیر بہدف ہوتی ہے کیا تمہیں نہیں خبر کہ یعقوب علیہ السلام کے

بیٹوں نے جب یوسف علیہ السلام کی قمیض اپنے والد نام دار کی خدمت میں حاضر کی آپ خوش ہوئے تو بیٹوں نے عرض کیا قالوا یأبانا استغفر لنا ذنوبنا انا کنا خطین (سورہ یوسف) ابا جان ہمارے لیے بخشش کی دعا کرو ہم بڑے خطا کار ہیں تو یعقوب علیہ السلام نے جواب دیا استغفر لکم ربی ۔۔۔ ابھی نہیں تمہارے لئے پھر کبھی دعا کروں گا تم مجھے بچھڑے ہوئے یوسف کے پاس پہنچاؤ جب اسے گلے لگا لوں گا تو خود بخود میرا دل تمہیں دعائیں دے گا۔ غور کرو کہ منافقین نے حضور علیہ السلام سے دعا کرائی اور حضور علیہ السلام نے ان کے لیے دعا بھی کر دی جواب آیا ۔۔۔ ان تستغفر لھم سبعین مرۃ فلن یغفر اللّٰہ لھم .... (التوبہ 9 آیت 80) یعنی اے محبوب اگر آپ ان بے ایمانوں کے لیے ستر (70) مرتبہ بھی دعا کریں تو بھی ہم انہیں نہیں بخشیں گے کیوں نہیں بخشیں گے؟ اس کی وجہ خود بیان فرما رہا ہے ۔۔۔ ذلک بانھم کفروا باللہ ورسولہ (التوبہ 9 آیت 80) اے پیارے میں انھیں بخشوں کیسے؟ یہ میرے منکر تیری شان کے منکر ہمیشہ تیرا دل جلاتے ہیں اور مسلمانوں کو دھوکہ دینے کے لیے دُعا کرانے آجاتے ہیں آپ بھی ان کو دفع کرنے کے لیے دعائیہ کلمات فرما دیتے ہیں میں تمہارے دل کی کیفیت جانتا ہوں میں انھیں ہرگز ہرگز نہ بخشوں گا، یہ حال تھا دعا کرانے والوں کا، اب دعا لینے والوں کا حال بھی سن لو حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے ایک سفر میں دیکھا کہ حضور انور ﷺ اونٹنی پر سفر کر رہے ہیں مگر نیند کا غلبہ ہے جھونکے آ رہے ہیں خیال کیا کہ شائد حضور کو تکلیف پہنچ جائے حضور علیہ السلام کے ساتھ چل دیئے جب حضور علیہ السلام کو تیز جھونکا آتا تو حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ ہاتھ دے دیتے۔ رات بھر یہی خدمت کرتے رہے آخر شب میں سرکار نے پوچھا کون؟ عرض کیا حضور کا غلام طلحہ فرمایا کیا ہے؟ سارا ماجرا عرض کیا فرمایا جنت تیرے واسطے واجب ہوگئی۔ یہ ہے دعا لینا، حضرت ربیعہ رضی اللہ عنہ سے حضور علیہ السلام نے فرمایا مجھ سے کچھ مانگ لے انھوں نے عرض کیا جنت میں آپ کی ہمراہی مانگتا ہوں، غرض یہ کہ دعا کرانے

اور دعا لینے میں بڑا فرق ہے، ہم جیسے گناہ گاروں کو اگر کسی بزرگ سے دعا کرانے کا موقع مل جائے تو بھی غنیمت ہے مگر دعا لینے کی کوشش کرنی چاہیے۔

اے مسلمانوں اگر تم اب بھی اپنے پیارے نبی کی دعا لینا چاہتے ہو تو انکی ساری سنتوں پر عمل کرو خصوصاً تین چیزوں پر:

❶ لڑتے ہوئے مسلمانوں کو ملانا

❷ حضور علیہ السلام کے احکام امت تک پہنچانا

❸ نماز تہجد کی پابندی کرنا، کہ نبی اکرم ﷺ نے ان تینوں کے لیے فرمایا۔

نضر اللّٰہ۔۔۔(مشکوۃ) یعنی اللہ ان کو ہرا بھرا رکھے ❸ عادل بادشاہ کی دعا ❹ مظلوم کی دعا حدیث شریف میں ہے کہ مظلوم کی دعا کو اجابت الٰہی لبیک فرماتی ہے۔

بترس از آہ مظلوماں کہ ہنگام دعا کردن

اجابت از درِ حق بہر استقبال می آید

❺ بے قرار کی دعا رب تعالیٰ فرماتا ہے امن یجیب المضطر۔۔۔(النمل 27 آیت 62) اگر خود بے قرار نہ ہو تو کسی بے قرار کی دعا لو ❻ حاجی کی دعا جب وہ گھر سے نکلے گھر آنے تک۔ ❼ غازی کی دعا ❽ اپنے شیخ الطریقت کی دعا ❾ اپنے دینی استاد کی دعا۔ ❿ معتکف کی دعا۔ ⓫ پس پشت دعا کرانے والے کی دعا۔

دعا مانگنے کا طریقہ:

دعا کے آداب یہ ہیں کہ اپنی ہتھیلیاں تھوڑے فاصلے سے آسمان کی طرف پھیلائے عام دعاؤں میں سینے یا کندھوں تک ہاتھ اٹھائے نماز استسقاء یعنی جب بارش کے لیے دعا مانے تو سر سے اوپر اٹھائے کہ بغلوں کی سفیدی ظاہر ہو جائے طبیعت کو حاضر کرے قبولیت کی امید رکھے نا اُمید کی دُعا قبول نہیں ہوتی پھر حمد الٰہی کرے پھر نبی کریم ﷺ پر درود شریف بھیجے پھر اپنے گناہوں کا اقرار کرے پھر عرض حاجات کرے عرض حاجات میں یہ خیال رکھے کہ صرف دنیا کی دعا نہ کرے بلکہ دین اور دنیا دونوں کی دُعا کرے کہ ایسی دُعا رب کو بہت پسند ہے مناسب ہے کہ یوں دُعا مانگے۔

الحمد للّٰہ رب العلمین . والصلوۃ والسلام علےٰ سید الانبیاء والمرسلین وعلی الہ الطیبین . واصحابہ الطاھرین . ربنا ظلمنا انفسنا وان لم تغفرلنا و ترحمنا لنکونن من الخسرین ، ربنا اتنا فی الدنیا حسنۃ وفی الاخرۃ حسنۃ وقنا عذاب النار .... پھر باقی دعا مانگے بہتر ہے کہ دعا صرف اپنے واسطے ہی نہ کرے بلکہ سارے مسلمانوں کے لیے بھی کرے فلیستجیبو لی......اس جملے پر عشاق وجد کرتے ہیں نہایت ناز والا پیارا کلام ہے رب تعالیٰ مالک الملک ہوکر ہم بندوں سے فرما رہا ہے کہ میں تمہاری قبول کرتا ہو تم بھی میری قبول کرو مجھ سے ہی منوانے کی کوشش نہ کرو کچھ ماننے والی بات بھی کی جگہ فرماتا ہے فاذکرونی اذکرکم ....(سورۃ بقرہ) تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کروں گا ان دونوں جملوں پر اہل دل جھوم جاتے ہیں اس جملے کے ماتحت علماء کرام تو یہ فرماتے ہیں کہ دعا کی قبولیت کی شرط تقوی اور ربّ کی اطاعت بھی ہے جو چاہتا ہے کہ رب ہماری مانا کرے اور میری دعا قبول ہوا کرے اسے چاہیے کہ وہ ربّ کی مانا کرے اور اس کی اطاعت کیا کرے۔

حکایت:

کسی بزرگ کے پاس ایک شخص نے دعائیں قبول نہ ہونے کی شکایت کی کہ رب نے وعدہ تو قبولیت کا کیا تھا مگر قبول کرتا نہیں اور اس نے یہی آیت پڑھی کہ اجیب دعوۃ الداع اذا دعان ...(البقرہ) تو شیخ نے فرمایا کہ تم اس کی نہیں مانتے وہ تمہاری نہیں مانتا فلیستجیبوالی .... پڑھو اگر اپنی منوانی ہے تو اس کی مانو اس کی تفسیر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زندگی پاک ہے رب نے انھیں بہت سخت احکام دیئے اپنے کو نمرود کی آگ میں ڈالو اپنے بچوں کو بے آب ودانہ جنگل میں چھوڑ آؤ اپنے اکلوتے کو ذبح کردو وغیرہ، اس اللہ کے خلیل نے ان احکام کی وجہ بھی نہ پوچھی بے دھڑک سب کام کرگزرے اب اپنی باری بھی آئی عرض کیا اے مولیٰ جس جنگل میں میرے بچے رہے اس کو بسادے، امن والا شہر بنادے، جہاں پیداوار بالکل نہ ہو جہاں کے باشندے بھوکے نہ مریں ہر طرح کے پھل مزے سے کھایا کریں نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم اس شہر میں میری ہی نسل سے پیدا ہوں دنیا میں میرا ذکر خیر رہے رب نے ان کی

ساری مان لی انکار تو کیا کسی دعا کی وجہ بھی نہ پوچھی یہ ہے اس آیت کریمہ کی تفسیر۔

صوفیائے کرام فرماتے ہیں کہ ہماری دنیاوی زندگی چند روز کی ہے چاہیے کہ ہم یہاں رب کی مانیں اگر اس پر ہم نے عمل کرلیا تو اخروی زندگی جو ابدالاباد تک کی ہے اس میں رب ہماری مانے گا فرماتا ہے **لھم ما یشاءون فیھا ولدینا مزید** .... (ق 50 آیت 35) تو اس کی بندہ نوازی ہے کہ وہ بھی ہماری کچھ مان لیتا ہے اور حق تو یہ ہے کہ ہمارا اس پر دعویٰ ہی کیا ہے۔

ولیؤمنوا بی ..... سبحان اللہ کس نفیس طریقے سے ہمیں سمجھایا کہ مجھ پر اعتماد رکھو میں رب ہوں تم بندے ہو اگر کبھی تمہاری دعا قبول نہ کروں تو مجھ پر اعتراض نہ کرنا بلکہ یہ سمجھنا کہ تم اپنی بے وقوفی سے مجھ سے وہ مانگ رہے ہو جو تمہارے لیے مضر ہے میں اپنی کرم نوازی سے تمہیں نہیں دیتا شیخ سعدی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔

پدر را عسل بسیار است
ولیکن پسر گرمی دار است

باپ کے پاس شہد تو بہت ہے اور نادان بیٹا شہد کے لیے ضد بھی کر رہا ہے مگر باپ جانتا ہے کہ میرے بیٹے کا مزاج گرم ہے اسے شہد نقصان دے گا، صوفیاء فرماتے ہیں کہ قبولیت دعا کی تین صورتیں ہیں ایک یہ کہ بندہ جو مانگے رب وہی دے دے دوسرے یہ کہ رب وہ تو نہ دے مگر اس دعا کی برکت سے کوئی اور نعمت بخش دے یا کسی آفت سے بچا لے ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

ان اللہ یدافع عن الذین امنو ....(الحج 22 آیت 28)

تیسرے یہ کہ بندے کی اس دعا کو آخرت کے لیے ذخیرہ بنا دے اس کی برکت سے اس کے درجے اونچے کرے خیال رہے کہ یہاں ہمارے ساتھ شیطان بھی ہے اور نفس امارہ بھی اس لیے ہم رب سے بسا اوقات بری چیزیں بھی مانگ لیتے ہیں مگر مرنے کے بعد نفس اور شیطان ہم سے جدا ہو جائیں گے وہاں صرف روح اور قلب ہی رہیں گے ہم وہاں اچھی چیز ہی مانگیں گے اس لیے وہاں رب تعالیٰ ہماری ہر دعا قبول کرے گا اور یہاں ہر دعا قبول نہیں فرماتا اب پڑھو **ولیؤمنوا بی** ..... مجھ پر اعتماد تو رکھو یا یہ مطلب ہے کہ میرا حکم مانو اور میرے ہر

نرم وگرم حکم پر سر جھکا دو وجہ تمہاری سمجھ میں آئے نہ آئے جب تم طبیب کا نسخہ بغیر جرح کے استعمال کر لیتے ہو ولائتی دوائیں بغیر اس کے اجزاء معلوم کیے کھا لیتے ہو کیونکہ تمہارا اعتقاد یہ ہے کہ طبیب حکیم بھی ہے اور مہربان بھی اور ولائت کے سارے دوا ساز لائق اور قابل ہیں تو کیا میری ربوبیت پر اتنا بھی اعتماد نہیں لہٰذا میرے احکام پر جرح مت کرو بلکہ ولیؤمنوا بی ..... مجھ پر اعتماد و اعتقاد رکھو لعلھم یرشدون ..... تاکہ وہ ہدایت پا جائیں ہدایت اور رشد دونوں قریب المعنی ہیں مگر اکثر ہدایت عام ہوتی ہے اور رشد خاص، یعنی ظاہری باطنی ہر قسم کی راہبری کو ہدایت کہتے ہیں اور باطنی ہدایت کو رشد مطلب یہ ہوا کہ جن لوگوں میں یہ تین چیزیں جمع ہوں گی وہ روحانی ایمانی قلبی ہدایت پر ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ اپنے حبیب ﷺ کے صدقے سے ان تینوں چیزوں پر عمل کی توفیق عطا فرمائے ہم اس کی درگاہ میں دعائیں مانگا کریں اور ہمیشہ اس کی فرمانبرداری کریں اور اس احکام کو بلا چون و چرا مانیں۔ (آمین)

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ و نور عرشہ سیدنا و مولانا محمد والہ و اصحابہ و بارك وسلم۔

(رسائل نعیمیہ ص 514 تا ص 528 درس القرآن ص ایضاً مطبوعہ نعیمی کتب خانہ لاہور)

نتیجہ بحث:

1. حکیم الامت علیہ الرحمۃ پر باری تعالیٰ نے بکثرت انعام فرمائے تھے۔
2. آپ میں درس قرآن دینے کی شرائط موجود تھیں۔
3. آپ کے درس پر مغز ہوتے تھے۔
4. آپ کے درس قرآن میں ہر شخص کے ذوق کا سامان موجود تھا آپ کو قرآن فہمی کی نعمت عطا فرمائی گئی۔

باب ۲۴

حکیم الامت بطور مصنف

1. مصنف کا معنی و مفہوم
2. مصنف کی شرائط
3. تصنیف کے فوائد
4. مصنف کی فضیلت
5. حکیم الامت کی تصنیفات پر ایک نظر
6. نتیجہ بحث

باب

حکیم الامت بطور مصنف

(1) مصنف کا معنی ومفہوم:

(2) مصنف کی شرائط:

(3) تصنیف کے فوائد:

(4) مصنف کی فضیلت:

(5) حکیم الامت کی تصنیفات پر ایک نظر:

(6) نتیجہ بحث:

مصنف کا معنی ومفہوم:

مصنف تصنیف سے بنا ہے مادہ ہے (ص،ن،ف) معنی ہے اپنی خداداد صلاحیت کی بناپر اچھے علوم ومضامین بیان کرنا، خواہ وہ علوم کسبی ہوں یا وہبی کتابیں لکھنے والے مصنف کہا جاتا ہے خیال رہے کہ تصنیف، تالیف، حاشیہ، متن، اور شرح میں فرق ہے۔

مصنف کی شرائط:

مصنف کے اندر درج ذیل اوصاف کا پایا جانا ضروری ہے۔

1. صاحب عقل ہو کیونکہ عقل نہ بود تو لد چہ سود
2. صاحب علم ہو کیونکہ رموز سر دل بے دل چہ داند
3. صحیح العقیدہ ہو کیونکہ بے عقیدہ کی تصنیف سے گمراہی ہی ملے گی۔

تصنیف کے فوائد:

تصنیف کے متعدد فوائد ہیں چند یہ ہیں

1. تبلیغ اسلام کا بہترین ذریعہ ہے۔
2. حفاظت احکام وتعلیمات کا ذریعہ ہے۔
3. امر بالمعروف و نہی عن المنکر میں معاون ہے۔
4. صدقہ جاریہ ہے
5. ثواب عظیم ہے، وغیرہ وغیرہ

مصنف کی فضیلت:

مصنف کی فضیلت کئی طرح سے ہے چند طرق درج ذیل ہیں۔

1. مصنف اپنی تصنیف کے ذریعہ اسلامی تعلیمات کی تبلیغ وترویج کرتا ہے لہٰذا وہ تبلیغ کے جتنے بھی فضائل وثواب ہیں ان کا حقدار ہے مثلاً ایسے لوگوں کو حساب میں آسانی ہوگی اللہ تعالیٰ نے ان کی تعریف فرمائی ہے وغیرہ وغیرہ جیسا کہ اللہ تعالیٰ

کے ارشاد الذین یبلغون رسلت اللہ و یخشونہ ولا یخشون احدا الا اللہ و کفی باللہ حسیباً ٥ سے ظاہر ہے۔

۲ مصنف امر بالمعروف اورنہی عن المنکر کا فریضہ سرانجام دیتا ہے لہٰذا وہ اس فریضہ کے اجر وثواب کا مستحق ہے جیسا کہ ان آیات سے عیاں ہے۔

۱ یامرھم بالمعروف و ینھم عن المنکر (اعراف 7۔آیت 157)

۲ ھل یستوی ھو ومن یامر بالعدل وھو علی صراط مستقیم

(النحل 16. آیت 76)

۳ ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر و یامرون بالمعروف .

(آل عمران 3 آیت 104)

۴ یامرون بالمعروف و ینھون عن المنکر (التوبہ 9، آیت 71)

۳ مصنف اپنی تصنیف کے ذریعہ کلام رسول کو سمجھاتا سکھاتا ہے لہٰذا رسول اکرم ﷺ کی دعا کا حقدار ہے وہ دعا یہ ہے سرکار ﷺ نے فرمایا۔

نضر اللہ عبداً سمع مقالتی فحفظھا ووعا ھا واد اھا

(مراۃ شرح مشکوۃ ج 1 ص 192)

یعنی اللہ اس شخص کو ہرا بھرا تروتازہ رکھے جس نے میرا فرمان سنا پھر یاد کرلیا پھر اس کو خیال میں رکھا بھلایا نہیں پھر اس کو دوسرے لوگوں تک بھی پہنچایا، اللہ اس کو دنیا و آخرت میں تروتازہ رکھے اور وجوہٌ یومئذ ناضرۃ الی ربھا ناظرۃ کے مقدس گروہ میں شامل فرمائے۔

۴ مصنف کو حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی خصوصی شفاعت نصیب ہوگی اور حضور علیہ السلام اس کے ایمان وتقوی کی علم وفقاہت کی تعریف فرمائیں گے یہ سارا کچھ اس وجہ سے ہوگا کہ مصنف نے احکام رسول امت رسول تک پہنچائے حدیث پاک ملاحظہ ہو۔

من حفظ علی امتی اربعین حدیثاً فی امر دینھا بعثہ اللہ فقیھاً وکنت لہ یوم القیمہ شافعاً و شھیدا۔ (مراۃ شرح مشکوۃ ج 1 ص 206)

یعنی جس آدمی نے دینی مسائل کی چالیس احادیث میری امت کو پہنچائیں اللہ اس کو بطور فقیہ اٹھائے گا اور میں اس شخص کا شفاعت کرنے والا ہوں گا اور گواہی دینے والا ہوں گا۔

۵ مصنف اپنی تصنیف میں حق کو حق اور باطل کو باطل بیان کرتا ہے لہٰذا وہ احقاق حق اور ابطال باطل کا ثواب پاتا ہے اعتراضات کا جواب دینا خود اللہ اور اس کے رسول کا محبوب و مطلوب طریقہ ہے مصنف بھی جب اپنی تصنیف میں اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات پر وارد شدہ اعتراضات کا جواب دے رسول پاک ﷺ کی عظمت و وقار کے خلاف والے طعن واعتراض کو توڑے تو اس نے گویا سنت الٰہیہ پر عمل پیرا ہونے اعزاز حاصل کرلیا لہٰذا اس کو ثواب و درجات اور قربت خداوندی کا انکام ملے گا صحابہ کرام کو منافقین نے بے وقوف کہا تو رب تعالیٰ نے ان کے اس اعتراض کا جواب فرمادیا الا انهم هم السفهاء کہ صحابہ کو بے وقوف کہنے سمجھنے والے خود بے وقوف ہیں نبی پاک ﷺ کو ولید بن مغیرہ لعنتی نے پاگل کہا تو رب تعالیٰ نے اس کے دس (10) عیب بیان کیے اور آخر میں فرمایا کہ عتل بعد ذلك زنیم (القلم آیت 13)

یعنی اے پیارے محبوب آپ اس عیب دار شخص کی بکواس سے پریشان نہ ہوں یہ تو حرامی ہے، ابولہب کافر نے بے ادبی کی تو پوری سورت نازل فرما کر اس کے اعتراض کا جواب دیا عاص بن وائل لعنتی کافر نے کہا حضور کا بیٹا ابراہیم فوت ہو گیا لہٰذا ان کی نسل ختم ہوگئی تو رب تعالیٰ نے اس کو جواب دیا کہ نسل میرے محبوب کی ختم نہ ہوگی بلکہ تیری نسل ختم ہوگی دیکھو سورت کوثر کا شان نزول۔

اس ساری تفصیل سے معلوم ہو گیا کہ مصنف کی فضیلت کئی اعتبار سے ہے ہر اعتبار سے اس کے مختلف درجات وثواب ہوں گے لیکن یہ بات از حد ضروری ہے کہ مصنف اور اس کی تصنیف معیار وشرائط کے مطابق ہو تاکہ ثواب وفضائل کا مستحق ومصداق ہوں فی زمانہ یہ معیار مفقود ومعدوم ہے الا ماشاء اللہ، بدمذہب اور باطل فرقے اہل قلم ہونے کہلانے کے دعویدار ہیں بے عقل اور جاہل لوگ مسند تصنیف وتالیف کے حصول کے لیے دوڑ لگا رہے ہیں

اللہ تعالیٰ اہل سنت کا حامی وناصر ہو۔

حکیم الامت کی تصنیفات پر ایک نظر:

حکیم الامت علیہ الرحمۃ نے کل پانچ سو (500) کتب تصنیف کیں جن میں سے اکثر ہندوستان کی تقسیم کے موقع پر ضائع ہوگئیں جو باقی بچیں ان میں کچھ شائع ہوئیں اور کچھ ابھی تک شائع نہ ہوسکیں کہ کچھ کرم خوردہ ہوگئیں اور کچھ مکمل نہیں کہ کچھ حصے ان کے گم ہوگئے کئی ایسی غائب ہوئیں کہ مانگنے والے لے گئے اب ان کا نام ونشان تک نہیں ہے۔

حکیم الامت علیہ الرحمۃ نے ضروریات زمانہ کے مطابق تصانیف کیں آپ نے محسوس کیا کہ اکثر تفاسیر بدمذہبوں کی ہیں جن میں تفسیری قواعد کی خلاف ورزی بھی موجود ہے اوران کے خودساختہ عقائد ونظریات کا پرچار بھی ہے تو آپ نے تفسیر نعیمی اور تفسیر نور العرفان تصنیف کیں۔ تفسیر نعیمی گیارہویں پارہ تک لکھی تھی کہ آپکی وفات شریف ہوگئی، جبکہ تفسیر نور العرفان مکمل ہے آپ نے محسوس کیا کہ احادیث شریف کی شرح پر مشتمل کوئی زیادہ مواد نہیں جو ضروریات زمانہ کے مطابق ہوتو آپ نے مشکوۃ شریف کی شرح لکھی اس شرح کا نام مرآۃ المناجیح ہے یہ آٹھ (8) جلدوں میں ہے، آپ نے بدمذہب اور باطل فرقوں کے اعتراضات و نظریات سے عوام اہل سنت کو متاثر ہوتے دیکھاتو آپ نے جاء الحق تصنیف فرمائی، علم الفرائض پر کتاب کی ضرورت مشاہدہ کیاتو آسان کتاب تصنیف کی اس کا نام علم المیراث ہے غرض یہ کہ آپ کی تمام تصانیف ضروریات زمانہ کے اقتضاء وحکمت کے مطابق ہیں آپکی بعض کتابوں پر قدرے تفصیلی تبصرہ درج ذیل ہے۔

تفسیر نور العرفان:

یہ کتاب قرآن مجید کی مکمل تفسیر ہے اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کے اعلیٰ ترجمہ پر حاشیہ ہے اس کے کل صفحات نوسو آٹھ (908) ہیں نعیمی کتب خانہ لاہور سے مطبوعہ ہے بازار میں باآسانی دستیاب ہے۔

اس تفسیر کی بعض خوبیاں درج ذیل ہیں۔

1. مختصر انداز میں آیت مبارکہ مطلب کافی شافی انداز میں بیان کیا گیا ہے۔
2. آیت کریمہ سے عقلی اور نقلی انداز میں مسائل اخذ کیے گئے ہیں۔
3. عقلی نقلی اعتراض کا جواب دیا گیا ہے۔
4. حکیمانہ امثلہ بیان کی گئی ہیں۔
5. دلچسپ نکات وفوائد بیان کیے گئے ہیں۔
6. عقائد ونظریات اہل سنت کا مدلل بیان کیا گیا ہے۔
7. شان رسول بیان کی گئی ہے شان نزول بیان کیا گیا۔
8. عظمت اہل بیت وصحابہ کرام کا تحفظ کیا گیا ہے۔
9. آیات واحادیث کے مابین تعارض کورفع کیا گیا ہے۔
10. آیات کے آیات سے تعارض کورفع کیا گیا ہے۔
11. تصوفانہ تعلیمات کونمایاں کر کے بیان کیا گیا ہے۔

ان خوبیوں کی ایک ایک مثال ذکر کرتا ہوں تا کہ خوب وضاحت ہو

مطلب آیت کافی شافی انداز میں بیان کیے جانے کی مثال یہ ہے کہ قرآن میں ہے کہ وتحبون المال حبا جما۔ کہ تم لوگ مال کی بہت گہری محبت رکھتے ہو اس آیت کے تحت حکیم الامت علیہ الرحمۃ کے الفاظ ملاحظہ ہوں فرماتے ہیں کہ اس آیت سے معلوم ہوا کہ مال کی محبت بری نہیں بلکہ بہت گہری محبت بری ہے گہری محبت کی تین صورتیں ہیں (1) مال خرچ نہ کرے (2) جمع کر کے چھوڑ جائے (3) سوتے جاگتے مال حاصل کرنے کی فکر میں گا رہے، آخرت سے بے پرواہ ہو جائے اللہ اور رسول سے غافل ہو جائے۔ حلال وحرام ذریعہ سے مال حاصل کرے، خیال رہے کہ مال کی محبت حد کے اندر جائز ہے حد سے زیادہ بری ہے مگر اللہ اور رسول کی محبت حد میں جائز حد سے زیادہ بہت ہی اعلیٰ ہے بلکہ اس محبت کی تو کوئی حد ہی نہیں ہے۔ (نور العرفان ص 713)

مسائل اخذ کرنے کی مثال یہ ہے کہ قرآن مجید میں ہے کہ ولا یجدون لھم من دون اللہ ولیا ولا نصیرا۔ یعنی کفار کے لیے ان کے من دون اللہ میں کوئی حامی وناصر نہیں

ہے اس آیت کے تحت حکیم الامت علیہ الرحمۃ کے الفاظ ملاحظہ ہوں فرماتے ہیں اس آیت سے چند مسائل معلوم ہوئے ایک یہ کہ موت یقیناً آنی ہے اس سے بھاگ نہیں سکتے (قل لن ینفعکم الفرار ان فررتم من الموت او القتل سے آیت شروع ہوئی) دوسرے یہ کہ اسباب اور جنگ سے بھاگنا موت کو ٹال نہیں سکتا۔

تیسرے یہ کہ جو خدا کو چھوڑ کر خدائی کو دوست بنائے وہ بڑا بے وقوف ہے اور جو خدا کی محبت میں خدائی کو چھوڑ دے وہ کامیاب ہے انجام کی بھلائی پائے گا خیال رہے کہ اللہ کے مقبول بندوں کی مدد بھی اللہ کی مدد ہے آیت (قل من ذالذی یعصمکم) سے یہ مقصد ہے کہ اگر رب تمہارا برا چاہے تو تمہارا کوئی مددگار نہیں جو تمہیں اس کے عذاب سے بچالے۔

(تفسیر نور العرفان ص 505)

اعتراض کے جواب کی مثال یہ ہے کہ قرآن مجید میں ہے کہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت ہوئی تو انکی والدہ ان کولیکر قوم کے سامنے آئیں تو قوم نے کہا کہ تیری تو شادی ہی نہ ہوئی تھی یہ بچہ کدھر سے لے آئی ہو تم نے ضرور کچھ بدکاری کی ہے تمہارے والدین تو نیک تھے تو نے یہ کیا کر دیا ان لوگوں کی بات قرآن نے یوں ذکر فرمائی۔

فاتت به قومها تحمله قالو ا یامریم لقد جئت شیاً فریاً یا اخت هارون ما کان ابوك امر اسو ء وما کانت امك بغیاً .(مریم 19 آیت 28)

یہاں یہ سوال ہے کہ انھوں نے کہا حضرت ہارون کی بہن تو نے کیوں ایسا کیا؟ حالانکہ آپ ہارون علیہ السلام کی بہن تو نہ تھیں کیونکہ حضرت ہارون تو ان سے ایک ہزار آٹھ سو سال 1800 پہلے گزرے تھے۔ اس آیت کے تحت حکیم الامت علیہ الرحمۃ کی تحریر ملاحظہ ہو لکھتے ہیں کہ ہارون سے مراد یا تو وہ ہارون ہے جو بنی اسرائیل کا ایک نیک آدمی تھا جس کی نیکی اور پرہیزگاری مشہور تھی۔ چونکہ حضرت مریم بھی نیک اور پرہیزگار تھیں لہٰذا انھوں نے ضرب المثل کے طور پر کہا اے ہارون جیسی نیک یہ تو نے کیا کر دیا بچہ کہاں سے لے آئی؟ یا ہارون مراد سے نبی ہارون علیہ السلام ہیں چونکہ حضرت مریم انکی اولاد سے تھیں تو انھیں ہارون کی بہن کہا گیا جیسے عرب والے بنی تمیم کو اخا تمیم کہہ دیا کرتے ہیں ورنہ حقیقی بہن ہونا کیسے ممکن کیونکہ

اٹھارہ سو(1800) سال کا فاصلہ ہے لہٰذا آیت پر کوئی اعتراض نہیں۔ (تفسیر نور العرفان ص369)

حکمت بھری مثالوں سے ایک یہ ہے قرآن نے فرمایا کہ ہم نے انسان کو اچھی صورت پر بنایا ہے لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم اس آیت کے تحت حکیم الامت علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ تقویم کے معنی صورت ہیں اور ترکیب بھی یہاں دونوں معنی درست ہیں یعنی انسان کو اپنے دست قدرت سے بنایا اس لیے انسان کو بشر بھی کہتے ہیں یعنی مباشرت بالید خدا کے دست قدرت سے بنائی ہوئی مخلوق، نیز انسان کے بنانے سے پہلے اسکی عظمت و خلافت کا اعلان فرما کر فرشتوں کو اس کے سجدے کے لیے تیار فرمایا پھر اسے انوکھی صورت بخشی، قامت سیدھی، صورت جمیل کہ جنات و فرشتے بھی فریفتہ ہیں بلکہ اللہ کا محبوب بھی انسان ہی بنا (صلی اللہ علیہ وسلم) کھانے کے لئے ہاتھ دیئے تاکہ کھانے کے آگے نہ جھکے صرف رب کے آگے جھکے ہر عضو مناسب بخشا کہ نہ تو ہاتھی کی طرح لمبی سونڈ، نہ پرندوں کی طرح کا جسم، بلکہ جسم ایسا دیا کہ اس سے قیام، سجدہ، رکوع اور قعدہ سمیت ساری عبادات ادا کرنا ممکن ہوسکیں دوسری مخلوق میں یہ وصف نہیں اسی لیے حضرت جبریل علیہ السلام جب حضور علیہ السلام کو نماز پیش کرنے آئے تو بشکل انسانی میں آئے کیونکہ جبریلی شکل میں پوری نماز پڑھنا ناممکن تھی، انسان جب بیٹھتا ہے تو لفظ محمد کا نقشہ بنتا ہے سر میم کندھا حاء (ح) کمر میم، زانو دال۔

اگر تقویم بمعنی ترکیب ہو تو مطلب ہوگا کہ ہم نے انسان کو اچھے اعضاء سے مرکب کیا کہ اس کے اعضاء وہ کام کرتے ہیں جو جانوروں کے نہیں کر سکتے یہ انسان آنکھ سے دیکھتا بھی ہے اشارے بھی کرتا ہے رو کر گناہ بھی بخشوالیتا ہے زبان سے چکھتا بھی ہے زبان سے چکھتا بھی ہے بولتا بھی ہے اس کا دل کاشانہ یار ہے اس کے اندر چار وطن آباد ہیں وہ چار ملک غضب، شہوت، وہم اور خیال ہیں جن پر عقل حکمران ہے عقل کے دو وزیر ہیں نفس اور قلب، عقل کی ہدایت کے لیے شریعت کی روشنی بخشی، عشاق کہتے ہیں کہ رب نے جماعت انسانی کو اچھے برے لوگوں سے مرکب فرمایا جیسے گھر میں پاخانہ (بیت الخلاء) بھی ہوتا ہے آرام کا کمرہ بھی ایسے ہی اس جماعت انسانی میں فرعون بھی ہے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی، یہی انسانی جماعت کی احسن تقویم ہے۔

جیسے پاخانہ (بیت الخلاء) آرام کمرہ (بیڈروم) کی مثل نہیں اگرچہ دونوں ہی اینٹ اور چونہ سے بنے ایسے ہی غیر نبی نبی کی طرح نہیں ہے اگرچہ یکساں ہیں۔

(تفسیر نور العرفان ص 717)

نظریات اہل سنت کے مدلل بیان کی مثال یہ ہے آپ نے تفسیر نور العرفان کے آخر میں جو فہرست مرتب فرمائی ہے اس میں متعدد نظریات پر دلائل ذکر کیے ہیں چونکہ نظریات اہل سنت متعدد ہیں لہٰذا ان پر دلائل بھی بہت زیادہ ہیں اس لئے صرف ایک مثال ایک نظریہ کی درج کرتا ہوں باقی نظریات مع دلائل تفسیر میں ملاحظہ کرلیں۔

اہل سنت کا نظریہ ہے کہ بزرگوں کی بابرکت اشیاء بلاء مصیبت کو ختم کردیتی ہیں اس پر آپ نے پانچ آیات سے استدلال کیا ہے بطور نمونہ ایک آیت یہ ہے کہ رب تعالیٰ نے فرمایا اذھبو بمقمیصی ھذا فالقوہ علی وجہ ابی یات بصیرا ؕ یعنی یوسف علیہ السلام کی جدائی میں کثرت سے رونے کی وجہ سے حضرت یعقوب علیہ السلام کی آنکھوں کی بینائی ختم ہوگئی یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں سے فرمایا جاؤ میری قمیض ان کی آنکھوں پر لگاؤ تو وہ درست و بینا ہو جائیں گے اس آیت کے تحت حکیم الامت علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ روتے روتے حضرت یعقوب علیہ السلام نابینا ہو چکے تھے ورنہ اب آنکھیں کھل جانے انکھیارا ہو جانے کے کیا معنی؟ دوسرے یہ کہ بزرگوں کے تبرکات ان کے جسم سے مس شدہ چیزیں بیماریوں کی شفاء، دافع بلاء اور مشکل کشاء ہوتی ہیں وہ حضرات تو خود یقیناً دافع بلاء اور مشکل کشاء ہیں رب تعالیٰ نے حضرت ایوب علیہ السلام سے فرمایا تھا، ارکض برجلك ھذا مغتسل بارد و شراب (ص آیت 42) یعنی آپ اپنا پاؤں زمین پر رگڑیں پانی کا چشمہ پھوٹے گا پانی پیو اور غسل کرو شفاء ہوگی مدینہ پاک کی مٹی بھی خاک شفاء ہے کیونکہ اسے بھی حضور ﷺ کے قدم شریف سے مس ہوا۔ (نور العرفان ص 296)

انبیاء کرام کی شان تو جگہ جگہ بیان فرمائی گئی مثلاً ورفعنالك ذكرك کے تحت فرماتے ہیں کہ رب تعالیٰ نے فرمایا اے محبوب ہم نے آپکی خاطر آپکے ذکر کو بلند کردیا یہ بلندی کیسے ہوئی؟ چند طرح

1. انبیائے کرام آپ علیہ السلام پر ایمان لائے اور ان سے آپ کی خدمت کا عہد لیا گیا انبیاء کرام سے آپ کا ذکر بلند کر دیا۔
2. سب کے ذکر فرش پر مگر آپ کا ذکر فرش اور عرش پر ہے جنت میں ہے۔
3. اپنے نام کے ساتھ آپ کا نام رکھا کلمہ میں آذان میں نماز اور خطبہ میں ہر جگہ اپنے نام سے ملا کر رکھا۔تمام انبیائے کرام کو ان کے ناموں سے بلایا نداء دی مگر آپ کو اچھے اچھے القاب سے پکارا۔
4. آپ کے ذکر کو اپنے ذکر کا تکملہ قرار دیا کہ تمہارے ذکر کو چھوڑ کر رب کا ذکر مفید نہیں۔
5. ہر وقت ہر جگہ تمہارا ذکر جاری رکھا سارے بازار کبھی نہ کبھی بند ہو جاتے ہیں مگر تمہارا بازار کبھی بند نہ ہوگا۔خیال رہے کہ رفعنا ماضی ہے جس سے معلوم ہوا کہ آپکا ذکر ہمیشہ سے بلند ہے پھر چونکہ بلند ہم نے کہا ہے اس لیے اسے کوئی بند کر ہی نہیں سکتا جیسے کوئی شخص سورج چاند کو نہیں بجھا سکتا کہ یہ اللہ کے روشن کیے ہوئے ہیں ایسے ہی تمہیں کوئی نیچا نہیں کر سکتا، نیز اوروں کو دولت اور سلطنت وغیرہ سے بلندی ملتی ہے مگر آپ کو بلندی بلاواسطہ الٰہی رب نے دی۔

خیال رہے کہ ہم پر تین زمانے آتے ہیں۔

ایک دنیا میں آنے سے پہلے دوسرا دنیا میں آنے اور یہاں رہنے کا تیسرا دینا سے، چلے جانے کے بعد کا، ہم تیسرے اور پہلے زمانے گم نام ہو جاتے ہیں اور دوسرے زمانے میں کچھ نام ور، مگر حضور علیہ السلام ان تینوں زمانوں میں نامور ہیں کیوں کہ نمونہ ذات الٰہی ہیں نمونہ کبھی نہیں چھپایا جاتا رفعنا ہر زمانے کے لئے ہے۔(تفسیر نور العرفان ص 893)

عظمت اہل بیت اور صحابہ کرام کے تحفظ کی مثال یہ ہے کچھ بدمذہب اس اس بات کے قائل ہیں کہ نعوذ باللہ صحابہ نے قرآن میں گڑ بڑ کر دی ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت والی آیات چھپا دیں وغیرہ وغیرہ حکیم الامت علیہ الرحمۃ صحابہ کرام و اہل بیت کی ناموس اور دیانت کا تحفظ کرتے ہوئے ذلک الکتاب لاریب فیہ کے تحت فرماتے ہیں کہ اس آیت سے دو مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ قرآن میں شک و تردد کی کوئی گنجائش نہیں اگر کسی کو شک ہے تو

وہ اس کی اپنی ناسمجھی کی وجہ سے ہے اسی لیئے رب نے فرمایا ان کنتم فی ریب مما نزلنا (البقرہ 2 آیت 23) کہ اگر تم شک میں ہو قرآن میں شک ہونے کی نفی ہے لوگوں کے دل میں شک ہونے کا ثبوت ہے لہٰذا قرآن کی ان دو آیات میں تعارض نہیں دوسرے یہ کہ قرآن میں شک نہ ہونا اس وقت درست ہوگا جب حضرت جبریل اور حضور علیہ السلام اور صحابہ کرام میں شک نہ ہو کیوں کہ حضرت جبریل علیہ السلام رب سے قرآن کو لینے حضور علیہ السلام جبریل سے لینے والے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضور علیہ السلام سے لینے والے ہیں، اگر ان تین جگہوں میں کہیں شک ہو جائے تو قرآن مشکوک ہوگا جو صحابی کو فاسق مانے وہ قرآن کو یقیناً نہیں مان سکتا کیوں کہ شبہ ہوگا کہ شائد صحابی نے قرآن میں خیانت کرلی ہو لہٰذا صحابہ کو متقی ماننا ضروری ہے جتنا حضرت جبریل کو یا حضور علیہ السلام کو ماننا ضروری ہے نیز یہ بھی ضروری ہے کہ رب تعالیٰ کو جھوٹ سے پاک مانا جائے ورنہ قرآن کا صدق یقینی نہ ہوگا۔ (تفسیر نور العرفان ص 3)

آیات کے درمیان تعارض رفع کرنے کے متعلق یہ مثال ہے کہ قرآن مجید نے ایک مقام پر فرمایا کہ کوئی آسمانی اور زمینی مخلوق علم غیب نہیں رکھتی قل لا یعلم من فی السموت والارض الا اللہ (النمل 27 آیت 65)

جبکہ دوسرے مقام پر فرمایا کہ حضور علیہ السلام غیب بتانے میں کنجوسی نہیں فرماتے وما هو علی الغیب بضنین (التکویر 81 آیت 23) نتیجہ یہ ہوا کہ آیت کی مراد سمجھنا مشکل ہوگئی اس تعارض کو ختم کرتے ہوئے حکیم الامت علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں کہ قل لایعلم والی آیت ظاہری معنی کے لحاظ سے وہابیوں کے بھی خلاف ہے کیونکہ وہابی حضور علیہ السلام کے لیے بعض علم غیب کے قائل ہیں لہٰذا آیت کے معنی یہ ہی ہیں کہ غیب سے مراد ذاتی غیب ہے جو صرف اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے یا پھر جسے وہ علم دے وہ جانتا ہے جیسے رب فرماتا ہے کہ حقیقی حاکم صرف رب ہے ان الحکم الا للہ (الانعام آیت 57) باقی سارے حاکم رب کے حاکم بنانے سے ہیں رب فرماتا ہے وما من غائبۃ فی السماء والارض الا فی کتاب مبین ○ (نمل آیت 57) یعنی تمام غیب ایک بتانے والی کتاب میں ہیں وہ کتاب مبین ہے یعنی محبوبوں پر ان سارے غیبوں کو ظاہر کرنے والی ہے اسی سے انبیاء و اولیاء کا علم ثابت ہے (نور العرفان ص 460) وما هو

علی الغیب والی آیت سے دو مسئلے ثابت ہوئے ایک یہ کہ نبی کریم ﷺ کو علم غیب دیا گیا دوسرے یہ کہ حضور علیہ السلام نے اس میں سے بہت کچھ بتا دیا ظاہر ہے کہ بخیل نہ ہونا تخی ہونا اسی کی صفت ہو سکتی ہے جس کے پاس چیز ہو اور وہ لوگوں کو دے بھی، غیب سے مراد مسائل شرعیہ یعنی جو عالم غیب سے آئے یا اس سے مراد آئندہ کے گزشتہ کے غیبی حالات ہیں یا عالم غیب خبریں مراد ہیں پہلے معنی سے دو فائدے حاصل ہوئے ایک یہ کہ عالم دین کو شرعی مسائل چھپانا نہ چاہیں دوسرے یہ کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے کوئی مسئلہ نہ چھپایا جو لوگ حدیث قرطاس سے اعتراض کرتے ہیں اس سے لازم آتا ہے کہ حضور علیہ السلام نے مکمل تبلیغ نہ فرمائی نیز یہ کہ حضو علیہ السلام نے بعض صحابہ کے دباؤ سے بعض مسائل بیان نہ کیے یہ عقیدہ اس آیت کے بھی خلاف ہے اور درج ذیل آیت کے بھی یایھا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربك (مائدہ آیت 67) نیز لازم آتا ہے کہ دین مکمل نہ پہنچا ہو حالانکہ مکمل پہنچا رب فرماتا ہے الیوم اکملت لکم دینکم (مائدہ آیت 3) دوسری تفسیر سے یہ فائدہ حاصل ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ السلام کو علوم غیب دیئے اور حضور علیہ السلام نے صحابہ کرام کو بھی بتائے (تفسیر نور العرفان ص 878) قرآن اور حدیث کے تعارض کے رفع کرنے کی مثال یہ ہے کہ قرآن نے لفظ عبد کو بندوں کے لیے استعمال کرنا جائز فرمایا یعنی لوگ کسی کو اپنا بندہ کہیں اور مراد یہ رکھیں کہ یہ میرا غلام ہے میرا بندہ ہے میرا خدمت گار ہے تو اس میں کوئی جرم نہیں لیکن ایک حدیث سے اس لفظ کا استعمال منع ہونا ثابت ہوتا ہے کہ ممانعت مطلق ہے اب مشکل پیش آگئی اس مشکل کے حل کے طور پر حکیم الامت علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ قرآن آیت وانکحوا الایامٰی منکم والصلحین من عبادکم سے ثابت ہوتا ہے کہ لفظ عبد خدا تعالیٰ کے علاوہ کی طرف بھی نسبت کر سکتے ہیں دیکھو اس آیت میں عباد جو عبد کی جمع ہے اسکی نسبت مسلمانوں کی طرف ہوئی لہٰذا عبد الرسول عبد النبی وغیرہ کہہ سکتے ہیں جبکہ بمعنی خادم ہو حدیث مبارک میں جو ممانعت ہے وہ تنزیہی کے طور پر ہے جیسے انگور کو کرم کہنے کی ممانعت تنزیہی ہے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے لفظ عبد کا استعمال ثابت ہے فرماتے ہیں کنت ■ عبدہ و خادمہ کہ میں حضور کا عبد اور خادم تھا۔ (تفسیر نور العرفان ص 810) نیز دوسری آیت میں ہے قل

یعبادی الذین اسرفوا علی انفسھم لا تقنطوا من رحمۃ اللّٰہ (الزمر آیت 53)
یعنی اے پیارے آپ فرمائیں کہ اے میرے وہ بندے جنہوں نے اپنی جان پر ظلم کیا اللہ کی رحمت سے ناامید مت ہونا، اس آیت میں میرے بندوں سے مراد حضور علیہ السلام کے بندے ہیں بمعنی غلام وخادم کیونکہ میرے بندوں سے مراد اللہ کے بندے لیے جائیں تو لفظ یقول پوشیدہ ماننا پڑے گا کہ اس سے پہلے لفظ قل آچکا، نیز اس معنی میں کفار بھی شامل ہوں گے کیونکہ بندے تو وہ بھی ہیں زیادتی انھوں نے بھی کی ہے حالانکہ کفار اس آیت سے خارج ہیں (علماء کرام نے اس لفظ کے بندوں کے لئے استعمال کو جائز جانا جرم نہ مانا) درمختار (فقہ کی مشہور کتاب ہے) کے مصنف علیہ الرحمۃ کے شیخ کا نام عبدالنبی تھا (اگر یہ ناجائز ہوتا تو وہ تبدیل کردیتے کیونکہ جب برے معنی والے نام کو بدلنا لازم ہے تو شرکیہ نام کو بدلنا بدرجہ اتم ضروری ہوا۔ (تفسیر نورالعرفان ملخصا (558)

تصوفانہ تعلیم کو نمایاں کر کے بیان کرنے کی مثال یہ ہے کہ فجعلھم کعصف ماکول کے تحت لکھتے ہیں کہ کعبہ شریف کو گرانے والے لشکر کی حالت ایسی ہوگئی جیسے کھایا ہوا بھوسا گوبر یا لید بن کر بے قدر اور گندہ ہوجاتا ہے ریزہ ریزہ ہوکر نکل جاتا ہے یہ ہی حال اس لشکر کا ہوا صوفیائے کرام کے نزدیک مومن کا دل کعبہ ہے اور نفس امارہ ابرہہ کا لشکر ہے اس کے ہاتھی ہیں اور حضور ﷺ کی ذات بابرکات رحمت کا سمندر ہے جہاں سے توفیقات الٰہیہ کے ابابیل چلتے ہیں عبادات شریعت پتھر ہیں جن سے نفس امارہ کا مع لشکر تباہ ہوجاتا ہے اور دل کا کعبہ محفوظ رہتا ہے اس سورت سے چند فائدے حاصل ہوئے۔

ایک یہ کہ حضور ﷺ ولادت سے پہلے عالم کے اقعات کو مشاہدہ فرمارہے تھے کیونکہ اصحاب فیل کا واقعہ آپ کی ولادت سے پہلے کا ہے مگر فرمایا گیا الم تر کیا آپ نے دیکھا نہیں؟ یعنی دیکھا ہے یہاں واقعہ کے آثار دیکھنا مراد نہیں کیوں کہ حضور علیہ السلام کے ظاہری ہوش سنبھالنے کے زمانہ سے قبل آثار تو مٹ چکے تھے نہ لوگوں سے سننا مراد ہے کیونکہ بلا قرینہ مجازی معنی مراد لینا منع ہے جب آپ علیہ السلام ولادت سے پہلے یہ سارے واقعات دیکھ رہے تھے تو وفات کے بعد بھی ساری چیزوں کو ملاحظہ فرمارہے ہیں۔

دوسرے یہ کہ حضور ﷺ نے یہ واقعات تفصیل وار ملاحظہ فرمائے نہ کہ اجمالاً اسی لئے ما فعل کا لفظ ارشاد ہوا نہ بلکہ کیف ارشاد فرمایا گیا۔

تیسرے یہ کہ حضور انور علیہ السلام کے بعض معجزات ولادت سے قبل ظاہر ہوئے ان میں یہ اصحاب فیل کا واقعہ بھی ہے۔

چوتھے یہ کہ یہ واقعہ حضور علیہ السلام کی عزت افزائی کے لیے ہوا اس لئے فعل ربك فرمایا فعل اللّٰہ نہ فرمایا گیا از تفسیر عزیزی ورنہ کعبہ شریف کی تو قرامطہ قوم، ملاحدہ قوم، یزید اور حجاج نے بھی بے ادبی کی مگر ان پر عذاب نہ آیا از روح البیان، قوم عاد کے متعلق ارشاد ہوا الم تر کیف فعل ربك بعاد (فجر۔ آیت 6) حالانکہ قوم عاد حضور علیہ السلام سے صدہا سال پہلے ہلاک ہوئی۔ (تفسیر نور العرفان ص 722)

خیال رہے کہ راقم الحروف عفی عنہ ربّہ نے اختصار کی غرض سے تفسیر نور العرفان کی بعض خوبیاں ذکر کیں اور امثلہ بھی درج کیں ورنہ اس تفسیر میں اور بھی متعدد خوبیاں موجود ہیں مثلاً۔

1. اس میں انبیاء کرام کے شجرے بیان کیے گئے ہیں۔
2. ان کے درمیان کیا رشتہ داری ہے ذکر کی گئی ہے۔
3. ان کی بعثت کا درمیانی فاصلہ بتایا گیا ہے۔
4. فقہ حنفی کو ترجیح دی گئی ہے۔
5. باطل فرقوں کا رد کیا گیا ہے۔
6. علوم متداولہ کا استعمال بہ طریق احسن کیا گیا ہے۔
7. معمہ جات ذکر کیے گئے ہیں۔
8. اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کے ترجمہ کی توثیق وتائید کی گئی ہے۔
9. عصمت انبیاء کا تحفظ و تحقق کیا گیا ہے (وغیرہ وغیرہ)۔

خیال رہے کہ یہ تفسیر حکیم الامت علیہ الرحمۃ نے انیس سو ستاون (1957) میں شروع فرمائی تھی اسی تفسیر کو پسند فرما کر علمائے اہل سنت نے آپ کو حکیم الامت کا لقب دیا تھا جو

تمام علمائے عصر نے تسلیم کیا پہلی دفعہ اس لقب کو اسی تفسیر پر لکھا گیا سرورق پر طبع کیا گیا تھا اس سے معلوم ہو گیا کہ سوانح عمری کے مصنف مولانا نذیر احمد نعیمی علیہ الرحمۃ کا یہ لکھنا غلطی ہے کہ یہ لقب آپ کو انیس سو باون (1952) میں ملا جبکہ مولانا نذیر صاحب خود بھی اس بات کے قائل ہیں کہ اس تفسیر کی ابتداء انیس سو ستاون میں ہوئی۔

(دیکھوانکی مرتب سوانح عمری حکیم الامت ص 13 مطبوعہ نعیمی کتب خانہ گجرات)

مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح:

مراۃ شرح مشکوۃ آٹھ جلدوں میں ہے اردو زبان میں آسان ترین کتاب ہے یہ شرح حکیم الامت علیہ الرحمۃ نے تقریباً دس (10) سال کے عرصہ میں مکمل کی مارچ انیس سو انسٹھ (1959) سے لیکر دسمبر انیس سو اڑسٹھ (1968) تک کا وقت خرچ ہوا آپ کی خواہش تھی کہ اس مقبول عام کتاب کی آسان شرح لکھوں جس میں زمانے کے تقاضوں کا لحاظ بھی ہو نئے نئے فرقوں کے اعتراضات کے جوابات بھی دیئے جائیں لیکن مصروفیت کی وجہ سے ایک عرصہ تک خواہش پوری نہ ہو سکی گھریلو مصروفیات تھیں معاشی مسائل تھے تدریسی خدمات تھیں بہرحال اللہ تعالیٰ نے آپ پر کرم فرمایا تو یہ تصنیف مکمل ہوئی حکیم الامت علیہ الرحمۃ نے اس کتاب کے لکھنے کی وجہ یہ بیان کی ہے فرماتے ہیں کہ۔

موجودہ زمانہ میں مسلمانوں کو قرآن و حدیث کے تراجم کا بہت شوق ہے ہر شخص چاہتا ہے کہ میں اپنے رب اور پیارے نبی ﷺ کے کلام کو سمجھوں یہ جذبہ بہت قابل قدر ہے لیکن اس جذبہ سے بعض پڑھے لکھوں نے غلط فائدہ اٹھایا اور قرآن و حدیث کے ترجمہ کے بہانے بہت سے غلط عقائد و نظریات اور گندے خیالات پھیلا دیئے آج مسلمان فرقے آپس میں اسی وجہ سے باہم دست و گریبان نظر آتے ہیں شامت اعمال کہ ‥ لوگ بھی پیدا ہو گئے جنہوں نے سرے سے حدیث ماننے کا انکار کر دیا ان حالات کی وجہ سے فقیر نے اپنے رب کے کرم اور اسکے محبوب ﷺ کی مہربانی سے قرآن پاک کے پہلے تین پاروں کی مفصل تفسیر لکھی جس کا نام اشرف التفاسیر المعروف تفسیر نعیمی ہے (اب اس تفسیر کے گیارہ (11) پارے مکمل ہیں اس سے آگے آپ کے صاحبزادے حضرت مفتی اقتدار احمد خان نعیمی علیہ الرحمۃ نے لکھی

ہے کل انیس (19) پاروں تک لکھی ہوئی ہے راقم الحروف عفی عنہ ربہ) اور مکمل قرآن پاک کی ایک تفسیر تصنیف کی ہے جس کا نام نور العرفان ہے جس میں ضروریات زمانہ کے لحاظ سے فوائد اور سوال و جواب ہیں بخاری شریف کی عربی زبان میں شرح لکھی ہے کلام حبیب کی شرح بھی زبان حبیب میں کی ہے اس کا نام تاریخی انشراح بخاری المعروف بنعیم الباری ہے (یہ شرح عربی میں تھی اس کی چار جلدیں تھیں کچھ حصہ اس کا گم ہوگیا اس وجہ سے اس کی اشاعت نہ ہوسکی ادارہ نعیمی کتب خانہ والے کوشش کر رہے ہیں کہ تلاش کر کے مکمل شائع کر دیں ورنہ جو حصہ دستیاب ہے وہی شائع کر دیا جائے راقم الحروف عفی عنہ ربہ) عرصہ سے خیال تھا کہ مشکوۃ شریف جو فن حدیث میں درس نظامی کی پہلی کتاب ہے اور کتب احادیث جامع ہے جسکی مقبولیت کا یہ عالم ہے کہ عرب و عجم ہر جگہ پڑھائی جاتی ہے عربی فارسی میں اس کی بہت سی شرحیں لکھی جا چکی ہیں میں بھی ایسی شرح لکھوں جو طلباء علماء اور عوام المسلمین کو یکساں مفید ہو کیونکہ مرقات اور لمعات والوں کے زمانہ میں دنیا کا رنگ اور تھا انھوں نے اس کے لحاظ سے شرح لکھی ہمارے عوام عربی فارسی سے واقف نہ ہونے کی وجہ سے ان سے فائدہ حاصل نہیں کر سکتے اب دور کچھ اور ہے ہوا کا رخ دگرگوں ہے اس دور کے تقاضا کو پورا کیا جائے مگر اس بڑے کام کی ہمت نہ پڑتی تھی یا یک دفعہ سرگودھا میں م حضرت صاحبزادہ والا شان سلالہ خاندان جناب فیض الحسن صاحب سجادہ نشین آلو مہار شریف والوں نے مجھے پرزور حکم فرمایا کہ زندگی کا کوئی بھروسہ نہیں مشکوۃ شریف کی شرح لکھ جاؤ ارشاد گرامی سے دل میں جوش پیدا تو ہوا مگر ناموافق حالات اور اسباب کے فقدان کی وجہ سے عرصہ تک پس و پیش کرتا رہا ایک روز میرے قلبی دوست حکیم سردار علی صاحب ولد چودھری میراں بخش مہاجر مشرقی پنجاب ضلع امرت سر مقیم گجرات نے بھی یہی ارشاد فرمایا کہ مشکوۃ شریف کی شرح کی سخت ضرورت ہے عربی متن میں نقل کر دوں گا اس سے میری ہمت کچھ بڑھی مگر پھر بھی شروح کا مطالعہ کرنا اور خود لکھنا بھاری کام تھا میرے لخت جگر مفتی مختار نعیمی عرف محمد میاں سلمہ اللہ نے کہا آپ بولتے جائیے میں لکھتا جاؤں گا میں سمجھ گیا کہ یہ سرکاری انتظامات ہیں کہ پیاروں کے منہ سے ایسی باتیں نکل رہی ہیں تو اللہ پر توکل کر کے چوب قلم ہاتھ میں لے لیا یقین فرمایئے کہ میں اس

بہت بڑے کام کا اہل نہیں کہاں مجھ جیسا مجہول انسان اور کہاں اس افصح الفصحاء حضور سید الانبیاء علیہ السلام کے فرمان عالی شان؟ مجھے اس پاک آستانہ سے نسبت ہی کیا؟

فہم رازش چہ کنم من عجمی او عربی
لاف مہرش چہ زنم من حبشی او قرشی

بھلا آپ علیہ السلام کے رموز واشارات اور اسرار کو میں کیا سمجھ سکتا ہوں؟ میں عجمی دیہاتی بے علم گنوار وہ عرب کے فصحاء کے سردار کس منہ سے کہوں کہ انکا چاہنے والا ہوں میں حبشی بدشکل وہ حسینوں کی رونق محفل مگر کیا کروں؟ حال دل یہ ہے۔

سبحان اللّٰہ ما اجملك ما اكملت ما احسنك

کتھے مہر علی کتھے تیری ثناء گستاخ اکھیاں کتھے جا اڑیاں

صرف نیت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فقیر کی اس خدمت سے کسی مسلمان بھائی کا ایمان بچا لے اور قیامت میں حضور ﷺ کے غلاموں کے اور جان نثاروں کے کفش برداروں اور شارحین حدیث کے تابعداروں میں حشر نصیب فرمادے جو کوئی فقیر کی اس حقیر تصنیف سے فائدہ اٹھائے وہ اس فقیر بے نواء کے لیے معافی سیات اور حسن خاتمہ کی دعا کرے کہ اسی کے لالچ میں میں نے یہ محنت کی ہے اللہ اسے قبول فرمائے میرے لیے کفارہ سیات بنائے صدقہ جاریہ کردے اور اس میں امداد کرنے والوں کو دین ودنیا میں شادو آباد رکھے آمین۔

(مراۃ شرح مشکوۃ ج1 ص19)

اس شرح کی بہت سی خصوصیات وخوبیاں ہیں کچھ درج ذیل ہیں۔

١ ترجمہ بامحاورہ اور نہایت آسان ہے۔
٢ حدیث کی شرح مختصر اور جامع مانع ہے۔
٣ حدیث کے راوی کا تعارف کرایا گیا ہے۔
٤ منکرین احادیث کے بنیادی شبہ جات کا زبردست جواب دیا گیا ہے۔
٥ بدمذہب فرقوں کے سوالات کے جوابات ذکر کیے گئے ہیں۔

۶ عقلی اعتراضات کا عقلی جواب دیا گیا ہے۔
۷ فقہ حنفی کو ترجیح دی گئی ہے۔
۸ مذاہب اربعہ بیان کیے گئے ہیں۔
۹ عبارت میں فصاحت وبلاغت کا خیال رکھا گیا ہے۔
۱۰ مشکل الفاظ کی لغوی اور اصطلاحی تشریح کی گئی ہے۔
۱۱ وجہ تسمیہ بکثرت ذکر کی گئی ہے۔
۱۲ احادیث کا احادیث سے تعارض رفع کیا گیا ہے۔
۱۳ حکمت بھری مثالیں بکثرت ذکر کی گئی ہیں۔
۱۴ نکات وفوائد بکثرت بیان کیے گئے ہیں۔
۱۵ عقائد ومعمولات اہل سنت کی مدلل تائید وتصویب کی گئی ہے۔
۱۶ ائمہ اربعہ اور محدثین کی سوانح عمری بیان کی گئی ہے۔
۱۷ حدیث شریف کی اقسام اور انکی تعریف ذکر کی گئی ہے۔
۱۸ تصوفانہ تشریح متعدد مقامات پر فرمائی گئی ہے۔
۱۹ نبی پاک ﷺ کی تعلیمات کو نہایت شاندار طریقہ سے نمایاں کیا گیا ہے۔
۲۰ نبی اکرم ﷺ کی شان اور فضائل وکمالات کو زبردست انداز میں ذکر کیا گیا ہے۔
۲۱ کفار کے عقلی شبہ جات کے دندان شکن جوابات دیئے گئے ہیں۔
۲۲ دیوبندی نظریات کا قرآن وحدیث کے خلاف ہونا ثابت کیا گیا ہے۔
۲۳ غیر مقلدین کے فقہ کی خرابیاں واضح کی گئی ہیں۔
۲۴ **عصمت انبیاء علیهم السلام** کو بہ طریقہ احسن واضح کیا گیا ہے۔
۲۵ حیات انبیاء کرام کو اعلیٰ اسلوب سے ثابت کیا گیا ہے۔
۲۶ شیعہ حضرات کے ہفوات وہذیانات کورد کیا گیا ہے۔
۲۷ مسائل بکثرت استنباط کیے گئے ہیں۔
۲۸ باب اور حدیث کی مناسبت واضح کی گئی ہے۔

- اولیاء کرام اور صحابہ کرام کی عظمت وشان واضح کی گئی ہے۔
- لوگوں کے اخلاق کے سنوارنے پر احـ[illegible]قانہ مضامین بکثرت ذکر کیے گئے ہیں۔
- ترتیب وتسہیل کا بہت خیال رکھا گیا ہے۔(وغیرہ وغیرہ من الخصوصیات)

بعض خصوصیات کی امثلہ:

ان تمام خصوصیات کی امثلہ ذکر کرنے سے مضمون کی طوالت کا خوف ہے لہٰذا چند مثالوں پر اکتفاء کیا جاتا ہے تاکہ مضمون تشنگی کا شکار نہ ہونے پائے۔

- ترجمہ کی آسانی، راوی کے تعارف اور مختصر مگر مضبوط تشریح کی مثال یہ ہے کہ حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما کے تحت فرماتے ہیں کہ نبی پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

ذاق طعم الایمان من رضی باللّٰہ رباً وبالاسلام دینا و بمحمد رسولاً

نبی پاک ﷺ نے فرمایا اس نے ایمان کا مزہ چکھ لیا جو اللہ کے رب ہونے، اسلام کے دین ہونے اور محمد کے نبی ہونے پر راضی ہو گیا (ﷺ)

حضرت عباس رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کے حقیقی چچا ہیں حضور علیہ السلام سے عمر میں دو (2) برس زیادہ تھے فرماتے تھے کہ بڑے حضور ہیں عمر میری زیادہ ہے آپ کی والدہ نے کعبہ شریف پر اولاً حریر و دیباج کا ریشمی غلاف ڈالا تھا آپ واقعہ فیل سے پہلے پیدا ہوئے بارہ رجب المرجب بروز جمعتہ المبارک بیس (20) ہجری میں وفات پائی عمر مبارک بیاسی (82) سال تھی جنت البقیع میں مدفون ہوئے فقیر نے قبر انور کی زیارت کی ہے اسلام پہلے قبول کیا تھا بدر میں مجبوراً کفار کے ساتھ آئے تھے ہجرت کے دن اسلام ظاہر کیا تھا۔ آپ آخری مہاجر ہیں۔

اللہ کی ربوبیت سے راضی ہونا یہ ہے کہ راضی بقضاء رہے بیمار شخص طبیب کی کڑوی دوا اور آپریشن سے بھی راضی ہوتا ہے اسلام کے دین ہونے پر راضی رہنے کا مطلب یہ ہے کہ احکام اسلام بخوشی قبول کرے کسی حکم پر زبان طعن نہ کھولے اور حضور علیہ السلام کی نبوت پر رضا یہ ہے کہ آپ کی سنتوں سے محبت کرے آپ علیہ السلام کی اولاد مدینہ منورہ بلکہ جس شئ کو حضور علیہ السلام سے نسبت ہو اس سے محبت کرے یہ حدیث گزشتہ حدیث کے خلاف نہیں جسے یہ تین

اوصاف مل گئے اسے گزشتہ حدیث میں مذکور تین چیزیں بھی مل جائیں گی۔

(مراۃ شرح مشکوۃ ج1 ص41)

٢ منکرین حدیث کے وسوسہ کے رد کی مثال یہ ہے کہ منکرین حدیث کہتے ہیں کہ موجودہ احادیث حضور علیہ السلام کا فرمان ہی نہیں بعد کے لوگوں نے خود گھڑ لی ہیں نیز قرآن کے ہوتے ہوئے حدیث کی کیا ضرورت ہے حکیم الامت علیہ الرحمۃ نے بڑا خوبصورت جواب دیا اس کا خلاصہ یہ ہے کہ پھر تو قرآن کی بھی خیر نہیں کیونکہ زمانہ نبوی میں لکھا نہ گیا تھا نہ کتابی شکل میں جمع کیا گیا تھا یہ تو خلافت عثمانیہ میں جمع ہوا تحقیقی جواب یہ ہے کہ زمانہ نبوی میں قلم سے زیادہ حافظے پر اعتماد تھا صحابہ کرام کو رب تعالیٰ نے بہت مضبوط حافظے عطا فرمائے تھے بعد میں ضرورت کی بناء پر قرآن کو جمع کر کے کتابی شکل دی گئی اور احادیث کو بھی لکھا گیا، احتیاط کا یہ عالم تھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ تلوار کے ساتھ وہ احادیث رکھتے تھے اور لوگوں کو بھی سناتے تھے پھر حضرت امام اعظم امام محمد امام مالک امام بخاری وغیرہ رحمہم اللہ نے کتابیں تصنیف فرما کر ان احادیث کو ہمیشہ کے لیے محفوظ کر دیا امام اعظم علیہ الرحمۃ اسی 80 ہجری میں پیدا ہوئے انکی کتاب کا نام مسند امام اعظم ہے ان کے شاگرد امام محمد علیہ الرحمۃ کی کتاب کا نام موطا امام محمد ہے امام مالک علیہ الرحمۃ کی کتاب کا نام موطا امام مالک ہے امام بخاری کی کتاب کا نام بخاری شریف ہے۔

قرآن کے ہوتے ہوئے بھی حدیث کی ضرورت ہے کیونکہ مکمل کتاب سے لینے والی کوئی مکمل ہستی ہونی چاہیے اور وہ حضور ہیں ﷺ سمندر سے ہر شخص موتی نہیں نکال سکتا شناور کی ضرورت ہے اے منکرین تم قرآن سے صرف دو مسئلے بتا دو لمبی بحث نہ کرو ایک یہ کہ قرآن نے نماز قائم کرنے اور زکوۃ دینے کا جو حکم فرمایا ہے واقیموا الصلوۃ واتوا الزکوۃ یہ کس طرح پورا کریں زکوۃ کا نصاب کیا ہے نماز کی ادائگی کیسے اور کس وقت کریں گے؟ قرآنی نماز اور قرآنی زکوۃ ادا کر کے دکھاؤ، دوسرا یہ کہ قرآن میں سور کا صرف گوشت حرام ہونا ذکر فرمایا ہے اس کی جلد ہڈیاں گردہ کلیجی وغیرہ کی حرمت کہاں سے ثابت کرو گے نیز گدھے کتے بلے وغیرہ کا

حرام ہونا ثابت کردو؟ (ملخصاً از مراۃ ص 18)

۳ عبارت کے فصیح ہونے کی چند امثلہ یہ ہیں فرماتے ہیں۔

۱ اولیاء اور علماء صحابی کی گرد قدم تک نہیں پہنچ سکتے پھول کی صحبت سے تل مہک جاتا ہے۔ حضور کی صحبت سے دل کیوں نہ مہکے (ﷺ) (مراۃ ج 1 ص 172)

۲ طاعون بلاء ہے بلاء میں خود جانا نہیں چاہیے اور جب آجائے تو گھبرانا نہیں چاہیے خیال رہے کہ بلاء سے فرار نہیں بچاتا بلکہ استغفار بچاتا ہے (مراۃ ج 2 ص 398)

۳ جنت کا داخلہ اللہ کے فضل سے ہوگا مگر وہاں کے درجات مومن کے اعمال سے کبھی دوسرے کے عمل بھی کام آجاتے ہیں صابر مومن کی چھوٹی اولاد اپنے ماں باپ کے ساتھ رہے گی اگر چہ کچھ عمل نہ کرسکی کیوں رہے گی؟ ماں باپ کے عمل کی بدولت قرآن میں ہے والحقنا بھم ذریتھم، انشاء اللہ حضور ﷺ کے اعمال میں اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے صبر عظیم میں ہم گناہگاروں کا حصہ ہے سخی کے مال میں فقیروں کا حصہ ہے ان سرکاروں کے اعمال میں ہم گناہ گاروں کا حصہ ہے رب فرماتا ہے وفی اموالھم حق للسائل والمحروم۔ (مراۃ ج 2 ص 408)

۴ اللہ کے پیارے معصیت پر مصیبت کو ترجیح دیتے ہیں یوسف علیہ السلام نے جیل جانا منظور کیا مگر زلیخا کی بات نہ مانی (رب نے انکی تعریف کی کہ انھوں نے کتنا پیارا فیصلہ کیا تھا کہ ربّ السّجن احب الی۔۔ (القرآن) (مراۃ ج 2 ص 413)

۵ اللہ اکبر صحابہ کرام کے فقر و قناعت پر غور کرو کہ بیمار کے گھر گندم کی روٹی ہے نہ خود سرکار کے ہاں۔ اس لئے اعلان کرنا پڑا کہ اگر کسی کے گھر گندم کی روٹی کا ٹکڑا ہو تو انکے لئے بھیج دو آج ان کے طفیل انکے نام لیوا نعمتیں کھا رہے ہیں۔

بوریا ممنون خواب راحتش
تاج کسری زیر پائے امتش

(مراۃ ج 2 ص 418)

۶ صرف ظاہری نیکیاں کر لینا اور زبان سے حیاء کا اقرار کرنا پوری حیاء نہیں بلکہ ظاہری

اور باطنی اعضاء کو گناہوں سے بچانا حیاء ہے چنانچہ سر کو غیر خدا کے سجدے سے بچائے اندرون دماغ کو ریا اور تکبر سے بچائے زبان آنکھ اور کان کو ناجائز بولنے دیکھنے اور سننے سے بچائے یہ سر کی حفاظت ہوئی پیٹ کو حرام کھانوں سے شرم گاہ کو زنا سے دل کو بری خواہشوں سے محفوظ رکھے یہ پیٹ کی حفاظت ہے حق یہ ہے کہ یہ نعمتیں رب کی عطا اور جناب مصطفیٰ ﷺ کی سخا سے نصیب ہو سکتی ہیں۔

۷ موت مسلمان کو رب کا تحفہ ہے کیونکہ یہ رب کو ملنے اور جنت میں پہنچنے کا ذریعہ ہے مگر یہ موت کافر کے لیے مصیبت ہے کیونکہ مسلمان کا محبوب رب ہے اور کافر کی محبوب دنیا ہے موت مومن کو محبوب سے ملاتی ہے کافر کو اس کے محبوب سے چھڑاتی ہے۔ (مراۃ ج2 ص425)

۸ **یقولون نحن المتوکلون** سے مراد ہے کہ وہ لوگ یا تو توشہ ساتھ لاتے ہی نہ تھے یا مانگتے کھاتے آتے تھے یا اس قدر تھوڑا لاتے کہ وہ رستہ میں یہ خرچ ہو جاتا تھا، اور مکہ معظمہ میں پہنچ کر بے خرچ رہ جاتے وہ اپنے آپ کو متوکل کہتے تھے۔ درحقیقت متاکل تھے یعنی مانگ کے کھانے والے وہ کہتے تھے کہ ہم اللہ کے گھر جا رہے ہیں اس کے مہمان ہیں اپنا کھانا کیوں لائے حالانکہ توکل کا معنی ہے۔

گر توکل مے کنی دو کار کن
کسب کن پس تکیہ بر جبار کن

آج بھی بعض نکموں کے دل میں یہ غلط خیال سمایا ہوا ہے کہ بیکار رہنے اور بھیک مانگنے کو توکل کہتے ہیں دنیا میں حج وغیرہ کے موقع پر بقدر ضرورت توشہ لینا توکل کے خلاف نہیں ہے پرہیزگاری اسی میں ہے کہ چوری ڈکیتی قرض اور غضب سے بچا جائے صوفیاء فرماتے ہیں دنیا کے سفر کا توشہ مال ہے اور آخرت کے سفر کا توشہ نیک اعمال ہیں اور رب تک پہنچنے کا توشہ کمال ہے۔ (مراۃ ج4 ص122)

۹ دنیا کی بھلائی اتباع آقا و اطاعت مولیٰ ہے آخرت کی بھلائی حضور علیہ السلام کا قرب رب کا دیدار ہے اور عذاب نار حجاب یار ہے یہی لذیذ شرح ہے ربنا اتنا

فی الدنیا حسنة و فی الاٰخرة حسنه وقنا عذاب النار کی۔

(مراۃ ج4 ص160)

۱۰ زہد اور ترک دنیا کی انتہاء یہ ہے کہ جو چیز یار سے آڑ بنے اس کو پھاڑ دو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تو فرزند کے گلے پر چھری چلا دی حضرت ابراہیم ادھم علیہ الرحمۃ نے اپنے بیٹے کے حق میں خدا سے دعا کی کہ اسے موت دے دے اس کو چومنے کی وجہ سے میں تجھ سے ایک آن کے لیے غافل ہو گیا تھا۔ (مراۃ ج 3 ص98)

۱۱ حدیث لایقعد قوم ۔۔۔الخ اس آیت کی شرح ہے رب فرماتا ہے فاذکرونی اذکرکم ٥ بندہ جس طرح رب کو یاد کرتا ہے اسی طرح رب بندے کو مثلاً بندہ کہتا ہے مولیٰ میں بہت گناہگار ہوں رب فرماتا ہے بندے مت گھبرا میں غفار ہوں۔

(مراۃ ج3 ص331)

۱۲ بعض آسان عمل مشکل عملوں سے درجہ میں بڑھ جاتے ہیں دیکھو ذکر اللہ آسان ہے اور جہاد دشوار مگر ثواب میں ذکر اللہ بڑھ گیا مگر اس حدیث (الاانبئکم ۔۔۔الخ) میں اس جہاد کا ذکر ہے جو اللہ کی یاد سے خالی ہو لیکن اگر ہاتھ میں تلوار ہو اور زبان پر ذکر یار ہو تو سبحان اللہ۔ (مراۃ ص344 ج3)

۱۳ ممکن ہے اس حدیث میں جاگنے سے مراد حقیقتاً جاگنا ہو اور اتفاقاً اونگھ آ گئی ہو بہر حال یہ ایک تمثیل ہے جس میں یاس کے بعد آس کا ذکر ہے نقشہ کھینچ کر مفہوم سمجھایا گیا ہے۔ (مراۃ ج3 ص411)

ان امثلہ پر اکتفاء کرتا ہوں نہ چاہتے ہوئے بھی بات طویل ہو گئی۔

۴ نکات وفوائد اور مسائل کے استنباط کی مثال یہ ہے کہ حدیث ''سل'' کے تحت آپ نے متعدد نکات و مسائل بیان فرمائے اولا حدیث پاک ملاحظہ کریں عن ربیعة بن کعب قال کنت ابیت مع رسول اللہ ﷺ فاتیتهٗ بوضوء ٥ وحاجته فقال لی سل فقلت اسئلك مرافقتك فی الجنة قال او غیر ذلك قلت هو ذاك قال فاعنی علی نفسك بکثرة السجود (مشکوٰة)

ترجمہ: روایت ہے حضرت ربیعہ ابن کعب سے فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رات گزارتا تھا تو میں آپ کے پاس وضو کا پانی اور ضروریات لایا مجھ سے فرمایا کچھ مانگ لو میں نے کہا میں آپ سے جنت میں آپ کا ساتھ مانگتا ہوں فرمایا اس کے سواء کچھ اور بھی؟ میں نے عرض کیا بس یہی، فرمایا اپنی ذات پر زیادہ سجدوں سے میری مدد کرو۔

فوائد ونکات:

1. حضور علیہ السلام نے یہ نہ فرمایا کہ فلاں چیز مانگو بلکہ مطلق فرمایا جو مانگو معلوم ہوا آپ علیہ السلام باذن الٰہی خزانوں کے مالک ہیں دین و دنیا کی جو نعمت جسے چاہیں دے دیں بلکہ حضور علیہ السلام احکام شرعیہ کے بھی مالک ہیں جس پر جو احکام چاہیں نافذ کر دیں دیکھو حضرت خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ کی گواہی دو گواہوں کے برابر کر دی (بخاری) حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا کی عرض پر ان کو نوحہ کرنے کی اجازت دے دی (مسلم) حضرت ابی بردہ بن نیار رضی اللہ عنہ کو چھ ماہ کی عمر والی بکری کی قربانی کی اجازت دے دی اللہ نے جنت کی زمین کا حضور علیہ السلام کو مالک کیا ہے جسے چاہیں دے دیں۔ (مرقات وغیرہ)
2. حضرت ربیعہ رضی اللہ عنہ نے اس جگہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کئی چیزیں مانگ لیں۔
   1. زندگی میں ایمان پر استقامت مانگ لی۔
   2. نیکیوں کی توفیق مانگ لی۔
   3. گناہوں سے کنارہ کشی مانگ لی۔
   4. مرتے وقت ایمان کا سلامت رہنا مانگ لیا۔
   5. قبر کے حساب کی کامیابی مانگ لی
   6. حشر میں اعمال کی مقبولیت مانگ لی۔
   7. پل صراط سے بخیر و عافیت گزر جانا مانگ لیا۔
   8. جنت میں رب کا فضل مانگ لیا۔
   9. بلندی اور مراتب مانگ لیے۔

۴ صحابی نے یہ سب کچھ حضور سے مانگا حضور علیہ السلام نے ان کو بخشا لہٰذا ہم بھی ان سے ایمان، مال، اولاد، عزت اور جنت وغیرہ مانگ سکتے ہیں یہ مانگنا سنت صحابہ ہے (کوئی جرم نہیں) حضور علیہ السلام کے لنگر سے یہ سب کچھ تقسیم ہوتا رہے گا اور ہم بھکاری لیتے رہیں گے۔

● علی نفسك سے اشارہ معلوم ہوا کہ نفس کی مخالفت جنت کے حصول کا ذریعہ ہے کمافی المرقات

۵ حضرت ربیعہ رضی اللہ عنہ نے حضور علیہ السلام سے حضور علیہ السلام ہی کو مانگا تھا مگر چونکہ آپ جنت میں ملیں گے اس لیے جنت کا ذکر بھی کر دیا۔

۶ حضرت ربیعہ نے اور کچھ نہ مانگا کیوں؟ اس لئے کہ جب چمن الٰہی کا پھول مل گیا تو پتوں کی کیا ضرورت ہے؟

۷ کثرت سجود کا اس واسطے حکم دیا گیا کہ فقط پنجگانہ نمازوں پر کفایت نہ کرو بلکہ نوافل کثرت سے پڑھو تا کہ میرے قریب کے لائق ہو جاؤ جیسے بادشاہ کہے کہ میرے پاس آنا ہے تو اچھا لباس پہنو حاضری بادشاہ کے کرم سے ہے اچھا لباس دربار کے آداب میں سے ہے۔ (مراۃ شرح مشکوۃ ج 2 ص 80)

باقی تمام اوصاف کی امثلہ سے صرف نظر کرتا ہوں جو کچھ عرض کیا گیا اس سے واضح ہو گیا کہ حضرت حکیم الامت علیہ الرحمۃ کو باری تعالیٰ نے بہت انعام و اکرام سے نوازا تھا اسی لئے وہ ساری عمر خدا اور اس کے رسول کی شان بتاتے رہے ان کے پیاروں کے گیت گاتے رہے جہاں کہیں مشکل پیش آئی وہاں ان کی مدد کر دی گئی حکیم الامت علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ۔

حدیث جابر کی تشریح مجھے خواب میں مرشد کریم حضرت صدر الافاضل سید محمد نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمۃ نے بتائی (حدیث جابر معجزات کے باب میں مراۃ مشکوۃ ج آٹھ میں موجود ہے) اس بتائی ہوئی تشریح کا کچھ حصہ درج ذیل ہے۔

نبی کریم ﷺ اگر عادۃً کچھ نہ کھائیں مثلاً اس وجہ سے کہ کھانا موجود نہ ہو تو آپ پر بھوک کے اثرات نمودار ہوتے تھے لیکن اگر عبادۃ کچھ نہ کھائیں روزے کی نیت ہو تو خواہ کتنا

ہی عرصہ گزر جائے مطلقاً ضعف نہ ہوتا تھا اس کے متعلق خود فرمایا یطعمنی ربی ویسقینی کہ میرا رب مجھے کھلاتا پلاتا ہے لہٰذا ان احادیث میں تعارض نہیں حضور انور نور بھی ہیں اور بے مثل بشر بھی روزے میں نورانیت کی جلوہ گری ہوتی تھی اور عادۃً نہ کھانے میں بشریت کا ظہور ہوتا تھا دیکھو عیسیٰ علیہ السلام پہلے بھی کھاتے پیتے تھے آسمان سے واپس آئیں تو بھی کھائیں پیں گے کیونکہ بشر ہیں مگر آسمان پر قریباً دو ہزار سال سے تشریف فرما ہیں بغیر کھائے پیئے زندہ ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کا نور ہیں حدیث کا یہ مطلب مجھے میرے مرشد مولانا سید نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمۃ نے بتایا۔ (مراۃ ج8 ص172)

حکیم الامت علیہ الرحمۃ ساری عمر عشق رسول کا درس دیتے رہے آپ کے ہاں علم و دولت وہی قابل عزت ہے جو حضور علیہ الرحمۃ کی عزت و عظمت میں صرف ہو آپ خود فرماتے ہیں کہ نبی کے خلاف تدبیریں کرنے والا ہمیشہ ذلیل و خوار ہی رہتا ہے خواہ کیسا ہی مالدار ہو علم والا ہو جتھے والا ہو اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں کو صغار فرمایا (سیصیب الذین اجرموا صغار عند اللہ اور عذاب شدید کی وعید سنائی ہے وعذاب شدید بما کانو ایمکرون اس کا تجربہ آج تک ہو رہا ہے دیکھ لو بڑے بڑے شیخ القرآن شیخ الحدیث بننے والے وہابی ہر جگہ ذلیل ہیں کیونکہ انھوں نے حضور ﷺ کی عزت پر ہاتھ ڈالنے کی کوشش کی ہے حضور علیہ السلام کا چاند ہمیشہ چڑھا ہی رہا۔

عقل ہوتی تو خدا سے نہ لڑائی لیتے
یہ گھٹائیں اسے منظور ہے بڑھانا تیرا

اس کے برعکس دین کی خدمت کرنے والا دونوں جہاں میں خدا کے فضل سے آبرو والا ہے حضور علیہ السلام کے نام کے ڈنکے بجانے والے خود قبروں میں سو رہے ہیں ان کے نام کے ڈنکے آج تک بج رہے ہیں دیکھ لو خواجہ اجمیری اور داتا گنج بخش ہجویری علیہما الرحمۃ کے آستانوں کی رونقیں۔

ان کے در کا جو ہوا خلق خدا اس کی ہوئی
ان کے در سے جو پھرا اللہ اس سے پھر گیا

فقیر احمد یار کی دعا ہے کہ مولی جس قدر سانسیں باقی ہیں دین کی خدمت میں حضور کے آستانہ عالیہ پر ہی گزریں اعلیٰ حضرت ہمارے جد امجد علیہ الرحمۃ نے کیا خوب فرمایا۔

ٹھوکریں کھاتے پھروگے ان کے در پر پڑے رہو

قافلہ تو اے رضا اول گیا آخر گیا

(تفسیر نعیمی ج 8 ص 85)

آپ کے گجرات میں رہنے کو مقبولیت خداوندی حاصل ہے آپ کی طبیعت تھی کہ مستقل طور پر مدینہ شریف سکونت پذیر ہو جائیں فرماتے ہیں کہ میں نے ایک مدنی صاحب حاجی غلام حسین سے عرض کیا مجھے مستقل طور پر مدینہ شریف رہنے کی اجازت دلوادو وہ بولے نہیں تم مدینہ آتے جاتے رہو مگر قیام گجرات میں رکھو حضور انور ﷺ اس میں راضی ہیں انھوں نے برانچ کھولی اس میں تمہیں نوکر رکھا ہے یہاں ہی ڈیوٹی دو میں نے کہا بسر و چشم منظور ہے۔

لقائے دوست چہ خواہی رضائے دوست طلب

کہ حیف باشد از دغیرہ او تمنائے

(تفسیر نعیمی ج 10 ص 349)

آپ نے یہ ڈیوٹی اس طرح نبھائی کہ سبحان اللہ آخری دم تک علم وعمل میں لگے رہے مفتی اقتدار احمد نعیمی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ آپ نے انتقال سے ایک آدھ منٹ پہلے مکمل وضو کیا اور وفات پا گئے بعد وفات ایک بدمذہب کو جھنجھوڑا اور اپنے ایک دوست کا نام لیکر کہا کہ اسے کہو میرے جسم کو غسل والے تختہ سے وہ اتارے اس میں اہل سنت کو یہ تعلیم ہوئی کہ باوضو رہو وہابیت پر یہ واضح کیا کہ اولیاء اللہ بعد از وفات بھی جو چاہیں کر سکتے ہیں۔

(تفسیر نعیمی ج 8 ص 642)

بہر حال حاصل بحث یہ کہ آپ پر بہت بڑا فضل و کرم تھا عنایات بنویہ تھیں جس کا تذکرہ آپ کی تصانیف میں بکثرت موجود ہے۔

جاء الحق:

یہ کتاب دو حصوں پر مشتمل ہے اس کا پہلا حصہ دیوبندی نظریات کی تردید پر مشتمل

ہے اور دوسرے حصہ میں غیر مقلدین نام نہاد اہل حدیث کی تردید ہے اور ان کے فقہ حنفی کے خلاف اعتراضات کے جوابات دیئے گئے ہیں نعیمی کتب خانہ سے مطبوعہ ہے دونوں حصوں کے صفحات ملاکر چھ سو نوے 690 تعداد بنتی ہے کتاب کے حصہ اول کے مقدمہ میں تاریخ ابتداء تین شعبان المعظم تیرہ سو اکسٹھ (1361) ہجری تحریر ہے اور تاریخ اختتام کتاب کے آخر میں یوں لکھی گئی ہے چھ ذی قعد تیرہ سو اکسٹھ (1361) ہجری اس کا مطلب یہ ہوا کہ تقریباً تین ماہ کے وقت قلیل میں تصنیف ہوئی جبکہ حصہ دوم دو ماہ اور دو دن میں مکمل ہوا تاریخ لکھی ہوئی ہے یکم رمضان تیرہ سو چھہتر (1376) تا تین ذی الحج تیرہ سو چھہتر (1376) ہجری گویا تقریباً پانچ ماہ کی مدت میں یہ کتاب مکمل ہوئی لہذا سوانح عمری حکیم الامت کے مرتب مولوی نذیر صاحب علیہ الرحمۃ کا یہ کہنا غلط ہے کہ جاء الحق تیرہ سو پینسٹھ (1365) ہجری میں مکمل ہوئی نیز ان کا یہ کہنا بھی غلط ہے کہ باعتبار انگریزی سن انیس سو چون تھا (1954) حقیقت یہ ہے کہ انیس سو ستاون (1957) کا زمانہ تھا اور اپریل کا مہینہ تھا دیکھو جاء الحق حصہ دوم کا آخری صفحہ جس میں ہماری بات کی تائید و تصویب موجود ہے اس کتاب کے عنوانات و موضوعات درج ذیل ہیں جن کو مدلل انداز میں زیر بحث لایا گیا ہے۔

1. تقلید کیا ہے اس کے اقسام و درجات کون سے ہیں اس کے ثبوت کیا ہیں اور اس پر اعتراضات کون سے ہیں؟
2. علم غیب کی تعریف کیا ہے ثبوت کون سے ہیں علوم خمسہ سمیت تمام غیب حضور علیہ السلام کو حاصل تھے یا نہیں؟ نیز اعتراضات کیا ہیں؟
3. حاضر ناظر سے کیا مراد ہے یہ عقیدہ اسلامی ہے یا غیر اسلامی ہے اسلامی ہے تو اسکے ثبوت و دلائل کیا ہیں اور اعتراضات کون سے ہیں؟
4. حضور علیہ السلام کی بشریت پر گفتگو کی گئی ہے اور ان کے نور ہونے پر بھی تحقیق کی گئی ہے۔
5. ندائے یارسول اللہ کو ثابت کیا گیا ہے اور اعتراضات کے جوابات دیئے گئے ہیں۔
6. اولیاء اللہ سے مدد مانگنے کا مسئلہ واضح انداز میں زیر بحث لایا گیا ہے۔
7. بدعت کی تحقیق کی گئی ہے۔

۸ میلاد شریف کی شرعی حیثیت واضح کر کے دلائل دیے گئے ہیں۔
۹ قیام میلاد کا مسئلہ ثابت کیا گیا ہے۔
۱۰ ایصال ثواب کا مسئلہ ثابت کیا گیا ہے اسکی مروجہ صورتوں پر کلام کیا گیا ہے۔
۱۱ دعا بعد از جنازہ کی تحقیق کی گئی ہے کہ یہ جائز ہے جرم نہیں۔
۱۲ اولیاء و مقبولین کی قبروں پر مزار شریف بنانے کا مسئلہ ثابت کیا گیا ہے۔
۱۳ مزارات کی تعظیم اور متعلقہ امور کی تحقیق کی گئی ہے۔
۱۴ قبر پر آذان دینے کی شرعی حیثیت بتائی گئی ہے۔
۱۵ عرس کی حقیقت اور حیثیت پر گفتگو کی گئی ہے۔
۱۶ قبروں کی زیارت کا جواز اور اس کے لیے سفر کرنا جائز ثابت کیا گیا ہے۔
۱۷ کفنی یا الفی لکھنے کی شرعی حیثیت واضح کی گئی ہے۔
۱۸ بلند آواز سے ذکر کرنا کیسا ہے اس پر تحقیق کی گئی ہے۔
۱۹ اولیاء کرام کے نام سے نسبت دیکر جانور پالنا کیسا ہے اس پر تحقیق کی گئی ہے۔
۲۰ بزرگوں کے تبرکات کی تعظیم کی شرعی حیثیت واضح کی گئی ہے۔
۲۱ عبدالنبی یا عبدالرسول نام رکھنے کے خلاف کم فہم لوگوں کے واویلے کی تردید کی گئی ہے۔
۲۲ حیلہ اسقاط کی شرعی حیثیت پر کلام کیا گیا ہے۔
۲۳ آذان میں نام رسول سن کر انگوٹھے چومنے پر تحقیق کی گئی ہے۔
۲۴ دیوبندی حضرات کے افسوس کن عقائد و عبارات پر تبصرہ کیا گیا ہے۔
۲۵ تین چھوٹے رسالے ضمیمہ کے طور پر ساتھ ملحق کیے گئے ہیں ایک میں عصمت انبیاء کرام کے منکرین کے شکوک و شبہات کا رد ہے دوسرے میں تراویح کی تعداد کی تحقیق کی گئی ہے تیسرے میں طلاق ثلاثہ کے مسئلے پر تحقیق کی گئی ہے۔

یہ کل ستائیس (27) باب ہوئے دوسرے حصہ کے پچیس (25) باب ہیں انکی تفصیل درج ذیل ہے۔

۱ نماز میں کانوں تک ہاتھ بلند کرنے کی تحقیق کی گئی ہے۔

۲ ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے پر دلائل دیئے گئے ہیں۔
۳ امام کی اقتداء کرنے والے کو قرآت پڑھنا منع ہے ثابت کیا گیا ہے۔
۴ نماز میں بسم اللہ آہستہ آواز سے پڑھنے کی تحقیق کی گئی ہے۔
۵ آمین بلند آواز سے کہنا ممنوع ہے ثابت کیا گیا ہے۔
۶ رفع یدین کرنے کا منسوخ ہونا ثابت کیا گیا ہے۔
۷ وتروں کی تعداد کتنی ہے بیان کی گئی ہے۔
۸ قنوت نازلہ پر بحث کی گئی ہے۔
۹ التحیات میں بیٹھنے کی کیفیت پر کلام کیا گیا ہے۔
۱۰ تراویح آٹھ (8) نہیں بیس (20) ہیں پر دلائل دیئے گئے ہیں۔
۱۱ ختم قرآن کے موقع پر روشنی کرنا جائز ثابت کیا گیا ہے۔
۱۲ شبینہ کی شرعی حیثیت پر گفتگو کی گئی ہے۔
۱۳ صبح کی نماز فرض کی جماعت کے درمیان سنت ادا کرنے والے کا حکم واضح کیا گیا ہے۔
۱۴ دو نمازوں کو ایک وقت پڑھنے کی ممانعت ثابت کی گئی ہے۔
۱۵ سفر کے فاصلے کا تحقق و مقدار کیا ہے؟ ثبوت و وضاحت کی گئی ہے۔
۱۶ سفر میں سنت اور نوافل پڑھنے پر دلائل ذکر کیے گئے ہیں۔
۱۷ سفر میں قصر نماز پڑھنا ضروری ہے ثابت کیا گیا ہے۔
۱۸ فجر کو اجالا کر کے پڑھنا افضل ثابت کیا گیا ہے۔
۱۹ ظہر کی نماز ٹھنڈک میں پڑھنا کیسا ہے مفصل و مدلل بحث کی گئی ہے۔
۲۰ آذان واقامت کے الفاظ میں فقہ حنفی کی تائید و تصویب پر بحث کی گئی ہے۔
۲۱ نفل پڑھنے والا جماعت کرائے فرض پڑھنے والا اس کی اقتداء کرے اس کی ممانعت ثابت کی گئی ہے۔
۲۲ خون اور الٹی سے وضو ٹوٹنا ثابت کیا گیا ہے۔
۲۳ کنویں کی پاکی ناپاکی کے اصول بیان کر کے دلائل ذکر کیے گئے ہیں۔

۲۴ نماز جمعہ وعیدین چھوٹی سی بستی میں ادا کرنا کیسا ہے مفصل بیان کیا گیا ہے۔

۲۵ نماز جنازہ میں سورۃ فاتحہ کی تلاوت کی شرعی حیثیت بتائی گئی ہے۔

۲۶ آخر میں خاتمہ کتاب کے طور پر مناقب امام اعظم علیہ الرحمۃ درج کیے گئے ہیں اور آئمہ اربعہ کی مختصر حالات زندگی لکھی گئی ہے اور تقلید پر مزید دلائل درج کیے گئے ہیں اور سنت وحدیث کے فرق کو واضح کیا گیا ہے نیز کچھ نکات وفوائد استنباط کیے گئے ہیں اور بتایا گیاہ کہ غیر مقلدین علم وفقاہت سے کورے ہوتے ہیں ورنہ فقہ حنفی کو نہ ٹھکراتے ان عنوانات وابحاث کی تحقیق کے دوران متعدد مسائل وامور بھی زیر بحث آگئے جو ان کے متعلقات ومشمولات سے مناسبت رکھتے تھے، کتاب علم و معلومات سے آگاہی کا خزانہ ہونے کی حیثیت اختیار کر گئی یہی وجہ تھی کہ علماء و مشائخ کرام جھوم اٹھے اور حضرت حکیم الامت علیہ الرحمۃ کو مبارکبادیاں اور انعامات سے نوازا حضرت پیر سید جماعت علی شاہ صاحب علیہ الرحمۃ کو بہت خوشی ہوئی انھوں نے کتاب کا نام بھی خود رکھا حضرت مصنف علیہ الرحمۃ کو خلعت انعامات عطا فرمائے اور فرمایا اس محنت وخلوص کا صلہ اصلیہ آپ کو خدا اور رسول ﷺ سے عرض کر کے دلوایا جائے گا۔ حکیم الامت علیہ الرحمۃ کے مرشد واستاد گرامی جناب صدر الافاضل علیہ الرحمۃ نے خوش ہو کر آپ کو اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کا بابرکت جبہ عنایت فرمایا عوام اہل سنت بھی خوش وخرم ہوگئے غرض یہ کہ جاء الحق بہت جلد مقبول ہوگئی اور اس کی اشاعت کا حلقہ وسیع تر ہوگیا مدینہ منورہ مکہ معظمہ ہندوستان بلکہ پورے برصغیر تک پہنچ گئی دیگر ممالک مثلاً افریقہ اور امریکہ و انگلستان تک بھی لوگوں نے طلب کرنے کے آرڈر دیے۔

(ماخوذ از راہ جنت بجواب راہ سنت ص ۱۲ مطبوعہ نعیمی کتب خانہ لاہور)۔

یہ کتاب تیرہ سو پچاسی (1385) ہجری تک اٹھائیسویں مرتبہ شائع ہوئی اکثر بار دو ہزار سے زائد نسخے شائع ہوئے اللہ کے فضل اور حضور ﷺ کے کرم سے مکہ معظمہ مدینہ منورہ افریقہ اور لندن وغیرہ دور دراز علاقوں ملکوں میں پہنچی یہ سب رب کی کرم نوازی ہے ناظرین

اس کتاب کو غور سے مطالعہ کریں گے تو انشاء اللہ ایک سمندر پائیں گے جس سے بیش قیمت موتی حاصل ہوں گے اس کتاب میں سخت الفاظ اور کج بحثی سے پرہیز کیا گیا ہے اہل انصاف سے امید ہے کہ حق قبول کریں اور باطل سے بچیں کیونکہ اسی میں دین و دنیا کی بھلائی ہے۔(جاء الحق ص13 مطبوعہ نعیمی کتب خانہ گجرات پاکستان)

آپ کے اس کتاب کو لکھنے کی وجہ کیا تھی؟ خود آپ سے اس طرح بیان ہے فرماتے ہیں دیوبندیوں کے نزدیک توحید کا مفہوم ایسے ہے جیسے شیعہ کے نزدیک حب علی کا ہے یعنی وہابیوں کی توحید انبیاء کی توہین پر مشتمل ہے رسول کی نفی شان کر کے خدا کی شان بیان کرتے ہیں اور شیعہ اہل بیت کی محبت کے نام پر صحابہ کرام کو گالیاں دینا حضرت علی کی محبت خیال کرتے ہیں حالانکہ دیوبندی توحید شیطانی توحید کی طرح ہے اس نے آدم علیہ السلام کی عظمت کا انکار کیا نبی کے سامنے نہ جھکا پھر اسکا جو حشر ہوا وہ آج تک لوگ دیکھ رہے ہیں کہ ہر جگہ **لاحول** سے اس کی تواضع کی جاتی ہے اسلامی توحید یہ ہے کہ اللہ کو ایک جانو اور اسکے محبوبوں کی عزت کرو جس کی تعلیم ہے **لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ**۔

پہلے جز میں اللہ کی وحدانیت کا اقرار ہے دوسرے جز میں عظمت مصطفیٰ کا اظہار ہے آجکل جس جگہ دیکھا گیا مسلمانوں میں اہل سنت اور دیوبندیوں کے جھگڑے پڑے ہوئے ہیں ہر جگہ خانہ جنگی ہے ہر کار خیر کو روکنے کی کوشش ہے کہیں علم غیب پر بحث ہے تو کہیں حضور علیہ السلام کے حاظر و ناظر ہونے پر تکرار کہیں محفل میلاد و فاتحہ پر بحث تو کہیں مزارت اولیاء پر قبہ (روضہ) بنانے پر مناظرہ ہے اگرچہ ان میں سے ہر ایک مسائل پر اہل سنت نے اعلیٰ تصانیف فرمادی ہیں جن سے شکوک دفع ہو سکتے ہیں بلکہ ہوتے ہیں مثلاً مسئلہ تقلید میں انتصار الحق کتاب ہے جو حضرت مولانا ارشاد حسین رحمۃ اللہ علیہ) نے لکھی مسئلہ علم غیب میں الکلمۃ العلیاء ہے جو استاذ گرامی مرشد کامل حضرت سید محمد نعیم الدین مراد آبادی (علیہ الرحمۃ) کی تصنیف ہے ایصال ثواب وغیرہ کے متعلق انوار ساطعہ ہے جو حضرت مولانا عبدالسمیع رام پوری علیہ الرحمۃ نے لکھی ہے اور مسئلہ حاضر ناظر عرس زیارت قبور وغیرہ تمام مسائل میں اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کی تصانیف موجود ہیں مگر خیال یہ تھا کہ کوئی ایسی کتاب لکھی جائے جو ان بحثوں کی جامع ہو

جس کے پاس وہ کتاب ہو وہ تقریباً ہر مسئلہ میں مخالف سے گفتگو کر سکے اور مسلمانوں کے عقائد کو ان لوگوں سے بچا سکے اس لیے میں حسبۃ للہ اس کام کی ہمت کی۔ (ملخصاً از جاء الحق ص 12)

اس کتاب کی خصوصیات درج ذیل ہیں:

1. یہ کتاب تمام اختلافی مسائل کی جامع ہے۔
2. اس کا انداز تحریر نہایت آسان ہے۔
3. اس کتاب میں سخت الفاظی اور نامناسب رویہ سے اجتناب کیا گیا ہے۔
4. اس کتاب میں ہر مسئلہ پر جامع مانع گفتگو کی گئی۔
5. خلط مبحث یعنی بات کو گڈمڈ کرنا اس میں بالکل نہیں ہے۔
6. قرآن سے دلائل دیئے گئے ہیں۔
7. احادیث سے دلائل دیئے گئے ہیں۔
8. اجماع وقیاس شرعی سے مسئلہ کو ثابت کیا گیا ہے۔
9. فقہاء کرام کی عبارات ونظریات سے مسئلہ کی تقویت کی گئی ہے۔
10. مفسرین وشارحین کی عبارات سے مسئلہ کو حل کیا گیا ہے۔
11. صوفیاء کرام کے کلام سے مسئلہ کی تائید وتصویب کی گئی ہے۔
12. علوم متداولہ کی مدد سے مسئلہ کو واضح کیا گیا ہے۔
13. عقلی دلائل سے مسئلہ کو ثابت کیا گیا ہے۔
14. مخالف لوگوں کی کچھ عبارات پیش کر کے مسئلہ کی تائید وتصویب کی گئی ہے۔
15. مخالف مسئلہ حضرات کے اعتراضات کے جوابات دیئے گئے ہیں۔
16. قرآن کے ذریعے کیا ہوا اعتراض قرآن کے ذریعے حل کیا گیا ہے۔
17. حدیث کے ذریعہ کیا ہوا اعتراض حدیث ہی سے حل کیا گیا ہے۔
18. فقہاء کرام کی عبارات سے کیا ہوا سوال فقہاء کرام کی عبارات سے حل کیا گیا ہے۔
19. مفسرین شارحین حدیث اور اقوال علماء واسلاف کے ذریعے کیا ہوا اعتراض مفسرین وشارحین اور اقوال علماء واسلاف کے ذریعے حل کیا گیا ہے۔

(۲۰) عقلی اعتراضات کے عقلی جوابات دیئے گئے ہیں

(۲۱) ہر مسئلہ کی شرعی حیثیت بتائی گئی ہے اور واضح کیا گیا ہے کہ اسکی متعلق اہل سنت کا موقف کیا ہے۔

(۲۲) الزامی اور تحقیقی جوابات کا التزام واہتمام کیا گیا ہے۔

(۲۳) قرآن واحادیث کے تعارض کو رفع کیا گیا ہے۔

(۲۴) احادیث کے درمیان تعارض کو رفع کیا گیا ہے۔

(۲۵) قرآن کی آیات کے درمیان تعارض کو رفع کیا گیا ہے۔

(۲۶) ایمان افروز نکات وفوائد ذکر کیے گئے ہیں۔

(۲۷) نبی اقدس ﷺ کی عزت وعظمت بھرپور انداز میں بتائی گئی ہے۔

(۲۸) دیوبندیوں کے عقیدہ امکان کذب کو باطل ثابت کیا گیا ہے۔

(۲۹) حسب موقعہ ومحل صوفیاء اولیاء کے اشعار سے مسئلہ کی تائید وتصویب کی گئی ہے۔

(۳۰) عرف ورواج کی مدد سے مسئلہ کی تائید وتوثیق کی گئی ہے۔

(۳۱) علوم عقلیہ اور علوم نقلیہ کو حسین امتزاج وانداز میں ذکر کیا گیا ہے۔

نوٹ:

ان خصوصیات میں کا تعلق حصہ اول سے ہے اور بعض کا تعلق پوری کتاب سے ہے ان خوبیوں سے اندازہ ہوتا ہے کہ علماء ومشائخ کرام کتنے مسرور ہوئے ہوں گے اور کتاب کی مقبولیت آج تک کیوں ہے انشاء اللہ رہتی دنیا تک مصنف علیہ الرحمۃ کی یہ کتاب راہ راست سے بھٹکے ہوئے لوگوں کو رسول اکرم ﷺ کے مقام اور انکی تعلیمات سے روشناس کراتی رہے گی لوگ مقام رسول اور تعلیم رسول سے واقف ہو کر مصنف علیہ الرحمۃ کو خراج تحسین پیش کرتے رہیں گے۔

بعض خوبیوں کی امثلہ ذکر کرتا ہوں غور فرمایئے۔

اہل سنت کے موقف اور اس کے قرآنی، حدیثی، اجماعی اور قیاسی دلائل کی مثال یہ ہے کہ علم غیب کی بحث میں حکیم الامت علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں کہ۔

غیب وہ چھپی ہوئی چیز ہے کہ انسان اس چھپی ہوئی چیز کو حواس سے محسوس نہ کر سکے مثلاً کان آنکھ اور ناک وغیرہ کی مدد سے معلوم ومحسوس نہ کر سکتے نہ ہی دلیل کے بغیر بداھۃ وہ شی عقل میں آ سکے پنجاب کا رہنے والا بمبئی کے شہر کو غیب نہیں کہہ سکتا کیونکہ اس کو بمبئی کے شہر ہونے کا علم یا تو دیکھ کر ہوا یا سن کر کہہ رہا ہے کہ بمبئی ایک شہر ہے یہ حواس سے علم ہونے کی مثال ہے اسی طرح کھانے کا ذائقہ اور لذت اور خوشبو وغیرہ بھی غیب نہیں کیونکہ یہ چیزیں آنکھ سے تو پوشیدہ ہیں مگر دوسرے حواس کی مدد سے معلوم ومحسوس ہوتی ہیں جنات ملائکہ جنت دوزخ وغیرہ غیب ہیں کیونکہ وہ نہ تو حواس سے معلوم ومحسوس ہوتی ہیں نہ محض عقل سے جب تک ساتھ دلیل نہ ہو علم نہ ہو گا غیب کی دو قسمیں ہیں ایک یہ کہ جو دلیل سے معلوم ہو سکے دوسری یہ کہ جو دلیل سے بھی پتہ نہ لگ سکے پہلے غیب کی مثال جنت دوزخ اور اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات ہے کیونکہ قرآن وحدیث کی مدد سے معلوم ہو سکتی ہیں دوسرے غیب کی مثال یہ ہے کہ کون کب مرے گا قیامت کب آئے گی عورت کے بطن میں کیا ہو گا بچہ یا بچی؟ نیک بخت ہو گی یا بد بخت وغیرہ وغیرہ اس قسم کو مفاتح الغیب بھی کہا جاتا ہے اہل سنت کا موقف علم غیب کے مسئلہ میں یہ ہے اللہ تعالیٰ کے عطا کرنے کے بغیر کوئی ایک حرف تک نہیں جان سکتا انبیائے کرام کو اللہ تعالیٰ نے اپنے بعض غیب کا علم عطا فرمایا ہے حضور علیہ السلام کا علم اللہ کے علم کے بعد تمام سے زیادہ ہے نیز انبیاء کرام کے صدقے باقی مقبول ہستیاں بھی علم غیب عطا فرمائی گئی ہیں قرآن، حدیث، اقوال مفسرین وشارحین وعقلی دلائل، مخالفین کی عبارتوں سے مسئلہ کی تائید صوفیاء کرام سے مسئلہ کی توثیق اور علمائے کرام کے نظریات سے مسئلہ کی تائید وتصویب کی مثالیں یہ ہیں۔

وما کان اللہ لیطلعکم علی الغیب ولکن اللہ یجتبی من رسلہ من یشاء (العمران)

یعنی اللہ کی شان یہ نہیں کہ اے عام لوگو، تم کو غیب کا علم عطا کرے ہاں اللہ اپنے رسولوں میں سے جسے چاہے غیب کا علم عطا کرنے کے لیے چن لیتا ہے۔

حدیث پاک میں ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا رایت ربی فی احسن صورۃ فوضع کفہ بین کتفی فوجدت بردھا بین ثدی فعلمت ما فی

السموات والارض (مشکوۃ)

یعنی میں نے اس رب کی اچھی صورت میں زیارت کی اس نے اپنا دست قدرت میرے سینہ پر رکھا جس کی ٹھنڈک میں نے دل میں محسوس کی پھر میں نے زمین وآسمانوں کی تمام چیزوں کا علم حاصل کیا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس کی گواہی دیتے ہوئے فرماتے تھے کہ ایک دفعہ حضور علیہ السلام ہمارے پاس کچھ دیر تشریف فرما رہے ابتداء مخلوق سے لیکر یہاں تک خبر وعلم بیان کر دیا کہ جنتی جنت میں داخل ہو گئے اپنے ٹھکانوں پر پہنچ گئے اور دوزخی دوزخ میں اپنی جگہوں پر پہنچ گئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اپنے الفاظ مبارک یہ ہیں فرماتے ہیں۔

قام فینا رسول اللہ ﷺ مقاما فاخبرنا عن بدء الخلق حتی دخل اهل الجنة منازلهم واهل النار منازلهم (بخاری)

یہ آپ علیہ السلام کا معجزہ تھا کہ تھوڑے وقت میں قیامت کے بعد تک کے حالات سنا دیئے۔

امام سیوطی اور صاحب روح البیان علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں فان غیب الحقائق والاحوال لاینکشف بلا واسطة الرسول (روح البیان) ای من الاحکام والغیب (جلالین)

دونوں عبارتوں کا حاصل یہ ہے کہ غیب کے حالات وحقائق دوسروں پر رسول کے واسطہ سے ظاہر ہوتے ہیں اللہ نے انکو غیب واحکام کا علم عطا فرمایا ہے۔

شارح بخاری اپنی شرح بخاری میں فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے ایک ہی نشست میں تمام مخلوق کے تمام حالات کی خبر دے دی ان کے الفاظ یہ ہیں فیہ دلالة علی انه اخبر فی المجلس الواحد بجمیع احوال المخلوقات من ابتداء ها الی انتهائها (عمدۃ القاری شرح بخاری) یہ بتانا تب ہی ممکن ہے جب ان کو علم غیب ہو۔

علمائے کرام نے نبی اکرم علیہ السلام کے علم غیب کو تسلیم کیا ہے قاضی عیاض علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو ہر مصلحت اور واقعہ سے خبردار فرمایا اطلاع و

علم عطا کیا دل کے احوال بھی اور انکی کیفیت بھی بتائی ہے انکے الفاظ ملاحظہ ہوں۔

خص اللہ تعالیٰ به علیه الصلوة والسلام الا طلاع علی جیمع مصالح الدنیا والدین ومصالح امته وما کان فی للاهم وما سیکون فی امته من النقیرو القطیمر و علی جمیع فنون المعارف کا حوال القلب و الفرائض و العبادة والحساب (ماخوذ از خر پوتی شرح قصیدہ بردہ شریف)

امام بوصیری علیہ الرحمۃ جنہوں نے مقبول بارگاہ ہونے کا اعزاز پایا تھا اور قصیدہ بردہ شریف لکھا تھا وہ فرماتے ہیں کہ دنیا و آخرت حضور علیہ السلام کے کرم سے ہے اور لوح و قلم کا علم حضور علیہ الرحمۃ کے علوم میں سے کچھ حصہ ہے الفاظ ملاحظہ ہوں۔

فان من جودك الدنیا و ضرتها

ومن علو مك علم اللوح والقلم

خیال رہے کہ اس قصیدہ کی وجہ سے آپ کو انعام میں چادر ملی تھی معلوم ہوا قصیدہ اور صاحب قصیدہ دونوں مقبول بارگاہ نبوی ہیں ورنہ غلط بات پر مقبولیت وانعام کیسا؟

مخالفین کی عبارت کی مثال یہ ہے مولوی اشرف علی تھانوی نے لکھا ہے کہ رسول اور اولیاء غیب اور آئندہ زمانہ کی خبریں یاد کرتے ہیں انسانی فطرت کا مقتضی یہ نہیں کہ وہ خود مغیبات میں سے کچھ جان سکے لیکن اگر خدا کسی کو کچھ بتادے تو اسے کون روک سکتا ہے۔

(تکمیل الیقین ص135 مطبوعہ پرنٹنگ پریس ہندوستان)

مولوی رشید احمد گنگوہی نے لکھا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کو ہر دم مشاہدہ امور غیبیہ اور تیقظ رہتا ہے۔ (انوار غیبیہ ص23)

خیال رہے کہ یہ دونوں دیو بندیوں کے بڑے مولانا ہیں انھوں نے دوسری جگہ علم غیب کی نفی بھی کی ہے اور علم غیب ماننے والے کو مشرک کا فریدعتی اور نہ جانے کیا کیا کہا ہے دیکھو انکی کتابیں حفظ الایمان اور فتاوی رشیدیہ، اللہ تعالیٰ ایسے تضاد و تعصب سے محفوظ رکھے عقلی دلائل سے ایک دلیل یہ ہے حکیم الامت کے اپنے الفاظ میں ملاحظہ کریں فرماتے ہیں کہ چند سال کامل استاذ کی صحبت میں رہ کر انسان عالم بن جاتا ہے حضور علیہ الصلوۃ والسلام قبل ولادت

پاک کروڑوں برس رب تعالیٰ کی بارگاہ میں خاص میں حاضر رہے تو کیوں نہ کامل عالم ہوں؟ روح البیان میں ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام نے بارگاہ نبوت میں عرض کیا ایک تارہ ستر ہزار سال بعد چمکتا تھا میں نے اسے بہتر (72) ہزار مرتبہ چمکتے دیکھا فرمایا وہ تارا ہم ہی تھے اب حساب لگالو کتنے کروڑ سال دربار خاص میں حاضری رہی۔

اگر شاگرد کے علم میں کمی رہے تو اسکی چار وجہیں ہی ہوسکتی ہیں ایک یہ کہ شاگرد نا اہل تھا استاذ سے پورا فیض نہ لے سکا دوم یہ کہ استاذ کامل نہ تھا کہ مکمل سکھا نہ سکا سوم یہ کہ استاذ یا تو بخیل تھا کہ پورا پورا علم اس شاگرد کو نہ سکھایا یا اس سے زیادہ پیارا کوئی اور شاگرد تھا کہ اسکو سکھانا چاہتا ہے چہارم یہ کہ جو کتاب پڑھائی وہ ناقص تھی ان چار وجہوں کے علاوہ اور کوئی وجہ ہو ہی نہیں سکتی (یہاں یہ قانون لگاؤ) سکھانے والے پروردگار سیکھنے والے رسول اکرم ﷺ سکھایا گیا؟ قرآن اور اپنے خاص علوم بتاؤ رب استاذ کامل نہیں؟ یا رسول اکرم لائق شاگرد نہیں؟ یا حضور علیہ السلام سے بڑھ کر کوئی اور زیادہ پیارا ہے یا قرآن مکمل کتاب نہیں؟ رب کامل عطا فرمانے والا محبوب علیہ السلام کامل لینے والے قرآن کریم کامل کتاب وہی سب سے زیادہ مقبول بارگاہ پھر علم ناقص کیوں ہو؟ (جاء الحق ص 87)

حضرات محترم!

ان مثالوں سے یہ اندازہ کرنا آسان ہے کہ حکیم الامت علیہ الرحمۃ کی یہ تصنیف اعلیٰ معیار کی ہے نیز اس حقیقت کا پتہ بھی لگ گیا کہ آپ اعلیٰ مصنف تھے اپنی تصانیف میں اس خداداد مہارت کو استعمال بھی کیا جو آپ کو عنایت فرمائی گئی تھی آپ کی ساری تصانیف میں اسلوب و انداز وہی ہے جو جاء الحق اور مراۃ شرح مشکوۃ کا ہے اگر طوالت کا خوف نہ ہوتا تو تمام تصانیف پر تبصرہ کرتا بہر حال بطور نمونہ یہی کافی ہے اللہ تبارک و تعالیٰ سے قبولیت کی امید ہے ناظرین سے انصاف کی توقع ہے اور حضرت مصنف علیہ الرحمۃ سے فیض کی تمنا ہے۔

احب الصالحین ولست منهم لعل اللّٰہ یرزقنی صلاحا

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ فقیر کی یہ حقیری کوشش و محنت قبول فرمائے کیونکہ اس کا قانون ہے کہ وہ کسی کا اجر و محنت ضائع نہیں فرماتا جیسا کہ اس کے اس اعلان سے ظاہر ہوتا ہے جو اس

نے جا بجا یاد دلایا ہے کہ۔

1. ان اللّٰہ لا یضیع اجر المومنین (ال عمران سورۃ 3آیت 171)
2. ان اللّٰہ لا یضیع اجر المحسنین (التوبہ 9۔آیت 120)
3. فان اللّٰہ لا یضیع اجر المحسنین (ھود 11۔آیت 115)
4. انا لا نضیع اجر المصلحین (الاعراف 7۔آیت 170)
5. انی لا اضیع عمل عامل منکم (ال عمران 3۔آیت 195)

نتیجۂ بحث:

1. حکیم الامت علیہ الرحمۃ کی تصانیف کا معیار بہت بلند ہے۔
2. آپ اچھے مصنف تھے۔
3. آپ کی تصانیف علم وحکمت سے لبریز ہیں۔
4. آپ نے قرآن وسنت کے علاوہ بھی بہت سے دلائل کا التزام واہتمام فرمایا۔
5. آپ کی کتب جامع مانع اور نافع ہیں۔

باب ۲۵

حکیم الامت بطور ماہر علم وجہ تسمیہ

1. وجہ تسمیہ کا مفہوم
2. شرائط وجہ تسمیہ
3. فوائد وجہ تسمیہ
4. حکیم الامت کی بیان کردہ وجوہ پر ایک نظر
5. نتیجہ بحث

باب ۲۳

حکیم الامت بطور ماہر علم وجہ تسمیہ

(1) وجہ تسمیہ کا مفہوم

(2) شرائط وجہ تسمیہ

(3) فوائد وجہ تسمیہ

(4) حکیم الامت کی بیان کردہ وجوہ پر ایک نظر

(5) نتیجہ بحث

وجہ تسمیہ کا مفہوم:

وجہ کا مادہ ہے (و، ج، ہ) اس کے چند معنی ہیں، چہرہ، ذات، قرآن مجید میں ہے (الی وجہت وجھی) رضا قرآن مجید میں ہے (انما نطعمکم لوجہ اللّٰہ) (کل شیء ھالک الا وجھہ) جہت، سمت۔ (تفسیر نعیمی ج 1 ص 625، مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ گجرات پاکستان)

تسمیہ بمعنی نام رکھنا یہ باب تفعیل کا مصدر ہے۔

معنی کا حاصل یہ ہوا کہ جس اصطلاح یا مفہوم کو جو نام دیا گیا وہ کس اعتبار سے ہے؟ لغوی اور اصطلاحی معنی میں مناسبت کیا ہے؟ وغیرہ وغیرہ۔

شرائط:

وجہ تسمیہ بیان کرنے والے کے لیے چند امور لازم ہیں مثلاً

1. علوم متداولہ بالخصوص علم اشتقاق اور علم الصرف پر مکمل عبور رکھتا ہو۔
2. عقل مند اور سلیم الطبع کیونکہ جاہل اور سقیم الطبع کے بس کا روگ ہی نہیں۔
3. وسیع المطالعہ ہو۔
4. باریک بینی سے وجوہ کا انطباق کرنے والا ہو۔
5. علم معانی پر مکمل دسترس رکھنے والا ہو۔ وغیرہ وغیرہ

فوائد:

وجہ تسمیہ سے کئی فوائد حاصل ہوتے ہیں مثلاً

1. قارئین کو مکمل لفظی تحقیق حاصل ہو جاتی ہے۔
2. معانی اور الفاظ کا اجتماع و امتزاج اس کے لئے دل چسپی کا باعث ہوتا ہے۔
3. معلومات میں اضافہ ہوتا ہے۔
4. وجہ تسمیہ سے حاصل شدہ معلومات دیرپا ہوتی ہیں بسا اوقات لفظ بھول جاتا ہے۔ اور بسا اوقات معنی لفظ، وجہ تسمیہ کے ذریعے ایک امر کو ملاحظہ کر کے دوسری کا یاد آ

بہت ممکن ہے وغیرہ وغیرہ۔

حکیم الامت کی بیان کردہ وجوہ پر ایک نظر:

حکیم الامت علیہ الرحمۃ کی کتب کا مطالعہ کرنے والے حضرات پر مخفی نہیں کہ وہ اس علم وفن کتنے ماہر ومشاق تھے، عربی گرائمر ہو یا فارسی لغت، اردو زبان ہو یا ہندی وغیرہ ہر لغت کے ماہر تھے وجہ تسمیہ بیان کرنے پر ان کو ملکہ حاصل تھا۔

نہایت مہارت اور باریک بینی سے وہ وجہ تسمیہ بیان کرتے تھے۔

انطباق کا طریقہ بھی نہایت پیارا ہوتا تھا۔

وجہ تسمیہ پر قرآن اور احادیث سے بھی تائید ذکر کرتے تھے۔

وجہ تسمیہ کے دیگر متعلقات اور مناسبات بھی بیان کر دیتے تھے۔

بعض وجوہ کا تذکرہ بطور مثال درج ذیل ہے۔

قرآن:

1. لفظ قرآن یا تو قرءٌ سے بنا ہے، یا قراءۃٌ سے اور یا قرنٌ سے بنا ہے (تفسیر کبیر) قرء کا معنی ہے جمع ہونا اب قرآن کو اس لئے قرآن کہا جاتا ہے کہ یہ اولین وآخرین کے علوم کا مجموعہ ہے دنیا کا کوئی علم ایسا نہیں جس کا قرآن میں ذکر نہ ہو اسی لئے رب تعالیٰ نے فرمایا **نزلنا علیك الکتاب تبیانا لکل شیٔ**O
نیز قرآن سورتوں اور آیات کا مجموعہ ہے تب بھی قرآن کہلاتا ہے، نیز یہ بکھرے ہوؤں کو جمع کرنے والا ہے تب بھی قرآن کہلاتا ہے دیکھو، ہندی، سندھی، عربی، عجمی، اور رومی وغیرہ الگ الگ اور بکھرے ہوئے ہیں ان کے لباس، طعام غذاء، زبان اور زندگی گزارنے کے طریقے مختلف ہیں کوئی صورت ہی نہ تھی کہ یہ بکھرے ہوئے جمع ہوں لیکن قرآن نے ان کو جمع فرمایا اور ان کا نام مسلمین رکھا رب فرماتا ہے (**سمّٰکم المسلمین**) جیسے شہد مختلف باغوں کے رنگ برنگے پھولوں پھلوں کا رس ہے مگر ان سب رسوں کے مجموعہ کا نام شہد ہے اسی طرح مسلمان مختلف ملکوں اور مختلف زبانوں کے لوگ ہیں مگر ان کا نام ہے مسلمان، تو گویا یہ کتاب۔

اللہ کے بکھرے بندوں کو جمع فرمانے والی ہے تب قرآن کہلاتی ہے۔ اسی طرح زندوں اور مردوں میں بظاہر کوئی تعلق نہ تھا لیکن اس کتاب نے ان کو بھی جمع فرما دیا مردے مسلمان زندوں سے فیض لینے لگے قرآن سے ان کو ایصال ثواب کیا جانے لگا اور زندے وفات شدہ حضرات سے فیض یاب ہونے لگے کیوں کہ انھوں نے اسی قرآن سے فیض لیکر اعلیٰ مراتب و مناصب پائے تھے ولی ہوئے تھے قطب و غوث ہوئے تھے، ان کا فیض انکی وفات کے بعد بھی جاری ہوا لفظ قرآن قسراۃ سے بننے کی صورت میں وجہ تسمیہ یہ ہوگی کہ قرأۃ کا معنی ہے پڑھی ہوئی، تلاوت کی ہوئی اب اس وجہ سے قرآن کو قرآن کہا گیا کہ باقی انبیاء کرام کو کتابیں لکھی ہوئی ملیں جیسے موسیٰ علیہ السلام کو تورات لکھی ہوئی عطا ہوئی یا باقی انبیاء کو صحائف مکتوبی شکل میں ملے لیکن قرآن پڑھا ہوا اترا تلاوت ہو یا ہوا نازل ہوا۔ اس طرح کہ حضرت جبریل علیہ السلام حاضر ہوتے اور پڑھتے سناتے تھے، یا وجہ تسمیہ یہ ہوگی کہ جس قدر قرآن پڑھا گیا اس قدر کوئی دینی دنیاوی کتاب نہ پڑھی گئی کیونکہ آدمی جو کتاب بناتا ہے لکھتا ہے وہ کچھ آدمیوں تک ہی پہنچتی ہے اور کچھ زمانہ بعد ختم ہو جاتی ہے، کچھ دفعہ پڑھنے کے بعد اس کو پڑھنا بند ہو جاتا ہے لیکن قرآن کی یہ شان ہے کہ سارے عالم کی طرف آیا ساری خدائی میں پہنچا، سب نے پڑھا بار بار پڑھا پھر بھی دل نہ بھرا، اکیلے پڑھا، جماعت وتراویح میں پڑھا شبینہ ومجالس میں پڑھا، اس عظمت کے ساتھ کوئی کتاب نہ پڑھی گئی نہ پڑھی جائے گی۔

یا لفظ قرآن قسر■ سے بنا ہے جس کے معنی ہیں ملنا، ساتھ رہنا، اب وجہ تسمیہ یہ ہوگی کہ حق اور ہدایت قرآن سے ملتے ہیں لہٰذا یہ قرآن کہلاتا ہے یا حق اور ہدایت قرآن کے علاوہ نہیں بلکہ اس کے ساتھ ہیں یا اس وجہ سے یہ قرآن کہلاتا ہے کہ قرآن کی تمام سورتیں اور آیات آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ ہیں۔ اور جدا جدا نہیں بلکہ ملی ہوئی ہیں یا اس کو اس وجہ سے قرآن کہا جاتا ہے کہ یہ مسلمان کے ساتھ رہتا ہے دل کے ساتھ ہے خیال کے ساتھ ہے ظاہری اور باطنی اعضاء کے ساتھ ہے کہ ان کے ذریعہ دل تک پہنچا اس کو مسلمان بنایا ہاتھوں پاؤں کو حرام سے روک کر حلال سے ملایا سر سے قدم تک ہر عضوء میں اپنا رنگ جمایا۔

نیز یہ قرآن ہر حال میں ساتھ رہتا ہے تب اس کو قرآن کہتے ہیں بچہ پن میں ساتھ

ہے جوانی میں ساتھ، بڑھاپے میں ساتھ، تخت پر ساتھ، تختے پر ساتھ، گھر میں ساتھ مسجد میں ساتھ، آبادی میں ساتھ جنگل میں ساتھ، سونے وقت ساتھ، جاگتے وقت ساتھ مصیبت میں ساتھ، آرام میں ساتھ، سفر و حضر میں ساتھ، مرتے وقت ساتھ کہ پڑھتے اور سنتے ہوئے مرنا اعلیٰ اور قابل رشک ہے، قبر میں ساتھ تب ہی بعض صحابہ کرام بعد از وفات تلاوت کرتے ہوئے مشاہدہ کیے گئے، حشر میں ساتھ، کہ گناہ گار کو خدا سے بخشوائے پل صراط پر نور بن کر آگے چلے راستہ بتائے، جنت میں ساتھ، کہ فرمایا جائے گا پڑھتا جا منازل طے کرتا جا، غرضیکہ ایسی مبارک نعمت ہے جو کبھی بھی کسی موڑ پر ساتھ نہیں چھوڑتی۔ (ملخصاً از تفسیر نعیمی ج 1 ص 7)

۲ فاستعذ باللّٰہ من الشیطان الرحیم ۝

لفظ شیطان میں دو قول ہیں یا تو یہ شطنٌ (ش، ط، ن) سے بنا یا شیطٌ (ش، ی، ط) سے ہے۔

شطن کے معنی ہیں دور ہونا، چونکہ ابلیس بھی پہلے اللہ کا قریبی تھا پھر اس کی نافرمانی کر کے اس کی بارگاہ سے دور ہو گیا اس وجہ سے شیطان کہلایا۔

شیط کے معنی ہیں ہلاک ہونا، باطل ہونا، چونکہ ابلیس بھی سرکشی اور بغاوت کی وجہ سے ہالک ہوا اور اس کی ساری نیکیاں برباد و باطل ہو گئیں لہٰذا شیطان کہلایا۔

۳ رجیم رجم (ر، ج، م) سے بنا جس کے معنی ہیں نکالنا (رجم کرنا) پھینک کر مارنا اور لعنت کرنا۔

پہلی صورت میں وجہ تسمیہ یہ ہے کہ شیطان پہلے پہل فرشتوں کے ساتھ رہتا تھا پھر اس نے نبی کی عظمت کا انکار کیا رب نے اس کو نکال دیا فرمایا فاخرج منها فانك رجيم ۝ یہ شیطان رجیم کہلایا۔

دوسری صورت میں وجہ تسمیہ یہ ہوئی کہ اب یہ شیطان آسمانوں پر جانے کی کوشش کرے تو اس کو ایک ٹوٹا ہوا تارہ پھینک کر مارا جاتا ہے جس کو شہاب ثاقب کہا جاتا ہے اس وجہ سے اس وجہ سے اس کو رجیم کہتے ہیں۔

تیسری صورت میں وجہ تسمیہ یہ ہوگی کہ اس شیطان پر تا قیامت خدا رسول فرشتوں

اور تمام انسانوں کی لعنت ہوتی ہے لہٰذا یہ رجیم کہلایا، رب فرماتا ہے ان علیک اللعنۃ الی یوم الدین ٥ (ملخصاً از تفسیر نعیمی ج1 ص28)

● الرحمٰن الرحیم ٥

رحمٰن اور رحیم دونوں کا مادہ (ر، ح، م) ہے رحمٌ کا معنی ہے دل کا نرم ہونا، کسی پر مہربانی کرنا، عورت کی بچہ دانی کو بھی اس وجہ سے رحم کہتے ہیں کہ وہ اپنے پیٹ کے بچہ پر مہربان ہوتی ہے اور بچہ کو اس سے بہت انس ہوتا ہے جن لوگوں کا آپس میں رحمی رشتہ ہوتا ہے وہ ایک دوسرے پر مہربان ہوتے ہیں بھائی بھتیجے، بھانجے یہ سب ایک دوسرے سے محبت بھرا برتاؤ کرتے ہیں اسی لئے ان کو ذی رحم کہا جاتا ہے۔

مگر رب تعالیٰ چونکہ دل وجسم سے پاک ہے لہٰذا اس کے حق میں رحم کے معنی ہوں گے فضل فرمانے والا احسان کرنے والا۔

خیال رہے کہ رحمان اور رحیم میں چند فرق ہیں۔

1. رحمان کے معنی ہیں سب پر عام رحم فرمانے والا اور رحیم کے معنی ہیں خاص خاص پر خاص رحم فرمانے والا دیکھو، ہوا، پانی، روشنی وغیرہ سب کو بلا فرق عطا فرمائیں کیونکہ رحمان ہے لیکن حکومت، دولت ولایت، نبوت، رسالت، سب کو نہ دیئے کیونکہ رحیم ہے۔
2. دنیا میں دوست دشمن، مسلمان کافر سب کو رحمتوں سے نوازا کیونکہ رحمان ہے مگر آخرت میں مسلمانوں پر رحم اور کافروں پر قہر فرمائے گا کیونکہ رحیم ہے۔
3. بڑی بڑی نعمتیں اس سے مانگیں تو بھی عنایت فرماتا ہے کیونکہ رحمان اور چھوٹی چھوٹی نعمتیں مانگی جائیں تو بھی دیتا ہے ناراض نہیں ہوتا حالانکہ بڑے سے معمولی شئی مانگو تو وہ ناراض ہوتا ہے جیسے غریب سے بڑی شئی مانگو تو وہ ناراض وعاجز ہوتا ہے لیکن رب تعالیٰ کی یہ شان ہے کہ وہ ناراض نہیں ہوتا جو مانگو دیتا ہے، کیونکہ رحیم ہے۔
4. بعض نعمتیں بلاواسطہ دیتا ہے اور بعض واسطہ کے ذریعہ دیتا ہے دیکھو جان وروح ہم کو بلاواسطہ دی مگر جسم اور اسکی ضروریات واسطہ کے ذریعہ دیں۔ ہوا، پانی، دھوپ

اور چاندنی واسطہ کے بغیر دیں کیونکہ رحمان ہے مگر دواء، غذا، لباس وغیرہ بندوں کے واسطہ سے دیتا ہے کیونکہ رحیم ہے۔

⑤ بعض نعمتیں عارضی دیں بعض ہمیشہ ہمیشہ کے لیے، اول کی مثال دنیاوی زندگی اور ساز و سامان ثانی کی مثال، جان ایمان تقویٰ اور نیکیاں وغیرہ عارضی نعمتوں کے لحاظ سے وہ رحمان ہے اور دائمی نعمتوں سے مالا مال کرنے کے اعتبار سے وہ رحیم ہے۔ (ملخصہ از تفسیر نعیمی ج1 ص40)

④ فاتوا بسورۃ من مثلہ ٥

لفظ سورت یا تو سور (س، و، ر) سے بنا ہے یا سئور (س، ء، ر) سے ہے پہلی صورت میں سورت کے معنی ہوں گے شہر پناہ، منزل، درجہ، اور قوت اسی آخری معنی سے عربی محاورۃ ہے سورۃ الاسد شیر کی قوت، سورت کی اس وجہ سے سورت کہا جاتا ہے کہ وہ بیان شدہ قرآنی مضمون کو گھیرے ہوئے ہوتی ہے یا پڑھنے والا اس کو اس طے کرتا ہے جیسے مسافر منزلیں پار کرتا ہے، یا اس وجہ سے کہتے ہیں کہ سورت میں قوت آیات کے مقابلہ میں زیادہ ہوتی ہے۔

دوسری صورت میں سورت کے معنی ہیں ٹکڑا، بچی ہوئی چیز، اب وجہ تسمیہ یہ ہوگی کہ یہ بھی قرآن کا ایک جز ہوتی ہے لہٰذا اس کو سورت کہا جاتا ہے۔

خیال رہے کہ اصطلاح میں سورت اس حصہ قرآنی کو کہا جاتا ہے جس میں پورا مضمون بیان ہوا ہو اور اس کا کوئی نام بھی ہو اور اس میں کم از کم تین آیات ہوں۔ (ملخصہ از تفسیر نعیمی ج1 ص207)

⑤ وبشر الذین امنوا وعملوا الصلحت:

بشر بشارت سے بنا ہے جس کا مادہ ہے (ب ش ر) معنی ہے خوش خبری کو بشارت اس وجہ سے کہتے ہیں کہ وہ بشـــرہ سے ماخوذ ہے معنی ہے ظاہری جلد سامنے نظر آنے والی کھال، چونکہ اچھی خبر کا اثر چہرے پر ظاہر ہو جاتا ہے سنکر مسکراہٹ آجاتی ہے چہرے کا رنگ سرخ ہو جاتا ہے اس لیے اسے بشارت کہا جاتا ہے۔ (ملخصہ از تفسیر نعیمی ج1 ص215)

⑥ لھم جنت تجری ٥

جنات جنت کی جمع ہے مادہ ہے جن (ج، ن، ن) معنی ہے اوجھل ہونا، چھپ جانا

نظر نہ آنا، اسی سے ہے جنات جن کی جمع کیونکہ وہ بھی آنکھوں سے اوجھل ہوتے ہیں نظر نہیں آتے اسی سے ہے جنین پیٹ میں موجود بچہ وہ بھی پیٹ میں چھپا ہوا ہونے کی وجہ سے نظر نہیں آتا جنین کہلاتا ہے اسی سے ہے جنت وہ بھی آنکھوں سے اوجھل ہوتی ہے تب جنت کہلاتی ہے یا اس لئے کہ اس میں گھنے باغ ہیں چونکہ گھنے باغوں کی زمین چھپی ہوئی ہوتی ہے درختوں سے ڈھکی ہوئی ہوتی ہے اس اعتبار سے اس کو جنت کہا جاتا ہے۔ (ملخصاً از تفسیر نعیمی شرح مشکوٰۃ، ج1 ص216)

و اذ قال ربك للملئكة ○

ملئکۃ، ملک کی جمع ہے بمعنی فرشتہ یہ لفظ ملوکہ سے بنا ہے جس کے معنی ہیں پیغام اہل عرب کہتے ہیں، ملکنی الیہ یعنی مجھ کو اس کی طرف بھیجا، اس سے مالک بنا اس سے بدل کر یہ لفظ ملئك ہوا، پھر ہمزہ گر گیا ملک رہ گیا اس ملک کی جمع ہے ملائك بروزن شمائل، پھر جمع کو مونث بنانے کے لیے "تاء" لگا دی اب اس کا معنی ہوگا قاصد، فرشتوں کو ملائك اس وجہ سے کہتے ہیں کہ یہ بھی اللہ اور رسول کے درمیان وحی کے معاملہ میں قاصد ہوتے ہیں یا اس وجہ سے کہ یہ اس دنیا میں رحمت اور عذاب لیکر آتے ہیں۔

خیال رہے کہ فرشتوں کے اجسام نور کے بنے ہوئے ہوتے ہیں اور ان میں طاقت بہت زیادہ ہوتی ہے تفسیر روح البیان میں ہے کہ انکی تعداد بہت زیادہ ہوتی ہے انسان جنات کا دسواں حصہ ہیں جن وانس خشکی کے جانوروں کا دسواں حصہ، یہ سب مل کر پرندوں کا دسواں حصہ، اور یہ ساری تعداد مل کر دریائی جانوروں کا دسواں حصہ ہیں۔ اور یہ تمام مجموعہ ان فرشتوں کا دسواں حصہ ہے جو زمین پر متعین ہیں پھر یہ تمام کا تمام مجموعہ پہلے آسمان کے فرشتوں کا دسواں حصہ ہے، اسی ترتیب سے ساتوں آسمانوں تک حساب ہے، پھر ساتوں آسمانوں کے فرشتوں سمیت یہ ساری تعداد ان فرشتوں کے مقابلہ میں بہت تھوڑی ہے جو مقام کرسی پر مقرر ہیں وہ سارے مل ملا کر عرش الٰہی پر موجود فرشتوں کے مقابلہ میں بہت ہی قلیل التعداد ہیں، عرش الٰہی کے پیچھے لاکھ پردے ہیں ہر پردہ پر اتنی ہی تعداد میں فرشتے ہیں جتنی تعداد تمام پردے کے فرشتوں کا مجموعہ ہے پھر یہ سارا حساب مل ملا کر ان فرشتوں کے مقابل ایسا مقام و اندازہ رکھتا ہے جیسا قطرہ دریاء کے مقابل رکھے جو فرشتے عرش اعظم کے اردگرد گھوم پھر رہے ہیں قرآن

میں ہے کہ ان کی تعداد اللہ تعالیٰ ہی کو معلوم ہے۔ وما یعلم جنود ربك الاھو .

(محصلہ از تفسیر نعیمی ج 1 ص 248)

❼ انی جاعل فی الارض خلیفه o

خلیفہ خلف سے بنا مادہ ہے (خ، ل، ف) معنی ہے، پیچھے خلیفہ صفت مشبہ ہے جس کا معنی ہے پیچھے آنے والا یا نائب جو اصل کی غیر موجودگی میں اصول والے کام کرے خلیفہ کو خلیفہ اس لیے کہا جاتا ہے کہ وہ اصل کے پیچھے آتا ہے۔

خیال رہے کہ خدا ہر وقت موجود ہے کہ وہ حی و قیوم ہے اس کو خلیفہ بنانے کی کوئی ضرورت نہیں کیونکہ ضرورت محتاجی پر دلالت کرتی ہے جس سے رب تعالیٰ پاک ہے خلیفہ اس نے بندوں کی ضرورت کی بنا پر بنایا کیونکہ بندوں کی اس تک رسائی نہیں لہٰذا درمیان میں ایسے واسطے کی بندوں کو ضرورت ہوئی جو رب سے فیض لے اور بندوں کو دے۔

خلیفہ کے کام واقسام اور احکام کی تفصیل تفسیر نعیمی ج 1 میں ملاحظہ کی جائے۔

خیال رہے کہ لفظ خلف میں ایک باریک رمز ہے وہ یہ کہ یہ لفظ دو معنوں میں آتا ہے اور لام پر زبر سے فرق معلوم کرتے ہیں خلف (بسکون الام) کے معنی ہیں ناخلف نالائق نااہل قرآن مجید سے اسکی امثلہ درج ذیل ہیں۔

❶ فخلف من بعد ھم خلفٌ o (الاعراف 7 آیت 169)

❷ فخلف من بعد ھم خلف اضاعوا الصلوة واتبعوا الشھوات o

(مریم 19 آیت 59)

آیات میں جو کچھ بتایا گیا اس کا حاصل یہ ہے کہ زاغوں کے تصرف میں ہے عقابوں کا نشیمن۔

یعنی نااہل لوگ اہلوں کی جگہ آئے تو خرابیاں پیدا ہوئیں۔

(تفسیر نعیمی مع اضافہ ج 1 ص 250)

❾ ویقیمون الصلوة o

لفظ صلوة صلی (ص، ل، ی) سے بنا ہے یا صلوٌ (ص، ل، و) سے ہے۔

صلی کے معنی ہیں آگ سے گرمی حاصل کرنا قرآن میں ہے لعلکم تصطلون ٥
اب نماز کو صلوۃ یا تو اس وجہ سے کہتے ہیں کہ اس کی برکت سے ٹیڑھے آدمی سیدھے ہوتے ہیں۔ جیسے گرم کر کے ٹیڑھا بانس سیدھا کیا جاتا ہے صلی کا معنی لازم پکڑنا بھی ہے قرآن میں ہے تصلی نارا حامیة ٥ چونکہ نماز بھی مسلمان کے لیے لازم رہتی ہے لہٰذا اس کو صلوۃ کہا جاتا ہے صلو (ص ل و) سے صلوۃ بمعنی سرین ہے چونکہ ارکان نماز کی ادائیگی میں سرین کی حرکت بھی شامل ہے لہٰذا اس کو صلوۃ کہا گیا۔

خیال رہے کہ لفظ صلوۃ قرآن نے پانچ معنوں میں ذکر کیا

١ تعریف جیسے اس آیت میں ہے یصلون علی النبی٥

٢ دعا، جیسے وصل علیهم ٥

٣ تلاوت قرآن۔ جیسے ولا تجهر بصلوتك ٥

٤ رحمت جیسے صلوت من ربهم

٥ نماز جیسے اقیموا الصلوة ٥ (ملحضا از تفسیر نعیمی ج1 ص119)

١٠ واتوا الزكوة٥

زکوۃ کا لفظی معنی ہے بڑھنا، پاک ہونا قرآن پاک ہے غلاما زکیا ٥ دوسری آیت میں فرمایا قد افلح من تزکی ٥ عرب والے کہتے ہیں زکا الزرع، زکوۃ کو زکوۃ اس وجہ سے کہتے ہیں اس سے باقی مال پاک صاف ہو جاتا ہے جیسے ناخن اتارنے یا ختنہ کرنے سے جسم پاک صاف ہو جاتا ہے نیز زکوۃ سے بظاہر تو مال گھٹتا ہے لیکن درحقیقت اس میں اضافہ و برکت ہوتی ہے بلائیں دور ہوتی ہیں مصیبت سے امن نصیب ہوتا ہے۔ (ملحضا از تفسیر نعیمی ص322 ج1)

١١ تغفر لكم خطيكم ٥

نغفر غفر سے ہے مادہ ہے (غ، ف، ر،) معنی ہے چھپانا، چھلکے کو بھی اسی وجہ سے غفر کہتے ہیں کہ وہ بھی گری و مغز کو چھپائے ہوئے ہوتا ہے معافی دینے اور بخشنے کو بھی مغفرت اس وجہ سے کہتے ہیں کہ بخشش سے گناہ چھپ جاتا ہے۔ (تفسیر نعیمی ج1 ص383)

١٢ اضرب بعصاك الحجر ٥

عصا کا مادہ عصو (ع ص و) ہے یا عصی (ع ص ی) ہے بمعنی نافرمانی عصا کو اس وجہ سے عصا کہتے ہیں کہ اس کے ذریعہ نافرمانی کرنے والوں کی اصلاح کی جاتی ہے موسیٰ علیہ السلام کی لاٹھی مبارک بھی فرعون کی اصلاح کے لئے تھی۔ خیال رہے کہ عصو عصی، عصیان اور معصیت تقریباً ہم معنی ہیں۔ (ملخصاً از تفسیر نعیمی ج 1 ص 392)

۱۳ والذین ھادوا

ھادوا ہود سے جس کا معنی ہے رجوع کرنا، توبہ کرنا یہودیوں کو، یہودی اس لیے کہا جاتا ہے کہ انھوں نے گائے کے بچھڑے کو پوجنے کے بعد اس جرم سے توبہ کی تھی قرآن میں ہے کہ انھوں نے کہا ھدنا الیك باری تعالیٰ ہم نے توبہ کی تیری طرف رجوع کرلیا۔ یہ یہ لفظ یہودا کی طرف منسوب ہے جو حضرت یعقوب علیہ السلام کے بڑے بھائی تھے اب وجہ تسمیہ یہ ہوگی کہ یہودی حضرت یعقوب علیہ السلام کے بڑے بھائی یہودا والے لوگ ہیں یا جس کا مادہ ہود ہے اس اعتبار سے یہودی کی وجہ تسمیہ یہ بھی ہوسکتی ہے ھود کا معنی حرکت اور جھومنا بھی ہے یہودی بھی تورات ملنے کی خوشی میں جھوم اٹھے تھے اور اسکی تلاوت کرتے وقت بھی جھومتے تھے حرکت کرتے تھے۔ ھود کا معنی راہبری کرنا خبر دینا بھی ہے اس اعتبار سے یہودی کی وجہ تسمیہ یہ ہوگی کہ یہ لوگ بھی بادشاہ وقت کی راہبری کرتے اس کو انبیاء کرام کے بارے میں خبر دیتے پھر وہ ان کو قتل کردیتا تھا لہٰذا ان کو یہودی کہا گیا۔ (ملخصاً از تفسیر نعیمی ج 1 ص 408)

والنصاریٰ o

یہ لفظ نصرٌ سے بنا مادہ ہے (ن، ص، ر) عیسائیوں کو نصاریٰ یا نصرانی اس وجہ سے کہتے ہیں انھوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی مدد کی جب انھوں نے فرمایا تھا کہ من انصاری الی اللّٰہ (القرآن) تو ان کے ساتھیوں نے کہا تھا نحن انصار اللّٰہ o (القرآن) یا اس وجہ سے کہتے ہیں کہ وہ لوگ ناصرہ نام کے ایک گاؤں میں رہتے تھے جہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام اکثر تشریف لایا کرتے تھے۔

خیال رہے کہ نصر کے معنی ہیں مدد کرنا اور انصاری کے معنی ہیں مددگار اس لفظ ہی سے منفی ذہن کے ان لوگوں کی تردید ہوگئی جو کہتے ہیں کہ غیر اللہ سے مدد مانگنا کفر ہے اس کی

مکمل بحث جاء الحق میں ملاحظہ ہو۔ (تفسیر نعیمی مع اضافہ ج 1 ص 408)

⑮ والصائبین ٥

صابی کی جمع ہے صابین یہ لفظ صباء سے بنا ہے جس کے معنی ہیں نکل جانا اب وجہ تسمیہ یہ ہوگی کہ یہ لوگ بھی یہودی مذہب سے نکل گئے اور ستارہ پرست بن گئے لہٰذا صابی کہلائے، یا صباء کا معنی ہے انڈیلنا کوٹنا، گرا دینا، اب وجہ تسمیہ یہ ہوگی کہ ان لوگوں نے انبیاء کرام کو شہید کیا اور شہادت سے پہلے ان کو گرایا اور ان کے سر پر کھولتا ہوا پانی انڈیلا جیسا کہ روایات میں مذکور ہے، ان کی اقسام و تفصیل سے آگاہی کے لیے تفسیر نعیمی ج 1 ملاحظہ ہو۔

(محصلہ از تفسیر نعیمی ج 1 ص 409)

⑯ ان تذبحوا بقرۃ ٥

بقرۃ کے لفظی معنی ہیں چیرنا، پھاڑنا، گائے اور بیل کو بھی بقرہ کہتے ہیں کیونکہ بذریعہ ہل وہ بھی زمین پھاڑتے چیرتے ہیں بڑے عالم کو بھی باقر علوم کہا جاتا ہے (کہ وہ ہر طرح کے حالات و مصائب کے پردے چیر کر علم حاصل کر لیتا ہے) (محصلہ از تفسیر نعیمی ج 1 ص 424)

⑰ لما یتفجر منہ الانہار ٥

یتفجر فجر سے ہے مادہ ہے (ف، ج، ر) معنی ہے ظاہر ہونا خوب کھل جانا صبح صادق کو فجر اسی معنی میں کہا جاتا ہے کہ اندھیرا ختم ہوتا ہے اور اجالا خوب کھل جاتا ہے سرعام اعلانیہ گناہ کرنے کو فجور اور کرنے والے کو فاجر بھی اسی معنی میں کہتے ہیں کیونکہ یہ بھی خوب ظاہر ظہور ہوتے ہیں۔ (محصلہ تفسیر نعیمی ج 1 ص 443)

⑱ واذ نجینکم من ال فرعون ٥

نجینکم میں کم ضمیر ہے اور نجینا نجو سے بنا ہے مادہ ہے (ن، ج، و) معنی ہے علیحدہ ہونا، اونچی جگہ، اس نجو سے بہت مشتقات ہیں لیکن علیحدگی کا معنی تمام میں ملحوظ و موجود ہے۔

❶ نجات بھی نجو سے بنا نجات کو اس وجہ سے نجات کہتے ہیں آدمی فتنہ سے بھاگ جاتا ہے علیحدہ ہو جاتا ہے لہٰذا اس کی جان بچ جاتی ہے۔

❷ استنجاء بھی نجو سے بنا ہے کیونکہ یہ بھی علیحدگی میں کرتے ہیں۔

- مناجات کو بھی مناجات اس وجہ سے کہا جاتا ہے وہ بھی علیحدگی میں کی جاتی ہے۔
- نجویٰ بمعنی مشوری بھی نجو سے بنا کہ وہ بھی علیحدگی میں کیا جاتا ہے۔

(از تفسیر نعیمی ج1 ص364)

۱۹ ثم بعثنا من بعده موسی o

لفظ موسیٰ میں دو حصے ہیں ایک ہے مو اور دوسرا سی ہے مو کا معنی پانی ہے جبکہ سیٰ کے معنی ہیں ساگوان درخت کی لکڑی کا بنا ہوا صندوق، اب موسیٰ کی وجہ تسمیہ یہ ہوگی آپ کو جب حکم الٰہی کے تحت آپ کی والدہ نے صندوق میں ڈال کر دریا کے سپرد فرمایا تھا تو وہ صندوق اسی لکڑی کا بنا ہوا تھا جب پانی میں بہتے ہوئے آپ کا وہ صندوق فرعون کے گھر کے پاس سے گزرا تو اس کی مسلمان بیوی حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا نے آپکو پانی سے باہر نکال لیا اور آپ کا نام موسیٰ رکھا۔ (تفسیر نعیمی ج9 ص60 ملخصا)

۲۰ ان هذا لسحر عليم o

ساحر سحر سے بنا مادہ ہے (س، ح، ر) معنی ہے چھپنا، چھپی ہوئی چیز سویرے کے وقت کو بھی سحر کہتے ہیں کیونکہ وہ ابھی قدرے اندھیرے میں چھپا ہوا ہوتا ہے چیزیں مکمل ظاہر نہیں ہوتیں سینہ کو بھی سحر کہا جاتا ہے کما فی الروية بين سحری و نحری کیونکہ وہ بھی قمیص میں چھپا ہوا ہوتا ہے جادو کو بھی سحر کہا جاتا ہے کیونکہ اس کے ذریعہ خفیہ اسباب سے کچھ کو کچھ کر کے دکھایا جاتا ہے دیکھنے والے کی آنکھ پر پردہ پڑا رہتا ہے تب ہی اسے کچھ کا کچھ نظر آتا ہے۔ (تفسیر نعیمی ج9 ص75)

۲۱ وارسل فی المدائن

مدائن مدینہ کی جمع ہے اس کی تحقیق میں تین قول ہیں یا تو یہ لفظ مدن (م دن) سے بنا ہے بمعنی اقامت پذیر ہونا ٹھہرنا، مدن یمدن مدناً۔

یا یہ لفظ دان یدین سے مصدر ہے مدینہ بمعنی قبضہ، ملکیت کی جگہ، معشیه کے ہم وزن ہے یا اس لفظ کی اصل مدیونة بروزن مغلوبة ہے یعنی بادشاہ کے تسلط و قبضہ کی جگہ حاصل یہ کہ مدینہ اور مصر دونوں ہم معنی ہے دونوں کا معنی شہر ہے۔ (محصلہ از تفسیر نعیمی ج9 ص76)

٢٢ نکص علےٰ عقبیہ ٥

نکص کا مادہ (ن،ک،ص) ہے معنی ہے الٹے پاؤں لوٹنا عقبیہ میں عقب کا مادہ ہے (ع ق ب) معنی ہے پیچھے ایڑھیوں کو بھی عقب اس وجہ سے کہا جاتا ہے کہ وہ قدم کے پیچھے ہوتی ہیں اسی سے بیعت عقبہ۔ (ملخصہ از از تفسیر نعیمی ج10 ص38)

■ کالتی نقضت غزلها .

اس آیت میں جس عورت کا ذکر ہے اس کا نام جعرانہ تھا یہ عورت سعد کی بیٹی تھی اب ایک مقام کا نام ہے مقام جعرانہ اس کی وجہ تسمیہ اس عورت کے نام کی مناسبت سے ہے خیال رہے یہاں سے ہی حضور اقدس ﷺ نے عمرہ فرمایا تھا اور ستر (70) انبیاء کرام کے عمرہ کرنے کا مقام بھی یہی مقام جعرانہ تھا۔ (ملخصہ از تفسیر نعیمی ج10 ص240)

● ان عدة الشهور عند الله اثنا عشر شهراً ٥

اسلامی ماہ کی کل تعداد بارہ (12) ہے جنکا احاطہ و تذکرہ درج ذیل شعر میں ہے۔

چوں محرم بگزرد آید بزد د تو صفر
پس ربیعین و جمادی و رجب آید ببر

باز شعبان است و ماہ صوم و عید و ذوالقعد
بعد از آں ذوالحجہ نام ماہ ہا آید بسر

ان کی وجہ تسمیہ درج ذیل ہے۔

محرم:

حرمت سے بنا مادہ ہے (ح،ر،م) معنی ہے تعظیم چونکہ اہل عرب اس ماہ کی بہت تعظیم کرتے تھے لڑائی بھی نہ لڑتے حتیٰ کہ کوئی شخص اپنے والد کے قاتل کو دیکھ لیتا تو اسے منہ پھیر لیتا تھا اس لئے اس ماہ کو محرم کہتے ہیں۔

صفر:

کا مادہ ہے (ص ف ر) معنی ہے خالی ہونا صفر ہونا، اس ماہ میں چونکہ اہل عرب کے

گھر اشیاء خورد و نوش سے خالی ہو جاتے ان کو کمائی کے لیے گھر سے باہر جانا پڑتا تھا لہٰذا انھوں نے اس ماہ کا نام صفر رکھ دیا خیال رہے کہ ایک سے پہلے جو زیرو ہوتا ہے اس کو صفر (بکسر الصاد) بھی عدد سے خالی ہونے کی وجہ سے کہا جاتا ہے۔

ربیع الاول:

ربیع کے معنی ہیں بہار اور اول بمعنی پہلی ہے جس وقت مہینوں کا نام رکھا گیا تھا تو اس وقت بہار کا موسم تھا لہٰذا پہلے مہینہ کو ربیع الاول اور دوسرے کو ربیع الثانی کا نام دے دیا گیا۔

جمادی الاوّل یا اولی:

جمادی کا مادہ (ج، م، د) ہے معنی ہے ٹھنڈا ہو کر جم جانا، برف جب ان مہینوں کو یہ نام دے گئے تو برف باری کا زمانہ تھا سخت سردی تھی تالاب وغیرہ بھی منجمد تھے اس مناسبت سے پہلے ماہ کو جمادی الاول اور دوسرے کو جمادی الثانی کا نام دے دیا گیا۔ خیال رہے کہ جمادی کا اصل تلفظ جیم کے ضمہ اور دال کے فتحہ سے ہے بروزن جباری۔

رجب:

رجب یا ترجیب کا معنی ہے تعظیم اہل عرب عموماً اور قبیلہ مضر خصوصاً اس ماہ کا بہت احترام کرتا لہٰذا یہ ماہ اس مناسبت سے ماہ اس مناسبت سے ماہ رجب کہلایا حدیث پاک میں اس ماہ کے ساتھ مضر کا لفظ بھی آیا ہے مفہوم یہی ہے قبیلہ مضر کا محترم ماہ۔

شعبان:

کا مادہ (ش، ع، ب) ہے معنی ہے پھیلنا، بکھرنا، متفرق ہو جانا، قرآن مجید میں ہے انا جعلنکم شعوبا و قبائل ۰ چونکہ اہل عرب عموماً اس مہینے میں متفرق مقامات کا سفر کرتے تھے تجارت و تلاش رزق کرتے لہٰذا اس ماہ کو شعبان کہا جاتا ہے۔

رمضان:

اس لفظ کا مادہ ہے (رم ض) معنی ہے تپانا، حرارت پہنچانا تو رمضان کے معنی ہوئے

تپانے والا، حرارت دینے والا یہ مہینہ بھی چونکہ گناہ گاروں کے میل اور گناہ کی سیاہ کاریوں کو تپا کر حرارت دے کر ختم کر دیتا ہے اور نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ آدمی پاک وصاف ہو جاتا ہے نیک کاروں کو قیمتی پرزہ کی طرح بنا دیتا ہے اور محبوبوں کو تپا کر زیور کی طرح بنا کر قرب محبوب کے لائق کر دیتا ہے لہٰذا رمضان کہلاتا ہے۔ نیز لفظ رمضان میں پانچ حروف ہیں (ر م ض ا ن) جس میں اشارہ ہے کہ یہ ماہ پانچ رحمتیں لاتا ہے پانچ عبادات لاتا ہے پانچ رحمتیں یہ ہیں رضاء الٰہی، محبت الٰہی، امان الٰہی، ضمانت وضمان الٰہی، نور الٰہی، پانچ عبادات یہ ہیں روزہ، تراویح، تلاوت، اعتکاف، شب قدر کی عبادات۔

شوال:

اس لفظ کا مادہ (ش و ل) ہے معنی ہے بلند کرنا، اٹھانا عربی میں مقولہ ہے شاولت الناقة ذنبها، کہ اونٹنی نے اپنی دم بلند کی۔

ذی قعدہ:

اس کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ اس ماہ میں اہل عرب سفر نہ کرتے حج کی تیاری کے سلسلہ میں گھر پر ہی موجود رہتے۔

ذی الحج:

اس کی وجہ تسمیہ نام سے ظاہر ہے کہ اس میں حج ادا کیا جاتا ہے۔ مزید تفصیل روح البیان میں ملاحظہ ہو۔ (ملخص از تفسیر نعیمی ج 10 ص 294)

خیال رہے کہ اوائل دور میں اہل عرب کا یہ رواج وعرف تھا کہ جس ماہ میں کوئی اہم واقعہ رونما ہوتا اس مناسبت سے اس سال کا نام رکھ دیتے باقاعدہ قمری سن نہ تھا مثلاً کعبہ شریف پر حملہ کا واقعہ جس وقت پیش آیا عام الفیل نام رکھ دیا فتح مکہ کے واقعہ کی مناسبت سے عام الفتح نام دے دیا جس موقع پر صلح حدیبیہ ہوئی عام الحدیبیہ رکھ دیا وغیرہ وغیرہ سن ہجری کی باقاعدہ ابتداء وتقرری حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے دور میں ہوئی تھی جب حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے ان سے عرض کیا تھا۔ ہجرت اگرچہ ربیع الاول شریف میں ہوئی مگر مقدمات ہجرت محرم سے شروع ہوئے

تھے اس مناسبت سے ہجری سن کو محرم سے شروع کیا گیا۔ (ملخصاً از تفسیر نعیمی ج10 ص291)

۲۵ والکفار نار جهنم ٥

لفظ جہنم اصل میں جہنام تھا بمعنی گہرا کنواں دوزخ کو دوزخ یا جہنم اس وجہ کہا جاتا ہے کہ وہ بہت گہری ہے اس لفظ کے عربی یا عجمی ہونے میں اختلاف ہے صاحب روح البیان علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ یہ عربی لفظ ہے بعض علماء کرام کے نزدیک یہ عجمی ہے اصل میں فارسی تھا دو جز ہیں چاہ، نم، چاہ کا معنی ہے کنواں اور نم سے مراد ہے بہت گہرا، خیال رہے کہ جہنم کے ساتھ نار کا لفظ اس لیے اکثر ذکر کیا گیا ہے کہ یہ پتہ لگ جائے کہ اگرچہ دوزخ میں ٹھنڈا عذاب بھی ہے مگر وہ بھی آگ ہی کا عذاب ہے کیونکہ آگ سے قرب گرمی کا باعث ہے اور دوری سردی کا باعث ہے۔ (ملخصاً از تفسیر نعیمی ج10 ص435)

۲۶ الاعراب اشد کفراً ٥

اعراب عربی کی جمع ہے مادہ ہے (ع ر ب) معنی ہے جنگل کا رہنے والا اہل عرب کو عرب اس لئے کہتے ہیں کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد اولاً جس علاقہ میں آباد ہوئی تھی اس کا نام عربہ تھا عرب کا معنی ہوا عربہ کے رہنے والے، اور بعض نے فرمایا کہ اس وجہ سے عرب ان کو کہا جاتا ہے کہ ان کی زبان عربی ہے دوسری زبانوں سے مختصر اور جامع ہے انسان اپنے مافی الضمیر کا اچھے طریقے سے اظہار کر سکتا ہے، یہ بھی کہا گیا ہے کہ اہل روم کی حکمت انکے دماغ میں اہل ہند کی حکمت ان کے وہموں میں ہے اہل یونان کی حکمت ان کے دل میں ہے مگر اہل عرب کی حکمت ان کے منہ و زبان میں ہے۔ (ملخصاً از تفسیر نعیمی ج11 ص14)

۲۷ هو الذی جعل الشمس ضیاء ٥

شمس یا شماسہ دراصل اس بڑے پھول کو کہا جاتا ہے جو ہار کے درمیان میں ہوتا ہے سورج شمس اس وجہ سے کہتے ہیں کہ یہ تمام ستاروں سے بڑا ہے اور چوتھے آسمان پر ہے تین آسمان اس سے اوپر ہیں اور تین اس سے نیچے ہیں روح المعانی۔ (از تفسیر نعیمی ج11 ص181)

۲۸ اذا هم یبغون فی الارض ■

یبغون کا مادہ ہے (ب غ ی) معنی ہے حد سے بڑھنا بغیٌ اور طغیٌ دونوں ہم

معنی ہیں بغاوت کو بھی بغاوت اس لئے کہتے ہیں کہ باغی اسلامی حاکم کی اطاعت کے دائرہ سے آگے بڑھ جاتا ہےاور سیلاب کی طغیانی کو بھی اس وجہ سے طغیان یا طغیانی کہتے ہیں کہ پانی کناروں سے بڑھ جاتا ہے، گندی (فاجرہ) عورت کو باغیہ کہا جاتا ہے جس کی جمع بغاۃ ہے اسی وجہ سے کہ وہ شرم وحیاء کی حدود سے آگے بڑھ جاتی ہے ابتغاء بھی اسی مادہ سے ہے معنی ہے چاہنا کہ آدمی چاہتے ہوئے تلاش کرتے ہوئے آگے بڑھتا رہتا ہے وابتغوا من فضل اللہ

(۲۱) مردوا علے النفاق o

مردوا کا مادہ ہے (م ر د) لغوی معنی ہے چکنا ہونا چکنے پتھر کو بھی مرد کہا جاتا ہے جیسے قرآن میں ہے صرح ممرد من قواریر o بے ریش یعنی جس کی داڑھی نہ آئی ہو اس کو امرد کہا جاتا ہے ریگستانی علاقہ کو مرداء کہا جاتا ہے بعض کے نزدیک مرد کا معنی ظاہر ہونا ہے اس اعتبار سے وجہ تسمیہ یہ ہوگی کہ چکنے پتھر کی چکناہٹ ظاہر اور واضح ہوتی ہے لہٰذا امرد کہلاتا ہے بے ریش کی جلد واضح اور ظاہر ہوتی ہے لہٰذا امرد کہلایا ریگستانی علاقہ میں دور دور کا منظر چونکہ صاف صاف اور واضح دکھائی دیتا ہے لہٰذا مرداء کہلایا کہ اسی مادہ سے ہے شجر مرداء وہ درخت جسکے پتے جھڑ گئے ہوں اسی سے ہے متمرد بمعنی سرکش انسان، اسی سے ہے مارد بمعنی سرکس شیطان اسی سے مرید (بفتح المیم) سرکش شیطان۔ (تفسیر نعیمی مع اضافہ ج11 ص34)

(۲۲) من قتل فی سبیل اللہ فھو شھید (حدیث شریف)

شہید کا مادہ (ش ہ د) ہے معنی ہے گواہی دینے والا مزید تفصیل یہ ہے۔

یہ لفظ صفت مشبّہ ہے یا مفعول کے معنی میں ہے جیسے شھیر بمعنی مشہور ہے یا بمعنی فاعل جیسے خریب بمعنی خارب، یا یہ لفظ شہادت بمعنی گواہی سے بنا، یہ لفظ شہود بمعنی حاضری سے بنا یا یہ لفظ مشاہدہ بمعنی دیکھنے سے بنا مراد یہ ہوئی کہ شہید کو اس وجہ سے شہید کہا گیا کہ وہ اپنے خون کے قطروں سے توحید ورسالت کی گواہی دینے والا ہے یا جس کی بخشش کی گواہی قرآن حدیث نے دی یا وہ مرتے وقت ہی بارگاہ خدا میں حاضر ہونے والا ہے یا وہ مرنے کے بعد تمام جہاں کا مشاہدہ کرنے والا ہے یا وہ جنت کی نعمتوں کا مشاہدہ کرنے والا ہے یا وہ انبیاء کرام کے فیض سے ان کی طرح دوسری امتوں پر گواہ ہے ان کے مشاہدہ کی وضاحت اس

آیت سے ہے۔ ویستبشرون بالذین لم یلحقوبھم O ان وجوہ سے شہید کو شہید کہا گیا۔

(مراۃ شرح مشکوۃ ج5 ص474)

ان النبی ﷺ تنفل سیفه ذوالفقار یوم بدر (حدیث شریف)

ذوالفقار میں دو جز ہیں ذو اور الفقار فقار فقرہ کی جمع ہے مادہ ہے (ف ق ر) معنی ہے جوڑ، پیوند، اسی لئے عبارت کے جملوں کو بھی فقرہ کہا جاتا ہے اس تلوار کو بھی ذوالفقار کہنے کی یہی وجہ ہے کہ اس میں جوڑ تھے پرت پرت جیسے ہا کی کی لکڑی، یا اس کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ اس میں ایسے منکے موتی لگے ہوئے تھے جیسے پیٹھ کی ہڈی ہوتی ہے۔ (مراۃ شرح مشکوۃ ج5 ص625)

۳۲ تنکح المراۃ لاربع (حدیث شریف)

اس لفظ کا مادہ (ن ک ح) ہے معنی ہے ضم کرنا ملنا نکاح کو نکاح اس وجہ سے کہتے ہیں کہ نکاح کی بدولت دو شخص (میاں بیوی) مل کر زندگی گزارتے ہیں بلکہ دو خاندان اور کبھی دو ملک تک اس کی وجہ سے مل جاتے ہیں۔ (مراۃ شرح مشکوۃ ج5 ص21)

۳۳ الخمر من ھاتین الشجرتین O (حدیث شریف)

لفظ خمر کا مادہ (خ، م، ر) ہے معنی ہے ڈھک جانا چھپنا دوپٹے کو بھی خمار اسی لیے کہا جاتا ہے کہ وہ سر کو ڈھانپ لیتا ہے سر اس سے ڈھک جاتا ہے شراب کو خمر کہتے ہیں اس وجہ سے کہ وہ بھی پینے والے کی عقل پر پردہ ڈال دیتی ہے۔ (مراۃ شرح مشکوۃ ج5 ص368)

وتعزروہ وتوقروہ O (آیت مبارکہ)

تعزیر عزر (ع، ز، ر) سے بنا معنی ہے، عظمت، حقارت، مدد، منع، روک

زیادہ تر اس کا معنی منع اور روک لیا جاتا ہے مدد کرنے کو تعزیر اور نفس مدد کو عزر اس وجہ سے کہتے ہیں کہ اس کے ذریعہ دشمن کو ایذاء رسانی سے منع کیا جاتا ہے روک دیا جاتا ہے، سزا کو بھی اس وجہ سے تعزیر کیا جاتا ہے کہ اس کی بدولت جرم رک جاتے ہیں۔ (مراۃ شرح مشکوۃ ج5 ص366)

۳۵ تلک حدود اللہ فلا تقربوھا (آیت مبارکہ)

حدود حد کی جمع ہے مادہ (ح د د) ہے معنی ہے آڑ، منع،

دربانی اور چوکیدار کو حداد اسی لئے کہا جاتا ہے کہ وہ ہر ایک کو اندر جانے سے روکنے

کا اختیار رکھتا ہے جرم کے بدلے ملنے والی سزا کو بھی اسی لئے حد کہا جاتا ہے کہ وہ بھی جرم کو روک دیتی ہے لوگوں کو جرم کرنے سے منع کرتی ہے کبھی کبھی حرام چیزوں پر بھی حدود کا لفظ بولا جاتا ہے مثلاً قرآن میں ہے تلك حدود الله فلا تقربوها، کیونکہ یہ محرمات سزاؤں کا سبب ہیں۔(مراۃ شرح مشکوۃ ج5 ص313)

- امر رجلا ان یصلی بالناس خمس ترویحات (حدیث شریف)

تراویح ترویحۃ کی جمع ہے مادہ (ر،و،ح) ہے تراویح کو اس وجہ سے تراویح کہا جاتا ہے کہ ہر چار رکعت کے بعد کچھ دیر راحت و آرام کیا جاتا ہے خیال رہے کہ جمع کا لفظ کم از کم تین پر بولا جاتا ہے ایک کو عربی میں واحد دو کو تثنیہ اور تین یا اس سے اوپر کو جمع کہا جاتا ہے لفظ تراویح چونکہ جمع ہے واحد ہے ترویحہ تو کم از کم تین ترویحے ہوں تو بارہ رکعت بنتی ہیں لہٰذا آٹھ تراویح والا نظریہ غلط ہونا تو نام ہی سے عیاں ہے کل رکعت تراویح آٹھ نہیں بلکہ بیس (20) ہیں اسکی مکمل تفصیل مع اعتراضات وجوابات کے جاءالحق میں ملاحظہ کی جائے۔(جاءالحق مع اضافہ ص557)

- ۲۲ نم کنومة العروس لایوقظه الااحب اهله الیه ٥ (حدیث شریف)

عروس کے معنی ہیں دولہا یا دلہن اور عرس کے معنی ہیں شادی بزرگان دین کے یوم وفات کو عرس یا تو اس وجہ سے کہا جاتا ہے کہ منکر نکیر نے امتحان کے بعد ان سے عرض کیا کہ نم کنومة العروس کہ عروس کی طرح سو جائیں یا اس وجہ سے کہا جاتا ہے کہ وہ دن جمال مصطفیٰ کے دیکھنے کا دن ہے جنکے دم سے ساری بہار ہے اور ظاہر ہے کے وصال وملاپ کا دن عرس وشادی کی طرح خوش کن اور روح پرور ہوتا ہے۔(ملخصاً از جاءالحق ص317)

نتیجہ بحث:

- ۱ حضرت حکیم الامت علیہ الرحمۃ نہایت متبحر عالم تھے۔
- ۲ آپ کو علوم عقلیہ ونقلیہ پر مکمل عبور تھا۔
- ۳ باریک بینی اور بات کی تہہ تک پہنچنے کی صفت وکمال آپ میں بدرجہ کمال موجود تھی۔
- ۴ آپ کا مطالعہ بہت وسیع تھا۔
- ۵ عربی اور فارسی گرامر پر بھی مکمل دسترس رکھتے تھے۔

باب ۲۶

حکیم الامت بطور ماہر تفسیر صوفیانہ

1. تفسیر صوفیانہ کا مفہوم
2. تفسیر صوفیانہ کی شرائط
3. تفسیر صوفیانہ کے فوائد
4. حکیم الامت کی تفسیر صوفیانہ پر ایک نظر
5. نتیجہ بحث

باب ۲۴

حکیم الامت بطور ماہر تفسیر صوفیانہ

(1) تفسیر صوفیانہ کا مفہوم

(2) تفسیر صوفیانہ کی شرائط

(3) تفسیر صوفیانہ کے فوائد

(4) حکیم الامت کی تفسیر صوفیانہ پر ایک نظر

(5) نتیجہ بحث

تفسیر صوفیانہ کا مفہوم:

لفظ صوفیانہ کا مادہ ہے (ص، و، ف) معنی ہے پشم اون، صوفی صوف سے بنا اور صوفی کا معنی ہوا پشم اور اون کا لباس پہننے والا پرانے زمانے کے اولیاء کرام اکثر ایسا ہی لباس زیب تن فرماتے تھے لہٰذا ان کو صوفی کہا جاتا ہے تو حاصل یہ ہوا کہ اولیاء کرام اہل باطن، کامل افراد، صاحب معرفت و ماہر تصوف حضرات کی تفسیر و تشریح قرآنی صاحب اسرار و رموز حضرات کی بیان کردہ تشریح و مفہوم اسی کو تفسیر صوفیانہ کا نام دیا گیا۔ مولوی اور صوفی میں تقریباً چودہ طرح کا فرق ہے ان کی تفصیل تفسیر نعیمی ج اول کے آخر میں ملاحظہ کی جائے بطور مثال ایک آدھ فرق درج ذیل ہے۔

قرآن کریم کے کچھ معانی ظاہری ہیں اور کچھ باطنی قرآن کے ظاہری معنی پر بحث کرنے والے حضرات مولوی اور باطنی معانی پر گفتگو کرنے والے صوفی حضرات ہیں۔

دینی علم دو ہیں علم ظاہر اور علم باطن شریعت علم ظاہر کا نام ہے اور طریقت علم باطن کو کہتے ہیں علم شریعت پر بولنے والے حضرات مولوی ہیں جبکہ علم طریقت پر بحث کرنے والے حضرات صوفی ہیں۔ (محصلہ از تفسیر نعیمی ج1 ص756)

تفسیر صوفیانہ کی شرائط:

جس طرح تفسیر عالمانہ کے لیے شرائط مقرر ہیں اسی طرح تفسیر صوفیانہ کے لئے بھی شرائط مقرر ہیں بلکہ تفسیر صوفیانہ کے لئے کچھ بڑھ کر ہیں کیونکہ یہ نچوڑ اور مغز ہوتی ہے اور باریک بینی سے حاصل ہوتی ہے لہٰذا تفسیر عالمانہ سے مشکل ٹھہری تفسیر صوفیانہ کی کچھ شرائط درج ذیل ہیں۔

1. تفسیر عالمانہ والی ساری شرائط کا حامل ہونا ضروری ہے۔
2. علوم متداولہ پر مکمل دسترس از حد لازم ہے۔
3. صاحب عقل و فہم ہونا ضروری ہے۔
4. اولیاء کرام اور ان کے تصوفانہ مضامین پر مکمل دسترس اور مطالعہ لازم ہے۔

۵ مفسر تصوف کی اصطلاحات اور اختلاف اور تعارضات پر واقف بھی ہو اور ان کو حل کرنے پر قدرت رکھنے والا ہو۔

۶ مفسر خود بھی راہ سلوک و تصوف پر گامزن ہو کیونکہ رموز سر دل بے دل چہ داند۔

۷ تفسیر عالمانہ اور تفسیر صوفیانہ میں شرع کی خلاف ورزی سے پاک تفسیر کرنے کا فن اچھی طرح جاننے والا ہو۔

تفسیر صوفیانہ کے فوائد:

بعض فوائد درج ذیل ہیں۔

۱ صوفیائے کرام کی کردہ تفسیر سے آگاہی ہوتی ہے جس سے علم و معرفت میں اضافہ ہوتا ہے۔

۲ معلومات میں پختگی اور وسعت حاصل ہوتی ہے۔

۳ شریعت اور طریقت کا حسین امتزاج معلوم ہوتا ہے حاصل ہوتا ہے جو لطف و سرور بڑھاتا ہے۔

۴ لوگوں کی طبیعت مختلف ہوتی ہے کوئی کس مزاج کا کوئی کس مزاج کا تفسیر صوفیانہ متعدد لوگ رغبت سے پڑھتے سنتے ہیں انکی علمی تشنگی دور ہوتی ہے ذوقی تسکین ہوتی ہے۔

۵ آج کل علماء کرام کو لوگ حقارت کی نظر سے دیکھتے ہیں الا ماشاء اللہ مگر صوفیائے کرام کی مقبولیت کا انکار بہت کم ہے لہٰذا وہ صوفیائے کرام کے قلم کے ذریعہ قرآن کی تفسیر ملاحظہ کر کے دین و دنیا کو سنوار سکتے ہیں اور فیصلہ کرنے پر قادر ہو سکتے ہیں کہ علماء کرام اور صوفیائے کرام دونوں ایک ہی دریاء کی دو نہریں ہیں، وغیرہ وغیرہ۔

حکیم الامت کی بیان کردہ تفسیر صوفیانہ پر ایک نظر:

حکیم الامت علیہ الرحمۃ کی تفسیر نعیمی میں جہاں اور خوبیاں اور خصوصیات موجود ہیں وہاں یہ خوبی اور وصف بھی پایا جاتا ہے کہ آپ نے ہر آیت کی تفسیر صوفیانہ بھی ذکر فرمائی ہے چند نمونے ملاحظہ فرمائیے۔

❶ آیت مبارکہ: وان کنتم فی ریب مما نزلنا علی عبدنا فاتوا بسورۃ من مثلہ و ادعوا شھداء کم من دون اللہ ان کنتم صادقینO

ترجمہ: اگر تمہیں اس میں کچھ شک ہو جو ہم نے اپنے بندے پر نازل کیا تو پھر اس نازل شدہ جیسی ایک سورت تو لے آؤ اور خدا کے سواء تمام حمایتی بھی ساتھ ملا لو بلا لو، اگر تم سچے ہو تو۔

تفسیرِ صوفیانہ:

معترضین کے اعتراضات دل کے پردے ہیں جن کی وجہ سے وہ لوگ کمال قرآن اور جمال صاحب قرآن نہ دیکھ سکے معترضین و اغیار جمال یار اور اسرار کے قابل نہیں ہوتے کسی نے کیا خوب کہا کہ۔

انداز حسینوں کو سکھائے نہیں جاتے
امی لقبی ہوں وہ پڑھائے نہیں جاتے

ہر ایک کا حصہ نہیں دیدار کسی کا
ابوجہل کو محبوب دکھائے نہیں جاتے

اس آیت میں فرمایا جارہا ہے اے ابوجہلی آنکھ والو تم اگر مگر کے چکر میں ہو اس بھنور سے نکلو قرآن اور قرآن لانے والے حضرت نبی مصطفیٰ ﷺ کو صرف بصارت سے نہیں بلکہ بصیرت سے دیکھو تو تم پر انکے اسرار ظاہر ہو جائیں گے مثنوی شریف میں ہے۔

تو ز قرآن اے پسر ظاہر مبین
دیو آدم را نہ بیند جز کے ملیں

ظاہر ے قرآن چوں شخصے او نیست
کہ نقوشش ظاہر ▪ جانشین خفی است

یہ قرآنی دلائل اور علماء اولیاء کی صحبتیں ان پردوں کو پھاڑنے والی قینچیاں ہیں کہ عالم اصل حقیقت بتا کر اور صوفی دکھا کر ان پردوں کو چاک کر دیتے ہیں۔ (تفسیر نعیمی ج 1 ص 210)

❷ آیت مبارکہ: فلم تقتلو ھم ولکن اللہ قتلھم و مارمیت اذرمیت ولکن اللہ رمی ولیبلی المومنین منہ بلاء حسناً، ان اللہ سمیع علیمO

ذلکم وان اللہ موھن کید الکفرین ○

ترجمہ: اے رسول آپ نے ان کفار کو قتل نہ فرمایا لیکن اللہ نے انکو قتل فرمایا اور اے محبوب وہ خاک جو آپ نے پھینکی وہ آپ نے نہ پھینکی لیکن وہ اللہ نے پھینکی تھی اور اس لئے کہ اللہ نے مسلمانوں کو اچھا انعام عطا فرمایا بے شک وہ سننے والا جاننے والا ہے اور بے شک اللہ کافروں کا فریب کمزور کرنے والا ہے۔

تفسیر صوفیانہ:

ہر چیز اللہ کی عبد ہے مگر حضور اکرم ﷺ عبدہ ہیں عبد اور عبدہ میں چند طرح فرق ہیں۔

۱. عبد وہ جو اللہ کی رضا چاہے عبدہ وہ کہ اللہ اسکی رضا چاہے ولسوف یعطیك ربك فترضی (القرآن)

۲. عبدہ وہ کہ جو اپنی عبدیت پر ناز کرے کہ میں اللہ کا بندہ ہوں عبدہ وہ کہ دست قدرت اس کی عبدیت پر ناز کرے کہ رب فرمائے میں وہ ہوں کہ محمد رسول اللہ کا رب ہوں (ﷺ)

۳. عبد وہ کہ اسکی شان رب سے ظاہر ہو عبدہ وہ کہ رب کی شان اس سے ظاہر ہو عبدہ وہ کہ جو کسی کیلے لیے بنے۔

۴. عبدہ وہ کہ جس کے لئے دوسرے بنیں لو لاك لما خلقت الافلاك.

(حدیث شریف)

۵. عبد وہ جو رب سے ملنا چاہے عبدہ وہ جس سے رب ملنا چاہے سبحن الذی اسری بعبدہ. (قرآن)

۶. عبدہ وہ جو رحمت رب کی طرف جائے مگر عبدہ وہ کہ رحمت رب اسے تلاش کرے اس کے پاس

کلام لینے کو جاتے تھے طور پر موسیٰ علیہ السلام
تمہارے گھر میں خدا کا کلام آتا ہے

عبدہ وہ جو کچھ نہ ہو عبدہ وہ جو کچھ نہ ہو کر بھی سب کچھ ہو

۸ عبد وہ جو کسی سے بنے عبدہ وہ جس سے سب کچھ بنے انا من نور اللہ و کل الخلائق من نوری (حدیث)

۹ عبد وہ جو اپنے کام کا خود ذمہ دار ہو عبدہ وہ کہ اس کے ہر کام کی رحمت خدا ذمہ دار ہو۔ فلما قضی زید منھا وطرا جنکھا (قرآن)

۱۰ عبد وہ کہ کرنا بھی اس کا ہو کام بھی اس کا ہو عبدہ وہ کہ کرنا تو اس کا ہو مگر کام رب کا ہو یعنی مصدر اس کی ذات ہو اور حاصل مصدر رب کا کرم ہو۔

اس آیت میں رب تعالیٰ نے حضور انور ﷺ کے عبدہ ہونے کی جھلک دکھائی ہے صحابہ سے فرمایا تم نے بدر میں جہاد، قتال، اور فتح وغیرہ کو کیا ہی نہیں جو کچھ کیا در حقیقت رب نے کیا، تم سبب ہو، رب مسبب ہے، مسبب کے مقابل سبب بے معنی ہے ہیچ ہے۔

مولانا روم فرماتے ہیں۔

ہر چہ خواہد آں سبب آورد
قدرت مطلق سبب ہا بز ورد

از مسبب می رسد ہر خیر وشر
نیست اسباب و وسائط را اثر

ایں سبب ہا بر نظر ہا ببرد ہا ست
کہ نہ ہر دیدار صدفش را سزا است

دیدہ پابہ سبب سوراخ کن
تا چدرا ہر کند از بیخ وشن

تا مسبب بیند اندر لا مکان
ہر بیخ دہن مجد و اسباب دو کان

یعنی سبب پردہ ہے، مسبب پردہ دار ہے، سبب حجاب ہے، مسبب درون حجاب ہے اس پردہ کی آڑ کو پھاڑ اور دیکھ لے جمال یار، لہٰذا وہاں فعل صحابہ کی بالکل نفی فرما دی حضور علیہ السلام سبب ہیں مگر مسبب سے وابستہ حجاب ہیں مگر یار کو دکھانے والے حجاب نہ کہ یار

کو چھپانے والے، جیسے ہلکا بادل حجاب بنکر سورج کو دکھا دیتا ہے صاف و روشن سورج پر نظر نہیں ٹھہرتی اس حجاب میں یار نظر آرہا ہے اس لئے فرمایا تم نے کنکر پھینکے مگر تمہارے اس کام میں یار کی تجلی نظر آرہی ہے کہ وہ ہم نے پھینکے صوفیاء کرام فرماتے ہیں مارمیت لك بل رمیت باللّٰه یعنی آپ نے بنکر نہ پھینکے بلکہ تم نے قدرت الٰہیہ کا مظہر ہو کر پھینکے تمہارا ہاتھ اللہ کا ہاتھ (دست قدرت) ہے اس لئے اس ہاتھ پر کی گئی بیعت اللہ کی بیعت ہے، انما یبایعون اللّٰه ید اللّٰه فوق ایدیھم (القرآن) بندہ محل آفات ہے اور عَبْدُہٗ آفات سے منزہ مولانا روم علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔

مارمیت اذ رمیت گفت حق
کار حق ہر کارہا دارد سبق

گر بہ ببرانیم تیراں می زماست
ما کمان و تیر اندازش خدا است

تا نہ شد مغلوب کس ایں سر نہ یافت
گر تو خواہی آں طرف باید شتافت

عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ چراغ کو ہوا بجھاتی ہے اور چراغ ایمان و چراغ تقویٰ کو ہوا تکبر بجھاتا ہے اپنے کاموں کو رب کی بارگاہ کا ہدیہ بناؤ قیمتی ہو جائیں گے انگور کا خوشہ بازار میں چند پیسوں کا ہوتا ہے لیکن اگر وہ بادشاہ کریم کی باگاہ میں ہدیہ بن جائے اور سلطان کریم کی قبولیت پا جائے تو اس کی قیمت لاکھوں روپے ہو جاتی ہے یہ چیز کی قیمت نہیں بادشاہ کی نظر کی قیمت ہے اپنے اعمال کو حضور اقدس علیہ الصلوۃ والسلام کی بارگاہ کریم کا تحفہ بنالو لاکھوں پاؤ گے بازار کی قیمت اور ہے، یار کے دربار کی قیمت اور ہے ایک شخص نے کئی سال عبادت کی مگر قبول نہ ہوئی دعا مانگتا رہا مگر رد ہوئی تو بولا اے نفس اگر تو کچھ ہوتا تو تیری دعا قبول ہوتی یہ کہا ہی تھا کہ غیب سے آواز آئی کہ تیری یہ ساعت تیری برسوں کی عبادت سے افضل ہے کہ قبول کر لی گئی ہے۔

در راہ ماشکستہ دلی مجرمند وبس
بازار خود فروشی از آں سوئے دیگراست

ہمارے بازار میں صرف عجز و نیاز خریدا جاتا ہے غرور فروشی کے بازار دوسرے ہیں
حضرت ربیعہ بن کعب رضی اللہ عنہ نے صرف وضو کرایا تھا کہ انعام ملا فرمایا جو مانگو ملے گا عرض
کیا حقیقت میں حضور کی ہمراہی حضور ہی سے مانگتا ہوں فرمایا کچھ اور بھی مانگو بولے یہ کافی ہے
یہ ہے یار کے تحفہ کی قیمت کہ محض وضو کرانے پر ایمان و عرفان اور تقویٰ اور ہر غم و مقام سے
نجات مل گئی۔ یہی صوفیائے کرام کے ہاں بلاء حسناً ہے جس کا آیت میں ذکر ہوا۔

(تفسیر نعیمی ج 9 ص 593)

آیت مبارکہ: والمحصنت من النسآء الاما ملکت ایمانکم کتب اللّٰہ علیکم واحل لکم ماورآء ذلکم ان تبتغوا باموالکم محصنین غیر مسافحین فما استمتعتم به منهن فاتو هن اجورهن فريضة ولا جناح علیکم فیما تراضیتم به من بعد الفريضة ان اللّٰہ کان علیما حکیما ٥

ترجمہ: اور خاوند والی عورتیں تم پر حرام ہیں ہاں وہ حرام نہیں جن کے تم مالک بن جاؤ
یہ حکم تم پر اللہ کا فرض کیا ہوا ہے ان (مذکورہ عورتوں) کے علاوہ تم پر (باقی عورتیں) حلال کی گئی
ہیں کہ تم اپنے مال (حق مہر) کے عوض ان کو طلب کرو پاکدامنی کرتے ہوئے نہ کہ محض عیاشی
کرتے ہوئے پھر وہ عورتیں جن سے تم نے مہر کے عوض نفع پالیا ان عورتوں کو ان کا مہر دے دو
یہ اللہ کا کیا ہوا فرض ہے اور مہر مقرر کرنے کے بعد جس چیز پر تم راضی ہو گئے ہو اس میں کوئی
حرج نہیں ہے بے شک اللہ خوب حکمت و علم والا ہے۔

تفسیر صوفیانہ:

دنیا گویا خاوند والی عورت ہے جس کے ہزارہا خاوند ہیں ایسی بے وفا کہ اس نے کسی سے
نہ نبھائی تمام خاوند ہلاک کر دیئے کسی کے ساتھ نہ گئی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ نے کیا خوب فرمایا۔

دنیا کو تو کیا جانے یہ گانٹھ ہے حرافہ
صورت دیکھو ظالم کی تو کیسی بھولی بھالی ہے

شہد دکھائے زہر پلائے قاتل ڈائن شوہر کش
اس مردار پر کیا للچایا دنیا دیکھی بھالی ہے

جنت انسانوں سے لاکھوں سال پہلے بنی مگر وہاں کی نعمتیں مکان وحور وغیرہ اپنے مستحقین کے نام وقف ہو چکی ہیں ان سے پہلے ان چیزوں کو کوئی مالک بن کر استعمال نہیں کر سکتا رب فرماتا ہے یطمثھن انس قبلھم ولم جان ٥ دنیا سرائے ہے جنت اصل ہے قرار کی جگہ ہے، فرمایا جا رہا ہے کہ اے مسلمانوں اس خاوندوں والی دنیا کے ساتھ اپنے دل کا نکاح مت کرنا اس سے دل نہ لگانا ہاں اگر یہ دنیا تمہاری لونڈی بنکر رہے تو تمہارے لئے حلال ہے کیونکہ ایسی دنیا دین کے لئے مددگار ہے یہ اللہ تعالیٰ کا قطعی فیصلہ ہے تمہارے لئے یہ حلال ہے کہ دنیا کے ساتھ محض (پاکباز) بنکر رہو بدکار بنکر نہ رہو اور اے مسلمانو جب تم دنیا اور نفس امارہ سے فائدہ حاصل کر لو تو اسے اس کی اجرت بھی دے دو اس اجرت کی تفصیل حدیث پاک میں ہے سرکار ﷺ فرماتے ہیں تم پر تمہاری آنکھ کا حق ہے بیوی بچوں کا حق ہے یہ حقوق ادا کرنا اللہ اور اس کے رسول کی رضامندی کا ذریعہ ہے، ہاں اگر تم اپنی رضامندی سے کچھ حقوق میں کچھ اضافہ کرو تو یہ جائز ہے بے شک اللہ علم والا بھی ہے اور حکمت والا بھی ہے۔

صوفیائے کرام فرماتے ہیں کافر کی دنیا کافر پر حکومت کرتی ہے اور مومن کی دنیا پر مومن حکمرانی کرتا ہے ابوجہل کے پاس بھی دنیا تھی حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے پاس بھی دنیا تھی مگر ابوجہل کی دنیا ابوجہل پر حکومت کرتی اور حضرت عثمان کی دنیا پر جناب عثمان کا راج تھا رضی اللہ عنہ، اور حضرت عثمان پر آقائے دو جہاں کی حکومت تھی جیسے ضلع پر افسر کی حکومت ہے اور افسر پر بادشاہ وسلطان کی، ضلع بھر میں بادشاہ کے احکام حکام کے ذریعہ جاری ہوتے ہیں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی دنیا پر حضور انور ﷺ کا بھی راج تھا اسی لیے فرمایا جو چاہو کرو اے عثمان تم جنتی ہو گئے ہو، میٹھے تخم (بیج) کو کڑوا پانی بھی دو تو پھل میٹھا ہی دے گا کڑوے درخت کو خواہ دودھ اور میٹھا شربت ڈالتے رہو پھل کڑوا ہی دے گا آم کے درخت کو جیسا پانی دو آم ہی دے گا اور ہنزل یعنی تمہ کے درخت کو کیسا ہی پانی دو پھل کڑوا ہی دے گا مومن کو مصیبت راحت دولت اور فقیری خواہ جس قسم کا پانی دیا جائے اس میں تقویٰ اور معرفت کے

پھل ہی لگیں گے، کافر و منافق کو قرآن وحدیث کا پانی دو تو بھی وہ پھل کفر ہی کا دے گا حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے ایمان کو یزید نے ہزار ہا مصیبتوں کا پانی دیا مگر وہاں شہادت اور صبر کے پھل ہی لگے۔ (تفسیر نعیمی ج5 ص18)

۴ آیت مبارکہ: من الذین ھادوا یحرفون الکلم عن مواضعہ ویقولون سمعنا و عصینا واسمع غیر مسمع و راعنا لیاً بالسنتھم وطعناً فی الدین و لوانھم قالوا سمعنا واطعنا واسمع و انظرنا لکان خیرا لھم واقوم ولکن لعنھم اللّٰہ بکفرھم فلا یومنون الاقلیلا○

ترجمہ: یہودیوں میں سے کچھ لوگ کلام الٰہی کو اسکی اصل جگہ سے ہٹا دیتے ہیں اور کہتے ہیں سمعنا و عصینا کہ ہم نے سنا اور نافرمانی کردی اور اے پیارے آپ سے یوں بھی کہتے ہیں واسمع غیر مسمع کہ سن لو آپ نہ سنائے گئے اور وہ لوگ اپنی زبانیں موڑ کر دین میں طعنہ زنی کرتے ہوئے راعنا کہتے ہیں اور اگر وہ اس طرح کہتے کہ سمعنا و اطعنا کہ ہم نے سماعت اور اطاعت کی اب آپ ہماری بات سماعت فرمائیں ہم پر نظر کرم فرمائیں تو یہ ان کے حق میں بہت بہتر اور مضبوط ہوتا لیکن ان پر اللہ نے لعنت فرمائی ان کے کفر کے سبب پس ان میں سے بہت کم لوگ ایمان لائیں گے۔

تفسیر صوفیانہ:

خوش نصیب لوگ حضور ﷺ سے ظاہراً دور رہ کر بھی نور ہو گئے جیسے حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ اور تا قیامت کے مسلمان، مگر بدنصیب حضوری ہو کر بھی بے نور رہے حضور کو بصارت سے نہیں دیکھا جاتا بلکہ بصیرت سے دیکھا جاتا ہے تب ہی ایمان وصحابیت نصیب ہوتی ہے منافقین نے بصارت سے حضور کو دیکھا تب ان کا یہ حال ہوا (کہ بے نور رہے)۔

مولانا روم علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔

حج زیارت کردن خانہ بود
حج رب البیت مردانہ بود

گفت طوبیٰ من رانی مصطفیٰ

والذی یبصر لمن وجھی یری

خیال رہے کہ یہ آیت کریمہ نازل تو اگرچہ علمائے یہود کے حق میں ہوئی مگر علمائے اسلام کو بھی اس سے عبرت پکڑنی چاہیے امت مسلمہ میں بعض علمائے دین ہیں بعض علمائے سوء علمائے سو جو قول سے نہیں عمل سے احکام قرآنی بدلتے ہیں وہ زبان سے تو کہتے ہیں کہ ہم نے اللہ کے سارے احکام سن لیے ترک دنیا اور نفسیانی خواہشات کی پیروی سے ممانعت، آخرت کو دنیا سے ترجیح دے کر خلق سے بے تعلق ہو کر خالق کی طلب کرنا، یہ ساری چیزیں حق ہیں ان پر ہمارا ایمان ہے (یہ منہ سے تو کہتے ہیں) مگر عملی طور پر وہ کہہ رہے ہیں عصینا کیونکہ وہ ان احکام کے قریب بھی نہیں جاتے بلکہ اللہ والوں کا مذاق اڑاتے ہیں تھوڑے ہی لوگ ہیں جو سلیم دل سے ایمان لاتے ہیں، زبان تیز ہے عمل ست اگر یہ لوگ قول اور عمل دونوں سے ایمان لاتے اور دنیا کو آخرت کی قیمت بناتے تو ان کے واسطے بہت ہی اچھا ہوتا۔

مولانا عطار علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔

مشو مغرور ایں نطق مزور

بنا دانی مکن خود راتو سرور

اگر علم ہمہ عالم بخوانی

جو بے عشق از حرفے ندانی

یعنی فقط عالموں کے الفاظ سیکھ کر اپنے کو عالم نہ سمجھو اگر تم سارے علوم حاصل کرلو لیکن عشق رسول اور خوف خدا سے محروم رہو تو نرے جاہل ہو۔

امام شاذلی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں علم نافع وہ ہے جو اللہ کی اطاعت پر مدد دے دل میں خوف خدا پیدا کرے امام ابوالحسن علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں علم مثل درہم و دینار کے ہے نافع و نقصان دہ۔

اگر اسکے ساتھ خوف خدا ہے تو مفید ہے ورنہ نقصان دہ۔

شاخ درخت علم ندانم بجز عمل

تا علم باعمل نہ کنی شاخ بے بری

ترک ہوا است کشتی دریائے معرفت
عارف بذات شو نہ بدیں قلندری

(روح البیان)

اللہ تعالیٰ اس قال کو حال بنادے اور علم باعمل نصیب فرمائے، صوفیائے کرام فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام سے بھیک لینے کی کچھ کچھ جناتی شرائط ہیں کچھ جسمانی اور کچھ لسانی شرائط ہیں (جنان بمعنی دل لسان بمعنی زبان)۔

جنانی شرائط چار ہیں یہ ماننا کہ حضور کے پاس سب کچھ ہے یہ ماننا کہ وہ سب کچھ دینے پر قادر بھی ہیں یہ ماننا کہ میرے پاس کچھ نہیں یہ ماننا کہ میں حضور سے ضرور لوں گا کنویں سے ڈول کو پانی تب ملتا ہے جب وہ کنواں بھرا ہوا ہو ڈول خالی ہو اور پانی تک پہنچے بھی اور لسانی شرط یہ ہے کہ حضور علیہ السلام کا ادب خود حضور ہی سے مانگا جائے، یہ چھے شرائط ہیں جو قرآن نے متعدد جگہ ذکر کیں حضور انور علیہ السلام کی بارگاہ میں حضرت صدیق و فاروق بھی حاضر ہوتے اور (رئیس المنافقین) عبداللہ ابن ابی بھی صحابہ کرام کو حضور علیہ السلام کے در سے قرآن ایمان بلکہ رحمان تک مل گیا منافق کچھ نہ لے سکے کیونکہ شرائط موجود نہ تھیں۔

(تفسیر نعیمی ج 5 ص 134)

خیال رہے حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ تابعی تھے ان کی جسمانی حاضری بارگاہ رسالت میں ثابت نہیں ان کے متعلق ایک بات ذکر کی جاتی ہے کہ انھوں نے حضور علیہ السلام کے دندان مبارک کے شہید ہونے کی خبر سن کر اپنے سارے دانت توڑ ڈالے یہ روایت درست نہیں ہے اس روایت کا بنیادی ماخذ سیرت حلبیہ ہے مشہور یہ ہے کہ نبی پاک ﷺ کے دندان مبارک شہید ہوئے تھے حالانکہ یہ مکمل حقیقت نہیں کیونکہ دات مبارک مکمل شہید نہ ہوئے تھے بلکہ ان کے کنارے متاثر ہوئے تھے یہی وجہ تھی کہ سرکار ﷺ جب گفتگو فرماتے تو ان سے نور چھن چھن کر نکلتا تھا دندان مبارک کی شہادت اور اس سے اخذ کردہ مسئلہ یعنی حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ نے سارے دانت شہید کر دیے شیعہ حضرات کا مستدل ہے وہ اس سے مروجہ ماتم ثابت کرتے ہیں اس پر حضرت محقق اسلام قاطع رافضیت مناظر اسلام مولانا محمد علی لاہوری

علیہ الرحمۃ نے شدید رد فرمایا ہے آپ کے تردیدی مضمون کے اختتامی الفاظ ان کے اپنے قلم سے ملاحظہ فرمایئے۔

''اہل سنت کا عقیدہ ہے کہ ہر وہ فعل جو جسم انسانی کے لئے مضر ہو اسے بدنما بنا دینے والا ہو وہ فعل حرام ہے مثلاً شراب و بھنگ کا استعمال یا کسی عضو کو بلا وجہ شرعیہ قطع کرنا جس کو مثلہ بھی کہا جاتا ہے اہل سنت کے نزدیک حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کے دانت اکھاڑنے والی روایت منکر اور غیر مقبول ہے، ہمارا دعوی ہے کہ حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کے متعلق دانت اکھاڑنے والی روایت کو کوئی بڑے سے بڑا شیعہ صحیح غیر مجروح سند سے ثابت کر دکھائے تو بیس (20) ہزار روپیہ نقد انعام پائے۔ (فقہ جعفریہ ج3 ص112، مطبوعہ مکتبہ نوریہ حنفیہ لاہور)

خیال رہے کہ راقم الحروف عفی عنہ ربہ کی غرض وغایت یہ ہے کہ ادھر توجہ ہونی چاہیے کہ جو صحیح اور غیر مجروح سند سے ثابت نہیں اس کو مستدل بنا لینا غیر احوط ہے، نوٹ: کتاب مستطاب فقہ جعفریہ ضرور ملاحظہ کی جائے اس جیسی نفیس کتاب آج تک نہ لکھی گئی اللہ تعالیٰ حضرت مصنف علیہ الرحمۃ کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ (آمین)

۵ آیت مبارکہ: وما ارسلنا من رسول الا لیطاع باذن اللّٰہ ولو انھم اذ ظلموا انفسھم جاؤک فاستغفروا اللّٰہ واستغفرلھم الرسول لوجدوا اللّٰہ توابا رحیما○ فلا وربک لا یومنون حتی یحکموک فیما شجر بینھم ثم لایجدوا حرجاً مما قضیت ویسلموا تسلیما○

ترجمہ: ہم نے کوئی رسول نہ بھیجا مگر اسی مقصد کے لئے بھیجا کہ باذن الٰہی اس کی اطاعت کی جائے اور اگر وہ لوگ جب بھی اپنی جان پر ظلم کرتے پھر آپ کے پاس آتے اور اللہ سے معافی چاہتے اور ان کے لئے رسول اللہ معافی طلب فرماتے تو ضرور وہ اللہ کو توبہ قبول فرمانے والا رحم فرمانے والا پاتے پس اے محبوب آپ کے رب کی قسم یہ لوگ ایمان دار نہیں ہو سکتے جب تک اپنے جھگڑوں میں آپ کو حاکم نہ بنائیں اور آپ کے کردہ فیصلہ پر دل میں تنگی نہ کریں اور آپ کی بات دل و جان سے تسلیم کریں (تب مومن ہوں گے)۔

تفسیر صوفیانہ:

حضرات انبیاء کرام خصوصاً حضرت نبی کریم ﷺ مظہر ذات الٰہی اور مظہر صفات الٰہی ہیں مظہر میں ذات کی جھلک ہوتی ہے جب شیشہ سورج کے سامنے ہو جائے تو وہ مظہر آفتاب بن جاتا ہے اسی لیے اس میں گرمی روشنی اور شعاعیں نمودار ہو جاتی ہیں رب کی صفات عالیہ میں سے یہ ہے کہ اس کا حکم بلا چوں چرا مانا جائے تو حضور انور علیہ السلام کی ذات مبارک میں بھی یہ جھلک نظر آنی چاہیے کہ آپ کی ہر بات بلا جرح مانی جائے رب کی صفات عالیہ میں سے یہ ہے کہ ہر مخلوق اس کے دروازے کی بھکاری ہے تو حضور انور میں بھی یہ تجلی نظر آنی چاہیے کہ ساری مخلوق آپ کے در کی بھکاری ہو رب کی شان یہ ہے کہ اسکے حکم پر ناراضی کفر ہے تو حضور کی شان میں بھی یہ بات ہونی چاہیے کہ آپ کے فیصلہ سے ناراضی کفر ہو رب تعالیٰ نے یہاں اپنے محبوب کا مظہر ذات الٰہی ہونا ثابت فرمایا حضور کی سنتوں کی پیروی ایمان کی جان ہے یہاں روح المعانی نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے تک پہنچنے کے تمام راستے بند کر دیے صرف ایک راستہ باقی رکھا وہ راستہ اسکے حبیب کی اطاعت ہے جو ان کے خیمہ سے الگ رہا رب تک نہ پہنچا نیز فرمایا کہ حضور ہر وقت ہر جگہ ہر مخلوق کے حاکم مطلق ہیں حتیٰ کہ حضور ہمارے اجسام، ہمارے دل، ہماری ارواح، ہماری اولاد اور ہمارے اموال کے حاکم ہیں مالک ہیں جسم عالم مادیات کی چیز ہے روح عالم امر کا پرندہ مگر حضور کا حکم دونوں پر جاری ہے دوسری آیت (فلا وربك لا يومنون) کا مطلب یہ ہے کہ اگر لوگوں کی ارواح واجسام اور قلوب ونفس میں جھگڑا ہو تو اے محبوب آپ کو وہ ان کے درمیان حاکم مانیں تفسیر روح البیان میں ہے کہ جو شخص حضور کی سنتوں کا تابعدار ہو گا رب اسے چار نعمتیں عطا فرمائے گا۔

1. صالحین کے دلوں میں اسکی محبت ڈالے گا۔
2. فاسقین کے دلوں میں اسکی ہیبت ڈالے گا۔
3. رزق کی وسعت دے گا۔
4. دین میں تفقہ سمجھ دے گا۔

یہ اب بھی تجربہ ہو رہا ہے کہ جو حضور کے آستانہ کے ہو گئے انھیں یہ چاروں نعمتیں مل

گئیں صوفیاء کرام تو فرماتے ہیں کہ حضور محبوبیت خدا کی محبوبیت سے زیادہ معلوم ہوتی ہے ہمارے دلوں میں رب کی ہیبت کا غلبہ ہے حضور کی محبت کا، عشق، شوق اور ذوق حضور کے مراکز ہیں ڈاکٹر اقبال نے کیا خوب فرمایا۔

معنی حرفم کنی تحقیق اگر
بنگری بادیدہ صدیق اگر

قوت قلب و جگر گردد نبی
از خدا محبوب تر آید نبی

ذکر فکرو علم عرفانم توئی
کشتی و دریاؤ طو فانم توئی

زانکہ ملت را حیات از عشق اوست
بزرگ ساز کائنات از عشق اوست

مقامش عبدہ آمد ولیکن
جہان شوق راپروردگار است

آخری شعر میں پروردگار لغوی معنی ہی ہے بمعنی پرورش کرنے والا قرآن نے ماں باپ کو مولیٰ آقا بادشاہ کو رب بمعنی پرورش کرنے والا فرمایا ہے یعنی حضور علیہ السلام عبدہ ورسولہ ہیں مگر عالم عشق کی پرورش و تربیت آپ ہی کے ہاتھ میں ہے۔

صوفیائے کرام فرماتے ہیں کہ مخلوق پر بعد خدا تعالیٰ کے سب سے زیادہ اطاعت حضور کی ضروری ہے کیونکہ حضور جان عالم ہیں اور باقی جسم ہیں جسم پر سب سے زیادہ حق جان کا ہے اور فرماتے ہیں آیت کے معنی یہ ہیں جسم پر سب سے زیادہ حق جان کا ہے اور فرماتے ہیں آیت کے معنی یہ ہیں کہ اگر مجرم کسی قسم کا جرم کر کے تمہارے آستانہ پر آجائے تو اللہ کو پائے گا کس شان میں پائے گا؟ توابا رحیما (توبہ قبول کرنے والا رحم فرمانے والا) کی شان میں پائے گا حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی گلی میں ہر شے ملتی ہے۔

اللہ کو بھی پایا موٹی تیری گلی میں

حضور انور اللہ کا پتہ ہیں ان سے مل کر خدا سے ملو۔ (تفسیر نعیمی ج5 ص229)

آیت مبارکہ: ومن یعمل من الصلحت من ذکر او انثی فاولئك یدخلون الجنة ولا یظلمون نقیراً ○ ومن احسن دینا ممن اسلم وجههٗ لله وھو محسن واتبع ملة ابراھیم حنیفا واتخذ الله ابراھیم خلیلا ○ ولله مافی السموات وما فی الارض وکان الله بکل شئی محیطاً ○

ترجمہ: جو کوئی اچھے کام کرے خواہ مرد ہو یا عورت مگر ہو مسلمان تو وہ جنت میں جائیں گے ان پر کھجور کی گٹھلی برابر نا انصافی نہ ہوگی اور اس سے اچھا از روئے دین کون ہے جس نے اپنا چہرہ اللہ کے سامنے اسکی رضاء کی خاطر جھکا دیا حالت یہ تھی کہ وہ نیک ہے اور دین ابراہیمی کا تابعدار ہے جو دین ہر برائی سے دور ہے پاک ہے اور اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم کو خاص دوست بنالیا اور اللہ کی ملکیت ہے جو کچھ زمین و آسمانوں میں ہے ہے اور اللہ کا احاطہ و قدرت ہر چیز پر ہے۔

تفسیر صوفیانہ:

صوفیاء کرام کی اصطلاح (بولی) میں اخلاص والا عمل عمل صالح ہے جس میں خلوص ہو مگر ملاوٹ نہ ہو دل مرد ہے نفس عورت اور مخلص شخص مومن معنی یہ ہیں کہ دل اور نفس ان میں سے جو بھی اللہ کے لئے خالص عمل کرے کہ دل عالم سفلی سے علیحدگی اور عالم علوی کی طرف رجوع کرے ماسوی اللہ سے آنکھیں بند کرے اور نفس جب اپنی خواہشات چھوڑ دے حق عبودیت ادا کرے اور رب کی طرف رجوع کرکے بجائے نفس امارہ کے نفس مطمئنہ بن جائے تو یہ دونوں قرب الٰہی کی جنت کے مستحق ہوں گے ان پر رائی برابر ظلم نہ ہوگا جس درجہ کے ان کے اعمال ہوں گے اس درجہ کا انھیں قرب الٰہی میسر ہوگا بارگاہ الٰہی میں اچھا وہ ہے جو اپنی ذات رب کے حوالے کردے اس طرح کہ اس کا اپنا کچھ نہ رہے سب رب تعالیٰ کا ہو جائے کھائے تو رب کے لئے پیئے تو رب کے لئے جاگے تو اسکے لئے سوئے تو اس کے لئے، بلکہ جئے مرے اور اٹھے تو بھی اس کے لئے۔

تجھ میں میں ایسا سما جاؤں کہ میں ہی نہ رہوں
مجھ میں تو ایسا سما جائے کہ تو ہی تو ہو جائے

عرض یہ کہ صوفی آں باشد کہ نہ باشد کا ظہور ہو جائے صوفی وہ ہے جو کچھ نہ رہے اس کے ساتھ وہ محسن بھی ہو کہ رب کی عبادت رب کو دیکھ کر کرے بصیرت کی نگاہ رب کو جب دیکھتی ہے جب اس میں کسی بزرگ کے آستانہ کی خاک کا سرمہ ہو اور ساتھ ہی حضرت ابراہیم کے نقش قدم پر چلے وہ خلیل اللہ تھے یہ بھی خلت اختیار کرے تو کامیاب ہوگا کسی نے مجنوں سے پوچھا تیرا نام کیا ہے؟ بولا لیلیٰ، جسم زندہ ہوں جان سے اور جان زندہ ہو جاناں سے۔

جان کہ نہ قربانی و جاناں بود
حیف تن بہتر از آں جان بود

ہر کہ نہ شد کشتہ بہ شمشیر دوست
لاشہ مردار بہ از جان اوست

صوفیائے کرام فرماتے ہیں کہ خلیل وہ جس کے ہر خلل اور ہر خلاء کو عشق بھرے عقل و ہوش و حواس سب پر عشق کا قبضہ ہو مولانا فرماتے ہیں۔

عشق آمد عقل خود آوارہ شد
صبح آمد شمع خود بے چارہ شد

ہم نے ترجمہ کیا:

عشق آیا عقل رخصت ہو گئی
صبح جب آئی تو مشعل سو گئی

عقل شمع ہے عشق سویرا آنے پر شمع گل ہو جاتی ہے جناب خلیل کا آتش نمرود میں کود پڑنا، فرزند کو چھری سے ذبح کرنے لگ جانا بیوی بچوں کو بے آب ودانہ جنگل میں چھوڑ آنا اسی برس کی عمر میں اپنا غلط طرح سے ختنہ کر کے لہولہان ہو جانا، ذکر حق سن کر چند لمحوں میں سارا مال دے دینا، خود فقیر بن جانا صرف اسی بناء پر تھا کہ۔

عشق آمد عقل خود آوارہ شد
صبح آمد شمع خود بے چارہ شد

عقل ان تمام باتوں کی مخالف تھی مگر مفتی عشق کا فتویٰ تھا کہ یہ سب باتیں اہم

فرائض ہیں اب پڑھو (آیت) واتخذ اللّٰہ ابراھیم خلیلا

صوفیائے کرام فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ خلیل اللہ اور حضرت ابراہیم خلیل الرحمٰن اور دیگر انبیاء کرام خلیل الرحیم، بسم اللہ الرحمٰن الرحیم میں ان تین خلتوں کی طرف اشارہ ہے اسی لئے حضور ﷺ نے فرمایا اللہ نے مجھے خلیل بنایا اگر کسی مخلوق کو میں اپنا خلیل بناتا تو ابو بکر بناتا اور فرمایا کہ ابو بکر تم سب سے روزہ و نماز کے سبب افضل نہیں بلکہ جذبہ قلبی کے سبب افضل ہیں اللہ تعالیٰ ان محبوبوں کے صدقے ان محبوبوں کی سچی غلامی نصیب فرمائے آمین۔

(از روح البیان مع اضافہ) تفسیر نعیمی ج 5 ص 497)

ان امثلہ سے ظاہر ہو گیا کہ حضرت حکیم الامت علیہ الرحمۃ تفسیر صوفیانہ کے بہت ماہر تھے انھوں نے تفسیری پہلو پر ہی توجہ نہ فرمائی بلکہ خود راہ سلوک پر چل کر اور تصوف کے سمندر میں غوطہ زنی کر کے صوفیانہ موتی حاصل کیے آپ ظاہراً مفتی اور عالم تھے لیکن در حقیقت صوفی کامل تھے آپ کی تحریر سے یہ بات آشکار ہے کہ فن تصوف میں اور اسرار رموز میں آپکو باری تعالیٰ کی مہربانی سے بہت حصہ عطا کیا گیا تھا خشک زاہد اور پھیکا ذہن رکھنے والا تو ایسی نفیس تفسیر صوفیانہ نہیں کر سکتا کیونکہ رموز سر دل بے دل چہ داند۔

خلاصہ مضمون:

1. حکیم الامت علم ظاہر اور باطن دونوں سے نوازے گئے تھے۔
2. آپ خود بھی صوفی کامل تھے۔
3. آپ نے علم ظاہر اور باطن کو حسین طریقہ سے یکجا کر کے تفسیر صوفیانہ کی۔

نوٹ:

آیات کریمہ کا ترجمہ تفہیمی اور تعبیری انداز میں کیا ہے تحت اللفظ کی پابندی نہیں ہے۔

نوٹ:

تفسیر صوفیانہ کا مکمل فہم اور کامل لطف تب آئے گا جب متعلقہ آیات کی تفسیر عالمانہ بھی مطالعہ کی جائے اور یہ نعمت تفسیر نعیمی میں ملاحظہ کی جا سکتی ہے۔

باب ۲۷

حکیم الامت بطور تلخیص نگار

۱ تلخیص نگاری کا مفہوم

۲ تلخیص نگاری کی شرائط

۳ تلخیص نگاری کے فوائد

۴ حکیم الامت کی تلخیص نگاری پر ایک نگاہ نظر

۵ نتیجہ بحث

باب ۲۵

حکیم الامت بطور تلخیص نگار

(1) تلخیص نگاری کا مفہوم

(2) تلخیص نگاری کی شرائط

(3) تلخیص نگاری کے فوائد

(4) حکیم الامت کی تلخیص نگاری پر ایک نگاہ نظر

(5) نتیجہ بحث:

تلخیص نگاری کا مفہوم:

یہ لفظ خلوص سے بنا مادہ ہے (خ ل ص) معنی ہے غیر کی شرکت سے خالی ہونا، نرا ہونا تلخیص نگاری کا مفہوم یہ ہوا کہ لمبی لمبی باتوں، او بحثوں کو مختصر کر کے بیان کرنا لمبے اور طویل مضامین کا لب لباب پیش کرنا وغیرہ وغیرہ۔ (تفسیر نعیمی مع اضافہ ج 1 ص 532)

تلخیص نگاری کی شرائط:

تلخیص نگاری کے لیے چند شرائط کا پایا جانا ضروری ہے۔

۱ علوم متداولہ خصوصاً علم معانی پر مکمل دسترس ضروری ہے۔
۲ تلخیص نگار کا مطالعہ وسیع ہو تاکہ سارے مضامین پر اس کی نظر ہو۔
۳ صاحب عقل ہو کیونکہ عقل نہ بود تو لد چہ سود۔
۴ باریک بینی سے مضامین کا تجزیہ کرنے اور نچوڑ نکالنے پر قادر ہو وغیرہ وغیرہ۔

تلخیص نگاری کے فوائد:

تلخیص نگاری کے چند فوائد بطور نمونہ درج ذیل ہیں۔

۱ طوالت میں پڑے بغیر سارے مضمون کا لب لباب حاصل ہو جاتا ہے۔
۲ مصنف کی تصنیف اور محرر کی تحریر کا مرکزی خیال کم وقت میں حاصل ہو جاتا ہے۔
۳ وقت کی بچت ہوتی ہے۔
۴ مضامین دیر تک حافظہ میں محفوظ رہتے ہیں۔
۵ ماہر تلخیص نگار کی علمیت کا اندازہ ہوتا ہے نتیجۃً اس سے رغبت ومحبت ہو جاتی ہے وغیرہ وغیرہ۔

حکیم الامت کی تلخیص نگاری پر ایک نظر:

آپ علیہ الرحمۃ کی تفسیر میں جہاں اور خوبیاں ہیں وہاں یہ خوبی بھی موجود ہے کہ آپ مبسوط اور پھیلی ہوئی تفسیر کا خلاصہ ہر آیت کے تحت ضرور ذکر فرماتے ہیں۔ جلی سرخی میں

خلاصہ تفسیر کا لفظ ہر آیت کے تحت ضرور ان کی کتب کے مطالعہ کرنے والے پر عیاں ہوگا التزام کے ساتھ ایک آیت کے تحت اتنی خوبیاں آج تک کسی تفسیر میں نہ دیکھی گئیں۔

چند نمونے درج ذیل ہیں۔

1 آیت مبارکہ: ان اللّٰہ لا یغفران یشرك به ویغفر مادون ذلك لمن یشاء ومن یشرك باللّٰہ فقد ضل ضلالا بعیدا o ان یدعون من دونه الا انثا وان یدعون الا شیطانا مریدا o لعنه اللّٰہ وقال لاتخذن من عبادك نصیباً مفروضاً o

ترجمہ: بے شک اللہ اس کو نہیں بخشتا کہ اس کا کوئی شریک ٹھہرایا جائے اس کے علاوہ جسے چاہے بخش دے اور بے شک جس نے خدا سے کفر کیا پس وہ کافر تو بہت دور کی گمراہی میں پڑ گیا اور وہ سوائے عورتوں کے کسی کی عبادت نہیں کرتے اور وہ سوائے سرکش شیطان کے کسی کی عبادت نہیں کرتے اللہ نے شیطان کو لعنت کی تو اس نے جواباً کہا کہ میں تیرے بندوں سے اپنا مقررہ حصہ لوں گا۔

تلخیص نگاری:

اللہ تعالیٰ قیامت میں شرک یعنی کفر کو ہرگز نہ بخشے گا کہ جو بھی کافر ہو کر مرے وہ کسی طرح نہ بخشا جائے گا کفر کے سوا ساری بدعقیدگیاں جو کفر تک پہنچی ہوئی نہ ہوں جسے چاہے بخش دے گا لہٰذا کوئی بندہ کفر نہ کرے اس سے بہت ڈرے جس نے اللہ کا شریک ٹھہرایا یا اس کا انکار کیا وہ ایسی گمراہی میں مبتلا ہوا جو اللہ کی رحمت، بخشش، جنت، بلکہ انسانیت اور عقل سے بہت دور ہے عقل انسانی کا تقاضا ہے کہ جس کا کھایا جائے اس کا گایا جائے یہ بے عقل کھاتا ہے اللہ کا گاتا ہے دوسروں کا مشرکین جو خدا کے سواء اوروں کی پرستش کرتے ہیں وہ عورتوں ہی کو پوجتے ہیں کہ ان کے نام کے بت بناتے ہیں جن مردوں کے نام کے بت ہیں ان کو بھی زیور پہنا کر عورتوں کی طرح سجاتے ہیں پھر انکی پوجا کرتے ہیں فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں مان کر پوجتے ہیں چاند، سورج، تاروں، پتھروں پاتیوں اور جانوروں کو پوجتے ہیں جو عورتوں کی طرح محکوم ہیں اسی لیے انکی طرف عربی زبان میں مونث کی ضمیر ذکر کی جاتی ہے یہ کفار انکی پرستش میں کاٹ دو درحقیقت شیطان کی پرستش کرتے ہیں کیونکہ وہی ان سے یہ پرستش کرواتا ہے ان بتوں کے

پاس وہ خود موجود ہوتا ہے یہ تو شیطان کو پوجتے ہیں اور شیطان کا حال یہ ہے کہ وہ رب کی بارگاہ کا سرکش ہے اس پر اللہ نے پھٹکار (لعنت) فرمائی ہے لہٰذا جو انسان اسکی پوجا کرے گا اسکی طرح پھٹکار خدا میں آجائے گا شیطان انسان کا ایسا کھلا دشمن ہے کہ اس نے مردود ہوتے وقت ہی بارگاہ الٰہی میں کہہ دیا تھا کہ میں انسانوں میں سے اپنا حصہ علیحدہ کرلوں گا جو تجھ سے دور اور تیرے بندوں سے الگ ہو جائیں گے وہ تو ان کا ایسا پکا دشمن ہے اور یہ اسکی اطاعت میں مشغول ہیں کیسے بے وقوف ہیں۔

خیال رہے کہ شرک مدار صرف اس بات پر ہے کہ کسی کو خدا تعالیٰ کے برابر سمجھنا یعنی اس کو رب سے بے نیاز ماننا یا رب کو اس کا نیاز مند ماننا رب فرماتا ہے اللّٰہ غنی و انتم الفقرآء اس کے علاوہ کوئی بدعقیدگی شرک نہیں کفر کے معنی ہیں کسی ایسے عقیدے کا انکار کرنا جس کو ماننا مسلمان ہونے کے لئے ضروری ہے لہٰذا رب تعالیٰ کی ہستی یا نبی کی نبوت یا قیامت یا کتاب الٰہی یا ملائکہ یا جنت و یا دوزخ وغیرہ کا انکار کرنا کفر ہے شرک نہیں اسی لیے رب تعالیٰ نے شیطان کو کافر تو فرمایا لیکن مشرک نہ کہا۔

چنانچہ ارشاد ہوا و کان من الکافرین کیونکہ وہ نبوت کا انکاری تھا کسی کو خدا کے برابر نہ جانتا تھا یہ بھی خیال رہے کہ شرک کے لئے بے علمی عذر نہیں مگر کفریات کے لیے ان لوگوں کی بے علمی عذر ہے جنہیں نبی کی تعلیم نہ پہنچی ہو لہٰذا اسلام سے پہلے والے لوگوں کے لیے عقیدہ توحید ضروری تھا اس کے اس کے علاوہ کسی شئی کا ماننا ضروری نہ تھا بدعت کے لغوی معنی ہیں نئی چیز رب فرماتا ہے قل ما کنت بدعاً من الرسل اسی لیے ایجاد کو بدع اور موجد کو بدیع کہا جاتا ہے رب فرماتا ہے بدیع السموات والارض شریعت میں بدعت وہ ہے جو حضور علیہ السلام کی وفات کے بعد ایجاد ہو یہ دو قسم کی ہے بدعت اعتقادی بدعت عملی بدعت اعتقادی ہمیشہ کفر یا گمراہی ہوتی ہے بدعت عملی کی چھ قسمیں ہیں۔

1. بدعت جائز جیسے اعلیٰ مکان اعلیٰ لباس وغذائیں
2. بدعت مستحبہ جیسے شاندار مساجد قرآن کریم کی اعلیٰ جلدیں
3. بدعت واجبہ جیسے صرف ونحو وغیر علوم متداولہ معقولہ

- بدعت فرضیہ جیسے قرآن مجید کا جمع کرنا اس میں اعراب لگانا
- بدعت مکروہ جیسے اردو میں آذان دینا
- ۶ بدعت حرام جیسے اردو میں نماز پڑھنا تلاوت کرنا۔

بدعت عام ہے خواہ دنیاوی چیزیں ہوں خواہ دینی خواہ زمانہ صحابہ کی ایجاد ہوں یا بعد کی اسکی مزید تفصیل مع دلائل جاء الحق میں ملاحظہ کی جائے۔ (تفسیر نعیمی ج 5 ص 477)

- آیت مبارکہ: **ولا ضلنھم ولا منینھم ولا مرنھم فلیبتکن اذان الانعام ولا مرنھم فلیغیرن خلق اللّٰہ o ومن یتخذ الشیطن ولیاً من دون اللّٰہ فقد خسر خسرانا مبیناً o یعدھم ویمنیھم وما یعدھم الشیطن الا غروراً o اولئک مأوٰھم جھنم ولا یجدون عنھا محیصا o**

ترجمہ: شیطان نے کہاں کہ میں ضرور انسانوں کو گمراہ کروں گا میں ضرور ان کو خواہش دلاؤں گا میں ضرور ان کو کہوں گا کہ جانوروں کے کان چیریں تو وہ چیریں گے پھر وہ انسان ضرور اللہ کی تخلیق کو بدلیں گے اور جس شخص نے اللہ کو چھوڑ کر شیطان کو دوست بنایا بے شک وہ تو بہت بڑے نقصان میں پڑ گیا، شیطان ان سے وعدے کرتا ہے ان کو خواہشات دلاتا ہے وہ ان سے جھوٹے وعدے کرتا ہے جھوٹی خواہشات دلاتا ہے ایسے لوگوں کا ٹھکانہ جہنم ہے۔

تلخیص نگاری:

اے لوگو جب شیطان مردود کر کے نکالا گیا تو اس نے ہم سے تمہارے متعلق چند باتیں کہیں جن پر وہ ہمیشہ کاربند رہے گا اس نے کہا مولیٰ تو نے مجھے آدم علیہ السلام کی وجہ سے گمراہ کیا مردود کیا میں انکی اولاد سے بدلہ لوں گا جو میرے حصہ میں آئیں گے انہیں بہکا کر بدعقیدہ بناؤں گا ان کے دلوں میں لمبی امیدیں دراز تمنائیں بندھاؤں گا ان آرزوں کی وجہ سے وہ دنیا میں پھنسے رہیں گے کبھی آخرت کا خیال نہ کریں گے انھیں مشورہ سے وسوسہ سے برے کام کراؤں گا چنانچہ وہ میرے وسوسہ سے جانوروں کے کان کاٹیں گے اللہ کی خلق میں تبدیلیاں کریں گے جن سے رب ناراض ہوگا اپنی سرتوں صورتوں، اخلاق، عادات اور عقائد کو بدل ڈالیں گے خیال رکھو جو بھی اللہ کے مقابل شیطان کو دوست بنائے گا وہ سخت نقصان میں

رہے گا کہ اپنی اصل دولت برباد کرے گا مگر اسے اپنے نقصان کا پتہ اس وقت چلے گا جب پتہ چلنا کام ہی نہ آئے گا بے کار جائے گا یہ بھی خیال رکھو انسان جس کے لئے کام کرتا ہے اسکے دل میں اسکی محبت پیدا ہوگی اسی لیے اللہ تعالیٰ نے قربانی جو جناب حضرت ابراہیم خلیل علیہ السلام کا عمل ہے صفا مروہ پر دوڑنا جو جناب ہاجرہ رضی اللہ عنہا کا عمل ہے اور طواف میں رمل کرنا اکڑ اکر چلنا جو کہ پیارے محبوب ﷺ کا عمل ہے باقی رکھیں کیوں؟ تا کہ ان کاموں کی وجہ سے ان کام کرنے والوں کی محبت پیدا ہو تو جو کوئی شیطانی کام کرے گا اسے شیطان سے محبت ہوگی اس سے محبت رب سے نفرت اور دوری ہے اے مسلمانو خیال رکھو کہ شیطان صرف وعدے ہی کرتا ہے وعدے پورے نہیں کرتا تمنائیں دلوں میں ڈالتا ہے مگر اس کی ڈالی ہوئی تمنا پوری نہ ہوگی یہ سب اسکا فریب ہے جو لوگ اس مردود کی باتوں میں آجائیں انکا ٹھکانہ دوزخ ہے جہاں سے وہ کبھی آزاد نہ ہوں گے لہٰذا اسکی باتوں میں نہ آؤ اپنا انجام سوچو۔ (تفسیر نعیمی ج5 ص475)

آیت مبارکہ: ولقد خلقنکم ثم صورنکم ثم قلنا للملائکة اسجدوا لادم فسجدوا الا ابلیس لم یکن من السجدین ○ قال ما منعک الاتسجداذ امرتک قال آنا خیر منه خلقتنی من نار و خلقته من طین ○

ترجمہ: اور بے شک ہم نے تمہیں پیدا کیا پھر ہم نے تمہاری صورت بنائی پھر ہم نے ملائکہ سے فرمایا کہ آدم کو سجدہ کرو سب فرشتوں نے انکو سجدہ کیا مگر ابلیس نے سجدہ نہ کیا نہ ہی سجدہ والوں میں شامل ہوا رب نے فرمایا تجھے کس چیز نے سجدہ کرنے سے منع کیا جب میں نے جو تجھے سجدہ کا حکم کر دیا تو اس نے کہا کہ میں آدم سے بہتر ہوں دلیل یہ ہے کہ آدم کو تو نے مٹی سے پیدا کیا جب کہ مجھے تو نے آگ سے بنایا۔

تلخیص نگاری:

اللہ تعالیٰ نے سجدہ آدم کا یہ واقعہ قرآن مجید میں سات جگہ بیان فرمایا۔ سورہ بقرہ میں، سورہ مائدہ میں، سورہ حج میں، سورہ بنی اسرائیل میں، سورہ کہف میں سورہ طٰہٰ، میں، سورہ صٓ میں، اس آیت میں اس واقعہ کا دوسرا موقعہ ہے ہم نے ابھی تفسیر میں عرض کیا کہ اس آیت کریمہ کی چار تفسیریں ہیں، ہم ان میں سے ایک تفسیر کا خلاصہ عرض کرتے ہیں۔

اے لوگو ہمارے انعام، احسان یاد رکھو ہم تمہارے وہ رحیم و کریم محسن ہیں کہ ہم نے پہلے تو تم کو تمہارے باپوں کی پشت میں پیدا فرمایا تم کو وہاں امانۃً محفوظ رکھا پھر تم کو تمہاری ماؤں کے پیٹوں میں رکھ کر تم کو مختلف صورتیں بخشیں، یہ انعام تو تم پر تھے ہی یہ بھی سن لو کہ ہم نے تمہارے جد امجد آدم علیہ السلام کو یہ عزت بخشی کہ انہیں اپنے دست قدرت سے پیدا فرمایا پھر تمام نورانی مخلوق فرشتوں کو حکم دیا کہ تم میرے اس خلیفہ کو تعظیماً سجدہ کرو اس حکم کو پاتے ہی سارے فرشتے خواہ وہ مدبرین ہوں یا مقربین سارے کے سارے فرشتے بیک وقت ان کے لیے سجدہ میں گر گئے مگر اس نوری جماعت میں ایک ناری ابلیس بھی تھا اسے سجدہ کرنے کا حکم تھا مگر وہ اکڑ گیا اس نے سجدہ نہ کیا رب تعالیٰ نے بطریقہ عتاب اسکی حد ظاہر فرمانے کے لئے اس سے پوچھا کہ مردود جب ہم نے تجھ کو بھی سجدہ کرنے کا حکم دیا تو تجھے کس چیز نے سجدہ سے روکا تو نے سجدہ کیوں نہ کیا؟ وہ بولا کہ مولیٰ سجدہ تعظیمی کے لئے قانون یہ ہے کہ مسجود یعنی جس کو سجدہ کیا جائے وہ افضل ہو ساجد یعنی سجدہ کرنے والا ادنیٰ ہو مگر یہاں معاملہ برعکس ہے کہ میں ذاتاً صفاتاً عملاً اس آدم سے افضل ہوں کیونکہ تو نے مجھے آگ سے پیدا فرمایا اور اسے خاک سے، اور ظاہر ہے کہ آگ خاک سے افضل ہے کہ آگ نورانی ہے اور خاک ظلمانی لہٰذا میں اس آدم سے افضل ہوں پھر میں اسے سجدہ کیسے کرسکتا ہوں۔

خیال رہے کہ شیطان کو اسکی عقل نے اندھا کر دیا اس نے یہ نہ دیکھا کہ اگر یہ قاعدہ درست ہے تو فرشتے اس سے بھی افضل ہیں کہ وہ نور سے پیدا ہوئے جب وہ بغیر چون چرا سجدہ میں گر گئے تو مجھے بھی گر جانا چاہیے خاک نار سے افضل ہے کئی وجہ سے ایک یہ کہ مٹی میں عجز و انکسار ہے آگ میں بڑائی و تکبر ہے اسی لیے کھیتی اور باغ مٹی میں ہی لگتے ہیں آگ میں نہیں دوسرے یہ کہ آگ میں بے قراری و تڑپ ہے مٹی میں قرار ہے اسی لیے اللہ کے بندے مٹی میں دفن کیے جاتے ہیں آگ میں نہیں تیسرے یہ کہ مٹی آباد کرتی ہے آگ برباد کر دیتی ہے جس گھر یا باغ میں آگ لگ جائے برباد کر دے چوتھے یہ کہ مٹی میں امانت داری ہے آگ میں خیانت ہے دانہ مٹی میں دباؤ تو وہ اسکو محفوظ رکھتی ہے بلکہ بڑھاتی ہے آگ میں ڈال دو تو وہ اسے جلاتی ہے فنا کرتی ہے پانچویں یہ کہ مٹی آگ پر غالب ہے آگ مٹی پر مغلوب ہے آگ کو خاک بجھا

دیتی ہے مگر خاک کو آگ فنا نہیں کرسکتی چھٹے یہ کہ خاک میں بقاء ہے آگ میں فناء ہے اسی لیے خاک پر شہر و بستیاں آباد ہیں مگر آگ میں کچھ آباد نہیں۔

خیال رہے کہ شیطان نے ایک غلطی یہ کی اس نے در پردہ قدرت کا انکار کیا وہ اس طرح کہ اس نے کہا جو چیز آگ سے بنے وہ افضل ہے جو ادنیٰ سے بنے وہ ادنی ہے حالانکہ یہ تو غلط ہے رب فرماتا ہے یخرج الحی من المیّت ویخرج المیّت من الحی ○ ناپاک نطفہ سے وہ انسان بناتا ہے اور پاک انسان سے ناپاک نطفہ بناتا ہے اس مردود نے در پردہ باری تعالیٰ کی قدرت کا انکار کیا۔ (تفسیر نعیمی ج 8 ص 382)

④ آیت مبارکہ: قال فاھبط منھا فما یکون لك ان تتکبر فیھا فاخرج انك من الصاغرین ○ قال انظرنی الی یوم یبعثون ○ قال انك من المنظرین ○

ترجمہ: رب نے فرمایا کہ اے ابلیس تو یہاں سے نکل تجھے جائز نہ تھا کہ تو تکبر کرتا دفع ہو جا تو ذلیلوں میں سے ہے تو اس نے کہا مجھے اس دن تک مہلت دے جس دن لوگ اٹھائے جائیں گے اللہ نے فرمایا جا بے شک تو مہلت دیے ہوؤں میں سے ہے۔

تلخیص نگاری:

جب ابلیس کا تکبر اور حسد اس کے کلام اور اسکے عمل سے ظاہر ہو گیا تو رب تعالیٰ نے اس کے دلائل کا جواب نہیں دیا بلکہ اس سے فرمایا کہ تو اس نورانی جماعت ملائکہ سے یا جنت سے یا آسمانوں سے نیچے گر کر پہنچ تجھے ان مبارک مقامات پر رہ کر غرور کرنا کسی طرح جائز نہ تھا کہ یہ مجالس یہ مقامات تو تواضع کرنے والوں عجز و انکساری کرنے والوں کے لئے ہیں یہاں متکبر لوگ نہ تو آسکتے ہیں نہ رہ سکتے ہیں بلکہ تو ظاہری زمین سے بھی نکل ویرانوں، جزیروں، اور سمندروں میں رہ، ظاہر زمین تو اولاد آدم کے لئے ہے یہاں تیرا چکر رہے گا مارا مارا پھرے گا ہر طرف سے لعنت و پھٹکار کھاتا رہے گا تو وہاں کے ذلیلوں حقیروں میں سے ایک ہوگا اس عتابانہ جلالی کلام کو سنکر اس اوندھی سمجھ والے نے معافی نہ مانگی بلکہ زیادہ جرم و قصور کرنے کے لئے لمبی عمر مانگی بولا اے مولیٰ مجھے قیامت کے دوسرے نفخہ تک مہلت دے جب موت کا وقت نکل چکا ہو رب تعالیٰ نے فرمایا تیری دعا کچھ ترمیم کے ساتھ منظور ہے تجھے نفخہ اولی تک مہلت

ہے اس وقت قیامت تک رہنے والوں کو بھی موت آئے گی اور تجھے بھی۔

خیال رہے کہ تکبر وہ عیب ہے جسکی وجہ سے انسان کسی سے فیض نہیں لے سکتا متکبر بڑی اعلیٰ سے اعلیٰ مجلس میں اس سے محروم رہتا ہے جب وہ اپنے کو دوسرے سے بڑا جانتا ہے تو فیض کیونکر لے گا نیز تکبر سے دل میں سختی پیدا ہوتی ہے سخت دل والا اللہ کی ہر رحمت سے محروم ہے سخت زمین میں پیداوار نہیں ہوتی ٹھنڈا سخت لوہا پرزہ نہیں بنتا ٹھنڈا سخت سونا زیور نہیں بن سکتا سخت آٹا روٹی نہیں بنتا تکبر ہر جگہ ہی برا ہے مگر مدینہ شریف کی سرزمین پر کرنا بہت ہی برا ہے اے مدینہ جانے والے اپنی ساری برائیاں اپنے گھر چھوڑ جا وہاں عجز اور ندامت لے کر جا اور شیطان کے واقعہ سے عبرت پکڑ۔ (تفسیر نعیمی ج 8 ص 390)

۵ آیت مبارکہ: **قال فبما اغویتنی لاقعدن لهم صراطك المستقیم ۝ ثم لا تینهم من بین ایدیهم و من خلفهم وعن ایمانهم وعن شمائلهم و لاتجد اكثرهم شكرین ۝**

ترجمہ: شیطان نے کہا مجھے قسم ہے اس کی تو نے مجھے گمراہ کیا میں ضرور بالضرور ان کے لئے تیرے سیدھے راستہ میں بیٹھوں گا پھر میں انکے پاس آؤں گا انکے سامنے سے انکے پیچھے سے اور ان کے دائیں اور بائیں سے اور تو ان میں سے اکثر کو شکر گزار نہ پائے گا۔

تلخیص نگاری:

جب شیطان نے اپنی دراز عمر اور لمبی مہلت معلوم کر لی تو بولا میرے مولیٰ تو یہ بھی سن لے کہ میں نے یہ لمبی عمر کیوں مانگی؟ توبہ کرنے یا نیک اعمال کرنے کے لئے نہیں، جو سجدے مجھ کو کرنے تھے وہ تو میں کر چکا، اب میرا کانٹا بدل گیا، میں اسکی قسم کھاتا ہوں کہ تو نے مجھے گمراہ کیا یعنی مجھے تیرے بہکا دینے کی قسم ہے میں تو اچھا تھا تو نے مجھے برا کیا جن کی وجہ سے تو نے مجھے گمراہ کیا مردود کر کے نکالا میں ان کا بدلہ انکی اولاد سے تا قیامت لیتا رہوں گا، جو خدا تک رسائی کا ذریعہ ہے اس پر میں گھات لگا کر بیٹھوں گا جسے اس راہ پر آتا دیکھوں گا دائیں بائیں اور آگے پیچھے سے گھیر لوں گا کہ کسی کو آگے سے کسی کو پیچھے سے کسی کو دائیں سے سے کسی کو بائیں سے، کسی کے پاس مولویوں کی شکل میں جاؤں گا کسی کے پاس صوفیوں اور پیروں کی

شکل میں نمودار ہوں گا کسی کے سامنے عیش وطرب پیش کروں گا کسی کے سامنے آفات وغم اگر ہوسکا تو ان کے عقائد بگاڑ دوں گا اور فرائض سے روکوں گا اگر یہ نہ ہوسکا تو کم از کم سنت واجبات مستحباب سے روکوں گا کسی کو قرآن دکھا کر بہکادوں گا کسی کو دنیا دکھا کر مولیٰ دیکھ لینا تیرے بندے اکثر کافر ہوں گے تھوڑے سے شاکر ہوں گے یہ کمزور ہیں میں ان کا قوی دشمن ہوں مجھ سے بچ کر یہ کہاں جائیں گے۔

خیال رہے شیطان نے اپنے جو ارادے ظاہر کیے اسکی وجہ یہ نہیں کہ وہ اللہ کو بے خبر جانتا ہے وہ تو رب تعالیٰ کی ذات وصفات اور علم وقدرت کا یقین رکھتا ہے بلکہ اس سے یہ کہلوا دینا رب تعالیٰ کا کرم خاص ہے کہ اس کے دل میں بدلہ لینے کا ایسا جوش پیدا فرمادیا کہ وہ آپے سے باہر ہوکر اپنا ارادہ ظاہر کر بیٹھا رب نے اسکا اعلان فرمادیا تاکہ سننے والے انسان اس کے ارادہ سے خبردار ہوکر اس سے محتاط رہیں اسکی چکنی چپڑی باتوں پر دھیان نہ دیں۔ یہ رب کا کرم ہے ورنہ اس نے آدم علیہ السلام سے کہا تھا کہ میں آپ کا بڑا خیر خواہ ہوں آج بھی کہہ دیتا میں اولاد آدم کا خادم اور خیر خواہ بنکر رہوں گا تو لوگ دھوکہ کھا جاتے۔ (تفسیر نعیمی ج 8 ص 399)

٦ آیت مبارکہ: قال اخرج منها مذء وما مدحورا لمن تبعك منهم لاملئن جهنم منكم اجمعين ٥ ويادم اسكن انت و زوجك الجنة فكلا من حيث شئتما ولا تقربا هذه الشجرة فتكونا من الظالمين ٥

ترجمہ: رب تعالیٰ نے فرمایا تو یہاں سے مردود ہوکر راندۂ درگاہ ہوکر نکل جا جو تیرے تابعدار ہوئے میں ضرور بالضرور ان سمیت تم سب سے دوزخ بھر دوں گا، اور اے آدم آپ اور آپ کی زوجہ جنت میں رہو جو مرضی ہے دونوں کھاؤ ہاں اس درخت کے قریب نہ جانا ورنہ تم حد سے بڑھنے والوں میں شمار ہو جاؤ گے۔

تلخیص نگاری:

جب ابلیس اپنا فاسد ارادہ رب سے ظاہر کر چکا تو رب تعالیٰ نے بطور عتاب اس سے فرمایا تو بکواس نہ کر یہاں سے نکلنے والی بات کر یہاں سے عیبی ہوکر نکل کہ اب تو نہ تو مومن ہے نہ عابد نہ عارف بلکہ اب تو خبیث ہے کافر ہے دنیا میں ذلیل پھر، کہ ہر جگہ سے تجھے پھٹکارا

ہو مارا مارا پھر۔ تو اور تیری اولاد اور تیری اتباع کرنے والے انسان ان سب سے دوزخ بھر دوں گا، پھر حضرت آدم علیہ السلام جنت میں رہنے لگے اور شیطان نکال دیا گیا، پھر رب نے ان دونوں سے فرمایا اے آدم تم اور تمہاری زوجہ جنت میں رہو اور جنت کے پھل کھاؤ جس جگہ کی سیر کرنا چاہو کرو ہر چیز کھانا مگر اس درخت کو پہچان لو اس کا کھانا تو کیا اسکے قریب بھی نہ جانا ورنہ تم دونوں خطا کاروں میں سے ہو جاؤ گے اور جنت خطا کاروں کی جگہ نہیں۔

خیال رہے کہ اس مقام پر چند تحقیقات ہیں۔

1. حضرت حوا رضی اللہ عنہا کیسے پیدا ہوئیں؟
2. جہاں دونوں حضرات کو رکھا گیا یہ وہ ہی مشہور جنت ہے جہاں بعد قیامت مسلمان رہیں گے یا یہ آسمان زمین یا کوئی باغ تھا؟
3. یہ فرمان کہ تم دونوں کھاؤ یہ حکم اباحت کے لیے تھا یا وجوب کے لئے؟
4. اس درخت کے قریب نہ جانا یہ ممانعت تنزیہی تھی یا تحریمی؟
5. وہ درخت کس چیز کا تھا؟
6. ان کا اس درخت کو کھالینا گناہ تھا یا خطاء اور خطاء تھا تو کس درجہ کی؟
7. فتکونا من الظالمین میں ظالم سے کیا مراد ہے؟
8. یہ واقعہ حضرت آدم کی نبوت سے پہلے کا ہے یا بعد کا؟

یہ سب چیزیں سورۃ بقرہ میں بیان ہو چکیں۔ (تفسیر نعیمی ج 8 ص 407)

آیت مبارکہ: **فوسوس لهما الشيطان ليبدي لهما ماوري عنهما من سو اتهما وقال مانها كما ربكما عن هذه الشجرة الا ان تكونا ملكين اوتكونا من خالدين ○ وقاسمها لكما لمن الناصحين ○**

ترجمہ: پھر شیطان نے ان کے دل میں یہ وسوسہ ڈالا کہ ان پر شرم کی چیزیں کھولے اور بولا کہ تمہیں تمہارے رب نے اس لیے پیڑ سے منع کیا کہ تم دونوں فرشتہ ہو جاؤ یا ہمیشہ کے لیے جنت کے باشندے ہو جاؤ شیطان نے ان دونوں کے سامنے قسم کھائی اور کہا کہ میں تم دونوں کا خیر خواہ ہوں۔

تلخیص نگاری:

ان سارے واقعات کے بعد ہوا یہ کہ ابلیس جنت میں حضرت آدم و حضرت حوا علیہما السلام کے پاس پہنچ ہی گیا ان دونوں بزرگوں کے دل میں وسوسہ ڈال دیا جس وسوسہ کا انجام یہ ہونا تھا کہ وہ دونوں ایک دوسرے کے سامنے برہنہ ہو جائیں وہ اس طرح کہ گندم کھالیں جس کی پاداش میں انکا نوری لباس اتار لیا جائے پھر وہ اس طرح زمین پر روانہ کر دیے جائیں جیسے کسی کو اس کے عہدے سے علیحدہ کرتے ہیں تو پہلے اسکی وردی پیٹی داخل دفتر کرتے ہیں پھر علیحدہ کرتے ہیں اس مردود نے وسوسہ اس طرح ڈالا کہ کہا اے آدم اے حواء واقعی رب نے تم کو اس درخت سے تو کیا اس کے پاس جانے سے منع کیا مگر یہ ممانعت دائمی نہیں بلکہ ایک خاص وقت کے لئے تھی جب تم میں اس کے ہضم کرنے کی طاقت نہ تھی اب تم قوی و توانا ہو چکے ہو اسے ہضم کر سکتے ہو اس درخت میں تاثیر یہ ہے کہ اسکے کھانے سے انسان یا تو فرشتہ ہی ہو جاتا ہے کہ عرصہ تک زندہ رہتا ہے کھانے پینے سے بے نیاز ہو جاتا ہے یا اس جماعت میں داخل ہو جاتا ہے جیسے موت آتی ہی نہیں جیسے حور و غلمان وغیرہ ابھی تم جنت میں مہمان ہو تمہارا یہاں رہنا عارضی ہے اگر یہ کھالو تو تم یہاں کے دائمی باشندے ہو جاؤ گے تمہاری پیدائش کے وقت تم میں فرشتہ بننے کی صلاحیت نہ تھی یہ کہا اور رب کی قسم کھا کر بولا میں تمہارا بدخواہ نہیں ہوں آدم علیہ السلام کو یہ دھیان ہی نہ رہا کہ کوئی اللہ کی جھوٹی قسم بھی کھا سکتا ہے سو دھوکہ میں آگے خیال رہے کہ شیطان کا دھوکہ دو لفظوں میں پوشیدہ ہے ایک نہا کما میں کہ ممانعت وقتی تھی دوسرا "ربکما" میں کہ پالنے والا رب بندے کی حالت کے مطابق غذاء دیتا ہے تم اس وقت غذاء کے لائق نہ تھے اب ہو گئے ہو۔ (تفسیر نعیمی ج 8 ص 415)

٨ آیت مبارکہ: فدلھما بغرور فلما ذاقا الشجرۃ بدت لھما سواتھما وطفقا یخصفن علیھما من ورق الجنۃ وناد ھما ربھما الم انھکما عن تلکما الشجرۃ واقل لکما ان الشیطان لکما عدوٌ مبین٥

ترجمہ: پھر وہ انکو دھوکہ دیکر نیچے اتار لایا پس جب انھوں نے اس درخت کو چکھا تو ان کے ستر ان پر ظاہر ہو گئے وہ درختوں کے پتوں سے ان کو چھپانے لگے ان کو انکے رب نے

نداء فرمائی کہ کیا میں نے تم کو اس درخت سے منع نہ کیا تھا؟ اور کیا تم سے نہ فرمایا تھا کہ شیطان تمہارا ظاہر ظہور دشمن ہے۔

تلخیص نگاری:

ابلیس نے حضرت آدم و حضرت حواء کو مذکورہ بالا دھوکہ و فریب دیکر عالم بالا اسے زمین دار البقاء سے دار الفناء کی طرف عیش و عشرت سے مشقت و کلفت کی جگہ اتار دیا ہوا یہ کہ ان دونوں نے اس درخت کا پھل برائے نام ہی کھایا تھا، کہ ان پر محنتوں اور مشقتوں کی ابتداء ہوگئی کہ ان کا جنتی و نورانی لباس ان سے اتر گیا دونوں خاوند بیوی ایک دوسرے سے برہنہ ہوگئے وہ دونوں شرم کی وجہ سے اپنے جسم پر جنت کے ایک درخت (انجیر) کے پتے اسی کے تنکوں میں سی سی کر کے لپیٹنے لگے تا کہ ستر پوشی ہو ادھر رب تعالیٰ نے انکو پکارا کہ اے آدم و حواء کیا ہم نے تم کو اس درخت کے کھانے سے منع نہ فرمایا تھا تم بھول کیوں گئے؟ تم نے کھا کیوں لیا؟ کیا ہم نے تم کو پہلے ہی سے خبردار نہ کیا تھا کہ ابلیس تمہارا کھلا دشمن ہے تمہاری وجہ سے وہ جنت سے نکالا گیا مردود بارگاہ ہوا اسکی عبادات رائیگاں ہوئیں تم نے یہ خیال بھی نہ کیا اور اسکی باتوں میں آگئے۔ (تفسیر نعیمی ج 8 ص 423)

● آیت مبارکہ: قالا ربنا ظلمنا انفسنا و ان لم تغفر لنا و ترحمنا لنکونن من الخسرین ○ قال اهبطوا بعضکم لبعض عدو ولکم فی الارض مستقر و متاع الی حین ○ قال فیها تحیون و فیها تموتون و منها تخرجون ○

ترجمہ: دونوں نے عرض کی اے ہمارے رب ہم نے اپنی جانوں پر نقصان کیا اگر تو ہمیں نہ بخشے اور ہم پر رحم نہ کرے تو ہم تو نقصان والے لوگوں میں سے ہوں گے رب نے فرمایا تم سارے اترو تمہارے بعض دوسرے بعض کے دشمن ہیں تمہارے لیے زمین میں جائے قرار ہے اور ایک معین مدت تک نفع اٹھانا ہے فرمایا تم زمین میں جیو گے زمین میں ہی مرو گے زمین میں سے ہی اٹھائے جاؤ گے۔

تلخیص نگاری:

رب تعالیٰ کا یہ عتابانہ خطاب سنکر ان دونوں حضرات نے کوئی بہانہ نہ بنایا اپنے کام کی تاویل نہ کی بلکہ نہایت عاجزی سے عرض کیا کہ ہمارے مولیٰ واقعی تو نے ہم کو سب کچھ بتادیا تھا ہم سے غلطی ہوگئی ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کرلیا اپنا حق ہم نے خود مارلیا کہ گندم کھالی اب اگر تو ہماری پردہ پوشی نہ کرے اور ہم پر رحمت کرکے معافی نہ دے تو ہم بالکل خسارہ ونقصان والوں میں سے ہوجائیں گے رحم کر رب العلمین نے انکی دعا رد نہ فرمائی بلکہ انکو اسکی حکمت بتاتے ہوئے فرمایا کہ فی الحال تم مع اپنے بچوں کے زمین پر اتر جاؤ مگر تمہاری اولاد مختلف قسم کی ہوگی کافر مومن منافق مخلص دنیادار دیندار غافل عاقل ان میں سے ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے اور تم سب کا قرار زمین میں ہوگا وہاں ہر طرح کا برتنا (اشیاء کا استعمال کرنا) مگر ہمیشہ کے لئے نہیں اپنی وفات تک حضرت آدم علیہ السلام یہ سن کر بہت مغموم ہوئے۔

تو رب نے فرمایا غم نہ کرو تم سب زمین میں جیو گے وہاں ہی فوت ہوگے وہاں ہی سے بروز قیامت دوبارہ اٹھائے جاؤ گے بقدر اعمال جنت دوزخ میں بھیجے جاؤ گے یہ قیام عارضی ہوگا۔

خیال رہے کہ یہ حضرت آدم علیہ السلام نے یہ دعا نہ کی تھی کہ ہمیں زمین پر نہ بھیجا جائے اسکے جواب میں رب کے فرمان اھبطوا اتر جاؤ اس میں چند حکمتیں ہیں۔

1. اے آدم جنت جگہ توبہ کرنے اور دعا مانگنے کی نہیں یہ تو ان کاموں کے ثواب وجزاء کی جگہ ہے گندم بوئی جاتی ہے کھیت میں۔ کھائی جاتی ہے گھروں میں۔ اعمال کاشت ہوتے ہیں زمین میں ثواب لیا جاتا ہے جنت میں۔ تم زمین پر جاکر دعا کرو جیسے حج مکہ مکرمہ میں ہوتا ہے یوں ہی عبادات زمین پر ہوتی ہیں۔ جیسے بنی اسرائیل سے کہا گیا تھا کہ بیت المقدس جاکر توبہ کرو۔
2. تمہاری پشت میں کافر ومومن سب کی روحیں ہیں جنت میں انکی چھانٹی ناممکن ہے زمین میں جاؤ تاکہ ان میں چھانٹ ہو۔
3. ابھی تم صرف فضل کی جنت میں رہے زمین پر جاکر اعمال صالحہ کرو تاکہ آئندہ

اعمال کے باغات لگیں تم کو وہ نعمتیں بھی عطا ہوں۔

۱۰ ابھی جنت میں صرف تم دونوں ہو زمین پر جاؤ کروڑوں ہو آؤ تا کہ جنت آباد ہو جنت کی آبادی حور وغلمان اور فرشتوں سے نہیں بلکہ مومن انسانوں سے ہے غرض یہ کہ اس فرمان میں انکی دعا کارد نہیں ہے بلکہ دعا کی جگہ اور اسکے وقت کی راہبری ہے۔ (تفسیر نعیمی ج8ص431)

۱۰ آیت مبارکہ: یبنی ادم قد انزلنا علیکم لباساً یواری سواتکم وریشا و لباس التقویٰ ذلك خیر ذلك من آیات اللّٰه لعلهم یذکرون ٥

ترجمہ: اے اولاد آدم بے شک ہم نے تم پر وہ لباس اتارا جو تمہارے پوشیدہ مقام کو چھپائے اور ایک وہ لباس جو تمہاری آرائش ہو اور پرہیز گاری کا لباس بہت ہی بہتر ہے یہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہے تا کہ وہ نصیحت پکڑیں۔

تلخیص نگاری:

ہماری تفسیر سے معلوم ہوا کہ اس آیت کریم کی بہت سی تفسیریں ہیں ہم ان میں سے ایک تفسیر کا خلاصہ عرض کرتے ہیں جو آسان بھی ہے اور ظاہر بھی۔

اے اولاد آدم یعنی انسانو تم ہماری ایک خاص نعمت کو یاد رکھو جو صرف تم کو دی گئی دوسری مخلوق کو عطا نہ ہوئی ہم نے تم پر لباس اتارا کہ بارش کے ذریعے کپاس اون ریشم وغیرہ چیزیں پیدا فرمائیں جن سے تمہارے کپڑے بنتے ہیں تم کو کپڑا بننا کات کرسی لینا سکھایا ان میں بعض لباس تو تمہیں ستر پوشی کے کام آتے ہیں اور بعض لباس تمہاری زینت کا ذریعہ بھی ہیں مگر تم صرف جسمانی لباس پر قناعت نہ کرنا اپنے دل اور روح کو بھی لباس پہنانا تقویٰ یعنی ایمان، اعمال حیاء وشرم اور خوف خدا وغیرہ جو تمہارے دلوں کا لباس ہے یہ ظاہری لباس سے افضل ہے کہ جسمانی لباس تو جسم کی عارضی حفاظت کرتے ہیں مگر یہ لباس دل اور روح کی دائمی حفاظت کرتے ہیں یہ لباس اتارنا یا خود نفیس لباس اللہ کی بڑی نشانیوں سے ایک ہے تا کہ لوگ اس کے ذریعہ لوگ نصیحت حاصل کریں۔ (تفسیر نعیمی ج8ص439)

● آیت مبارکہ: یبنی ادم لا یفتننکم الشیطان کما اخرج ابو یکم من

الجنة ینزع عنھما لباسھما لیریھما سو اتھما انه یراکم ھوو قبیله من حیث لاترونھم انا جعلنا الشیاطین اولیاء للذین لایومنون○

ترجمہ: اے نبی آدم، تمہیں شیطان ہرگز فتنہ میں نہ ڈالے جیسے اس نے تمہارے ماں باپ کو جنت سے نکلوادیا ان سے ان کا لباس اتارتا تھا تا کہ ان دونوں کو ان کے شرم ناک مقام دکھائے بے شک وہ شیطان اور اس کا قبیلہ کنبہ تمہیں اس جگہ سے دیکھتا ہے جہاں تم انھیں نہیں دیکھ سکتے بے شک ہم نے شیطانوں کو ان لوگوں کا ساتھی بنادیا جو ایمان نہیں لاتے۔

تلخیص نگاری:

اے آدم علیہ السلام کی اولاد تم اپنے دادا، دادی، آدم وحوا کا واقعہ شیطان کا داؤ فریب سن چکے یہ خیال نہ کرنا کہ وہ ایک اتفاقی واقعہ تھا جو ہو گیا، ذرا ہوشیار رہنا ایسا نہ ہو کہ شیطان تم کو بھی فتنہ اور مصیبت میں پہنچادے جناب آدم کو تو اس نے جنت سے باہر بھجوادیا ان سے ان کا جنتی لباس اتروایا، ان کو برہنہ کروایا اور تمہیں جنت میں جانے کے قابل نہ رہنے دے تم کو ایسے عقائد و اعمال کی طرف دھکیل دے جو جنت سے دور رکھیں ایک آن بھی اس سے غافل نہ رہو وہ تمہارا ایسا قوی دشمن ہے کہ وہ اور اسکی ذریت تم سب کو ہر وقت ہر طرح ہر حالت میں دیکھتی ہے تمہارے ہر حال ہر ارادے، ہر نیت ہر ادا سے خبر دار ہیں مگر تم ان کو نہیں دیکھتے کہ تم کثیف ہو وہ لطیف، ایسا چھپا دشمن جو نظر نہ آئے بہت خطرناک ہوتا ہے، خیال رکھو کہ شیطان کا قابو انہی لوگوں پر ہے جو ایمان سے خالی ہیں۔ مومن متقی بن کر رہو کہ ایمان اس سے بچاؤ کا بہترین قلعہ ہے۔ تقویٰ اسکے مقابل بہترین ہتھیار، انسان چار قسم کے ہیں مومن متقی، مومن فاسق، کافر بدکار کافر نیک کردار، مومن متقی کا وہ سخت دشمن ہے اور ان سے ڈرتا بھی ہے جلتا بھنتا بھی۔ مومن فاسق سے کچھ امیدیں لگائے بیٹھا ہے، کافر نیک کار سے خوش ہے کہ جب اس کو کافر بنادیا تو اسکی نیکیاں بے کار ہیں مگر کافر بدکار کا گھر ایار ہے اس آیت میں چوتھی جماعت کا ذکر ہے۔ مجاہد فرماتے ہیں کہ ابلیس نے کہا ہم میں چار کمال ہیں۔

1. ہم سب کو دیکھتے ہیں ہم کو کوئی نہیں دیکھتا۔
2. ہم کسی کے قابو میں نہیں آتے۔

۳ ہم بوڑھے ہو کر پھر نوجوان ہو جاتے ہیں۔

۴ ہم چپکے سے نکل جاتے ہیں۔ (تفسیر کبیر خازن وصاوی)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا شیطان کا گھر انسانوں کے سینوں میں ہے سوا ان لوگوں کے جن کو اللہ محفوظ رکھے۔ (خازن صاوی)

(تفسیر نعیمی ج8 ص448 مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ گجرات)

نتیجہ بحث:

۱ حکیم الامت بہت زبردست تلخیص نگار تھے۔

۲ آپ کا مطالعہ وسیع تھا۔

۳ بات سمجھانے کا فن عطا فرمائے گئے تھے۔

باب ۲۸

حکیم الامت بطور حکیم الامت

① حکیم الامت کا معنی

② حکمت کی فضیلت

③ حکیم الامت کی حکمت بھری گفتگو پر ایک نظر

④ نتیجہ بحث

باب ۲۶

حکیم الامت بطور حکیم الامت

(1) حکیم الامت کا معنی

(2) حکمت کی فضیلت

(3) حکیم الامت کی حکمت بھری گفتگو پر ایک نظر

(4) نتیجہ بحث

حکیم الامت کا معنی:

حکیم حکمت سے بنا ہے مادہ ہے (ح، ک، م) معنی ہے پھیر دینا، روک دینا، پالینا علم کو حکمت اسی لیے کہا جاتا ہے کہ اس سے نفس جہالت سے پھر جاتا ہے بری باتوں سے رک جاتا ہے اور حق کو پالیتا ہے بعض نے فرمایا کہ حکمت فقہ کو بھی کہا جاتا ہے اور حدیث وسنت کو بھی اور بعض کے نزدیک اس لفظ سے مراد قرآن اور اس کے اسرار ہیں بعض نے کہا کہ الکتاب اور الحکمۃ سے مراد صحیح عمل اور (اعتقاد) ہے اسی معنی میں عالم باعمل کو حکیم کہا جاتا ہے۔

(تفسیر نعیمی ج 1 ص 739 مطبوعہ نعیمی کتب خانہ لاہور)

امت یا تو اُمّ سے بنا بمعنی اصل اور یا اَمٌّ سے بمعنی قصد کرنا، چونکہ جماعت وگروہ بھی ایک اصل کی طرف رجوع کرتی ہے اور اس کا مقصد مشترک ہوتا ہے اس لیے اس کو امت کہا جاتا ہے۔ (روح البیان، تفسیر نعیمی ج 1 ص 758 مطبوعہ نعیمی کتب خانہ گجرات ولاہور)

معنی کا حاصل یہ ہوا کہ صاحب علم وعقل نیک آدمی کو حکیم کہا جاتا ہے کیونکہ وہ عقیدہ علم اعمال اور کردار کی بلندی وغیرہ جیسی نعمتوں سے مالا مال ہوتا ہے۔

خیال رہے کہ حکیم اللہ تعالیٰ کی صفت بھی ہے اور بندے کی صفت بھی، لیکن یہ شرک نہیں بلکہ اشتراک ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ اور معنی میں حکیم ہے اور بندہ دوسرے معنی کے اعتبار سے، اللہ تعالیٰ کے حکیم ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ ذاتی طور پر حکیم ہے کسی کے بنائے بغیر ہے کسی نے اس کو حکمت عطاء نہیں کی اس کی حکمت ازلی ابدی ہے حدوث سے پاک ہے زوال سے منزہ ہے لیکن بندے کے حکیم ہونے کا یہ حال نہیں بندہ اللہ کے عطا کرنے سے حکمت والا ہے اور اسکی حکمت بھی محدود وحادث ہے وغیرہ وغیرہ۔ اس مضمون پر چند آیات ملاحظہ ہوں۔

آیات مبارکہ:

1. انک انت العلیم الحکیم O (البقرۃ .2 آیت 32)
2. انک انت العزیز الحکیم O (البقرۃ .2 آیت 129)
3. ان اللہ عزیز حکیم O (البقرۃ .2 آیت 220)

۴ واللّٰہ عزیز حکیم O (البقرۃ .2 آیت 240)

۵ لا الہ الا ھو العزیز الحکیم (آل عمران .3 آیت 6)

۱ ویعلمھم الکتاب والحکمۃ (البقرۃ .2 آیت 129)

۲ انزل علیکم من الکتاب والحکمۃ (البقرۃ .2 آیت 231)

۳ واتہ اللہ الملک والحکمۃ O (البقرۃ .2 آیت 251)

۴ یوت الحکمۃ من یشاء (البقرۃ .2 آیت 269)

۵ ومن یوت الحکمۃ فقداوتی خیرا کثیرا (البقرۃ .2 آیت 269)

ان آیات میں حکمت کو بندے کی صفت بتایا گیا ہے۔

خیال رہے کہ اللہ تعالیٰ کی ساری صفات ذاتی ازلی ابدی دائمی مستقل غیر حادث غیر محدود ہیں لیکن بندے کی تمام عطائی غیر ازلی غیر ابدی عارضی غیر مستقل اور محدود وحادث ہیں لہٰذا جو لوگ اپنی قلت عقل وقلیل مطالعہ سے اہل حق کو مشرک کہتے سمجھتے اور لکھتے ہیں وہ گمراہ ہیں کیونکہ جب اتنا فرق ہم بتا رہے ہیں سمجھ رہے ہیں کر رہے ہیں تو پھر یہ الزام کہ وہ شرک فی الصفات کرتے ہیں کیسے سچ ہو سکتا ہے، حالانکہ وہ خود بھی اس بات کے قائل ہیں کہ جب تک فرق نہ کیا جائے تب تک توحید ثابت ہی نہ ہو گی دیکھو بندے کی صفت ہے موجود ہونا، قائم ہونا، زندہ ہونا، طاقت وقوت والا ہونا سننے والا ہونا، دیکھنے والا ہونا پکڑنے والا ہونا رحم ومہربانی کرنے والا ہونا علم والا ہونا، خبر رکھنے والا ہونا اور حکمت والا ہونا یہ ساری صفات رب تعالیٰ کی بھی ہیں تو جیسے ان میں فرق مانتے ہو یوں ہی علم غیب اور دیگر صفات میں بھی فرق تسلیم کرو لیکن یہ ناقص العقل والمطالعہ لوگ ایسا اس لیے نہیں کرتے کہ ان کا خود ساختہ نظریہ ختم ہو جاتا ہے اور ان کے بڑوں کی قلت فہم ہر ایک پر عام ہو جاتی ہے، اس مضمون پر چند آیات درج ذیل ہیں۔

۱ واللّٰہ علیم حکیم O (النساء 4 آیت 26)

۲ وھو الحکیم الخبیر O (سبا .34 آیت 1)

۳ ان اللّٰہ کان سمیعاً بصیراً O (النساء .4 آیت 58)

۴ فجعلنا ہ سمیعاً بصیراً (الدھر .76 آیت 2)

۵ ان اللّٰہ بالناس لروف الرحیم (البقرہ 2.آیت 243)

۶ حریص علیکم بالمومنین روف رحیم (التوبہ 9.آیت 128)

پہلی آیت مبارکہ میں علم اور حکمت رب نے اپنی صفت بتلائی ہے دوسری آیت مبارکہ میں حکمت اور خبر دینے والا ہونا اپنی صفت فرمائی حالانکہ یہ چاروں صفات بندے کی بھی ہیں تیسری آیت میں سماعت والا اور بصارت والا ہونا اپنے لئے بیان فرمایا چوتھی آیت میں بندے کے لیے یہی دو صفتیں ذکر فرمائیں پانچویں آیت میں روف اور رحیم ہونا اپنی صفت فرمائی اور چھٹی آیت میں خاص بندے کے لیے ذکر کی یعنی نبی کریم ﷺ کے لئے کہ وہ بھی روف اور رحیم ہیں، اب منکرین وغافلین بتائیں کہ فرق کے بغیر توحید کیسے ثابت ہوگی؟ پس جو جواب تمہارا ہے وہی ہمارا بھی فرض کرلو کہ ہم حضور ﷺ کی شان و بزرگیاں کس اعتبار سے تسلیم کرتے ہیں۔

حکمت کی فضیلت:

حکمت اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی عطاء ہے اگر اسکی کوئی خصوصی فضیلت وارد نہ بھی ہوتی تو یہی اسکی فضیلت کافی تھی کہ یہ اللہ تعالیٰ کی صفت ہے اللہ تعالیٰ کی صفت کا فضیلت سے خالی ہونا محال ہے حکمت کی فضیلت میں چند آیات ذکر کرتا ہوں ملاحظہ ہوں۔

آیات مبارکہ:

۱ یعلمهم الکتاب والحکمة ویزکیهم (البقرة 2، آیت 129)

۲ واته اللّٰہ الملك والحکمة (البقرة 2آیت 251)

۳ فقد اتینا ال ابراهیم الکتاب والحکمة (النسآء 4آیت 54)

۴ من یوت الحکمة فقد اوتی خیرا کثیرا (البقرة 2آیت 269)

۵ ولقد اٰتینا لقمان الحکمة (لقمان 31.آیت 12)

۶ لما اتیتکم من کتاب وحکمة (ال عمران 3آیت 81)

ان آیات کا حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء ورسل کو اس نعمت سے نوازا تھا اور

بعض انبیاء کرام کو خصوصی طور پر احسان جتلایا تا کہ اس نعمت کی فضیلت وعظمت اور نمایاں ہو، اور اس نعمت سے اللہ تبارک وتعالیٰ نے اولیاء ومقبولین کو بھی بہرہ مند فرمایا اور یہ حقیقت واضح فرمائی کہ جو بھی حکمت سے سرفراز کیا گیا وہ خیر کثیر یعنی بہت بڑی بھلائی سے نوازا گیا جیسے حضرت لقمان حکیم سمیت تمام مقبول بارگاہ حضرات رضی اللہ عنہم اجمعین۔

حکیم الامت کی حکمت بھری گفتگو پر ایک نظر:

حکمت بھری شخصیت کی حکمت سے پر گفتگو درج کرنے سے قبل ایک دو باتیں عرض کرتا ہوں ملاحظہ فرمائیں پہلی بات یہ ہے کہ فی زمانہ القاب بہت سستے ہیں معمولی آدمی کو بڑے بڑے القاب اس طرح دے دیئے جاتے ہیں کہ اس کا اصل نام تلاش کرنا بھی مشکل ہو جاتا ہے دیوار پر لگے ہوئے کسی بھی اشتہار کو دیکھ کر تائید وتصدیق کرلیں۔ آدھا رکوع القاب کا ہوگا اور کبھی کبھی بہت مزاحیہ صورتحال پیش آجاتی ہے ایک دو واقعات ملاحظہ ہوں۔

ایک صاحب نیم عالم اور نیم پیر تھے مگر مریدوں نے ان کو القاب دے دے کر بہت ہی بڑھایا ہوا تھا ایک دفعہ پیدل سفر کے دوران بارش آگئی سردی کا موسم تھا پناہ حاصل کرنے کی خاطر مرید وشاگرد نے ایک مکان پر دستک دی اندر سے مالک نے آواز دی بھئی کون ہے؟ یہ بولا کہ میں ہوں فلاں اور میرے ساتھ حضرت، علامہ، مولانا، فاضل جلیل، عالم نبیل، پیر طریقت راہبر شریعت شیخ الکل فی الکل حضرت اقدس شیخ الہند جناب فلاں صاحب ہیں دروازہ کھولیے کہ آپ کے گھر کچھ دیر قیام کرنا ہے اندر سے آواز آئی معاف کرنا بھئی تعلقات اپنی جگہ لیکن اتنے بندوں کی ہمارے پاس جگہ نہیں ہے۔

ایک تقریب میں ایک صاحب کو دعوت خطاب سے قبل بہت سے القاب دیئے گئے ایک دوسرا آدمی اٹھ کر خطاب کرنے کی غرض سے سٹیج پر چلا گیا سٹیج سکریٹری نے کہا معاف کیجئے میں نے یہ القاب فلاں صاحب کے لیے استعمال کیے ان کے بعد آپ خطاب فرمایئے گا وہ آدمی الجھ پڑا کہ نہیں میں ہی خطاب کروں گا، مارچ والے پروگرام میں یہ سارے القاب آپ نے میرے نام کے ساتھ ذکر کیے تھے اور اب اگست والے پروگرام میں تو نے اس کو دے دیئے چند ماہ میں اتنا بڑا انقلاب؟

ان باتوں سے یہ مقصود ہے کہ جہاں اور بہت سے ایسے ہیں وہاں یہ دردناک حقیقت بھی ہے کہ معمولی کو غیر معمولی خطابات دے دیے جاتے ہیں۔

دوسری بات یہ کہ دوران تحقیق یہ بات سامنے آئی کہ حکیم الامت علیہ الرحمۃ کا خصوصی لقب حکیم الامت جسکے ہو وہ اہل بھی تھے حضرت مولانا غلام رسول صاحب سعیدی مدظلہ العالی کی کتب میں کہیں بھی نہ تھا حالانکہ انھوں نے حکیم الامت علیہ الرحمۃ کے ہم عصر علماء کرام کے لئے ان کے خصوصی القابات ذکر کیے تحریر فرمائے ہیں، مثلاً۔

حضرت امام احمد رضا خان علیہ الرحمۃ کا لقب	اعلیٰ حضرت
حضرت مولانا امجد علیہ الرحمۃ کا لقب	صدر الشریعہ
حضرت مولانا احمد سعید کاظمی علیہ الرحمۃ کا لقب	غزالئ زمان
حضرت مولانا عطا محمد چشتی علیہ الرحمۃ کا لقب	استاذ العلماء
حضرت مولانا سید محمد نعیم الدین مرادآبادی علیہ الرحمۃ کا لقب	صدر الافاضل
حضرت مولانا نور اللہ نعیمی علیہ الرحمۃ کا لقب	فقیہ اعظم

حقیقت حال و دل رب بہتر جانتا ہے لیکن متبادر یہی معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے شائد اس لقب کو ان کے لیے موزوں نہ سمجھا ہو واللہ علم و رسولہ ﷺ۔

خیال رہے کہ حکیم الامت علیہ الرحمۃ کو حکیم الامت درج ذیل افراد نے قرار دیا تھا۔

1. محدث اعظم پاکستان حضرت مولانا محمد سردار احمد خان علیہ الرحمۃ
2. محدث علی پور جناب حضرت پیر سید جماعت علی علیہ الرحمۃ کے صاحبزادگان
3. حضرت غزالئ زمان جناب سید احمد سعید کاظمی شاہ علیہ الرحمۃ
4. ابوالحقائق حضرت مولانا عبد الغفور ہزاروری علیہ الرحمۃ
5. حضرت پیر سید غلام محی الدین علیہ الرحمۃ المعروف بابوجی صاحب گولڑہ شریف
6. حضرت صدر الافاضل علیہ الرحمۃ کے صاحبزادگان
7. حضرت مولانا قاری احمد حسین رہتکی علیہ الرحمۃ

(نور العرفان و سوانح عمری، مطبوعہ نعیمی کتب خانہ گجرات)

یہ لقب ان بڑے حضرات نے آپ کو اس وقت دیا جب آپ نے حاشیہ القرآن نور العرفان تصنیف کیا تھا۔

اسی حاشیہ سے چند حکمت بھری امثلہ درج ذیل ہیں۔

آیت مبارکہ: لو کان فیھما الھۃ الا اللّٰہ لفسدتا.

ترجمہ: زمین وآسمان میں اگر رب کے علاوہ کئی خدا ہوئے تو وہ دونوں یعنی آسمان و زمین خراب ہو جاتے۔

حکمت بھری گفتگو:

اس لیے کہ اگر ایسے چند خدا مانے جائیں جیسے مشرکین مانتے ہیں تو یہ مجبور محض ہیں اور مجبور و بے خبر کی الوہیت (اللہ ہونا) سے عالم تباہ ہو جائے گا جیسے غافل بادشاہ کی سلطنت سے ملک برباد ہو جاتا ہے اور اگر حقیقی قدرت والے چند الہ ہوں تو دو صورتیں ہیں اگر دونوں متفق ہو کر عالم کا نظام چلائیں تو ایک معلول کے لیے دو مستقل علتیں ہونا لازم آئے گا جو محال بالذات ہے اگر دونوں مختلف ہوں تو اجتماع ضدین بلکہ اجتماع نقیضین لازم آئے گا وہ بھی محال ہے خزائن العرفان۔

آیت مبارکہ: کل نفس ذائقۃ الموت:

ترجمہ: ہر ذی روح نے موت کا ذائقہ چکھنا ہے۔

حکمت بھری گفتگو:

عاشقوں کے لیے موت کا مزا لذیذ ہے اور غافلوں کے لیے سخت بدمزہ، موت ریل کی طرح ہے کسی کو محبوب تک پہنچاتی ہے کسی کو جیل تک۔

آیت مبارکہ: حتی طال علیھم العمر .

ترجمہ: حتی کہ ان پر عمر دراز ہو گئی۔

حکمت بھری گفتگو:

معلوم ہوا کہ لمبی عمر اور زیادتی مال و آرام عذاب الٰہی ہے اگر گناہوں میں صرف ہو،

اور رحمت الٰہی ہے اگر نیکیوں میں صرف ہو، شیطان کی لمبی عمر اس کے لئے عذاب الٰہی ہے اور حضرت نوح علیہ السلام کی دراز عمر شریف عین رحمت پروردگار ہے۔

آیت مبارکہ: قالو احرقوہ وانصروا الھتکم ان کنتم فعلین○:

ترجمہ: کفار نے کہا کہ ابراہیم کو جلادو اور اگر کرنا ہے تو اپنے معبود بتوں کی مدد کرو۔

حکمت بھری گفتگو:

چنانچہ نمرود اور اسکی قوم نے آپ کو قید کر دیا اور کوثی: م کی بستی میں ایک ماہ تک لکڑیاں جمع کرتے رہے پھر بڑی آگ جلائی جس کی تیزی سے پرندے بھی ہوا میں نہ اڑ سکتے تھے، پھر آپ کو گوپھن میں رکھ کر آگ کی طرف پھینکا اس وقت آپ یہ آیت پڑھ رہے تھے کہ حسبنا اللہ ونعم الوکیل۔ راہ میں جبریل امین ملے عرض کیا کوئی حاجت ہے؟ جواباً آپ نے فرمایا تم سے نہیں انھوں نے پوچھا تو فرمایا رب سے ہے مگر وہ جانتا ہے آپ نے سمجھا یہ تھا کہ یہ مقام امتحان ہے اس وقت دعا کرنی بھی مناسب نہیں کہ شائد بے صبری شمار نہ ہو جائے ، ہدہد اپنی، چونچ میں پانی لاکر آگ پر ڈالتا تھا گرگٹ دور سے پھونکیں مارتا تھا، نہ ہدہد کے پانی سے آگ بجھ گئی نہ گرگٹ کی پھونکوں سے آگ روشن ہوگئی مگر دل کا پتہ لگ گیا اس لیے حدیث میں گرگٹ کو مارنے کا حکم دیا گیا۔

آیت مبارکہ: من تو لاہ فانہ یضلہ ویھدیہ الی عذاب السعیر:

ترجمہ: جو شیطان سے دوستی کرے گا تو شیطان اسے گمراہ بھی کرے گا دوزخ کی راہ بھی چلائے گا۔

حکمت بھری گفتگو:

اس طرح کہ برے عقیدے رکھے، یا برے اعمال کرے یا برے لوگوں سے محبت کرے غرضیکہ شیطانی چیزوں اور شیطانی لوگوں سے محبت شیطان سے محبت ہے، جیسے اللہ والوں سے محبت اللہ سے محبت ہے۔

آیت مبارکہ: وتری الارض ھامدۃ فاذا انزلنا علیھا الماء اھتزت

وربت وانبتت من کل زوج بھیج :

ترجمہ: دیکھوزمین کومرجھائی ہوئی ہے پھر ہم نے پانی اتارا تر وتازہ ہوگئی ابھر آئی اوراس نے بارونق جوڑا اگایا۔

حکمت بھری گفتگو:

یعنی زمین میں اگر چہ ہر طرح کا دانہ بویا جائے مگر بغیر پانی کے خشکی رہتی ہے ایسے ہی انسان ہے لاکھ عمل کرے مگر فیض نبوت کے بغیر بے کار ہے، زمین پانی سے اور دل بزرگوں کے فیض سے ہرا بھرا ہوتا ہے ہجرت کے بعد فتح مکہ سے پہلے مسلمانوں کو مکہ معظمہ میں رہنا حرام تھا ہجرت کرنا واجب تھا کیونکہ کعبہ اللہ اگر چہ اللہ کا گھر تھا مگر نبوت کے نور سے منور نہ تھا۔

آیت مبارکہ: ثانی عطفه یضل عن سبیل اللّٰہ:

ترجمہ: لوگوں میں کوئی بے علم بے دلیل بے نوشتہ وہ بھی ہے جو خدا کے بارے میں جھگڑا کرتا ہے اپنی گردن موڑے ہوئے ہے تا کہ اللہ کی راہ سے بہکائے۔

حکمت بھری گفتگو:

یعنی تکبر کرتا ہوا آپ کی محفل سے نکل جاتا ہے کوشش کرتا ہے کہ مسلمانوں کو بہکا دے اور کفار کو ایمان نہ لانے دے اس سے معلوم ہوا کہ جو بزرگوں کی مجلس سے بھاگے وہ ہدایت پر نہیں آسکتا۔

آیت مبارکہ: یدعوا من دون اللّٰہ مالایضر و ما لا ینفعہ٥

ترجمہ: اللہ کو چھوڑ کر ان (بتوں) کی عبادت کرتے ہیں جو نہ نفع دیں نہ نقصان۔

حکمت بھری گفتگو:

یعنی انھیں پکارنا اور پوجنا جو دنیاوی نفع نقصان سے خالی (عمل) ہے وہ معبود نہ تو ان کو پوجنے کی وجہ سے نفع دیں اور نہ نہ پوجنے کی بناء پر نقصان پہنچائیں اور خود یہ چاند سورج اور پتھر وغیرہ نفع بھی دیتے ہیں اور نقصان بھی، پتھر سے ہزاروں کام لیے جاتے ہیں اگر مار دیا جائے تو زخمی کر دیتا ہے اسی طرح سورج سے بھی ہزاروں فوائد ہیں کبھی نقصان بھی پہنچ جاتا ہے

لہٰذا آیت کریمہ پر کوئی اعتراض نہیں۔

آیت مبارکہ:هل يذهبن كيده مايغيظ o

ترجمہ:اس کے مکر نے اس کی بات کو ختم کر دیا جس کی اس کو جلن ہے۔

حکمت بھری گفتگو:

اس سے معلوم ہوا کہ کوئی جلے بھنے یا بکواس بکے حضور علیہ السلام کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا سورج کو برا کہے جاؤ وہ چمکتا ہی رہے گا حضور کے نام لیوا دنیا و دین میں پھلیں پھولیں گے۔

آیت مبارکہ:ومن يعظم حرمت الله فهو خير له عند ربه

ترجمہ:جو اللہ کی حرمتوں کی عزت کرے وہ عزت کرنا اس کے حق میں اس کے رب کے نزدیک بہت اچھا ہے۔

حکمت بھری گفتگو:

جن چیزوں کا احترام ہے ان کا ادب کرنا ضروری ہے اس میں خانہ کعبہ قرآن شریف ماہ رمضان، مسجد حرام مدینہ منورہ کے در و دیوار کا ادب اور حضور کی سنتوں کی حرمت داخل ہے ان کی تعظیم رب کی تعظیم ہے معلوم ہوا اللہ کی چیزوں کی تعظیم عبادت کی جڑ ہے اگر دل میں تعظیم و محبت ہے تو عبادت قابل قبول ہے ورنہ نہیں شیطان کی عبادات اسی لیے برباد ہوئیں کہ اسکے دل میں آدم علیہ السلام کی تعظیم نہ تھی۔

آیت مبارکہ:ومن يعظم شعائر الله فانها من تقوى القلوب

ترجمہ:جو کوئی اللہ کی نشانیوں کی عزت کرے تو یہ دلوں کی پرہیزگاری کی علامت ہے۔

حکمت بھری گفتگو:

معلوم ہوا کہ عبادات ظاہری تو ظاہر جسم کا تقویٰ ہیں اور دل میں بزرگوں اور انکے تبرکات کی تعظیم ہونا دلی تقویٰ ہے اللہ نصیب کرے یہ بھی معلوم ہوا کہ جس جانور یا پتھر کو عظمت والے سے نسبت ہو جائے وہ شعائر اللہ (اللہ کی یاد دلانے والی نشانی) بن جاتی ہے قرآن کریم نے ہدی کے جانور کو کعبہ کی نسبت سے اور صفا مروہ کو کعبہ والی ہاجرہ رضی اللہ عنہا کی نسبت سے

شعائر اللہ فرمایا تفسیر روح البیان میں ہے کہ بزرگان دین کی قبریں بھی شعائر اللہ میں داخل ہیں جن لوگوں کو اللہ کے پیاروں سے نسبت ہو جائے وہ سب شعائر اللہ ہیں۔

آیت مبارکہ: کذلك سخر نها لکم لعلکم تشکرون ○

ترجمہ: ہم نے اس طرح جانوروں کو تمہارے قبضہ قدرت میں کر دیا تا کہ تم شکر گزار ہو جاؤ۔

حکمت بھری گفتگو:

کہ یہ جانور باوجود بہت قوت رکھنے کے تمہارے کہنے کے مطابق چلتے ہیں تمہارا مقابلہ نہیں کرتے دیکھو مکھی مچھر ہمارے بس میں نہیں اور اونٹ گھوڑا ہاتھی ہمارے بس میں ہیں رب نے ان میں طاقت وجرات جمع نہ فرمائیں ورنہ ہم ہلاک ہو جاتے۔

آیت مبارکہ: ولولا دفع اللّٰہ الناس بعضھم ببعض لھدمت صوامع وبیع و صلوت و مسجد.

ترجمہ: اگر اللہ کچھ لوگوں کو کچھ لوگوں کے ذریعے دفع نہ فرماتا تو خانقاہیں گرجے کلیسے اور مساجد ضرور خراب ہو جاتیں۔

حکمت بھری گفتگو:

یہ اس زمانے کے لحاظ سے ہے جب دین عیسوی و موسوی منسوخ نہ ہوا تھا گرجے اور کلیسے اس وقت قابل احترام تھے اب نہ ان کا احترام ہے نہ گرانا ممنوع، اگر کسی جگہ کے عیسائی مسلمان ہو جائیں تو اپنا گرجا گرا سکتے ہیں وہاں مسجد بنا سکتے ہیں ہاں مسلمانوں کو ان کے گرانے کا حق نہیں ہے، گزشتہ زمانوں میں بھی جہاد کی برکت سے کلیسے گرجے خانقاہیں وغیرہ کفار کے ہاتھوں سے محفوظ رہیں اب بھی خانقاہیں مسجدیں جہاد ہی کے ذریعہ محفوظ رہ سکتی ہیں انسان کی حفاظت کے لیے سانپ بچھو کو قتل کر دو ایمان کی حفاظت کے لئے جہاد کرو یار کے پتھر سے یار کا شیشہ توڑ دو۔

آیت مبارکہ: ولکن تعمی القلوب

ترجمہ: کافروں کی آنکھیں اندھی نہیں مگر دل اندھے ہیں۔

حکمت بھری گفتگو:

یہ آیت اس آیت کی تفسیر ہے۔ وما انت بھدی العمی، اس آیت میں دل کے اندھے مراد ہیں اس کی مزید تفسیر یہ آیت ہے، من کان فی ھذہ اعمی فھو فی الاخرۃ اعمی، لہٰذا کافر اگرچہ آنکھوں والا ہے مگر اندھا ہے اور مومن اگرچہ نابینا ہے مگر انکھیارا ہے، جیسے زندہ کافر مردہ اور مردہ شہید زندہ ہے کفار کے پاس بصارت تو ہے مگر بصیرت نہیں بصارت دماغ کی آنکھوں میں اور بصارت دل کی آنکھوں میں ہوتی ہے بصیرت پر ہدایت کا مدار ہے بصیرت کا سرمہ اللہ کا ذکر، پیٹ خالی رکھنا، تہجد کی نماز صبح کا استغفار ہے اور بزرگوں کی صحبت ہے۔

آیت مبارکہ: وان جادلوك فقل اللہ اعلم بما تعملون O

ترجمہ: اگر وہ لوگ آپ سے جھگڑا کریں تو آپ فرمائیں کہ اللہ تمہارے کرتوتوں کو خوب جانتا ہے۔

حکمت بھری گفتگو:

یعنی ان سے مناظرہ نہ کرو، صرف عذاب الٰہی سے ڈراؤ، معلوم ہوا کہ ہر باتونی اور جھگڑالو سے مناظرہ نہ کرنا چاہیے دیکھو رب تعالیٰ نے شیطان کے دلائل کا جواب نہ دیا بلکہ فرمایا دفع ہو جنت سے نکل جا تو لعنتی ہے، فاخرج منھا فانك رجیم O

آیت مبارکہ: اللہ یحکم بینکم یوم القیامۃ فیما کنتم فیه تختلفون O

ترجمہ: جس بات میں تم اختلاف کر رہے اللہ بروز قیامت اس کا فیصلہ کر دے گا۔

حکمت بھری گفتگو:

اب دنیا میں، کیوں کہ مرتے وقت اور محشر میں کوئی جھگڑا نہ کرے گا سب اسلام کو مان لیں گے۔ اس سے معلوم ہوا کہ جھگڑالو وہ ہے جو حق کا انکار کرے حق پر رہنے والا جھگڑالو نہیں۔ پولیس اور ڈاکوؤں میں جنگ ہو تو ڈاکو جھگڑالو ہیں نہ کہ پولیس۔

آیت مبارکہ: ما قدرو اللہ حق قدرہ۔

ترجمہ: مشرکین نے اللہ کی قدر نہ کی جیسی کرنا چاہیے تھی۔

حکمت بھری گفتگو:

اس لیے وہ مان بیٹھے کہ اکیلا رب اتنے بڑے جہاں کا انتظام نہیں کر سکتا اور اسے مددگاروں شریکوں کی ضرورت ہے معاذ اللہ۔ ان لوگوں نے دنیا کو تو دیکھا مگر رب کی شان میں غور نہ کیا، ان کی مثال اس دیہاتی (بے وقوف) کی سی ہے جو مال گاڑی کے 72 ڈبوں کو دیکھ کر کہے کہ ان کو ایک انجن نہیں کھینچ سکتا۔ انہوں نے ڈبے دیکھے مگر انجن کا زور نہ دیکھا۔ جنہوں نے رب کو دیکھا وہ کہتے ہیں رب تعالیٰ ایسے کروڑوں جہاں بنا سکتا ہے اور چلا سکتا ہے۔

آیت مبارکہ: ولقد خلقنا الانسان من سلالة من طين.

ترجمہ: بے شک ہم نے انسانوں کو منتخب مٹی سے پیدا فرمایا۔

حکمت بھری گفتگو:

اس طرح کہ مٹی سے غذا بنائی غذا سے خون اور خون سے نطفہ اور نطفہ سے انسان بنایا۔

آیت مبارکہ: ثم انكم بعد ذلك لميتون .

ترجمہ: پھر اس کے بعد بے شک تم مرو گے۔

حکمت بھری گفتگو:

اپنی عمر پوری کر کے، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی چونکہ ابھی عمر پوری نہ ہوئی تھی لہٰذا انکی وفات نہ ہوئی۔ عمر اس دنیا میں رہ کر پوری ہوتی ہے اس لیے ماں کے پیٹ میں رہنے کا زمانہ عمر میں شمار نہیں ہوتا۔

آیت مبارکہ: وما كنا عن الخلق غفلين .

ترجمہ: ہم مخلوق سے غافل نہیں۔

حکمت بھری گفتگو:

معلوم ہوا بندہ رب سے غافل ہے رب غافل نہیں بندہ اس سے دور ہے وہ بندے سے دور نہیں، بندہ اس تک نہ پہنچے مگر وہ تو بندے کے پاس ہے۔

آیت مبارکہ: وانزلنا من السماء ماء بقدر فاسکنا ہ فی الارض .

ترجمہ: ہم نے آسمان سے ایک اندازے پر پانی اتارا پھر اس کو زمین میں ٹھہرایا۔

حکمت بھری گفتگو:

اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ پانی کا اصل کارخانہ آسمان میں ہے رب فرماتا ہے وفی السماء رزقکم وما توعدون ۔ یعنی تمہارا رزق اور جن چیزوں کا تم سے وعدہ ہے آسمان میں ہے۔ سمندر تو اس کا خزانہ ہے جیسے سمندر میں خزانہ رہتا ہے بنتا نہیں بنتا ٹکسال میں ہے دوسرے یہ کہ ربّ تعالیٰ ہر ملک میں اس اندازے سے بارش بھیجتا ہے جو وہاں کی ضروریات کے لیے کافی ہو اسی لیے بنگال میں پنجاب سے زیادہ بارش ہوتی ہے ایسے ہی ہر زمانے میں وقت اور ضرورت کے مطابق بارش ہوتی ہے اور ضرورت کو رب تعالیٰ ہی خوب جانتا ہے۔

آیت مبارکہ: وان لکم فی الانعام لعبرۃ نسقیکم مما فی بطونھا.

ترجمہ: اور بے شک تمہارے لیے جانوروں میں عبرت کا مقام ہے ان کے پیٹ میں جو ہے اس سے تم کو پلاتے ہیں۔

حکمت بھری گفتگو:

اس طرح کہ خشک بھوسہ اور گھاس اس کے پیٹ میں جا کر دودھ بن کے نکلتا ہے وہی چارہ کوئی اور جانور کھائے تو دودھ نہیں بنتا۔ یہ ہماری قدرت ہے۔

آیت مبارکہ: ولو شاء اللّٰہ لانزل ملئکۃ .

ترجمہ: اور اگر اللہ چاہتا تو البتہ ضرور فرشتے نازل فرما دیتا۔

حکمت بھری گفتگو:

(کافروں نے حضرت نوح علیہ السلام کو نہ ماننے کے لیے عجیب بہانہ تراشا کہ نبی تو فرشتہ ہونا چاہیے) اس سے معلوم ہوا کہ کفر سے بھی عقل ماری جاتی ہے کیونکہ مشرکین درختوں پتھروں وغیرہ کو بھی خدا مان لیتے تھے مگر انسان کو نبی ماننے میں تامل کرتے تھے وہ سمجھتے تھے کہ نبوت کا بوجھ انسان جیسی کمزور مخلوق نہیں اٹھا سکتی یہ نہیں سمجھے کہ نبی تبلیغ کے لیے آتے ہیں۔

انسان کو تبلیغ انسان ہی کر سکتا ہے۔ جو ان سے مل جل کر رہ سکے۔

آیت مبارکہ: انت ومن معك علی الفلك ۔

ترجمہ: اے نوح آپ اور آپ کے ہمراہی جب کشتی پر سوار ہوں تو دعا پڑھو فقل الحمد...

حکمت بھری گفتگو:

معلوم ہوا کہ کافر کتے بلوں سے بھی بدتر ہیں کہ کتوں بلوں کو تو کشتی میں سوار کرنے کی اجازت تھی لیکن کافروں کے لیے اجازت نہ تھی، (کنعان جو نوح علیہ السلام کا بیٹا تھا کافر ہونے کی وجہ سے کشتی میں سوار ہونے سے محروم ہو گیا، معلوم ہوا کافر اولاد باپ کی بزرگی سے فائدہ نہیں پا سکتی۔

آیت مبارکہ: ما هذا الا بشر مثلکم یاکل مما تاکلون منه ویشرب مما تشربون.

ترجمہ: کافروں نے کہا کہ یہ نبی تو تمہاری طرح بشر ہے جو تم کھاتے پیتے ہو اسی سے یہ بھی کھاتا پیتا ہے۔

حکمت بھری گفتگو:

معلوم ہوا کہ نبی کو اپنے جیسا بشر سمجھنا اور کہنا ان کے ظاہر کھانے پینے کو دیکھنا اور باطنی اسرار کو نہ دیکھنا ہمیشہ سے کفار کا معمول رہا ہے، اولاً شیطان نے نبی کو بشر کہا پھر ہمیشہ کفار نے کہا قرآنی جزء دان (غلاف) کو دیکھنا غافل کا کام ہے جزء دان کے اندر قرآن کو دیکھنا مومن کا شیوہ ہے ابوجہل صحابی نہ ہوا حضرت ابوبکر صحابی ہوئے اگرچہ دونوں نے حضور کو دیکھا ابوجہل نے صرف بشریت کو دیکھا اور حضرت ابوبکر نے بشریت کے غلاف میں نور کو دیکھا۔

آیت مبارکہ: ولئن اطعتم بشرا انکم اذا لخاسرون ۔

ترجمہ: کافر بولے کہ اگر تم اپنے جیسے بشر کی بات مانو گے تو ضرور نقصان اٹھاؤ گے۔

حکمت بھری گفتگو:

یعنی اگر یہ نبی ہوتے تو فرشتوں کی طرح کھانے پینے سے پاک ہوتے۔ ان کافروں نے کھانے پینے کی ابتداء دیکھی انتہاء کا فرق نہ جانا، بھڑ اور شہد کی مکھی ایک ہی پھول کا رس چوستی ہیں۔ مگر یہ رس بھڑ کے پیٹ میں جا کر زہر بن جاتا ہے۔ اور شہد کی مکھی کے پیٹ میں جا کر شہد بنتا ہے۔ ایسے ہی ہمارا کھانا غفلت کا باعث ہے اور انبیاء کرام کی خوراک ان کی نورانیت میں اضافے کا باعث ہے۔ ان بے وقوفوں نے نبی کی اطاعت میں ناکامی سمجھی مگر بتوں کی عبادت میں کامیابی مانی۔ معلوم ہوا کافر بڑا بے عقل ہوتا ہے۔ کافروں نے نبی کا انکار کیا تو عذاب الٰہی آ گیا معلوم ہوا نبی کو مان کر نبی کی منوائی ہوئی باتوں پر یقین ایمان ہے ورنہ نبی کی تعلیم کے بغیر خدا اور اس کی صفات کو شیطان بھی مانتا ہے۔

آیت مبارکہ: فقالوا انومن لبشرین مثلنا وقومهما لنا عبدون.

ترجمہ: کفار نے کہا کہ ہم دو اپنے جیسوں کو نبی مان لیں حالانکہ ان کی قوم ہماری غلام ہے

حکمت بھری گفتگو:

معلوم ہوا کہ کافر کی عقل ماری جاتی ہے کہ انھوں نے اپنے جیسے بشر فرعون کو تو خدا مان لیا مگر موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کو باوجود معجزات کے نبی نہ مانا یہ بھی معلوم ہوا کہ نبی سے ہم سری کا دعویٰ ایمان سے روک دیتا ہے دل میں پہلے نبی کی عظمت آتی ہے پھر رب کی ہیبت پیدا ہوتی ہے۔

آیت مبارکہ: فکذبوهما فکانوا من المهلکین.

ترجمہ: پھر کافروں نے دونوں کو جھٹلا دیا تو ہلاک ہو گئے۔

حکمت بھری گفتگو:

یعنی ان کی ہلاکت کا سبب دونوں بزرگوں کو جھٹلانا تھا، معلوم ہوا کہ دنیاوی عذاب نبی کی نافرمانی سے آتا ہے۔ رب کے منکر جب تک نبی کے انکاری نہ ہوئے عذاب نہ آیا۔

آیت مبارکہ: وقل رب اعوذبک من ھمزات الشطین واعوذبک رب ان یحضرون۔

ترجمہ: آپ یہ دعا پڑھیں کہ وقل رب ترجمہ: اے میرے رب تیری پناہ شیطانوں کے وسوسوں سے اے رب میرے تیری پناہ کہ وہ میرے پاس آئیں۔

حکمت بھری گفتگو:

اس سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام کے فضل وکرم سے شیطان کے وسوسوں سے بھی محفوظ ہیں اور حضور علیہ السلام کی بارگاہ تک شیطان کی رسائی نہیں کیونکہ اللہ نے یہ دعا سکھائی حضور نے مانگی یہ بھی معلوم ہوا کہ بڑے سے بڑا آدمی بھی اپنے آپ کو شیطان سے محفوظ نہ سمجھے جب حضور نے شیطان سے پناہ مانگی تو ہم کیا چیز ہیں۔

آیت مبارکہ: انہ لایفلح الکافرون۔

ترجمہ: بے شک کافر کبھی چھٹکارا نہیں پاسکتے۔

حکمت بھری گفتگو:

یعنی مشرکوں کو شرک کی اصلی سزا تو بعد قیامت ملے گی جو حساب کتاب کے بعد ہے دنیاوی سزا اور قبر کی سختی اصلی سزا نہیں۔ حوالات کی سختی حساب میں شمار نہیں۔ جیل کی مدت مقدمہ کے فیصلہ کے بعد شروع ہوتی ہے (فانما حسابہ عند ربہ)۔

آیت مبارکہ: یایھا الذین امنو لاتتبعوا خطوت الشیطان، ومن یتبع خطوات الشیطان فانہ یامر بالفخشاء والمنکر۔

ترجمہ: اے مومنو شیطان کے نقش قدم پر نہ چلو کیونکہ جو اس کے نقش قدم پر چلا تو شیطان اسے برائی اور بے حیائی کا کہے گا۔

حکمت بھری گفتگو:

یعنی شیطان کے سے کام نہ کرو پاک دامن پر تہمت لگانا اور ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جیسی طیبہ طاہرہ بی بی پر شک کرنا، تردد کرنا خالص شیطانی کام

ہے (خیال رہے کہ یہ آیت سورۃ نور کی آیت ہے۔ جو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے متعلق اتری راقم الحروف عفی عنہ ربہ) اورام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے متعلق اتری یہ اس سورت کی آیت ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرت عائشہ صدیقہ کی عظمت کا منکر شیطان ہے کا تابعدار ہے، بے حیاء ہے، بدکار ہے، اس سے بڑا بے حیاء کون ہوگا جو اپنی ماں کو تہمت لگائے؟ خیال رہے کہ قرآن نے حضرت عائشہ کے متعلق فرمایا اولئک مبرون مما یقولون. لهم مغفرة ورزق كريم۔ جس حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی کئی شانیں معلوم ہوئیں جیسے۔

1. آپ حضرت مریم رضی اللہ عنہا سے بھی افضل ہیں کیونکہ انکی پاکدامنی کی گواہی ان کے فرزند حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دی، مگر آپ کی پاکدامنی کی گواہی خود رب نے دی، حضور ﷺ حضرت یوسف علیہ السلام سے بھی افضل ہیں کیونکہ آپ کی پاکدامنی کی گواہی بچے نے دی تھی مگر آپ کی زوجہ پاک کی پاکدامنی کی گواہی خود رب نے دی۔
2. حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا جنتی ہونا ایسا یقینی ہے جیسے رب کا ایک ہونا یا حضور کا رسول ہونا۔ کیونکہ ان کے جنتی ہونے کی خبر اس آیت نے صاف صاف سنائی ہے۔

حضرت عائشہ کی لاکھوں خصوصیات سے چند یہ ہیں:

1. آپ حضور علیہ السلام کی واحد باکرہ بیوی ہیں۔
2. آپ تمام عورتوں سے زیادہ عالمہ، فاضلہ، زاہدہ اور مفسرہ تھیں۔
3. جبریل امین نے آپ کا نقشہ (تصویر) حضور کو پیش فرمائی تھی اور کہا تھا یہ دنیا و آخرت میں آپ کی بیوی ہیں۔
4. آپ کے سینہ پر حضور علیہ السلام کی وفات شریف ہوئی۔
5. آپ کے حجرے (گھر) میں حضور علیہ السلام دفن ہوئے۔
6. آپ کی عصمت کی گواہی رب نے دی۔
7. آپ کے بستر پر حضور علیہ السلام کو وحی نازل ہوئی۔

- آپ کو جبریل امین سلام کیا کرتے تھے۔
- آپ پاک پیدا ہوئیں پاک رہیں تا قیامت آپ کا حجرہ اقدس جنوں انسانوں اور فرشتوں کی زیارت گاہ رہے گا کیونکہ یہ حجرہ حضور علیہ السلام کا روضہ بن گیا۔ اللہ تعالیٰ اس طیبہ طاہرہ صدیقہ ماں کے طفیل ہم گناہ گار اولاد پر رحم فرمادے اچھے ماں باپ کے برے بچے بھی بخشے جاتے ہیں ہو کان ابو ھما صالحا (القرآن) آیت مبارکہ یایھا اللذین امنوا لاتدخلوا بیوتا غیر بیوتکم حتی تستانسوا.
ترجمہ: اے مومنو اجازت کے بغیر دوسروں کے گھر نہ داخل ہونا۔

حکمت بھری گفتگو:

اس سے معلوم ہوا کہ اجازت بغیر کسی مسلمان کے گھر میں گھس جانا کسی کو جائز نہیں، نہ عام لوگوں کو، نہ پولیس والوں کو، نہ بادشاہ کو، نہ پیر فقیر کو، اور حضور علیہ السلام کے دولت خانہ میں بے اجازت جانا تو فرشتوں کے لیے بھی ناجائز ہے، رب فرماتا ہے، لا تدخلو ا بیوت النبی، اس حکم میں فرشتے بھی شامل ہیں۔

خیال رہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر منافقین نے تہمت لگائی تھی کہ نعوذ باللہ وہ بدکرداری مرتکب ہوئیں اس پر رب تعالیٰ نے سورہ نور کی اٹھارہ (18) آیات نازل فرما کر اس تہمت کو ختم فرمایا، تہمت کے واقعہ کا خلاصہ درج ذیل ہے۔

5 ہجری کو غزوہ بنی مصطلق ہوا سرکار علیہ السلام اس سے واپس آرہے تھے صحابہ بھی ہمراہ تھے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بھی ساتھ تھیں غازیوں کا قافلہ کسی مقام پر کچھ دیر کے لیے رکا صبح صادق کے وقت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو کچھ حاجت محسوس ہوئی آپ اس کے دفع کی خاطر تنہائی میں تشریف لے گئیں۔ پھر بعد میں آپ کو کچھ غنودگی سی آگئی اسی اثناء میں قافلہ روانہ ہوگیا کسی کو توجہ ہی نہ ہوئی کہ حضرت عائشہ کی سواری خالی خالی ہے آپ اس پر تشریف فرما نہیں ہیں۔ اس زمانہ میں یہ رواج تھا کہ قافلے والے ایک آدمی کو سب سے آخر میں اس کام کے لیے مقرر کر دیتے تھے کہ وہ قافلہ والوں کی گری ہوئی اشیاء ڈھونڈ کر اٹھاتا جائے، سو اس کام کی خاطر اس قافلہ کے اس کام کے خدمت گار حضرت صفوان رضی اللہ عنہ جب اس مقام پر

آئے تو انھوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو اکیلے دیکھا اور غنودگی کی سی حالت پایا، انھوں نے آواز بلند کی اور قرآن کے یہ الفاظ تلاوت فرمائے، انا اللّٰہ ۔ حضرت صفوان رضی اللہ عنہ کی آواز سے انھوں نے آنکھیں کھولیں ۔ حضرت صفوان رضی اللہ عنہنے اونٹ پر ان کو سوار کیا خود پیدل چلتے رہے، حتی کہ لشکر تک پہنچادیا، منافقین نے الزام لگادیا گیا کہ (معاذ اللہ) انھوں نے بدکاری کی یہ الزام اس قدر منظم طریقے سے پھیلایا گیا کہ بعض سادہ لوح مسلمان بھی بدگمان ہونے لگے، منافقین کو بہت خوشی ہوئی، لیکن صحابہ کرام اور خود رسول ﷺ کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی پاکدامنی کا یقین تھا سرکار نے فرمایا تھا کہ مجھے اپنی بیوی کی پاکدامنی پر یقین کامل ہے (بخاری شریف) اور حضرات صحابہ کرام نے بھی پاکدامنی پر گواہی دی کہ یہ پاک دامن ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا کہ یارسول اللہ۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے جسم پر مکھی نہ بیٹھنے دی کیونکہ وہ گندی ہے گندگی پر بیٹھتی ہے تو یہ کیسے ہوسکتا ہے یہ وہ آپ کو گندی بیوی دے؟ منافقین جھوٹے ہیں حضرت عائشہ پاکدامن ہیں۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کا سایہ زمین پر نہ پڑنے دیا کہ کسی کا پاؤں اس پر نہ آجائے تو یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ وہ آپکی زوجہ کو محفوظ نہ رکھے منافقین جھوٹے ہیں حضرت عائشہ پاکدامن ہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے آپکے نعلین شریف پر جوں کا خون لگ جانا اور لگے ہی رہنا قبول نہ فرمایا تھا آپکو نعلین اتارنے کا فرمادیا تھا یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ وہ آپ کی زوجہ کو بدکرداری کی گندگی لگنے دیتا آپ کے اہل بیت کو بدکردار ہونے دیتا؟ حضرت عائشہ پاکدامن ہیں اور منافقین جھوٹے ہیں۔

(روح البیان، خزائن العرفان)

آیت مبارکہ: مثل نورہ کمشکوۃ فیہا مصباح المصباح فی زجاجۃ.

ترجمہ: اللہ کے نور کی مثال ایسے ہے جیسے ایک روشندان کہ اس میں ایک چراغ ہے جو ایک فانوس میں ہے۔

حکمت بھری گفتگو:

اللہ کے نور سے مراد حضور ﷺ ہیں ورنہ رب کے نور کی مثال نہیں ہوسکتی خود فرماتا

ہے۔پس کمثلہ شئی ،اس سے معلوم ہوا کہ حضورانورؐ اللہ کے نور ہیں یایوں کہو کہ اللہ کا جمال نور ہے اور حضوراس کی چمنی ،اگر لیمپ پر سبز چمنی ہوتو گھر کے ہر گوشہ میں جہاں لیمپ کا نور پہنچے گا وہاں چمنی کا رنگ بھی پہنچے گا۔اسی طرح تمام جہاں میں اللہ کا نور ہے اور رنگ رسول اکرم ﷺ کا ہے اس سے مسئلہ حاضر ناظر بھی واضح ہوا کہ جہاں اللہ کا نور ہے وہاں حضور کا رنگ ہے۔وہ شمع جو طاق فانوس وغیرہ سے محفوظ ہو ہوا اسے نہیں بجھا سکتی ایسے ہی نور محمدی ہے اس کو کوئی بجھا نہیں سکتا۔جیسے زیتون کے تیل سے جلائے ہوئے چراغ میں دھواں نہیں اسی طرح دین اسلام بھی ہر قسم کے دھوئیں اور غبار سے پاک صاف ہے۔

آیت مبارکہ:یسبح له فیها بالغدو والا صال.

ترجمہ:وہ اللہ کی صبح شام تسبیح وتقدیس بیان کرتے رہتے ہیں۔

حکمت بھری گفتگو:

معلوم ہوا کہ صبح اور شام اللہ کے ذکر کے لیے بہت اعلیٰ وقت ہیں کیونکہ یہ زندگی کی دکان کھلنے اور بند ہونے کے اوقات ہیں یہ بھی معلوم ہوا کہ اچھے وقت اور اچھی جگہ عبادت کرنا بہت اعلیٰ ہے۔

آیت مبارکہ:والذین کفروا اعمالهم کسراب بقیعة یحسبه الظمان مآءً ؕ

ترجمہ: کافروں کے کام ایسے ہیں جیسے دھوپ میں چمکتا ریتا ہے پیاسا اسکو پانی سمجھ بیٹھے۔

حکمت بھری گفتگو:

اس سے معلوم ہوا کہ کافر کی نیکیاں مردود ہیں جیسے جڑ سے کٹی ہوئی شاخوں کو پانی دینا بے فائدہ ہے خیال رہے کہ کافر کی نیکیاں تو برباد ہیں مگر گناہ باقی ہوں گے جیسے مومنوں کے گناہ معاف اور نیکیاں قائم ہوں گی ،انشاءاللہ، دوپہر کے وقت ریتا چمکتا ہوا، پانی کی طرح محسوس ہوتا ہے پیاسا اس کو پانی سمجھ کر اس کے پاس جاتا ہے مگر اسے ریتا ملتا ہے تو وہ سخت مایوس

ہوتا ہے ایسے ہی کفار کے صدقات وخیرات کا حال ہے کہ قیامت میں بے کار ہوں گے۔

آیت مبارکہ: و اللّٰہ خلق کل دآبۃ من ماء .

ترجمہ: اور اللہ نے تمام چلنے والی مخلوق کو پانی سے بنایا۔

حکمت بھری گفتگو:

اس قاعدے سے حضرت آدم وحضرت عیسیٰ علیہ السلام علیحدہ ہیں کیونکہ حضرت آدم علیہ السلام کے بارے میں رب فرماتا ہے، من صلصال من حما مسنون، اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں فرماتا ہے ان مثل عیسی عند اللّٰہ کمثل ادم خلقہ من تراب، حضرت عیسیٰ علیہ السلام نطفہ کے بغیر پیدا فرمائے گئے اور حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش مٹی سے ہوئی، اگر پانی سے مراد وہ پانی ہے جو عالم کی اصل ہے تو استثنیٰ کی ضرورت نہیں، خیال رہے کہ قدرت کچھ اور ہے قانون کچھ اور ہم قانون کے پابند ہیں خدا تعالیٰ نہیں ہے، (قانون اور قدرت کی مثالیں) آگ کا جلا دینا قانون ہے لیکن حضرت ابراہیم علیہ السلام کا نہ جلنا قدرت ہے، سب لوگوں کا نطفہ سے بننا رب کا قانون ہے مگر بعض کا نطفہ بغیر پیدا ہو جانا رب کی قدرت ہے۔

آیت مبارکہ: ومنھم من یمشی علی اربع .

ترجمہ: پیدا شدہ جانداروں میں کوئی چار ٹانگوں پر چلتے ہیں۔

حکمت بھری گفتگو:

جیسے گائے بھینس بکری اور اکثر چرندے، درندے وغیرہ، خیال رہے کہ چار ہاتھوں پاؤں والی مخلوق بچے دیتی ہے باقی انڈے دیتے ہیں، سوائے چھپکلی کے، اس کے چار پاؤں ہیں مگر وہ انڈے دیتی ہے۔

آیت مبارکہ: ویقولون امنا باللّٰہ وبالرسول واطعنا ثم یتولی فریق منھم بعد ذلک وما اولئک بالمومنین .

ترجمہ: وہ لوگ کہتے ہیں امنا باللّٰہ وبالرسول واطعنا کہ ہم اللہ اور رسول پر ایمان

لائے اور انکی اطاعت کی پھر ان میں سے ایک گروہ اس کے بعد پھر جاتا ہے وہ مومن نہیں۔

حکمت بھری گفتگو:

یہ آیت بشر منافق کے بارے میں نازل ہوئی جس کا ایک یہودی سے زمین کے بارے میں جھگڑا تھا جس میں یہودی سچا تھا منافق جھوٹا، نبی پاک ﷺ کے عدل وانصاف پر سب کا اتفاق تھا لہٰذا یہودی آپ ﷺ کی عدالت میں جانا چاہتا تھا مگر منافق کعب ابن اشرف یہودی سے فیصلہ کرانا چاہتا تھا اس موقعہ پر یہ آیت نازل ہوئی، اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ حضور علیہ السلام کو اپنا حاکم نہ ماننا کفر ہے دیکھو رب نے بشر منافق پر اسی وجہ سے کفر کا فتوی دیا کہ اس نے حضور علیہ السلام کو اپنا حاکم نہ مانا تھا۔ دوسرے یہ کہ منافق کلمہ گو اگرچہ قومی مسلمان تو ہیں مگر مذہبی مسلمان نہیں جیسے آج کل مسلمانوں کے بہت سے مرتد فرقے۔

آیت مبارکہ: فی قلوبھم مرض ام ارتابوا ام یخافون ان یحیف اللّٰہ ورسولہ.

ترجمہ: کیا ان کے دلوں میں مرض ہے یا وہ شقی القلب ہیں یا وہ ڈرتے ہیں کہ اللہ رسول ان پر ظلم کریں گے۔

حکمت بھری گفتگو:

معلوم ہوا جو نبی کو ظالم کہے وہ خدا کو ظالم کہتا ہے یہ بھی معلوم ہوا کہ جیسے رب تعالیٰ کا ظلم کرنا محال عقلی ہے ایسے ہی حضور انور کا ظلم کرنا بھی محال عقلی ہے کیونکہ ایک ظلم کو رب نے اپنے اور اپنے رسول کی طرف نسبت فرمایا وہ سچے انکا رب سچا (ﷺ) جو حضور پر بدگمانی کرے وہ رب پر بدگمانی کرتا ہے یہ بھی معلوم ہوا کہ حضور کا ذکر اللہ کے ذکر کے ساتھ کرنا سنت الٰہیہ ہے لہٰذا کہہ سکتے ہیں کہ اللہ ورسول بھلا کریں اللہ ورسول نعمتیں دیتے ہیں۔

آیت مبارکہ: انما کان قول المومنین اذا دعوا الی اللّٰہ ورسولہ لیحکم بینھم ان یقولوا سمعنا و اطعنا و اولئک ھم المفلحون.

ترجمہ: مومنوں کی تو بات ہی یہی ہے کہ جب ان کو اللہ اور اسکے رسول کی طرف

بلایا جائے اس لئے کہ رسول اکرم ان کا فیصلہ کریں تو ان کی عرض یہ ہی ہے کہ سمعنا و اطعنا یعنی ہم نے سنا اور ہم نے مان لیا یہی لوگ کامیاب ہیں۔

حکمت بھری گفتگو:

اس سے معلوم ہوا کہ حکم پیغمبر میں عقل کو دخل نہ دو کہ عقل مانے تو مانو نہ مانے تو نہ مانو نہیں ہر حال میں قبول کرو بلکہ جیسے مریض اپنے آپکو حکیم کے حوالے کر دیتا ہے تم بھی اپنے آپ کو رسول اکرم کے حوالے کر دو عقل قربان کن بہ پیش مصطفےٰ اگر اس پر عمل ہو گیا تو پھر تم دین و دنیا میں کامیاب ہو کیونکہ ہماری آنکھیں اور عقل جھوٹے ہو سکتے ہیں مگر وہ سچوں کا بادشاہ یقیناً سچا ہے (صلی اللہ علیہ وسلم)

آیت مبارکہ: قل اطیعوا اللّٰہ و اطیعوا الرسول

ترجمہ: آپ فرمائیں کہ تم سب اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو۔

حکمت بھری گفتگو:

یعنی اللہ اور رسول کی مطلق اطاعت کرو ان کا ہر حکم مانو، خیال رہے کہ حضور علیہ السلام مطاع مطلق ہیں ان کا ہر حکم ہر حال میں ماننا ضروری ہے آپ علیہ السلام کے علاوہ کی اطاعت مطلقاً لازم نہیں بلکہ جائز اور قابل اطاعت حکم لازم ہیں ناجائز ناقابل اطاعت ہیں یہ بھی خیال رہے کہ اطاعت اللہ کی بھی ہوگی اور رسول اللہ کی بھی اور حاکم و عالم کی بھی مگر اتباع صرف حضور کی ہوگی نہ اللہ کی ہو نہ کسی دوسرے کی ہوگی۔ اطاعت کا معنی ہے حکم ماننا اتباع کے معنی ہیں کسی کے سے اعمال کرنا اسی لیے قرآن نے فرمایا فاتبعونی (اے پیارے ان سے کہو کہ میری اتباع کریں) ہم اللہ کی اتباع نہیں کر سکتے، وہ دن رات ہزاروں کو موت دیتا ہے اگر ہم ایک کو قتل کر دیں تو مصیبت پڑ جائے۔

آیت مبارکہ: و من یطع اللّٰہ و رسولہ و یخش اللّٰہ و یتقہ فاولئک ھم الفائزون.

ترجمہ: جس نے اللہ اور اسکے رسول کا حکم مانا اللہ سے ڈرا اور پرہیزگاری کی وہ کامیاب ہیں۔

حکمت بھری گفتگو:

جیسے قابل طبیب (ڈاکٹر) کی دوا فائدہ دیتی ہے خواہ بیمار کی سمجھ میں آئے نہ آئے ایسے ہی حضور کے احکام مفید ہیں خواہ ہماری سمجھ میں آئیں افسوس کہ ولائتی دوا پر تو ہم کو اعتماد ہے کہ اس کے اجزاء ترکیبی معلوم کیے بناء ہی استعمال کرتے ہیں مگر رسول اللہ ﷺ کے فرمان میں تامل ہے۔

آیت مبارکہ: وانه لکتاب عزیز .

ترجمہ: اور بلاشبہ وہ قرآن تو عزت والی کتاب ہے۔

حکمت بھری گفتگو:

عزیز سے مراد یا تو بے مثل ہے یا بڑے نفع والی یا بڑی برکتوں عزتوں والی، قرآن کی عظمت کا یہ عالم ہے کہ قرآن کے اوراق، اسکی جلد اس کا جزدان وغلاف سب عزت والے ہیں ان کی بے ادبی حرام ہے جس سینہ میں قرآن ہو وہ سینہ اور صاحب سینہ بھی عظمت والا ہے۔

آیت مبارکہ: لایاتیه الباطل من بین یدیه ولا من خلفه

ترجمہ: باطل کو قرآن کی طرف کوئی راہ نہیں نہ آگے سے نہ پیچھے سے۔

حکمت بھری گفتگو:

اس سے معلوم ہوا کہ صحابہ برحق ہیں امین ہیں پرہیزگار ہیں اگر وہ مومن نہ ہوتے تو انھیں قرآن جمع کرنے اور اشاعت فرمانے کا کام سپرد نہ کیا جاتا۔ جو کہے کہ صحابہ نے اس میں کمی بیشی کردی وہ کافر ہے رب نے الفاظ قرآن کی حفاظت کے لئے حافظ قرات کے لئے قاری، معانی کی حفاظت کے لئے علماء اور اسرار کے لئے اولیاء پیدا فرمائے یہ حضرات قرآن کی مضبوط فصیل ہیں جو باطل کو قرآن تک نہیں پہنچنے دیتے قرآن کریم ہر طرف سے محفوظ ہے اس کے الفاظ، احکام اور اسرار پر مضبوط پہرہ ہے الفاظ تو بدل سکتے ہی نہیں ہاں معانی وغیرہ بدلنے کی کوشش کرتے ہیں مگر بدل سکتے نہیں۔

آیت مبارکہ: ولو جعلنه قرآنًا عیجمیا لقالوا لولا فصلت ایاته

عجمی و عربی .

ترجمہ: اگر ہم اس کو قرآن عجمی کردیتے تو کافر ضرور کہتے کہ اسکی آیات کی تفصیل کیوں نہ کی گئی کیا بات کہ قرآن عجمی اور نبی عربی۔

حکمت بھری گفتگو:

کفار کہا کرتے تھے کہ قرآن عربی میں ہی کیوں آیا کسی اور زبان میں کیوں نہیں اس آیت میں انکے اس سوال کا بہترین جواب ہے کہ اگر قرآن عجمی زبان میں ہوتا تو کہتے کہ یہ دیکھو نبی تو عربی ہے اور قرآن عجمی تو وہ انکار کردیتے۔ خیال رہے کہ ہمیشہ نبی اپنی قوم کی زبان کے مطابق مبعوث فرمائے گئے اور کتاب نبی کی زبان میں اتاری گئی یہ نہ ہوا کہ نبی کی زبان اور ہو اور کتاب کی اور ہو۔ ہاں (خودساختہ) نبی مرزا قادیانی نبی تو پنجابی تھے مگر اس کے الہام کبھی انگریزی میں کبھی اردو میں اور کبھی ایسی زبان میں تھے جو مرزے کو بھی نہ معلوم ہوتی۔ کیا خوب کہ نبی دیسی اور الہام ولایتی۔

آیت مبارکہ: اللّٰہ لطیف بعبادہ یرزق من یشاء .

ترجمہ: اللہ اپنے بندوں پر لطف و مہربانی فرمانے والا ہے جسے چاہے رزق دیتا ہے۔

حکمت بھری گفتگو:

اللہ کا لطف عام یعنی دنیادی رزق ہر بندے پہ عام ہے اس کا شمار بھی ناممکن ہے ہمارے ہر ہر رونگھٹے (ہر ہر لمحے پر) کروڑوں الطاف شاہانہ ہیں ہم گناہ کرتے ہیں وہ روزی بند نہیں کرتا ہم عیب کرتے ہیں وہ رسوا نہیں کرتا ایمان، تقوی، ولایت نبوت وغیرہ خاص بندوں پر انعام فرماتا ہے روزی دو قسم ہے جسمانی روزی روحانی روزی اگر یہاں جسمانی روزی مراد ہو تو معنی یہ ہیں کہ جسے جتنی چاہے دیتا ہے ہنرمند کو غریب اور بے ہنر کو مالدار کردیتا ہے معلوم ہوا کہ روزی اپنے کمال سے نہیں ہے بلکہ عطاء ذوالجلال سے ہے اگر روحانی روزی مراد ہو تو معنی ہے تقوٰی و ایمان وغیرہ تو طلب ظاہر ہے کہ ایمان و تقوٰی عقل سے نہیں ملتا بلکہ اس کے فضل سے ملتا ہے ابو جہل عاقل ہو کر کافر رہا سیدھے سادے مخلص بلال کو مومنوں کا سردار بنادیا (رضی اللہ عنہ)۔

خیال رہے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو بوجہ صحابی ہوتے کے تمام فضائل حاصل

ہیں چند آیات ملاحظہ ہوں۔

آیات	اخذ شدہ مفہوم
۱ فان امنوا بمثل ما امنتم به فقد اهتدوا.	صحابہ کرام کا ایمان ایمان کا معیار ہے۔
۲ و اذا قیل لهم امنوا کما امن الناس .	صحابہ کرام کے ایمان کی طرح کا ایمان معتبر ہے۔
۳ ولقد عفا اللّٰه عنهم.	صحابہ کرام کی معافی کا اعلان دنیا میں کر دیا گیا ہے۔
۴ و کلا وعد اللّٰه الحسنیٰ .	ان سے حسنیٰ کا وعدہ ہے۔
۵ اولئک هم المومنون حقاً.	ان کے پکے مومن ہونے کی خود باری تعالیٰ نے تصدیق کی ہے۔
۶ لهم مغفرة واجر عظیم .	ان کے لیے بخشش اور اجرِ عظیم ہے۔
۷ لهم مغفرة و رزق کریم ،	ان کے لئے اعلیٰ رزق کا وعدہ کیا گیا ہے۔
۸ رضی اللّٰه عنهم ورضوا عنه	وہ اللہ سے اور اللہ ان سے راضی ہو گیا۔
۹ واعد لهم جنت .	ان کے لیے شاندار جنت ہے۔
۱۰ اذ قلتم سمعنا واطعنا،	صحابہ کی ہر ادا اللہ کو محبوب ہے۔
۱۱ ولکن الله حبب الیکم الایمان ،	صحابہ کی نعمت ایمان اللہ نے ان کے نزدیک محبوب بنا دی۔

نتیجہ بحث:

۱ حکیم الامت واقعی حکیم الامت تھے۔
۲ آپ نے حکمت بھری گفتگو اپنی ہر کتاب میں کی ہے۔
۳ علماء کرام نے آپ کے لئے واقعی لقب تجویز فرمایا تھا۔
۴ حکیم الامت کی حکمت بھری گفتگو کا وقوع تحریر و تقریر میں یکساں ہے۔
۵ آپ پر رب اور رسول کے بے شمار انعام تھے۔

باب ۲۹

اعتراضات سعید ملت بر حکیم الامت

۱ حضرت علامہ غلام رسول سعیدی صاحب مدظلہ کا تعارف
۲ حضرت سعیدی صاحب کی علمی حیثیت اور خدمات
۳ حضرت سعیدی صاحب کے مسامحات واغلاط
۴ اعتراضات سعید ملت بر حکیم الامت پر ایک نظر
۵ اختتام مقالہ
۶ اظہار تشکر
۷ ماخذ ومراجع

باب

اعتراضات سعید ملت بر حکیم الامت

(1) حضرت علامہ غلام رسول سعیدی صاحب مدظلہ کا تعارف۔

(2) حضرت سعیدی صاحب کی علمی حیثیت اور خدمات

۳ حضرت سعیدی صاحب کے مسامحات و اغلاط

(4) اعتراضات سعید ملت بر حکیم الامت پر ایک نظر

(5) نتیجہ بحث

(6) اختتام مقالہ

(7) اظہار تشکر

(8) ماخذ و مراجع

حضرت علامہ غلام رسول سعیدی صاحب کا تعارف:

آپ دس رمضان المبارک کو دہلی میں پیدا ہوئے اسلامی اعتبار سے تیرہ سو چھپن 1356 ہجری تھی، انگریزی حساب سے نومبر انیس سو سینتیس (1937) کا زمانہ تھا، پاکستان بننے کے بعد آپ مع عزیز و اقارب کے کراچی آگئے اور حلال روزگار کی تلاش کی، پریس میں کام کا موقع ملا آٹھ 8 سال تک ملازمت کی، کمپوزنگ کا کام اچھے طریقے سے کرتے ہیں آپ نے مناظر اعظم جناب حضرت مولانا محمد عمر اچھروی علیہ الرحمۃ کی تقریر سنی تو اسلامی علوم کی جو لگن دل میں مخفی تھی وہ جاگ اٹھی آپ علوم اسلامیہ کی طرف متوجہ ہوئے۔

آپ کے مشہور اساتذہ کے اسماء گرامی درج ذیل ہیں۔

١. حضرت مولانا محمد نواز اویسی صاحب علیہ الرحمۃ
٢. حضرت علامہ عبدالمجید اویسی صاحب علیہ الرحمۃ
٣. حضرت مولانا عبدالغفور صاحب علیہ الرحمۃ
٤. حضرت مفتی محمد حسین نعیمی صاحب علیہ الرحمۃ
٥. حضرت مفتی عزیز احمد بدایوانی صاحب علیہ الرحمۃ
٦. حضرت علامہ عطا محمد بندیالوی صاحب علیہ الرحمۃ
٧. حضرت مولانا ولی النبی صاحب علیہ الرحمۃ

آپ نے مندرجہ ذیل مقامات و مدارس میں تعلیم حاصل کی۔

١. جامعہ محمدیہ رضویہ (رحیم یار خان)
٢. سراج العلوم (خانپور)
٣. جامعہ نعیمیہ (لاہور)
٤. بندیال شریف (خوشاب)
٥. جامعہ قادریہ (فیصل آباد)

حضرت سعیدی صاحب کی علمی حیثیت و خدمات:

آپ بہترین عالم دین ہیں، مناظر ہیں، مدرس، شیخ الحدیث اور اعلی مقرر ہیں انیس سو ستر 1970ء سے تا دم تحریر دورہ حدیث شریف کروا رہے ہیں، آپ کی خدمات زیادہ ہیں۔ آپ نے بارہ جلدوں پر مشتمل ایک خوبصورت تفسیر لکھی جس کا نام تبیان القرآن ہے، مسلم شریف کی شرح تصنیف کی، جس کی سات جلدیں ہیں اور بھی کتب و رسائل تصنیف کیے ہیں، اب بخاری شریف کی شرح لکھ رہے ہیں، جو بقول میرے بعض طالب علم دوستوں کے گیارہ جلدوں میں مکمل کریں گے۔

حضرت سعیدی صاحب کے مسامحات اور اغلاط:

مثل مشہور ہے کہ جس نے تصنیف کی وہ طنز و تشنیع کا ہدف بنا من صنف فقد استهدف اسی طرح یہ بھی ضرب المثل ہے کہ۔

گرتے ہیں شاہ سوار ہی میدان میں
وہ طفل کیا گرے، جو گھٹنوں کے بل چلے

حضرت سعیدی صاحب سے بھی اس بڑی علمی خدمت میں کچھ تسامحات و اغلاط ہوئے، بعض جگہ انھوں نے مفہوم پر مکمل توجہ نہ کی، بعض جگہ ما قبل اور سابقہ بحث کا مطالعہ عمیق نہ کیا، تب غلطی سرزد ہو گی بعض مقامات پر، انھوں نے محض اپنے قول و نظریہ کو راجح قرار دینے کی سعی کی جس کی بناء پر ان کو دوسرے کے قول و نظریہ کی تغلیط کرنا پڑی، بہر حال کچھ بھی ہو، اگر انکی اغلاط و مسامحات ہیں تو ساتھ ساتھ خدمات بھی تو ہیں میں ان کی مسامحات و اغلاط کی کبھی نشاندہی نہ کرتا، لیکن ان کی بعض مسامحات کا تعلق میرے مقالہ کے عنوان سے ہے۔ لہذا میں نے چاہا کہ ادب کے دائرے میں رہ کر کچھ واضح مسامحات کو ذکر کروں تا کہ یہ مقالہ ہر لحاظ سے مکمل و مدلل ہو جائے، اور ساتھ ساتھ اس میں جامعیت و مانعیت بھی آ جائے۔ حکیم الامت علیہ الرحمۃ کی پوزیشن بھی واضح ہو جائے۔

خیال رہے کہ میں نے ان سے بخاری شریف کا ایک سبق پڑھا ہے لہذا وہ میرے

استاد گرامی بھی ہیں، مجھ پر شاگردی کے حوالے سے بھی احترام لازم ہے اور عالم دین اور عمر میں بڑا ہونے کے اعتبار سے بھی ان کا احترام مجھ پر واجب ہے کہ شرعی تقاضا ہے۔

یہ بھی خیال رہے کہ ہر بات پر امنا و صدقنا کہنا کوئی ضروری نہیں، یہ مرتبہ تو خدا و رسول کے احکام و فرامین کے ساتھ خاص ہے، دلائل و ثبوت ہوں تو ہر کوئی کسی کے ساتھ اختلاف کر سکتا ہے، لیکن ادب واحترام اور حال عوام کالانعام پر توجہ ضروری ہے۔

حضرت سعیدی صاحب کی بعض وہ اغلاط مسامحات درج ذیل ہیں جو حضرت مولانا شیخ الحدیث محمد علی نقشبندی لاہوری علیہ الرحمۃ نے اپنی شرح موطا امام محمد میں واضح کیں، ملاحظہ فرمایئے۔

سعیدی صاحب کا نظریہ اور تحقیق یہ ہے کہ سفر کی مسافت شرعی پینتالیس 45 میل ہے جو انگریزی حساب سے اکسٹھ میل دو فرلانگ اور بیس 20 گز کے برابر ہے اعلی حضرت علیہ الرحمۃ کا نظریہ اور تحقیق ہے کہ شرعی مقدار سفر ساڑھے ستاون 57 میل انگریزی ہے اعلی حضرت علیہ االرحمۃ پر رد کرتے ہوئے سعیدی صاحب نے شرح مسلم ج 2 ص 373 میں لکھا کہ پینتالیس میل شرعی اکسٹھ 61 انگریزی میل دو فرلانگ بیس 20 گز کے برابر ہے اعلی حضرت بریلوی لکھتے ہیں کہ اگر اپنے مقام اقامت سے ساڑھے ستاون 57 میل کے فاصلہ پر علی الاتصال جانا ہو کہ وہاں ہی جانا مقصود ہے بیچ میں کہیں اور جانا مقصود نہیں اور وہاں پندرہ 15 دن کامل ٹھہرنے کا قصد نہ ہو تو قصر کریں ورنہ نماز پوری پڑھیں اعلی حضرت نے یہ بیان نہیں کیا کہ انھوں نے ساڑھے ستاون 57 میل کس ضابطے اور قاعدے سے مقرر کیے ہیں؟

(شرح مسلم ج 6 ص 373 مطبوعہ فرید بک سٹال لاہور)

مولانا محمد علی علیہ الرحمۃ اس عبارت کے جواب میں فرماتے ہیں کہ

وہ ضابطہ ملاحظہ ہو اعلی حضرت فرماتے ہیں کہ عرف میں منزل بارہ کوس ہے اور ان بلاد میں ہر کوس 7/5 میل ہے یعنی ایک میل اور میل کے تین خمس اور تین میل کا فرسخ (فرسنگ) تو ایک ایک منزل ہے فرسخ اور دو خمس فرسخ ہوئی (فتاوی رضویہ ج 3 ص 682) آپ کا فرمان ہے کہ مسافر شرعی وہی ہوتا ہے جو تین منزل تک کا سفر کرے اب تین منزل کا حساب کچھ اس طرح ہوگا۔

ایک منزل بارہ کوس کی ہوتی ہے لہٰذا تین منزلوں کی کوسوں کی مسافت بارہ ضرب تین برابر چھتیس 36 ہوئی اور ایک کوس 5/7 میل کا ہوتا ہے لہٰذا چھتیس کوس کو جب 8/5 سے ضرب دیں گے تو 8/5 ضرب چھتیس برابر دو سو اٹھاسی 5= 5/3 , 57 حاصل ہوگا، یہ تھا وہ ضابطہ جس کے تحت اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ نے ساڑھے ستاون 57 میل مسافت ذکر فرمائی، جس کو سعیدی صاحب نے بلا ضابطہ اور بلا قاعدہ کہ کر اپنی فقاہت ظاہر کرنے کی کوشش کی اور خود سعیدی صاحب کا ضابطہ کہ جس کے مطابق سفر شرعی کی مسافت کی مقدار اکسٹھ 61 میل دو فرلانگ اور بیس 20 گز بنتی ہے وہ محل نظر ہے جیسا کہ ہم اس کی وضاحت آگے چل کر کریں گے انشاء اللہ۔ (شرح موطا امام محمد ج 1 ص 247، مطبوعہ فرید بک سٹال لاہور)

انعامی بانڈز شرعاً جائز ہیں یا ناجائز؟ اس مسئلہ میں علامہ سعیدی صاحب کا موقف ہے کہ جائز ہیں انھوں نے تفصیل سے بحث کی ہے، ان کی بحث کا خلاصہ بقول شارح موطا امام محمد یہ ہے کہ

1. انعامی بانڈز سود کی دونوں اقسام سے خارج ہیں۔
2. انعامی بانڈز پر اگرچہ لاکھوں کا انعام ملتا ہے لیکن ہر خریدار نہ تو معین انعام کا حقدار ہوتا ہے، بلکہ لاکھوں سے چند ایک کا انعام نکلنا المعروف ہے لہٰذا یہ مشروط کی طرح بھی نہ ہوا۔
3. انعامی بانڈز بوجہ مدت غیر معین کے قرض کے ضمن میں بھی نہیں آتے بلکہ یہ ایک قسم کی خرید و فروخت ہے انعامی بانڈز کا مالک جب چاہے اصل رقم لے سکتا ہے۔
4. حکومت جمع شدہ رقم تمام کی تمام سود پر نہیں دیتی بلکہ اس میں بعض رقم ایسے منصوبہ پر خرچ کرتی ہے جس پر سود لینے کا اطلاق نہیں ہوتا لہٰذا انعامی بانڈز میں بطور انعام والی رقم مکمل سود نہ ہوئی۔
5. انعامی بانڈز کی خریداری اس نیت سے ہونا کہ خریدار کو زیادہ رقم ملے گی لہٰذا اس پر ملنے والا انعام سود ہوگا درست نہیں وہ اس لئے کہ احکام شرع کا تعلق نیات سے نہیں بلکہ ظاہر سے ہے۔

انعامی بانڈز کا جواز بخاری شریف کی درج ذیل دو حدیثوں سے ہے۔

ایک آدمی نے حضور علیہ السلام سے اپنے اونٹ کا تقاضا کیا آپ نے اسے اچھا اونٹ دیا اور اس عمل کو اچھا قرض ادا ہونا فرمایا۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کو حضور علیہ السلام نے اصل قرض سے زیادہ رقم عطا فرمائی لہٰذا ان دونوں احادیث سے انعامی بانڈز کا جواز معلوم ہوا کیونکہ قرض دینے والا از خود قرض سے فالتو رقم ادا کرے تو جائز ہے حکومت بھی تو ایسا ہی کرتی ہے کہ بانڈز لیتی ہے اور انعام کے طور پر اصل قرض سے فالتو رقم دیتی ہے۔

حضرت مولانا محمد علی نقشبندی علیہ الرحمۃ اس عبارت پر یہ تبصرہ فرماتے ہیں کہ غلام رسول سعیدی صاحب نے جو کچھ لکھا ہے وہ تقریباً صحیح اور فقہی جزئیات کے مطابق ہے لیکن درج کردہ دو احادیث سے استدلال صحیح نہیں وجہ یہ ہے کہ دونوں احادیث قرض کے بارے میں ہیں اور بانڈز کو سعیدی صاحب قرض نہیں بلکہ انعام شمار کرتے ہیں اور ان کا عنوان ہی خرید و فروخت بتلاتے ہیں یہ بھی قابل غور ہے کہ حضور علیہ السلام نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے قرض کے واپس کرنے پر اضافی رقم دینے کا وعدہ نہ فرمایا تھا، جبکہ حکومت وعدہ کرتی ہے اخبارات میں باقاعدہ تشہیر و تفصیل شائع ہوتی ہے، یہ بھی قابل غور ہے کہ انعام کے لئے اگرچہ کسی کا تعین ہوتا تو نہیں لیکن ایک صورت تعین کی بن سکتی ہے وہ یہ کہ ہر قسم کے بانڈز پر انعام و اضافہ مختلف ہوتا ہے، پچاس والے بانڈز پر انعام علیحدہ سو 100 والے پر اور دو سو 200 والے پر اور وغیرہ وغیرہ گویا کہ ہر نوع کا انعام علیحدہ علیحدہ ہے، حدیث شریف میں عطا کی گئی رقم کا ذکر انعام کے طور پر کرنا صحیح نہ ہوا کیونکہ یہ رقم بطور عطیہ تھی۔

(ملخصہ از شرح موطا امام محمد ص 68 تا 70، فرید بک سٹال لاہور)

پگڑی لینا کیسا ہے؟ اس مسئلہ پر سعیدی صاحب لکھتے ہیں کہ

"ہمارے ہاں بھی رواج ہے کہ کرایہ کے مکان اور دکانیں پگڑی پر اٹھائے جاتے ہیں۔ ایک کرایہ دار جب دکان مکان دوسرے کرایہ دار کو منتقل کرتا ہے، تو مکان یا دکان پر قبضہ دینے کے عوض پگڑی طلب کرتا ہے اور پگڑی کی رقم موقع و محل کی اہمیت کے اعتبار سے ایک

ہزار سے کئی لاکھ تک دی اور لی جاتی ہے اور قبضہ دینا کوئی حسی یا عینی چیز یا مال نہیں اس لئے یہ بیع باطل ہے بعض فقہاء نے اس کو جائز کرنے کا جو حیلہ نکالا ہے وہ باطل ہے وہ حیلہ یہ ہے کہ خالی دکان یا مکان میں کچھ ساز و سامان مثلاً پنکھا، الماری اور میز کرسی وغیرہ رکھ دی جائے اور ان کی حسب منشاء قیمت لگائی جائے یعنی جس قدر پگڑی لینی ہو سامان کی اتنی قسمت گالی جائے فقہی طور پر عقد جائز ہو جائے گا اور ظاہر شرع کے حساب سے اس پر کوئی دار و گیر نہ ہوگی مگر یاد رکھو یہ معاملہ تو اسکے ہاں پیش ہونا ہے جس سے تو کوئی شئی بھی مخفی نہیں وہ دلوں کے حالات و نیات کو خوب جانتا ہے اس لئے حیلے اور بہانوں سے حرام کو حلال نہیں کرنا چاہیے۔"

(ملخصاً از شرح مسلم ج 4 ص 168 مطبوعہ فرید بک سٹال لاہور)

اس عبارت میں موجود کئی امور حضرت مولانا محمد علی علیہ الرحمۃ نے یوں گنوائے ہیں فرماتے ہیں کہ۔

"اب ذرا غلام رسول سعیدی کے جواب کی طرف آیئے انھوں نے اس رقم کو قبضہ کا عوض قرار دیا ہے یہ ٹھیک کہ پہلا کرایہ دار دوسرے کرایہ دار کو قبضہ دینے کی بصورت پگڑی قیمت وصول کرتا ہوگا، لیکن خود پہلے کرایہ دار نے مالک کو پگڑی کس وجہ سے دی؟ اس کی طرف سعیدی صاحب نہیں آئے، دراصل مالک نے پگڑی کی صورت میں جو رقم پہلے کرایہ دار سے لی، وہ تو اس کو مفت دینا پڑی تھی، اب اس نے اپنی وہ والی رقم نکالنے کے لیے دوسرے کرایہ دار کو کہا کہ میں نے پگڑی بھری ہے تم بھی اتنی پگڑی بھر دو تو مالک کو دی گئی رقم وصول کر رہا ہے نہ کہ قبضہ دینے کی قیمت وصول کرتا ہے ہاں بعض جگہ قبضہ دینے کی رقم بھی لی جاتی ہے لیکن اس کو پگڑی نہیں کیا جاتا، چلو سعیدی صاحب کا یہ کہنا کہ یہ قبضہ کا عوض ہے لہٰذا جائز ہے اس کو یہیں دینے دیں لیکن اس کے بعد بعض فقہاء کی طرف سے بطور حیلہ اس صورت کو جائز قرار دینا جس انداز سے انھوں نے بیان کیا، وہ ان کے "مجدد" ہونے کی مجبوری ہے، اختلاف رائے ہوتا ہے لیکن فرق مراتب بھی کوئی چیز ہے، یہ جملہ کہنا کہ ایسے حیلوں اور بہانوں سے حرام کو حلال نہیں کرنا چاہے، کیا فقہاء کرام نے بعض مقامات پر جو حیلے کیے ہیں وہ اپنی ذات کی منفعت کے لئے ہیں یا عوام کی سہولت کے لیے؟ اگر کوئی فقیہ محض اپنے مفاد کی خاطر اللہ تعالیٰ کے حقوق میں حیلہ

بہانہ کرتا ہے تو قابل گرفت ہے، لیکن جس میں عام مسلمانوں کی منفعت ہو تو اس وقت یہی کہا جائے گا کہ فلاں فقیہ یا مفتی نے عوام کو گناہ گار ہونے سے بچنے کا طریقہ بتایا ہے۔ کیا سعیدی صاحب کو زکوۃ کے بارے میں علم نہیں کہ اس میں تملیک ضروری ہے مدارس اسلامیہ ایک عمارت کے سوا کچھ نہیں اس کے باوجود تمام مدارس عربیہ زکوۃ لیتے ہیں خرچ کرتے ہیں، اس کو استعمال کرنے کے جواز کے حیلہ سے سعیدی صاحب بھی خوب واقف ہیں، اسی طرح تین طلاق دی ہوئی عورت حلالہ کے بغیر پہلے خاوند کی طرف نہیں آسکتی جس کا ذکر قرآن مجید میں ہے جب حلالہ کے لئے کوئی عورت کسی مرد سے شادی کرتی ہے تو وہاں کوئی تحریری یا زبانی معاہدہ نہیں ہوتا کہ اس عورت کے ساتھ جماع کر کے طلاق دے دینا کیونکہ اس شرط سے متعہ کا تحقیق ہو جائے گا، لیکن اس بات کے باوجود عورت بھی جانتی ہے کہ میں اس مرد کے پاس کچھ مدت کے لیے ٹھہری ہوں مرد بھی جانتا ہے کہ میں نے صرف اس لئے نکاح کیا ہے کہ دوسرے مسلمان بھائی سے اس کی دوبارہ شادی ہونے کا جواز تحقق ہو، چند دن رکھنے کے بعد دوسرا خاوند اگر طلاق دے دے تو بقول سعیدی صاحب کہ حیلہ سے کوئی حرام حلال نہیں ہوتا، اس عورت کا کا پہلے خاوند سے نکاح جو حرام ہو چکا تھا وہ نہیں ہوسکتا، اگر کہیں کہ ہوسکتا ہے تو پھر حیلہ سے حرام کام حلال ہو گیا، یہ بات بھی ذہن میں رہنی چاہیے کہ شرعی احکام کا تعلق ظاہر کے ساتھ ہوتا ہے، اسی ظاہر کو دیکھ کر فقہی احکام مرتب ہوتے ہیں جب خود تسلیم کر رہے ہیں کہ اس حیلہ سے ازروئے فقہ یہ پگڑی جائز ہو جائے گی پھر فقہاء کی نیتوں پر حملہ؟ زیب نہیں دیتا، بہر حال شرح مسلم میں وہ کئی جگہوں پر اعتدال سے ہٹ کر گفتگو کر جاتے ہیں جو مناسب نہیں، پگڑی کے بارے میں فقیر کی رائے یہ ہے کہ ختم کر دی جانی چاہیے کیونکہ جواز نہیں ہے واللہ اعلم بالصواب۔ (ملخص از شرح موطا امام محمد ج 3 ص 74 تا ص 76، مطبوعہ فرید بک سٹال لاہور)

خیال رہے کہ پگڑی کے مسئلہ میں مولانا نور اللہ بصیر پوری نعیمی رحمۃ اللہ علیہ سے جواز منقول وموجود ہے اس پر سیر حاصل نقد و تبصرہ و تردید کے لئے ملاحظہ ہو۔

(شرح موطا امام محمد ج 3 کتاب البیوع فی التجارات والسلم)

ایک حدیث مبارک میں یہ مسئلہ بیان فرمایا گیا ہے کہ کوئی شخص دیوالیہ قرار دیا جائے

بائع اس کے پاس اپنی متاع بعینہ پائے تو وہی اس کا زیادہ حقدار ہے اس مسئلہ میں امام اعظم علیہ الرحمۃ اور آئمہ ثلاثہ یعنی امام یوسف، امام محمد اور امام زفر علیہم الرحمۃ میں اختلاف ہے سعیدی صاحب نے امام اعظم علیہ الرحمۃ کے موقف کو محض عقلی قرار دیا اور کہا کہ یہ حدیث کے مقابل ہونے کی وجہ سے متروک ہے انکی عبارت ملاحظہ ہو لکھتے ہیں کہ

ہر چند کہ امام ابوحنیفہ کا نظریہ قیاس اور درایت سے زیادہ قوی ہے لیکن رسول اللہ ﷺ کی صحیح اور صریح احادیث مقدم ہیں رہا یہ کہ قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ بیع کے بعد چیز بائع کا مال نہیں رہی خریدار کا مال ہوگئی اس لئے بائع اور دیگر قرض خواہوں کو برابر ہونا چاہیے یہ ٹھیک ہے لیکن حدیث کے مقابلہ میں ہونے کی وجہ سے قیاس چھوڑ دیا جائے گا جیسا کہ شفعہ میں بالاتفاق چھوڑ دیا جاتا ہے کیونکہ جب ایک شخص نے اپنی چیز فروخت کردی تو وہ چیز خریدار کی ملک ہوگئی اب کسی اور شخص کا اس بیع کو فسخ کرنے کے لیے شفعہ کرنا خلاف قیاس ہے لیکن صحیح حدیث کے خلاف ہونے کی بنا پر قیاس کو چھوڑ دیا گیا اسی طرح یہاں بھی حدیث صحیح کے مقابلہ میں قیاس کو چھوڑ دینا چاہیے۔ هذا هو الحق ۔" (شرح مسلم بحوالہ شرح موطا ج3 ص115)

حضرت مولانا محمد علی الرحمۃ نے اس مسئلہ پر بہت مفصل گفتگو فرمائی اور سعیدی صاحب کے سارے بیان کا رد فرمایا، امام اعظم علیہ الرحمہ کی تائید میں کئی احادیث ذکر فرمائیں اور سعیدی صاحب کے دلائل کا جواب دیا۔

یہ ساری بحث شرح موطا میں ص113 سے ص123 تک پھیلی ہوئی ہے اس بحث کے آخر میں حضرت مولانا محمد علی الرحمۃ فرماتے ہیں کہ

شفعہ میں بیع ہی مکمل نہیں تو امام صاحب علیہ الرحمۃ کا قیاس کیسے ٹوٹ گیا اللہ تعالیٰ ہمیں احناف کی اتباع کی توفیق عطا فرمائے اور قیامت میں امام ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ کی معیت نصیب ہو فاعتبروا یا اولی الابصار (شرح موطا امام محمد ص123 ج3، مطبوعہ فرید بک سٹال لاہور)

شادی کرنے میں کفو (کفاءت) کا اعتبار ضروری ہے یا نہیں اس مسئلہ میں سعیدی صاحب نے کفاءت کا سرے سے انکار ہی کر دیا ان کی عبارت ان کے اپنے الفاظ میں ملاحظہ فرمایئے۔

مسئلہ کفائت پر مصنف کا موقف: کفاءت پر ہم نے بہت طویل بحث کی ہے اور

قرآن مجید، احادیث، آثار اور مذہب اربعہ کے فقہاء کے اقوال سے استدلال کیا ہے۔ قرآن مجید احادیث صحیح اور آثار صحابہ سے یہی ثابت ہوتا کہ نکاح میں کفو کا اصلاً اعتبار نہیں ہے۔ (الی ان) بعض ضعیف الاسناد احادیث اور آثار سے اس نظریہ کی تائید ہوتی ہے۔

(شرح مسلم ج3 ص199)

حضرت مولانا محمد علی علیہ الرحمۃ نے سعیدی صاحب کی بہت سخت تردید فرمائی کئی احادیث نقل فرمائیں، ضعیف اسناد پر گفتگو فرمائی صحیح السند احادیث پیش کیں سعیدی صاحب کے دلائل کا جواب دیا، ان کے مسامحات بتائے، اغلاط کی نشاندہی کی، یہ ساری بحث شرح موطا امام محمد تیسری جلد میں موجود ہے بہت مفصل اور مدلل ہے ص 47 سے ص 71 تک پھیلی ہوئی ہے حضرت مولانا محمد علی علیہ الرحمۃ نے ایک جگہ افسوس کرتے ہوئے لکھا کہ۔

قارئین کرام! اگر آپ کے پاس علامہ سرخسی کی تصنیف المبسوط موجود ہو تو اس کو سامنے رکھیں سعیدی صاحب کی بحث اور مبسوط کو سامنے رکھ کر موازنہ کریں اس طرح کرنے سے آپ پر دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہونا واضح ہو جائے گا ایک ہی نہیں کئی خیانتوں سے یہ بحث مزین کی گئی ہے۔ (الی ان قال)

پھر آخر میں علامہ سرخسی علیہ الرحمۃ نے اپنے دلائل یوں بیان فرمائے **وحجتنا فی ذلک ... الخ**

سعیدی صاحب کا سفیان ثوری کے دلائل کو علامہ سرخسی کا مسلک ظاہر کرنا لوگوں کو دھوکے میں رکھنے کی تصنیفی سازش ہے۔ الخ (شرح موطا امام محمد ج2 ص51، مطبوعہ فرید بک سٹال لاہور)

عزل کرنا مطلقاً جائز ہے؟ اور اس بناء پر خاندانی منصوبہ بندی کا مروجہ نظام صحیح ہے یا نہیں؟ اس مسئلہ پر سعیدی صاحب نے پانچ اسباب ذکر کیے اور جواز کا قول کیا ان پانچ اسباب کا رد حضرت مولانا محمد علی علیہ الرحمۃ نے بہت خوبصورت انداز میں کیا مکمل بحث کے لئے ملاحظہ ہو شرح موطا امام محمد ج2 ص 110 تا ص116 اس بحث کے آخر میں حضرت مولانا محمد علی علیہ الرحمۃ کا کہنا ہے کہ مختصر یہ کہ سعیدی صاحب نے جتنی وجوہات منصوبہ بندی کے جواز میں پیش کیں اول تا آخر سبھی نامقبول بلکہ مردود ہیں اللہ سے ہم دعا کرتے ہیں کہ

انھیں حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی سنت مبارکہ سے قلبی تعلق وعقیدت وتسلیم ورضاء عطافرمائے اپنے تجربات کے بجائے سلف صالحین کی تحقیق قبول کرنے کی توفیق عطافرمائے فاعتبروا یااولی ابصار۔(شرح موطاامام محمدج2 ص116 مطبوعہ فرید بک سٹال لاہور)

اعضاء کی پیوند کاری جائز یا ناجائز؟ سعیدی صاحب کا نظریہ ہے کہ ناجائز ہے حضرت مولانا محمد علی علیہ الرحمۃ نے جواز کا قول کیا دونوں حضرات کے اپنے دلائل ہیں حضرت مولنا محمد علی علیہ الرحمۃ کی تحقیق ونظریہ بہت مضبوط ہے اس بحث میں انھوں نے اکثر مقامات پر سعیدی صاحب کے دلائل کی کمزوری اور مساحت کی نشاندہی کی مکمل بحث شرح موطا میں دیکھیں یہ بحث ص562 سے605 تک پھیلی ہوئی ہے بطور نمونہ ایک اقتباس درج ذیل ہے۔

سعیدی صاحب نے شرح صحیح مسلم ج2 ص863 پر جو دلیل اور اپنا موقف بیان کیا وہ یہ کہ ہر چند کہ اعضاء اور اجزائے انسانی کا ضرورت مند محتاج ہے اور مضطر بھی لیکن اعضاء دینے والے کو کون سی مجبوری ہے کونسا اضطرار ہے؟ کہ جس کی وجہ سے وہ حرام کا مرتکب ہونا چاہتا ہے سعیدی صاحب کہتے ہیں کہ میں نے یہی بات مفتی محمد حسین نعیمی سے بھی کہی تو مفتی صاحب نے جواب دیا کہ اگر کوئی شخص سمندر میں ڈوب سارہا ہو اور کنارے پر لوگ کھڑے ہوں اس کو نہ بچائیں تو وہ گنا گار ہوں گے،سعیدی صاحب کہتے ہیں کہ میں نے جواب دیا کہ ان لوگوں پر اس ڈوبتے ہوئے کو بچانا اس وقت فرض ہے جب ان کی اپنی جان کو کوئی خطرہ نہ ہو اگر سمندر میں شارک مچھلیوں کا خطرہ ہو کہ وہ اس بچانے والے کے ہاتھ پاؤں کھا جائیں یا خود بچانے والے کے ڈوبنے کا خطرہ ہو تو اس کے لیے بچانا ضروری نہ ہوگا کیونکہ اپنی جان کی حفاظت اس پر فرض ہے لہٰذا وہ سمندر میں ہرگز نہ اترے۔

اس عبارت یا دلیل پر حضرت مولانا محمد علی علیہ الرحمۃ نے یوں رد وتبصرہ فرمایا سعیدی صاحب کا یہ استدلال انوکھا استدلال ہے قرآن کریم میں مردار وغیرہ حرام اشیاء بحالت اضطرار کھانے کی اجازت دی گئی اس کو مضطر کہیں یا مکرہ اس کی حالت اضطرار کو سامنے رکھا گیا ہے سعیدی صاحب اسے تو مضطر مانتے ہیں لیکن گردہ دینے والے کے لئے بھی اضطرار کے قائل ہیں یعنی گردہ دینے والا بھی گردہ دینے میں مضطر ہو یا مکرہ ہو تب اس کا گردہ دینا صحیح ورنہ

ناجائز اگر سعیدی صاحب کے اس قانون قاعدہ واستدلال کو تسلیم کریں تو جو بحث انھوں نے خون دینے کے بارے میں فرمائی وہ بے کار ہو جائے گی کیونکہ ان کے بقول خون دینے والے سے پوچھا جا سکتا ہے کہ تمہیں خون دینے میں کیا مجبوری تھی کیوں خون دے دیا؟

جب تمہیں مجبوری نہ تھی تو پھر ایک حرام کام کے مرتکب کیوں ہو رہے ہو؟ لیکن سعیدی صاحب انتقال خون کے بارے میں صرف اتنا لکھا کہ اگر مریض کو ڈاکٹر کہہ دے کہ تمہاری جان خون تجھے ملے تو بچے گی تو ڈاکٹر کے کہنے پر یہ عمل یعنی انتقال خون جائز ہے خون دینے والے کی ضرورت یا مجبوری پیش نظر نہیں، اسی طرح گردہ وغیرہ اجزاء واعضاء کے انتقال میں یہ اجزاء اور اعضاء دینے والا ضرورت مند نہیں بلکہ جسکو دینا چاہتا ہے ضرورت مند ہونا تو اس کے لئے لازمی ہے۔ باقی رہا سعیدی صاحب کا مفتی صاحب سے سوال جواب مکالمہ، تو سعیدی صاحب کے جواب میں جو مفتی صاحب نے کہا اس میں تو سعیدی صاحب کی تردید اور مفتی صاحب کی تائید ہے کیونکہ دونوں حضرات اس امر میں تو متفق ہیں کہ گردہ دینا بوقت ضرورت جائز ہے مطلب یہ ہے کہ اگر گردہ دینے والا یہ سمجھتا ہے کہ ڈاکٹروں نے تسلی دی کہ تمہارا گردہ آپریشن کے ذریعہ نکالیں گے تمہاری جان کو کوئی خطرہ لاحق نہ ہوگا، تم مطمئن رہو تو صحیح ہے گردہ نکالنا، دینا جائز ہے بصورت دیگر منع ہے کیونکہ خود اس کی اپنی جان کو موت کا خطرہ ہے جس طرح سمندر میں ڈوبنے والے شخص کو بچانے والے اگر خود محفوظ نہ رہیں ان کو سمندر میں اترنے کی ممانعت ہے لیکن اگر سمندر میں اترنے والے کو یقین واندازہ ہو کہ میں اچھا تیراک ہوں ماہر ہوں ڈوبنے والے کو بچالاؤں گا، مجھے کسی جاندار سمندری مخلوق سے کوئی خطرہ وخوف نہ ہوگا، تو ایسا شخص جان بوجھ کر کنارے پر کھڑا رہے ڈوبنے والے کو نہ بچائے تو گناہ گار ہے، گردہ دینے والے کے بارے میں بھی ہم یہی کہتے ہیں کہ اگر گردہ دینے والا ڈاکٹروں کی تسلی کی بناء پر مطمئن ہے دوسرے کو اپنے گردہ دینے والا ڈاکٹروں کی تسلی کی بناء پر مطمئن ہے دوسرے کو اپنے گردہ دینے کے سبب بچانے پر قدرت رکھتا ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ اس کے گردہ دینے کو حرام کہا جائے جس طرح ڈوبنے والے کو وہ شخص جسکو اپنا خوف ہو نہ بچانے پر مطعون و گناہ گار نہیں اسی طرح گردہ دینے سے اپنی موت کا خوف لاحق ہونے سے متصف شخص مطعون

وگناہ گار نہ ہوگا لیکن اس کے برعکس کی صورت اور ہے۔

(ملخصاً وموضحاً از شرح موطا امام محمد، ج 2 ص [illegible] تا ص 569 مطبوعہ فرید بک سٹال)

حد قذف کے سلسلہ میں بھی سعیدی صاحب نے تسامح ہوا اس کی مکمل تفصیل مع دلائل تردید یہ شرح موطا امام محمد (علیہ الرحمۃ) ج 2 میں ملاحظہ کریں یہ بحث بہت تفصیلی ہے ص 638 سے لیکر ص 666 تک پھیلی ہوئی ہے۔

نوٹ:

شرح موطا امام محمد تین جلدوں میں ہے، یہ کتاب مستطاب حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد علی نقشبندی لاہوری علیہ الرحمۃ کی تصنیف لطیف ہے آپ علیہ الرحمۃ انیس سو تینتیس 1933ء میں پیدا ہوئے ماہر اساتذہ سے علم دین حاصل کیا جن میں حضرت علامہ مولانا غلام رسول رضوی علیہ الرحمۃ جیسے عظیم عالم دین بھی شامل ہیں آپکا ردشیعہ میں لکھا ہوا کامل ایک نصاب ہے جس کی انیس 19 جلدیں ہیں آپ نے ایک مدرسہ قائم کیا تھا جو آج بھی دینی خدمات سرانجام دے رہا ہے، آپ علیہ الرحمۃ کے قائم کردہ مدرسہ کا نام جامعہ رسولیہ شیرازیہ ہے، یہ لاہور میں واقع ہے۔

آپ علیہ الرحمۃ اتوار کے دن مغرب کی نماز ادا کرنے کے بعد فوت ہوئے صفر المظفر کی اٹھائیس 28 تاریخ تھی اسلامی اعتبار سے چودہ سو اٹھارہ 1418 کا سن تھا جبکہ انگریزی اعتبار سے جولائی کی چودہ 14 تاریخ تھی اور سن انیس سو چھیانوے 1996 تھا۔

آپ مناظر تھے، مبلغ تھے، مدرس تھے، مصنف تھے آپ نے لگاتار سولہ 16 سال حرمین شریفین میں حاضری کی سعادت پائی آپ کی عمر مبارک تریسٹھ 63 سال تھی لاہور کے مشہور قبرستان میانی صاحب میں اپنی والدہ کے قدموں میں آپ کو دفن کیا گیا، اللہ تعالیٰ آپ کی محنت وکاوش کا اچھا بدلہ دے اور آپکے درجات بلند کرے (آمین)

(از شرح موطا ج 1 ص 22 ص 41)

خلاصۃ الکلام یہ ہے کہ حضرت مولانا غلام رسول سعیدی صاحب مدظلہ سے ذھول، بھول، تسامح اور غلطیاں سرزد ہونا کوئی بہت بڑی بات نہیں کیونکہ غلطی سے پاک تو خدا تعالیٰ کی

ذات ہے یا جس کو وہ غلطی سے پاک و معصوم کر دے وہ باصفات ہے، اتنے بڑے اور وقیع کام میں اگر اغلاط و مسامحات ہوئے تو یہ محض انسانی اور بشری تقاضے کی بناء پر ہوئے ورنہ کوئی بھی جان بوجھ کر دین کو کھیل نہیں بناتا اپنا وہ جہاں خراب نہیں کرتا جہاں ہمہ عمر رہنا ہے، اللہ تعالیٰ ہم اہل سنت کا حامی و ناصر و موئید ہو (آمین)

اعتراضات سعید ملت بر حکیم الامت پر ایک نظر:

حکیم الامت علیہ الرحمۃ کی تحقیق انیق ہے کہ لفظ اللہ سے مدد حاصل کرنا، برکت چاہنا، اللہ کے اسم کا وسیلہ پیش کرنا جائز ہے اس میں کوئی حرج نہیں کوئی جرم نہیں آپ کی کچھ عبارات میں اس ضمن میں درج کرتا ہوں توجہ فرمائیے:

- بسم اللہ میں کئی نکات ہیں ایک نکتہ یہ ہے کہ اس میں اس جانب اشارہ ہے کہ جس طرح اللہ کی ذات سے مدد اور برکت حاصل کی جاتی ہے اسی طرح اللہ کے نام یعنی لفظ اللہ سے بھی مدد اور برکت حاصل کی جاسکتی ہے حالانکہ لفظ اللہ تو رب نہیں یہ تو کچھ حروف کا مجموعہ ہے الف لام الف اور ہاء سے مدد اور برکت چاہنا جائز ہے اسی طرح اللہ کے پیاروں سے بھی مدد چاہنا بدرجہ اولی جائز ہے کیونکہ وہ پیارے ان حروف سے کم تو نہیں بعض بزرگوں نے مجھ سے فرمایا کہ اسم اللہ حضور علیہ السلام کا بھی نام پاک ہے جیسے کہ ذکر اللہ حضور علیہ السلام کا نام پاک ہے (اسم اللہ اور ذکر اللہ دونوں حضور علیہ السلام کے نام ہیں) ذکر اللہ نام ہونا دلائل الخیرات میں بھی ذکر کیا گیا ہے، حضور علیہ السلام کو اسم اللہ اس وجہ سے کہتے ہیں کہ اسم ■ ہے جو ذات کو بتائے، اس ذات پر دلالت کرے، حضور علیہ السلام نے بھی اللہ کی ذات کو ظاہر کیا، رب تعالیٰ حضور علیہ السلام کا خالق ہے اور حضور علیہ السلام اسکے مظہر اتم۔

جب محمد ہوئے رسول اللہ

تب کھلا لا الہ الا اللہ

نیز بقاعدہ نحو اسم پر سارے فعل اعتماد کرتے ہیں اسم خود کسی پر اعتماد نہیں کرتا (زید نے مارا) اس جملے میں مارا کا اعتماد زید پر ہے نہ کہ زید کا اعتماد مارا پر یعنی زید ہو تو مار پائی جائے نہ یہ

کہ مار ہو تو زید پایا جائے، اسی طریق سے (یہ سمجھو کہ) حضور علیہ السلام پر سارے عالم کا اعتماد ہے بلکہ خود اعتماد کو بھی آپ علیہ السلام پر اعتماد ہے لیکن آپ علیہ السلام کو بجز پروردگار کے کسی پر اعتماد نہیں، نیز بقاعدۂ نحو اسم فعل کا محتاج نہیں بلکہ فعل اسم کا محتاج ہے یعنی فعل بغیر اسم کے ملے ہوئے جملہ نہیں بن سکتا پوری بات نہیں ہو سکتا، اسم کی یہ حالت نہیں وہ فعل کے سواء بھی از خود جملہ بن سکتا ہے پوری بات ہو سکتا ہے اسی طرح حضور ﷺ عالم میں کسی کے بھی محتاج نہیں سارا عالم آپ علیہ الصلوۃ والسلام کا محتاج ہے کہ وہ نہ ہوتے تو کچھ بھی نہ ہوتا بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ بقاعدہ تصوف کہاں کا اسم؟ کہاں کا فعل؟ یہ سب اعتبارات ہیں اصل حقیقت محمدیہ ہی ہے یہ سب اس کے پرتو ہیں سائے ہیں۔

اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ نے کیا خوب فرمایا

وہی جلوہ شہر بہ شہر ہے وہی اصل عالم و دھر ہے

وہی بحر ہے وہی لہر ہے وہی پاٹ ہے وہی دھار ہے

یعنی پانی ایک ہی ہے مگر الگ الگ اعتبارات سے اس کے نام الگ الگ ہیں، کنارہ، پاٹ، موج، نہر نالہ دریا، سمندر وغیرہ مزید فرماتے ہیں۔

وہ نہ تھا تو باغ میں کچھ نہ تھا

وہ نہ ہو تو باغ ہو سب فنا

وہی جان ہے، جان سے ہے بقاء، وہی بن ہے، بن ہی سے بار ہے

مزید فرماتے ہیں

باادب جھکا لو سر دلا، کہ میں نام لوں گل و باغ کا

گل تر محمد مصطفیٰ چمن ان کا، پاک دیار ہے

یہ بہت اچھی تاویل ہے کسی قاعدہ شرعیہ کے خلاف بھی نہیں ہے۔

(تفسیر نعیمی ج1 ص35 ص36)

۲ تسالون بہ، ب میں باء توسل کی ہے یعنی تم لوگ دوسروں سے اللہ کے نام پر مانگتے ہو، کہتے ہو کہ اللہ کے واسطے مجھے یہ دے دو، جس کا نام ایسا کارساز ہے تو

سوچو خود نام والا رب کیسا ہے؟ (تفسیر نعیمی ج 4 ص 504)

۳ ہر وقت اللہ سے ڈرتے رہو، جس کے نام پر فقیر امیروں سے، بعض انسان دوسرے بعض انسانوں سے مانگا کرتے ہیں، جب کسی سے مانگنا ہو تو کہتے ہیں اللہ کے لئے مجھے یہ دو اللہ کے نام پر مجھے یہ چیز عطا کرو۔ (تفسیر نعیمی ج 4 ص 504)

۴ اللہ کے نام پر مخلوق سے مانگنا جائز ہے خواہ زندوں سے مانگے خواہ وفات یافتہ مقبولوں سے، لہٰذا شیاً للّٰہ کہنا درست ہے، جیسا کہ تسالون بہ سے معلوم ہوا (از کبیر مع اضافہ) فقہاء جو شیاللہ سے منع کرتے ہیں وہ تب ہے جب لفظ (للہ) میں لام نفع کا ہو اور معنی یہ مراد لو کہ اللہ کے لئے اس وجہ سے کچھ دو کہ اس کو تمہاری عطا کی ضرورت ہے (ہمارا یہ مطلب تو ہوتا ہی نہیں) ہمارا مطلب یہ ہوتا ہے کہ تم اللہ کی رضاء حاصل کرنے کے لئے مجھے کچھ دو (مجھے عطاء کرو میری ذات کو ضرورت ہے)۔ (از شامی) (دیکھو تفسیر نعیمی ج 4 ص 506 مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ گجرات پاکستان)

۵ درمختار باب المرتدین بحث کرامات اولیاء میں ہے کہ قول (شیاً للّٰہ) قیل یکفر ہ معلوم ہوا کہ یاعبد القادر جیلانی شیاً للّٰہ کہنا کفر ہے (تو اس کا جواب یہ ہے) یہاں شیاً للّٰہ کے یہ معنی ہیں کہ خدا کی حاجت روائی کے لئے مجھے کچھ دو رب تمہارا محتاج ہے جیسے کہا جاتا ہے کہ یتیم کے لئے کچھ دے دو وہ تمہارا محتاج ہے) یہ معنی واقعی کفر ہے اس (عبارت) کی شرح میں علامہ شامی علیہ الرحمۃ نے فرمایا اما ان قصدا المعنی الصحیح فالظاھر انہ لاباس بہ یعنی اگر اس عبارت سے صحیح معنی کی نیت کی کہ تم اللہ کی رضا حاصل کرنے کے لئے مجھے کچھ دو تو یہ تو جائز ہے۔ اور ہمارے نزدیک اس کا یہی مطلب ہے۔ (جاء الحق ص 210، مطبوعہ نعیمی کتب خانہ گجرات پاکستان]

۶ خیال رہے کہ اللہ کے نام، اور اسکی صفات کو بارگاہ الٰہی میں وسیلہ بنانا درست ہے (جرم نہیں) بلکہ اللہ کے نام کے وسیلہ سے بندوں سے مدد مانگنا درست ہے، ہم کہا کرتے ہیں اللہ کے واسطے یہ (چیز) دے دو، اللہ کے نام کا صدقہ دے دو، کہا جاتا ہے شیاً للّٰہ، شفاعت ذات، اور وسیلہ نام اور وسیلہ صفات میں فرق ضرور

کرنا چاہیے۔ (مراۃ شرح مشکوۃ ج 7 ص 454، مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ لاہور)

ان عبارات سے معلوم ہوا کہ حکیم الامت علیہ الرحمۃ کے نزدیک اللہ تعالیٰ کے نام مبارک کا وسیلہ پیش کرنا، اس سے مدد مانگنا اس سے برکت چاہنا جائز ہے کوئی جرم نہیں مثلاً اگر کہا جائے کہ اے اللہ اے رحمٰن میں تیری بارگاہ میں تیری رحمانیت کا وسیلہ پیش کرتا ہوں، تیرے پیارے نام رحمٰن کا وسیلہ دے کر تجھ سے فلاں بات میں مدد اور برکت طلب کرتا ہوں تو یہ بات و انداز و دعا و اسلوب درست ہے۔ کیونکہ ذات، صفات اور نام تینوں کے وسیلہ و توسل میں فرق ہے، ذات کا وسیلہ منع ہے اور خود حکیم الامت علیہ الرحمۃ بھی ممانعت کے قائل ہیں کہ باری تعالیٰ کی ذات کسی کے آگے بطور وسیلہ پیش کی جائے۔

اس نظریہ و تحقیق سے سعیدی صاحب کو اختلاف ہے، آیئے ان کے اپنے الفاظ میں اعتراض و اختلاف کا مشاہدہ کریں فرماتے ہیں کہ

''مفتی احمد یار خان نعیمی کی اللہ تعالیٰ مغفرت کرے انھوں نے یہ بھی صحیح نہیں لکھا اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں کسی مقرب کا وسیلہ پیش کرنا جائز ہے، لیکن اللہ کا وسیلہ کسی کی بارگاہ میں پیش کرنا جائز نہیں ہے، جیسا کہ ابھی ہم شیخ عبدالحق محدث دہلوی (علیہ الرحمۃ) کی عبارت سے بتا چکے ہیں، اور عوام کے اقوال سے استدلال کرنا درست نہیں، استدلال تو قرآن کی آیات، احادیث، آثار صحابہ، اور اقوال فقہاء سے کیا جاتا ہے اور شیاً للہ کی تاویل فقہاء نے یہ کی ہے کہ شیاءً اکراماً للہ اللہ کی تکریم اور تعظیم کے لئے کچھ دو۔

(الفتاوی الخیریہ علی هامش تنقیح الفتاوی الحامدیہ ج 2 ص 286 المکتبہ الحسیبیہ، کوئٹہ)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ، کی بھی یہی تحقیق ہے کہ اللہ کو کسی کے حضور وسیلہ بنانا جائز نہیں ہے، وہ لکھتے ہیں کہ۔

''یہی حال استعانت و فریاد رسی کا ہے (الی ان قال) اللہ عزوجل وسیلہ، توسط و توسل بننے سے پاک ہے، اس سے اوپر کون ہے؟ کہ یہ اسکی طرف وسیلہ ہوگا؟ اس کے سواء حقیقی حاجت رواء کون ہے؟ کہ یہ بیچ میں وسیلہ بنے گا۔''

(تفسیر تبیان القرآن ج 12 ص 254، مطبوعہ فرید بک سٹال لاہور)

حضرات محترم غور کا مقام ہے، اس عبارت میں کیا بتایا گیا، کیا مضمون حکیم الامت کے ذمہ لگایا؟ اور حکیم الامت علیہ الرحمۃ کی کیا مراد تھی؟ سمجھی کیا گئی؟ حکیم الامت علیہ الرحمۃ نے تو ذات باری تعالیٰ کے وسیلہ کی بات ہی نہ کی نہ لکھی انھوں نے تو باری تعالیٰ کے نام مبارک کا اور صفات مبارک کا توسل توسط اور تبرک چاہنے پر کلام کیا، جو انھوں نے کہا ہی نہیں۔ جو انھوں نے لکھا ہی نہیں اس کو انکی طرف منسوب کر کے رد کرنا بہت عجیب ہے، بہت حیرت انگیز ہے۔

فاعتبروا یا اولو الابصار

حکیم الامت علیہ الرحمۃ نے قرآن مجید سے ایک مسئلہ مستنبط کیا کہ بڑا چھوٹے کی سفارش کرسکتا ہے، اس پر تائیدی مثال بھی ذکر کی اللہ تعالیٰ نے ان حضرات کو معاف فرمایا جو جنگ احد میں بشری تقاضے کے مطابق کچھ دیر کے لئے بھاگ پڑے گھبرا گئے تھے جیسا کہ ان الذین تولوا منکم یوم التقی الجمعن (ال عمران) میں مذکور ہے، باری تعالیٰ نے ان کی معافی خود بیان فرمائی کہ" ولقد عفا اللہ عنھم (ال عمران) ان حضرات کو اللہ نے معافی دے دی، کچھ آیات کے بعد اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ سے فرمایا کہ اے پیارے آپ بھی ان کو معافی دے دیں ان کے حق میں شفاعت و مغفرت کریں اپنے سارے کاموں میں ان کو شامل رکھیں ان کی مشاورت کا اعتبار فرمائیں وغیرہ وغیرہ جیسا کہ فاعف عنھم واستغفرلھم وشاورھم فی الامر (العمران) میں مذکور ہے، ان آیات سے حضرت حکیم الامت علیہ الرحمۃ نے استدلال و استنباط فرمایا کہ بڑا چھوٹے کی سفارش کرسکتا ہے دیکھو رب نے خود معاف کرنے کے بعد حضور علیہ السلام سے بھی صحابہ کو معافی دلوائی، گویا سفارش فرمائی کیونکہ بڑی بارگاہ سے معاف شدہ کو دوبارہ معاف کرنا کرم کریمانہ ہی تو ہے، اس ضمن میں آپ علیہ الرحمۃ کی چند عبارات ملاحظہ کریں۔

- ولقد عفا اللہ عنھم ، بے شک اللہ نے انھیں معاف فرمادیا، سبحان اللہ کیا پیارا اعلان ہے ان بزرگوں کی اس لغزش پر ہماری اطاعت بھی قربان اللہ ان کے صدقے ہمارے گناہوں کو معاف کرے (احمد یار خان) خیال رہے کہ احد کا درہ چھوڑنے والوں سے تو یہ خطاء ہوئی کہ درہ چھوڑ دیا اور بھاگنے والوں سے یہ خطا

ہوئی کہ وہ ثابت قدم نہ رہے پہلی خطاء کاذکر بعض ما کسبوا والی آیت میں ہوا اور دوسری خطا کا ذکر تولوا منکم میں ہے اور ولقد عفا اللہ عنھم میں دونوں خطاؤں کی معافی کا اعلان ہوا، اللہ ان کے طفیل مجھ گناہ گار کو بھی معافی دے، اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کبھی کسی کی خطاء کا اثر دوسرے پر بھی پڑ جاتا ہے کہ پہلوں کی خطا دوسروں کی خطاء کا ذریعہ ہوگئی۔

(تفسیر نورالعرفان ص 85، مطبوعہ نعیمی کتب خانہ گجرات پاکستان)

۲ فاعف عنھم واستغفر لھم وشاورھم فی الامر، سبحان اللہ خود معافی دے کر رب اپنے حبیب سے ان کی سفارش فرما رہا ہے کہ تم بھی انہیں معافی دے دو اور پہلے کی طرح مقرب بنالو۔ (تفسیر نورالعرفان ص 744، مطبوعہ نعیمی کتب خانہ گجرات)

۳ معافی اور درگزر سے عزت بڑھتی ہے مجرم شرمندہ ہوتا ہے، بلکہ آئندہ کے لئے اس کی اصلاح ہو جاتی ہے، بڑوں کا ظرف بھی بڑا ہوتا ہے، یوسف علیہ السلام نے اپنے والد ماجد سے عرض کیا کہ اخرجنی من السجن کہ رب نے مجھ پر بڑا احسان فرمایا کہ مجھے جیل سے نکالا، وہاں سے نجات دی، مگر کنویں سے نکلنے کا ذکر نہ کیا، کیونکہ بھائی سامنے کھڑے تھے، ہو وہ شرمند ہو جاتے، ابوسفیان اور ہندہ وغیرہم کے مسلمان ہو جانے پر حضور انور ﷺ نے ان کے گزشتہ قصوروں ظلموں کا ذکر تک نہ فرمایا، بلکہ عکرمہ کے ایمان لانے پر صحابہ کرام کو حکم دیا کہ کوئی مسلمان عکرمہ کے سامنے ان کے باپ ابوجہل کو برا نہ کہے نبی کے ظرف عالی 'ور انکے اخلاق کریمانہ کہ اپنے مجرموں کو سزا تو کیا؟ انھیں شرمندہ بھی نہیں کرتے۔

ندامت ساتھ لے کر سامنے اب جا سیو جاؤ
سنا ہے شرم ساروں کو وہ شرمایا نہیں کرتے

(دعا ہے) کہ اے یوسف علیہ السلام کے رب، اے محمد رسول اللہ ﷺ کے رب تیرے ان بندوں نے ایسے مجرموں کو ایسی معافیاں دیں تو تو انکا رب ہے۔ ارحم الراحمین ہے ہم مجرم ہیں ان ہی محبوبوں کا صدقہ ہم کو معافی دے دے، محشر میں ہم کو رسوا نہ کر، ہمارے محمدی

ہونے کی لاج رکھ، جس لائق ہم تھے ہم نے وہ کرلیا، جو تیری شان کریمی کے لائق ہے وہ تو کر، گناہ ہم نے کرلئے معافی تو دے دے ہمیں وہ نہ دے جس کے ہم لائق ہیں ہم کو وہ دے جو تیری شان کریمی کے لائق ہے ہم کو سزا نہ دے معافی دے (آمین) ہم اپنے قصور کا اعتراف کرتے ہیں اور رحم خسروانہ کی درخواست۔ تیسرا فائدہ ان آیات سے یہ ہوا کہ ہم بڑے خوش نصیب ہیں کہ ہمارا رب کریم ورحیم ہے اور ہمارا نبی رؤف رحیم ہے۔

یارب تو کریمی ورسول تو کریم

صد شکر کہ ہستیم میان دو کریم

دنیا میں رب تعالیٰ ہماری سفارش اپنے حبیب سے فرمارہا ہے کہ خذ العفو (الاعراف) کہ اے پیارے ان کو معافی دے دیا کرو آخرت میں انشاء اللہ حضور ﷺ ہماری شفاعت کریں گے کہ اے مولیٰ ان گناہ گاروں کو معاف فرمادے اور حضور انور علیہ السلام رب کی مانتے ہیں رب تعالیٰ حضور انور کی مانے گا (ولسوف یعطیك ربك فترضیٰ) اس سے ہم گناہ گاروں کو امید ہے کہ انشاء اللہ دوطرفہ معافی ہوگی، لطف یہ ہے کہ حضور انور علیہ السلام کو حکم دیا جارہا ہے کہ تم اپنے حقوق کی معافی دے دیا کرو، اشارہ یہ ہے کہ ہم اپنے حقوق معاف کردیں گے وہ تو فرماتا ہے لم تقولون مالا تفعلون٥

(تفسیر نعیمی ج 9 ص 496 ص 497، مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ گجرات پاکستان)

(۲) بڑا چھوٹے سے سفارش کرسکتا ہے دیکھو اللہ تعالیٰ نے رب ہو کر اپنے حبیب سے خطا کاروں کی سفارش فرمائی مگر اس کا نام سفارش ہوگا نہ کہ شفاعت لہٰذا رب تعالیٰ کو شفیع نہیں کہہ سکتے وہ جو حدیث میں ہے کہ کسی نے عرض کیا یا رسول اللہ میں رب تعالیٰ کو آپ کی بارگاہ میں شفیع لاتا ہوں تو سرکار اس پر بہت ناراض ہوئے اس کی یہی وجہ تھی لہٰذا وہ حدیث اس آیت کے خلاف نہیں۔

(تفسیر نعیمی ج 4 ص [illegible] ص 291، مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ لاہور)

ان عبارات سے حکیم الامت علیہ الرحمۃ کا مدعا ثابت ہوا وہ صرف اتنا ہے کہ بڑا چھوٹے سے سفارش کرسکتا ہے شفیع نہیں بن سکتا، سفارش کرنا اور ہے شفاعت کرنا اور ہے

سفارشی بنانا اور ہے سفارشی بننا اور ہے، شفیع بنانا اور ہے اور شفیع بننا یا شفیع ہونا اور ہے ان صورتوں اور نوعیتوں میں سے حضرت حکیم الامت علیہ الرحمۃ نے پہلی صورت پر تائید و دلائل ذکر کیے کہ بڑا چھوٹے سے سفارش کر سکتا ہے دیکھو رب بڑا ہے حضور علیہ السلام سے سفارش فرمائی کہ ان کو معافی دے دیں۔

سعیدی صاحب نے اس پر اعتراض کیا ہے آیئے ان کے اپنے الفاظ میں ملاحظہ کرتے ہیں۔

"مفتی احمد یار خان کا یہ لکھنا کہ اللہ کو سفارشی بنانا جائز ہے اور اس پر مصنف کا تبصرہ:

مفتی احمد یار خان نعیمی متوفی 1391ھ واستغفر (آل عمران 159) کی تفسیر میں اس حدیث کے برخلاف لکھتے ہیں۔

بڑا چھوٹے سے سفارش کر سکتا ہے (الی ان قال) مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ نے شفاعت اور سفارش میں فرق کیا ہے اور کہا ہے کہ اللہ کو شفیع نہیں بنا سکتے لیکن سفارش کرنے والا بنا سکتے ہیں، لیکن یہ فرق صحیح نہیں ہے، شفاعت اور سفارش ایک ہی چیز ہیں، جس چیز کو عربی میں شفاعت کہتے ہیں اسی چیز کو اردو میں سفارش کہتے ہیں اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے شفیع کا ترجمہ سفارشی کیا ہے (آگے سعیدی صاحب نے اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کی عبارت ذکر کی) (الی ان قال) خود مفتی احمد یار خان رحمہ اللہ نے بھی شفیع کا ترجمہ سفارشی کیا (آگے سعیدی صاحب نے حکیم الامت علیہ الرحمۃ کی عبارت نقل کی) (الی ان قال) مفتی احمد یار خان کے اس ترجمہ سے واضح ہو گیا کہ شفیع اور سفارشی کا ایک ہی معنی ہے اس حدیث کی تشریح میں مفتی احمد یار خان لکھتے ہیں (آگے سعیدی صاحب نے حکیم الامت علیہ لرحمۃ کی عبارت نقل کی) (الی ان قال) مفتی احمدیار خان نعیمی اہل سنت کے بہت عظیم عالم دین تھے، انکی بہت خدمات ہیں میرے دل میں ان کی بہت محبت ہے، لیکن میرے دل میں اللہ عزوجل کی عظمت وجلالت اس سے کہیں زیادہ ہے، اس لئے میں نے اللہ تعالیٰ کی قدر اور شان واضح کرنے کے لئے یہ وضاحت کی تاکہ تفسیر نعیمی اور نور العرفان میں واستغفر الھم (آل عمران) کی تفسیر پڑھ کر نوجوان علماء اللہ کو حضور کی بارگاہ میں سفارشی نہ کہنے لگیں۔ (تفسیر تبیان القرآن ج 12 ص 253 ص 254 مطبوعہ فرید بک سٹال لاہور)

اس عبارت سے چند امور ظاہر ہوئے

1. سفارش اور شفاعت کا ایک ہی معنی ہے۔
2. حکیم الامت کے نزدیک اللہ کو حضور کی بارگاہ میں سفارشی بنانا جائز ہے۔
3. حکیم الامت نے لکھا ہے کہ حضور کی بارگاہ میں اللہ کو سفارشی بنانا جائز ہے۔
4. سعیدی صاحب نے اللہ کی قدر اور شان واضح کرنے کے لئے وضاحت کی ہے۔
5. سعیدی صاحب جوان علماء کو اس بات سے روکنا چاہتے ہیں کہ وہ تفسیر نعیمی اور نور العرفان پڑھ اللہ کو حضور کی بارگاہ میں سفارشی کہنے لگیں۔
6. سعیدی صاحب کے دل میں حکیم الامت کی بہت محبت ہے۔

حضرات محترم!

ان امور پر میں کیا تبصرہ کروں؟ حکیم الامت علیہ الرحمۃ نے تو لکھا ہی نہیں کہ اللہ کو حضور کی بارگاہ میں سفارشی بنانا جائز ہے، جب انھوں نے نہ لکھا نہ کہا نہ ان کا یہ نظریہ تھا جیسا کہ انکی عبارات میں نے نقل کیں، نہ ان کو یہ خیال گزرا، تو پھر کیا وجہ ہے کہ ان کی طرف ایک عبارت ایک فرضی نظریہ منسوب کر کے تردید کی گئی؟ انھوں نے تو صرف اتنا لکھا کہ بڑا چھوٹے سے سفارش کر سکتا ہے دیکھو رب نے رب ہو کر اپنے حبیب سے خطا کاروں کی سفارش فرمائی، انھوں نے کہاں لکھا کہ اللہ کو حضور کی بارگاہ میں سفارشی بنانا جائز ہے برائے مہربانی وہ عبارت اور وہ تمام الفاظ پیش کیے جائیں جس میں یہ ہو کہ اللہ کو حضور کی بارگاہ میں سفارشی بنانا جائز ہے، حکیم الامت علیہ الرحمۃ یہ بات لکھ بھی کیسے سکتے ہیں کیونکہ وہ حکیم ہیں صاحب حکمت نبی ﷺ کی بارگاہ کے مقبول ہیں حکیم وعلیم خدا نے ان کو حکمت وعلم اور اپنے نبی کا عشق عطا فرمایا تھا، یہ بات کہ اللہ کو حضور کی بارگاہ میں سفارشی بنانا جائز ہے عقل اور بداہت کے خلاف ہے اس اعرابی صحابی رضی اللہ عنہ کو چونکہ پہلی مرتبہ یہ باعث اور داعیہ پیش آیا تھا وہ اس طرح فرما گئے لیکن سرکار ﷺ کی تعلیم وہدایت کے بعد یہ بات واضح سے واضح تر ہوگئی کہ اللہ کی بارگاہ میں مقرب تو وسیلہ ہو سکتے ہیں کیونکہ چھوٹے ہیں لیکن خود اللہ کسی مقرب کی بارگاہ میں وسیلہ نہیں ہو سکتا کیونکہ وہ اکبر ہے اجل ہے اعظم ہے۔ فاعتبروا یا اولو الابصار

شفاعت اور سفارش میں فرق ہے یا نہیں؟ حکیم الامت علیہ الرحمۃ کی کچھ عبارات نقل کرتا ہوں خود بخود واضح ہو جائے گا، ملاحظہ فرمائیں۔

① ولا یقبل منھا شفاعۃ: شفاعۃ شفع سے بنا ہے، جس کے معنی ہیں ساتھی ہونا اور ہمراہی بننا، دو رکعت نماز کو شفعہ کہتے ہیں اور ہر جوڑ کو شفع اور طاق عدد کو وتر کہتے ہیں قرآن کریم میں ہے والشفع والوتر۔

پڑوسی شفیع اور اس کے حق پڑوسیت کو شفعہ کہتے ہیں کیونکہ وہ اس کے ساتھ رہتا ہے اب یہ لفظ سفارش کے معنی میں استعمال ہونے لگا کیونکہ سفارشی بھی حاجت مند کو اکیلا نہیں چھوڑتا بلکہ اس کا ساتھی بن کر اس کی حمایت کرتا ہے۔

(تفسیر نعیمی ج 1 ص 338 تا 339، مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ گجرات)

② شفاعت شفع سے بنا ہے بمعنی ملنا، جوڑا ہونا اس کا مقابل وتر ہے رب فرماتا ہے والشفع والوتر، شفیع وہ ہے جو قیامت میں گناہ گاروں سے مل کر انکو اپنے سینے سے لگالے اب اس لفظ کا ترجمہ ہوتا ہے سفارش، شفاعت دو قسم کی ہے شفاعت کبریٰ اور شفاعت صغریٰ۔ (مرآۃ شرح مشکوۃ ج 7 ص 316، مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ لاہور)

③ حضرت مفتی اقتدار احمد خان نعیمی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔ ایک شخص مجرم کے متعلق کہتا ہے کہ یہ مجرم ٹھیک ہے لہٰذا اس کو چھوڑ دو تو یہ حمایت ہو گی وہ شخص حمائتی اور حامی ہو گا، دوسرا کہتا ہے اس کو معاف کر دو یہ شفاعت ہے اور یہ آدمی شفیع و شفاعتی ہے، تیسرا کہتا ہے اس کو اس بار واپس کر دو معافی دے دو آئندہ یہ اس طرح نہیں کرے گا یہ سفارش ہے اور خود یہ آدمی سفارشی ہے آخرت میں صرف شفاعت ہو گی دنیا میں تینوں کام ہوتے ہیں۔ (تنقیدات علی مطبوعات ص 39+38، مطبوعہ نعیمی کتب خانہ گجرات پاکستان)

④ یہ بھی قیامت کی نشانی ہے کہ جاہل لوگ اہل قلم بن گئے کسی بھی اہل لغت نے مشفوع کا معنی نظر بد والا اور مجنون نہیں کیا سوائے المنجد لغت مرتب کرنے والے کے، لغت کسی قانون اور اصول کے تحت کسی وجہ اور ربط و مناسبت کی بناء پر ترجمہ کرتی ہے کیونکہ زبان کی لغت اہل زبان کی ان اصطلاحات اور محاروں سے بنتی

ہے جو ان میں استعمال ہوتے ہیں میں نے بہت اہل عرب سے مشفوع کا معنی پوچھا تو انھوں نے صرف دو معنی ہی بتائے شفاعت کیا ہوا اور مشفعہ کیا ہوا پہلے معنی کا تعلق کسی کی ذات سے ہے کیونکہ اس سے مراد سفارش کرنا یا کسی کی سفارش ہونا ہے جو سفارش کرے وہ (مرادی معنی کے اعتبار سے) شافع اور جس کی سفارش کرے وہ (مرادی معنی کے اعتبار سے) مشفوع (الی ان قال) یہ دو معنی اس لئے کیے گئے ہیں کہ لفظ مشفوع یا شفعٌ سے مشتق ہے یا شفعٌ (یعنی بفتح الشین اوبضم الشین) شفعٌ کا معنی سفارش کرنا اور شفعٌ کے معنی جوڑا کرنا، قریب کرنا شفعہ بنانا۔ (تنقیدات علی مطبوعات ص 47، مطبوعہ نعیمی کتب خانہ گجرات پاکستان)

ان تمام عبارات سے شفاعت اور سفارش میں فرق معلوم کیا جا سکتا ہے کہ شفاعت کا معنی کیا ہے، ترجمہ کیا کریں گے لغوی اور مرادی معنی میں مناسبت وموافقت کیسے ہو گی؟

خیال رہے کہ چند چیزوں میں فرق ہے معنی، مفہوم، خلاصہ، حاصل ترجمہ اور مطلب ومقصد، اس پر مثال عرض کروں تا کہ بات واضح ہو جائے مال کے لغوی معنی ہیں میلان قلبی، دل کا جھکاؤ، لیکن اس سے مراد دولت لی جاتی ہے کیونکہ اس کی طرف بھی دل کا جھکاؤ اور میلان ہوتا ہے اس طرح عمر کے معنی ہیں آبادی زندگی کے زمانہ کو عمر اس وجہ سے کہا جاتا ہے کہ اس زمانہ میں روح جسم کو آباد رکھتی ہے، بستی کو بھی اس معنی میں عمران کہتے ہیں، بزدل کا لغوی معنی اور ہے مراد اور لی جاتی ہے بز بکری بکرے کو فارسی میں کہا جاتا ہے اسی طرح برباد کا لغوی معنی اور ہے مرادی اور ہے بر کے معنی ہوتے ہیں اوپر اور باد ہوا کو کہا جاتا ہے ان ساری امثلہ سے یہ باور کرانا مقصود ہے کہ حکیم الامت علیہ الرحمۃ نے نہ تو اللہ کو حضور کی بارگاہ میں سفارشی بنانا مانا نہ لکھا نہ اسکے قائل ہیں۔ انھوں نے اور انکے ہونہار قابل فخر صاحبزادے نے شفاعت اور سفارش میں فرق مانا ہے اور فرق ہے بھی، باری تعالیٰ اہل سنت کا حامی وناصر ہو (آمین)

فاعتبروا یا اولوا الابصار

حضرت حکیم الامت علیہ الرحمۃ کا نظریہ ہے کہ جو آدمی نبی پاک ﷺ کا دل دکھائے اس پر اللہ تعالیٰ کی گرفت بھی ہوتی ہے اور خود رسول اللہ ﷺ کی پکڑ میں وہ آجاتا ہے ایسے آدمی

کے لئے کوئی معافی نہیں اور جو آدمی محض گناہ گار ہو بشری تقاضے کے تحت غفلت کی وجہ سے گناہوں میں خواہ منہمک بھی ہو بقدر اعمال سزا بھگت کر بالاخر جنت حاصل کرے گا، یہ تو ہو سکتا ہے کہ کسی کو اس کے گناہ کے بدلے باری تعالیٰ پکڑے حضور علیہ السلام شفاعت کر کے اس کو چھڑا دیں لیکن یہ نہیں ہو سکتا کہ کوئی حضور علیہ السلام کا بے ادب ہو آپ علیہ السلام کا دل دکھائے آپکو ایذاء دے آپ کے معاف کرنے کے سواء ہی خدا کی طرف سے اس کو معافی مل جائے ہر گز ایسا نہیں ہو سکتا کیونکہ حقوق العباد کا معاملہ بھی ہے اور حضور علیہ السلام کی خصوصیت وشان کا مسئلہ بھی ہے شہید بھی اگر بحالت قرض اس دنیا سے رخصت ہو تو جنت میں داخل نہیں ہو سکتا کیونکہ حق عبد اس پر ہے، جب عام حقوق العباد میں اس قدر باریکیاں اور احتیاطیں ہیں تو سوچو حضور علیہ السلام کی تو شان ہی سب سے اعلیٰ ہے، سے جدا ہے ان کے حقوق کا کتنا اعتبار ہو گا؟ کتنا لحاظ ہو گا؟ وہ نبی اللہ بھی ہیں، حبیب اللہ بھی، وہ ہادی الناس بھی ہیں بانی اسلام بھی۔ لہٰذا ان کے معاف کرنے سے کسی کی جان چھوٹے تو چھوٹے ورنہ چھوٹنا ناممکن ہے اس نظریہ پر حضرت حکیم الامت علیہ الرحمۃ نے جہاں قرآن وحدیث سے استدلال کیا وہاں از روئے بلاغت ایک شعر بھی ذکر کر دیا وہ شعر اس طرح ہے۔

خدا جس کو پکڑے چھڑا لیں محمد
محمد کا پکڑا چھڑا کوئی نہیں سکتا (ﷺ)

حضرت مولانا غلام رسول صاحب سعیدی نے مضمون کا انکار تو نہیں کیا البتہ آپ نے شعر کے صحیح ہونے کا انکار کیا ہے اور اس طرح کے کلام پر غلو کا حکم لگایا اور شعر کی اور طرح تاویل وتشریح کی حالانکہ حکیم الامت علیہ الرحمہ کے ہاں وہ تشریح وتاویل ہے ہی نہیں کہ شعر غلو پر مبنی قرار دیا جائے میں پہلے حکیم الامت علیہ الرحمۃ کی عبارات ذکر کرتا ہوں اس کے بعد حضرت سعیدی صاحب کی تردید شعر پر مشتمل عبارت نقل کروں گا ملاحظہ کریں الم یعلموا انہ من یحادد اللّٰہ و رسولہ فان لہ نار جہنم خالداً فیہا ذلک الخزی العظیم کیا ان کو خبر نہیں کہ جو خلاف کرے اللہ اور رسول کا تو اس مخالف کے لئے جہنم کی آگ ہے ہمیشہ اس میں رہے گا یہ بہت بڑی رسوائی ہے اس سے معلوم ہوا کہ خدا اور اس کے محبوب کو

ناراض کرنے کا ایک ہی حکم، رب کو ناراض کیا تو کافر اگر محبوب کی مخالفت کی تو بھی کافر۔

اگر باپ کو کوئی ایذاء دے، ماں کو ستائے، تمام مخلوق کو ناراض کر دے تو وہ گناہگار تو ہے مگر کافر نہیں لیکن اگر وہ بارگاہ رسالت کا مخالف ہے تو کافر ہے شیطان کو سجدہ کرنے کا حکم ہوا لیکن اس نے انکار کر دیا، خدا کی توحید اور اسکے سجدے سے اس کو انکار نہ تھا بلکہ نور مصطفیٰ علیہ السلام کے حامل (اٹھانے والے) آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے سے انکار کیا، ان کی عظمت کو تسلیم نہ کیا، نتیجہ یہ ہوا کہ تمام عمر کی عبادات بے کار ہو گئیں، اور لعنت کا طوق گلے میں پکڑ گیا یہ تو مخالفت کا حکم تھا، لیکن رسول علیہ السلام کو ناراض کرنے کا وبال خدائے پاک کی ناراضی سے زیادہ ہے اس لئے کہ رب نے فرمایا کہ اے محبوب اگر یہ لوگ کوئی بھی جرم کریں تو آپ کی بارگاہ میں آئیں (ولو انهم اذ ظلموا) اور آپ ان کی ہمارے ہاں سفارش کریں تو ہم ان سے راضی ہو جائیں گے خدائے قدوس کو راضی کرنے کا ذریعہ حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں حاضری ہے ان کا شفاعت فرما دینا ہے، مگر یہ تو بتاؤ کہ محبوب علیہ السلام ناراض ہو جائیں تو انکو کون راضی کرے کیونکہ شفیع تو وہ ہیں کسی نے کیا خوب کہا ہے۔

خدا جس کو پکڑے چھڑائے محمد

محمد کا پکڑا چھڑا کوئی نہیں سکتا (ﷺ)

یعنی کوئی خدا کی پکڑ میں آئے تو حضور علیہ اسلام کی شفاعت سے خدائے پاک معاف کر دیتا ہے مگر حضور علیہ السلام کی پکڑ میں آئے ہوئے کو کون چھڑائے؟ درمختار باب المرتدین میں لکھا ہے کہ جو شخص اللہ کی شان میں گستاخی کرے وہ کافر ہے اور واجب القتل ہے مگر توبہ کرے تو معافی ہے لیکن جو شخص بارگاہ رسالت میں گستاخی کرے وہ کافر ہے اور توبہ کے بعد بھی ناقابل معافی ہے قتل کر دیا جائے گا، کیونکہ پہلی بات حق اللہ تھی دوسری حق نبی ہے۔ اور توبہ سے حق اللہ معاف ہوتا ہے نہ کہ حق عبد، اس سے معلوم ہوا کہ دنیاوی احکام میں حضور علیہ السلام کی توہین کرنے والے کا سخت عذاب ہے۔

مدارج النبوۃ میں ہے کہ ایک شخص کاتب وحی تھا غالباً اس کا نام عبداللہ بن ابی سرح تھا، کچھ عرصہ بعد وہ مرتد ہو گیا اور حضور علیہ السلام پر الزام لگایا گیا کہ قرآن اپنی طرف سے

گھڑتے ہیں دلیل یہ دی کہ میں کاتب تھا مجھے اندر کی باتیں پتہ ہوتی ہیں، جب یہ مرتد مر گیا، دفن کیا گیا تو زمین نے اس کی لاش باہر اگل دی باہر پھینک دی، بار بار قبر کو گہرا کر کے دفنانے کے باوجود بھی اس کو اندر جگہ نہ ملی، زمین نے اس کو قبول ہی نہ کیا، باہر نکال پھینکا، معلوم ہوا کہ بارگاہ نبوت کا نکالا ہوا کہیں بھی امن نہیں پاتا اعوذ باللہ من غضب الحلیم بردبار و حلیم کے غصے سے خدا بچائے۔ آمین

(شان حبیب الرحمٰن من آیات القرآن، ص 111 ص 112 ص 113 مطبوعہ مکتبہ قادریہ لاہور)

اعتراض نمبر ●

بعض مسلمان نبیوں ولیوں میں خدائی طاقتیں مانتے ہیں ان کا عقیدہ یہ ہے کہ

خدا جس کو پکڑے چھڑائے محمد
محمد جو پکڑیں چھڑا کوئی نہیں سکتا (صلی اللہ علیہ وسلم)

یہ عقیدہ تو بالکل مشرکانہ ہے کہ اس میں حضور علیہ السلام کو خدا سے بڑھا دیا گیا یہ عقیدہ اس آیت (لقد کفر الذین قالوا ان اللہ ھو المسیح بن مریم) کے خلاف ہے (وہابی)

جواب:

نعوذ باللہ یہ تو مسلمان پر صاف بہتان ہے اس شعر کا مطلب ظاہر ہے کہ گنہگار مسلمان اپنے گناہوں سے رب کی پکڑ میں آجاوے اسے حضور شفیع المذنبین شفاعت کر کے رب سے معافی دلوا کر چھڑا سکتے ہیں، مسئلہ شفاعت بالکل برحق ہے اس آیت میں رب کے مقابلہ کی نفی ہے کہ اس کا کوئی مقابل نہیں، شفاعت کی نفی نہیں ہے۔

(تفسیر نعیمی ج 6 ص 345، مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ گجرات پاکستان)

اعتراض نمبر ②:

قرآن کریم میں ہے کہا استغفر لھم او لا تستغفر لھم ان تستغفر لھم سبعین مرۃ فلن یغفر اللہ لھم اے محبوب تم ان کے لیے دعائے مغفرت کرو نہ کرو اگر

ستر (70) مرتبہ بھی ان کے لئے معافی چاہو تو بھی اللہ ان کو ہرگز نہ بخشے گا، اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ منافقوں کے لئے اگر حضور دعا بھی کریں تب بھی اللہ تعالیٰ قبول نہ فرمائے گا پھر ملکیت اور محبوبیت کی وہ شان کہاں جو تم بیان کرتے ہو۔

جواب:

یہ آیت تو سرکار علیہ السلام کی اعلیٰ شان کو بیان کر رہی ہے اس آیت میں ان لوگوں کا ذکر ہے جو حضور علیہ السلام کے غلاموں کو طعنوں سے ایذاء دیتے تھے جس پر حضور علیہ السلام کو بھی قلبی تکلیف ہوتی، آپ کی پیش کردہ آیت سے پہلے یہ ہے **الذین یلمزون المطوعین من المومنات فی الصدقات**ہ

یعنی جو لوگ صدقہ دینے والے حضرات کو عیب لگاتے ہیں تو اس آیت سے معلوم ہوا کہ وہ لوگ بارگاہ نبوت کے مجرم ہیں انکے بارے میں فرمایا گیا کہ اے محبوب انھوں نے آپ کو ایذاء دی اس لیے ہم انکے قصور ہرگز نہ معاف کریں گے معلوم ہوا کہ جو مصطفیٰ کی بارگاہ کا مجرم ہو جائے اس کی کہیں اپیل ہی نہیں اور اس کو کہیں پناہ بھی نہیں ملتی یہ ہی اس آیت کے معنی ہیں بتائے جا رہے ہیں **ذلک بانهم کفروا باللّٰه ورسوله** یہ اس لیے ہے کہ وہ اللہ اور اسکے رسول کے منکر ہو گئے، محبوب کا حسن بے اختیار ہوتا ہے اور چاہنے والے کی محبت کا تقاضا یہ ہوتا ہے کہ اپنے محبوب کے مجرم کو کبھی معاف نہ کرے حضور علیہ السلام رحمۃ للعالمین ہیں آپ کی رحمت بے اختیاری ہے کوئی کیسی ہی خطاء کرے مگر آپ کو کرم فرمانے میں ذرا تامل نہیں رب کی محبت یہ ہے کہ ان مجرموں کو کبھی نہ بخشے کیونکہ وہ محبوب کے مجرم ہیں ان لوگوں کو نہ بخشنے میں حضور ﷺ کی عزت و حوصلہ افزائی ہے۔

خدا جس کو پکڑے چھڑائے محمد
محمد کا پکڑا چھڑا کوئی نہیں سکتا (ﷺ)

یعنی جو اللہ کی پکڑ میں آ گیا حضور علیہ السلام اسکی شفاعت فرما کر رب سے معافی دلوا دیں مگر جو شفیع المذنبین کی پکڑ میں آ گیا اس کے لئے اب سفارش کون کرے؟ اسی لئے صوفیائے کرام فرماتے ہیں۔

با خدا دیوانہ باش و محمد ہوشیار

یعنی خدا کی بارگاہ میں دیوانہ بن کر آسکتے ہیں مگر مصطفیٰ ﷺ کی بارگاہ میں ہوش سنبھال کر حاضر ہونا یہاں تو آواز اونچی کرنے پر بھی اعمال ضبط ہو جاتے ہیں یعنی بزرگان دین جذب میں انا الحق تو کہہ گئے مگر انا محمد کسی نے نہ کہا۔

اونچے اونچے یہاں جھکتے ہیں
سارے انہی کا منہ تکتے ہیں

جن و ملک ان کے سلامی
فخر ہے سب کو، ہے سب کو انکی غلامی

(سلطنت مصطفیٰ ص 51 ص 52، مطبوعہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور)

ان عبارات سے حکیم الامت علیہ الرحمۃ کا نظریہ بھی ثابت ہوا اور شعر مذکور کی تشریح بھی حاصل ہوئی اور یہ بھی معلوم ہوا کہ وہابیوں نے اعتراض کیا تھا جس کو نقل کرنے کے بعد حکیم الامت علیہ الرحمۃ نے جواب بھی درج کر دیا تھا، اس شعر کی مثل یا کچھ بڑھ ایک دو شعر ذکر کرنا مناسب خیال کرتا ہوں تاکہ ان شعروں کے ساتھ ملا کر مطالعہ کرنے، دھیان دینے سے آپ پر واضح ہو جائے کہ شعر صحیح تھا تو حکمت و علم کی دولت سے مالا مال فیض نبوی سے نوازے ہوئے بزرگ نے اس سے استشہاد کیا تھا، امام بوصیرہ علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔

دع ما ادعته النصاری فی نبیهم
واحکم بما شئت مدحافیه واحتکم

وانسب الی ذاته ماشئت من شرف
وانسب الی قدره ما شئت من عظم

فاق النبیین فی خلق وفی خلق
ولم یدانوه فی علم ولا کرم

وکلهم من رسول اللّٰه ملتمس
غرفاً من البحر اور رشفا من الدیم

منزه عن شريك فى محاسنه
فجوهر الحسن فيه غير منقسم
فان فضل رسول الله ليس له حد
فيعرب عنه ناطق بفم

(قصیدہ بردہ شریف ص 10 ص 11، مطبوعہ تاج کمپنی لاہور)

ان اشعار کا حاصل یہ ہے کہ یہودی اور عیسائی اپنے انبیاء کو خدا کا فرزند کہہ گئے مسلمانو تم ان کے قول ونظریہ کے علاوہ جو مرضی ہے عظمت والی بات کہو حضور کے فضل کی کوئی حد نہیں ہے ساری مخلوق سے بشمول انبیاء کرام کے مرتبہ میں خوبصورتی میں اخلاق میں زیادہ ہیں ان کے محاسن وفضائل میں کوئی شریک نہیں ہے سارے انبیاء آپ کی بارگاہ شریف کے ملتمس والتجائی ہیں آپ کے محاسن کے سمندروں سے انھوں نے ایک لپ بھرا یا ایک گھونٹ لیا حضور کی مدح میں جو مرضی ہے کہو اور سنو، جس قدر چاہو مرتبہ کی بلندی ان کی طرف منسوب کرو ان کے فضل وفضائل تو بے حد وحساب ہیں۔

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ صحابی ہیں فرماتے ہیں۔

واجمل منك لم ترقط عيني
واكمل منك لم تلد النساء
خلقت مبراء من كل عيب
كانك قد خلقت كما تشاء

شعر کا حاصل یہ ہے کہ حضور آپ جیسا نہ کسی والدہ نے جنم دیا نہ میں نے دیکھا آپ بے عیب ہیں گویا جیسا آپ کی مرضی تھی ویسے بنائے گئے ہیں۔

کیا ان اشعار اور شاعروں پر غلو یا خلاف ادب کرنے کا حکم لگایا جا سکتا ہے؟ ایک بزرگ کو بذریعہ خواب پسندیدگی کا پروانہ ملا دوسرے بزرگ صحابی ہیں، ان کو دعائے رسول اور جبریلی تائید حاصل ہے۔ اب حضرت مولانا غلام رسول سعیدی صاحب کی عبارت ملاحظہ ہو لکھتے ہیں "رسول اللہ کی شان بیان کرنے اور آپ کی نعت میں یہ ادب ملحوظ رہنا چاہیے کہ آپ

کو اللہ کے برابر بیان کیا جائے نہ آپ کو اللہ تعالیٰ سے بڑھایا جائے مثلاً یوں نہ کہا جائے کہ خدا کا ذکر مٹ جائے گا اور مصطفیٰ کا ذکر جاری رہے گا یا خدا کی دی ہوئی آنکھ میں اتنی روشنی نہ تھی جتنی مصطفیٰ کی دی ہوئی آنکھ میں روشنی تھی اسی طرح یہ شعر بھی غلط ہے۔

خدا جس کو پکڑے چھڑائے محمد
محمد کا پکڑا چھڑا کوئی نہیں سکتا (ﷺ)

(الی ان قال) رسول اللہ ﷺ اللہ کی مخلوق ہیں اور اس کے بندے ہیں خدا ہیں نہ خدا سے بڑھ کر ہیں۔ (شرح مسلم ج 1 ص 442، مطبوعہ فرید بک سٹال لاہور)

اس عبارت پر کیا تبصرہ کروں؟ صرف یہی کہ کر بات ختم کرتا ہوں کہ یہ شعر اتنا مبالغہ وسیع المعنی اور مبالغہ آمیز نہیں جتنے قصیدہ بردہ شریف کے ہیں اور حضرت حسان رضی اللہ عنہ کا ہے ان پر رضائے رسول متحقق ہے تو اس پر بھی ہونی چاہیے کیونکہ علت ایک ہو تو معلول بھی ایک ہی ہوگا، اللہ تعالیٰ ہم اہل سنت کا حامی و ناصر و مہربان و حفیظ ہو۔ (آمین)

کچھ اور اعتراضات واختلاف بھی ہیں مگر اختصار کی خاطر ان کی طرف صرف اشارہ کر دیتا ہوں ملاحظہ فرمائیے۔

سعیدی صاحب، لکھتے ہیں کہ ولید بن مغیرہ کے نو 9 عیب بیان کیے گئے ہیں صدر الافاضل اور مفتی احمد یار خان نے دس 10 لکھے پیر کرم شاہ صاحب نے بھی دس 10 لکھے ہیں۔ (محصلہ از تفسیر تبیان القرآن ج 12 ص 185 مطبوعہ فرید بک سٹال)

اس کا جواب یہ ہے کہ انھوں نے اگر یسا لکھا ہے تو آپ نے خود بھی دس 10 کا قول کیا ہے حوالہ ملاحظہ ہو۔ (تفسیر تبیان القرآن ج 12 ص 1033 مطبوعہ فرید بک سٹال)

دوسرا حوالہ ملاحظہ ہو: (شرح مسلم ج 1 ص 823 مطبوعہ فرید بک سٹال لاہور)

سعیدی صاحب لکھتے ہیں کہ کیا دین اسلام قبول کرنے میں جبر کا نہ ہونا مشروعیت جہاد کے خلاف ہے اس اشکال پر کسی تفسیر نے مزے دار نہ لکھا دفع وقتی کی بات کو ٹالنے کی کوشش کی اور فرار کی راہ اپنائی (محصلہ از تفسیر تبیان القرآن ج 1 ص 982) اس کا جواب یہ ہے کہ تفسیر نعیمی ج 3 میں لا اکراہ فی الدین کے تحت بہت جامع مانع انداز میں اس سوال پر بحث

موجود ہے نیز جہاں بھی جہاد پر مشتمل احکام وآیات ہیں وہاں تفسیر نعیمی نے جامع مانع بحث کی۔

سعیدی صاحب لکھتے ہیں مفتی احمد یار وغیرہ نے حضور علیہ السلام کے دعائے ضرر کرنے کو بد دعا لکھا ہے حالانکہ حضور علیہ السلام کا اخلاق تو اسوہ حسنہ ہے کوئی فعل بد نہیں سارے حسین ہیں آپکی دعائے ضرر کو بد دعا کہنا اس آیت کے خلاف اور حلاوت ایمان کے منافی ہے۔ (ملحضہ از تبیان القرآن ج2 ص357)

اس کا جواب یہ ہے انھوں نے محاورہ کا استعمال کیا ہے نہ کہ حضور علیہ السلام کے فعل کو بد کہا یا بد سمجھا یا بد لکھا، دعائے ضرر لکھ کر تاویل کرنے سے عرف اور محاورہ کا استعمال کرنا ان کو مناسب محسوس ہوا لہذا انھوں نے لکھ دیا عرف بھی اعظم دلائل شرعیہ سے ہے اگر حکیم الامت علیہ الرحمۃ حضور علیہ السلام کے کسی فعل کو بد کہتے یا بد سمجھتے یا بد لکھتے تو نعوذ باللہ ان کا ایمان؟

نیز یہ بات بھی قابل توجہ ہے کہ آپ نے بھی تو محاورے کا استعمال کیا مثلاً آپ نے کئی جگہ یوں لکھا ہے کہ اللہ نے قسم کھائی، اللہ قسم کھاتا ہے حالانکہ وہ کھانے پینے اور اٹھانے سے پاک ہے خدا خود فرماتا ہے **وھو یطعم ولا یطعم** تو جیسے محاورہ کا اور عرف کا استعمال آپ کو مناسب محسوس ہوا آپنے اختیار کرلیا اسی طرح ان کے بازے میں بھی تاویل وتحقیق تصور ہوگی نیز آپ کا اسلوب یہ ہے کہ جب کسی سورت یا کتاب کا اختتام ہوتا ہے تو آپ لکھتے ہیں کہ اگر یہ مضمون وتحقیق درست ہے کہ اللہ کی توفیق سے ہے اور اگر درست نہیں تو یہ مطالعہ کی کمی سے ہے اللہ اور اس کا رسول اس سے بری ہیں کہ آپ کو یہ بات اور اسلوب بہتر محسوس ہوا لہذا آپ نے اپنا لیا ہوا لہذا آپ نے اپنا لیا مگر کئی لوگوں نے اس پر اعتراض اور تشویش ظاہر کی ہے کہ بری ہونے کا معنی ہے آزاد کرنا جیسے کہتے ہیں مجرم بری ہوگیا تو بات گھوم پھر کر وہاں ہی آئے گی کہ محاورات اور اصطلاحات میں وسعت اور گنجائش ہوتی ہے بد دعا معروف ہے اور دعائے ضرر نسبتاً غیر معروف لہذا عوام کو سمجھانے کے لئے استعمال کی گئی نہ کہ حضور علیہ السلام کے فعل کو بد کہنے کے لئے۔ خیال رہے کہ حکیم الامت علیہ الرحمۃ نے تقریباً ہر مقام پر اس طرح لکھا یا فرمایا ہے کہ اللہ قسم فرماتا ہے۔ اللہ نے قسم ارشاد فرمائی، اللہ نے قسم یاد فرمائی وغیرہ وغیرہ۔

قسم کھانے اور قسم اٹھانے سے یہ اسلوب کہیں بہتر ہے کہ کہا جائے قسم ارشاد فرمائی یا

قسم فرماتا ہے۔

خیال رہے کہ بدعا میں دو کلمے ہیں بد اور دعا، بد اصلاً ہندی زبان کا کلمہ ہے اور اردو میں بھی مستعمل ہے اس کا لغوی معنی ہے وہ پھوڑا جو شرمناک مقام پر نکلتا ہے اور ہندو سا ہوکار لفظ بد کو ذمہ کے معنی میں بھی استعمال کرتے ہیں دعا عربی زبان کا لفظ ہے دعا یدعو دعوۃً اور دعاء کئی معانی میں مستعمل ہے اردو زبان میں بددعا سے مراد ہوتی ہے برا چاہنا، کسی کے حق میں برائی اور نقصان کی دعا کرنا، خواہش کرنا کہ یہ تباہ و برباد ہو جائے صفت کے طور پر استعمال بھی ثابت ہے یعنی بد موصوف بنالیں اور دعا کو اسکی صفت قرار دیں مطلب یہ ہو کہ ایسی دعا جو بری ہے مضاف مضاف الیہ (مرکب اضافی) کے طور پر بھی ترکیب ہوسکتی ہے دعائے بد یعنی بدی کی دعا، برائی کی خواہش، نقصان کی چاہت وغیرہ وغیرہ عرض یہ کرنا چاہتا ہوں کہ محاورات قوم میں اور عرف میں گنجائش ہوتی ہے اگر کوئی ان کا استعمال کرے تو عرفاً اور اصطلاحاً مفہوم کی بناء پر کرے گا نہ کہ لغوی معنی کی وجہ سے، جیسے سرپرست کا لفظ حقیقی معنی میں استعمال کرنا غلط ہے کیونکہ معنی بنتا ہے سر کی پوجا کرنے والا جیسے جادو پرست، بت پرست، حق پرست، مطلب پرست، اور صنم پرست وغیرہ کے لغوی معانی اور ہیں موجود اور رواجی معنی اور ہے مراد اور لی جاتی ہے، اسی طرح لفظ بددعا کو بھی سمجھ لیا جائے۔

(فیروز اللغات مع اضافہ ص116، مطبوعہ فرید بک ڈپو پرائیویٹ جامع مسجد دہلی)

مذکورہ بحث سے خیال پیدا ہوتا ہے کہ آخر حکیم الامت علیہ الرحمۃ نے دعائے ضرر کو بددعا کیوں کہا؟ اس کی ایک وجہ تو اوپر والے مضمون سے معلوم ہوگئی کہ محاورت قوم میں موجود گنجائش کو اپنایا دوسری وجہ یہ ہے کہ علم معانی اور دیگر علوم میں وہ ماہر و متبحر تھے لہٰذا انھوں نے مرکب اضافی والی ترکیب کا خیال فرمایا، لحاظ کیا حاصل یہ کہ حکیم الامت نے نبی پاک ﷺ کے افعال و اعمال کو نہ بد کہا، نہ بد لکھا، نہ بد سمجھا حکیم الامت علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب اسرار الاحکام بانوار القرآن میں فرماتے ہیں کہ۔

1. نبی کی ہر چیز کی توہین کرنا کفر ہے صرف تبلیغی امور کا انکار ہی کفر نہیں کیونکہ رب نے ان کی بطور عبد کے تعریف فرمائی نعم العبد ○ اور ظاہر ہے بندہ ہر وصف کے

ساتھ بندہ ہوتا ہے جب ربّ نے انھیں اچھا کہا تو ان کے ہر ہر وصف کی تعریف ہوگئی، سونا، جاگنا، چلنا پھرنا، بولنا، سننا وغیرہ ہر وصف قابل تعریف ہوا جس جس وصف کی رب تعریف کرے اس اس وصف کی توہین کرنے سے رب کو جھٹلانا لازم آئے گا اور شیطان کی تصدیق کرنا لازم آئے گا جو کہ منشائے عقل وشرع کے خلاف ہے۔ (رسالہ اسرار الاحکام ص 350، مطبوعہ ضیاء القرآن لاہور)

٢ حکیم الامت علیہ الرحمہ افعال نبی کا مرتبہ واضح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ سرکار علیہ السلام نے اس لئے جوتے مبارک پہن کر نماز شروع فرمائی تھی کہ پتہ چلے کہ قذر بمعنی نجاست نہیں بمعنی تھوک یا اس قسم کی کوئی گاڑھی شئی ہے اگر نجاست ہوتی تو نعلین شریف پہن کر نماز پڑھنا فاسد ہوتا کیونکہ طہارت نماز کے لیے لازم ہے۔ رب العالمین نے بھی اولاً ہی منع نہ فرمایا بلکہ نماز کا کچھ حصہ ادا ہونے کے بعد وحی نازل فرمائی تعلیم یہ ہوئی کہ محبوب تمہارا منشاء پورا ہو چکا لوگ مسئلہ جان گئے اب ہم نہیں چاہتے کہ تھوک تمہارے یا جوتوں پر بدستور لگا ہی رہے عملی فتوی دے چکے ہو اب تقوی پر عمل کرو اور نعلین شریف اتاردو۔ (درس القرآن ص 491، مطبوعہ ضیاء القرآن)

٣ حکیم الامت علیہ الرحمہ نور العرفان میں فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام کا ادب رکن ایمان ہے رب فرماتا ہے۔

١ وتعزروہ وتوقروہ

٢ یایها الذین امنو لا ترفعوا اصو اتکم

٣ لاتقدموا بین یدی الله ورسوله

٤ لا تدخلوا بیوت النبی الاان یؤذن

٥ لاتجعلوا دعاء الرسول

٦ حتی یحکموک فی ما شجر بینهم

٧ اذ قضی الله ورسوله

٨ وعزروہ و نصروہ

- و امنتم برسلی
- استجیبو ا للہ و للر سول اذا دعا کم

اور حضور علیہ السلام کی گستاخی کفر ہے رب فرماتا ہے۔

1. لاتقولوا راعنا
2. ان تحبط اعمالکم وانتم لا تشعرون
3. لا تعتذروا قد کفر تم
4. یوذون رسول اللہ
5. ان الذین یوذون اللہ ورسولہ
6. فاخرج منھا فانک رجیم .

(فہرست القرآن علی نور العرفان، ص 910 ص 909 مطبوعہ نعیمی کتب خانہ)

سعیدی صاحب کہتے ہیں کہ ہمارے نزدیک لیس لک من الامر شیءٌ (آلایہ) کی تفسیر اس طرح کرنا صحیح نہیں ہے کہ حضور علیہ السلام ظالموں اور کافروں کے ہلاک ہونے کی دُعا کر رہے تھے تو اللہ نے ان کو اس سے روک دیا کہ یہ دعا کرنا آپ کے شایان شان نہیں ہے یہ تفسیر صحیح ہو بھی کس طرح کیوں کہ احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ حضور علیہ السلام نے کافروں اور ظالموں کے حق میں لعنت بھی کی اور دعائے ضرر بھی کی۔ (محصلہ از تبیان القرآن ج 2 ص 359 ص 361) (اس جگہ سعیدی صاحب نے مذکورہ تفسیر کرنے والے مفسرین کی عبارت نقل کیں جن میں حکیم الامت علیہ الرحمۃ کی عبارت بھی شامل ہے)

آپ تفسیر نعیمی کی تحقیق ملاحظہ فرمایئے۔

حکیم الامت علیہ الرحمۃ تفسیر نعیمی ج 7 ص 503 پر لکھتے ہیں کہ ما عندی تستعجلون بہ (الانعام) نیا جملہ ہے جس میں ان کے مطالبوں کا جواب ہے پہلا ما نافیہ ہے دوسرا ما موصولہ اس موصولہ ما سے یا تو ان کا منہ مانگا عذاب مراد ہے یا ان کے مطلوبہ معجزات جیسا کہ شان نزول سے معلوم ہوا، خیال رہے کہ یہاں ان عذابوں کے حضور ﷺ کے پاس ہونے کی اور مستقل قبضہ ہونے کی نفی ہے کہ رب نے عذاب آنے کا جو وقت مقرر فرمایا

ہے حضور اسے آگے یا پیچھے کردیں رب تعالیٰ کی مرضی کے خلاف، اس کا یہ مطلب نہیں کہ حضور کی دعا سے عذاب آ نہیں سکتا حضرات انبیاء سیف زبان ہوتے ہیں جو ان کی زبان سے نکل جاتا ہے رب تعالیٰ وہ ہی کر دیتا ہے دیکھو نوح علیہ السلام نے دعا کی رب لاتذر علی الارض من الکافرین دیاراO کہ خدایا روئے زمین پر کوئی کافر نہ چھوڑ ایسا ہی ہوا کہ سارے کافر غرق کر دیے گئے، ان کی قوم نے بھی ان سے ہی عذاب مانگا تھا فاتنا بما تعدناO (الایہ) آپ نے دو لفظوں میں دعائے بد فرمائی سارے ہی ڈوب گئے دیکھو موسیٰ علیہ السلام نے فرعونیوں کو چند بد دعائیں دیں جن میں سے ایک یہ تھی فلا یؤمنوا حتی یروا العذاب الالیمO کہ یہ لوگ ایمان بغیر عذاب الیم دیکھنے کے نہ لائیں ایسا ہی ہوا فرعون ڈوبتے وقت بولا امنت بہ بنو اسرائیل اور غرق کر دیا گیا، حضرت کلیم اللہ علیہ السلام نے سامری سے فرمایا ان لک فی الحیوۃ تقول لامساس کہ تو وبال جائے گا جو تجھے چھوئے گا وہ بھی بیمار ہو جائے گا اور خود تو بھی، اس لیے تو کہتا پھرے گا کہ لامساس مجھے مت چھونا مجھے مت چھونا ایسا ہی ہوا، حضرت یوسف علیہ السلام نے ایک قیدی کو فرمایا کہ قضی الامر الذی فیہ تستفیان تم سچے ہو یا جھوٹے جو میں نے کہہ دیا بس وہی فیصلہ ہو گیا، حضور علیہ السلام کی بارگاہ ہمیں ایک شخص نے بائیں ہاتھ سے کھانا کھانا شروع کر دیا آپ نے اس کو دائیں سے کھانے کا حکم فرمایا اس نے ٹال مٹول کی کہ میرا ہاتھ خراب ہے منہ تک نہیں آتا آپ نے فرمایا کہ کذالک کہ اب تک تو ہاتھ منہ تک آتا تھا اب نہ آئے گا تو ایسا ہی ہوا مرتے مر گیا مگر ہاتھ منہ تک نہ آیا، ایک شخص نے حضور کی نقل کی لنگڑا ہو کر ناک پکڑی اور آپ کے پیچھے پیچھے آتا رہا حضور نے اس کو فرمایا کن کذالک تو اس کی جسامت ہی اسی طرح ہو گئی، حضور علیہ السلام پر نماز کی حالت میں جن لوگوں نے اوجھڑی نما گندگی پھینکی تھی آپ نے ان پر بد دعا کی تمام کے تمام جنگ بدر میں ذلیل ہو کر مر گئے، ایسے سینکڑوں واقعات ہیں ہاں حضور نے اپنے ذاتی دشمنوں کے لئے کبھی بد دعا نہ فرمائی دینی دشمن کے لیے فرماتے تھے، حضور فرماتے ہیں اللہ کے بعض بندے وہ بھی ہیں جو رب پر قسم کھالیں تو وہ انکی قسم پوری کر دیتا ہے فرماتے ہیں میں نے ابی طالب کو دوزخ کے سخت طبقہ سے نکال کر ہلکے طبقہ میں کر دیا وغیرہ وغیرہ لہٰذا آیت

(مــاعـنـدی الخ) کا وہی مطلب ہے جو ہم نے عرض کر دیا یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ میرے پاس تو رحمت ہی رحمت ہے مجھ سے رحمت مانگو میرے دامن میں آؤ دیکھو تم پر رب کی رحمت کے دروازے کھلتے ہیں یا نہیں رب فرماتا ہے ولـو انھم اذظلموا ــــــ (الایۃ) جو کوئی بھی آدم کے درخت میں ببول کے کانٹے تلاش کرے وہ احمق ہے اور جو کانٹے نہ ملنے پر یہ کہے کہ آم کے درخت کے پاس تو ہے ہی کچھ نہیں وہ نرا پاگل ہے ارے آم کے پاس پھل ہیں کانٹے نہیں سارے قرآن میں ایک بھی ایسی آیت نہیں جس میں یہ ہو کہ کسی نے حضور سے رحمت مانگی مگر حضور نے نہ دی کوئی حدیث بھی ایسی نہیں جس میں یہ ہو کہ تیرا مانگا ہوا اے سائل میرے پاس تو نہیں ہے ارے ان کی تو یہ شان ہے کہ جس نے جو مانگا عطا فرمایا حضرت ربیعہ رضی اللہ عنہ نے جنت مانگی دے دی ایک صحابی نے آنکھیں طلب کی ں عنایت فرما دیں۔

(تفسیر نعیمی ج 7 ص 503 ص 504، ص 505 مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ گجرات)

تفسیر نعیمی ص 507 پر لکھتے ہیں کہ خیال رہے کہ اس آیت میں نہ تو یہ ارشاد ہوا کہ آپ کی دعا سے ان پر عذاب نہیں آ سکتا آپ بے بس و مجبور ہیں نہ یہ ارشاد ہے کہ آپ کچھ کر ہی نہیں سکتے چاہیں بھی تو عذاب نہیں لا سکتے اگر اس آیت کا یہ ہی مقصد ہو تو یہ آیت کفار کی تائید ہو جائے گی وہ بھی حضور کو مجبور و معذور اور بے بس و عاجز کہتے تھے اور چیلنج کرتے تھے کہ اگر تم میں کچھ ہے تو عذاب لاؤ آیت بھی یہ کہے کہ آپ بے بس و مجبور ہیں کچھ کر ہی نہیں سکتے لازم آئے گا جو کفار نے کہا وہ آیت نے مان لیا آیت میں آ گئی، وھو محال۔

(ملخصاً از تفسیر نعیمی ج 7 ص 507 ص 508)

تفسیر نعیمی ص 509 میں لکھتے ہیں کہ۔

پہلا اعتراض:

اس آیت سے معلوم ہوا کہ حضور بندہ مجبور ہیں ان کو کوئی اختیار نہیں دیکھو کفار نے حضور سے عذاب مانگا تو فرمایا گیا مـاعـنـدی ما تستعجلون ٥ پھر تم لوگ حضور کو مختار کیوں مانتے ہو جب حضور کفار پر عذاب نہیں لا سکتے تو مسلمانوں پر رحمت بھی نہیں لا سکتے نہ تو حضور کی بددعا قبول ہے نہ دعا (وہابی) یہ آیت پڑھ کر موجودہ وہابی بہت گستاخیاں کرتے ہیں۔

جواب:

اس اعتراض کے دو جواب ہیں ایک یہ کہ پھر تو اللہ کے پاس سے بھی عذاب ختم ہو چکا اب وہ بھی عذاب بھیجنے پر قادر نہ رہا کیونکہ کفار مکہ نے ایک بار رب سے عذاب مانگا تھا اور کہا تھا اللھم ان کان ھٰذا ھوا الحق من عندك فامطر علینا حجارۃ من السمآء ○ مگر جواب آیا ما کان اللّٰہ لیعذبھم وانت فیھم ○ اللہ ان کو اے پیارے آپ کے ہوتے ہوئے عذاب نہ دے گا، یہ دعا کفار نے بیت اللہ شریف میں کی تھی، بولو کیا رب کو بھی مجبور مانو گے؟ نیز قرآن مجید میں ہے کہ ویستعجلونك بالعذاب ولو لا اجل مسمیٌ ○ یعنی کافر آپ سے عذاب مانگنے میں جلدی کر رہے اگر اس کا وقت مقرر نہ ہو گیا ہوتا تو وہ جلدی نازل ہو جاتا، اب بتاؤ کہ اللہ وقت مقررہ سے پہلے عذاب نازل کرنے پر قادر نہیں؟

تحقیقی جواب یہ ہے کہ حضور علیہ السلام کی تشریف آوری سے آسمانی عذاب بند ہو جانا حضور کے رحمت عالم ہونے کی دلیل ہے نہ کہ مجبوری کا ثبوت لہٰذا یہ آیت تو حضور کی نعت ہے ما عندی کے معنی ابھی ہم نے عرض کر دیے ہیں کہ میرے پاس عذاب تو نہیں ہاں رحمت ہے کوئی ایک مثال دکھاؤ کہ حضور نے کسی کے لئے رحمت مانگی ہو وہ قبول نہ ہوئی ہو کوئی مثال نہ ہے نہ ہو گی لیکن ایسی صدہا مثالیں ہیں کہ حضور انور ﷺ نے جس کو جو دعا دے دی وہ قبول ہو گئی بلکہ جو کچھ دے دیا اسے ٹل کر رہا حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کو مال و اولاد میں برکت کی دعا دی تو ان کا گھر دولت والا سے بھر گیا، حضرت عثمان کو جنت دے دی فرمایا عثمان نے مجھ سے کوثر خرید لیا امام حسن و امام حسین کو جنتی جوانوں کی سرداری دے دی ان کی والدہ کو جنتی عورتوں کا سردار بنا دیا رضی اللہ عنہم اجمعین ہم نے عرض کیا ہے۔

مالک ہیں خزانہ قدرت کے جو جس کو چاہیں دے ڈالیں
دی خلد جناب ربیعہ کو، بگڑی لاکھوں کی بنائی ہے

حضور کی دین تو کعبہ سے پوچھو کہ وہ حضور کے ہاتھوں پاک ہوا حضور کی نگاہ و رضاء سے اسلام قبلہ بنا۔

دوسرا اعتراض:

قرآن مجید سے ثابت ہے کہ حضور نے بعض کفار کو بددعائیں دیں وہ قبول نہ ہوئیں بلکہ فرمایا گیا کہ **لیس لك من الامر شئی او یتوب علیهم او یعذبهم** ٥ آپ کو بددعا کا کوئی حق نہیں اللہ تعالیٰ ان کو خواہ عذاب دے یا توبہ کی توفیق (وہابی)

جواب:

اس اعتراض کے بھی دو جواب ہیں ایک الزامی اور دوسرا تحقیقی، الزامی جواب یہ ہے کہ اگر حضور علیہ السلام کو کفار پر بددعا کرنے کا حق نہیں تو حضرت نوح، حضرت شعیب، حضرت صالح اور حضرت موسیٰ علےٰ نبینا وعلیہم السلام کو یہ حق کیوں حاصل تھا انھوں نے کفار پر بددعائیں کیں اور وہ قومیں ہلاک ہوئیں آج ہم کو بھی بددعا کرنے کا حق ہے بلکہ قنوت نازلہ پڑھیں تو گناہ نہیں۔ تحقیقی جواب یہ ہے کہ تمہاری پیش کردہ آیت کا مطلب یہ ہے کہ اے محبوب وہ حضرات جلال والے نبی تھے انکی دعائے غضب سے وہ قومیں ہلاک کردی گئیں تم تو بنانے والے ہو بسانے والے ہو، رحمت والے رسول ہو۔ وہاں حضور کی رحمت کا ظہور ہے رب کا مقصد یہ تھا کہ وہ مجرمین بجائے ہلاک ہونے کے حضور انور کے قدموں میں گریں، مسلمان ہو کر دین کی خدمت کا فریضہ سرانجام دیں، کافروں کو ہلاک کرنے سے ان کو مسلمان کردینا بہتر ہے، ایسا ہی ہوا وہ لوگ متقی اور پرہیز گار عادل و مومن بنے۔

(تفسیر نعیمی ج7 ص510 ص511 ص512، مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ گجرات پاکستان)

ان ساری عبارات کو بغور ملاحظہ کریں اور انکی روشنی میں تفسیر تبیان القرآن ج 20 ص359 کا یہ اقتباس پڑھیں کہ

''مفتی احمد یار خان نعیمی متوفی 1391ھ لکھتے ہیں۔

(**لیس لك من الامر شئی**) (آلایہ) میں اس آیت کا یہ مطلب نہیں کہ اے محبوب تمہیں ان کفار پر بددعا کرنے کا اختیار یا حق نہیں، ورنہ گزشتہ انبیاء کرام کفار پر بددعا کر کے انھیں ہلاک نہ کراتے بلکہ مطلب ہے کہ یہ بددعا آپ کی شان کے لائق نہیں کیونکہ

آپ رحمۃ للعالمین ہیں۔(نورالعرفان ص 104 مطبوعہ دارالکتب الاسلامیہ گجرات)

اس عبارت پر سعیدی صاحب نے یوں تبصرہ کیا ہے کہ ہمارے نزدیک اس آیت کی یہ تفسیر صحیح نہیں ہے (الی ان قال) ہر چند کہ یہ مفسرین اپنے حلقوں مقبول ہیں اور بہت مشہور ہیں لیکن ان کی یہ تفسیر پسندیدہ اور مختار نہیں ہے (الی ان قال) یہ تفسیر کس طرح صحیح ہوسکتی ہے جب کہ احادیث صحیح سے ثابت ہے کہ آپ نے بعض کافروں پر لعنت کی اور انکے لیے دعاء ضرر فرمائی ہے۔(تفسیر تبیان القرآن ج2 ص360 ص359 ملخصا)

سعیدی صاحب لکھتے ہیں کہ اگر یہ فعل یعنی دعا کرنا لائق اور اچھا نہ ہوتا تو رب تعالیٰ روز اول سے ہی منع کر دیتا ایک مہینہ تک دعائے ضرر کرنے کی اجازت کیوں دی گئی (ملخصہ از تبیان القرآن ج2 ص359) جواباً عرض یہ ہے کہ اس میں کئی مصلحتیں اور حکمتیں تھیں تب اجازت اور مہلت دی گئی صاف معلوم ہو رہا ہے کہ یہ تعلیم دینا مقصود تھی کہ اے نبی ان کے حق میں آپ بددعا کر سکتے ہیں یہ تمہارا حق ہے اپنا حق استعمال کرنے کا آپ کو اختیار ہے، اس کی نظیر وہ حدیث پاک ہے جس میں یہ مذکور ہے کہ کچھ نماز ادا ہونے کے بعد باری تعالیٰ نے وحی نازل فرمائی کہ پیارے آپ کے نعلین شریف میں قذر لگی ہوئی ہے، یہاں بھی ابتداءً نماز سے نہ روکا گیا بلکہ کچھ حصہ ادا کرنے کے بعد روکا گیا جس میں یہ حکمت تھی کہ پیارے عملی فتویٰ تو دے چکے ہیں اب تقویٰ پر عامل ہو جائیں، اسی طرح یہ بات تھی بطور تائید اور نظیر کے ہوسکتی ہے کہ جب قبلہ شریف کی تبدیلی کا حکم نازل ہوا تو سرکار علیہ السلام نماز کی کچھ رکعتیں ادا فرما چکے تھے پھر آپ نے چہرہ مبارک قبلہ ثانی یعنی کعبہ شریف کی طرف فرما لیا تھا ان ساری باتوں سے یہ ہی سمجھ آتا ہے کہ کچھ نہ کچھ حکمت اور مصلحت ضرور ہوتی ہے تب اجازت اور مہلت دی جاتی ہے اگر ابتداءً ہی سے ممانعت ہو تو وہ مصلحت وحکمت ظاہر نہ ہوگی جیسے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر الزام لگنے والے واقعہ کے وقت حکمت اور مصلحت کو ظاہر کرنے کی خاطر سرکار علیہ السلام کچھ وقت خاموش رہے پھر سورۃ نور نازل ہوئی اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی شان و تقدیس کی حکمت و مصلحت واضح ہوگئی۔ باری تعالیٰ حکیم ہے اور حضور علیہ السلام بھی اسکی عطا سے حکمت والے ہیں حکیم کا کوئی فعل وقول حکمت سے خالی نہیں ہوتا حاصل یہ ہے کہ اگر ابتداء سے ہی

ممانعت بددعا فرمادی جاتی تو یہ مسئلہ واضح نہ ہوسکتا کہ سابقہ انبیاء کرام کی طرح آیا حضور علیہ السلام کو بھی یہ اجازت وحق حاصل تھا کہ وہ کفار کے حق میں جو فرمائیں ویسا ہی ہو جائے ، ابو جہل وغیرہ کے حق میں فرمائیں کہ بدر میں وہ ذلت سے مریں، بہانے کرنے والے شخص کو کن کذالك فرمائیں، نقل کرنے والے کو بددعا دیں وغیرہ وغیرہ تو کیاان امور کا حضور علیہ السلام کو حق حاصل ہے یا نہیں تو اس مہلت اور اجازت سے معلوم وواضح ہو گیا کہ حق تھا اور آپ نے استعمال بھی فرمایا، حق پورا کرنے اور استعمال فرمانے کے بعد باری تعالیٰ کی مرضی یہ ہوئی کہ پیارے وہ رحمۃ للعالمین شفیع المذنبین نہ تھے آپ ہیں آپ جلالی نہیں جمالی ہیں وہ جلالی تھے خذا العفو آپ معافی دینے کو اختیار فرمائیں، یہی وجہ ہے کہ طائف میں باوجود پیشکش کیے جانے کے آپ نے بددعا نہ کی، لڑائیوں میں دندان مبارک شہید ہوئے، خود کی کڑیاں جسم میں گڑ گئیں مگر آپ نے معافی دی بددعا نہ فرمائی ان کے حق میں ضرر نہ چاہا بلکہ ان کے بارے میں فرمایا کہ مولا ان کو ہدایت دے مجھے جانتے نہیں غرض یہ کہ رنگ مختلف ہیں ثعلبہ بن خاطب کی زکوۃ قبول نہ فرمائی مگر ایک آدمی کی تین نمازیں معاف فرمادیں وغیرہ وغیرہ۔

یہ سارا کچھ رب کی رضاء کے تحت ہوا تھا جیسا کہ وما تشاؤن الا ان یشاء الله رب العالمین اور ولسوف یعطیك ربك فترضیٰ سے ظاہر ہے وما ینطق عن الھوی، ان ھو الا وحی یوحی اور ان اتبع الا ما یوحی الی قل ھل یستوی الاعمی والبصیر سے عیاں ہے۔

حضرت حکیم الامت علیہ الرحمۃ کی تحقیق اور نظریہ ہے کہ حضور ﷺ نور ہیں اور بشریت آپ کا لباس وغلاف ہے آپکی حقیقت نہیں آپ نے ایک رسالہ بھی اسی عنوان پر لکھا ہے اس رسالہ سے کچھ عبارات نقل کروں تا کہ ان کے نظریے کی وضاحت وتفصیل سامنے آئے آپ فرماتے ہیں کہ نور کے لغوی معنی روشنی، چمک اجالا، دمک، کبھی اس کو بھی نور کہہ دیا جاتا ہے جس سے وہ روشنی، چمک دمک، اور اجالا ظاہر ہو اس معنی میں سورج کو نور کہا جاتا ہے بجلی، لالٹین اور چراغ وغیرہ کو بھی نور اور روشنی اس وجہ سے کہتے ہیں یعنی سبب بول کر مسبب مراد لیا جاتا ہے نور دو قسم کا ہوتا ہے نور حسی اور نور عقلی حسی وہ جو آنکھوں سے دیکھنے میں آئے جیسے دھوپ اور

چراغ وبجلی کی روشنی وغیرہ عقلی وہ جس کو آنکھ تو محسوس نہ کرے مگر عقل مانے کہ یہ نور ہے جیسے اسلام قرآن ہدایت اور علم کو نور کہا جاتا ہے یہ اسی معنی سے کہا گیا ہے بطور مثال چند آیات ملاحظہ ہوں۔

١ اللّٰہ ولی الذین امنوا یخرجھم من الظلمت الی النور ٥

٢ وانزلنا الیکم نورا مبینا٥

٣ مثل نورہ کمشکوۃ فیھا مصباح ٥

٤ اومن کان میتا فاحییناہ وجعلنا نورا یمشی بہ فی الناس ٥

٥ افمن شرح اللّٰہ صدرہ للاسلام فھو علی نور من ربہ ٥

٦ ربنا اتمم لنا نورنا واغفرلنا ٥

٧ وانزلنا التوراۃ فیہ ھدی ونور ٥

ان آیات مبارکہ میں ہدایت، قرآن باری تعالیٰ یا اسکے حبیب علیہ السلام کی ذات پر نور کا لفظ بولا گیا اور ان کو نور قرار دیا گیا۔

امام شافعی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔

فان العلم نور من الہ وان
النور لایعطی لعاص

نور کی تعریف یہ ہوئی کہ نور وہ ہے جو خود ظاہر ہو دوسروں کو ظاہر کر دے یعنی ظاہر بالذات اور **مظھر للغیر**، یہ ظاہر ہونا اور ظاہر کرنا دو طرح کا ہے حسی اور عقلی، چاند سورج بجلی گیس وغیرہ حسی طور پر ظاہر اور مظہر ہیں، ہدایت قرآن، اسلام اور فرشتے وغیرہ عقلی طور پر خود ظاہر ہیں دوسروں کو ظاہر کرتے ہیں، باری تعالیٰ حقیقۃً ازلی ابدی ذاتی نور ہے کہ خود ظاہر ہے جسے اس نے ظاہر فرمایا وہ ظاہر ہو گیا، نبی پاک علیہ السلام قرآن، اسلام اور فرشتے وغیرہ عطائی طور پر نور ہیں کہ رب کے بنانے سے نور ہوئے جیسے رب تعالیٰ حقیقی طور پر انہ ھو سمیع وبصیر ہے حی وقیوم ہے خبیر ہے دوسری مخلوق عطائی طور پر سمیع و بصیر ہے، خبیر ہے، باری تعالیٰ اپنے لئے فرماتا ہے بے شک وہ رب سمیع ہے بصیر ہے یعنی دیکھنے سننے والا ہے

انہ ھو السمیع البصیر٥

دوسری آیات میں عام انسانوں کیلئے فرماتا ہے کہ ہم نے انسان کو مخلوط نطفہ سے پیدا فرمایا تا کہ اسکی آزمائش کریں پھر انسان کو سننے اور دیکھنے والا بنایا۔

انا خلقنا الانسان من نطفة امشاج نبتليه فجعلنا ہ سميعا بصيرا○

باری تعالیٰ کی تمام صفات ذاتی ہیں ابدی ہیں ازلی ہیں مستقل ہیں لیکن بندے کی تمام صفات عارضی ہیں، باری تعالیٰ کی عطاء سے ہیں لفظ مشترک ہے مگر حقیقت میں بہت فرق ہے، حضور علیہ السلام کے نور ہونے کا مطلب یہ نہیں کہ وہ خدا کے نور کا ایک ٹکڑا ہیں یا جز ہیں نہ یہ معنی ہے کہ آپ رب جس معنی میں نور ہے اس معنی میں اسی طرح نور ہیں نہ یہ مطلب ہے کہ آپ ازلی ابدی نور ہیں اور آپ کے نور کا مادہ اور رب کے نور کا مادہ ایک ہے اور نہ ہی یہ معنی ہے کہ خدا کا نور حضور میں سرایت کیے ہوئے ہے یا ان میں حلول و دخول کیا ہوا ہے۔

بلکہ حضور علیہ السلام نے نور ہونے کا معنی صرف اور صرف یہ ہے کہ آپ بلا واسطہ رب سے فیض حاصل کرنے والے ہیں اور باقی تمام تو مخلوق حضور انور علیہ السلام کے واسطہ و وساطت سے فیض لینے والی ہے، جیسے ایک چراغ سے دوسرا چراغ جلاؤ پھر اس دوسرے سے ہزاروں چراغ جلا لو، یا ایک شیشہ سورج کے سامنے رکھو وہ چمک جائے پھر اس کو تاریک جگہ پر رکھے ہوئے شیشوں کی طرف پھیر دو وہ چمک جائیں، ظاہر ہے پہلے شیشہ میں نہ تو سورج خود اتر کر آ گیا نہ اس کا جز اور ٹکڑا کٹ کر اس میں سما گیا، بلکہ فقط اتنا ہوا کہ پہلے شیشہ نے بلا واسطہ سورج سے روشنی حاصل کی اور باقی شیشے پہلے شیشے کی بدولت چمکے، اگر پہلا شیشہ درمیان میں نہ ہو یا ہٹا دیا جاتے باقی سارے بھی تاریک ہو جائیں گے اس کی قرآن سے مثال یہ ہے کہ رب تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کے بارے میں فرمایا کہ جب میں آدم کو درست کر دوں اور ان میں اپنی روح پھونک دوں تو فرشتوں تمہیں حکیم ہے کہ ان کو سجدہ کرنا واذا سويته ونفخت فيه من روحي فقعوا له ساجدين ○

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں رب نے فرمایا کہ وہ اپنے رب کی روح ہیں وروح منه ○

عیسیٰ علیہ السلام کو اسی وجہ سے روح اللہ کہا جاتا ہے، اب حضرت آدم و حضرت عیسیٰ

علیہما السلام نہ تو خدا کی روح کا ٹکڑا و جز ہیں نہ ہی خدا ان میں حلول و دخول کیے ہوئے ہے اور نہ ہی مادہ ایک ہے بلکہ فقط یہ مطلب ہے کہ رب نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو والد کے واسطہ کے بغیر روح عنایت فرمائی اور حضرت آدم علیہ السلام کو ماں اور باپ دونوں کے واسطہ کے بغیر روح بخشی، یہی معنی ہے حضور علیہ السلام کے نور ہونے کا کہ وہ مخلوق کے واسطہ کے بغیر رب کے فیض سے نوازے ہوئے ہیں۔

ایک ہے شخص محمدیہ اور ایک ہے حقیقت محمدیہ، شخص محمدی اس جسم اطہر کا نام ہے جو آدم علیہ السلام کی اولاد میں سے ہے، حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا سے ہے، تمام نبیوں کے بعد اس دنیا میں جلوہ گر ہوا اس جہاں میں تمام رشتوں سے منسلک ہے، بی بی آمنہ خاتون کا لخت جگر ہے حضرت عائشہ کا سرتاج ہے، حضرت ابراہیم طاہر حضرت فاطمہ حضرت طیب رضی اللہ عنہم اجمعین کا والد ہے یہ سارے رشتے اور رشتہ داریاں جسم محمد اور شخص محمدی کی صفات سے ہیں، حقیقت محمدی صوفیائے کرام کی اصطلاح میں ذات مطلقہ کے پہلے تعین کا نام ہے بلاتشبیہ یوں سمجھو کہ مصدر کے پہلے تعین کا نام ماضی مطلق ہے جو مصدر سے بنی ہے پھر تمام مشتقات بعد کا تعین، رب تعالیٰ تجلیات کا مصدر ہے اور حضور علیہ السلام مثل ماضی مطلق کے یعنی رب کی پہلی تجلی ہیں اور باقی تمام مخلوق بعد کی تجلیاں ہیں جو حضور علیہ السلام کی بدولت ہیں حضور علیہ السلام بعد کی تجلیوں کے مظہر ہیں، شخص محمدی کے باری میں فرمایا گیا کہ پیارے فرماؤ اے لوگوں میں تمہاری مثل بشر ہوں **قل انما انا بشر مثلکم** اور حقیقت محمدیہ کے بارے میں خود حضور علیہ السلام نے بتایا کہ میں تو اس وقت بھی نبی تھا جب حضرت آدم علیہ السلام اپنے بننے میں مٹی اور پانی کے درمیان جلوہ گر تھے یعنی ان کو بنانے کے لئے مٹی اور پانی کا امتزاج و اتصال بھی نہ ہوا تھا، **کنت نبیاً و ادم بین المآء و الطین**۔

حقیقت محمدیہ نہ اولاد آدم ہے اور نہ ہی بشر ہے نہ **مثلکم** ہے، نہ کسی کا باپ نہ کسی کی اولاد، بلکہ یہ تو سارے جہاں کی اصل ہے، بشریت کی ابتداء حضرت آدم علیہ السلام سے ہوئی اور حضور علیہ السلام تو اس وقت بھی نبی تھے حضرت آدم علیہ السلام کا خمیر بھی تیار نہ ہوا تھا، اگر اس بوقت اور اس حالت کو بشریت قرار دیں تو حضرت آدم علیہ السلام کا اول البشر و ابوالبشر

ہونا کیسے متحقق ہوگا؟

اب نبی کی جو تعریف یوں کی جاتی ہے کہ وہ انسان ہیں جن کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے شرعی احکام کی تبلیغ کے لئے مبعوث کیا، یہ شخص نبی کی تعریف ہے۔ حقیقت نبی کی تعریف نہیں ہے، حضور علیہ السلام تو اس وقت بھی نبی تھے جب انسان تو کیا انسانیت کا نام ونشان اور اتا پتا تک بھی نہ تھا کیونکہ ابھی تک انسان اول اور تمام انسانوں کے والد گرامی جناب حضرت آدم علیہ السلام مٹی اور پانی کے درمیان جلوہ گر تھے پیدا بھی نہ ہوئے تھے، نیز انسان کے لیے جو لوازمات و مناسبات ہوتے ہیں ان کا وجود بھی نہ تھا جیسے انسان کے لیے وقت وجگہ کا ہونا، لہٰذا یہی ماننا پڑے گا کہ حضور علیہ السلام کی نبوت تو زمین وزمان اور مکین ومکان سے بھی پہلے کی ہے۔

بادام کا پوست وچھلکا بھی بادام کے نام سے پکارا جاتا ہے اور مغز وگری کو بھی بادام ہی کہتے ہیں مگر دونوں کے احکام اور کام جدا ہیں، گری اور مغز چھلکے کے اندر ہوتی ہے، حقیقت محمد یہ بھی شخص محمد یہ کے اندر جلوہ گر ہے، نور ہونا، برہان ہونا، رب کی دلیل ونشانی ہونا، حقیقت محمد یہ کے صفات ہیں جیسا کہ اس پر مولانا روم علیہ الرحمۃ نے مثنوی شریف میں تفصیل ذکر فرمائی، اشرف علی تھانوی دیوبندی نے بھی اس مسئلہ کو ثابت کیا ہے دیکھو نشر الطیب۔

اور صاحب روح البیان علامہ اسماعیل حقی علیہ الرحمۃ نے بھی خوب تحقیق فرمائی وہ لکھتے ہیں کہ تمام ارواح روح محمدی سے پیدا فرمائی گئیں، لہٰذا حضور علیہ السلام ابوالارواح ہیں، جیسے حضرت آدم علیہ السلام ابوالبشر ہیں۔

حضور ﷺ کی جسم مبارک کی نورانیت حسی بھی تھی اور عقلی ومعنوی بھی تھی، صحابہ کرام اور اہل بیت اطہار نے اسی حسی نورانیت کو مشاہدہ فرمایا بطور مثال ایک حدیث کا کچھ حصہ درج ذیل ہے حضرت ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہا سے شمائل ترمذی میں امام ترمذی نے یہ روایت نقل فرمائی ہے کہ۔

كان رسول الله ﷺ فخما مفخما يتلألأ وجهه تلألؤ القمر ليلة البدر ۔

یعنی حضور علیہ السلام عظمت والے اور وجاہت والے تھے، آپ کا چہرہ انور اس طرح جگمگاتا جیسے چودیں رات کا پورا چاند چمکتا ہے۔

امام دارمی نے بھی دو مثالیں ذکر کیں۔

حضرت ربیع بنت معوذ بن صفراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت شدہ حدیث کے الفاظ ہیں۔

قالت یا بنی لو رأیتہٗ رایتَ الشمس طالعة.

یعنی اے بچے تجھے حضور کا حسن کیا بتاؤں اگر تو ان کو دیکھتا تو تجھے ایسا لگتا کہ سورج طلوع ہو رہا ہے۔

دوسری روایت کے الفاظ یہ ہیں۔

کان رسول اللہ ﷺ افلج الثنتین اذا تکلم رُئی کالنور یخرج من بین ثنایاہ .

یعنی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام جب کلام فرماتے تو اگلے دو دانت مبارکہ کے درمیان والی خالی جگہ سے روشنی اور نور چھن چھن کر نکلتا تھا۔

بعض روایات میں ہے کہ اس روشنی سے اندھیرے میں گم شدہ سوئی بھی تلاش کر لی جاتی تھی۔ یہ شعر ان روایات سے ماخوذ ہے۔

سوزن گم شدہ ملتی ہے تبسم سے تیرے
رات کو صبح بناتا ہے اجالا تیرا

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام کے چہرہ مبارک میں گویا کہ سورج تھا جو چمکتا تھا، کان الشمس تجری فی وجه .

اس روایت کو ترمذی، مسند امام احمد بن حنبل، بیہقی اور ابن حبان میں ملاحظہ کیا جا سکتا ہے مواہب اللدنیہ اور نہایہ شریف میں یہ مذکور ہے کہ حضور علیہ السلام کے چہرہ پاک میں دیوار منعکس نظر آتی تھی۔

وکان لجدار تلاحك وجه .

حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ مدارج النبوۃ ج 1 ص 118 میں فرماتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا سایہ مبارک زمین پر نہ پڑتا تھا، ان کے فارسی الفاظ

ملاحظہ ہوں، و نمی او فتاد آنحضرت را سایہ بر زمین۔

ان مثالوں سے صاف پتہ لگ گیا کہ حضور علیہ السلام کے جسم شریف کی نورانیت صحابہ کرام اور اہل بیت اطہار کو محسوس ہوتی تھی، اسی لئے وہ حضور علیہ السلام کا حسن دوسروں کو بتانے سمجھانے کی خاطر سورج اور چاند سے تشبیہ دیکر ذکر کرتے تھے، جسم کا سایہ نہ ہوتا اور اس سے ایسی خوشبو کا ظاہر ہونا جس سے گلیاں کوچے معطر ہو جائیں ماحول مہک جائے نورانیت کے باعث ہی ہے، معراج شریف کی رات جسم پاک کا آگ کے کرہ اور زمہریر کے گھیرے سے گزر جانا، کچھ اثر نہ ہوئے بغیر سلامت سے عبور کر جانا آسمانوں آسمانیات کی سیر فرمانا، جس جگہ ہوا کا نام ونشان اور وجود تک نہیں اس جگہ زندگی گزارنا اسی وجہ سے ہے کہ آپ نور تھے، جسی بھی عقلی بھی ۔ جب شرح صدر کا واقعہ ہوا فرشتوں نے سینہ مبارک سے دل نکالا اور دھویا، حضور علیہ السلام کی زندگی مبارک سلامت رہی ورنہ دل باہر نکالو، جسم سے علیحدہ کرو تو موت ہو جاتی ہے، اب بھی بعض اولیاء کرام حضور علیہ السلام کے نور کو سر کی آنکھوں سے دیکھتے ہیں، دل کی آنکھوں سے دیکھنے والوں کی تو بات ہی جدا ہے۔

اگر ان قواعد کا خیال رکھا گیا تو بہت فائدہ ہوگا اور اصل مسئلہ جو آئندہ صفحات پر ذکر کیا جائے اس میں آسانی ہوگی، آج کل مخالفین یہ کہہ کر عام لوگوں کو بہکاتے ہیں کہ اللہ بھی نور اور حضور بھی نور تو دونوں کو رب ہونا چاہیے کبھی کہتے ہیں کہ حضور اللہ کے نور سے ہیں تو اللہ حضور میں سما گیا ہے، کبھی یوں بہکاتے ہیں کہ کیا اللہ کے نور کا ٹکڑا کٹ کر حضور کی ذات تیار ہوئی، کبھی یوں کہتے ہیں کہ عیسائیوں نے عیسٰی علیہ السلام کو خدا کا بیٹا مانا اور تم نے حضور کو خدا کا نور مانا، بیٹا مانو یا نور بات تو ایک ہی ہے۔ اور کبھی یوں کہتے ہیں کہ حضور نور ہوں تو ان کی ساری اولاد نور ہونی چاہیے کوئی سید انسان نہ ہو کیونکہ نور کی اولاد نور ہونی چاہیے۔ اگر یہ قواعد خیال میں رہیں تو تمام سوال خود بہ خود اٹھ جائیں گے۔ (رسالہ نور ص 1 تا ص 10، مطبوعہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور)

ان تمام عبارات سے ظاہر ہوا کہ حکیم الامت علیہ الرحمۃ کے نزدیک حضور علیہ السلام کی حقیقت نور ہے اور بشریت بمنزلہ لباس وغلاف کے ہے، حضرت سعیدی صاحب اس نظریہ کو ماننے کے لئے تیار نہیں ان کے نزدیک حضور علیہ السلام کی حقیقت یہ ہے کہ آپ علیہ السلام

بشر اور انسان ہیں، آیئے ان کے اپنے الفاظ میں ان کا نظریہ معلوم کرتے ہیں۔

"حضور علیہ السلام کا بشر ہونا بھی ایک معرکۃ الاراء مسئلہ ہے اس میں بہت تفریط کی گئی ہے بعض لوگ اس میں غلو کرتے ہیں اور آپ کو نور محض مانتے ہیں اور آپکے بشر ہونے کا انکار کرتے ہیں اور بعض اس مسئلہ میں تفریط کرتے ہیں اور آپ کو اپنے جیسا بشر کہتے ہیں تحقیق یہ ہے کہ آپ بشر ضرور ہیں لیکن افضل البشر ہیں آپ کے کسی وصف میں آپکا کوئی مماثل نہیں ہے صدر الشریعہ علامہ امجد علی متوفی 1376ھ لکھتے ہیں۔ عقیدہ، نبی اس بشر کو کہتے ہیں جیسے اللہ تعالیٰ نے ہدایت کے لئے وحی بھیجی ہو اور رسول بشر کے ساتھ ہی خاص نہیں بلکہ ملائکہ بھی رسول ہیں۔ عقیدہ۔ انبیاء سب بشر تھے اور کوئی مرد کوئی جن نبی نہ ہوا نہ عورت۔

صدر الافاضل علامہ سید محمد نعیم الدین مراد آبادی متوفی 1367ھ لکھتے ہیں۔

انبیاء وہ بشر ہیں جن کے پاس اللہ کی وحی آتی ہے یہ وحی کبھی فرشتہ کی معرفت آتی ہے کبھی بے واسطہ

ان حوالہ جات سے واضح ہوگیا کہ ہمارے نبی سیدنا محمد ﷺ کی حقیقت بشر اور انسان ہے اور آپ کا مادہ خلقت چاند اور سورج کی طرح حسی نور نہیں ہے۔ آپ نور ہدایت ہیں اور نور ہدایت ہی حسی نور سے افضل ہے ہاں بعض اوقات آپ کے دانتوں کی جھریوں سے حسی نور کی شعاعیں نظر آتی تھیں آپ بشر ہیں اور بے مثل بشر ہیں۔

(الی ان قال) نبی ﷺ کا بشر ہونا بھی ایک اہم مسئلہ ہے ہمارے

زمانہ میں بعض واعظین نے یہ مشہور کر رکھا ہے کہ نبی ﷺ کی حقیقت نور سے تھی اور بشریت آپ کا لباس تھی جب کہ اس کے برخلاف قرآن مجید کے متعدد نصوص میں تصریح ہے کہ آپ بشر تھے اور نوع انسان سے تھے اگر آپکی حقیقت بشر اور انسان نہ ہوتی تو آپ انسانوں کے لئے اسوہ اور نمونہ نہ ہوتے اور آپ کے اعمال انسانوں پر حجت نہ ہوتے اور انسانوں کے لئے آپ سے استفادہ کرنا ممکن نہ ہوتا۔ (تفسیر تبیان القرآن ج10 ص435 ص436 مطبوعہ فرید بک سٹال لاہور)

حضرات محترم!

اس عبارت سے چند امور صاف ظاہر ہوئے

1. حضور علیہ السلام کی حقیقت بشر ہے اور آپ انسان تھے۔
2. حضور علیہ السلام کی حقیقت نور نہیں ہے۔
3. بشریت حضور کا لباس نہیں بلکہ حقیقت ہے۔
4. حقیقت نور کو ماننا بشریت کو نہ ماننا قرآن کے خلاف ہے اور واعظین کا مشہور کردہ نظریہ ہے۔
5. صدر الافاضل اور صدر الشریعہ علیہما الرحمۃ بھی حضور علیہ السلام کی حقیقت بشریت کو مانتے ہیں نور کو حقیقت ماننا ان کی تحقیق کے مخالف ہے۔
6. تحقیق یہ ہے کہ حضور بشر ہیں اور آپکو بشر نہ ماننے کی صورت میں آپ کے اعمال واقوال کا انسانوں پر حجت و دلیل ہونا بے کار و باطل ہو جائے گا۔

ان امور پر کیا تبصرہ کروں یہی بات ختم کرتا ہوں کہ سرکار ﷺ نے لم یعرفنی حقیقتی غیر ربی سے یہ تعلیم دی کہ کما حقہ کوئی واقف حقیقت نہیں ہوسکتا۔ مضبوط و مدلل اور شاندار نظریہ حکیم الامت علیہ الرحمۃ کا معلوم ہوتا ہے صدر الافاضل اور صدر الشریعہ علیہما الرحمۃ نے حضور علیہ السلام کی حقیقت بشریت کو قرار نہیں دیا جیسا کہ بہار شریعت صفحہ 128 اور خزائن العرفان صفحہ 1109 سے واضح ہے۔ واللہ اعلم ورسولہ ﷺ

حق کسی کی نظر سے ملے گا محض علم کی بناء پر حق کو پانا مشکل ہے جسے جو پسند ہو وہ اسی پر ہے۔ کل حزب بما لدیھم فرحون۔ ولکل وجہ ھو مولیھا اللہ تعالیٰ اہل سنت کا حامی وناصر ونگہبان وکریم ہو۔ (آمین)

حکیم الامت علیہ الرحمۃ کی تحقیق کہ بعض انبیاء کو دوسرے انبیاء کی نگاہ فیض سے اللہ نے نبوت دی جیسے حضرت ہارون علیہ السلام اور بعض انبیاء علیہ السلام کو بطور میراث نبوت ملی جیسے حضرت سلمان علیہ السلام اور حضرت یحیٰ علیہ السلام اور بعض انبیاء کو ان دو طریق کے بغیر محض اللہ کی رحمت سے نبوت ملی جیسے ہمارے نبی ﷺ چنانچہ حکیم الامت علیہ الرحمۃ تفسیر نور العرفان ص 631 پر فرماتے ہیں کہ

وما کنت ترجوا۔۔۔۔۔۔۔ (الایہ) سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آپ کو ظاہری اسباب کے لحاظ سے نبوت کی امید نہ تھی صرف رحمت خدا کی وجہ سے امید تو کیا یقین تھا کیونکہ آپ کو نبوت نہ تو حضرت ہارون علیہ السلام کی طرح کسی کی دعا سے حاصل ہوئی اور نہ حضرت یحیٰ و حضرت سلمان علیہ السلام کی طرح بطور میراث ملی بلکہ صرف اور صرف اللہ کی رحمت سے ملی، لہٰذا اس آیت سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ آپ اپنی نبوت سے بے خبر تھے، آپ کو تو بچپن ہی سے شجر و حجر سلام کرتے تھے اور رسول اللہ کہہ کر پکارتے تھے، بحیرہ راہب نے بچپن میں ہی آپکی نبوت کی خبر دے دی تھی آپ خود فرماتے ہیں کہ کنت نبیا وادم لمنجدل فی طنیتہ ٥ میں اس وقت بھی نبی تھا جب حضرت آدم اپنی مٹی میں جلوہ گر تھے۔

(نور العرفان ص 476 مطبوعہ نعیمی کتب خانہ گجرات)

حضرت سعیدی صاحب نے اس عبارت پر یوں تبصرہ کیا

"یہ کہنا تو صحیح نہیں آپکو کسی کی دعا سے نبوت ملی ہے کیونکہ حضرات ابراہیم علیہ السلام نے آپکی نبوت کی دعا کی ہے قرآن مجید میں ہے ربنا وابعث فیھم رسولا منھم اسے ہمارے رب ان اہل مکہ میں ان ہی میں سے ایک رسول بھیج دے یہ دعا حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل نے خصوصیت ہمارے نبی ﷺ کے لیے کی ہے علیہا السلام اور یہ وہی دعا ہے جسکے متعلق آپ نے فرمایا میں اپنے باپ ابراہیم کی دعا ہوں اور حضرت عیسیٰ کی بشارت

ہو۔ (تبیان القرآن ص863ج8)

نہ معلوم انھوں نے اس عبارت سے کیا ارادہ کیا ہے؟ اگر یہ فرض کیا جائے کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی نبوت حضرت ابراہیم کی دعا کا نتیجہ ہے ثمرہ ہے تو بھی غلط ہے کیونکہ حکیم الامت علیہ الرحمۃ کی پیش کردہ حدیث سے ظاہر ہورہا ہے کہ حضور علیہ السلام اس وقت بھی نبی تھے جب حضرت آدم علیہ السلام کی تکمیل بھی نہ ہوتی تھی۔

اور اگر یہ فرض کریں کے بطور میراث کے حضور علیہ السلام کو نبوت ملی ہے تو بھی درست نہ ہوگا کہ وہ تو دنیا بننے سے قبل ہی نبی تھے اظہار نبوت الگ چیز ہے نبوت عطا ہونا الگ چیز ہے، اگر یہ فرض کریں کہ کسی نے انکی نبوت کے واسطے دعا نہ کی تب بھی غلط ہے کیونکہ حدیث کے خلاف ہے۔ نیز حکیم الامت علیہ الرحمۃ کا یہ دعویٰ ہی نہیں۔

اختتام الکتاب

الحمد اللہ رب العلمین والصلوۃ والسلام علی رحمۃ اللعلمین

آج بروز جمعۃ المبارک 23 رجب الرجب 1430ھ مطابق 17 جولائی 2009 کتاب مکمل ہوئی۔

اظہار تشکر

درج ذیل احباب کا شکر گزار ہوں کہ کتب فراہم کیں۔ جزاھم اللہ تعالی

١. راجہ محمد یوسف قادری صاحب مدظلہ (ناظم جامعہ اسلامیہ رحمانیہ ہری پور ہزارہ)
٢. مولانا حافظ محمد ریاض نقشبندی صاحب مدظلہ (شکر درہ اٹک)
٣. مولانا حافظ محمد رفاقت حقانی صاحب مدظلہ (قاضی پور غازی)
٤. مولانا ریاست علی خان صاحب چشتی مدظلہ (شکر درہ اٹک)
٥. پروفیسر محمد صفدر چشتی صاحب مدظلہ (حضرو)
٦. خان محمد رفاقت خان صاحب جدون مدظلہ (نگڑہ ہری پور ہزارہ)
٧. مولانا سید عابد شاہ (بیٹر ہری پور ہزارہ)

۸ مولانا محمد اسلم مدظلہ (اچھڑی جنڈ)

۹ مفتی محمد عارف مدظلہ (چوک اعظم)

۱۰ حافظ مولانا محمد عثمان غنی (ہارون آباد ضلع بہاولنگر)

۱۱ مفتی سید عبدالروف شاہ مدظلہ (لاہور)

۱۲ مفتی محمد عمران مدظلہ (چوک اعظم)

۱۳ مولانا شہزاد مدظلہ (سرائے عالمگیر)

دعاء:

اے اللہ اس کتاب کو قبول فرما کر میرے گناہوں کا کفارہ کردے صدقہ جاریہ بنادے مجھے اعمال صالحہ پر استقامت دے دینی اور دنیاوی رسوائی سے بچانا اور خاتمہ بالایمان فرمادے۔ (آمین)

دلچسپ اتفاق:

مقالہ کی تکمیل کے بعد مدت شمار کی تو ستتر (77) دن بنی حکیم الامت علیہ الرحمۃ کی عمر مبارک ستتر (77) سال تھی اس عددی مناسبت سے خوشی ہوئی، ھذا من تعاجیب ربنا اللہ تعالیٰ کا اور اسکے محبوب ﷺ کا شکر ہے فضل ہے کہ اس نے مجھے یہ کتاب لکھنے کی سعادت عطا فرمائی ہے اپنے پیاروں میں سے ایک پیارے کی حیات و خدمات پر کچھ عرض کرنے کی اجازت عطا فرمائی۔ یہ میرا کمال نہیں بلکہ اس کا فضل بے مثال ہے۔

احوج الناس الی حبیب الحمید ﷺ

عبد الحمید نعیمی عفی عنہ ربہ ساکن حطار فتح جنگ

ماخذ و مراجع

١ قرآن مجید منزل من اللہ تعالیٰ
٢ المعجم المفہرس ازفواد محمد عبدالباقی صاحب مطبوعہ طہران
٣ تفسیر نور العرفان از حکیم الامت علیہ الرحمۃ مطبوعہ نعیمی کتب خانہ گجرات
٤ تفسیر نعیمی گیارہ جلدیں از حکیم الامت علیہ الرحمۃ مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ گجرات لاہور۔
٥ مراۃ شرح مشکوۃ از حکیم الامت علیہ الرحمۃ مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ اسلامیہ گجرات لاہور
٦ رسائل نعیمیہ از حکیم الامت علیہ الرحمۃ مطبوعہ ضیاء القرآن لاہور۔
٧ سلطنت مصطفیٰ ﷺ از حکیم الامت علیہ الرحمۃ مطبوعہ قادری پبلشرز لاہور
٨ اسرار الاحکام از حکیم الامت علیہ الرحمۃ مطبوعہ ضیاء القرآن لاہور
٩ درس القرآن از افاضات حکیم الامت علیہ الرحمۃ مطبوعہ ضیاء القرآن لاہور
١٠ رسالہ نور از حکیم الامت علیہ الرحمۃ مطبوعہ ضیاء القرآن لاہور
١١ دیوان سالک از حکیم الامت علیہ الرحمۃ مطبوعہ ضیاء القرآن
١٢ شان حبیب الرحمٰن من آیات القرآن از حکیم الامت علیہ الرحمۃ مطبوعہ قادری پبلشرز و مطبوعہ ضیاء القرآن لاہور۔
١٣ علم القرآن از حکیم الامت علیہ الرحمۃ مطبوعہ قادری پبلشرز لاہور۔
١٤ جاء الحق از حکیم الامت علیہ الرحمۃ مطبوعہ نعیمی کتب خانہ گجرات۔
١٥ سفرنامہ از حکیم الامت علیہ الرحمۃ مطبوعہ نعیمی کتب خانہ گجرات۔
١٨ شرح موطا امام محمد از مولانا محمد علی نقشبندی علیہ الرحمۃ مطبوعہ فرید بک سٹال لاہور۔
١٩ فہارس شرح مسلم از مولانا محمد اسماعیل نورانی صاحب مدظلہ مطبوعہ فرید بک سٹال لاہور۔
٢٠ عند اللہ الاسلام از مفتی محمد انور القادری مدظلہ لاہور۔
٢١ تنقیدات علی مطبوعات از مفتی اقتدار احمد خان نعیمی علیہ الرحمۃ مطبوعہ نعیمی کتب خانہ گجرات
٢٢ خطبات نعیمیہ از مفتی اقتدار احمد خان نعیمی علیہ الرحمۃ مطبوعہ نعیمی کتب خانہ گجرات

٢٣ تفسیر تبیان القرآن از علامہ غلام رسول صاحب سعیدی مدظلہ مطبوعہ فرید بک سٹال لاہور
٢٤ فتاویٰ نعیمیہ از حکیم الامت علیہ الرحمۃ مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ
٢٥ فتاویٰ نعیمیہ از مفتی اقتدار احمد خان نعیمی علیہ الرحمۃ مطبوعہ نعیمی کتب خانہ گجرات
٢٦ فتاویٰ دیوبند از مفتی عزیز الرحمٰن صاحب مطبوعہ فاروقی کتب خانہ اکوڑہ خٹک۔
٢٧ مواعظ نعیمیہ از فادات وافاضات حکیم الامت علیہ الرحمۃ مرتبہ مولانا محمد عارف صاحب رحمۃ اللہ علیہ مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ لاہور پاکستان۔
٢٨ تفسیر نجوم الفرقان از مفتی عبدالرزاق بھترالوی مدظلہ مطبوعہ ضیاء العلوم پبلی کیشنز راولپنڈی
٢٩ فتاویٰ صدر الافاضل علیہ الرحمہ مطبوعہ شبیر برادرز۔
٣٠ حالاتِ زندگی حکیم الامت از شیخ بلال احمد صدیقی مدظلہ مطبوعہ نعیمی کتب خانہ گجرات
٣١ سوانح عمری حکیم الامت بدایونی از مولانا نذیر احمد نعیمی علیہ الرحمۃ مطبوعہ نعیمی کتب خانہ گجرات
٣٢ حیات سالک از علامہ قاضی عبدالنبی کوکب علیہ الرحمۃ مطبوعہ نعیمی کتب خانہ گجرات
٣٣ ایک اسلام از حکیم الامت علیہ الرحمۃ مطبوعہ نعیمی کتب خانہ (گجرات)۔
٣٤ راہ جنت بجواب راہ سنت از مفتی اقتدار احمد خان نعیمی علیہ الرحمۃ مطبوعہ نعیمی کتب خانہ گجرات۔
٣٥ قصیدہ بردہ شریف از امام بوصیری علیہ الرحمۃ مطبوعہ تاج کمپنی لاہور۔
٣٦ معلم تقریر المعروف نئی تقریریں از حکیم الامت علیہ الرحمۃ مطبوعہ قادری پبلشرز لاہور
٣٧ اسلامی زندگی از حکیم الامت علیہ الرحمۃ مطبوعہ قادری پبلشرز لاہور
٣٨ فہرست القرآن از حکیم الامت علیہ الرحمۃ مطبوعہ نعیمی کتب خانہ گجرات
٣٩ تحصیل الصرف از مفتی مختار احمد خان نعیمی علیہ الرحمۃ مطبوعہ اسلامیہ گجرات
٤٠ التعریفات لعلوم الدرسیات از مولانا عبداللہ قصوری رضوی اشرفی مطبوعہ مکتبہ سعیدیہ دیار ہوتی مردان صوبہ سرحد پاکستان۔
٤١ جامع الاحادیث از امام سیوطی علیہ الرحمہ مطبوعہ بیروت۔